

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ مولیٰ عبدالک

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۹

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۳۰۰۰)

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۲۰۰۰)

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (المحدث)

العطاء للنبوة في

الفقهاء الضعفاء

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۱۹

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا

لوم احمد رفیع بریلوی فکرس سرہ العزیز

۱۳۳۰ھ ————— ۱۲۷۲ھ
۱۹۲۱ء ————— ۱۸۵۶ء



رضافاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور شہر پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر: ۷۵۷۳۱۴

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ۱۹
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارت	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ ، لاہور
پیش لفظ	" " " " " " " " " " " "
ترتیب فہرست	" " " " " " " " " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد اکرام اللہ بیٹ ، مولانا محمد عبداللہ
باہتمام و سرپرستی	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
کتابت	محمد شریف گل ، کرپال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۶۹۲
اشاعت	ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ / فروری ۲۰۰۱ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	



ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ ، بوٹر بازار ، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	_____	پیش لفظ
۹۳	_____	کتاب الوكالة
۹۷	_____	کتاب الاقرار
۱۱۹	_____	کتاب الصلح
۱۲۹	_____	کتاب المضاربتہ
۱۵۳	_____	کتاب الامانات
۱۷۳	_____	کتاب العاریۃ
۱۷۹	_____	کتاب الہبتہ
۲۰۵	_____	کتاب الاجارۃ
۲۰۹	_____	کتاب الاکراه
۲۱۵	_____	کتاب الحجر
۲۲۳	_____	کتاب الغصب

فہرست رسائل

۲۲۳	_____	○ فتح الملک
۵۲۱	_____	○ اجود القسری
۵۲۳	_____	○ المنی والدرر





پیش لفظ

الحمد لله! اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزانہ علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں انیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں اس سے قبل کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و التعزیر، کتاب السیر، کتاب الشریکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ اور کتاب القضاء و الدعوی پر مشتمل اٹھارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

صفحہ	سنین اشاعت	اسئلے تعداد	جوابات تعداد	عنوانات	نمبر جلد
۸۳۸	۱۹۹۰ مارچ — ۱۴۱۰ ^ھ شعبان المعظم	۱۱	۲۲	کتاب الطہارت	۱
۷۱۰	۱۹۹۱ نومبر — ۱۴۱۲ ربيع الثاني	۷	۳۳	"	۲
۷۵۶	۱۹۹۲ فروری — ۱۴۱۲ شعبان المعظم	۶	۵۹	"	۳
۷۶۰	۱۹۹۳ جنوری — ۱۴۱۳ رجب المرجب	۵	۱۳۲	"	۴
۶۹۲	۱۹۹۳ ستمبر — ۱۴۱۴ ربيع الاول	۶	۱۴۰	کتاب الصلوة	۵
۷۳۶	۱۹۹۴ اگست — ۱۴۱۵ ربيع الاول	۴	۴۵۷	"	۶
۷۲۰	۱۹۹۴ دسمبر — ۱۴۱۵ رجب المرجب	۷	۲۶۹	"	۷
۶۶۴	۱۹۹۵ جون — ۱۴۱۶ محرم الحرام	۶	۳۳۷	"	۸
۹۴۶	۱۹۹۶ اپریل — ۱۴۱۶ ذیقعدہ	۱۳	۲۷۳	کتاب الجنائز	۹
۸۳۲	۱۹۹۶ اگست — ۱۴۱۷ ربيع الاول	۱۶	۳۱۶	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۱۰
۷۳۶	۱۹۹۷ مئی — ۱۴۱۸ محرم الحرام	۶	۴۵۹	کتاب النکاح	۱۱
۶۸۸	۱۹۹۷ نومبر — ۱۴۱۸ رجب المرجب	۳	۳۲۸	کتاب النکاح، طلاق	۱۲
۶۸۸	۱۹۹۸ مارچ — ۱۴۱۸ ذیقعدہ	۲	۲۹۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود و تعزیر	۱۳
۷۱۲	۱۹۹۸ ستمبر — ۱۴۱۹ جمادی الاخریٰ	۷	۳۳۹	کتاب السیر (ا)	۱۴
۷۴۴	۱۹۹۹ اپریل — ۱۴۲۰ محرم الحرام	۱۵	۸۱	" (ب)	۱۵
۶۳۲	۱۹۹۹ ستمبر — ۱۴۲۰ جمادی الاولیٰ	۳	۴۳۲	کتاب الشکرۃ، کتاب الوقف	۱۶
۷۱۶	۲۰۰۰ فروری — ۱۴۲۰ ذیقعدہ	۲	۱۵۳	کتاب البيوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفاله	۱۷
۷۴۰	۲۰۰۰ جولائی — ۱۴۲۱ ربيع الثاني	۲	۱۵۲	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاہ والعدوی	۱۸

انیسویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے شروع سے صفحہ ۲۵۵ تک
۲۹۶ سوالوں کے جوابات اور ۶۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف

نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارہویں، بارہویں، تیرہویں، سولہویں، سترہویں اور اٹھارہویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربت، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر اور کتاب الغصب کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے۔ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں :

(۱) فتح الملک فی حکم التملیک (۱۳۰۸ھ)

ہبہ اور تملیک میں فرق کا بیان

(۲) اجود القری لطالب الصحۃ فی اجارۃ القری (۱۳۰۲ھ)

دیہات کے ٹھیکہ کی صحت کے طلبکار کے لئے بہترین مہمانی

(۳) المنی والدر لمن عمد منی آس در (۱۳۱۱ھ)

منی آس در کی فیس کا شرعی حکم



حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

فروری ۲۰۰۱ء

فہرست مضامین مفصل

کتاب الوکالة

ایک شخص اصالتاً تابع اور وکالتاً مشتری ہو سکتا ہے یا نہیں۔

بیع میں ایک شخص عقد کے دونوں طرف کا متولی نہیں ہو سکتا۔

عقد نکاح میں ایک شخص طرفین کا متولی ہو سکتا ہے صورت مسئولہ میں مال بائع کا گیا اور متوکلوں کا روپیہ وکیل اپنی جیب سے ادا کرے۔

وکیل بیع و شرارہ و اجارہ اپنے ایسے رشتہ داروں سے بھی معاملہ نہیں کر سکتا جن کی شہادت اس کے حق میں قبول نہ ہو۔

موکل ایسی بیع کی اجازت دے چکا ہو تو جائز ہے مگر اپنی ذوات کے لئے ایسی بیع کی اجازت

۹۴

دے دی ہو تب بھی بیع ناجائز ہے۔

وکیل مطلق جسے معاف کرنے کا اختیار ہو معاف کر دے

۹۴

کو وہ واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔

وکیل مطلق کو اگر صراحتاً موکل نے معاف کرنے کی اجازت

۹۳

دی ہو تو وکیل اور موکل کوئی بھی واپسی کا مجاز نہیں

اور مبہم اجازت ہو تو موکل کے عدم رضا کی صورت

۹۴

میں معاف کردہ رقم لے سکتا ہے۔

۹۵

وکیل مطلق معاملات کا مالک ہوتا ہے، طلاق،

عناق اور تبرعات کا نہیں۔

۹۴

۹۵

پیشہ وکالت کا سوال۔

۹۵

مروجہ وکالت جس میں عموماً حق کو ناحق اور جھوٹ

کا کاروبار ہوتا ہے ناجائز ہے۔

۹۴

۹۵

کتاب الاقرار

قاضی کے حضور کئے ہوئے اقرار سے انکار

- ۱۰۱ ۹۷ ہدایہ سے استدلال کی توثیق۔
- ۱۰۱ ۹۷ قرضخواہ قرضدار کے مال سے خلاف جنس چیز بے رضا قرضدار نہیں لے سکتا۔
- ۱۰۱ ۹۷ خلاصۃ الفتاویٰ باب الرصایا کی عبارت سے غلط استدلال کی تردید۔
- ۶۰۲ ۹۸ اس عبارت کی تصحیح۔
- ۱۰۳ ۹۸ بیع العین فی حق المہر کے حق میں تصرفات قاضی و صی سے استدلال کا رد اور وجہ فسق کا بیان۔
- ۱۰۳ ۹۸ مسئلہ اطلاق بیع العین فی المہر میں صاحب خلاصہ کی عبارت کا صحیح محل۔
- ۱۰۳ ۹۸ صورت مسئلہ میں عورت کا مہر کے معاوضہ میں جائیداد پر قبضہ کرنا غلط ہے، اور شوہر کے قول جائیداد غیر منقولہ سے وصول کرنے کا مطلب قبضہ سمجھنا غلط ہے۔
- ۱۰۴ ۹۹ مسئلہ مذکورہ کے دلائل۔
- ۱۰۴ ۱۰۰ مورث مرض الموت میں اپنی جائیداد کسی وارث کے ہاتھ بے اجازت دیگر ورثہ نہ فروخت کر سکتا ہے نہ اس کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔
- ۱۰۴ ۱۰۰ جامع الفصولین اور حدیث مبارک سے اس مسئلہ کا جزئیہ دین غیر محیط الترمک مانع ملک ورثہ نہیں۔
- ۱۰۵ ۱۰۰ دین محیط میں ورثہ کو اختیار ہے کہ قرض اپنے پاس سے ادا کریں اور ترکہ پر قابض ہوں۔
- مردود ہوگا اور مقر اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا۔
- قاضی کے حضور غلام کے ہبہ کرنے کا اقرار کیا تو اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا۔
- اقرار میں خطا کا دعویٰ مردود ہوگا۔
- اقرار مورث بلسہادت معززین مقدار مہر حسب اقرار مورث بنا بر اقرار مورث جائیداد مقررہ پر قبضہ سے سوال۔
- مرض الموت میں مورث کا اقرار بے تصدیق ورثہ مقبول نہیں۔
- مقدار مہر مثل تک کا اقرار مرض الموت میں بھی صحیح ہے۔
- ثبوت نکاح سے مہر مثل ثابت ہو جاتا ہے۔
- مہر مثل تک عورت کا دعویٰ بلا گواہ ثابت ہے۔
- مسئلہ مسئلہ کا جزئیہ فتاویٰ تیریہ سے۔
- زائد از مہر مثل میں گواہ یا تصدیق ورثہ کی ضرورت ہوگی۔
- مسئلہ کی تصدیق تیریہ سے۔
- دین مال حقیقی نہیں مال حکمی ہے۔
- دین کی ادا اس کے مثل مال سے ہی ہو سکتی ہے۔
- دین اور عین میں تباہی ہے۔
- قرضدار کا حق مالیت میں ہے مال میں نہیں۔
- بے تراضی جائیداد کو قرضہ میں لینا ظلم ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم الا یہ سے مسئلہ پر استدلال۔

- ۱۱۱ مسئلہ کے نصوص قرآن و احادیث سے۔
- ۱۱۱ ۱۰۵ وعدہ اور اقرار کا فرق اور دونوں کا حکم۔
- ۱۱۲ ۱۰۶ جائیداد کا اپنے بیٹے کے لئے اقرار کر کے اس کی وفات کے بعد مکہ نے کا سوال۔
- ۱۱۲ ۱۰۶ مقرر کا اپنے اقرار سے پھرنا شرعاً جائز نہیں۔
- ۱۱۲ ۱۰۷ ہدایہ، اشباہ، درمختار وغیرہ سے مسئلہ کا جزیئہ۔
- ۱۱۳ ۱۰۷ باپ کو بیٹے کے ترکہ سے سدس ملے گا۔
- ۱۱۳ ۱۰۷ مشاع کا ہبہ باطل ہے۔
- ۱۱۳ ۱۰۷ شیوع مفارن اور شیوع طاری کے احکام میں فرق ہے۔
- ۱۱۳ ۱۰۸ اقرار سے پھر نے اور بیع نامہ کے عاقدین پر حجت ہونے اور نہ ہونے سے سوال۔
- ۱۱۵ ۱۰۸ بیع کے بعد ثبوت استحقاق کے لئے قضا ر قاضی کی ضرورت ہے۔
- ۱۱۵ ۱۰۸ مقرر اپنے اقرار سے پھر نہیں سکتا۔
- ۱۱۶ ۱۰۸ تحریر بیع نامہ عاقدین پر حجت ہے۔
- ۱۱۶ ۱۰۸ چوحدی میں مکان کی کسی دیوار کو تیسرے کی ملک دکھانا مشتری کا اس دیوار کے ملک غیر ہونے کا اقرار ہے۔
- ۱۱۶ ۱۰۹ ذوالبید کا جائیداد مقبوضہ کے بارے میں یہ کہنے سے سوال کہ اس جائیداد میں میرا حق نہیں۔
- ۱۱۶ ۱۱۰ مدعی منازع کے مقابلہ میں اگر کوئی اقرار کرے تو صحیح ہے اور اس سے رجوع کا اختیار نہیں ہے۔
- ۱۱۶ ۱۱۱ اور بلا کسی منازع کے یہ کہا تو اس کا قول لغو ہے۔

- دین مستغرق میں قاضی ترکہ کی جائیداد تبھی فروخت کر سکتا ہے کہ دیگر ورثہ موجود رہیں۔
- امام انصیب کے فتویٰ النظر بخلاف الجنس کا صحیح محل۔
- وصیت اور اقرار کا مشترکہ سوال۔
- مقررہ کی جہالت غیر فاحشہ صحت اقرار کی مانع نہیں۔
- پھر چیزوں کے علاوہ مقررہ کے انکار سے اقرار رد ہو جاتا ہے، اور انکار کے بعد قبول صحیح نہیں۔
- وصیت کے مسائل۔
- حالت صحت میں کسی جائیداد سے متعلق اقرار کا سوال۔
- حالت صحت میں شوہر کے لئے کسی جائیداد کے اقرار کے بعد مقررہ کے وارثوں کا جائیداد میں کوئی حق نہیں۔
- مسئلہ کا جزیئہ عقود الدریہ سے۔
- مسئلہ مستقولہ میں شوہر کے لئے حکم دیانت۔
- خانہ، خلاصہ، بزازیہ، القرویہ، ہندیہ وغیرہ سے مسئلہ کا جزیئہ۔
- زمین کے عاریت پر دے کر واپس لینے اور زمین مستعار میں مستعیر کے اولیٰ نہ لگانے کے وعدے سے متعلق سوال۔
- عاریت دینے والے کو واپس لینے کا حق ہے اور لینے والے پر لوٹانا واجب۔

- ۱۱۴ عالمگیری سے جزیہ کی تصدیق
مقر کے اقرار سے پھرنے کی صورت میں مقر
قاضی کے روبرو اقرار صحیح ہونے کی قسم مقر سے
لے سکتا ہے۔
صورتِ مسئلہ میں مقر مدعی اور مقر لہ مدعی علیہ؟
- ۱۱۴ مسئلہ کی شامی سے تائید۔
۱۲۲ مورث پر دین ہو تو صلح تجارت کی یہ صورت ہے کہ
دین کی ذمہ داری ورثہ لے لیں۔
۱۲۲ ورثہ کے درمیان تقسیم ترکہ پر صلح کی چند صورتوں
کے حکم کا بیان۔
۱۱۴ ترکہ میں دین ہونے کی صورت میں صلح کا سوال۔
۱۲۳ اگر ورثہ میں نابالغ ہوں تو اس طرح کی صلح
جس سے ان کے حصہ شرعی پر اثر پڑے ناجائز ہے۔
۱۲۵ دین اور جامداد دو علیحدہ الفاظ ہیں، ایک بول کر
دوسرا مراد نہیں ہو سکتا۔
۱۲۵ ترکہ دین ہو تو صحتِ صلح کی شرط یہ ہے کہ دین کو
صلح سے علیحدہ کیا جائے۔
۱۲۵ غیر مدیون کو دین کا مالک کرنا جائز نہیں۔
۱۲۶ صلح کا بعض حصہ باطل ہو تو بقیہ متضمنات بھی باطل
ہو جائیں گے۔
۱۲۰ وہ ابرار جو صلح سے متعلق ہو بطلان صلح کے ساتھ
باطل ہو جاتا ہے۔
۱۲۶ بطلان ابرار کی وجہ اشباہ اور غمخ العیون کے دو
اصول نہیں بلکہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔
۱۲۶ متضمن فاسد ہو تو متضمن فاسد ہو جاتا ہے۔
۱۲۰ دستاویزوں میں عادتاً جو ابرار اس کے اخیر
میں تحریر ہوتا ہے وہ صلب عقد میں داخل نہیں
ہوتا، اس لئے متضمن نہیں ہوگا۔
۱۲۶ اقرار سلب عقد میں نہ ہو تو صلح فاسد میں اقرار
کے بعد دعویٰ جائز ہے۔
۱۲۱

کتاب الصلح

متوفی نے ترکہ میں دین اور عین دونوں چھوڑا،
وارثوں میں سے متوفی کے ایک بھائی نے صرف
سورہ پیہ لے کر ورثہ سے صلح کر لی، اس صلح اور
ورثہ کے حصہ سے سوال۔

قرضخواہ اور قرضدار کے علاوہ دین کے بارے میں
کسی سے صلح جائز نہیں۔
مسئلہ کا جزئیہ درمختار سے۔

صاحب درمختار پر تفضل
صورتِ مسئلہ میں فساد صلح کے لئے دین کی
صلح میں داخلگی تنصیص ضروری نہیں، صرف
دین کا صلح میں داخل ہونا کافی ہے اور صحتِ
صلح کے لئے یہ تنصیص ضروری ہے کہ دین صلح
میں داخل نہیں۔

مسئلہ کے دونوں رخ کے لئے علی الترتیب
شامی اور بزاز یہ اور عالمگیری کے نصوص۔
ترکہ میں نقد ہو اور احد الشراک نے اپنے حصہ سے
کم پر صلح کی تو یہ صلح ربا ہونے کی وجہ سے
باطل ہے۔

۱۳۱ مضاربت پر تاوان کی شرط فاسد ہے، رب المال
مضارب سے تاوان نہیں وصول کر سکتا۔

۱۳۱ اسی طرح مضارب اپنی محنت کا کوئی معاوضہ مقررہ
حصہ کے علاوہ نہیں طلب کر سکتا۔

۱۲۷ ہندیہ، ہدایہ اور درمختار سے اس امر کے جزئیات

۱۳۱ کہ جس شرط سے منافع میں جہالت پیدا ہو وہ
عقد مضاربت کو فاسد کر دیتی ہے اور جو شرط
ایسی نہیں ہے خود فاسد ہو جاتی ہے عقد
صحیح رہے گا۔

۱۳۲ عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو مضارب اجیر
ہو جاتا ہے کام پر اجرت مثل پائے گا۔

۱۳۳ مضاربت میں نفع معین سے سوال و جواب۔

۱۳۳ نفع معین کا ایک اور سوال و جواب۔

۱۳۴ عقد مضاربت میں نفع کے جو شائع کے تعیین کا
وقت جائے تجارت کی تعیین و تعیین اور مصارف
تجارت کی مقدار سے سوال۔

۱۳۴ نفع میں جو شائع کی تعیین عقد کے وقت ضروری
ہے، جہالت کی صورت میں عقد فاسد
ہو جاتا ہے۔

۱۳۵ درمختار اور ہندیہ سے مسئلہ کے جزئیات۔

۱۳۵ عقد مطلق ہو تو مضارب تجارت میں آزاد ہے
اور بہتر یہی ہے۔

۱۳۰ رب المال جگہ، شخص، وقت، جس کی قید
لگا دے گا مضارب پر اس کی پابندی

۱۳۶ ضروری ہوگی۔

رب المال کو مال کی خریداری سے قبل قید

اقرار اور برابر میں فرق ہے، اول تملیک اور
ثانی اسقاط ہے، اس لئے دونوں کا حکم
علیحدہ علیحدہ ہوگا۔

جو چیز فاسد پر مبنی ہو فاسد ہوگی۔

۱۲۷ حموی شارح اشباہ کی ایک غلط فہمی کا ازالہ۔
جس پر صلح ہوئی اس سے برابر اور تمام دعاوی
خصومات سے برابر علیحدہ علیحدہ امر ہیں، اول کا
حکم یہ ہے کہ صلح باطل ہوئی تو برابر باطل، اور
دوسرے کا حکم یہ ہے کہ صلح باطل ہو تب بھی برابر
صحیح ہے۔

صلح رضا عند اللہ بھی صلح ہے، اور مجبوری کی صلح
کی تو عند اللہ حتی باقی ہے۔

کتاب المضاربت

۱۲۹ عقد مضاربت ہنود کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔
ہندو مسلمان دونوں کے ساتھ جائز ہے مسلمان
کے ساتھ اس عقد میں یہ شرط لگانا جائز نہیں
کہ ہم نقصان کے ذمہ دار نہیں اور یہاں غیر مسلم
کے ساتھ جائز ہے۔

۱۲۹ عقد مضاربت میں مقدار معین پر معاملہ کرنا سوال
تعیین نفع پر معاملہ مضاربت حرام ہے
صاحب مال کو ایسا نفع لینا اور مضاربت کو
وینا دونوں کے لئے حرام ہے۔

۱۳۰ مسئلہ کے جزئیات شامی، عالمگیری اور ہدایہ سے۔

عقد مضاربت میں تاوان مضارب پر ڈالنے کا سوال ۱۳۱

- ۱۳۶۔ لگانے کا حق ہے مال کی خریداری کے بعد نہیں۔
- ۱۳۶۔ مسئلہ کا جزئیہ درمختار سے۔
- ۱۳۶۔ عقد مطلق میں مضارب کو کسی دوسرے کو مضاربت پر مال دینے کا حق نہیں، اور اجازت دی کہ تو جیسا چاہے کر، تو اختیار وسیع ہوگا اور اس کو یہ حق حاصل ہوگا۔
- ۱۳۶۔ کسی کو قرض دینے کے لئے مالک کی صریح اجازت درکار ہے۔
- ۱۳۶۔ درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۱۳۶۔ اس امر کی تفصیل کہ مضارب کو کون کون سے مصارف وصول کرنے کا حق ہے۔
- ۱۳۶۔ درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۱۳۶۔ اخراجات بقدر حاجت ملیں گے، حاجت سے زائد ناجائز، جس کا تاوان دینا ہوگا۔
- ۱۳۶۔ مضارب کے وطن میں رہ کر تجارت کرنے پر نفقہ پانے اور سفر خرچ کے مختلف مالوں سے ادا کرنے کی مختلف صورتوں کا سوال۔
- ۱۳۶۔ مضارب وطن اصلی میں تجارت کرے تو اخراجات پانے کا مستحق نہیں۔ وطن اقامت میں عقد مضاربت کی اور وہیں تجارت کرنے لگتا تب بھی سفر خرچ نہیں پائے گا، ہاں دوبارہ تجارت کے لئے جائے گا تو پائے گا۔
- ۱۳۶۔ بدائع، محیط، فتاویٰ ظہیریہ، بحر الرائق، شامی کے جزئیہ کی تصدیق۔
- ۱۳۶۔ عقد مضاربت میں مال مضاربت کی مقدار کا
- ۱۳۶۔ متعین کرنا ضروری ہے۔
- ۱۳۶۔ اخراجات سفر مضارب اپنے پاس سے کرے تو معاوضہ پائیگا، اس صورت میں مال مضاربت تلف ہو گیا تو اس کا خرچ بھی گیا۔
- ۱۳۶۔ عقد مضاربت میں جو رقم خرچ کے نام سے دی جاتی ہے وہ مال مضاربت میں شامل ہوتی ہے ہاں الگ رقم دے کر تصریح کئے کہ میں سفر خرچ کے لئے تبرعاً دے رہا ہوں تو خرچہ کو حساب میں جوڑا جائے گا۔
- ۱۳۶۔ رب المال کو مقید کو مطلق کرنے کا ہر وقت اختیار ہے۔
- ۱۳۶۔ منافع متعینہ کی قید سے سوال و جواب۔
- ۱۳۶۔ مال مضاربت سے اخراجات مختلفہ کا سوال۔
- ۱۳۶۔ جو مصارف کا رخیہ میں صرف کئے گئے سب مضارب کے مال سے شمار ہونگے۔
- ۱۳۶۔ جس شہر میں مضاربت ہو وہاں رہ کر جو اپنے پر خرچ کیا وطن اصلی اور وطن اقامت میں جو اپنے پر خرچ کیا وہاں تک کے سفر کا خرچہ کہ شام تک گھروٹ آئے سب مضارب کے مال سے ہونگے۔
- ۱۳۶۔ مضاربت فاسدہ ہو تو اجرت مثل کے علاوہ کوئی صرفہ نہیں ملے گا۔
- ۱۳۶۔ جائز اخراجات کی تفصیل جو مال مضاربت سے ادا کیا جائے گا۔
- ۱۳۶۔ جو جو اخراجات مال مضاربت پر ڈالے گئے ہیں

منافع میں سے ایک آنہ فی روپیہ دینا یہ بھی جائز ہے اور مال مضاربت پر ایک آنہ فی روپیہ دینا سود ہے۔

۱۵۱

۱۴۳

اس سے ادا کئے جائیں اور جو مضارب پر وہ اس کے مال سے۔ اس کے پاس مال نہ ہو تو قرضدار ہوگا۔

کتاب الامانات

۱۵۲

ظفر بجنس حقہ کا سوال۔

یہ سارے احکام اس صورت میں ہیں کہ مضارب نے مال مضاربت کو اپنے مال میں مخلوط نہ کیا ہو اور خلط کیا ہو تو اجازت صریح یا عرفی حاصل رہی ہو۔

۱۴۳ قرضخواہ جب قرضدار کے پاس اپنے حق کی جنس سے کوئی چیز پائے اور معلوم ہو کہ دوسرے کی ہے، تو اس کو لینا جائز نہیں، اور علم نہ ہو تو لے سکتا ہے۔

اگر اس کے خلاف خلط کیا ہو تو اجارہ فاسد ہوگا، اور تمام مضارب پر ڈالے جائینگے کہ اس صورت میں وہ غاصب ہے۔

۱۵۳

۱۴۴

۱۴۳ قرضخواہ جب قرضدار کے پاس اپنے حق کی جنس سے کوئی چیز پائے اور معلوم ہو کہ دوسرے کی ہے، تو اس کو لینا جائز نہیں، اور علم نہ ہو تو لے سکتا ہے۔

اس سے جو منافع ہوا کل غاصب کا ہے، لیکن امام محمد کے نزدیک سب کو صدقہ کر دینا چاہئے، البتہ منافع خلاف جنس سے ہو تو حلال ہے۔

۱۵۳

۱۴۴

قبضہ دلیل ملک ہے۔

مسائل کا جزئیہ شامی وغیرہ کتب سے۔
تفضل علی الشامی۔

۱۵۴

۱۴۴

خلاف جنس کے لینے میں علماء کا اختلاف ہے

مصنف کی طرف سے خلط مال کا ضابطہ۔

۱۵۴

۱۴۴

امین سے غاصب نے زبردستی چھین لیا تو امین ضامن نہیں، ورنہ امین اور غاصب دونوں ضامن ہیں، صاحب مال جس سے چاہے وصول کرے۔

خانہ اور ہدایہ سے خلط کی صریح اور عرفی اجازت کی تشریح۔

۱۵۴

۱۴۴

وکیل کے پاس پیسہ ضائع ہونے کا سوال۔

اعمال بربایک کلمات اجازت میں سے ہے۔

۱۵۴

۱۴۶

وکیل کی تقصیر سے ضائع ہوا تو تاوان دینا ہوگا ورنہ نہیں۔

وجہ زکوری سے مال مضاربت کے مال مضارب سے خلط کی ایک صورت کا بیان۔

۱۵۵

۱۴۸

دلال کپڑا بھول گیا کہ کس دکان پر چھوڑا ضامن ہوگا۔

بزازیہ کی ایک عبارت پر استدراک۔

۱۵۵

۱۴۸

درم اور دینار کی تھیلی گھر میں رکھ دینا، اس کی حفاظت نہیں۔

مضاربت میں نفع کی تعیین اور عدم تعیین سے سوال۔

۱۵۵

۱۵۱

کسی نے نوٹ تڑوانے کو دیا، راستہ میں گم ہو گیا، اگر اس کی کوتاہی کو دخل ہو ضامن

جو جی میں آئے دے دینا اس طرح مضاربت جائز ہے۔

- ہو گا ورنہ نہیں۔
- ۱۵۵ کر ڈالی اور اپنا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں لگا دیا تو
- ۱۵۵ جو اپنی رقم خرچ کی اس میں متبرع ہوا اور چندہ
- ۱۶۱ دہندوں کا تاوان دے۔
- عورت ماں باپ کے پاس شوہر کا مال کب
- ۱۶۳ امانت رکھ سکتی ہے اور کب نہیں۔
- عام طور سے شوہر عورت کو پہننے کے لئے جو زیور
- دیتا ہے عاریتہ ہے، طلاق کی صورت میں اس
- ۱۵۵ کی واپسی کا شوہر حقدار ہے، عورت ضائع
- کمرے تو اس پر تاوان ہے۔ شوہر نے عورت
- کو کوئی چیز امانت دی، ماں باپ اس کے ساتھ
- ۱۵۷ رہتے ہوں اور قابل بھروسہ ہوں تو ان کے حفظ
- میں دے سکتی ہے ورنہ نہیں۔
- ۱۶۳ مالک غاصب اور غاصب غاصب دونوں
- میں سے جس سے چاہے تاوان وصول کرے۔
- ۱۶۴ آئین نے اپنی جیب میں امانت کی کوئی چیز رکھی اور
- کسی نے چرائی یہ امانت میں تقصیر نہیں، پھٹی جیب
- ۱۶۴ میں رکھی تو تقصیر ہے، ضائع ہونے پر تاوان دے
- کافر کا قرض مسلمان پر تھا، دینے کی نیت تھی
- ۱۶۰ کہ قرض خواہ مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں،
- ۱۶۱ اس زمانہ میں ایسا مال لاوارث مال ہے اور
- فقراء و مساکین اس کے مستحق یا مساجد و مدارس
- میں صرف کیا جائے یا قرضدار فقیر ہو تو خود لے لے،
- کافر کی طرف سے اس کا تصدق حرام اور اس سے
- ۱۶۱ اجر و ثواب کی نیت کی تو کفر۔
- ۱۶۵ زید کو کسی نے امانت کچھ روپے دئے، زید اپنی طرف
- عاریتہ کی چیز ضائع ہونے سے سوال۔
- عاریتہ لینے والے کی کوتاہی سے چیز ضائع ہو
- تو تاوان ہے، اور کوتاہی نہ ہو تو تاوان لینا
- حرام ہے اگرچہ معیر نجوشی دے۔
- عاریتہ لینے اور دینے والوں نے پیشگی شرط
- کر لی کہ ضیاع کی صورت میں تاوان ہو گا تب
- بھی بلا تقصیر ضیاع پر تاوان لینا ناجائز ہے۔
- امانت کی حفاظت اور تقصیر کی ایک صورت
- کا بیان، اور ہندیہ اور عقود الدرہ سے جزئیہ
- کی تصدیق۔
- اجیر کے پاس سے چیز کے ضائع ہونے میں
- کب تاوان ہے اور کب نہیں۔
- وکالت کے مال میں وکیل کے تصرفات سے
- سوال۔
- موکل نے کسی پر تبرع اور احسان کے لئے مال
- دیا اور فاضل کی واپسی کی شرط لگا دی تو بقیہ
- مال کی واپسی کا موکل حقدار ہے، متبرع یا اس
- کے وارثوں کا بقیہ مال میں کوئی حق نہیں۔
- اس قسم کے مال کا حکم چندہ کا ہے۔
- چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر ہوتا ہے اس
- کی مرضی کے مصرف میں خرچ ہونے کے بعد
- جو باقی بچا اس کو واپس کیا جائے یا اس کی
- اجازت سے کسی اور مصرف خیر میں خرچ ہو۔
- متوفی نے چندہ کی رقم اپنے مصرف میں صرف

اجارٹنے میں زمین کو نقصان ہونے کی صورت میں زمین والے کو اختیار ہوگا چاہے زمین کا نقصان برداشت کرے، چاہے عملہ کی قیمت ادا کرے۔

۱۷۴

۱۶۵ مدت عاریت میں عملہ اجارٹنے کے لئے مجبور کیا تو اجارٹنے میں عملہ کی جو قیمت ہوگئی اس کو عاریت دینے والا برداشت کرے۔

۱۷۴

۱۷۴

ہدایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔
عاریت اور امانت کی واپسی کب صحیح ہے کہ تاوان سے بری اور کب نہیں تاوان دینا ہوگا۔ واپسی میں اگر بیع میں کوئی واسطہ ہو تو کب وہ ذمہ دار ہوگا، اور کب دونوں۔

۱۷۴

۱۶۷ غایۃ البیان اور تنویر الابصار سے مسائل کی تصدیق و توضیح۔

۱۷۴

کتاب الہبۃ

۱۶۸ ہبہ بلا عوض میں تملیک و قبضہ اور موانع رجوع سے سوال۔

۱۷۹

۱۸۰ مسائل کا جزئیہ تنویر الابصار سے۔

۱۸۰

ہبہ میں تملیک و قبضہ موہوب لہ کے بعد دوسرے کو ہبہ کرنے کا سوال۔

۱۸۰

۱۷۳ موہوب لہ ثانی کے عدم قبضہ اور محاصل کے جو حصہ پر صلح اور اس سے مکر نے کا سوال۔

۱۸۰

۱۷۳ مالک اصلی جب موہوب لہ کو تملیک کر دے اور اسے قبضہ و لادے تو شئی موہوب اس کی

سے ماہ ب ماہ کچھ پیسے تبرعاً دیتا رہا، اس میں کوئی حرج نہیں، اور اس روپیہ کو اجازت یا بغیر اجازت صرفہ میں لایا اور اس کی وجہ سے وہ ماہانہ دیا تو سود، اور تبرعاً دیا تو سود نہیں، مگر احتراز اولیٰ، اور بے اجازت کی صورت میں غاصب بھی ہوگا۔

انجمن، مسجد، مدرسہ کے مہتمم نے ادارہ کار روپیہ کسی کے پاس امانت رکھ دیا تو اس میں کسی قسم کا رد و بدل یا تصرف حرام و خیانت ہے، ہاں چندہ دہندگان کی طرف سے اس کی صریح یا عرفی اجازت ہو تو حرج نہیں، مگر اب یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہوگا۔

۱۶۷ امانت میں تصرف کا حکم اور تاوان کی صورت و اعطایہ کو جو روپیہ سفر خرچ کے لئے دیا اس کے ہاتھ میں امانت ہے جو اس مصرف کے علاوہ خرچ ہو یا بچا اس کو واپس کرے۔

۱۶۸ واپسی فیس اسی روپیہ سے ادا کی جائیگی۔
۱۷۱ امانت کے ضیاع کے حکم کا بیان۔

کتاب العاریۃ

عاریتہ کی زمین میں مکان بنایا، صاحب زمین کو مستعیر کے ہاتھ زمین بیچنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ عدم رضا کی صورت میں مستعیر اپنا عملہ اجارٹلے یا زمین والے سے اجارٹے ہونے کی قیمت لے لے۔

- ۱۹۰ نافذ ہوں گے۔
- ۱۸۲ ایسے ہیہ میں خود واہب اور اس کے ورثہ کو رجوع کا اختیار رہتا ہے۔ قبضہ اور رشتہ اس کا مانع نہیں۔
- ۱۹۱ ہیہ صحیح بھی بے قبضہ کامل تمام نہیں ہوتا، اور بعد موت واہب اس میں وراثت جاری ہوگی۔
- ۱۸۲ ایسے ہیہ میں اگرچہ یہ تحریر ہو کہ مجھ کو اور میرے ورثہ کو اس میں کوئی حق نہ ہوگا بیسار ہے، ہیہ صحیح نہیں۔
- ۱۹۲ ہیہ بلا قبضہ میں واہب کو قبضہ دلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
- ۱۸۵ ہیہ میں جہاں رجوع جائز ہے اس سے مراد قبضہ کے بعد ہے۔
- ۱۸۸ رجوع کا حق شرعی ہے، واہب اپنے قول یا تحریر سے اسے باطل نہیں کر سکتا۔
- ۱۸۸ ایسی جائدادوں سے سوال، جس کو زید نے اپنے اور دیگر مختلف ناموں سے خریدا مگر زندگی بھر سب پر خود قابض اور متصرف رہا۔
- ۱۹۳ زید نے جو جائداد اپنے نابالغ بچہ کے نام سے خریدی اس کا مالک لڑکا ہو گیا تو صرف باپ کا رہا ہو۔
- ۱۸۹ نابالغ کی جائداد پر ولی کا قبضہ بر بنائے ولایت ہے
- ۱۸۹ نابالغ کو ہیہ صرف عقد سے ہی مکمل ہو جاتا ہے باپ کا قبضہ نابالغ کا قبضہ ہے۔
- ملک سے خارج ہو جاتی ہے، اس کا کسی دوسرے کو ہیہ کرنا موہوب لہ اول کی رضا پر موقوف ہوگا۔ موہوب لہ اول زبان سے اجازت دے دے اور شہسی موہوب پر قبضہ نہ دے تو ہیہ تام نہ ہوگا اگر دونوں کو ہیہ کیا ہو تو تقسیم کر کے قبضہ دلانا ضروری ہے۔
- تنویر الابصار سے مسئلہ کا جزیہ۔
- مال کا نابالغ کی جائداد ولایت ہیہ کرنے، اور لڑکے کے بالغ ہو کر اس کی تصدیق کرنے اور اسے برقرار رکھنے سے سوال۔
- مال کے معاملہ میں ماں لڑکے کی ولی نہیں۔
- ولی یعنی باپ کو بھی نابالغ کے مال سے ایک ہیہ کسی کو دینے کا اختیار نہیں۔
- نابالغی کے ایسے تصرفات کو صغیر بالغ ہو کر جائز کرے تو جائز نہیں۔
- عقد فضولی میں مجیز عقد کا اجازت کا اہل ہونا ضروری ہے۔
- حالت بلوغ میں مجیز کی ایسی اجازت جو ابتداء کی صلاحیت رکھے نافذ ہے۔
- جس ہیہ نامہ میں نسلاً بعد نسل قابض و خلیل رہیں لکھا ہو وہ وصیت نہیں ہو سکتی۔
- جائداد کی آمدنی کا ہیہ صحیح نہیں
- مشاع کا ہیہ صحیح نہیں۔
- موہوب لہ کو مشاع پر قبضہ بھی دلادیا تو اس کی ملک نہ ہوگی، نہ اس میں اس کے تصرفات

- ۱۹۸ ویسے رجوع عن الہبہ گناہ ہے۔
- ۱۹۹ بخاری و مسلم و سنن اربعہ سے ممانعت کی حدیث کی تخریج۔
- ۲۰۰ رجوع عن الہبہ سے سوال۔
- ۱۹۵ جائد او موہوبہ مشاع قابل تقسیم ہو تو تقسیم کر کے قبضہ دلانا ضروری ہے۔
- ۱۹۵ فقیروں کو ہبہ صدقہ ہے، اور صدقہ میں رجوع جائز نہیں۔
- ۲۰۰ فقیروں کی تعریف اور ان کی تفصیل۔
- ۱۹۵ بھتیجے ذی محرم ہیں اور یہ رشتہ موانع رجوع میں سے ہے۔
- ۲۰۱ موت احد العاقدین بھی مانع رجوع ہے۔
- ۲۰۱ درمختار اور فتاویٰ سے مسائل کے جزیئے۔
- ۲۰۲ مشاع کا ہبہ صحیح نہیں۔
- ۱۹۶ موہوب مشاع سے رجوع کے لئے کوئی شرط مانع نہیں۔
- ۲۰۲ طحاوی، قاضی خاں، ابن رستم وغیرہ سے جواب۔
- ۱۹۶ اس مسئلے میں مصنف کی توضیح کہ موہوب لہ کل مالدار ہوں، یا بعض فقیر اور بعض مالدار، تو ان کے لئے ہبہ کا حکم اور ہے۔ اور جب کل فقیر ہوں تو ان کے لئے اور حکم ہے۔
- ۱۹۸ درمختار کی ایک عبارت کی توضیح اور ایک شبہ کا جواب۔
- ۲۰۲ عقود الدریہ سے اس توضیح کی تائید۔ (حاشیہ) ۲۰۲
- بلوغ کے بعد لڑکے کا بے اختیار ہونا اس کے ملک کا مانع نہیں جیسے سعادتمند بیٹوں کو باپ کے قابض اور متصرف بنا دینے سے جائداد اور ماں باپ کی ملک سے نہیں نکلتا۔
- ”قع“ فتاویٰ العصر کی طرف اشارہ ہے۔
- ”ظلم“ امام ظہیر الدین مرغینانی کا رمز ہے۔
- ”بغ“ امام بکر خواہر زادہ کا اشارہ ہے۔
- نابالغ لڑکے کے نام جائداد خریدی اور بعد میں کہا کہ یہ جائداد میری ہے، لڑکے کے نام اسم فرضی تھا، باپ کا قول غلط، جائداد لڑکے کی ہوگی۔
- ایسی زمین جو زید نے نابالغ لڑکوں کے نام خریدی اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، ایسے ہی اس زمین میں بھی جو نابالغ نے بالغ ہو کر اپنے لڑکوں کے نام خریدی۔
- مشرک مال سے کسی نے اپنے نام جائداد خریدی اس کا مالک خریدار ہوگا، البتہ شرکاء کے حصہ کا تاوان اس پر لازم ہے۔
- ہبہ بلا قبضہ سے سوال۔
- ہبہ بلا قبضہ باطل ہے۔
- رجوع عن الہبہ کا سوال۔
- موانع رجوع کی آٹھ شرطوں کا بیان۔
- ذی رحم محرم کی تفصیل۔
- عدم موانع کی صورت میں رجوع کا حق واہب کو حاصل ہے اگرچہ ہبہ کو سو سال گزر گئے ہوں،

- ۲۰۵ اور دکان ہبہ کیا، اور لڑکا اپنی عورت کے حق میں راضی نہ تھا، اس میں ہبہ کا حکم جاری ہو گا یا ترکہ کا "سوال" ۲۰۶
- ۲۰۷ اگر شہی موہوبہ قابل تقسیم تھی، اور زید نے تقسیم کر کے ہر ایک کو قبضہ نہ کرایا تو ہبہ باطل اور بعد موت کل لڑکے کا، اور لڑکے کی موت پر تعین ۲۰۸
- ۲۰۹ ما تقدم علی الارث کے بعد رُبع زوجہ کا، بقیہ بھانجے کا کہ وہ اکیلا وارث ہے۔ ۲۱۲
- ۲۰۷ دکان ناقابل تقسیم ہو اور زید نے اپنی زندگی میں زوجہ پسر کو اس پر قبضہ لا دیا ہو اور نصف کان ۲۰۸
- ۲۰۹ ترکہ زید کا ثلث ہو، یا اس سے کم، تو ہبہ صحیح و باطل، اور کل میں میراث جاری ہوگی۔ ۲۱۳
- ۲۱۴ لڑکے کے نام مکان خریدنے سے سوال۔ ۲۱۴
- ۲۱۰ لڑکا اگر نابالغ تھا تو مکان اس کا ہو گیا اور اس کے مرنے کے بعد اسی کے وارثوں کو ۲۱۱
- ۲۱۱ ملے گا۔ ۲۱۴
- ۲۱۲ مسئلہ کی توضیح ہندیہ، احکام صغار ذخیرو تجنیس سے۔ ۲۱۴
- ۲۱۱ اگر لڑکا بالغ تھا تو الفاظ عقد پر نظر کیا جائیگی۔ ۲۱۵
- ۲۱۱ اگر ایجاب و قبول کسی میں نسبت لڑکے کی طرف ہو تو عقد فضولی ہوا۔ لڑکے نے اجازت دی تو اس کی ملک اور اس کے بعد اسی کے ورثہ کا۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ بے اجازت مر گیا تو باپ کا۔ ۲۱۵
- ۲۱۱ اور اگر ایجاب و قبول میں لڑکے کی طرف اضافت

ہبہ زبانی کا سوال و جواب اور فتاویٰ خیر سے مسئلہ کا جزئیہ۔

ہبہ فضولی کی صحت سے سوال و جواب اور موانع رجوع کا بیان۔

ہبہ مشاع کا سوال۔

شے مشترک قابل تقسیم کا ہبہ قبل تقسیم ہرگز صحیح نہیں، اور شہی موہوب مشترک پر موہوب لہ کا قبضہ بھی کچھ نہیں۔

ایسے موہوب میں موہوب لہ کے تمام تصرفات

باطل اور واہب کے تمام تصرفات نافذ ہیں

شیوع کے اقسام اور ان کے احکام

فقہ کی اور کتابوں سے مسئلہ کی تائید

ہبہ منقسمہ متروکہ کا سوال

سرکاری کاغذات میں لڑکے کے نام اندراج

پر باپ کی خموشی سے سوال۔

مالک کی تملیک کے بغیر کوئی چیز کسی کی نہیں

ہو سکتی۔

پٹواری کی تحریر ملکیت ثابتہ کی یادداشت ہے

انشاء تملیک نہیں اور اس کی بنیاد پر کاغذات

میں اندراج کا بھی یہی حال ہے۔

ایسی صورت میں مصلحتاً مجرد سکوت اجازت

نہیں، اور بالفرض اجازت ہو تو اس کے لئے

انشاء عقد ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے۔

بالفرض ہبہ ہو بھی تو مشاع کی وجہ سے

باطل ہے۔

- ہندہ نے اپنے مرنے کے بعد زید لیسرا اور دوسرے
فوت شدہ لڑکے سے دو پوتیاں اور دو پوتے چھوٹے
۲۱۶ زید کے چچا نے اپنے ایک بھتیجے کا نام جائداد ہندہ
میں لکھوا دیا قبضہ نہیں دلایا، تو شرعاً اس جائداد
۲۲۰ میں پوتوں پوتیوں کا حق ہے یا نہیں۔
- ۲۱۷ پوتوں کا وراثتہ کوئی حق نہیں، نام لکھوانا ہبہ ہے
لیکن بے قبضہ یہ بھی صحیح نہیں۔ ۲۲۰
- ۲۲۱ ہدایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۲۱۷ شعی موہوب کو موہوب لہ کو دینے سے
انکار کرنا رجوع عن الہبہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ۲۲۱
- ۲۲۱ الفاظ ہبہ سے سوال۔
- ۲۱۸ زمین تعمیر کے لئے دینا عاریتہ ہے ہبہ نہیں ہے۔ ۲۲۲
- ۲۱۸ زمین دینے والے کی ہوگی اور مکان اس پر بنا
۲۱۸ بنانے والے کا، ایسی زمین میں میراث جاری
۲۲۲ ہوگی۔
- ۲۱۹ حالہ کو ہبہ کے بعد واپس لینے کا حق نہیں۔
- ۲۲۲ ہبہ معدوم کا سوال۔
- ۲۲۳ ہبہ معدوم باطل ہے۔
- ۲۱۹ زید نے کسی کو زمین تعمیر مکان کے لئے دی اس
۲۱۹ نے اپنے صرفہ سے مکان بنایا، مکان کس کا اور
زمین کس کی۔ ۲۲۳
- ۲۲۰ صورتِ مسئلہ میں اگر اس کے ساتھ تملیک کا
کوئی لفظ نہ ملا ہو تو زمین عاریتہ ہوگی۔ ۲۲۳
- ۲۲۰ مسئلہ کا جزئیہ عقود الدریرہ سے۔ ۲۲۳
- ۲۲۰ لڑکا اپنا کسب باپ سے علیحدہ کرتا ہے تو اس کا
نہ ہو، اور قبالہ میں اس کا نام ہو تو ملک باپ کی
اور قبالہ اس کی طرف سے لڑکے کے لئے ہبہ جدید
جس کی صحت کے لئے لڑکے کا قبضہ ضروری ہے
ہبہ کے لئے ایجاب و قبول ضروری نہیں، ایسے
قرآن جو تملیک پر دلالت کریں کافی ہیں۔
چھوٹے بچے کے لئے کپڑا بنوایا، بچہ مالک ہو گیا،
بڑے کو سپرد کرنا ضروری ہے۔
واہب نے شے موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ
کر دیا تو واہب کے بھائی یا کسی رشتہ دار کا
اس میں کوئی حق نہیں۔
ہبہ کے نتیجے میں موہوب لہ کی ملک ثابت
ہو جاتی ہے۔
احد العاقبین کی موت بھی موانع رجوع میں سے ہے۔
ہبہ کی ایک صورت سے سوال۔
قبضہ نامہ کی تین شکلوں کا بیان۔
موہوب لہ بالغ لڑکا ہو تو اس کا قبضہ صحتِ ہبہ
کے لئے ضروری ہے، اور نابالغ ہو تو باپ کا
قبضہ کافی ہے۔
قبضہ سے پہلے واہب کی موت ہبہ کو باطل
کر دیتی ہے۔
جائداد مشترکہ بیوی کے نام لکھا دی، ہبہ صحیح ہوا
یا نہیں۔
رجسٹری آفس میں جائداد کسی کے نام لکھوانا
ہبہ ہے۔
قابل تقسیم جائداد کا بلا قسمت ہبہ صحیح و نافذ نہیں

- ۲۲۹ باپ کا قبضہ نابالغ بچہ کا قبضہ ہے۔
- ۲۲۹ لڑکے کو ہبہ کر کے رجوع نہیں کر سکتا۔
- ۲۳۰ ہبہ شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔
- ۲۲۵ مرض الموت کا ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوتا ہے،
- ۲۳۰ ہبہ صحت کے لئے قبل موت قبضہ ضروری ہے۔
- ۲۳۰ موہوب لہا اگر زود بہ ہو تو وراثہ ثمن ترکہ میں سے بھی پائے گی۔
- ۲۲۵ زید اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی زندگی میں برابر دے یا لذلک مثل حظ الانثیین۔
- ۲۳۱ اول مختار اور امام ابو یوسف کا قول ہے، اور ثانی جابر اور امام محمد کا قول ہے۔
- ۲۳۱ اگر ان میں کوئی فضل دینی رکھتا ہو تو اس کی ترجیح میں کوئی حرج نہیں۔
- ۲۳۱ عورت کی جانب سے مہر اور شوہر کی جانب سے اپنی کل املاک کے ہبہ سوال۔
- ۲۳۲ مہر اور دیون کا ہبہ مجرد ایجاب سے تام ہو جاتا ہے قبول کی بھی ضرورت نہیں۔
- ۲۳۳ شوہر نے املاک میں جن مشترکہ چیزوں کا ہبہ کیا بغیر تقسیم اور قبضہ کے صحیح نہیں اور واہب قبل قبضہ فوت ہو گیا تو ہبہ باطل۔
- ۲۳۳ زید کے خالص املاک میں جو چیزیں تھیں چاہے ودیعت ہو یا عاریتہ سب کا ہبہ صحیح، اور یہ قبضہ قبضہ ہبہ کے قائم مقام ہوگا۔
- ۲۳۴ ہر تقدیر ترکہ کی تقسیم کی تفصیل۔
- ۲۳۶ فضل دینی کی وجہ سے کسی ایک اولاد کی ترجیح
- مالک لڑکا ہے اور جو جائداد اس سے بنائی وہ لڑکے کی ملک ہے۔
- دوسرے کی زمین پر مکان بنانے کی صورت میں تصفیہ کی شرعی ترکیب :
- (۱) بنانے والا اپنا طلبہ اکھیر لے جائے یا زمین والا جبراً اکھیر دے جبکہ زمین کو کوئی خاص ضرر نہ ہو۔
- (۲) زمین والا عملہ کی قیمت تعمیر کنندہ کو دے، یہ مالک کی رضا پر موقوف ہوگا۔
- (۳) عملہ اکھیر نے میں زمین کو ضرر ہو تو مالک کی رضا پر ہے اکھیرے ہوتے عملہ کا معاوضہ ادا کرے اور تعمیر باقی رہنے دے یا اپنے نقصان پر راضی ہو کر عملہ اکھیر دے۔
- مسئلہ کا جزئیہ طحاوی، خیرہ، ہندیہ اور تنویر الابصار سے۔
- دمہ کی حالت میں ہبہ بعوض مہر صحیح ہے یا نہیں۔
- مرض الموت کی تفسیر اور در مختار، بزازہ اور قہستانی سے اس کی تصدیق۔
- دمہ مرض الموت نہیں اور اس میں کیا ہوا ہبہ صحیح ہے۔
- ہبہ بالعوض بلا قبضہ صحیح ہے اور یہ بیع کے حکم میں ہے۔
- پسر نابالغ کو ہبہ سے سوال۔
- نابالغ پسر کو ہبہ صرف ایجاب سے صحیح ہو جاتا ہے

- کاسوال۔
- کسی نے اپنی ساری جائداد ایک ہی لڑکے کو دے دی تو صحیح اور نافذ ہے، البتہ وہ اپنے اس فعل میں گنہگار ہوگا۔
- ۲۳۶ وصیت کے ثلث ترکہ کے برابر اور کم و بیش ہونے کی صورت میں نفاذ کی تفصیل۔
- ۲۳۷ تنزیہ، حاشیہ طحاوی سے جزیئہ کی تصدیق۔
- ۲۳۸ ○ رسالہ فتح الملیک فی حکم التملیک
- ۲۳۹ ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے۔
- ۲۴۰ تملیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے۔
- ۲۴۱ تملیک اعیان و منافع بعوض اور بلا عوض اور منجز اور مضاف الی ما بعد الموت بیع، ہبہ، اجارہ، اعارہ اور وصایا سب کو شامل ہے۔
- ۲۴۲ یہ خیال بھی غلط کہ آئندہ کوئی اور فضل دینی میں اس سے بھی بڑھ سکتا ہے۔
- ۲۴۳ شرع مطہر حالت موجودہ پر حکم دیتی ہے۔
- ۲۴۴ تزویج کی صورت میں تمام ورثہ کے بالغ ہونے کی شرط بھی بے بنیاد ہے۔
- ۲۴۵ حیات مورث میں مورث ہی ساری جائداد کا مالک ہے۔
- ۲۴۶ مرض الموت میں غیر وارث کے نام ہبہ قطعاً جائز اور وہ ہبہ ہی قرار پائے گا۔
- ۲۴۷ ہبہ صحیح ہونے کے لئے قبضہ ضروری ہے۔
- ۲۴۸ نابالغوں کے والد کا قبضہ انھیں کا قبضہ ہے۔
- ۲۴۹ دو ہم جنس قبضے ایک دوسرے کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔
- ۲۵۰ مرض الموت کا ہبہ دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر وصیت کا حکم رکھتا ہے اور ثلث میں نافذ ہوتا ہے۔
- ۲۳۶ وصیت کے ثلث ترکہ کے برابر اور کم و بیش ہونے کی صورت میں نفاذ کی تفصیل۔
- ۲۳۷ تنزیہ، حاشیہ طحاوی سے جزیئہ کی تصدیق۔
- ۲۳۸ ○ رسالہ فتح الملیک فی حکم التملیک
- ۲۳۹ ہبہ اور تملیک میں کیا فرق ہے۔
- ۲۴۰ تملیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے۔
- ۲۴۱ تملیک اعیان و منافع بعوض اور بلا عوض اور منجز اور مضاف الی ما بعد الموت بیع، ہبہ، اجارہ، اعارہ اور وصایا سب کو شامل ہے۔
- ۲۳۸ اور ہبہ تملیک العین بلا عوض کا نام ہے۔
- عرف میں تملیک کے نام سے ہبہ مقبدر ہوتا ہے۔
- ۲۳۸ امام سرخسی نے تملیک کو وضعاً مفیہ ہبہ بتایا
- ۲۳۸ افادہ ملک کرنیوالے الفاظ کی انواع سے گوئی کی تفصیل۔
- ۲۳۸ کلمات علماء میں اکثر تملیک سے ہبہ پر استدلال متداول ہے۔
- ۲۳۹ عام سے خاص پر استدلال صحیح نہیں۔
- ۲۳۹ تملیک کے ہبہ قرار دینے پر قاضی حسان، شرح اشباہ للیبیری، شامی، نوازل، خیرہ، عقود الدریہ کے نصوص۔
- ۲۴۰ مسئلہ کے خاص جزیئہ میں کلام علماء مختلف ہیں، بعض تملیک کو عین ہبہ قرار دیتے ہیں اور بعض قرینہ ضروری قرار دیتے ہیں۔
- ۲۴۰ مصنف کی تحقیق کہ ان دونوں اقوال میں تطبیق

ممکن ہے۔ مقام اخبار میں تملیک ہبہ سے عام ہے اور مقام انشاء عقد میں تملیک ہبہ ہے۔ کلام علماء سے مسئلہ کی توضیح اور اس امر کا بیان کہ انشاء عقد میں اس بات پر قرینہ حالیہ موجود ہے کہ تملیک بلا عوض ہے۔

مقام انشاء میں بھی یہاں خلاف پر قرینہ ہو تملیک سے ہبہ مراد نہیں لے سکتے۔

امام خیر الدین رملی کی عبارت کی توضیح و توجیہ۔ تحریری تملیک نامہ قطعاً ہبہ نامہ ہے۔

تملیک زبانی میں مدار کار قرینہ پر ہے، قرینہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔

تملیک زبانی میں ہبہ کے خلاف قرینہ ہو تو ہبہ قرار نہیں دیں گے۔

اعتبار معانی کا ہے الفاظ کا نہیں۔

تملیک و ہبہ کو علیحدہ علیحدہ سمجھنے پر علامہ ”ط“ کے خیال کی تصحیح۔

مفتاح کے مصنف کا پتہ نہیں، نہ اس کا اندراج کتب مذہب میں ہے۔

تملیک عین کی ہوگی یا منافع کی، اور بلا عوض ہوگی یا بعوض، یہ تقسیم عقلی اور حاضر ہے۔

تملیک منافع نہ ہو تو تملیک عین ہے، اور بے عوض ہو تو ہبہ ہے، پس تملیک میں ہبہ داخل ہے۔

کتب مذہب سے اس بات کی تائید کہ تملیک عین بلا عوض ہبہ ہے۔

۲۴۷ تملیک عین بلا عوض ہبہ کے علاوہ کچھ ہوتا تو کتب فقہ میں اس کے لئے علیحدہ باب ہوتا۔

۲۵۱

عرف عام میں بھی تملیک عین بلا عوض کو ہبہ

۲۵۲

تسلیم کرتے ہیں۔

۲۴۸ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں ہبہ کے لئے قبضہ

۲۴۸ ضروری ہونے کی دلیل سے اس بات پر

۲۵۲

استدلال کہ تملیک عقد علیحدہ نہیں۔

۲۵۲

۲۴۹ مفہام کے استدلال پر تنقید۔

کسی کے لئے کسی چیز کی ملکیت کا اقرار کرنے

۲۵۰ سے اس کا دینا اس لئے ثابت ہوتا ہے

کہ یہ اخبار ہے، نہ یہ ایسے عقد کا انشاء جس

۲۵۳

۲۵۰ کے لئے قبضہ ضروری نہیں۔

۲۵۳

۲۵۰ مسئلہ کی ”در“ سے تائید۔

علماء کے اس قول سے تائید مزید کہ ”جمع

۲۵۱ مالی لزیذ“ کو انھوں نے انشائے ہبہ

۲۵۳

قرار دیا۔

۲۵۱ خلاصہ کلام یہ کہ تملیک اخبار ہونے کی حیثیت

سے بیع اور ہبہ دونوں کو شامل ہے اور

۲۵۴

۲۵۱ انشائے عقد کی صورت میں صرف ہبہ ہے۔

کسی چیز کے بارے میں یہ اقرار کرنا کہ میں فلاں

سے اس کا مالک ہوں، اس بات کا اقرار ہے

۲۵۱ کہ اس نے اس کو ہبہ کیا، تو یہ قبضہ کا بھی

اقرار ہے، اور یہ اقرار کہ فلاں نے مجھے ہبہ کیا

۲۵۴

۲۵۱ تو قبضہ کا اقرار نہ ہوا۔

- ۲۶۱ اولاد کے نام جائیداد خریدنے کا سوال۔
- ۲۶۱ ۲۵۵ یہ دونوں صورتیں ہیبت کی ہیں۔
- ۲۶۱ ۲۵۵ عرف میں بچوں کے نام خریدنا، تملیک بلا عوض ہے شرع میں اسی کو ہیبت کہتے ہیں۔
- ۲۶۱ شامی اور عقود الدرہ سے مسئلہ کا حوالہ۔
- ۲۶۲ ۲۵۶ ہیبت بعد قبضہ تمام ہو جاتا ہے۔
- ۲۶۲ ۲۵۷ موانع رجوع کا بیان۔
- ۲۶۲ اپنے ایک لڑکے کو کل اختیار دینے سے سوال۔
- ۲۶۲ ۲۵۷ سوال۔
- ۲۶۳ ۲۵۸ یہ لفظ وکالت اور ہیبت دونوں کیلئے ہو سکتا ہے جیسا قرینہ ہو ویسا ہی حکم ہوگا۔
- ۲۶۳ ۲۵۸ مسئلہ کا جزئیہ رد المختار سے۔
- ۲۶۳ ۲۵۸ ہیبت کے لئے ایجاب و قبول ضروری نہیں قرآن سے بھی ہیبت کا اثبات ہو جاتا ہے۔
- ۲۶۳ ۲۵۹ وارث اپنے مال سے اگر مورث کی تجہیز و تکفین کرے تو وہ تبرع نہیں قرار دیا جائے گا وہ ترکہ سے اتنا وصول کر سکتا ہے۔
- ۲۶۴ پیر نے مرید کو عاق کیا وہ عاق ہوا یا نہیں۔
- ۲۶۴ ۲۵۹ مرشد کو اللہ واسطے زیور دے کر واپس لینا جائز ہے یا نہیں۔
- ۲۶۴ ۲۶۰ واپس لئے ہوئے زیور کو دوسری جگہ اللہ واسطے یا اپنے گھر خرچ میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۶۴ ۲۶۰ مرشد نے کل زیور اپنے صرفہ میں استعمال کیا تھا کچھ خیرات نہیں کیا، اس سے وہ مجرم ہوئے یا نہیں۔
- ۲۶۴ صاحب مفتاح کی عبارت کا تضاد اور اس سے ان کے استدلال کے ضعف کا اظہار۔
- ۲۶۴ فیصلہ کہ صاحب مفتاح کی نقل سورہ فہم کا نتیجہ ہے۔
- ۲۶۴ نابالغ لڑکے کے نام زمین خریدنے اور مکان بنانے کا سوال۔
- ۲۶۴ نابالغ کے لئے ہیبت میں ولی کا قبضہ کافی ہے۔ ایسے اولیاء میں باپ، بھائی، چچا سب داخل ہیں۔
- ۲۶۴ نابالغ کے لئے تملیک کی مختلف صورتوں کا ذکر۔ نابالغ کے لئے ہیبت کی نیت سے ہیبت نہیں ہوتا بلکہ تملیک کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔
- ۲۶۴ اظہار تملیک کی مختلف صورتوں کا بیان۔ لڑکے کی زمین میں اپنے مال سے مکان بنا دینا تملیک نہیں۔
- ۲۶۴ اجرت اجارہ کا وہی مالک ہوتا ہے جو اجارہ پر دے خواہ شتی اجارہ دوسرے کی ہو۔
- ۲۶۴ دوسرے کی جائیداد اجارہ پر دے کر کرایہ وصول کیا تو کرایہ مالک کو لوٹانے یا فقیر پر تصدق کرے۔
- ۲۶۴ ایک لغزش کی طرف اشارہ۔
- ۲۶۴ مورث پر جو دین ہو اور اس کا مطالبہ کر نیوالا بندوں کی طرف سے نہ ہو، تو وصیت کے بغیر وارثوں پر اس کی ادا ضروری نہیں۔
- ۲۶۴ مکان بنا کر کسی کو عطا کرنے، اور ماں باپ کا

۲۷۰. مورد ہوا۔
۲۶۵. زرمشترک اور ہبہ مشاع بے تقسیم سے سوال و جواب۔
۲۶۱. خدمت گزار لڑکے کو ہبہ میں ترجیح دینے کا سوال۔
۲۶۳. خدمت گزاری فضل دینی ہے۔ اور اس بنیاد پر ترجیح با تفاق روایات جائز ہے۔
۲۶۳. بزازیہ اور عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
۲۶۳. اس مقام پر عالمگیری کی نقل میں ابہام کا بیان۔
۲۶۲. قاضی ابو یوسف اور امام عظیم رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال میں ظاہری تضاد کا دفعیہ۔
۲۶۶. ہبہ مشاع کا سوال و جواب۔
۲۶۸. تمامیت ہبہ کے بعد رجوع کا سوال و جواب۔
۲۶۸. ہبہ مشاع بلا تقسیم یا بلا قبضہ سے سوال و جواب۔
۲۶۹. نابالغ کے ولی کا قبضہ نابالغ کا قبضہ ہے۔
۲۸۱. مسئلہ مستولہ میں میراث کی تقسیم۔
۲۸۱. تکمیل ہبہ کے بعد ذی رحم سے واپسی کا سوال و جواب۔
۲۸۱. محتاج باپ اپنی اولاد کا مال اپنی ضرورت میں خرچ کر سکتا ہے۔
۲۸۱. ہبہ بشرط ایصال ثواب کا سوال۔
۲۸۲. مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی تغلیط۔
۲۷۰. دو آدمی ایک شخص کو جائداد مشترکہ ہبہ کریں تو جائز ہے۔
۲۷۰. مرشد نے کہا تھا کہ میں تم سے بحکم رسول اللہ خرچ کر رہا ہوں، یہ جھوٹ ہو تو کیا حکم ہے۔
- خرچ کراتے وقت اگر کسی خاص مصرف کی تعین نہ کی گئی ہو تو پیر کا اپنی ذات پر خرچ کرنا بھی فی سبیل اللہ ہے۔
- حدیث و بکر الراتی اور در مختار سے اس بات کا ثبوت کہ غنی کے لئے صدقہ بھی کارِ ثواب ہے۔
- مالدار کو یہ کہہ دیا کہ آپ کو فی سبیل اللہ دیتا ہوں قبول کر لیں، اس نے قبضہ کر لیا تو مالک ہو گیا۔
- اعتبار دل کے ارادہ کا نہیں زبان کی تصریح کا ہے، دل میں وکالت ہو اور زبان سے ہبہ کے الفاظ کے تو ہبہ ہو گیا۔
- وجیز، ظہیر یہ، در مختار سے مسئلہ کی تائید۔
- موسوب لہ کا ہلاک موافق رجوع ہبہ سے ہے۔
- پیر نے صرف کے بعد اگر تاوان اس خیال سے دیا کہ اس کی واپسی مجھ پر ضروری ہے تو مرید اس کا مالک نہ ہو اور اس پر پیر کو واپس لوٹانا ضروری ہے، اور اگر اپنی طرف سے ہبہ جدید کیا تو مرید مالک ہو گیا۔
- مسئلہ کا جزئیہ عقود الدریہ، در مختار اور جوہر سے بدگمانی ہر مسلمان پر حرام ہے، اور پیر پر بدگمانی اور شدید ہے۔
- مرید کے یہ کہنے سے کہ میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہو گیا فسخ بیعت ہو گئی۔
- پیر کے خلاف بدگمانی کر کے مرید تنبیہ شرعی کا

- ۲۸۳ خزائن المفتین، نهر الفائق، عقود الدریہ ،
جامع المضمات اور عالمگیری سے مسئلہ کی
جزئیات۔ ۲۸۳
- ۲۸۵ ظہورن کی زمین پران کے داماد عبدالوہاب خاں
نے مشترکہ سامان سے دو دکانیں بنوائیں، ایک
چھوٹی اور ایک بڑی، اور دکانوں کے اوپر اپنے
صرف خاص سے بالاخانہ بنوایا، پھر ظہورن نے
بڑی دکان کسی کو ہبہ کی اور عبدالوہاب نے چھوٹی
دکان اور بالاخانہ کسی اور کو ہبہ کیا، ہبہ صحیح ہوا
کہ نہیں۔ ۲۸۴
- ۲۸۶ زمین ظہورن کی عملہ میں وہ اور داماد دونوں شریک
اور بالاخانہ دونوں کا۔
- ۲۸۷ صورت مسئلہ میں ہبہ صحیح نہ ہونے کے وجہ کی
تفصیل، اور ہر وجہ کی عقود الدریہ، ہندیہ، مفتی
المستفتی، وجز امام کردری، حاشیہ حامد سے تلخیص۔ ۲۸۷
- ۲۹۰ حکم مسئلہ کا خلاصہ۔
- ۲۸۴ نابالغوں کے ساتھ بالغ لڑکی کو ہبہ میں شریک
کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ ۲۸۵
- ۲۹۰ اگر اسکے جہیز میں اتنے چکا جو نابالغوں کے حصہ برابر ہو شریک ضروری نہیں
۲۹۱ حدیث مبارک کل بینک نحلث مثل هذا
کا مطلب۔ ۲۸۵
- ۲۹۱ شے موہوب میں استحقاق مانع ہبہ ہے یا نہیں۔
- ۲۸۵ استحقاق مقارن مانع ہے اور استحقاق طاری
مانع صحت نہیں۔ ۲۹۱
- ۲۸۵ استحقاق مقارن اور استحقاق طاری کی تفصیل۔ ۲۹۱
- موہوب لہ پر قرآن خوانی ضروری نہیں۔
ہبہ بشرط ایصال ثواب کو بیع و تہار دینا
باطل ہے۔
بیع کے لئے بدل کا مال ہونا ضروری ہے ایصال
ثواب سرے سے مال ہی نہیں۔
شرط فاسدہ سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا، شرط ہی
فاسد ہو جاتی ہے۔
ہبہ کے عوض قرآن خوانی کی شرط شرط فاسدہ ہے۔
اجارہ مراد لینائیوں باطل ہے کہ ہبہ نامہ میں اجارہ
کا ذکر ہی نہیں۔
امور ثواب پر اجارہ کثیر علماء نے جائز رکھا ہے
بہر صورت ایسے شخص کی امامت میں کوئی حرج
نہیں۔
فاسق کی امامت کو نادرست کہنا صحیح نہیں، ہاں
اس کی امامت گناہ ہے۔
موہوب لہ مذکور کو بطور ایفائے وعدہ ایصال
ثواب کرتے رہنا چاہئے۔
مرض الموت میں مہر معاف کرنے کا سوال۔
مرض الموت میں مہر معاف کرنے کے لئے ورثہ
کی رضامندی ضروری ہے، ان کی رضا کے
بغیر معاف نہ ہوگا۔
رضا کے لئے تمام وارثوں کا عاقل بالغ ہونا
ضروری ہے۔
مہر میں شوہر کے علاوہ ورثہ کا حصہ نصف یا
تین ربع ہے۔

- ۲۹۹ صحیح ہیبہ کے لئے قبضہ ضروری ہے۔
- ۲۹۹ حکم مسئلہ کہ صورتِ مسئلہ میں لڑکے کے لئے ہیبہ صحیح نہیں۔
- ۲۹۹ ہیبہ بلا قبضہ اور تخلیہ کے تحقق سے سوال۔
- ۲۹۹ سوال میں اس امر کی کوشش کہ صورتِ مسئلہ میں تخلیہ متحقق ہے۔
- ۳۰۰ عدم تخلیہ کی بحث اور دلیل۔
- ۲۹۳ عدم تخلیہ کے دلائل کا جواب اور تخلیہ کا ابرام۔
- ۳۰۰ ملک ہندہ ان نقود میں بالکل ثابت نہیں۔
- ۲۹۳ سائل کی اس دلیل پر تنقید کہ جہیز کی فہرست جب شوہر یا اس کے سرپرستوں کو دی گئی تو یہ قبول فضولی ہو اور ہندہ کی رضا پر موقوف ہوگا، اور ہندہ کی رضا ظاہر ہے، لہذا ایجاب و قبول متحقق ہوا۔
- ۳۰۹ ہیبہ کو مہوب لہ کی ملک ہونے کے لئے قبول شرط ہے، اور مجلس عقد میں قبضہ بلا اجازت اور بعد قبضہ بر اجازت اس کے قائم مقام ہے صورتِ مسئلہ میں سائل کی اٹھائی ہوئی اور بخشیں بے فائدہ ہیں، ہاں تخلیہ کے ثبوت اور عدم ثبوت کی بحث مفید ہے۔
- ۳۱۰ تخلیہ قبضہ تام کے قائم مقام ہے۔
- ۲۹۸ قاضی خان اپنی تحریر میں اس قول کو مقدم کرتے ہیں جو راجح اور اظہر ہے۔
- ۳۱۱ مصنف کا فیصلہ کہ سوال کی تحریر سے تخلیہ مطلوبہ
- ۲۹۲ عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۲۹۲ ایک شخص نے اپنی دو بیویوں کے حق میں تحریر لکھی کہ میری کل جائیداد موجودہ اور آئندہ ادھی ادھی ان دونوں کی ہے، اس کے متعلق سوال۔
- ۲۹۲ مصنف کی تحقیق کہ اس عبارت سے نہ اقرار ثابت نہ وصیت، صرف ہیبہ ممکن ہے وہ بھی بوجہ باطل ہے۔
- ۲۹۳ وجہ بطلان کی توضیح۔
- ۲۹۳ وصیت مان کر بھی حکم مسئلہ کا بیان۔
- ۲۹۳ بحالتِ قرض جائیداد منقولہ کا ہیبہ صحیح ہے عالمگیری سے جزئیہ کی تخریج۔
- ۲۹۲ سند معافی کے ہیبہ ہونے نہ ہونے، اور ہیبہ بلا قبضہ سے سوال۔
- ۲۹۵ معاف ہونا الفاظِ ہیبہ سے نہیں۔
- ۳۰۹ معافی کا تعلق عیون سے نہیں دیون سے ہے درمختار، وجیز کہ درمی اور عالمگیری سے سند مسئلہ عطا شدہ کا لفظ الفاظِ ہیبہ میں سے ہے۔
- ۳۱۰ اقطاع کا مطلب تملیک جائیداد نہیں بلکہ محصول کی معافی ہے۔
- ۲۹۴ مال مقطوع میں وارثوں کا کوئی حق نہیں رہتا۔
- ۳۱۰ والد کے حق میں ہیبہ مکمل ہو جانے کے بعد واپس اس کو مہوب لہ کی اولاد کے حق میں منتقل نہیں کر سکتا۔
- ۲۹۸ تراضی یا قضا قاضی سے ہیبہ فسخ ہو سکتا ہے۔
- ۲۹۸

- ثابت نہیں۔
- ۳۱۱ ضروری نہیں۔
- ۳۱۶ لفظ ترا اور تراست کا فرق۔
- ۳۱۱ اقرار کو انشاء کے معنی میں لینا مجاز ہے جو
- ۳۱۶ بے ضرورت ممنوع ہے۔
- ۳۱۲ سائل کی اس دلیل کا جواب کہ اقرار کو انشاء کے
- ۳۱۲ معنی میں نہ لیا جائے گا تو کلام لغو ہوگا۔
- ۳۱۲ صحت اقرار کے لئے مطلقاً کسی سبب کا وجود
- ۳۱۴ ضروری ہے کسی خاص سبب کا نہیں۔
- ۳۱۸ مقرر کے لئے اس کا بیان بھی ضروری نہیں۔
- ۳۱۳ ان استثنائی صورتوں کا بیان جہاں صحت اقرار
- کے لئے سبب صالح پر عمل کرنا ضروری ہے،
- ۳۱۸ اگر مقرر نے اس کا بیان نہ کیا ہو۔
- ۳۱۳ اقرار کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ مقرر کی
- ۳۱۸ ملک مقرر کی جانب سے ہو۔
- اقرار کو اثبات اور انشاء ماننے کی صورت میں
- دور لازم آئے گا۔
- ۳۱۹ تخلیہ کی شرط ثالث کا مفاد۔
- ۳۱۹ کتب فقہ سے مسئلہ کے جزئیات۔
- ۳۲۰ مسئلہ مسئلہ میں تخلیہ مکمل نہ ہونے کی تصریح
- ۳۱۳ اور بطلان ہبہ کا حکم۔
- ۳۲۰ القول بموجب العلة۔
- ۳۲۰ عدم تخلیہ کی تین دلیلیں۔
- ۳۲۱ اصل مسئلہ اور اس کے متعلقات کا حکم اور
- ۳۲۲ مسائل کے جزئیات۔
- ۳۲۵ ہبہ بالعوض کے حیلہ کا سوال۔
- بجر الرائق، شامی، قاضی خان، عالمگیری سے
- تخلیہ مطلوبہ کی تحقیق۔
- ”ش“ اور ”بجر“ کے سہو کی طرف اشارہ۔
- تخلیہ کے لئے ضروری ہے کہ مخلی مخلی لہ کو خذ
- یا کوئی ایسا لفظ کہے جو اس کے معنی ادا کرے۔
- قاضیخان کی تعریف تخلیہ کو اکثری بنا نا غلط ہے
- قاضیخان، ظہیریہ، ہندیہ، بجر الرائق اور شامی
- سے اس امر کی تصریح کہ اقتضہ نہ کہا تو تخلیہ
- صحیح نہیں۔
- قاضی خان، بجر الرائق، ذخیرہ، عالمگیری سے
- اس امر کی تصریح کہ یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ
- یہ چیز قبضہ کر لے۔
- قاضی خان، اجناس، شرح الجمع، غمز العیون،
- بصائر، بجر الرائق میں اس کو ایک مستقل شرط
- شمار کیا۔ نہر الفائق، درمختار، ہندیہ، حاشیہ
- طحاوی، شامی میں اس کو مقرر رکھا۔ امام
- ناطفی، ابن فرشتہ اور جموی نے تائید کی قاضیخان
- نے اس کو امام اعظم کا قول بتایا۔
- تخلیہ کی شرائط ثلاثہ۔
- عبارات علماء میں جہاں مطلقاً تخلیہ مذکور ہے
- یہ شرط ضرور ملحوظ ہے۔
- نصوص صریحہ کے خلاف روایت شاذہ نامقبول
- اور روایت مطلقہ مقیدہ پر محمول۔
- تسلیم حقیقی کی صورت میں البتہ خذ کہنا

- ۳۳۱ ہبہ اور وصیت دونوں ساتھ ساتھ ہو سکتے ہیں
- ۳۳۱ ۳۲۵ تنخواہ کا باطل ملک خاص کا ہبہ صحیح۔
- ۳۳۲ رجوع ہبہ کے لئے تراضی طرفین یا حکم قاضی ضروری ہے۔
- ۳۳۲ ۳۲۶ ایک ایسی صورت کا سوال جس میں ہبہ بالعوض اور بیع دونوں کا احتمال ہے۔
- ۳۳۲ ۳۲۷ زرٹمن کے برابر یا ہبہ سے سوال۔
- ۳۳۲ ۳۲۸ ابراہ اور ہبہ کا فرق اشباہ سے اس کا جزئیہ۔
- ۳۳۲ ۳۲۸ نابالغ اولاد کے نام جائداد خریدنے کا سوال۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ نابالغ کے نام سے ایجاب و قبول ہوا تو بیع اس کے نام واقع ہوتی، والد کا زرٹمن دینا تبرع ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ اگر معاملہ بیع میں بچوں کا نام نہ تھا تو بیع والد کے نام ہوتی، اور لڑکوں کا نام لکھوانا ان کے نام ہبہ ہوا۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ نابالغ اولاد کے لئے ہبہ میں قبول یا قبضہ اولاد کی ضرورت نہیں؛ اور اس صورت میں شیوع بھی مضر نہیں۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تنخواہ کے ہبہ، قبول ہبہ، ہبہ و وصیت مشترکہ ایک ساتھ تنخواہ اور جائداد کا ہبہ ہبہ کی ہوتی ششکا دوسرے کو ہبہ، ان امور سے سوال۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تنخواہ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تمام وارثوں کا قبول ضروری نہیں، اپنا قبضہ ہٹا کر مویوب لہ کا قبضہ دلانا ضروری ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ ہبہ اور وصیت دونوں ساتھ ساتھ ہو سکتے ہیں
- ۳۳۱ ۳۲۵ تنخواہ کا باطل ملک خاص کا ہبہ صحیح۔
- ۳۳۲ رجوع ہبہ کے لئے تراضی طرفین یا حکم قاضی ضروری ہے۔
- ۳۳۲ ۳۲۶ ایک ایسی صورت کا سوال جس میں ہبہ بالعوض اور بیع دونوں کا احتمال ہے۔
- ۳۳۲ ۳۲۷ زرٹمن کے برابر یا ہبہ سے سوال۔
- ۳۳۲ ۳۲۸ ابراہ اور ہبہ کا فرق اشباہ سے اس کا جزئیہ۔
- ۳۳۲ ۳۲۸ نابالغ اولاد کے نام جائداد خریدنے کا سوال۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ نابالغ کے نام سے ایجاب و قبول ہوا تو بیع اس کے نام واقع ہوتی، والد کا زرٹمن دینا تبرع ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ اگر معاملہ بیع میں بچوں کا نام نہ تھا تو بیع والد کے نام ہوتی، اور لڑکوں کا نام لکھوانا ان کے نام ہبہ ہوا۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ نابالغ اولاد کے لئے ہبہ میں قبول یا قبضہ اولاد کی ضرورت نہیں؛ اور اس صورت میں شیوع بھی مضر نہیں۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تنخواہ کے ہبہ، قبول ہبہ، ہبہ و وصیت مشترکہ ایک ساتھ تنخواہ اور جائداد کا ہبہ ہبہ کی ہوتی ششکا دوسرے کو ہبہ، ان امور سے سوال۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تنخواہ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تمام وارثوں کا قبول ضروری نہیں، اپنا قبضہ ہٹا کر مویوب لہ کا قبضہ دلانا ضروری ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ ہبہ اور وصیت دونوں ساتھ ساتھ ہو سکتے ہیں
- ۳۳۱ ۳۲۵ تنخواہ کا باطل ملک خاص کا ہبہ صحیح۔
- ۳۳۲ رجوع ہبہ کے لئے تراضی طرفین یا حکم قاضی ضروری ہے۔
- ۳۳۲ ۳۲۶ ایک ایسی صورت کا سوال جس میں ہبہ بالعوض اور بیع دونوں کا احتمال ہے۔
- ۳۳۲ ۳۲۷ زرٹمن کے برابر یا ہبہ سے سوال۔
- ۳۳۲ ۳۲۸ ابراہ اور ہبہ کا فرق اشباہ سے اس کا جزئیہ۔
- ۳۳۲ ۳۲۸ نابالغ اولاد کے نام جائداد خریدنے کا سوال۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ نابالغ کے نام سے ایجاب و قبول ہوا تو بیع اس کے نام واقع ہوتی، والد کا زرٹمن دینا تبرع ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ اگر معاملہ بیع میں بچوں کا نام نہ تھا تو بیع والد کے نام ہوتی، اور لڑکوں کا نام لکھوانا ان کے نام ہبہ ہوا۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ نابالغ اولاد کے لئے ہبہ میں قبول یا قبضہ اولاد کی ضرورت نہیں؛ اور اس صورت میں شیوع بھی مضر نہیں۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تنخواہ کے ہبہ، قبول ہبہ، ہبہ و وصیت مشترکہ ایک ساتھ تنخواہ اور جائداد کا ہبہ ہبہ کی ہوتی ششکا دوسرے کو ہبہ، ان امور سے سوال۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تنخواہ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔
- ۳۳۳ ۳۲۸ تمام وارثوں کا قبول ضروری نہیں، اپنا قبضہ ہٹا کر مویوب لہ کا قبضہ دلانا ضروری ہے۔

- ۳۳۸ دعویٰ بلائینہ مقبول نہیں۔
- ۳۳۴ بلا تقسیم جائداد و اولادوں کے نام ہبہ کرنے کا سوال۔
- ۳۳۵ والد اپنی زندگی میں بعض اولاد کو ہبہ صحیح کر دے تو وہ مالک ہو جائیں گے۔ البتہ دیگر وارثوں کو محروم کرنے کی وجہ سے یہ گنہگار ہوگا۔
- ۳۳۸ سے باطل ہو جاتا ہے۔
- ۳۳۵ نابالغ کا نفقہ اس کے مال سے ادا کیا جائے اور فقیر باپ بھی بقدر کفایت اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔
- ۳۳۹ (۱) نابالغوں کے باپ کے ہوتے ہوئے نانی کا ولی بن کر قبضہ کرنا جائز ہے یا ناجائز۔
- ۳۳۸ (۲) پوتی کی ماں کی موجودگی میں دادی کی ولایت صحیح ہے یا نہیں۔
- ۳۳۹ (۳) واہب کے مکان موہوبہ میں سکونت کرتے ہوئے موہوب لڑکا قبضہ تام ہوتا ہے یا نہیں۔
- ۳۳۹ (۴) شہی موہوب کے جز حصہ پر قبضہ تمامیت ہبہ کے لئے کافی ہے یا نہیں۔
- ۳۳۹ (۵) شہی موہوب کے جز حصہ پر واہب اور بقیہ پر کرایہ داروں کا قبضہ ہبہ میں مغل ہے یا نہیں۔
- ۳۳۸ صورت مستولہ میں ہبہ باطل ہے۔
- ۳۳۵ (۱) مرض الموت کا ہبہ حکماً وصیت اور حقیقتہً ہبہ ہے اور قبضہ تام سے پہلے واہب کی موت سے باطل ہو جاتا ہے۔
- ۳۳۵ (۲) نابالغ نو اسی نانی کے قبضہ میں ہو تو وصیت ہبہ کے لئے نانی کا قبضہ کافی ہے، ہاں اس کے قبضہ میں نہ ہو تو باپ کے ہوتے ہوئے اس کا قبضہ کافی نہیں۔
- ۳۳۹ (۳) جو بچہ ماں کی پرورش میں ہو اس کے ہبہ پر دادی کا قبضہ صحیح نہیں۔
- ۳۳۹ (۴) شہی موہوب واہب کی ملک سے مشغول ہو تو ہبہ صحیح نہیں۔
- ۳۳۹ (۵) دو موہوب چیزوں میں ایک پر قبضہ تامہ اس کے ہبہ کو مکمل کر دیتا ہے۔
- ۳۳۹ مشترکہ چیز کے جز حصہ پر قبضہ قبضہ صحیح نہیں۔
- ۳۳۸ ایک ایسی صورت کا سوال و جواب جس میں ہبہ اور بیع دونوں کا احتمال ہو۔
- ۳۳۸ ہبہ میں موہوب کا واہب کے ملک میں مشغول ہونا تمامیت قبضہ کے منافی ہے۔
- ۳۳۸ نابالغوں کے نام بیع اور ہبہ کا احتمال رکھنے والی صورت سے سوال و جواب۔

- ۳۴۵ | جس کو ترجیح دی گئی اگر کوئی فضل دینی رکھتا ہو تو حرج نہیں ورنہ ظلم ہے۔
- ۳۵۰ | یہ حکم دیانت ہے قضاء بقیہ اولاد کو مطالبہ کا حق نہیں۔
- ۳۵۰ | ترکہ مشترکہ کے ہبہ سے سوال۔
- ۳۵۱ | غیر قابل قسمت چیز میں اگر کسی شریک نے اپنا حصہ ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہے۔
- ۳۴۶ | اور شریک عاقل بالغ ہوں تو اپنے حصہ کا ہبہ ہو گیا، اور بقیہ کا اجازت پر موقوف رہا۔ اور نابالغ ہوں تو ہبہ باطل ہے۔
- ۳۴۷ | قابل قسمت شے کسی شریک نے پوری ہبہ کر دی تو ہبہ فضولی کا حکم ہو گا (اور کوئی نابالغ ہو تو کل ہبہ باطل)۔
- ۳۵۱ | کوئی وارث کسی وارث کو اپنے اختیار سے محروم نہیں کر سکتا۔
- ۳۴۸ | شوہر جو زیور یا لباس عورت کو دیتا ہے اس کا حکم حکم ہے۔
- ۳۴۹ | جو استعمال کے لئے دیا وہ شوہر کی ملک ہے، اور جس میں تملیک ہو وہ ہبہ ہے، اور عورت کے قبضہ کے بعد اس کی ملک ہے۔
- ۳۵۲ | زوجیت بھی موانع رجوع سے ہے۔
- ۳۴۹ | شوہر نے عورت کے جہیز کے زیور میں فاضل سونا شامل کیا، یہ دلیل تملیک ہے۔
- ۳۵۲ | جہیز عورت کی ملک ہے۔
- دو مکان دو لڑکوں کے نام ہبہ کیا دونوں قابل تقسیم ہوں تو ہبہ مشاع ہوا۔
- ہبہ مشاع میں اولاد کے صغیر و کبیر ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔
- متولی جائداد موقوفہ اور وکیل ملک موکل کو اپنی ملک کہہ سکتا ہے اور اس سے وہ جائداد وقف یا ملک موکل ہونے سے نہیں نکلے گی۔
- لڑکی کے والد نے مہر معاف کیا تو کب معاف ہو گا اور کب نہیں۔
- برتن پر لڑکے کا نام کندہ کرا کے کہنا یہ لڑکے کے ہیں، ہبہ ہو گا یا نہیں۔
- ہبہ کے ایک سوال پر مصنف کی آٹھ تنقیحیں۔
- بالغ لڑکا شے موہوب پر قبضہ کرے تو ہبہ تمام ہبہ بالجبر صحیح نہیں۔
- لڑکی کے جہیز میں دینے کی نیت سے زیور بنوانے کا سوال۔
- خالی نیت و ارادہ بلکہ اس کا اظہار بھی ہبہ نہیں۔
- لڑکی بالغ ہو تو زیور بنو اگر الفاظ تملیک کہنا بھی بے قبضہ بیکار ہے۔
- نابالغ لڑکی کے لئے زیور بنو اگر کہا کہ یہ اس کے لئے بنو یا یا اس کو مالک کیا تو ہبہ مکمل ہو گیا۔
- زندگی میں اولاد کے درمیان ہبہ میں تفریق سے سوال۔

- ۳۵۲ مشاع کی تعریف اور اس کی مختلف صورتیں۔
- ۳۵۲ زوجہ کو تحفہ دینے سے متعلق سوال۔
- ۳۶۲ جواب بہاؤ پور۔
- ۳۶۳ جواب دیوبند۔
- ۳۶۹ سوال سے متعلق تفصیلات کہ اس علاقہ کے علماء۔
- ۳۵۳ حکم مسئلہ میں مختلف، دیوبند کا جواب مختصر اور
- ۳۵۴ اہل ہے، مقدمہ کچری میں پیش ہے، اور
- ۳۵۵ مزاج جواب آپ ہیں۔
- ۳۵۵ مشاع قابل قسمت میں ہبہ باجماع علماء غیر نافذ
- ۳۵۵ ہے صرف امام شافعی کو اس سے اختلاف ہے
- ۳۵۵ البتہ امام صاحب کے نزدیک وقت قبضہ شیوع
- ۳۵۶ مانع عقد ہے، اور صاحبین کے نزدیک وقت
- ۳۶۱ عقد اور قبضہ دونوں ہوں تب۔
- ۳۵۶ اگر صرف وقت عقد شیوع ہو تو بالاتفاق
- ۳۶۲ عقد جائز ہے۔
- ۳۵۶ عقد کے وقت شیوع نہ ہو قبضہ کے وقت ہو
- ۳۵۸ یہ امام کے نزدیک ناجائز اور صاحبین کے نزدیک
- ۳۶۲ جائز، اس کی مثال۔
- ۳۵۸ عقد اور قبضہ دونوں کے وقت شیوع ہو۔ یہ
- ۳۶۳ بالاتفاق جائز ہے۔
- ۳۶۰ مسئلہ دائرہ یہی تیسری صورت ہے، اور ہبہ
- ۳۶۱ ناجائز میں رجوع کا حق ثابت ہے۔
- ۳۶۱ ظاہر الروایہ اور اصل مذہب بلکہ امام کا قول
- ۳۶۱ یہی ہے کہ ہبہ فاسد بعد قبضہ بھی مفید بلکہ
- ۳۶۱ نہیں، ایسے قبضہ کو مفید بلکہ خبیث ماننا بعض
- ۳۶۱ مشاع کی تعریف اور اس کی مختلف صورتیں۔
- ۳۶۱ زوجہ کو تحفہ دینے سے متعلق سوال۔
- ۳۶۱ جو چیز تملیک کا دی اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا وہ
- ۳۶۱ اس کی ملک ہے، تملیک کا ثبوت صراحتاً اور
- ۳۶۱ دلالتاً ہر طرح ہو سکتا ہے۔
- ۳۶۱ ہبہ بلا قبضہ اور بعد قبضہ نیز ہبہ مشاع سے
- ۳۶۱ متمسک بنانا شرعاً کچھ نہیں۔
- ۳۶۱ ہبہ کا ثبوت صرف تحریر سے ہی نہیں۔
- ۳۶۱ ہبہ مشاع بلا تقسیم و قبضہ نام نہیں۔
- ۳۶۱ قبضہ سے پہلے احد المتعاقبین کی موت ہبہ کو
- ۳۶۱ باطل کر دیتی ہے۔
- ۳۶۱ اولاد میں ترجیحی سلوک سے سوال۔
- ۳۶۱ بلا سبب شرعی ترجیح ظلم ہے، ہاں مالک کا
- ۳۶۱ تصرف قضاء نافذ ہے۔
- ۳۶۱ بعد موت لڑکی کا نصف اور لڑکے کا پورا، لیکن
- ۳۶۱ زندگی میں دونوں کو برابر دینے کا حکم ہے۔
- ۳۶۱ کیا فاسق و فاجر لڑکے کو محروم الارث کیا جاسکتا
- ۳۶۱ ہبہ مشاع کا سوال و جواب۔
- ۳۶۱ لاہور سے ایک شخص کا اعلم حضرت کے حضور اظہار
- ۳۶۱ عقیدت و نیاز مندی۔
- ۳۶۱ رجوع عن الہبہ کا ایک سوال۔
- ۳۶۱ ہبہ میں قبضہ صحیحہ کی تفصیل۔
- ۳۶۱ بعد قبضہ موانع رجوع کا بیان۔
- ۳۶۱ نابالغ کے ہبہ کے لئے اس کا قبضہ ضروری نہیں۔
- ۳۶۱ مسائل کے جوئے درمختار، شامی اور جہد الممتار۔

- ۳۷۸ مشائخ کا قول ہے جس کا اعتبار نہیں۔
- ۳۷۸ شامی، حامد، تاجیہ، جوہرہ اور بکر سے تائید مزید۔
- ۳۷۹ تَمَادی کا مسئلہ بھی اس وقت ہے جب عا علیہ ملک مدعی کا منکر ہو، اقرار کی صورت میں تَمَادی نہیں۔
- ۳۸۲ قاضی کو ایسے مقدمات کی سماعت منع ہو تو امیر خود مقدمہ کی سماعت کرے۔
- ۳۸۲ عہد قضا، زمان، مکان، اور خصوصیت کے ساتھ خاص ہو سکتا ہے۔
- ۳۸۳ امرِ سلطانی کے بعد مباح واجب ہو جاتا ہے۔ اپنی زندگی میں لڑکے کو کل جائداد ہبہ کر دی تو عورت کا مہر کس کے ذمہ ہے۔
- ۳۸۳ صحت ہبہ کے لئے تین شرط ہے، شئی موہوب مشاع نہ ہو، عقد ہبہ متحقق ہو، شئی موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ صحیح ہو۔
- ۳۸۳ یہ ہو چکا ہو تو مہر یا کسی قرضہ کا مطالبہ بھی جائداد پر نہ ہوگا ورنہ وہ ترکہ ہوگا، اور وصیت اور قرض جاری کرنے کے بعد جو بچے اس میں میراث جاری ہوگی۔
- ۳۸۳ مرض الموت کے ہبہ کا سوال۔
- ۳۸۴ مرض الموت کا ہبہ حقیقہ ہبہ ہے لہذا غیر مشاع ہونا اور قبضہ شرط ہے، اور حکماً وصیت اس لئے ثلث سے زائد میں، ورنہ کی رضا ضروری ہے۔
- ۳۸۵ عالمگیری، قاضیخان وغیرہ سے سوال میں جو
- ۳۷۹ اور واہب کو رجوع کا حق رہے گا۔
- ۳۷۹ جن لوگوں کے نزدیک ہبہ فاسد میں ملک خبیث حاصل ہوتی ہے، ان کے نزدیک بھی ایسے ہبہ میں واہب کو رجوع کا حق حاصل رہتا ہے اور موانع رجوع کا بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔
- ۳۷۹ ہبہ فاسد میں شئی موہوب موجود ہو تو موہوب لہ کو اس کے رد کا حکم ہے اور ہلاک کے بعد ضمان واجب ہوتی ہے۔
- ۳۷۹ ردالمحتار سے مسئلہ کی مزید تائید۔
- ۳۷۹ اعیان سے ابرار قضا نافذ ہوتا ہے دیانہ نہیں، اس کا مفاد یہ ہے کہ قاضی اس شئی کے بارے میں برأت کرنے والے کا دعویٰ نہیں سنے گا، نہ یہ کہ دیانہ بھی اس کا حق ختم ہو گیا۔
- ۳۷۹ صورتِ مستولہ میں ابرار ابتدائی نہیں، ہبہ فاسدہ کی بنا پر ابرار ہے تو یہ ابرار بھی فاسد ہے۔
- ۳۷۹ ابرار ابتدائی بھی شئی مملوکہ غیر متنازعہ میں کالعدم ہے۔
- ۳۷۹ مسائل تَمَادی کا بیان۔
- ۳۷۹ تَمَادی کا حکم بھی قضا ہے دیانہ نہیں، یہ حکم "الحق لا یسقط ولو تقادم الزمان"

- ۳۸۶ عبا رتیں درج ہیں ان کا یہی مطلب ہے۔
- ۳۸۷ شوہر نے زمین عورت کے نام کر دی اور اس پر عملہ بنا دیا، کب زمین یا عملہ عورت کے لئے ہبہ ہوگا اور کب نہیں۔
- ۳۸۸ عورت کو قبل نکاح کچھ دینے اور بعد نکاح دینے کا حکم، اور کب رجوع عن الہبہ کا حق ہے اور کب نہیں۔
- ۳۸۹ شہتی موبہوب میں موبہوب لہ کے تصرفات نافذ ہونے کا بیان۔
- ۳۹۰ عورت کو جائداد مہر کے عوض میں دے دی اس کی موت کے بعد اولاد ہونے کی صورت میں شوہر چہارم کا وارث ہوگا۔
- ۳۹۱ ہبہ کی صحت اور عدم صحت کا سوال۔
- ۳۹۲ ہبہ بلا قبضہ میں موبہوب لہ شے موبہوب کا مالک نہیں ہوتا۔
- ۳۹۳ مسائل و وقف میں ایسا کہا گیا مگر وہ بھی مطلق نہیں۔
- ۳۹۴ عطاءے قاعدہ اور بیان واقعہ میں فرق ہے
- ۳۹۵ کھاتے میں کبھی رقم اپنے نام اور کبھی لڑکوں کے نام اور کبھی مشترکہ جمع کی اس کی ملکیت سے۔
- ۳۹۶ جو رقم نابالغ لڑکے کے نام جمع کی وہ اس کی ہوگئی، اور جو رقمیں بالغ کے نام بے قبضہ جمع کیں یا مشترکہ بالغ نابالغ یا دونوں نابالغ یا دونوں بالغ کے نام جمع کیں سب زید کا ترکہ ہے۔
- ۳۸۷ عورت کو قبل نکاح کچھ دینے اور بعد نکاح دینے کا حکم، اور کب رجوع عن الہبہ کا حق ہے اور کب نہیں۔
- ۳۸۸ شہتی موبہوب میں موبہوب لہ کے تصرفات نافذ ہونے کا بیان۔
- ۳۸۹ عورت کو جائداد مہر کے عوض میں دے دی اس کی موت کے بعد اولاد ہونے کی صورت میں شوہر چہارم کا وارث ہوگا۔
- ۳۸۹ ہبہ کی صحت اور عدم صحت کا سوال۔
- ۳۹۰ ہبہ بلا قبضہ میں موبہوب لہ شے موبہوب کا مالک نہیں ہوتا۔
- ۳۹۰ ماں کے ترکہ میں ایک لڑکے کی موجودگی میں لڑکی کا حصہ ایک ثلث ہے۔
- ۳۹۰ قبضہ صحیح اور غیر صحیح کا بیان، اور دونوں کا حکم۔
- ۳۹۰ جس کا کوئی شرعی وارث نہ ہو وہ اپنا کل مال یتیم کو دے سکتا ہے۔
- ۳۹۰ بہن نے بھاتی کے لڑکے کو منہسلی اور کھنڈے دتے، کب وہ صرف بیوی کی طرف سے ہوتے اور کب میاں بیوی میں مشترک۔
- ۳۹۱ بھاتی نے بہن کو دو بھنیسیں دیں، وہ صرف

کوئی شخص اپنی ملک میں مستقل تصرف کا کب مجاز ہے اور کب نہیں۔

مسئلہ کی پندرہ صورتوں کا بیان، حکم قضا اور دیانت کی تفصیل اور اختلاف ائمہ کی تشریح۔
متقدد کتب فقہ سے مسائل کی جزئیات کا بیان۔
کتاب الاجارۃ

کاشتکار جس کا صرف زبانی استعفاء قانوناً معتبر نہ ہو، اور جس سے یہ مزید کہہ دیا ہو کہ تم کاشت کرو یا نہ کرو لگان دینا ہوگا، اگر صرف زبانی استعفاء دے کر کاشت چھوڑ دے لگان دینا ہوگا۔
یومیہ مزدوری اور ٹھیکہ کے کام میں جو کمی اور بیشی ہوتی ہے اس سے سوال۔

معتدل کام کرنے کا اعتبار ہے، سُست کرے گا تو گنہ گار ہوگا، اور کام سے زائد جو پیسہ یا وہ واپس کرے۔

مالِ حرام کے مصرف کا بیان
اجیر کی حفاظت میں گم ہوئے مال کے تادان کا سوال۔

صورتِ مسئلہ میں اجیر پر تادان ڈالنا جائز نہیں۔ وقایہ، اصلاح، تنویر، نقایہ، ملتقى، کنز، غرر، منخ الغفار، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، جامع الفصولین اور ہندیہ سے مسئلہ کا جزئیہ، اور یہ تصریح کہ اجیر مشترک امین ہے، اس کے قبضہ سے کوئی چیز بے اس کے فعل کے گم ہوگئی تو تادان نہیں۔

۳۹۴ مال جب اجیر مشترک کے پاس سے بے اس کے فعل کے قاصح ہو جائے، اگرچہ اس سے احتراز ممکن ہو، اقوالِ علماء بحیث مختلف ہیں مگر امامِ عظیم کا قول ہے کہ تادان واجب نہیں۔ قاضی شریح وغیرہ ۹ ائمہ کا یہی مذہب ہے۔

۴۰۸

امام شافعی، امام احمد، امام محمد، فاروقِ اعظم، مولا علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی اس قسم کی روایت آئی۔

۴۱۰

بعض علماء سے اسی قول پر اجماع نقل ہوا۔

۴۱۰

۴۰۶ قاضی شریح مولا علی کے قاضی تھے ہمیشہ اسی پر حکم دیتے ہزار ہا صحابہ مجلس میں ہوتے کوئی انکار نہ کرتا۔

۴۱۰

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی۔

۴۱۰

۴۰۷ مزید ۱۰ متون اور فتاویٰ کا حوالہ

۴۱۱

۴۰۷ ۱۵ اماموں کا فتویٰ

۴۱۱

۴۱۱ اسی کے راجح ہونے پر پندرہ کتب فقہ کا حوالہ یہی ہدایہ کا مقتضی، امام سے ظاہر الروایہ، عام معتبرات میں اسی پر فتویٰ، اصحابِ متون نے اسی پر جزم کیا۔

۴۱۱

۴۱۱ مذکورہ بالا حوالہ کی نقل اور سند۔

۴۱۱

۴۱۱ امام صاحب کے قول کے راجح ہونے کے وجہ۔

۴۱۱

۴۱۱ مطلقاً اختلافِ فتویٰ مستلزم تعادلِ اقوالِ فتویٰ نہیں۔

۴۱۱

۴۰۷ ترجیحِ اولیٰ، متون نے اس پر جزم کیا، اور

- ۴۱۸ عمدہ فیصلہ ہے۔
- ۴۱۸ متون فتاویٰ اور شروح پر مقدم ہیں۔
- ۴۱۹ مولوی امیر احمد سہسوانی پر تعریفیں کہ ان کا اس قول کو
- ۴۱۹ بجز الراقی، شرح اشباہ بیری اور شامی سے مسئلہ کی تصریح۔
- ۴۱۹ غلط کہنا بغض و حسد ہے۔
- ۴۱۹ دوسری ترجیح یہ قول امام ہے اور بلا ضرورت و ضعف حجت قول امام سے عدول جائز نہیں۔
- ۴۲۰ تعلیم قرآن مجید پر اجرت کے جواز کا حکم اور سائل کی تائید و تصویب اور حاشیہ بحر سے اس کی تائید۔
- ۴۲۰ بجز الراقی اور فتاویٰ خیر یہ سے مسئلہ کی تائید۔
- ۴۲۱ مقررہ کی تجہیل اور اس پر زجر۔
- ۴۲۱ ترجیح ثالث، جمہور صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے
- ۴۲۱ معلم قرآن کو لٹہ دینے کو حرام کہنا جہالت اور دین پر افتراء ہے۔
- ۴۲۱ ترجیح رابع، اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے۔
- ۴۲۱ مسئلہ کا جواب ان احق ما اخذتم علیہ
- ۴۲۱ بالاتفاق ائمہ ترجیح و افتاء ہیں۔
- ۴۲۱ اجراً کتاب اللہ سے استدلال۔
- ۴۲۱ قول صاحبین پر فتویٰ ابہام و انکار کے ساتھ ہوا۔
- ۴۲۱ زمینداروں کا اپنے علاقہ کے دریا اور تالابوں سے
- ۴۲۱ عینی شرح کفر، خلاصہ، بزازیہ سے اس ابہام کی تائید۔
- ۴۲۱ نصف نصف پر مچھلیاں پکڑوانا، مچھلیوں کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دینا، گاؤں کی گھاس کو
- ۴۲۱ امام زبلی ان ائمہ کے ہمسر نہیں جو قول امام پر فتویٰ دیتے ہیں۔
- ۴۲۱ اپنی ملک سمجھ کر بیچنا، جس میں آسامیوں کو اعتراض نہیں ہوتا۔
- ۴۲۱ امام فخر الدین اوزجندی کے صاحبِ ترجیح ہونے پر فتاویٰ خیر یہ، تصحیح قدوری، غزالیوں، طحاوی اور عقود الدریہ سے نقول۔
- ۴۲۲ تالابوں سے مچھلیاں نصف پر شکار کروانا۔
- ۴۲۲ مسئلہ کی نتیجہ یہ تالاب زمینداروں نے اسی غرض کے لئے بنوائے ہیں یا نہیں۔
- ۴۲۲ اس مسئلہ میں متاخرین اصحاب فتویٰ کا قول، اگر اجیر صالح ہو تو تاوان نہیں، اور خائن و دغا باز ہے تو نصف پر صلح کریں۔
- ۴۲۲ تالاب اسی غرض سے بنوائے ہوں یا مچھلیاں آنے کے بعد انھوں نے ایسا بند باندھا ہو کہ مچھلیاں نکل نہ سکیں، ان دونوں صورتوں میں زمیندار مچھلیوں کے مالک ہیں۔
- ۴۲۲ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ مچھلیاں اباحتِ اصلی پر ہیں۔
- ۴۲۳ اس زمانہ کے لئے مصنف کے نزدیک یہ ایک

- ۴۲۳ ان کی قیمت بازار بھاؤ سے ادا کریں، اور بیچ دی ہو
تو وہ بیع زمینداروں کی اجازت پر موقوف ہوگی،
زمینداروں کو اختیار چاہے مچھلیاں واپس لیں چاہے
۴۲۴ یہ بیع فضولی جائز کریں۔
- ۴۲۵ زمینداروں نے بیع جائزہ کی تھی کہ مشتری ان ثانی
نے مچھلیاں خرید کر دیں تو زمیندار دونوں مشتریوں میں
جس سے چاہیں قیمت وصول کریں۔
- ۴۲۸ بیع باطل ہونے کی صورت میں عوام پر بڑی قیمتیں
لازم آتی ہیں۔
- ۴۲۵ امام صاحب اور امام محمد سے ایک روایت یہ
۴۲۵ کہ بیع فاسد ہوتی ہے۔
- یہی قاضی اسبجانی اور دیگر اساتذہ امام سرخسی
۴۲۶ اور امام ابوالحسن کرخی کا مختار، امام ابن ہمام نے
اسی کو ترجیح دی اور تنویر میں اسی کو مقدم رکھا۔
- ۴۲۶ یہی من حیث الدلیل اظہر ہے اس قول پر عقد
ناجائز و ممنوع اور قابل دلیکن مچھلیاں جب
مشتریوں کے قبضہ میں آگئیں تو بیع صحیح ہوگی۔
- ۴۲۶ دونوں قول قوت پر ہیں، دونوں طرف اصحاب
ترجیح و فتویٰ ہیں، پہلا قول من حیث الروایت
اقوی، دوسرا من حیث الدرایت اعلیٰ، اول
پر وقتیں لازم اور ثانی پر سب مرتفع۔
- ۴۲۶ مسلمانوں پر آسانی کا حکم ہے لہذا دوسرا قول ہی
النسب اور ایسن ہے۔
- ۴۳۱ (۲) بخر زمین کی گھاس بیچنا، اگر زمینداروں نے
وہ گھاس اگائی اور خود روکی دیکھ دیکھ اور نگرانی
- شامی اور فتح القدیر سے مسئلہ کا جزئیہ۔
جس صورت میں مچھلیوں کے مالک زمیندار ہوں،
پکڑنے والوں کو ان کی محنت کی اجرت مثل ملے گی جو
نصف مچھلیوں کی رقم سے زائد نہ ہوگی۔
اباحت کی صورت میں اگر زمیندار نے وقت متعین
کر کے ان کو اجیر رکھا ہو تو پکڑی ہوئی مچھلیاں سب
زمیندار کی۔
اجیروں کو اجرت مثل ملے گی، اور وقت متعین نہ کیا ہو
تو مچھلیاں پکڑنے والوں کی ہوں اور زمینداروں کا
نصف لینا ظلم ہوگا۔
تنویر الابصار اور درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
ایسے تالابوں کی مچھلیاں بیچنا، یہاں بھی وہی تین
صورتیں ہیں۔
تیسری صورت میں کہ مچھلیاں زمینداروں کی نہیں،
ان کی بیع ناجائز اور وہ پکڑنے والوں کی ملک میں
پہلی دو صورتوں میں کہ مچھلیاں زمینداروں کی ہیں
اگر حال وغیرہ کے بغیر شکار ممکن تو بیع جائز
ورنہ ناجائز، اور بطلان بیع میں ائمہ کا اختلاف ہے
شیخ الاسلام و مشائخ بلخ اور اساتذہ امام سرخسی
وغیرہ ایک جماعت کے مذہب پر یہ بیع باطل
ہے، اور یہی امام شافعی کا فتویٰ، یہی مختار ہدایہ، اور
یہی ظاہر الروایہ۔
ایسی صورت میں مچھلیاں زمینداروں کی اور قیمت
خریداروں کی، دونوں ایک دوسرے کو واپس
کریں، اور اگر خریداروں نے مچھلیاں خرچ کر دیں تو

- ۴۳۸ ایام تعطیل کی تنخواہ کا سوال۔
- ۴۳۸ تعطیل مہودہ کی تنخواہ دی جائے گی۔
- ۴۳۲ تعطیلات مشروط کی تنخواہ تو ملنی ہی ہے، غیر مشروط
- ۴۳۳ کی تنخواہ بھی ملنی چاہئے۔
- ۴۳۳ بے اطلاع فسخ اجارہ جائز نہیں عذر ظاہرین
- ۴۳۳ کی صورت مستثنیٰ ہے۔
- ۴۳۳ رقم اجارہ کی وصولی پر ملازم مقرر کیا تو ملازم کے
- مصارف خوراک و تنخواہ کس پر ہیں، اور اگر مستاجروں
- ۴۳۹ سے بوقت اجارہ اس کی شرط کریں تو کیا حکم ہے
- ۴۳۳ ایسے ملازموں کی تنخواہ مستاجرین سے نہیں وصول
- ۴۳۴ کر سکتے، ہاں ان لوگوں نے بطور مہمان انھیں
- ۴۴۰ کھانا کھلا دیا تو حرج نہیں۔
- ۴۳۴ حکم مباشر کی طرف منسوب ہوتا ہے مسبب
- ۴۴۰ کی طرف نہیں۔
- ۴۳۴ قرضہ کی وصولی کے لئے مقدمہ کرنا پڑا مدعی صرفہ
- ۴۴۰ کا حق نہیں۔
- ۴۳۵ اجارہ میں ایسی شرط لگانے سے اجارہ
- ۴۴۰ فاسد ہوتا ہے۔
- ۴۳۵ حرام کی کمائی والوں کو مکان اجارہ پر دینا اور
- ۴۴۰ ان کے مال سے کرایہ وصول کرنا کیسا ہے۔
- ۴۳۵ (۱) ایسوں کو مکان یا کھیت اجارہ پر دینا
- ۴۴۱ جائز ہے کہ معصیت ان کا فعل ہے۔
- ۴۳۶ یہ مسئلہ امام صاحب اور صاحبین کا متفقہ
- ۴۳۶ ہونا چاہئے۔ کلمات علماء سے ایسا ہی
- ۴۳۷ ظاہر ہے۔
- کرائی تو گھاس اس کی اور بیع جائز، ورنہ وہ گھاس
- سب کے لئے مباح، اور جو قیمت لوگوں سے
- وصول کی واپس کریں۔
- بلا طلب نذرانہ رشد و ہدایت کا سوال۔
- جو حقیقی شرک میں مبتلا ہو وہی شرک ہے۔
- بدعت کی تعریف
- واعظ میں کیا کیا صفات ہونے چاہئیں۔
- حقیقی واعظ اس زمانہ میں ادویا میں سے
- ہے اس کی خدمت اللہ و رسول کی خوشنودی کا
- ذریعہ ہے۔
- قبولیت تحفہ کی حدیث
- وعظ کو طلب دنیا کا ذریعہ بنانے پر سخت وعیدیں
- آتی ہیں۔
- خلاصہ، تارخانہ اور عالمگیریہ سے مسئلہ کا
- جزئیہ۔
- بعض علماء نے وعظ پر اجرت کو بھی حکم ضرورت
- جائز رکھا۔
- بیشتر کتابوں میں صرف تعلیم قرآن کا
- استثنا ہے۔
- جمع، طبع اور درالبجار میں اذان، اقامت
- اور وعظ کا اضافہ ہے۔
- یہ متاخرین مشائخ بلخ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے،
- علت سب کے نزدیک ضرورت ہے۔
- مسئلہ وعظ کا جزئیہ قاضیان سے۔
- علمائے دین کی تحقیق کے احکام۔

- شامی، بنایہ، نہایہ و کفایہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۴۴۲ میں اللہ تعالیٰ نے قمری مہینوں پر بنائے کار رکھنے کا حکم دیا۔ ۴۴۸
- ۴۴۲ ایسے شخص کو مکان اجارہ پر دینا دینا منع ہے
- ۴۴۹ معاملات میں انھیں مہینوں کا اعتبار کریں۔
- ۴۴۳ (۲) ایسے مال کا بعینہ حرام ہونا معلوم ہو تو بطور حق یا عطیہ کسی طرح لینا جائز نہیں ورنہ فتویٰ یہ ہے کہ لینا جائز ہے۔
- ۴۴۹ حقیقیوں کے نزدیک یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ عنین کی مدت مقرر کرنے میں کن مہینوں کا اعتبار ہوگا۔
- ۴۴۳ متروکہ کی واصلات سے اپنا حصہ کب مانگ سکتا ہے اور کب نہیں۔
- ۴۴۹ معاملات میں مدار عرف پر ہے، جب تک عام لوگ قمری کا اعتبار کریں مطلق کی صورت میں اسی پر محمول ہوگا۔
- ۴۴۵ تمام دی کوئی چیز نہیں۔
- ۴۴۹ اشباہ و نظائر سے اس کی نظیر۔
- ۴۴۵ اپنا جائز حق کسی نام سے ملے لینا جائز ہے۔
- ۴۴۹ ابھی مدارس عربیہ میں شہور ہلالی ہی معتبر ہیں۔
- ۴۴۵ اسامیوں سے اجرت مقررہ سے وصولی ناجائز ہے اور اس کا حکم رشوت کا ہے۔
- ۴۴۹ تعلیم دین پر اجرت بضرورت تھی، اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ استاذ کی تعظیم ختم ہو جاتی ہے
- ۴۴۶ استاذ کا درجہ باپ سے اعلیٰ ہے، شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام، عین العلم، عالمگیری سے
- ۴۴۵ استاذ کے حق کا بیان۔
- ۴۴۴ اجارہ تدریس مطلقاً مہینہ کے نام سے مقرر ہوا، کون سا مہینہ مراد ہوگا۔
- ۴۴۳ دلال کب دلالی کا مستحق ہوگا اور کب نہیں۔
- ۴۴۸ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں چار محترم ہیں۔
- ۴۴۳ اجرت آنے جانے اور دوا دوش پر ہوتی ہے
- ۴۴۸ صرف زبانی بات چیت پر نہیں۔
- ۴۴۸ قرآن میں مہینوں سے مراد شہور ہلالیہ ہیں، معلم اور نسفی سے تائید۔
- ۴۴۳ دلال کو دوا دوش کا بھی اجر مثل ہی دیا جائیگا
- ۴۴۸ باہم زید طے ہوا ہو تب بھی اور اجر مثل سے کم طے ہوا ہو تو کم۔
- ۴۴۳ عام مسلمان عمل در آمد میں ہلالی مہینوں کا لحاظ کرتے ہیں، شمسی ماہ مہینہ نہیں مہینہ ہے۔
- ۴۴۸ آجیر خاص وقت اجارہ میں مستاجر کی اجازت کے بغیر دوسرا کام نہیں کر سکتا اور اجازت سے
- ۴۴۸ اسماعیل اور ابراہیم علیہ السلام کے عہد مبارک

- ۴۶۰ باطل اور اجارہ صحیح ہے۔
- ۴۶۰ اجارہ میں شیوع طاری مفسد نہیں۔
- ۴۵۴ قسح فاسد معلق بالشرط نفس عقد سے جداگانہ واقع ہو تو اجارہ فاسد نہیں ہوگا اور نفس عقد میں ہو تو اجارہ فاسد ہوتا ہے۔
- ۴۶۰ اجارہ اور بیع اس حکم میں مشترک ہیں کہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتے ہیں۔
- ۴۶۱ تعلق خیار الفسخ بالشرط میں اختیار تین دن کا ہوگا مجہول یا مطلق اور زائد نہیں۔
- ۴۶۱ ایسی تعلق صلب عقد میں نہ ہو، مطلق مجلس عقد تک مفید اور خیار کی تین یوم پر زیادتی بھی جائز ہے۔
- ۴۶۲ خلاصہ حکم یہ کہ اجارہ مذکور فی السؤال فاسد ہے کہ ہر فریق پر اس کا فسخ کرنا لازم، وہ نہ کریں تو حاکم پر اس کا فسخ لازم۔
- ۴۶۳ شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہے اس کی سند کا سوال۔
- ۴۶۳ اجارہ اور بیع کے اس معاملہ میں ایک ہونے کی نصوص فقہ کی ۶ کتابوں سے۔
- ۴۶۵ مزید بارہ کتابوں کی عبارتیں۔
- ۴۵۸ چاند مہینہ بھر میں آسمان کی ۲۸ منزلیں طے کرتا ہے۔
- ۴۶۵ علماء نے تصریح کی ہے کہ صورتِ مسئلہ میں اجارہ کا حکم بیع کا ہی ہے۔
- ۴۶۶ تصریح امام کردری سے نفس مسئلہ کا جزئیہ۔
- کیا تو مستاجر اتنے وقت کی اجرت وضع کرے گا۔
- مزدور کی اجرت میں کمی کا سوال و جواب۔
- اللہ تعالیٰ قیامت میں تین آدمیوں کی طرف سے خود مدعی ہوگا۔
- تخریج حدیث
- مستاجر کب دیہات کے ٹھیکہ کو فسخ کر سکتا ہے اور کب نہیں۔
- صورتِ مسئلہ میں یہ اجارہ ہی بوجہ فاسد ہے جس کا فسخ طرفین پر لازم ہے۔
- وجہ اول، اس میں ضمانت مجہولہ کی شرط کی گئی ہے۔
- وجہ دوم، کسی ضامن سے مجلس عقد میں قبول ضمانت واقع نہ ہوا، ایسی ضمانت غیر مجہولہ بھی مفسد اجارہ ہے۔
- وجہ سوم، امانت سے مراد رہن ہو تو اس کی بھی عاقدین کے تفرق سے پہلے تعیین نہ ہوئی، ایسی رہن کی شرط بھی مفسد اجارہ ہے۔
- وجہ چہارم، شرائط کے انتفاع پر مستاجر کو اختیار فسخ کی شرط بھی معنی خیار شرط ہے، اور خیار شرط صالح تعلق نہیں۔
- شامی، بحر الرائق سے مسئلہ کے نصوص۔
- تعلق الفسخ بالشرط اور تعلق خیار الفسخ بالشرط دو علیحدہ شکلیں ہیں۔
- تعلق الفسخ بالشرط میں بھی یہ حکم نہیں کہ تعلق

- ۴۶۱ عالمگیری کے حوالہ سے مسئلہ کے تین جزئیے۔
- ۴۶۲ باجرت انگریزوں کے کپڑے سینا اور ایسی اجرت جائز ہے
- ۴۶۲ قاضی خاں کا جزئیہ۔
- ۴۶۲ ایک زمین کا سال بھر کا کرایہ نامہ لکھا گیا مگر عدم تحفظ کی وجہ سے مستاجر نے سال کے اندر ہی اجارہ فسخ کر دیا تو کب تک کا کرایہ لازم ہے
- ۴۶۳ مال کی حفاظت نہ ہونا فسخ اجارہ کے لئے عذر صحیح ہے، اس کے لئے اجیر کی رضا ضروری نہیں۔
- ۴۶۳ شامی اور درمختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۴۶۴ عمارت مستاجرہ کی لپائی پوتائی، پرنا لوں کی درستگی اور مرمت گھروالوں پر ہے۔
- ۴۶۴ مستاجر اگر عیب دیکھ کر راضی ہو اور اسی حالت میں اجارہ کیا تو اس کو فسخ اجارہ کا حق نہیں۔
- ۴۶۴ حق فسخ کی صورت میں مستاجر کو تنہا فسخ اجارہ کا حق ہے۔
- ۴۶۴ کسی کو مکان کرایہ پر دینے کا سوال و جواب۔
- ۴۶۵ سب رجسٹری کی نوکری حرام ہے۔
- ۴۶۵ سب رجسٹری میں سود کے قبالہ کی حفاظت بھی داخل بلکہ اغلب ہے اور یہ تعاون علی الاثم ہے۔
- ۴۶۶ سود کاروبار میں کھانے والے، کھلانے والے، گواہ اور کاتب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔
- ۴۶۶ مختلف کتب احادیث سے حدیث کی تخریج۔
- فسخ اجارہ میں رضامندی فریقین کی ضرورت اجارہ صحیح میں ہوتی ہے فاسدہ میں نہیں۔
- علماء کا یہی طریقہ رہا ہے کہ ایسے اجارہ کے ثبوت میں عبارتیں حکم فساد بیع کی نقل کرتے ہیں۔
- اجارہ کی ایک مخصوص صورت سے سوال۔
- صورت مذکورہ کے کثیر الاشکال ہونے کا بیان۔
- اگر عقد میں صرف اجرت کہا تو اجارہ ہونا متعین مطلق کی نفی اور مطلق نفی میں فرق ہے۔
- صورت مستولہ میں اجرت مطلق کی نفی ہے مطلقاً نفی نہیں کہ اجارہ کی نفی ہو۔
- اگر عقد میں اجرت کے ساتھ ساتھ انعام بھی کہا تو اجارہ کا اثبات اور نفی دونوں ممکن۔
- ایسے مواقع میں اجرت کو بھی انعام سے تعبیر کرتے ہیں۔
- ضابطہ کلیہ، جس صورت میں اجارہ ہو یا انعام کہہ کر اجارہ مراد لیا ہو، شروط فاسدہ کی وجہ سے اجارہ فاسد اور طبیب کی اجرت مثل لازم ہوگی جو مسہمی سے زائد نہ ہوگی۔
- جس صورت میں انعام مراد لیا ہو سہمی سے اجارہ مستحق ہی نہیں، جس انعام کا ذکر میدان میں آیا وہ مرض پر تبرعاً ہوگا۔
- اس صورت میں اجارہ کی صراحت نفی ہے اس لئے عمل کے مقابلہ میں پیسہ ذکر کرنے سے اجارہ ثابت نہ ہوگا۔
- صریح دلالت پر فوقیت رکھنا ہے۔

- ۴۸۰ اجارہ نہیں۔
- ۴۷۷ تالاب اور حوض کو مچھلی کے شکار کے لئے اجارہ پر دینا جائز نہیں۔
- ۴۷۷ اسی طرح ان کا اجارہ نہ کل کاٹنے، لکڑی کاٹنے، زمین اور جانوروں کو پانی دینے اور چراگاہ کو چرنے کے لئے اجارہ پر دینا صحیح نہیں۔
- ۴۸۱ کیا تالاب مچھلی کے شکار کے لئے دینا جائز ہے۔
- ۴۷۸ جامع المضرات میں عموم بلوی کی وجہ سے جواز کا فتویٰ دیا۔
- ۴۸۱ ایسے اجارہ میں طریقہ احتیاط۔
- ۴۷۸ ایک زمین کے "شرب" کی دوسری زمین کے ساتھ بیع جائز، اجارہ جائز نہیں۔
- ۴۷۸ بیع میں "شرب" من وجہ تابع ہے اور من وجہ اصل اور اجارہ میں صرف تابع ہے۔
- ۴۸۲ ایک غلام کے اعضاء کو دوسرے غلام کی ذات کے ساتھ بیچا بھی نہیں جاسکتا۔
- ۴۸۳ غلام شامی کی لغزش قلم کا بیان۔
- جامع المضرات میں شرب (آبپاشی) کے لئے نہر کے اجارہ کو جائز بتایا اور بزازیہ میں خود حتی شرب کے اجارہ کو اس سے متعلق اراضی کے کرایہ کے ساتھ علامہ شامی کو غلط فہمی ہوئی کہ یہ دونوں حکم ایک ہی صورت مستلک کے ہیں اور دونوں جگہ نہر کے اجارہ کا ہی حکم بتایا ہے مضرات میں مطلقاً اور بزازیہ میں مقبذہ اجارہ ارض۔
- ۴۸۳ مصنف کی تحقیق کہ دونوں جگہ دو چیزوں کے
- کلام اللہ پڑھانے والے کو بلانیت معاوضہ ہدیہ دینا کیسا ہے۔
- صورت مذکورہ میں اس کے اجرت نہ ہونے میں کلام نہیں۔
- ورع کا حکم یہ ہے کہ اگر پڑھانے سے قبل بھی وہ ایسے ہی تحفے دیتا رہتا تھا تو بلا غنہ ہدیہ خالصہ ہے، اور پہلے ایسا معاملہ نہ تھا تو بچپنا اولے ہے۔
- حضرت حمزہ زیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت۔
- مقام ورع مقام تقویٰ سے بلند ہے۔
- کھیت کو اس شرط پر اجارہ پر دینا کہ چار من ڈھان سالانہ مجھے دینا اجارہ فاسد ہے۔
- غلہ کی متعین مقدار کی شرط لگانا شرط فاسد ہے، یہ شرط بھی فاسد ہے کہ پیدا نہ ہو تب بھی لوں گا۔
- اجارہ فاسدہ کا فریقین پر فسخ کرنا لازم ہوتا ہے فسخ کے بعد زمین جتنے دنوں مستاجر کے قبضہ میں رہی اس کی اجرت مثل زمین والے کو ملے گی۔
- ہندوستان میں بیج اور ہل، بیل اور عمل مستاجر کا ہوتا ہے۔
- تالاب کا پانی اجرت پر دینا حرام ہے۔
- استہلاک عین پر اجارہ باطل ہے۔
- تالاب کی زمین جو پانی میں ڈوبی ہے قابل

اجارہ کا حکم دیا گیا ہے، جامع المضمات میں نہر کے اجارہ کا، اور بزازیہ میں حق ب کے اجارہ کا۔

دعویٰ مصنف کے دلائل۔

طاعات پر اجارہ سے سوال۔

متاخرین نے جن عبادات پر اجارہ کو مستثنیٰ کیا ہے ان کے علاوہ جملہ عبادات کا حکم وہی ہے کہ اجارہ ناجائز ہے۔

ایصالِ ثواب اور میلادِ خوانی انھیں طاعات میں سے ہے جن کا اجارہ ناجائز ہے۔

علامہ شامی کے حاشیہ اور رسالہ شفا العلیل کا ذکر اور علامہ طحاوی کی مدح کا تذکرہ۔

جو عرفاً معہود ہو وہ قولاً مشروط ہی کی طرح ہے زبان سے لینے دینے کا ذکر نہ ہو، اور وہاں اس کی رسم بھی نہ ہو تو پڑھوانے والے کے لئے بطور حسن سلوک دینے میں حرج نہیں۔

اور جہاں اس کا رواج ہو وہاں جواز کی یہ صورت ہے کہ پڑھنے والے صاف کہہ دیں کہ ہم کو معاوضہ نہیں لینا ہے اور پڑھوانے والے بھی انکار کر دیں کہ دینا نہیں، اس کے بعد پڑھوانے والے بطور سلوک کچھ دیں تو حرج نہیں۔

پڑھوانے والے ان کو اتنے وقت کے لئے مزدور رکھ لیں کہ ہم تمہیں اپنے کام کاج کے لئے مزدور رکھتے ہیں، اور وہ جب ان کے مزدور ہو گئے تو ان سے کسی اور کام کے بجائے تلاوت یا تقریر

کرائیں۔

۴۸۸

۴۸۹ ایک عقد میں رہن و اجارہ جمع کرنا ناجائز ہے۔

۴۸۳ مستاجر اجرت کی زمین دوسرے کو اجرت پر

۴۸۴ دے سکتا ہے لیکن اس دوسرے سے طے شدہ

۴۸۶ کرایہ سے زائد لینا جائز نہیں۔

۴۸۹ جواز کی تین صورتیں،

(۱) اس میں کوئی ایسا تصرف کرے کہ زمین کی

۴۸۶ حیثیت بڑھ جائے۔

(۲) زمین کے ساتھ ملا کر دوسری چیز بھی کرایہ

۴۸۶ پر دے۔

(۳) پہلے کرایہ میں روپیہ طے ہوا تھا تو اب اس

۴۸۶ کی جنس بدل دے مثلاً اشرفیاں کرایہ مقرر

۴۸۶ کر لے۔

مکان سال بھر کے کرایہ پر لے کر درمیان میں

۴۸۹ اجارہ فسخ کرنے کا سوال۔

۴۸۷ کرایہ میں اگر ایک ماہ کی تعیین تھی تو ایک ماہ کیلئے

اور ایک سال کی تعیین تھی تو ایک سال کے لئے

۴۹۰ طے ہو گیا، زائد کرایہ مانگنا ظلم ہوگا۔

۴۹۰ درمیان میں فسخ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(۱) اصل یا وکیل مختار نے کجی واپس لے کر

۴۹۱ فسخ قبول کر لیا ہو۔

(۲) اجارہ جاری رکھنے سے مستاجر کی جان یا

۴۹۱ مال کا صریح ضرر ہو۔

ان اعدار کے نہ ہونے کی صورت میں درمیان

میں مستاجر کو فسخ کا اختیار نہیں، اور اجرت

- ۴۹۱ دینی ہوگی۔
- ۴۹۱ اس کو مکان دینا کچھ ضروری نہیں۔
- ۴۹۲ نئے مہینہ میں بھی اجارہ متحقق ہو جائے گا، اگر نئے مہینہ کا ایک دن اور ایک رات گزر چکی ہو۔
- ۴۹۲ کاشتکاری کی زمین کا رہن زمیندار کی اجازت سے جائز ہے۔
- ۴۹۲ کاشتکار کا مرتہن کو زمین کی لگان کے عوض کاشت کی اجازت دینا، فضول کا عقد اجارہ ہوا، جو زمیندار کی اجازت پر موقوف ہوگا۔
- ۴۹۲ زمیندار نے اجازت دے دی تو رہن باطل ہو کر اجارہ کا معاملہ ہو گیا، اور اب یہی اصل کاشت کار ہو گیا، یہ خود بھی کاشت کر سکتا ہے اور دوسرے کو بھی دے سکتا ہے۔
- ۴۹۲ زمیندار نے اجازت نہ دی تو اجارہ باطل، اور اس زمین سے اس کو کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔
- ۴۹۳ مستاجر نے سال بھر کے کرایہ کی بات کی اور دو سال کا کرایہ نامہ لکھوایا۔
- ۴۹۳ جہاں لینے دینے کا رواج نہ ہو یہ خالصاً لوجہ اللہ پر ہیں۔
- ۴۹۳ عاقدین کے درمیان تحریر سے پہلے کی گفتگو کبھی اصل عقد ہوتی ہے اور کبھی اصل عقد کی تمہید۔
- ۴۹۳ پہلی صورت میں عقد سال بھر کے لئے لازم ہو گیا، بدعہدی کی وجہ سے اسے توڑا نہیں جاسکتا۔
- ۴۹۳ بدعہدی فسق ہے۔
- ۴۹۳ دوسری صورت میں عقد اجارہ ہی متحقق نہ ہوا تو
- ۴۹۲ عبادات کے اجارہ کے بارے میں سوال۔
- ۴۹۲ تعلیم قرآن و تعلیم علوم دیگر، اذان و اقامت کی اجرت جائز ہے۔
- ۴۹۲ زیارت قبر و ایصال ثواب، میلاد پاک کی اجرت ناجائز ہے۔
- ۴۹۲ جو ناجائز ہے مشروط ہو یا معہود ہر طرح ناجائز ہے۔
- ۴۹۲ اگر پہلے سے طرفین میں یہ طے ہو جائے کہ کچھ لینا دینا نہیں، بعد میں صاحب خانہ بطور صلہ دے تو لینے میں حرج نہیں۔
- ۴۹۲ صریح دلالت پر فوقیت رکھتا ہے۔
- ۴۹۲ پڑھنے والوں کو اتنے ٹائم کے لئے مزدور رکھ لیں اور اب ان سے طاعات کروائیں تب بھی حرج نہیں۔
- ۴۹۲ جہاں لینے دینے کا رواج نہ ہو یہ خالصاً لوجہ اللہ پر ہیں۔
- ۴۹۲ اگر صاحب خانہ کچھ سلوک کرے تو مضائقہ نہیں۔
- ۴۹۲ قانون گوئی کی ملازمت سے سوال۔
- ۴۹۳ قانون گو کے کام کی تفصیل۔
- ۴۹۳ قانون گو کی آمدنی علاوہ تنخواہ (۱) پٹواریوں سے رعایت کے عوض (۲) تصدیق پڑجات کے وقت (۳) تحقیقات میں کسی ایک فریق سے (۴) زمینداروں کے مقدم اور پردھانوں کی نذر۔
- ۴۹۴

- چند آدمیوں کی مشترک اراضی جن میں ایک
 ۴۹۷ نمبر دار ہے، اراضی کا بندوبست اور وصول و
 تحصیل وہی کرتا ہے، ایک شخص کو اراضی ایک
 ۴۹۷ سال کے کرایہ پر دی، ٹو ماہ کے بعد کرایہ ارکتا ہے
 اراضی میں نے خالی کر دی تین ماہ کا کرایہ مجھ
 ۴۹۷ سے نہ لیا جائے، اس کی معافی کا نمبر دار کو
 ۴۹۹ حق ہے یا نہیں۔
 زمین کرایہ کرنے با اختیار خود خالی چھوڑی، تو
 ۴۹۹ پورے سال کا کرایہ اس کے ذمہ واجب ہے
 اگر نمبر دار کو شکر کار کی طرف سے صرف کرایہ
 ۴۹۷ پر دینے کا اختیار دیا گیا ہو تو چھوڑے گا تو
 ۴۹۷ دیگر شکر کار کا تاوان دے۔
 ۴۹۹ از خود تصرفات یہ خود کرتا ہو تو کرایہ کا مالک یہ
 ۴۹۸ خود ہوگا، بقیہ کا حصہ یہ ان کو دے یا فیقروں
 ۴۹۹ پر خرچ کرے۔
 ۴۹۸ سودی کاروبار کرنیوالے کے یہاں نوکری،
 اور وکیل کے یہاں محرری کی نوکری سے سوال۔ ۴۹۹
 جس کے یہاں حلال اور حرام سبھی قہم کے
 ۴۹۸ کام ہوں اس کی ملازمت جائز ہے اور تنخواہ
 وغیرہ لینے میں حرج نہیں جب تک یہ معلوم
 ۴۹۸ ہو کہ خاص حرام مال سے دے رہا ہے۔ ۵۰۰
 آج کل محرری کی نوکری میں خیر نہیں، ان کے
 ۴۹۹ یہاں اکثر معاملات ناحق ہوتے ہیں۔ ۵۰۰
 شراب کے لئے دکان اجارہ پر دینا
 ۴۹۹ کیسا ہے۔ ۵۰۱
- اس آمدنی سے حج جائز ہے یا نہیں، نہیں تو
 جواز کا کوئی حیلہ۔
 سوال میں جو کام درج کئے ہیں اس کی ملازمت
 جائز، اور نیت خیر باعث اجر ہے۔
 آمدنی کی جو زائد میں تحریر کی گئی ہیں سب رشوت
 اور حرام ہیں۔
 بشرط مذکور تنخواہ حلال تو اس سے حج جائز،
 اور آمدنی نمبر ۲ حرام تو اس سے کوئی کام جائز
 نہیں سوائے اس کے کہ جس سے لی گئی اسے
 لوٹا دے، وہ نہ ہوں تو در شمار ورنہ نفع دار
 کو دیں۔
 قرض لے کر حج ادا کرے۔
 طوائف کی حرام کمائی تعلیم و تہذیب کی اجرت
 میں لینے کا سوال و جواب۔
 ایصالِ ثواب کے لئے ختمات اور تہلیل و تسبیح
 پر اجارہ کا سوال۔
 تعلیمِ علوم دین، اذان و اقامت وغیرہ بعض
 امور پر اجرت کے جواز کا علمائے متاخرین نے
 فتویٰ دیا ہے۔
 ایصالِ ثواب کے لئے ختم و تسبیح پر اجارہ
 ناجائز ہے۔
 دیوبندی ضرور کافر ہیں لیکن ان کی ہر بات
 غلط نہیں۔
 یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو
 باطل کہتے ہیں اور دونوں سچ کہتے ہیں۔

- انگہ خاص شراب کی نیت نہ کرے مکان مطلقاً
کرایہ پر دے، کرایہ دار اس میں جو چاہے
کرے، تو اس طرح کے کرایہ میں حرج نہیں،
ہاں اگر دکان ایسی جگہ ہو جہاں ایسی دکان سے
پڑوسیوں کو ضرر پہنچے تو اب ایسے کرایہ پر دینا
ناجائز ہوگا۔
- فقہاء کے اس قول کا مطلب یطیب الاجر
وان كان السبب حراماً۔
بیمہ شرعاً جو ہے۔
بیمہ میں جتنا روپیہ اس نے جمع کیا واپسی کے
وقت صرف اتنے کی ہی سال کی زکوٰۃ
اس پر واجب ہے۔
امامت فی سبیل اللہ و بہ اجرت کا سوال۔
امامت دونوں طرح جائز ہے اور اول
افضل ہے۔
اجرت تعلیم و امامت کا سوال و جواب۔
کرایہ کی چیزوں کی اجرت نہ دینے اور اجارہ
کی زمین میں جمع شدہ پانی کی مچھلیوں کی ملکیت
کا سوال۔
ایسی چیزوں کا کرایہ نہ دینا حرام ہے۔
وہ مچھلی مباح ہے جو پکڑے اسی کی ہے۔
اجرت میں سے بکیر کا رخیر کے لئے چندہ
وصول کرنے کا سوال۔
حیرنا جائز ہے۔
دہلیوں سے گھر کا کرایہ لینا کیسا ہے۔
- رندیاں بعینہ حرام کمانی سے کرایہ دیں تو لینا
حرام ہے، اور حلال ذریعہ سے حاصل شدہ
رقم دیں تو جائز ہے۔
- ۵۰۲
- ۵۰۲ دعا کا معاوضہ لینے کا سوال و جواب۔
- ۵۰۲ مسلمان معمار کو تعمیر بستکہ کی اجرت مکروہ ہے
اور لینے والا مستحق سزا نہیں۔
- ۵۰۱
- ۵۰۱ بٹائی پر بکری دینا ناجائز ہے اور عدم جواز کی
وجہ۔
- ۵۰۵
- ۵۰۲ ٹھیکہ پر چندہ کی وصولی کا اجارہ فاسد ہے اور
اس کا فسخ کرنا ضروری، اور اگر اسی طرح وصول کیا
تو اجرت مثل کا مستحق، زائد ادارے میں داخل
کرے۔
- ۵۰۵
- ۵۰۲ دینی مجالس کے ملازمین قواعد مقررہ کی خلاف ورزی
کریں تو ان کی تنخواہ کاٹی جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۵۰۵
- ۵۰۳ اجیر خاص پر وقت مقررہ میں تسلیم نفس ضروری ہے
تسلیم نفس کر دے تو تنخواہ نہیں کاٹ سکتے
ورنہ کاٹ سکتے ہیں۔
- ۵۰۶
- ۵۰۶ تسلیم نفس کی صورت اور عدم تسلیم کی تفصیل۔
- ۵۰۶
- ۵۰۳ رخصت کے دنوں کی بے تسلیم نفس بھی تنخواہ ملیگی
- ۵۰۶
- ۵۰۳ عدم تسلیم نفس کے علاوہ کسی صورت میں کل یا
بعضی تنخواہ ضبط نہیں ہو سکتی۔
- ۵۰۶
- ۵۰۳ تعزیر مال منسوخ و ممنوع ہے۔
- ۵۰۶
- ۵۰۳ معدودے چند صورتوں کے علاوہ تعزیر کا
حق قاضی کو ہے عوام کو نہیں۔
- ۵۰۶
- ۵۰۲ جب سے نوکری چھوڑ کے چلا گیا اس وقت سے

- تخواہ ضبط کر سکتے ہیں، یہ قانون غلط ہے کہ
مثلاً ایک مہینہ پہلے سے اطلاع نہ دی تو اتنے
دن کی تخواہ ضبط ہوگی۔
- غلط قواعد اگر نفس عقد میں شامل ہوں تو اجارہ
ہی فاسد ہے، عاقدین مبتلائے گناہ اور
دونوں پر اس کا فسخ واجب ہے۔
- فساد اجارہ کی صورت میں اگر کام کیا تو اجرت
مثل کے مستحق ہوں گے جو مسمی سے زائد ہوگی۔
- در مختار، شامی، بزازیہ، بحر، شرح معانی الآثار
مجتبے، شرح ہدایہ عینی، فتح القدر، فتاویٰ
عثمانیہ اور احادیث سے مسائل کے جزئیات۔
- بینک کے سودی کاروبار سے سوال اور اس
کے کاروبار کی تفصیل۔
- سودی کاروبار حرام ہے، سود کی کمی بیشی سے
حلت و حرمت کے حکم میں تغیر نہیں ہو سکتا۔
- سود کی حرمت پر قرآن عظیم کی دو آیات اور
تین حدیثیں۔
- سود کے ہر وسیلے پر اپنی ماں سے ایک بار زنا
کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔
- سود سے بچنے کے طریقے۔
- ملازمت کا اصولی حکم، جس میں ملازم کو خود حرام
کام کرنا پڑے، ایسی ملازمت حرام ہے چاہے
تخواہ حلال مال سے ہی کیوں نہ دی جائے۔
- ملازمت میں حرام کام نہ کرنا پڑے تو ملازمت
جائز۔ تخواہ اگر حرام مال سے دے تو اس کا لینا
- نا جائز، اگر اس کو حرام مال سے بدل لیا یا حلال
حرام مخلوط ہو گیا تو اس کا لینا جائز۔
- سود لینا مطلقاً منع ہے، دینا معذوری سے ہو
تو جائز۔
- رخصت کی صورت میں وضع تخواہ کا سوال۔
- جتنے دن اور جتنے گھنٹے کام کیا اتنے کی تخواہ
ملے گی، جتنا کام نہ کیا تخواہ نہ ملے گی۔
- مشترکہ جائداد کے منافع سے سوال۔
- بھائیوں میں مشترکہ جائداد تمام بھائیوں کی ہے
کوئی ایک بھائی اس کا مالک نہیں ہو سکتا۔
- کسی جائداد کے منافع کا کسی ایک بھائی کے کام
میں آنا اس جائداد کا ہبہ نہیں۔
- جائداد مشترکہ کا ہبہ بلا تقسیم کسی ایک شریک کے
حق میں نہیں، ایسی صورت میں موہوب لہ
کی موت سے ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔
- مشترکہ کھیت کرایہ پر دیا گیا، سب شرکاء کی
اجازت سے یا بغیر اجازت۔
- بے اجازت تو کرایہ میں سے کرایہ پر دینے والے
کے حصہ بھر اس کی ملک، اور بقیہ ملک خبیث،
تو وہ بقیہ حصہ داروں کو دے یا فقرار پر صدقہ
کرے، اول افضل ہے۔
- ملازم اور اجیر کے فرضی فرق سے سوال۔
- شرع میں اجیر کی دو قسمیں ہیں، اجیر خاص اور
اجیر مشترک۔ اردو میں اجیر خاص کو ہی نوکر اور
ملازم کہتے ہیں۔

- ۵۲۱ سے متعلق سوال و جواب۔
- ۵۲۱ ختم قرآن کی اجرت ناجائز ہے۔
- ۵۲۱ قواعدِ ملازمت کی خلاف ورزی پر اجرت کی رقم جائز ہے یا ناجائز۔
- ۵۲۱ جن جائز پابندیوں کی شرط تھی ان کے خلاف کرنا حرام ہے۔
- ۵۲۱ جگے ہوئے وقت میں اپنا کام کرنا حرام ہے۔
- ۵۲۱ ناقص کام کر کے پوری تنخواہ لینا حرام ہے۔
- ۵۱۸ مشرکہ دکان جس کا جز سرمایہ سودی رقم ہو اس کی ملازمت، اور ایسی رقم سے اعانت، مسجد مدرسہ کا سوال۔
- ۵۲۱ اگر کسی ناجائز کام کی پابندی ہو تو ملازمت ناجائز ورنہ جائز ہے۔
- ۵۲۲ اگر بعینہ سود والے روپیہ سے اعانت کرے تو علم کے بعد نہ لے، اور مخلوط و نامعلوم ہو تو لے لے۔
- ۵۲۲ جس کا مال حلال ہو اس کی اعانت قبول کرنا جائز ہے۔
- ۵۲۲ میرے مقدمہ کی پیروی اپنے پیسے سے کرو مقدمہ جیتنے کے بعد جائداد ہم تم میں نصفاً نصف ہوگی۔
- ۵۱۹ یہ معاہدہ فاسد ہے اور فریقین پر اس کا پورا کرنا لازم نہیں، پیروی کرنے والے کو اس کی اجرت مثل ملے گی، اور ایسا معاہدہ کر کے دونوں گنہگار ہوتے۔
- ۵۲۳ عقد فاسد کے ساتھ زمین اجارہ پر لی۔ اس
- ۵۱۸ اجیر مشترک "پیشہ ور" کو کہتے ہیں جو کسی خاص آدمی کے نوکر نہیں ہوتے۔
- ۵۱۸ اجیر خاص اور ملازم بھی اگر اس کے کام کا وقت متعین ہو، جیسے مدرسوں کی ملازمت، تو وہ اتنے ہی ٹائم کا ملازم ہے، اس کے بعد آزاد و خود مختار ہے۔
- ۵۱۸ اسی طرح جو جس کام کا ملازم ہو اس سے وہی کام لیا جاسکتا ہے دوسرا نہیں، ہاں خدمتگار جو امورِ خانہ داری وغیرہ کے لئے ملازم ہوتا ہے وہ ہر قسم کی خدمت کرے گا۔
- ۵۱۸ اجیر مشترک البتہ مقید نہیں کہ ان کا کام بکتا ہے وقت نہیں بکتا، اس کے لئے یہ بات صحیح ہے کہ جب تک چاہے کام کرے۔
- ۵۱۹ اجیر خاص کام کے وقت انکار نہیں کر سکتا اور وقت دے اور کام نہ ہو تب بھی اجرت پائے گا۔
- ۵۱۹ جو مسئلہ نہ جانتا ہو اسے کسی چیز پر حکم شرعی لگانا حرام ہے ایسے ہوٹل کے لئے مکان کرایہ پر دینا کیسا ہے جس میں شراب اور سود کی فراہمی بھی ہوتی ہو، اور ایسی آمدنی سے چندہ دینا کیسا ہے۔
- ۵۱۹ ایسے ہوٹل کا کاروبار حرام ہے، حدیث شریف سے حرمت کا ثبوت۔
- ۵۱۹ ایسے کام والوں کو مکان کرایہ پر دینے میں حرج نہیں جبکہ غرض مطلقاً کرایہ پر دینے کی ہو۔
- ۵۲۰ ایسے کرایہ سے امورِ خیر ادا کئے جاسکتے ہیں۔
- ۵۲۰ امامت، ختم کلام پاک اور دینی تعلیم سے اجرت

- زمین پر گورنٹ کی طرف سے مقدمہ ہوا، مستاجر نے مقدمہ بازی کے بعد وقت اجارہ سے پہلے زمین خالی کر دی کیا حکم ہے۔
- مقدمہ میں مستاجر نے جو خرچ کیا یا جو جرمانہ دیا مالک سے اس کا لینا ظلم ہے۔
- اجارہ فاسدہ کا فسخ کرنا طرفین پر ضروری تھا فسخ نہیں کیا تو جتنے دن زمین پر قبضہ رکھا اس کا کرایہ مثل دے جو مستحق سے زائد نہ ہو۔
- ہدایہ، تبیین الحقائق، خلاصہ دشامی سے مسئلہ کے نصوص۔
- کاشتکاری کے رہن رکھنے کا سوال۔
- ایصال ثواب کے لئے بہ اجرت کلام اللہ پڑھنے پڑھانے کا سوال۔
- ایصال ثواب کے لئے اجرت پر کلام اللہ پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز اور گناہ ہے، ایسی قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا۔
- زبانی جتنا معاہدہ کریں تب بھی ناجائز، اور وہاں کا یہ عرف ہو تب بھی ناجائز۔
- عرف ہو اور زبانی بات نہ کریں تو ایک جداشت اور بڑھ گئی کہ اجرت مجہول ہے۔
- جس حاوی میں یہ لکھا ہے کہ ۴۵ درم سے کم ختم قرآن کی اجرت مقرر کرنا جائز نہیں وہ حاوی زاہدی معتزلی ہے، حاوی قدسی نہیں، اور یہ حکم خلاف شرع ہے۔
- جو حافظ اس کا پیشہ کرے فاسق ملعن ہے۔ ۵۲۹
- اس کے جائز ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ میت والے اتنی دیر کے لئے حافظ کو اپنے کام کیلئے اجرت پر رکھ لیں، اور جب وہ پہنچیں تو ان سے اور کام کے بجائے تلاوت کا کام ہی لے لیں۔ ۵۲۹
- ختم ملازمت کے بعد والی تعطیل کی تنخواہ سے سوال۔ ۵۲۹
- و اعطیا حافظ کو تلاوت پر بطور بروصلہ کچھ دینے کا سوال و جواب۔
- ۵۲۹
- مقدمہ کی فحیابی کی دُعا کرنے والے کو کچھ دینے کا سوال۔ ۵۳۰
- پہلے سے کچھ دینے دلائے گا ذکر نہ ہو اور اس کا رواج بھی نہ ہو تو اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔
- ۵۳۰
- کسی کی نماز اچھی لگی اس کو کچھ بطور بروصلہ دے دیا تو اس کے لینے میں کچھ حرج نہیں۔ ۵۳۱
- دعائے فحیابی اگر بطور اجارہ بھی ہو اور وقت اور مقدار دعاء مثلاً فلاں ختم، اور اجرت متعین کر دیا ہو تو اس اجارہ میں بھی حرج نہیں کہ یہ تدبیر و علاج ہے، ختم قرآن پر لینا نہیں۔ ۵۳۱
- مسئلہ پر حدیث بخاری شریف سے استدلال، البتہ اتنا کہنے کے لئے اجرت ٹھہرانا کہ "یا اللہ فلاں کا یہ کام ہو جائے" بے معنی ہے اور یہ اجارہ ہی نہیں۔
- ۵۳۱
- ہندیہ، خانیہ اور کبریٰ سے استشہاد۔ ۵۳۲
- پراویڈنٹ فنڈ کے بارے میں سوال۔ ۵۳۳
- پراویڈنٹ فنڈ کی رقم دراصل ملازم کا جزو تنخواہ ہے، مگر اس کی وجہ سے اجارہ کا معاملہ

- ۵۳۳ فاسد ہو جاتا ہے۔
- ۵۳۳ کا داخلی استعمال جائز ہے۔ اس لئے اس کی
- ۵۳۴ جو حالت بیع کو فاسد کرتی ہے وہی اجارہ کو فاسد کرتی ہے
- ۵۳۴ تجارت بھی فی نفسہ ایسے لوگوں کے ساتھ جائز ہے
- ۵۳۴ اختیار، خزانہ، سراجیہ سے جزیئہ۔
- ۵۳۴ آج کل چونکہ لوگ زیادہ تر نشہ کے لئے ہی خریدتے
- ۵۳۴ ہیں لہذا اس سے بچنا ہی چاہئے۔
- ۵۳۴ اس کا ٹھیکہ گورنمنٹ کا فعل ہے تاجروں پر
- ۵۳۴ اس کا کوئی الزام نہیں۔
- ۵۳۴ اجارہ فاسد میں استیفائے منفعت کے
- ۵۳۵ مسجد کے پھول کا بتوں پر چڑھانے کیلئے کافروں
- ۵۳۵ کے ہاتھ ٹھیکہ دینا کیسا ہے۔
- ۵۳۵ بعد اجرت مثل واجب ہوتی ہے۔
- ۵۳۵ فی نفسہ ٹھیکہ حرام ہے، اور بتوں پر چڑھانے کی
- ۵۳۵ نیت ہو تو اور حرام۔ اور یہ سمجھ کر لیا جائے کہ
- ۵۳۶ غیر مسلم اپنی خوشی سے دے رہا ہے، اور
- ۵۳۶ پھول توڑنے کے لئے مسجد میں نہ جانا ہو تو
- ۵۳۸ جائز ہے۔
- ۵۳۸ وعظ پر اجرت لینے کا سوال۔
- ۵۳۶ طاعت پر اجرت لینا حرام ہے مگر زمانہ کی حالت
- ۵۳۹ دیکھ کر علماء نے پانچ چیزوں کا استثناء کیا۔
- ۵۳۹ فقیہ ابواللیث کا فتویٰ۔
- ۵۳۹ حجی، سب حجی، منصفی، رجسٹری کی نوکری
- ۵۳۹ سے سوال۔
- ۵۳۶ نوکری مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی، خدا و رسول کے
- ۵۳۶ حکم کے خلاف جس میں کام کرنا پڑے نا جائز ہے
- ۵۳۹ ائمہ نے تیسری صدی ہجری کے لئے فرمایا
- ۵۳۶ من قال لسلطان من ماننا عادل فقد
- ۵۳۹ کفر۔
- ۵۳۹ قرآن عظیم میں قاضیوں کے لئے ظالم، فاسق،
- ۵۳۴ فاسد ہو جاتا ہے۔
- ۵۳۴ بیع کو فاسد کرتی ہے وہی اجارہ کو فاسد کرتی ہے
- ۵۳۴ اختیار، خزانہ، سراجیہ سے جزیئہ۔
- ۵۳۴ پروڈنٹ فنڈ کی صورت میں تنخواہ کا ایک جز
- ۵۳۴ مدت مجملہ کے لئے ہوتا ہے۔
- ۵۳۴ اجارہ فاسد میں استیفائے منفعت کے
- ۵۳۴ بعد اجرت مثل واجب ہوتی ہے۔
- ۵۳۴ سرکاری نوکری میں تنخواہ ہی اجرت مثل ہے۔
- ۵۳۴ ختم ملازمت کے بعد پروڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم
- ۵۳۴ کی جائز کمائی ہے۔
- ۵۳۴ گورنمنٹ سے زائد رقم سود سمجھ کر لینا حرام ہے
- ۵۳۴ ہاں علمائے دین یہ سمجھ کر گورنمنٹ سے اپنا حق
- ۵۳۴ پارہے ہیں چاہے گورنمنٹ اس کا کوئی نام رکھے
- ۵۳۴ یا فقراء و مساکین یا کوئی دوسرا ان کی نیت سے
- ۵۳۴ اس کو وصول کرے تو یہ جائز ہے۔
- ۵۳۴ خزانہ اسلامی نہ ہو اور وہ انتظامات شرعیہ کا
- ۵۳۴ اہتمام نہ کرے تو بیت المال کے مستحقین (علماء
- ۵۳۴ دین و فقراء و یتامی) کو اپنی رضا سے گورنمنٹ
- ۵۳۴ جو رقم بھی دے تو اس کا نام وہ کچھ رکھے اپنا
- ۵۳۴ حق سمجھ کر لینا جائز ہے۔
- ۵۳۴ درمختار سے جزیئہ۔
- ۵۳۴ استیفائے حق کا مسئلہ عام مسلمانوں کے ساتھ
- ۵۳۴ متعلق ہے۔
- ۵۳۴ اقیوں اور بھنگ کی تجارت اور ٹھیکیداری سے
- ۵۳۴ سوال۔ اہل کا خارجی استعمال اور قدر قلیل غیر مقرر

- کافر تین لفظ ارشاد ہوتے۔
رجسٹری حکم تو نہیں لیکن اس میں بھی سود وغیرہ
غلط امور کی شہادت ہوتی ہے۔
- اجود القری لطالب الصحة فی
اجارة القری۔
- دیہات کی توفیر کے وصولی کا ٹھیکہ۔
اصل معاملہ کی توضیح
ایسا ٹھیکہ باطل ہے، ٹھیکہ دار نے جو محنت
کی وصولی کا پائی پائی مانگ کو ادا کرے، وصولی
سے زائد ادا کرنا اس پر ضروری نہیں۔
ایسے ٹھیکہ میں ادائیگی اور وصولیابی کا حساب
برابر کرنے کا طریقہ۔
اصل کلی بیع اعیان کا عقد ہے، اور اجارہ
منافع کا عقد ہے۔
استہلاک عین پر اجارہ باطل ہے۔
کتب فقہاء سے ایسے چند احباروں
کی مثال۔
ٹھیکہ میں مزارعین سے جو وصول کرتے ہیں
وہ عیون ہیں، اور زمیندار اسی کو اجارہ پر
دے رہے ہیں۔
فتاویٰ خیریہ سے خاص مسئلہ کا جزئیہ۔
خیریت اور دیگر کتب فقہ سے مزید جزئیات
- ۵۳۹ ایک کو حلال اور دوسرے کو حرام قرار دیا، تو
ہمیں کیا مجال انکار۔
- ۵۳۹ دیہات کے ٹھیکہ کے رواج پڑنے کی وجہ۔
- ۵۳۹ امت مسلمہ کے لئے دُعا ہدایت۔
- ۵۴۱ دیہات کے ٹھیکہ کا سوال و جواب۔
- ۵۴۱ دیہات کے ٹھیکہ کو حد و شرع میں کرنے کی
ترکیب۔
- ۵۴۱ زبانی عقد کا شرع میں اعتبار ہے۔ اس کے
خلاف پر تحریر کا کوئی اعتبار نہیں۔
- ۵۴۲ خیریت سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۵۴۲ دیہات کے ٹھیکہ کا سوال و جواب۔
- ۵۴۲ دیہات کا ٹھیکہ جائز ہونے کی ایک دوسری
ترکیب۔
- ۵۴۲ دیہات کے ٹھیکہ سے متعلق ایک مقدمہ کے
بارے میں سوال۔
- ۵۴۳ دیہات کا ٹھیکہ باطل ہے۔
- ۵۴۳ فتاویٰ خیریت، مغنی المستفتی، عقود الدریہ سے
مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۵۴۳ دیہات کا ٹھیکہ اور وزن کشی کے ٹھیکہ سے
سوال۔
- ۵۴۳ دیہات کے ٹھیکہ کے جواز کی دو تدبیریں۔
- ۵۴۴ اس بات کا ٹھیکہ کہ سال بھر گاؤں کی راکس
وہی تولے، ناجائز ہے۔
- ۵۴۴ اسٹیشن کا ٹھیکہ بھی ناجائز ہے۔
- ۵۴۴ دکانوں کے ٹھیکہ کا سوال منظوم۔
- ۵۴۹ مزارعین کے اجارہ اور دیہات کے ٹھیکہ میں
فرق ہے، اور فرق نہ ہو تب بھی جب شرع نے

- جواب منظوم کہ جتنے کرایہ پر زمین لی اس سے زائد
 پر دوسرے کو دینا جائز نہیں، ہاں جب اس
 میں اپنے تصرف سے کچھ اضافہ کرے تو جائز ہے
 دیہات کے ایک ٹھیکہ کا بیان
 سودی قرض کا سوال
 سود کی حرمت کا بیان
 دیہات کا ٹھیکہ حرام اور اس کی کتنی آمدنی مالک
 کے لئے حلال اور کتنی حرام۔
- المنی والدار لمن عہد منی آرڈر
 فیس منی آرڈر کے بارے میں سوال۔
 یہ اطلاع کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس کی
 حرمت کا فتویٰ چھاپا ہے۔
 فتویٰ مولوی رشید احمد پر تنقید
 ڈاکخانہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور فیس
 منی آرڈر روپیہ مکتوب الیہ تک پہنچانے کا
 کرایہ۔
 اسی قسم کا ایک اور غلط فتویٰ کہ چاند کی شہادت
 بذریعہ تار جائز ہے۔
 اس مسئلہ میں قیاس تحریر پر کیا گیا ہے۔
 مقیس اور مقیس علیہ میں فرق کا بیان
 مسئلہ مستولہ میں منشار غلط، روپیہ کو قرض
 محض سمجھنا ہے۔
 منشار غلط کا حل
 منی آرڈر میں ڈاکخانہ کو دو قسم کی رقم دی جاتی ہے
 (۱) اصل رقم جو مرسل الیہ کو ملے۔
- (۲) فیس جو پہنچانے کا محصول ہے ڈاکخانہ والے
 اگر مرسل الیہ کو بعینہ اصل رقم پہنچا دیتے
 تو یہ خالص اجارہ ہوتا۔ ۵۶۰
 یونہی ڈاکخانہ والے کبھی اصل اور کبھی بدل پہنچاتے
 تو بھی یہ اجارہ ہی ہوتا۔ ۵۶۰
 اس صورت میں ڈاکخانہ والے غاصب ہوتے،
 اور اجرت کے مستحق نہ ہوتے مگر مستاجر پر
 کوئی الزام نہ ہوتا۔ ۵۶۲
 مطلقاً اصل کا بدل پہنچانے کی وجہ سے اس میں
 قرض کا معنی بھی ہوا۔ ۵۶۳
 اعتبار معانی کا ہے، تو جو معہود ہے وہی مذکور ہے
 ڈاک خانہ والوں کو فیس کی رقم اگر کسی کام کے
 عوض کے بغیر دی جاتی، یا کسی کام کے عوض
 دی جاتی، مگر وہ کام مقصود یا صالح عقدہ اجارہ
 نہ ہوتا، تو البتہ یہ معاملہ قرض ہوتا۔ ۵۶۶
 فیس منی آرڈر کو طرفین میں سے کوئی بھی سود
 قرار نہیں دیتا، روپیہ پہنچانے اور رسید
 واپس لا کر دینے کا معاوضہ سمجھتا ہے۔ ۵۶۶
 ڈاکخانوں کی وضع ہی ایسے کاروبار کے لئے
 ہوتی ہے۔ ۵۶۴
 شریعت میں حتی الامکان نظر اصلاح معاملاً پر
 ہوتی ہے، نہ افساد پر۔ ۵۶۶
 نقود میں خلاف جنس تفاضل جائز ہونے سے
 مسئلہ کی تائید۔ ۵۶۵
 فیس منی آرڈر کے اجرت اجارہ ہونے پر ۵۶۵

- ۵۶۸ تحقیق مزید۔
- ۵۶۸ اصل رقم تلف ہونے سے تاوان لازم ہوتا ہے۔ اس دلیل پر پہلی تنقید۔
- ۵۶۸ ڈاک خانہ اجیر مشترک ہے اور اجیر مشترک پر ضمان کی شرط لگا دی جائے تو مسئلہ کی تین بلکہ چھ صورتیں ہیں اور سب صحیح و مفتی بہا۔
- ۵۶۸ اجارہ میں بھی مختلف صورتوں میں ضمان واجب دوسری تنقید۔
- ۵۶۸ فقہ کی تین کتابوں سے اشکال ستہ کا بیان ان کا حکم اور اس کے قائلین کی تفصیل۔
- ۵۶۸ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اجارہ میں ضمان مطلقاً واجب نہیں ہوتی تب طلب زمان کی قید لگانے سے اجارہ قرض سے کیوں بدل جائے گا۔
- ۵۶۸ مصنف کے نزدیک اس قول کی ترجیح کہ اجیر صالح ہو تو ضمان نہیں، مستور الحال ہو تو نصف ساقط اور نصف واجب، اگر امام یہ زمانہ پاتے تو یہی فتویٰ دیتے۔
- ۵۶۸ ایک شبہہ اور اس کا جواب۔
- ۵۶۳ تیسری تنقید۔ ہم اس کو اجارہ محض نہیں قرار دیتے بلکہ قرض بھی مانتے ہیں، تو یہ ضمان قرض ہونے کی وجہ سے اور فیس اجارہ ہونے کی وجہ سے۔
- ۵۶۴ آن چار اقوال مفتی بہ میں سے دو کی رو سے اجارہ میں ضمان جائز ہے۔
- ۵۶۴ دوسری دلیل۔
- ۵۶۴ منی آرڈر کے معاملہ کو ہندوی پر قیاس کر کے ناجائز قرار دینا ایک نظر فقہی ہوتی۔
- ۵۶۴ اجارہ میں اسی رقم کا مرسل الیہ تک پہنچانا ضروری ہوتا ہے لیکن اس معاملہ میں طرفین میں سے کوئی اسے ضروری نہیں سمجھتا۔
- ۵۶۵ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ہندوی والوں کی کوٹھیاں اجارہ روپہ پہنچانے کیلئے نہیں جبکہ ڈاکخانہ کی وضع اسی کے لئے ہے۔
- ۵۶۴ اس دلیل پر منطقی تنقید۔ عقد میں جو چیز لازم ہو اگر عاقدین اس کو اپنے ذہن میں لازم نہ سمجھیں، یا اس پر عمل نہ کریں تو وہ عتد مرتفع نہیں ہوتا۔
- ۵۶۴ شرط فاسد کی وجہ سے فیس منی آرڈر کے عدم جواز کا شبہہ اور اس کا جواب۔
- ۵۶۴ شرط فاسد کے مفسد اجارہ ہونے پر چند بحثیں۔
- ۵۶۶ پہلی بحث۔
- ۵۶۶ شرط فاسد کہ بیع میں ہے، ہمارے ائمہ نے اجارہ کو اس پر قیاس کیا۔
- ۵۶۴ حدیث شرط پر امام اعظم کی وجہ سے ابن قطن نے دلیل مفید مدعا نہیں۔

- کی جرح اور اس جرح پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی
کڑی تنقید۔
- ۵۷۷ بھی محال کی طرح ہے۔
- ۵۷۸ بیع میں بشرط فاسد سے بیع فاسد ہونے کی
بات اس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ ایسی
شرط لگانا معہود نہ ہو۔
- ۵۷۹ فواتح الرحموت سے اس کی نقل۔
- ۵۸۰ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ علماء نے کسی
مسئلہ میں عرف کا لحاظ کرنے کے لئے پورے
عالم اسلام کے عرف کی تحقیق کی ہو۔
- ۵۸۱ اس امر میں علماء کی تصریح موجود ہے کہ ہر بلاد
کے اکثر عام مسلمانوں کا عرف وہاں حکم لگانے
کے لئے کافی ہے۔
- ۵۸۲ ابن ہمام، جہادی، خلاصہ، شامی، ظہیریہ ،
ہندیہ اور ابن نجیم کے حوالے۔
- ۵۹۱ اس امر کی مزید وضاحت کہ عرف سے مراد
ہر علاقہ کے اکثر اہل اسلام کا عرف ہے۔
- ۵۹۲ عرف چار قسم کا ہوتا ہے:
- ۵۹۲ (۱) عہد رسول کا عرف نص رسول کے حکم میں ہے
کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ہے۔
- ۵۹۲ اور نص مقدم کی ناسخ ہے۔
- ۵۹۲ فصول بدائع سے اس امر کی تائید
- ۵۹۳ تقریر رسول کی چار قسمیں ہیں ان میں سے دو
نص مقدم کی ناسخ ہیں۔
- ۵۹۸ شرح در، حاشیہ مختصر الاصول سے تائید۔
- ۵۹۳ (۲) عرف محیط اجتماعی، یہ اجماع کے حکم میں ہے
- ۵۸۱ آن تیس کتابوں کا نام جن سے عبارتیں
نقل کیں۔
- ۵۸۱ آن تیس امور کی فہرست جن میں خلاف قیاس
عرف کا اعتبار کیا گیا۔
- ۵۹۲ مزید ایسے امور کا اضافہ من جانب مصنف
جو قیاس کے خلاف عرف سے جائز ہوئے۔
- ۵۹۲ تیسری بحث
- ۵۹۲ کیا وہ عرف سارے جہان کے مسلمانوں کا
ہونا ضروری ہے یا نہیں۔
- ۵۹۳ اصول ابن ہمام اور بحر الرائق سے حوالہ۔
- ۵۹۴ جن مسائل میں علماء نے عرف کا لحاظ کیا انہیں
میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے
عالم اسلام کا عرف نہ تھا۔

۶۰۶	مصنف کی خصوصیت ہے۔	۵۹۹	یہ خیر احاد پر مقدم ہے۔
۶۰۶	علامہ شامی کے رسالہ نشر العرف نے مسئلہ کو	۵۹۹	اجماع کو خود تو ناسخ نہیں کہتے، لیکن یہ نص ناسخ
۶۰۶	اس طرح منضبط نہیں کیا ہے مگر اسی رسالہ	۵۹۹	کو ظاہر کرتا ہے۔
۶۰۶	کے مطالعہ کی برکت سے یہ مسائل مصنف پر	۵۹۹	مسلم اور فوائح الرحموت سے مسئلہ کی تائید
۶۰۶	منکشف ہوئے۔	۵۹۹	(۳) عرف اکثر مسلمین جملہ بلاد عالم، یہ بھی
۶۰۶	جمیل اور بینہ کا ذکر۔	۵۹۹	حجت تام ہے۔
	کتاب الاکراہ	۵۹۹	ان احادیث کا بیان جن میں ایسے عرف کی
	اکراہ معتبر عند الشرع اور غیر معتبر کی تعریف اور	۶۰۰	حجت کا ثبوت ہے۔
۶۰۹	بیان احکام۔	۶۰۰	تیسرا عرف بھی حکم میں پہلے دونوں عرفوں کی طرح ہے
۶۰۹	زہرمن کی حوالگی کے بارے ثبوت سے سوال۔	۶۰۰	ایسے متعدد مسائل سے اپنے قول کی تائید
۶۰۹	جلس و قتل کے داب سے بیع کی توبیح مکروہ ہے	۶۰۲	(۴) یہ وہ عرف ہے جس میں ہماری بحث ہے،
۶۰۹	اور فاسد ہے۔	۶۰۲	یہ نص کے مقابل نہیں ہو سکتا، نص کو اس سے
۶۱۰	قتل کی تحویف اعلیٰ درجہ کا اکراہ ہے۔	۶۰۲	محدود کر سکتے ہیں، اور قیاس پر قاضی ہے۔
۶۱۰	جلس مدید بھی اکراہ میں داخل ہے۔	۶۰۲	اشباہ، قدوری، ہدایہ، کفایہ، غایۃ البیان،
۶۱۰	بیع و شرار و اجارہ و فسخ میں اکراہ طبعی و غیر طبعی	۶۰۳	فتاویٰ صغریٰ کی نصوص و مسائل مختلفہ سے
۶۱۰	دونوں رضا کو معدوم کر دیتے ہیں۔	۶۰۳	ثبوت۔
۶۱۰	مگرہ کو فسخ یا امضار کا اختیار ہوگا۔	۶۰۶	عرف خاص کہ صرف ایک دو شہر کا عرف ہوا
۶۱۰	زہر دستی گھر روک کر عورت سے مہر معاف	۶۰۶	اور عرف نادر کہ معدومین کا عرف ہو یہ نامعتبر
۶۱۰	کرالیا تو معافی باطل ہے۔	۶۰۶	اور قیاس کے مقابل نہیں۔
۶۱۰	بیع و شرار و اجارہ اقرار کے حکم میں ہے اور	۶۰۶	صورت حکم بتانے کے لئے جس میں کسی منصوص
۶۱۰	باپ کی کوئی خصوصیت نہیں جو منع کی طاقت	۶۰۶	یا متعین کی مخالفت نہ ہو عرف مقبول ہے۔
۶۱۰	رکھے سب کا یہی حکم ہے۔	۶۰۶	اعیان، نذر، اوقاف، وصایا میں عرف سے
۶۱۱	مسئلہ مذکورہ میں خیر یہ، خلاصہ، بزاز یہ اور	۶۰۶	مراد یہ ہی عرف ہے۔
۶۱۱	تاتار خانہ کا حوالہ۔	۶۰۶	مصنف کی یہ تحقیق تمام کلمات علماء کی جامع اور
			ان کا خلاصہ ہے، اور اس کا پوری طرح بیان

تحقیق اکراہ کے لئے صورت اکراہ وقت فعل موجب ہونا ضروری نہیں بلکہ تہدید سابق و اندیشہ لاحق اور مکروہ اور مکروہ کے قابو میں ہونا کافی ہے خیر یہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔

مکروہ کے قابو سے نکل گیا ہو تو صرف اس اندیشہ سے آئندہ قابو پاسکتا ہے اکراہ نہیں مانا جائیگا۔ رجسٹری آفس میں زرِ ثمن نہ دیا گیا ہو تو مشتری کے ذمہ حوالگی ثمن کا بارِ ثبوت ہے۔

حجت شرعیہ تین ہیں: گواہی، اقرار، انکار۔ مکروہ کا اقرار باطل ہے۔

اگر اقرار اور عتہ شہادت شرعیہ سے ثابت ہو تو قبالہ کی تقریر بحالتِ صحت نفس و ثبات عقل غیر معتبر ہے۔

کتاب الحجر

ایسی عورت جس پر کبھی کبھی جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ معتوہ ہے۔

عورت معتوہ تبرعات جیسے ہبہ و غنیمہ کی اہلیت نہیں رکھتی اور کسی امر میں اس کی شہادت مقبول نہیں۔

افاقہ کا وقت معلوم نہ ہو تو یہ احکام دائمی ہیں صرف باتوں سے افاقہ کا پتہ نہیں چلتا ہے۔

افاقہ کا وقت معلوم ہے تو اس وقت اس کا حکم عقلا رکاز ہے۔

در مختار، شامی، عالمگیری، طحاوی کی عبارات

فالج زدہ کو جبکہ وہ شطرنج کھیلتے مجنون کہا جاسکتا ہے یا نہیں، اور ایسے شخص کے تصرفات سے سوال۔

۶۱۸

۶۱۲ فالج دماغی مرض ہے مگر اس کو جنون لازم نہیں۔

۶۱۸

۶۱۲ تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر یہ مرض سال بھر ممتد ہو تو مریض کا حکم تندرستوں کا ہے، اور اس کے تمام تصرفات نافذ ہیں۔

۶۱۸

۶۱۳ شطرنج وغیرہ کھیلنا اختلالِ عقل نہیں بلکہ یہ مسلم الحواسی کا کام ہے۔

۶۱۸

۶۱۳ شطرنج کھیلنا شانِ علم کے لائق نہیں، اور کسی کے ارتکاب گناہ کی وجہ سے شرعاً اس کے تصرفات باطل نہیں ہوتے۔

۶۱۸

۶۱۳ امام شعبی شطرنج کھیلتے تھے مگر کوئی انھیں مجبوظ الحواس نہیں کہتا۔

۶۱۸

۶۱۸ جاہلوں کو عالموں پر طعن و تشنیع روا نہیں۔

۶۱۸

۶۱۵ ایک ایسے شخص سے سوال جو چار سال سے مرضِ فالج میں مبتلا ہے پہلے تمام اعضاء و حواس پر آفت تھی، پھر ہاتھ کھلے پھر پاؤں پھر زبان، اسی حالت میں حج کیا اور تمام تصرفات کرتے ہیں۔ اس دوران دو تین دفعہ غفلت اور بخود بھی طاری ہوئی۔

۶۱۹

۶۱۵

۶۱۶

۶۱۶

۶۱۹

۶۱۶

- ۶۲۵ جبکہ اوقات افاقہ معروف ہوں۔
- ۶۲۰ سوال میں دائمی مسلوب الحواس بتایا گیا اور مہر مثل سے زائد باندھا گیا، اس کے صحت کی کوئی صورت نہیں، راستا باطل ہے۔ ۶۲۵
- ۶۲۰ اگر لڑکا کلی مجبوط الحواس نہ ہوتا تب بھی یہ نکاح باطل ہوتا کہ غبن فاحش کے ساتھ نکاح صرف اب وجد کا حق ہے۔ ۶۲۵
- ۶۲۱ ایسا عقد فضولی جس کا وقت عقد کوئی حبز کرنے والا نہ ہو باطل ہے۔ ۶۲۶
- ۶۲۶ غبن فاحش کے ساتھ بیع کا بھی یہی حکم ہے۔
- ۶۲۲ ماں کی موت کی صورت میں صغیر مجبور کی ولایت کا سوال۔ ۶۲۶
- ۶۲۲ سات سال سے زائد عمر کا بچہ باپ کے پاس رہے گا اور اس کو جو ترکہ ماں سے ملا اس میں تصرف کا اختیار بھی اس کے باپ ہی کو رہے گا جو حصہ متوفیہ کے والدین کو ملا ان کے تصرف میں رہے گا۔ ۶۲۷
- ۶۲۳ مجبوط الحواس چچا کی ولایت اس کے ماموں کو حاصل ہے یا بھتیجے کو۔ ۶۲۸
- ۶۲۸ جب مجبور واپانج بھائی ہے تو اس کو، ورنہ بھتیجے کو ولایت حاصل ہوگی، ماموں کو ولایت کا کوئی حق نہیں۔ یہ ولایت نکاح کا بیان ہوا۔ ۶۲۹
- ۶۲۳ ولایت مال باپ کے وصی وہ نہ ہو تو وصی کے وصی کو حاصل ہوگی۔ ۶۲۹
- ۶۲۴ وہ بھی نہ ہو تو دادا کو، پھر اسی کے وصی، پھر
- بے تکا ہونا داخل ہیں، ایسے شخص سے شرعی تکالیف مرتفع ہو جاتی ہے۔
- مذکورہ بالا امور نہ ہوں تو شرعاً مسلوب الحواسی ثابت نہیں اور نادر کا اعتبار نہیں۔
- مدہوش کے لئے اکثر حال اقوال و افعال میں اختلال ضروری ہے۔
- حضرت ہشام کلبی کے تین نوادر کا ذکر۔
- اپنی عورت کے ساتھ زیادتی کی بنیاد پر شوہر مجبور ہو سکتا ہے یا نہیں۔
- یہ ظلم ہے مگر ظالم پر امام اعظم کے مسلک میں حجر نہیں۔
- ایسے شخص کے حجر میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے۔
- عصبہ نہ ہو تو ولایت کس کو حاصل ہے۔
- ولایت نکاح صرف ماں کو حاصل ہے، ماں پر کسی کو ولایت نہیں، یہ صرف ولی کو حاصل ہے اور کوئی ولی بھی نہ ہو تو دادا پر دادا بھی نہ ہو تو حاکم اسلام۔
- بے عقل کے تصرفات راستا باطل ہیں۔
- جس کو قدرے تمیز حاصل ہو یا مسلوب الحواسی دائمی نہ ہو تو اس کے ایسے تصرفات جس میں نفع و ضرر دونوں کا احتمال ہو، ولی کی اجازت پر موقوف رہیں گے۔
- حاشیہ طحاوی سے مسائل بالا کے نصوص۔
- حالت افاقہ کے تصرفات مثل تصرفات عقلار ہیں

- ۶۳۳ بلا اجازت دیگر ورثہ بیع نافذ نہیں۔
- ۶۳۴ نیلام شدہ مکان کی ملکیت کا سوال۔
- ۶۲۹ اگر نیلام شدہ مکان کی قیمت سے ایک پیسہ بھی مالکوں نے لے لیا ہو تو مکان نیلام لینے والے کا ہو گیا اور نہ مکان شرعاً اصل مالکوں کی ملک ہے۔
- ۶۳۲ مجنون کی تعریف، مجنون کے احکام، مجنون کی ولایت، مجنون و صبی کے فرق، اور حالت جنون کی طلاق سے سوال۔
- ۶۳۴ مجنون کی شریعت میں کوئی علیحدہ تعریف نہیں، مجنون وہی ہے جس کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہیں۔
- ۶۳۵ مجنون کی ولایت عصبہ کو علی ترتیب الارث والجب ہے۔
- ۶۳۲ سات آدمیوں کو مال کی ولایت حاصل ہے۔
- ۶۳۵ مجنون و صبی غیر عاقل کا ایک حکم ہے۔ صبی عاقل کا حکم علیحدہ ہے۔
- ۶۳۲ مجنون کی طلاق کسی حال میں واقع نہیں ہوتی۔ غیر صحیح الحواس کی غبن فاحش کے ساتھ کی ہوئی بیع کا سوال۔
- ۶۳۵ معتوہ کی بیع بے اجازت ولی جائز نہیں، اور غبن فاحش کے ساتھ مطلقاً باطل ہے۔
- ۶۳۶ معتوہ ماذون کی بیع جائز ہے۔
- ۶۳۸ طلاق صبی سے متعلق سوال۔
- ۶۳۲ صبی کی طلاق نہ خود واقع ہوتی ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے۔
- ۶۳۳ وصی کے وصی کو، اور کسی کو مال کی ولایت نہیں پہنچتی۔
- ۶۲۹ بلوغ کی حد سے سوال۔
- ۶۲۹ لڑکے میں ۱۲ برس اور لڑکی میں ۹ برس، سوتے وقت احتلام ہونا، انزال، لڑکی میں حیض یا حاملہ ہونا، یا جماع سے لڑکے کا حاملہ کرنا، یہ سب بلوغ کی قطعی علامتیں ہیں۔
- ۶۳۰ آثار بلوغ کے بغیر بھی اگر وہ اپنے کو بالغ کہیں اور ظاہران کی تکذیب نہ کرے تو بالغ ہیں۔
- ۶۳۰ ڈاڑھی مونچھ نکلنے اور پستان کے ابھار کا اعتبار نہیں۔
- ۶۳۰ درمختار، شامی اور عالمگیری سے مسئلہ کا حوالہ زید حالت صحت میں تبرعاً سکونت کے لئے مکان دینے کے بعد مجنون ہو گیا تو کیا حکم ہے۔
- ۶۳۲ زید کے پاگل ہوتے ہی تبرع ختم، مکان زید کے ورثہ کو واپس کرے یا معقول کرایہ دے۔
- ۶۳۲ لڑکی کا کوئی اور ولی نہ ہو تو چچا ولی ہے، لیکن اس کی بدلتی ثابت ہو تو ماں اس کا نکاح کر سکتی ہے۔
- ۶۳۲ ایسا مریض جس کے ہلاکت کا خوف غالب تھا بیع نامہ کے بعد چوتھے روز مر گیا، یہ تحریر مرض الموت کی ہے یا صحت کی۔
- ۶۳۲ مریض مزمن ہو جائے اور خوف ہلاکت نہ رہے تو مرض الموت نہیں۔
- ۶۳۲ مریض الموت میں کسی ایک وارث کے ہاتھ

۶۴۴ کی تنقید اور تطبیق۔

غصب اور چند حرام اموال کے بارے میں یہ اختلاف کہ کب وہ غاصب وغیرہ کے لئے حلال

۶۴۵ اور کب حرام ہیں۔

سود، چوری، غصب اور جوئے کا روپیہ مطلقاً حرام قطعی ہے۔

۶۴۶

آجکل کی وکالت اور نوکری جس میں ناجائز کام کا ارتکاب کرنا پڑے اور معصیت کی اجرت

۶۴۶ حرام قطعی ہے۔

بے ضرورت سود دینا حرام ہے لیکن قرض

۶۴۶ جو لیا حلال اور اس سے جو منافع کمایا حلال ہے

حرام مال سے خریدی ہوئی چیزوں کی چھ شکلوں کا بیان اور ان سب کا حکم۔

۶۴۷ شامی سے مسئلہ کا جزئیہ۔

مذکورہ بالا صورتوں میں جن جن صورتوں میں خریدی ہوئی چیزیں حرام ہوں ان کا بسم اللہ

۶۴۹ پڑھ کر کھانا برا ہے کفر نہیں۔

ان چیزوں کی حرمت ضروریات دین سے نہیں۔

۶۴۹ فتاویٰ علامہ طبری اور شرح فقہ اکبر سے حوالہ

حرام مال کو صدقہ کر کے امیدِ ثواب رکھنی بھی مطلقاً کفر نہیں۔

۶۴۹

مانگ تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو صدقہ باعث

۶۴۹ اجر ہے۔

شرح فقہ اکبر سے مسئلہ کی سند۔

۶۵۰

بضرورت طلاق صبی کی صرف دو صورت ہے؛

(۱) عورت اسلام لائی، صبی عاقل پر اسلام پیش کیا گیا اس نے انکار کیا، قاضی نے تفریق

کی، یہ شرعاً طلاق ہے۔

(۲) صبی آلہ بریدہ تھا، عورت نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا اس نے تفریق کی، یہ بھی شرعاً طلاق ہے

ایک تیسری صورت کہ صبی عاقل مرتد ہو گیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، یہ بعض کے نزدیک

ایک طلاق اور صحیح یہ کہ فسخ ہے۔

اشباہ سے مسائل کے نصوص۔

زید نے مٹکے کے کسی رہنے والے کو ہر سال تیس روپے کی سبیل پلانے کا وکیل بنایا اور کئی سالوں

کا بقایا چھوڑ کر مر گیا، ورثہ پر اس کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں۔

کتاب الغصب

لڑکے کی کمائی والد نے امانت کہہ کر رکھی اور اپنے مصارف میں خرچ کر دی تو تاوان دینا

ہوگا، اور لڑکے کی رضامندی تو گنہگار بھی ہوا۔ آیت قرآنی سے مسئلہ پر استدلال۔

حدیث انت و مالک لابیك کی تاویل۔ فتح القدر سے مسئلہ کا جزئیہ۔

مسئلہ کا ایک استثناء، باپ محتاج ہو اور بیٹا غنی تو لڑکے کے مال سے بقدر نفقہ بے اطلاع

و رضالے سکتا ہے۔

اصحابِ بنی اربعہ اور حاکم کی مروی ایک حدیث

- ۶۵۶ صرف کرنے کا سوال۔
- ۶۵۰ حرام مال سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی بلکہ کل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔
- ۶۵۶ کو واپس کرنا ضروری ہے۔
- ۶۵۷ ایسے مال سے نیاز بزرگاں بھی جائز نہیں۔
- ۶۵۸ مسئلہ پر مصنف کا استدلال۔
- ۶۵۱ عقد و نفعہ کے مال حرام میں جمع ہونے کی صورت جوئے کا مال اپنی ضروریات میں صرف کیا۔ اب کیا کرے۔
- ۶۵۱ باعث اجر و ثواب ہے۔
- ۶۵۱ تفصیل مزید، ایسے مال کو کب اور کس نیت سے خیرات کرنا بلکہ بعض صورتوں میں کفر اور کب کیا کرے۔
- ۶۵۸ یہ تفصیل اس تحریر کا خاصہ ہے۔
- ۶۵۸ اس مال سے حج کرنا ناجائز و گناہ لیکن کر لیا تو قرض ذمہ سے اتر گیا، مگر ثواب نہ ملے گا۔
- ۶۵۸ شامی سے جزئیہ کی تصریح۔
- ۶۵۲ ان اموال کو بدل کر یعنی قرض لے کر اس سے امور خیر کر لیا اور یہ اموال قرض میں ادا کر دیا تو اب یہ امور جائز اور باعث ثواب ہوں گے۔
- ۶۵۳ اس مال کو ناجائز لینے اور مالک کو واپس نہ کر کے قرض ادا کرنے کا گناہ اس پر علیحدہ ہوگا۔
- ۶۵۳ عالمگیری میں مذکور اس حیلہ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب۔
- ۶۵۴ زید کے ٹھیکیدار بکر نے عمر کی جائداد کے محاصل زبردستی وصول کئے، عمر کو کس سے مطالبہ کا حق ہے۔
- ۶۵۵ بکر کا آسامیوں سے وہ محاصل وصول کرنا ظلم ہے مگر عمر کا مطالبہ نہ زید پر ہے نہ بکر پر
- کسبِ زنا و سود وغیرہ کے مال سے چٹائی، لوٹا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھنا حلال ہے یا حرام۔ عقد و نفعہ مال حرام میں جمع ہوں تو خریدی ہوئی شئی حرام ہے ورنہ امام کرخی کے قول کے مطابق حلال ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔
- ۶۵۱ عقد و نفعہ کے مال حرام میں جمع ہونے کی صورت جوئے کا مال اپنی ضروریات میں صرف کیا۔ اب کیا کرے۔
- توبہ کی ترکیب، جس کا جتنا مال ہے واپس کرے اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کے ورثہ کو دے، وہ بھی نہ ہو سکے تو مال والوں کی طرف سے محتاجوں کو دے دے۔
- عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ اور مسئلہ کی مزید توضیح۔
- مکر و حیلہ سے لوگوں کا مال لینا یا غصب ہو گا یا رشوت، اور دونوں حرام ہے۔
- مخلوق خدا کو ڈرانا یا اس کا انتظام اور حیلہ کرنا بھی حرام ہے۔
- دھوبی نے کپڑا بدل دیا، جان کر لیا تو لینا حرام، اور لاعلمی میں لیا تو استعمال حرام۔
- خانہ، ہندیہ، بزازیہ اور قرآن و حدیث سے مسئلہ کا ثبوت۔
- مسئلہ کے ایک استثناء کی تاویل۔
- حرام مال کی زکوٰۃ ادا کرنے اور اسے امور خیر میں

- ۶۶۲ نہ آسامیوں پر ہے۔
 زید کی پرتی زمین میں بکرنے درخت لگائے،
 ان کا مالک کون ہوگا۔
- ۶۶۳ زید کا مطالبہ بکر پر تھا، زید مر گیا، مطالبہ
 ادا نہ ہوا، پھر زید کا وارث بھی قضا کر لیا، پھر
 بکر بھی مطالبہ ادا کئے بغیر مر گیا۔ آخرت میں مطالبہ
 معاف کرنے کا حق کس کو ہے۔
- ۶۶۴ مظلوم کا ظالم پر دو طرح کا مطالبہ ہوتا ہے،
 ایک مطالبہ ظلم اور ایک مطالبہ مال اول کا
 حق ہر حال میں مظلوم کو ہے، اور ثانی اگر مردہ
 ہو گیا ہو تو آخرت میں اس کے معافی کا حق
 بھی مظلوم کو ہی ہے کہ مطالبہ مردہ میں وراثت
 نہیں چلتی ورنہ مطالبہ مال کا حق لڑ کے کو ہے
- ۶۶۵ ہندیہ، خانہ وغیرہ سے مسئلہ کا جزئیہ
 مصنف کا خانہ کی عبارت سے ایک فقہی
 استنباط کہ لا وارث مال کا بیت المال وارث
 نہیں بلکہ وہ فی مسلمین ہے۔
- ۶۶۶ کسی کی زمین پر قبضہ کرنے اور مظلوم کو مارنے
 سے سوال۔
- ۶۶۷ حدیث شریف سے زمین غصب کرنے اور
 مسلمانوں کو ایذا دینے کی وعیدیں، ایسے
 لوگوں اور ان کے معاونین کا حکم۔
- ۶۶۸ ترکہ کے جز حصہ پر قبضہ اور اسکی عدم ادائیگی
 کے لئے چوری ہو جانے کے عذر کا سوال۔
- ۶۶۹ صورتِ مسئلہ میں ترکہ کی رقم واجب الادا ہے
 اور چوری کا عذر نامسموع۔
- ۶۷۰ ورثہ کی شرکت شرکتِ ملک ہوتی ہے اور
 ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی بلا سبب
- ۶۷۱ اگر لگائے وقت بکر نے زید سے کہا میں اپنے
 لئے لگاتا ہوں، زید کی اجازت کے خلاف تو
 یہ غصب ہوا، اس کا حکم ہوگا کہ اپنا درخت
 اکھاڑے، یہی حکم اس صورت کا ہے کہ
 بلا اذن لگایا ہو، ہاں یہ کہہ کر لگایا ہو کہ زید
 کے لئے لگاتا ہوں، تو زید کا ہوگا۔
- ۶۷۲ مسجد کی زمین غصب کرنے والا شخص فاسق،
 فاجر، ظالم ہے۔
- ۶۷۳ اس کی وعید میں بخاری، مسلم، احمد و طبرانی
 کی چار حدیثیں اور سب کی نفیس وضاحت۔
- ۶۷۴ تعزیر بالمال کا سوال۔
- ۶۷۵ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور تعزیر حاکم کا کام
 ہے عوام کا نہیں۔ جرمانہ واپس کرنے کے بعد
 اپنی طرف سے مالک مسجد کو دے دے تو
 یہ جائز ہے۔
- ۶۷۶ دوسرے کی چیز بے اجازت اٹھا کر رکھ لینے
 سے وہ ضائع ہوگئی تو ضائع کرنے والے پر
 تاوان ہوگا۔

- ۶۶۱ ایک کو دوسرے حصہ پر قبضہ کا حق نہیں۔
صورتِ مستولہ میں بے اذن قبضہ غصب جس
کے ہلاک پرتاوان اور ابتر قبضہ باذن
ہو، تو بعد طلب عدم ادائیگی تعدی اور
تلف پرتاوان۔
- ۶۶۲ شکل ثانی پر جرم غصب عائد نہ ہونے سے
اعتراض اور اس کا جواب، اور فتح اللہ المعین
ہندیہ اور تاتارخانیہ سے جواب کی تائید۔
- ۶۶۳ ترکہ پر بزور قبضہ غصب ہے یا نہیں، ایسا
مال مستحقین کو نہ دے کر دوسروں کو کھلانے
اور کھانے والوں کا کیا حکم ہے، اور غصب کو
چالاکی سمجھنے والوں پر کیا تعزیر ہے۔
- ۶۶۴ صورتِ مستولہ میں ضرور جرم غصب عائد ہے
ایسے مال کا کھانا کھلانا ضرور حرام اور باعثِ
عذابِ جہنم ہے۔
- ۶۶۵ غصب کو حلال سمجھنا کفر ہے۔
- ۶۶۶ اگر دیگر ورثہ کی اجازت سے پورے ترکہ پر
قبضہ ہے، اور سب کے اخراجات کی
ادائیگی اور فاضل کی حفاظت پر بھی ان کی رضایہ
تو غصب نہیں۔
- ۶۶۷ اگر دیگر ورثہ کی اجازت نہ ہو اور اپنے تصرفات
بھی ناحق کرتا ہو تو غاصب ہے مگر کافر نہیں
کہ ضرورتِ دینی کا انکار کفر ہے۔
- ۶۶۸ پہلی صورت میں اس کی دعوت میں توجیح نہیں،
اور دوسری صورت میں اس کی دعوت منع ہے،
- ۶۶۶ مگر یہ کہ اپنی ذاتی آمدنی سے کرے۔
مسجد کی چٹائی قبر میں لگا دینے والا شخص خاص
اللہ تعالیٰ کا مجرم اور گنہگار ہے، صدق دل سے
توبہ اور ایسی ہی چٹائی مسجد میں دینا، اور فقرا
ومساکین کی مواساة اس کا کفارہ ہے۔
- ۶۶۷ دو بھائی باہم شرکت میں کام کرتے تھے، مال
موروثی اور کمائی کا دونوں تھا، ایک بھائی
مرگیا، دوسرا برس با برس جائداد پر قابض رہا۔
مرنے والے نے ورثہ اور قرض دونوں چھوڑا۔
تقسیم کیسے ہو اور قرض کا کیا حکم ہے۔
- ۶۶۸ دونوں بھائیوں کی مشترکہ زمین سے جو منافع
زندہ بھائی نے کمایا اس کے تادان میں
متوفی کی نابالغ لڑکیوں کے حصہ کا، عہد
نابالغیت تک کا کرایہ ادا کرے جبکہ قرض ترکہ
سے کم ہو۔ اور بقیہ وارثوں کے حصہ سے جو
کمایا صدقہ کرے۔
- ۶۶۹ والد کے ترکہ میں ایک بھائی کے ناحباز
تقسیم و تصرف اور قبضہ سے سوال۔
- ۶۷۰ فاسقوں کے احکام اور وعیدیں۔
- ۶۷۱ دوسرے کی دیوار پر کڑی رکھنا اگر بے اجازت
ہو تو غصب ہے۔ اور پہلے مالک نے
اجازت دی تھی اور موجودہ مالک اجازت نہیں
دیتا تو اب ہٹانا ضروری ہے۔
- ۶۷۲ غیر کی تقریباً ڈیڑھ گزہ زمین غصب کر لی منسوب
نے اپنی زمین بیچ ڈالی غاصب کس کا جوابدہ ہے

- ۶۸۶ مالک کا یا مالک ثانی کا۔
- ۶۸۲ زید کی دیوار میں عمر کا طاق قدیم ایام سے تھا اور دو کڑیاں بھی اس کی دیوار پر تھیں۔ طاق زید نے بند کر دیا اور عمر کی دیوار میں دو الماری اور آتش خانہ بنو الیا، اور کہتا ہے کہ کڑیاں ہٹا لو تو میں یہ چیزیں ہٹا لوں گا بلکہ دیوار بھی بڑھالی ہے، کیا حکم ہے۔
- ۶۸۶ فعل کے صدور میں جب کسی فاعل مختار کا فعل درمیان میں آجائے تو پہلے کی نسبت منقطع ہو کر دوسرے کے ساتھ قائم ہو جائے گی۔
- ۶۸۶ چندہ امر مستحب ہے اس پر جبر نہیں ہو سکتا۔
- ۶۸۶ متبرع پر جبر نہیں۔
- ۶۸۳ وعدہ کرنیوالے پر ابقائے عہد کے لئے جبر نہیں۔
- ۶۸۶ تطوع کرنے کی فضیلت۔
- ۶۸۳ غیر مسلم کا مال زبردستی کھانے کے متعلق سوال جواب۔
- ۶۸۶ زید نے اپنی جائداد کا جز حصہ بعوض مہر زوجہ کفو کے نام کیا، پھر میاں بیوی دونوں کی رضا سے وہ حصہ زوجہ کی اولاد کے نام لکھا گیا قابض اس پر دوسری غیر کفو بیوی کی اولاد ہے یہ غصب اور ظلم ہے اور ان کا اس جائداد میں کوئی حصہ نہیں۔
- ۶۸۴ شرکت کی چیز استعمال سے ضائع ہو جائے تو کس پر تاوان ہے۔
- ۶۸۵ مغضوب منہ غاصب کا مال پائے تو اپنے حق میں اس پر قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۶۸۹ امام حجرہ میں سامان بند کر کے گیا، کچھ لوگ کمرہ کھول کر اسباب اپنے استعمال میں لائے اگر وہ امام کا ذاتی سامان ہو تو یہ تصرفات حرام ہیں، اور مسجد کا سامان بھی ہو مگر امام
- ۶۸۲ مالک کی دیوار میں عمر کا طاق قدیم ایام سے تھا اور دو کڑیاں بھی اس کی دیوار پر تھیں۔ طاق زید نے بند کر دیا اور عمر کی دیوار میں دو الماری اور آتش خانہ بنو الیا، اور کہتا ہے کہ کڑیاں ہٹا لو تو میں یہ چیزیں ہٹا لوں گا بلکہ دیوار بھی بڑھالی ہے، کیا حکم ہے۔
- ۶۸۳ عاریت کی چیز کو ہر وقت واپس لینے کا حق عاریت دینے والے کو حاصل ہے۔
- ۶۸۳ عالمگیری سے جزئیہ۔
- ۶۸۶ مغضوب منہ کے وارثوں کو یہ حق حاصل ہے کہ غاصب کے وارثوں سے زمین مغضوبہ کا جو حصہ موجود ہے وہ اور بیعہ کی جو قیمت روز غصب تھی اس کا تاوان، اور زمین کرایہ پر چلنے کیلئے تھی تو موجودہ کے آج تک کے اور بیعہ کے روز بیع تک کے محاصل غاصب کی جائداد سے وصول کریں۔ ورنہ غاصب کو اس سے منع کرنا حرام ہے۔
- ۶۸۵ عالمگیری سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۶۸۶ چندہ وصول کرنے والے کی مستی سے چیک کیش نہ ہو سکا اور بینک دیوالیہ ہو گیا، تو اس رقم کا ذمہ دار کون ہے، مالک کہ چندہ وصول کرنے والا۔
- ۶۸۶ دیوالیہ بننا بینک والوں کا ظلم ہے۔
- ۶۸۶ سبب اور مباشر جمع ہوں تو نسبت مباشر کی

- ۶۹۰ کے لئے تھا تو بھی اس میں یہ تصرفات حرام ہونگے۔
- ۶۸۹ کتب خانہ کے ملازم نے کچھ کتابیں نذر کیں، بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے کتب خانہ کی کتابیں دی ہیں، تو وہ کتابیں اپنے پاس نہ رکھی جائیں، دینے والے کو واپس کر دی جائیں، شبہہ کے بعد احتیاط بچنے میں ہے۔
- ۶۹۱ غاصب الغاصب نے چیز غاصب کو واپس کر دی ذمہ سے بری ہو گیا۔
- ۶۹۰ عامۃ الورد جگہ مثلاً سرائے سے کسی مسافر کا سامان گم ہو گیا سرائے کے مالک پر تاوان کی ذمہ داری نہیں۔
- ۶۹۲ کسی شخص پر سرقہ کا نادریدہ حکم روا نہیں۔
- ۶۹۰ عامۃ الورد جگہ میں رکھے ہوئے سامان کی ذمہ داری جگہ والے پر نہیں۔
- ۶۹۲ قوم اس روپیہ کا حساب اس خازن سے
- ۶۸۹ جمع شدہ رقم خازن نے بیت المال بنا کر اس سے قرض بانٹنا شروع کیا، کچھ لوگوں نے اس سے قرض لیا اس دوران بیت المال کو چندہ دیا بعد میں پھر بند کر دیا، کیا ایسے خزانہ کا نام بیت المال رکھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔
- ۶۹۰ ایسے بیت المال کے مخالفین کو کلام اللہ کے مخالف کہنا کیسا ہے۔
- ۶۹۰ قوم اس روپیہ کا حساب اس خازن سے

فہرست ضمنی مسائل

آیت قرآنی سے مسئلہ پر استدلال -
مسئلہ کا ایک استثناء -

فوائد تفسیریہ

قرآن میں مہینوں سے مراد شہور ہلا لیبہ ہیں، معالم
اور نسفی سے تائید۔

عقائد و کلام ۴۳۸

فوائد حدیثیہ

حدیث مبارک "کل بینک نحلث مثل
هذا" کا مطلب۔

۴۳۳ جو حقیقی شرک میں مبتلا ہو وہی شرک ہے۔

۴۳۳ بدعت کی تعریف

۲۹۱ حرام مال کو صدقہ کر کے امیدِ ثواب رکھنی بھی مطلقاً

۶۴۹ کفر نہیں۔

۶۴۵ غصب کو حلال سمجھنا کفر ہے۔

اگر دیگر ورثہ کی اجازت نہ ہو اور اپنے تصرفات

۵۹۹ بھی ناحق کرتا ہو تو غاصب ہے مگر کافر نہیں

۶۴۳ کہ ضرورتِ دینی کا انکار کفر ہے۔

امامت

۶۴۳ فاسق کی امامت کو نادرست کہنا صحیح نہیں، ہاں

حدیث مبارک "لو يعطى الناس بد عوتهم"
کی تقریر۔

ان احادیث کا بیان جن میں ایسے عرف کی
حجت کا ثبوت ہے۔

حدیث انت و مالک لابیك کی تاویل۔

اصحابِ سنن اربعہ اور حاکم کی مروی ایک حدیث
کی تنقیہ اور تطبیق۔

اس کی امامت گناہ ہے۔

مرض الموت میں مہر معاف کرنے کے لئے وراثہ کی رضا مندی ضروری ہے، ان کی رضا کے بغیر معاف نہ ہوگا۔

امامت فی سبیل اللہ و بہ اجرت کا سوال۔

امامت دونوں طرح جائز ہے اور افضل اول ہے۔

اجرت تعلیم و امامت کا سوال و جواب۔

زکوٰۃ

حرام مال کی زکوٰۃ ادا کرنے اور اسے امور خیر میں صرف کرنے کا سوال۔

حرام مال سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی بلکہ کل مال کو واپس کرنا ضروری ہے۔

صدقہ و خیرات

حدیث و بقرہ الرائق اور درمختار سے اس بات کا ثبوت کہ غنی کے لئے صدقہ بھی کارِ ثواب ہے

نکاح

عقد نکاح میں ایک شخص طرفین کا متولی ہو سکتا ہے۔

اگر لڑکا کلی مجبوظ الحواس نہ ہوتا تب بھی یہ نکاح باطل ہوتا کہ غبن فاحش کے ساتھ نکاح صرف اب وجد کا حق ہے۔

مہر

مقدار مہر مثل تک کا اقرار مرض الموت میں بھی

صحیح ہے۔ ۲۸۵

ثبوت نکاح سے مہر مثل ثابت ہو جاتا ہے۔ ۹۸

لڑکی کے والد نے مہر معاف کیا تو کب معاف ہوگا اور کب نہیں۔ ۵۰۳

۳۲۶

اپنی زندگی میں لڑکے کو کل جائداد ہبہ کر دی تو عورت کا مہر کس کے ذمہ ہے۔ ۵۰۳

۳۸۳

زبردستی گھر روک کر عورت سے مہر معاف کرایا تو معافی باطل ہے۔ ۶۱۰

۶۱۰

طلاق

مجنون کی طلاق کسی حال میں واقع نہیں ہوتی۔ ۶۳۵

طلاق صبی سے متعلق سوال۔ ۶۳۸

عصبی کی طلاق نہ خود واقع ہوتی ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے۔ ۶۳۹

بضرورت طلاق صبی کی صرف دو صورت ہے:

(۱) عورت اسلام لائی، صبی عاقل پر اسلام پیش کیا گیا اس نے انکار کیا، قاضی نے تفریق کی، یہ شرعاً طلاق ہے۔ ۶۳۹

(۲) صبی آلہ بریدہ تھا، عورت نے قاضی کے یہاں

دعویٰ کیا اس نے تفریق کی، یہ بھی شرعاً طلاق ہے ۶۳۹

ایک تیسری صورت کہ صبی عاقل مرتد ہو گیا اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، یہ بعض کے نزدیک

۶۲۵

ایک طلاق اور صحیح یہ کہ فسخ ہے۔

نقہ

مضارب وطن اصلی میں تجارت کرے تو اخراجات پانے کا مستحق نہیں، وطن اقامت میں عقد مضاربت کی اور وہیں تجارت کرنے لگا، تب بھی سفر حرج نہیں پائے گا، ہاں دوبارہ تجارت کیلئے جائیگا تو پائے گا۔

اخراجات سفر مضارب اپنے پاس سے کرے تو معاوضہ پائے گا، اس صورت میں مضاربت تلف ہو گیا اور اس کا خرچ بھی گیا۔

جائز اخراجات کی تفصیل جو مال مضاربت سے ادا کیا جائے گا۔

محتاج باپ اپنی اولاد کا مال اپنی ضرورت میں خرچ کر سکتا ہے۔

نابالغ کا نفقہ اس کے مال سے ادا کیا جائے اور فقیر باپ بھی بقدر کفایت اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

فقیر میت کا کفن اس کے مالدار وارثوں پر ہوگا۔

باپ محتاج ہو اور بیٹا غنی تو لڑکے کے مال سے بقدر نفقہ بے اطلاع و رضا لے سکتا ہے۔

حضانہ

سات سال سے زائد عمر کا بچہ باپ کے پاس

۶۳۹ رہے گا، اور اس کو جو ترکہ ماں سے ملا اس میں تصرف کا اختیار بھی اس کے باپ ہی کو رہے گا جو حصہ توفیہ کے والدین کو ملا ان کے تصرف میں رہے گا۔

۶۲۷

حدود و تعزیر

۵۰۶ تعزیر مال منسوخ و ممنوع ہے۔

۱۳۹ معدودے چند صورتوں کے علاوہ تعزیر کا

۵۰۶ حق قضی کو ہے عوام کو نہیں۔

۶۶۵ تعزیر بالمال کا سوال۔

۱۴۰ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور تعزیر حاکم کا کام

۱۴۳ ہے عوام کا نہیں، جرمانہ واپس کرنے کے بعد

اپنی طرف سے مالک مسجد کو دے دے

۶۶۶ تو یہ جائز ہے۔

سیر

۴۳۷ علمائے دین کی تحقیر کے احکام۔

۳۳۶ دیوبندی ضرور کافر ہیں لیکن ان کی ہر بات

۴۹۹ غلط نہیں۔

۳۳۶ یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کو باطل

۴۹۹ کہتے ہیں اور دونوں سچ کہتے ہیں۔

شرکت

چند آدمیوں کی مشترک اراضی جن میں ایک نمبر دار ہے، اراضی کی بند و بست اور وصول و تحصیل وہی

کرتا ہے، ایک شخص کو اراضی ایک سال کے لئے کرایہ پر دی، نو ماہ کے بعد کرایہ دار کہتا ہے اراضی میں نے خالی کر دی تین ماہ کا کرایہ مجھ سے نہ لیا جائے اس کی مسافنی کا نمبر دار کو حق ہے یا نہیں۔ زمین کرایہ دار نے با اختیار خود خالی چھوڑی، تو پورے سال کا کرایہ اس کے ذمہ واجب ہے۔

اگر نمبر دار کو شرکار کی طرف سے صرف کرایہ پر دینے کا اختیار دیا گیا ہو تو چھوڑے گا تو دیگر شرکار کا تاوان دے۔

از خود تصرفات یہ خود کرتا ہو تو کرایہ کا مالک یہ خود ہوگا، بقیہ کا حصہ یہ ان کو دے یا فقیروں پر خرچ کرے۔

جتنے دن اور جتنے گھنٹے کام کیا اتنے کی تنخواہ ملے گی جتن کام نہ کیا تنخواہ نہ ملے گی۔

مشترکہ جائداد کے منافع سے سوال۔ بھائیوں میں مشترکہ جائداد تمام بھائیوں کی ہے کوئی ایک بھائی اس کا مالک نہیں ہو سکتا۔

کسی جائداد کے منافع کا کسی ایک بھائی کے کام میں آنا اس جائداد کا ہبہ نہیں۔

جائداد مشترکہ کا ہبہ بلا تقسیم کسی ایک شریک کے حق میں نہیں، ایسی صورت میں موہوب لہ کی موت سے ہبہ باطل ہو جاتا ہے۔

مشترکہ کھیت کرایہ پر دیا گیا سب شرکار کی اجازت سے یا بغیر اجازت۔

بے اجازت تو کرایہ میں سے کرایہ دینے والے

کے حصہ بھراس کی ملک، اور بقیہ ملک خبیث، تو وہ بقیہ حصہ داروں کو دے یا فقرا پر صدقہ کرے، اول افضل ہے۔

۵۱۷

۴۹۹ ورثہ کی شرکت شرکت ملک ہوتی ہے اور ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی، بلا سبب

۶۷۱

۴۹۹ ایک دوسرے حصہ پر قبضہ کا حق نہیں۔

بیوع

۴۹۹ بیع میں ایک شخص عقد کے دونوں طرف کا متولی نہیں ہو سکتا۔

۹۴

۴۹۹ مورث مرض الموت میں اپنی جائداد کسی وارث کے ہاتھ بے اجازت دیگر ورثہ نہ فروخت کر سکتا ہے نہ اس کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔

۱۰۴

۴۹۹ زید نے جو جائداد اپنے نابالغ بچے کے نام سے خریدی اس کا مالک لڑکا ہو گیا تو تصرف باپ کا رہا ہو۔

۱۹۴

۵۱۶ اپنی اولاد کے نام مرض الموت میں ہبہ بالعوض بیع ہے اور ایسی بیع بے اجازت ورثہ باطل ہے

۳۲۶

۵۱۶ نابالغ اولاد کے نام جائداد خریدنے کا سوال۔ نابالغ کے نام سے ایجاب و قبول ہوا تو بیع اس کے نام واقع ہوئی، والد کا زرمن دینا تبرع ہے

۳۲۸

۵۱۶ اگر معاملہ بیع میں بچوں کا نام نہ تھا تو بیع والد کے نام ہوئی، اور لڑکوں کا نام لکھوانا ان کے نام ہبہ ہوا۔

۳۲۹

۵۱۷ لڑکے کے نام مکان بیع کیا تو باپ کو فسخ کا

- اختیار نہیں۔ ۳۳۲
- بخر زمین کی گھاس بیچنا، اگر زمینداروں نے وہ گھاس اگائی اور خود رو کی دیکھ دیکھ اور نگرانی کرائی تو گھاس اس کی اور بیع جائز، ورنہ وہ گھاس سب کیلئے مباح اور جو قیمت لوگوں سے وصول کی واپس کریں۔
- ۶۳۴ کا ہو گیا، ورنہ مکان شرعاً اصل مالکوں کی ملک ہے۔ غیر صحیح الحواس کی غبن فاحش کے ساتھ کی ہوئی بیع کا سوال ۶۳۵
- معتوہ کی بیع بے اجازت ولی جائز نہیں، اور غبن فاحش کے ساتھ مطلقاً باطل ہے۔ ۶۳۶
- معتوہ ماذون کی بیع جائز ہے۔ ۶۳۷
- ۶۳۸ حرام مال سے خریدی ہوئی چیزوں کی چھ شکلوں کا بیان اور ان سب کا حکم۔ ۶۳۹
- سود**
- منافع میں سے ایک آنہ فی روپیہ دینا یہ بھی جائز ہے اور مال مضاربت پر ایک آنہ فی روپیہ دینا سود ہے۔ ۱۵۱
- ۵۳۷ سب رجسٹری میں سود کے قبالہ کی حفاظت بھی داخل بلکہ اغلب ہے اور یہ تعاون علی الاثم ہے۔ ۶۰۶
- ۶۰۹ سود کاروبار میں کھانے والے، کھلانے والے، گواہ اور کاتب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔ ۶۰۶
- سودی کاروبار حرام ہے، سود کی کمی بیشی سے حلت و حرمت کے حکم میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ ۵۱۳
- ۶۱۳ سود کی حرمت پر قرآن عظیم کی دو آیات اور تین حدیثیں۔ ۵۱۳
- ۶۳۳ سود کے ہر دھیلے پر اپنی ماں سے ایک بار زنا کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔ ۵۱۴
- ۵۳۷ آج کل چونکہ لوگ زیادہ تر نشہ کے لئے ہی خریدتے ہیں لہذا اس سے بچنا ہی چاہئے۔
- ۶۰۹ زرٹمن کی حوالگی کے بارے ثبوت سے سوال۔
- جلس و قتل کے داب سے بیع کی تو بیع مکروہ ہے اور فاسد ہے۔
- مکروہ کے قابو سے نکل گیا ہو تو صرف اس اندیشہ سے آئندہ قابو پاسکتا ہے اگر وہ نہیں مانا جائیگا، رجسٹری آفس میں زرٹمن نہ دیا گیا ہو تو مشتری کے ذمہ حوالگی ثمن کا بار ثبوت ہے۔
- مرض الموت میں کسی ایک وارث کے ہاتھ بلا اجازت دیگر ورثہ بیع نافذ نہیں۔
- نیلام شدہ مکان کی قیمت سے ایک پیسہ بھی

- سود لینا مطلقاً منع ہے دینا معذوری ہو تو جائز
سودی قرض کا سوال۔
- سود کی حرمت کا بیان۔
- فیس منی آرڈر کو طرفین میں سے کوئی بھی سود قرار نہیں دیتا، روپیہ پہنچانے اور رسید واپس لا کر دینے کا معاوضہ سمجھتا ہے۔
- بے ضرورت سود دینا حرام ہے لیکن قرض جو یا حلال اور اس سے جو منافع کمایا حلال ہے
- بیمہ**
- بیمہ شرعاً بوجا ہے۔
- بیمہ میں جتنا روپیہ اس نے جمع کیا واپسی کے وقت صرف اتنے کی ہی سال کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے۔
- وقف**
- کسب زنا و سود وغیرہ کے مال سے چٹائی، لوٹا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھنا حلال ہے یا حرام مسجد کی چٹائی قبر میں لگا دینے والا شخص خاص اللہ تعالیٰ کا مجرم اور گنہگار ہے، صدق دل سے توبہ اور ایسی ہی چٹائی مسجد میں دینا اور فقراء و مساکین کی مواساة اس کا کفارہ ہے۔
- وقف کا سامان مصرف کے خلاف استعمال کرنا حرام ہے۔
- رہن**
- کاشتکاری کی زمین کا رہن زمیندار کی اجازت سے جائز ہے۔
- ۵۱۵ کاشتکار کا مرتہن کو زمین کی لگان کے عوض
- ۵۶۰ کاشت کی اجازت دینا فضول کا عقد اجارہ ہوا
- ۴۹۲ ۵۶۱ جو زمیندار کی اجازت پر موقوف ہوگا۔
- زمیندار نے اجازت دے دی تو رہن باطل ہو کر اجارہ کا معاملہ ہو گیا، اور اب یہی اصل کاشتکار ہو گیا، یہ خود بھی کاشت کر سکتا ہے اور دوسرے کو بھی دے سکتا ہے۔
- ۴۹۲ ۶۲۶ زمیندار نے اجازت نہ دی تو اجارہ باطل، اور اس زمین سے اس کو کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔
- ۴۹۳ ۵۰۲ کاشتکاری کے رہن رکھنے کا سوال۔
- شہادت**
- ۵۰۲ عورت معتوہ تبرعات جیسے ہبہ وغیرہ کی اہلیت نہیں رکھتی اور کسی امر میں اس کی شہادت مقبول نہیں۔
- ۶۱۵
- قضا و دعویٰ**
- ۹۷ اقرار میں خطا کا دعویٰ مردود ہوگا۔
- ۹۸ قہر مثل تک عورت کا دعویٰ بلا گواہ ثابت ہے
- ۶۷۸ دین مستغرق میں قاضی ترکہ کی جائداد بھی فروخت کر سکتا ہے کہ دیگر ورثہ موجود رہیں۔
- ۱۰۵ ۶۸۹ بیع کے بعد ثبوت استحقاق کے لئے قضا و قاضی کی ضرورت ہے۔
- ۱۱۵ اقرار سلب عقد میں نہ ہو تو صلح فاسد میں اقرار

- ۱۲۷ کے بعد دعویٰ جائز ہے۔
- ۹۵ نابالغ لڑکے کے نام جائداد خریدی اور بعد میں کہا کہ یہ جائداد میری ہے، لڑکے کے نام اسم فرضی تھا، باپ کا قول غلط، جائداد لڑکے کی ہوگی۔
- ۹۵ مقرر کا اپنے اقرار سے پھرنا شرعاً جائز نہیں۔
- ۱۱۲ عقد مضاربت ہنود کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔
- ۱۲۹ اعیان سے ابرار قضا نافذ ہوتا ہے دیانہ نہیں، اس کا مفاد یہ ہے کہ قاضی اس شے کے بارے میں برأت کرنے والے کا دعویٰ نہیں سنے گا، نہ یہ کہ دیانہ بھی اس کا حق ختم ہو گیا۔
- ۱۳۰ صاحب مال کو ایسا نفع لینا اور مضاربت کو دینا دونوں کے لئے حرام ہے۔
- ۳۷۶ جو جہی میں آئے دے دینا اس طرح مضاربت جائز ہے۔
- ۱۵۱ چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر ہوتا ہے اس کی مرضی کے مصرف میں خرچ ہونے کے بعد جو باقی بچا اس کو واپس کیا جائے یا اس کی اجازت سے کسی اور مصرف خیر میں خرچ ہو۔
- ۳۷۹ عورت ماں باپ کے پاس شوہر کا مال کب امانت رکھ سکتی ہے اور کب نہیں۔
- ۱۶۱ زید کو کسی نے امانت کچھ روپے دیئے، زید اپنی طرف سے ماہ ب ماہ کچھ پیسے تبرعاً دیتا رہا، اس میں کوئی حرج نہیں، اور اس روپیہ کو اجازت یا بغیر اجازت صرفہ میں لایا اور اس کی وجہ سے وہ ماہانہ دیا تو سود، اور تبرعاً دیا تو سود نہیں، مگر احتراز اولیٰ، اور بے اجازت کی صورت میں غاصب بھی ہوگا۔
- ۱۶۵

حظر و اباحت

وکیل مطلق کو اگر صراحتہً موکل نے معاف کرنے کی اجازت دی ہو تو وکیل اور موکل کوئی بھی واپسی کا مجاز نہیں، اور مبہم اجازت ہو تو

بعض علماء نے وعظ پر اجرت کو بھی حکم ضرورت
جائز رکھا۔

۴۳۵ کیا ہے ان کے علاوہ جملہ عبادات کا حکم وہی
ہے کہ اجارہ ناجائز ہے۔ ۴۸۶

بیشتر کتابوں میں صرف تعلیم قرآن کا استثنائے ہے۔
تعطیل معہودہ کی تنخواہ دی جائے گی۔

۴۳۵ ایصالِ ثواب اور میلاد خوانی انھیں طاعات
میں سے ہے جن کا اجارہ ناجائز ہے۔ ۴۸۶

زبان لینے دینے کا ذکر نہ ہو اور وہاں اس کی رسم بھی نہ ہو
تو پڑھوانے والے کے لئے بطور حسن سلوک
دینے میں حرج نہیں۔ ۴۸۷

حرام کی کمائی والوں کو مکان اجارہ پر دینا اور
ان کے مال سے کرایہ وصول کرنا کیسا ہے۔
اپنا جائز حق کسی نام سے ملے لینا جائز ہے۔
اسامیوں سے اجرت مقررہ سے وصولی ناجائز
ہے اور اس کا حکم رشوت کا ہے۔

۴۴۰ اور جہاں اس کا رواج ہو وہاں جواز کی یہ
صورت ہے کہ پڑھنے والے صاف کہہ دیں
کہ ہم کو معاوضہ نہیں لینا ہے اور پڑھوانے والے
بھی انکار کر دیں کہ دینا نہیں، اس کے بعد
پڑھوانے والے بطور سلوک کچھ دیں تو حرج نہیں ۴۸۸

معصیت کار کو مکان کرایہ پر دینے کا سوال و
جواب۔

۴۴۵ پڑھوانے والے کو اتنے وقت کے لئے
مزدور رکھتے ہیں، اور جب وہ ان کے مزدور
ہو گئے تو ان سے کسی اور کام کے بجائے
تلاوت یا تقریر کرا لیں۔ ۴۸۸

باجرت انگریزوں کے کپڑے سینا اور ایسی
اجرت جائز ہے۔

۴۴۲ ایک عقد میں رہن و اجارہ حبیح کرنا
ناجائز ہے۔ ۴۸۹

سب رجسٹری کی نوکری حرام ہے۔

۴۴۵ کلام اللہ پڑھانے والے کو بلا نیت معاوضہ
ہدیہ دینا کیسا ہے۔

۴۸۹ مستاجر اجرت کی زمین دوسرے کو اجرت
پر دے سکتا ہے لیکن اس دوسرے سے
طے شدہ کرایہ سے زائد لینا جائز نہیں۔ ۴۸۹

تالاب کا پانی اجرت پر دینا حرام ہے۔
تالاب اور حوض کو مچھلی کے شکار کے لئے
اجارہ پر دینا جائز نہیں۔

۴۸۰ جواز کی تین صورتیں۔
پہلی صورت میں عقد سال بھر کے لئے لازم
ہو گیا، بد عہدی کی وجہ سے اسے توڑا نہیں
جاسکتا۔ ۴۹۲

متاخرین نے جن عبادات پر اجارہ کو مستثنیٰ

تعلیم قرآن و تعلیم علوم دیگر، اذان و اقامت کی اجرت جائز ہے۔

زیارت قبر و ایصالِ ثواب، میلادِ پاک کی اجرت ناجائز ہے۔

اگر پہلے سے طرفین میں یہ طے ہو جائے کہ کچھ لینا دینا نہیں، بعد میں صاحبِ خانہ بطور صلہ دے تو لینے میں حرج نہیں۔

قانونگوئی کی ملازمت سے سوال۔

طوائف کی حرام کمائی تعلیم قرآن کی اجرت میں لینے کا سوال و جواب۔

تعلیمِ علوم دین، اذان و اقامت وغیرہ بعض امور پر اجرت کے جواز کا علمائے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے۔

ایصالِ ثواب کے لئے ختم و تسبیح پر اجارہ ناجائز ہے۔

جس کے یہاں حلال اور حرام سمجھی قسم کے کام ہوں اس کی ملازمت جائز ہے اور تنخواہ وغیرہ لینے میں حرج نہیں جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ خاص حرام مال سے دے رہا ہے۔

آج کل محرمی کی نوکری میں خیر نہیں، ان کے یہاں اکثر معاملات ناحق ہوتے ہیں۔

شراب کے لئے دکان اجارہ پر دینا کیسا ہے۔

اجرت میں سے بجز کارِ خیر کے لئے چندہ وصول کرنے کا سوال۔

۵۰۳

۵۰۴

۲۹۵ رزٹیاں بعینہ حرام کمائی سے کرایہ دیں تو لینا حرام ہے، اور حلال ذریعہ سے حاصل شدہ رقم دیں تو جائز ہے۔

۵۰۴

۵۰۴

۲۹۵ دعا کا معاوضہ لینے کا سوال و جواب۔ مسلمان معمار کو تعمیرِ بُت کدہ کی اجرت مکروہ ہے اور لینے والا مستحقِ سزا نہیں۔

۵۰۴

۲۹۸ بٹائی پر بکری دینا ناجائز ہے اور عدم جواز کی وجہ۔

۵۰۵

۲۹۸ دینی مجالس کے ملازمین قواعد مقررہ کی خلاف ورزی کریں تو ان کی تنخواہ کاٹی جاسکتی ہے یا نہیں۔

۵۰۵

۲۹۸ بینک کے سودی کاروبار سے سوال اور اس کے کاروبار کی تفصیل۔

۵۱۰

۲۹۸ اجیر خاص اور ملازم بھی اگر اس کے کام کا وقت متعین ہو، جیسے مدرسوں کی ملازمت، تو وہ اتنے ہی ٹائم کا ملازم ہے، اس کے بعد آزاد و خود مختار ہے۔

۵۱۸

۵۰۰ ایسے ہوٹل کے لئے مکان کرایہ پر دینا کیسا ہے جس میں شراب اور سود کی فراہمی بھی ہوتی ہو اور ایسی آمدنی سے چندہ دینا کیسا ہے۔

۵۱۹

۵۰۰ امامت، ختمِ کلامِ پاک اور دینی تعلیم سے اجرت سے متعلق سوال و جواب۔

۵۲۱

۵۰۱ ختمِ قرآن کی اجرت ناجائز ہے۔

۵۲۱

قواعدِ ملازمت کی خلاف ورزی پر اجرت کی رقم جائز ہے یا ناجائز۔

بچے ہوئے وقت میں اپنا کام کرنا حرام ہے۔ ناقص کام کر کے پوری تنخواہ لینا حرام ہے۔ اگر کسی ناجائز کام کی پابندی ہو تو ملازمت ناجائز ورنہ جائز ہے۔

حس کا مال حلال ہو اس کی اعانت قبول کرنا جائز ہے۔

ایصالِ ثواب کے لئے اجرت پر کلام اللہ پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز اور گناہ ہے۔ ایسی قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا۔

کسی کی نماز اچھی لگی اس کو کچھ بطور بر و صلہ دے دیا تو اس کے لینے میں کچھ حرج نہیں۔

دعائے فحیابی اگر بطور اجارہ بھی ہو اور وقت اور مقدار و عمار مثلاً فلاں ختم، اور اجرت متعین کر دیا ہو تو اس اجارہ میں بھی حرج نہیں کہ یہ تدبیر و علاج ہے، ختم قرآن پر لینا نہیں۔

ختم ملازمت کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملازم کی جائز کمائی ہے۔

گورنمنٹ سے زائد رقم سود سمجھ کر لینا حرام ہے ہاں علمائے دین یہ سمجھ کر گورنمنٹ سے اپنا حق پارہے ہیں چاہے گورنمنٹ اس کا کوئی نام رکھے، یا فقراء و مساکین یا کوئی دوسرا ان کی نیت سے اس کو وصول کرے تو یہ جائز ہے۔

خزانہ اسلامی نہ ہو اور وہ انتظامات شرعیہ کا اہتمام نہ کرے تو بیت المال کے مستحقین (علماء

۵۲۱ دین و فقراء و یتامی) کو اپنی رضا سے گورنمنٹ

۵۲۱ جو رقم بھی دے تو اس کا نام وہ کچھ رکھے اپنا حق سمجھ کر لینا جائز ہے۔

۵۳۶

۵۲۲ مسجد کے پھول کا بوتل پر چرٹھانے کیلئے کافروں کے ہاتھ ٹھیکہ دینا کیسا ہے۔

۵۳۸

۵۲۲ فی نفسہ ٹھیکہ حرام ہے، اور بوتلوں پر چرٹھانے کی نیت ہو تو اور حرام، اور یہ سمجھ کر لیا جائے کہ

غیر مسلم اپنی خوشی سے دے رہا ہے، اور پھول توڑنے کے لئے مسجد میں نہ جانا ہو

۵۲۸

تو جائز ہے۔

۵۳۸

۵۳۱ وعظ پر اجرت لینے کا سوال۔ طاعت پر اجرت لینا حرام ہے مگر زمانہ کی حالت

۵۳۸

دیکھ کر علماء نے پانچ چیزوں کا استثناء کیا۔ دیہات کا ٹھیکہ حرام اور اس کی کتنی آمدنی

۵۳۸

۵۳۱ مالک کے لئے حلال اور کتنی حرام۔ شرط خج کھیلنا شان علم کے لائق نہیں۔

۵۶۲

۵۳۵ جاہلوں کو عالموں پر طعن و تشنیع روا نہیں، مطلقاً حرام قطعی ہے۔

۶۱۸

آج کل کی وکالت اور نوکری جس میں ناجائز کام کا ارتکاب کرنا پڑے اور معصیت کی

۶۱۸

اجرت حرام قطعی ہے۔ جوئے کا مال اپنی ضروریات میں صرف کیا

۶۴۶

۵۳۶ اب کیا کرے۔

۶۵۱

مکر و حیلہ سے لوگوں کا مال لینا یا غصب ہو گا یا رشوت، اور دونوں حرام ہے۔

۶۵۳ مرض الموت کا ہبہ دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر وصیت کا حکم رکھتا ہے اور ثلث میں نافذ ہوتا ہے۔

۲۴۰

۶۵۴ وصیت کے ثلث ترکہ کے برابر اور کم و بیش ہونے کی صورت میں نفاذ کی تفصیل۔

۲۴۱

۶۸۶ مرض الموت کا ہبہ حقیقہ ہبہ ہے لہذا غیر مشاع ہونا اور قبضہ شرط ہے، اور حکماً وصیت اس لئے

۶۸۶ ثلث سے زائد میں، ورثہ کی رضا ضروری ہے۔

۳۸۵

میراث

جامع الفصولین اور حدیث مبارک سے اس مسئلہ کا جزئیہ دین غیر محیط ترکہ مانع ملک ورثہ نہیں۔

۱۰۵

۶۸۹ دین محیط میں ورثہ کو اختیار ہے کہ قرض اپنے پاس سے ادا کریں اور ترکہ پر قابض ہوں۔

۱۰۵

حالت صحت میں شوہر کے لئے کسی جائداد کے اقرار کے بعد مقررہ کے وارثوں کا جائداد میں کوئی حق نہیں۔

۱۰۸

۶۹۱ باپ کو بیٹے کے ترکہ سے سدس ملے گا۔

۱۱۳

متوفی نے ترکہ میں دین اور عین دونوں چھوڑا، وارثوں میں سے متوفی کے ایک بھائی نے

۱۰۶ صرف سو روپیہ لے کر ورثہ سے صلح کر لی اس

۱۰۸ صلح اور ورثہ کے حصہ سے سوال۔

۱۱۹

۱۸۸ ترکہ میں نقد ہو اور احد الشریکاء نے اپنے حصہ سے کم پر صلح کی تو یہ صلح ربا ہونے کی

دھوبی نے کپڑا بدل دیا، جان کر لیا تو لینا حرام اور لاعلمی میں لیا تو استعمال۔

چند امر مستحب ہے اس پر جبر نہیں ہو سکتا۔ متبرع پر جبر نہیں۔

وعدہ کر نیوالے پر ایفائے عہد کے لئے جبر نہیں۔

امام حجرہ میں سامان بند کر کے گیا، کچھ لوگ کمرہ کھول کر اسباب اپنے استعمال میں لائے اگر وہ امام کا ذاتی سامان ہو تو یہ تصرفات حرام ہیں، اور مسجد کا سامان بھی ہو مگر امام کیلئے تھا تو بھی اس میں یہ تصرفات حرام ہوں گے۔

کتب خانہ کے ملازم نے کچھ کتابیں نذر کیں، بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے کتب خانہ کی کتابیں دی ہیں، تو وہ کتابیں اپنے پاس نہ رکھی جائیں، دینے والے کو واپس کر دی جائیں، شبہہ کے بعد احتیاط بچنے میں ہے۔

وصیت

وصیت اور اقرار کا مشترکہ سوال۔

وصیت کے مسائل۔

جس ہبہ نامہ میں نسلاً بعد نسل قابض و ذخیل رہیں لکھا ہو وہ وصیت نہیں ہو سکتی۔

- ۲۲۰ پوتوں کا وراثہ کوئی حق نہیں۔
- ۱۲۱ باطل ہے۔
- ۲۲۱ وارث اپنے مال سے اگر مورث کی تجہیز و تکفین کرے تو وہ تبرع نہیں قرار دیا جائے گا وہ ترکہ سے اتنا وصول کر سکتا ہے۔
- ۱۲۲ اگر وراثہ میں نابالغ ہوں تو اس طرح کی صلح جس سے ان کے حصہ شرعی پر اثر پڑے ناجائز ہے۔
- ۲۶۳ قہر میں شوہر کے علاوہ وراثہ کا حصہ نصف یا تین رُبع ہے۔
- ۱۲۵ ہبہ صحیح بھی بے قبضہ کامل تمام نہیں ہوتا، اور بعد موت و اہب اس میں وراثت جاری ہوگی۔
- ۲۸۵ مال مقطوع میں وارثوں کا کوئی حق نہیں رہتا۔
- ۱۹۱ ایسی زمین جو زید نے نابالغ لڑکوں کے نام خریدی اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، ایسے ہی اس زمین میں بھی جو نابالغ نے بالغ ہو کر اپنے لڑکوں کے نام خریدی۔
- ۲۹۷ کوئی وارث کسی وارث کو اپنے اختیار سے محروم نہیں کر سکتا۔
- ۱۹۶ زید نے اپنے لڑکے اور بہو کو مرض الموت میں مکان اور دکان ہبہ کیا، اور لڑکا اپنی عورت کے حق میں راضی نہ تھا، اس میں ہبہ کا حکم جاری ہو گا یا ترکہ کا سوال۔
- ۳۵۱ بعد موت لڑکی کا نصف اور لڑکے کا پورا، لیکن زندگی میں دونوں کو برابر دینے کا حکم ہے۔
- ۳۵۶ کیا فاسق و فاجر لڑکے کو محسروم الارث کیا جاسکتا ہے۔
- ۳۵۸ عورت کو جائداد مہر کے عوض دے دی اس کی موت کے بعد اولاد ہونے کی صورت میں شوہر چہارم کا وارث ہوگا۔
- ۲۱۲ ماں کے ترکہ میں ایک لڑکے کی موجودگی میں لڑکی کا حصہ ایک ثلث ہے۔
- ۳۸۹ جو رقم نابالغ لڑکے کے نام جمع کی وہ اس کی ہوگی، اور جو تمہیں بالغ کے نام بے قبضہ جمع کیں یا شتر گا بالغ نابالغ یا دونوں نابالغ یا دونوں بالغ کے نام جمع کیں سب زید کا ترکہ ہے۔
- ۳۹۰ تصدیم یا تقدم علی الارث کے بعد رُبع زوجہ کا، بقیہ بھانجے کا کہ وہ اکیلا وارث ہے۔
- ۳۹۲ دکان ناقابل تقسیم ہو اور زید نے اپنی زندگی میں زوجہ لیسر کو اس پر قبضہ دلایا ہو اور نصف دکان ترکہ زید کا ثلث ہو یا اس سے کم، تو ہبہ صحیح ورنہ باطل، اور کل میں میراث جاری ہوگی۔
- ۲۱۳ استنباط کہ لا وارث مال کا بیت المال وارث

۶۶۹ رب المال کو مقید کو مطلق کرنے کا ہر وقت اختیار ہے۔

۱۴۱

۱۵۳

۶۶۶ مالک کی تملیک کے بغیر کوئی چیز کسی کی نہیں ہو سکتی۔

۲۱۱

۲۳۸

۲۴۳

۲۴۴

۶۶۹ شرع مطہر حالت موجودہ پر حکم دیتی ہے۔
تملیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے۔
عام سے خاص پر استدلال صحیح نہیں۔
مقام انشاء میں بھی جہاں خلاف پر قرینہ ہو تملیک سے ہبہ مراد نہیں لے سکتے۔

۲۴۸

۲۵۰

۶۸۰ اعتبار معانی کا ہے الفاظ کا نہیں۔
تملیک عین کی ہوگی یا منافع کی اور بلا عوض ہوگی یا بعوض، یہ تقسیم عقلی اور حاضر ہے۔
عرف عام میں بھی تملیک عین بلا عوض کو ہبہ تسلیم کرتے ہیں۔

۲۵۱

۲۵۲

۶۸۰ قاضی ابو یوسف اور امام اعظم رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال میں ظاہری تضاد کا دفعیہ۔

۲۶۶

نصوص صریحہ کے خلاف روایت شاذہ نامقبول اور روایت مطلقہ مقیدہ پر محمول۔

۳۱۶

۱۰۰ اقرار کو انشاء کے معنی میں لینا مجاز ہے جو بے ضرورت ممنوع ہے۔

۳۱۶

۱۰۴ صحت اقرار کے لئے مطلقاً کسی سبب کا وجود ضروری ہے کسی خاص سبب کا نہیں۔

۳۱۷

۱۲۶ القول بموجب العلة۔
۱۲۷ تمامادی کا حکم بھی قضا ہے دیانہ نہیں، یہ

۳۲۰

نہیں بلکہ وہ فی مسلمین ہے۔

اگر دیگر ورثہ کی اجازت سے پورے ترکہ پر قبضہ ہے، اور سب کے اخراجات کی ادائیگی اور فاضل کی حفاظت پر بھی ان کی رضا ہے تو غصب نہیں۔

دو بھائی باہم شرکت میں کام کرتے تھے، مال موروثی اور کمائی کا دونوں تھا، ایک بھائی مر گیا دوسرا برس با برس جائداد پر قابض رہا، مرنے والے نے ورثہ اور قرض دونوں چھوڑا، تقسیم کیسے ہو اور قرض کا کیا حکم ہے۔

دونوں بھائیوں کی مشترکہ زمین سے جو منافع زندہ بھائی نے کمایا اس کے تاوان میں متوفی کی نابالغ لڑکیوں کے حصہ کا عہد نابالغیت تک کا کرایہ ادا کرے جبکہ قرض ترکہ سے کم ہو۔ اور بقیہ وارثوں کے حصہ سے جو کمایا صدقہ کرے۔ والد کے ترکہ میں ایک بھائی کے ناجائز تقسیم و تصرف اور قبضہ سے سوال۔

فوائد اصولیہ

دین اور عین میں تباین ہے۔

قرضدار کا حق مالیت میں ہے مال میں نہیں۔ مقررہ کی جہالت غیر فاحشہ صحت اقرار کی مانع نہیں۔

متضمن فاسد ہو تو متضمن فاسد ہو جاتا ہے۔ جو چیز فاسد پر مبنی ہو فاسد ہوگی۔

- ۵۶۶ ہوتی ہے ، نہ افساد پر ۔
- ۵۶۷ عقد میں جو چیز لازم ہو اگر عاقدین اس کو اپنے ذہن میں لازم نہ سمجھیں ، یا اس پر عمل نہ کریں تو وہ عقد مرتفع نہیں ہوتا ۔
- ۵۶۸ شرط فاسد کے مفسد اجارہ ہونے پر چند بحثیں ۔
- ۵۶۹ اس عرف کا حضور کے زمانہ میں ہونا ضروری نہیں ۔
- ۵۷۰ منخ الخالق سے اس اعتراض کا جواب کہ کیا عرف حدیث رسول پر قاضی ہو سکتا ہے ۔
- ۵۷۱ کیا وہ عرف سارے جہان کے مسلمانوں کا ہونا ضروری ہے یا نہیں ۔
- ۵۷۲ جن مسائل میں علماء نے عرف کا لحاظ کیا انھیں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے عالم اسلام کا عرف نہ تھا ۔
- ۵۷۳ تمام کیا جملہ بلاد المسلمین کے اکثر کا پتہ چلانا بھی محال کی طرح ہے ۔
- ۵۷۴ واقعی مردم شماری عادتہ محال ہونے کی تشریح ۔
- ۵۷۵ صرف علمائے اسلام کے اجماع کی بھی دوسری صدی کے بعد کوئی راہ نہ رہی ۔
- ۵۷۶ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ علماء نے کسی مسئلہ میں عرف کا لحاظ کرنے کے لئے پورے عالم اسلام کے عرف کی تحقیق کی ہو ۔
- ۵۷۷ اس امر کی مزید وضاحت کہ عرف سے مراد
- حکم "الحق لا یسقط ولو تقادم الزمان" کے معارض نہیں ہو سکتا ۔
- امر سلطانی کے بعد مباح واجب ہو جاتا ہے ۔
- اعطائے قاعدہ اور بیان واقعہ میں فرق ہے ۔
- مطلقاً اختلاف فتویٰ مستلزم تعادل اقوال و فتویٰ نہیں ۔
- ترجیح اولیٰ ، متون نے اس پر جرم کیا ، اور متون فتاویٰ اور شروح پر مقدم ہیں ۔
- حکم مباشر کی طرف منسوب ہوتا ہے مسبب کی طرف نہیں ۔
- مطلق کی نفی اور مطلق نفی میں فرق ہے ۔
- صریح دلالت پر فوقیت رکھتا ہے ۔
- جو عرفاً معہود ہو وہ قولاً مشروط ہی کی طرح ہے ۔
- جو ناجائز ہے مشروط ہو یا معہود ہر طرح ناجائز ہے ۔
- صریح دلالت پر فوقیت رکھتا ہے ۔
- اصل کلی ، بیع اعیان کا عقد ہے ، اور اجارہ منافع کا عقد ہے ۔
- مقیس اور مقیس علیہ میں فرق کا بیان ۔
- اعتبار معانی کا ہے ، تو جو معہود ہے وہی مذکور ہے ۔
- شرعیہ میں حتی الامکان نظر اصلاح معاملاً پر

- ۱۹۴ ۵۹۶ ہر علاقہ کے اکثر اہل اسلام کا عرف ہے۔
- ۱۹۴ ۵۹۷ عرف چار قسم کا ہوتا ہے۔
- ۲۵۷ ۵۹۸ تقریر رسول کی چار قسمیں ہیں، ان میں سے دو نص مقدم کی ناسخ ہیں۔
- ۲۵۷ ۵۹۹ اجماع کو خود تو ناسخ نہیں کہتے، لیکن یہ نص ناسخ کو ظاہر کرتا ہے۔
- ۳۳۷ ۶۰۶ عرف خاص کہ صرف ایک دو شہر کا عرف ہوا، اور عرف نادر کہ معدودین کا عرف ہو، یہ نامعتبر اور قیاس کے مقابل نہیں۔
- ۳۳۷ ۶۰۷ پوتی کی ماں کی موجودگی میں دادی کی ولایت صحیح ہے یا نہیں۔
- ۶۲۳ ۶۰۸ عصبہ نہ ہو تو ولایت کس کو حاصل ہے۔
- ۶۲۳ ۶۱۰ ولایت نکاح صرف ماں کو حاصل ہے، ماں پر کسی کو ولایت نہیں، یہ صرف ولی کو حاصل ہے، اور کوئی ولی بھی نہ ہو تو دادا پر دادا بھی نہ ہو تو حاکم اسلام۔
- ۶۲۳ ۶۱۸ مغبوط الحواس چچا کی ولایت اسکے ماموؤں کو حاصل ہے یا بھتیجے کو۔
- ۶۲۸ ۶۸۶ جب مجبور واپا بیچ بھائی ہے تو اس کو، ورنہ بھتیجے کو ولایت حاصل ہوگی، ماموؤں کو ولایت کا کوئی حق نہیں، یہ ولایت نکاح کا بیان ہوا۔
- ۶۲۹ ۶۸۶ ولایت مال باپ کے وصی، وہ نہ ہو تو وصی کے وصی کو حاصل ہوگی۔
- ۱۸۷ ۶۸۷ مال کے معاملہ میں ماں لڑکے کی ولی نہیں۔
- ۱۸۷ ۶۸۸ نابالغ کی جائداد پر ولی کا قبضہ بر بنائے

ولایت

	۶۲۹	قول امام پر فتویٰ دینے والے ائمہ بالاتفاق	نہیں پہنچتی۔
۴۱۶		ائمہ تزیج و افتار ہیں۔	لڑکی کا کوئی اور ولی نہ ہو تو چچا ولی ہے، لیکن
		جو مسئلہ نہ جانتا ہو اسے کسی چیز پر حکم شرعی لگانا	اس کی بدیلتی ثابت ہو تو ماں اس کا نکاح
۵۱۹	۶۲۲	حرام ہے۔	کر سکتی ہے۔
		منطق	مجنون کی ولایت عصبہ کو علی ترتیب الارث
	۶۲۵		والحجب ہے۔
	۶۳۵	اقرار کو اثبات اور انشاء ماننے کی صورت میں	سات آدمیوں کو مال کی ولایت حاصل ہے۔
۳۱۹		دور لازم آئے گا۔	زید کا مطالبہ بکر پر تھا، زید مر گیا، مطالبہ
		لغت	ادانہ ہوا، پھر زید کا وارث بھی قصار کر لیا،
			پھر بکر بھی مطالبہ ادا کئے بغیر مر گیا، آخرت میں
۳۱۶	۶۶۷	لفظ ترا اور تراست کا فرق۔	مطالبہ معاف کرنے کا حق کس کو ہے۔

فوائد فقہیہ

	۱۹۵	وکیل مطلق معاملات کا مالک ہوتا ہے، طلاق،	"فتح" فتاویٰ العصر کی طرف اشارہ ہے۔
۹۵	۱۹۵	عناق اور تبرعات کا نہیں۔	"نظم" امام ظہیر الدین مرغینانی کا رمز ہے۔
۱۰۰	۱۹۵	دین مال حقیقی نہیں مال حکمی ہے۔	"سبح" امام بکر خواہر زادہ کا اشارہ ہے۔
		بیع العین فی حق المہر کے حق میں تصرفات قاضی	قاضیجان اپنی تحریر میں اس قول کو مقدم
۱۰۳	۳۱۱	وصی سے استدلال کا رد اور وجہ فرق کا بیان۔	کرتے ہیں جو راجح اور اظہر ہے۔
		چھ چیزوں کے علاوہ مقررہ کے انکار سے اقرار	فتویٰ قول امام پر ہوتا ہے، تفصیل مصنف
	۳۹۳	رد ہو جاتا ہے، اور انکار کے بعد قبول صحیح	کے رسالہ اجل الاعلام پر منقول۔
۱۰۷		نہیں۔	معاملات میں قول امام ابو یوسف پر فتویٰ ہونے
	۳۹۳	مسئلہ کے نصوص قرآن و احادیث سے۔	کی بات صحیح نہیں۔
۱۱۱	۴۱۴	وعدہ اور اقرار کا فرق اور دونوں کا حکم۔	متون فتاویٰ اور شروح پر مقدم ہیں۔
		شیوع مقارن اور شیوع طاری کے احکام	بلا ضرورت وضع حجت قول امام سے
۱۱۳	۴۱۵	میں فرق ہے۔	عدول جائز نہیں۔

- فقیروں کی تعریف اور ان کی تفصیل۔ ۲۰۰
- تخریب نامہ عاقدین پر حجت ہے۔ ۱۱۶
- بھتیجے ذی محرم ہیں اور یہ رشتہ موانع رجوع میں سے ہے۔ ۲۰۰
- موت احد العاقدین بھی مانع رجوع ہے۔ ۲۰۱
- اس مسئلے میں مصنف کی توضیح کہ موہوب لہ کل مالدار ہوں، یا بعض فقیر اور بعض مالدار، تو ان کے لئے ہبہ کا حکم ہے، اور جب کل فقیر ہوں تو ان کے لئے اور حکم ہے۔ ۲۰۳
- شیوع کے اقسام اور ان کے احکام۔ ۲۰۴
- پٹواری کی تحریر ملکیت ثابتہ کی یادداشت ہے ۱۳۷
- النثار تملیک نہیں اور اس کی بنیاد پر ۱۴۴
- کاغذات میں اندراج کا بھی یہی حال ہے۔ ۲۱۱
- ہبہ کے لئے ایجاب و قبول ضروری نہیں، ایسے قرآن جو تملیک پر دلالت کریں کافی ہیں۔ ۲۱۷
- قبضہ نامہ کی تین شکلوں کا بیان۔ ۲۱۹
- زمین تعمیر کے لئے وینا عاریتہ ہے ہبہ نہیں ہے ۲۲۲
- ہبہ معدوم باطل ہے۔ ۲۲۳
- مرض الموت کی تفسیر اور درمختار، بزازیہ اور ۱۹۲
- قستانی سے اس کی تصدیق۔ ۲۲۷
- ہبہ شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔ ۲۳۰
- حیات مورث میں مورث ہی ساری جائداد کا مالک ہے۔ ۱۹۸
- عرف میں تملیک کے نام سے ہبہ مقبایہ ہوتا ہے۔ ۲۳۳
- امام سرخسی نے تملیک کو وضعاً مفید ہبہ بتایا۔ ۲۳۴
- تخریب نامہ عاقدین پر حجت ہے۔ ۱۱۶
- دستاویزوں میں عادتاً جو برابر اس کے اخیر میں تخریب ہوتا ہے وہ صلب عقد میں داخل نہیں ہوتا اس لئے متضمن نہیں ہوگا۔
- اقرار اور برابر میں فرق ہے، اول تملیک اور ثانی استفاظ ہے، اس لئے دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا۔
- اس امر کی تفصیل کہ مضارب کو کون کون سے مصارف وصول کرنے کا حق ہے۔
- مصنف کی طرف سے خلط مال کا ضابطہ۔
- اعمل برایک کلمات اجازت میں سے ہے۔ عقد فضولی میں مجیز عقد کا اجازت کا اہل ہونا ضروری ہے۔
- حالت بلوغ میں مجیز کی ایسی اجازت جو ابتداء کی صلاحیت رکھے نافذ ہے۔
- ہبہ بلا قبضہ میں واہب کو قبضہ دلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
- ہبہ میں جہاں رجوع جائز ہے اس سے مراد قبضہ کے بعد ہے۔
- ہبہ بلا قبضہ باطل ہے۔
- موانع رجوع کی آٹھ شرطوں کا بیان۔
- ذی رحم محرم کی تفصیل۔
- فقیروں کو ہبہ صدقہ ہے، اور صدقہ میں رجوع جائز نہیں۔

- ۲۹۱ استحقاق مقارن اور استحقاق طاری کی تفصیل۔
- ۲۹۵ معاف ہونا الفاظِ ہبہ سے نہیں۔
- ۲۹۵ معافی کا تعلق عیون سے نہیں دیون سے ہے۔
- ۲۹۵ اقطاع کا مطلب تملیک جائداد نہیں بلکہ محصول کی معافی ہے۔
- ۲۹۶ تخلیہ قبضہ تام کے قائم مقام ہے۔
- ۳۱۰ تخلیہ کے لئے ضروری ہے کہ مخلی مخلی لہ کو خند یا کوئی ایسا لفظ کہے جو اس کے معنی ادا کرے۔
- ۳۱۲ قاضی خاں کی تعریف تحلیہ کو اکثری بتانا غلط ہے۔
- ۳۱۲ قاضیخان، ظہیریہ، ہندیہ، بحر الرائق اور شامی سے اس امر کی تصریح کہ قبضہ نہ کہا تو تخلیہ صحیح نہیں۔
- ۳۱۳ تخلیہ کی شرائط ثلاثہ۔
- ۳۱۴ ابرار اور ہبہ کا فرق اشباہ سے اس کا جزئیہ۔
- ۳۲۸ تنخواہ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔
- ۳۳۰ ایک ایسی صورت کا سوال جس میں ہبہ بالعوض اور بیع دونوں کا احتمال ہے۔
- ۳۳۲ مشاع کی تعریف اور اس کی مختلف صورتیں۔
- ۳۵۲ مسائل تمادی کا بیان۔
- ۳۷۸ حکم قضا اور دیانت کی تفصیل اور اختلافِ ائمہ کی تشریح۔
- ۲۹۵ حنفیوں کے نزدیک یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ
- افادہ ملک کرنیوالے الفاظ کی انواع سے گونہ کی تفصیل۔
- ۲۴۴ کلمات علماء میں اکثر تملیک سے ہبہ پر استدلال متداول ہے۔
- مقام اخبار میں تملیک ہبہ سے عام ہے اور مقام انشاء عقود میں تملیک ہبہ ہے۔
- ۲۴۷ تحریری تملیک نامہ قطعاً ہبہ نامہ ہے۔
- ۲۴۹ تملیک زبانی میں مدارِ قرینہ پر ہے قرینہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔
- ۲۵۰ تملیک و ہبہ کو علیحدہ علیحدہ سمجھنے پر علامہ "ط" کے خیال کی تصحیح۔
- ۲۵۱ اظہار تملیک کی مختلف صورتوں کا بیان۔
- ۲۵۸ ہبہ بعد قبضہ تمام ہو جاتا ہے۔
- ۲۶۲ موانع رجوع کا بیان۔
- ۲۶۲ اعتبار دل کے ارادہ کا نہیں زبان کی تصریح کا ہے، دل میں وکالت ہو اور زبان سے ہبہ کے الفاظ کہے تو ہبہ ہو گیا۔
- ۲۶۶ ہبہ بشرط ایصالِ ثواب کو بیع و تہرار دینا باطل ہے۔
- ۲۸۳ بیع کے لئے بدل کا مال ہونا ضروری ہے ایصالِ ثواب سرے سے مال ہی نہیں۔
- ۲۸۳ شروطِ فاسدہ سے ہبہ فاسد نہیں ہوتا، شرط ہی فاسد ہو جاتی ہے۔
- ۲۸۴ استحقاق مقارن مانع ہبہ ہے اور استحقاق طاری مانع صحت نہیں۔

- ۵۱۸ اور ملازم کہتے ہیں۔
- ۴۴۹ اجیر مشترک "پیشہ ور" کو کہتے ہیں جو کسی خاص آدمی کے نوکر نہیں ہوتے۔
- ۴۴۹ استیفائے حق کا مسئلہ عام مسلمانوں کے ساتھ متعلق ہے۔
- ۴۵۳ ۵۳۷ ذبانی عقد کا شرع میں اعتبار ہے۔ اس کے خلاف پر تحریر کا کوئی اعتبار نہیں۔
- ۴۵۳ ۵۵۲ ڈاکخانہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور فیس منی آرڈر روپیہ مکتوب الیہ تک پہنچانے کا کارایہ۔
- ۴۶۱ ۵۶۲ ڈاکخانہ اجیر مشترک ہے اور اجیر مشترک پر ضمان کی شرط لگادی جائے تو مسئلہ کی تین بلکہ چھ صورتیں ہیں اور سب صحیح و مفتی بہا۔
- ۴۸۲ ۵۶۸ مصنف کے نزدیک اس قول کی ترجیح کہ اجیر صالح ہو تو ضمان نہیں، مستور الحال ہو تو نصف ساقط اور نصف واجب، اگر امام یہ زمانہ پاتے تو یہی فتویٰ دیتے۔
- ۴۹۶ ۵۷۳ ان تین امور کی فہرست جن میں خلاف قیاس عرف کا اعتبار کیا گیا۔
- ۵۰۱ ۵۹۱ مزید اسے امور کا اضافہ من جانب مصنف جو قیاس کے خلاف عرف سے جائز ہوئے۔
- ۵۰۶ ۵۹۲ اس امر میں علماء کی تصریح موجود ہے کہ ہر بلاد کے اکثر عام مسلمانوں کا عرف وہاں حکم لگانے کے لئے کافی ہے۔
- عنین کی مدت مقرر کرنے میں کن مہینوں کا اعتبار ہوگا۔
- معاملات میں مدار عرف پر ہے، جب تک عام لوگ قمری کا اعتبار کریں مطلق کی صورت میں اسی پر محمول ہوگا۔
- دلال کب دلالی کا مستحق ہوگا اور کب نہیں۔
- اجرت آنے جانے اور دوا دوش پر ہوتی ہے صرف ذبانی بات چیت پر نہیں۔
- تعلیق الفسخ بالشرط اور تعلیق خیار الفسخ بالشرط دو علیحدہ شکلیں ہیں۔
- اجارہ اور بیع اس حکم میں مشترک ہیں کہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتے ہیں۔
- بیع میں "شرب" من وجہ تابع ہے اور من وجہ اصل اور اجارہ میں صرف تابع ہے۔
- عاقدین کے درمیان تحریر سے پہلے کی گفتگو کبھی اصل عقد ہوتی ہے اور کبھی اصل عقد کی تمہید۔
- قانونگو کے کام کی تفصیل۔
- فقہاء کے اس قول کا مطلب یطیب الاجر وان كان السبب حراماً۔
- رخصت کے دنوں کی بے تسلیم نفس بھی تنخواہ ملے گی۔
- ملازم اور اجیر کے فرضی فرق سے سوال۔
- شرع میں اجیر کی دو قسمیں ہیں، اجیر خاص اور اجیر مشترک۔ اردو میں اجیر خاص کو ہی نوکر

- ۶۳۰۔ اور ظاہران کی تکذیب نہ کرے تو بالغ ہیں۔
- ۶۰۹۔ ڈاڑھی مونچھ نکلنے اور پستان کے ابھار کا
- ۶۳۰۔ اعتبار نہیں۔
- ۶۱۳۔ مجنون کی تعریف، مجنون کے احکام، مجنون کی ولایت، مجنون و صبی کے فرق اور حالت جنون کی طلاق سے سوال۔
- ۶۳۲۔ مجنون کی شریعت میں کوئی علیحدہ تعریف نہیں، مجنون وہی ہے جس کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہیں۔
- ۶۱۳۔
- ۶۱۵۔
- ۶۱۸۔

ضمان و تاوان

- ۶۱۸۔ عقیدہ مضاربت میں تاوان مضارب پر ڈالنے کا سوال۔
- ۱۳۱۔
- ۶۱۸۔ مضاربت پر تاوان کی شرط فاسد ہے، رب المال مضارب سے تاوان نہیں وصول کر سکتا۔
- ۱۳۱۔
- ۶۱۹۔ امین سے غاصب نے زبردستی چھین لیا تو امین ضامن نہیں، ورنہ امین اور غاصب دونوں ضامن ہیں، صاحب مال جس سے چاہے وصول کرے۔
- ۱۵۲۔
- ۶۲۰۔ وکیل کی تقصیر سے ضائع ہوا تو تاوان دینا ہوگا ورنہ نہیں۔
- ۱۵۵۔
- ۶۳۰۔ دلال کپڑا بھول گیا کہ کس دکان پر چھوڑا ضامن ہوگا۔
- ۱۵۵۔ کسی نے نوٹ تڑوانے کو دیا، راستہ میں گم ہو گیا
- اکراہ معتبر عند الشرع اور غیر معتبر کی تعریف اور بیان احکام۔
- حجت شرعی تین ہیں، گواہی، اقرار، انکار۔
- مکرہ کا اقرار باطل ہے۔
- اگر اقرار اور عتہ شہادت شرعیہ سے ثابت ہو تو قبالہ کی تقریر بحالت صحت نفس و ثبات عقل غیر معتبر ہے۔
- ایسی عورت جس پر کبھی کبھی جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ معتوہ ہے۔
- فالج دماغی مرض ہے مگر اس کو جنون لازم نہیں۔
- تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر یہ مرض سال بھر میں ممتد ہو تو مرض کا حکم تندرستوں کا ہے، اور اس کے تمام تصرفات نافذ ہیں۔
- شطنج وغیرہ کھیننا اختلال عقل نہیں بلکہ سلیم الخواسی کا کام ہے۔
- مسلوب الخواسی کی اعلیٰ قسم جنون اور ادنیٰ قسم عتہ ہے۔
- مدہوش کے لئے اکثر حال اقوال و افعال میں اختلال ضروری ہے۔
- لڑکے میں ۱۲ برس اور لڑکی میں ۹ برس سوتے وقت احتلام ہونا، انزال، لڑکی میں حیض یا حاملہ ہونا، یا جماع سے لڑکے کا حاملہ کرنا، یہ سب بلوغ کی قطعی علامتیں ہیں۔
- آثار بلوغ کے بغیر بھی اگر وہ اپنے کو بالغ کہیں

- مخلوقِ خدا کو ڈرانا یا اس کا انتظام اور حیلہ کرنا بھی حرام ہے۔ ۶۵۲
- مسجد کی زمین غصب کرنے والا شخص فاسق، فاجر، ظالم ہے۔ ۶۶۳
- اس کی وعید میں بخاری، مسلم، احمد و طبرانی کی چار حدیثیں، اور سب کی نفیس وضاحت۔ ۶۶۳
- حدیث شریف سے زمین غصب کرنے اور مسلمانوں کو ایذا دینے کی وعیدیں، ایسے لوگوں اور ان کے معاونین کا حکم۔ ۶۷۰
- فاسقوں کے احکام اور وعیدیں۔ ۶۸۱
- تطوع کرنے کی فضیلت۔ ۶۸۷

فضائل و مناقب

- ۲۷۰ واعظ میں کیا کیا صفات ہونے چاہئیں۔ ۲۳۳
- حقیقی واعظ اس زمانہ میں سے ہے، اس کی خدمت اللہ و رسول کی خوشنودی کا ذریعہ ہے ۲۳۳
- قبولیت تحفہ کی حدیث۔ ۲۳۴
- ۲۲۱ استاد کا درجہ باپ سے اعلیٰ ہے، شرنبلالی، غنیہ ذوی الاحکام، عین العلم، عالمگیری سے ۲۳۴
- استاذ کے حق کا بیان۔ ۲۵۱
- مقام ورع مقام تقویٰ سے بلند ہے۔ ۲۷۸
- ۲۵۵ مصنف کی یہ تحقیق تمام کلماتِ علماء کی جامع اور ان کا خلاصہ ہے، اور اس کا پوری طرح بیان مصنف کی خصوصیت ہے۔ ۶۰۶
- ۵۳۹ علامہ شامی کے رسالہ نشر العرف نے مسئلہ کو

غضب تھی اس کا تاوان، اور زمین کرایہ پر چلنے کے لئے تھی تو موجودہ کے آج تک کے اور بطریقہ کے روز بیع تک کے محاصل غاصب کی جائداد سے وصول کریں، ورنہ غاصب کو اس سے منع کرنا حرام ہے۔

شرکت کی چیز استعمال سے ضائع ہو جائے تو کس پر تاوان ہے۔

عامۃ الورد و جگہ مثلاً سرائے سے کسی مسافر کا سامان گم ہو گیا سرائے کے مالک پر تاوان کی ذمہ داری نہیں۔

ترغیب و ترہیب

مرید کے یہ کہنے سے کہ میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہو گیا فسخ بیعت ہو گئی۔

پیر کے خلاف بدگمانی کر کے مرید تنبیہ شرعی کا مورد ہوا۔

معلم قرآن کو لہو دینے کو حرام کہنا جہالت اور دین پر افتراء ہے۔

واعظ کو طلب دنیا کا ذریعہ بنانے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت میں تین آدمیوں کی طرف سے خود مدعی ہو گا۔

بدعہدی فسق ہے۔

قرآن عظیم میں قاضیوں کے لئے ظالم، فاسق، کافر تین الفاظ ارشاد ہوئے۔

اس طرح منضبط نہیں کیا ہے مگر اسی رسالہ کے مطالعہ کی برکت سے یہ مسائل مصنف پر منکشف ہوئے۔

تاریخ و تذکرہ

مفتاح کے مصنف کا پتہ نہیں، نہ اس کا اندراج کتب مذہب میں ہے۔

قاضی شریح مولا علی کے قاضی تھے ہمیشہ اسی پر حکم دیتے، ہزار ہا صحابہ مجلس میں ہوتے کوئی انکار نہ کرتا۔

اسماعیل اور ابراہیم علیہ السلام کے عہد مبارک میں اللہ تعالیٰ نے قمری مہینوں پر بنائے کار رکھنے کا حکم دیا۔

ابھی مدارس عربیہ میں شہور ہلالی ہی معتبر ہیں۔ علامہ شامی کے حاشیہ اور رسالہ شفاء العلیل کا ذکر اور علامہ طحاوی کی مدح کا تذکرہ۔

امام شعبی شطرنج کھیلتے تھے مگر کوئی انھیں محبوظ الحواس نہیں کہتا۔

حضرت ہشام کلبی کے تین نوادر کا ذکر۔

قرض

دین کی ادا اس کے مثل مال سے ہی ہو سکتی ہے۔

بے تراضی جاہد کو قرضہ میں لینا ظلم ہے یا بیہا

الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم الایۃ سے استدلال۔

قرضخواہ قرضدار کے مال سے خلاف جنس چیز بے رضا قرضدار نہیں لے سکتا۔

۱۰۱

۶۰۶ مورث پر دین ہو تو صلح تجارت کی یہ صورت ہے

۱۲۲

کہ دین کی ذمہ داری ورثہ لے لیں۔

۱۲۳

تذکرہ میں دین ہونے کی صورت میں صلح کا سوال۔

تذکرہ میں دین ہو تو صحت صلح کی شرط یہ ہے کہ دین

۱۲۵

کو صلح سے علیحدہ کیا جائے۔

۱۲۶

غیر دیون کو دین کا مالک کرنا جائز نہیں۔

۱۵۳

ظفر بجنس حقہ کا سوال۔

۴۱۰ قرضخواہ جب قرضدار کے پاس اپنے حق کی جنس

سے کوئی چیز پائے اور معلوم ہو کہ دوسرے کی ہے

۱۵۳

تو اس کو لینا جائز نہیں، اور علم نہ ہو تو لے سکتا ہے

۴۴۸ کافر کا قرض مسلمان پر تھا، دینے کی نیت تھی کہ

قرض خواہ مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں،

۴۵۱ اس زمانہ میں ایسا مال لا وارث مال ہے،

اور فقراء و مساکین اس کے مستحق یا مساجد و

۴۸۶ مدارس میں صرف کیا جائے یا قرضدار فقیر ہو تو

خود لے لے، کافر کی طرف اس کا تصدق

۶۱۸ حرام اور اس سے اجر و ثواب کی نیت کی تو

۱۶۵

۶۲۱ کھنہ۔

مورث پر جو دین ہو اور اس کا مطالبہ کر نیوالا

بندوں کی طرف سے نہ ہو تو وصیت کے بغیر

۲۶۰

وارثوں پر اس کی ادا ضروری نہیں۔

ڈاکخانہ والوں کو فیس کی رقم اگر کسی کام کے عوض

کے بغیر دی جاتی یا کسی کام کے عوض دی جاتی

رُو بر و اقرار صحیح ہونے کی قسم مقررہ سے لے سکتا ہے ۱۱۷

۵۶۶ حیل

۳۲۵ ہبہ بالعوض کے حیلہ کا سوال۔
پڑھنے والوں کو اتنے ٹائم کے لئے مزدور
رکھ لیں اور اب ان سے طاعات کروائیں تب
بھی حرج نہیں۔ ۶۴۰

۴۹۶

۵۱۳

سود سے بچنے کے طریقے۔
اس کے جائز ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ میت والے
اتنی دیر کے لئے حافظ کو اپنے کام کے لئے
اجرت پر رکھ لیں، اور جب وہ پہنچیں تو ان سے
اور کام کے بجائے تلاوت کا کام ہی لے لیں۔ ۵۲۹
دیہات کے ٹھیکہ کو حدودِ شرع میں کرنے
کی ترکیب۔ ۵۵۱

دیہات کا ٹھیکہ جائز ہونے کی ایک دوسری
ترکیب۔ ۵۵۳

۵۵۳

۵۵۸

دیہات کے ٹھیکہ کے جواز کی دو تدبیریں۔ ۵۲۹

مناظرہ و ردِ بد مذہبیاں

۲۵۲ مفتاح کے استدلال پر تنقید۔

صاحبِ مفتاح کی عبارت کا تضاد اور اس

۲۵۵ سے ان کے استدلال کے ضعف کا اظہار۔ ۵۷۷

۲۸۲ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی تغلیط۔

۳۷۸ فتویٰ دیوبند کی تجہیل۔

۴۱۸ مولوی امیر احمد سہسوانی پر تعریض۔

مگر وہ کام مقصود یا صالح عقد اجارہ نہ ہوتا تو
البتہ یہ معاملہ قرض ہوتا۔

زید نے مکتہ کے کسی رہنے والے کو ہر سال
تین روپے کی سبیل پلانے کا وکیل بنایا اور کئی
سالوں کا بقایا چھوڑ کر مر گیا، ورثہ پر اس کی
ادائیگی ضروری ہے یا نہیں۔

اسماء الرجال

امام زلیعی ان ائمہ کے ہمسر نہیں جو قولِ امام پر
فتویٰ دیتے ہیں۔

امام فخر الدین اوزبندی کے صاحبِ ترجیح ہونے
پر فتاویٰ خیرہ، تصحیح قدوری، غنم العیون،
طحاوی اور عقود الدریہ سے نقول۔

جس حاوی میں یہ لکھا ہے کہ ۴۵ درم سے کم
ختم قرآن کی اجرت مقرر کرنا جائز نہیں وہ حاوی
زاہدی معتزلی ہے، حاوی مقدسی نہیں، اور
یہ حکم خلافِ شرع ہے۔

جرح و تعدیل

حدیث شرط پر امام اعظم کی وجہ سے ابنِ قطن
کی جرح اور اس جرح پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ
کی کڑی تنقید۔

قسم

مقرر کے اقوال سے پھرنے کی صورت میں مقرر قاضی کے

۲۰۴	۴۲۱	کا جواب۔	معتزض کی تجہیل اور اس پر زجر۔
۲۴۸	۵۶۴	امام خیر الدین رملی کی عبارت کی توضیح و توجیہ۔	فتویٰ مولوی رشید احمد پر تنقید۔
۲۶۰		ایک لغزش کی طرف اشارہ۔	اسی قسم کا ایک اور غلط فتویٰ کہ چاند کی شہادت بذریعہ تار جاتز ہے۔
۲۶۴	۵۶۴	پیر نے مرید کو عاق کیا وہ عاق ہوا یا نہیں۔	
۳۱۲		”ش“ اور بجر کے سہو کی طرف اشارہ۔	
		اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں چار محترم ہیں۔	
۴۴۸	۱۰۲	عام مسلمان عملدرآمد میں ہلالی مہینوں کا لحاظ کرتے ہیں، شمسی ماہ مہینہ مہرینہ ہے۔	عبارت خلاصہ میں کاتب کی غلطی کی تصریح اور اس عبارت کی تصحیح۔
۴۴۸		چاند مہینہ بھر میں آسمان کی ۲۸ منزلیں طے کرتا ہے	مسئلہ اطلاق بیع العین فی المہر میں صاحب خلاصہ کی عبارت کا صحیح محل۔
۴۶۵	۱۰۳	علامہ شامی کی لغزش قلم کا بیان۔	امام انصیب کے فتویٰ الظفر بخلاف الجنس کا صحیح محل۔
۴۸۳	۱۰۶	تعمیر چاہ کے لئے جمع شدہ رقم خازن بیت المال بنا کر اس سے قرض بانٹنا شروع کیا، کچھ لوگوں نے اس سے قرض لیا اس دوران بیت المال کو چندہ دیا بعد میں پھر بند کر دیا، کیا ایسے خزانہ کا نام بیت المال رکھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔	صاحب درمختار پر تطفل۔
۶۹۰	۱۲۰		حموی شارح اشباہ کی ایک غلط فہمی کا ازالہ تطفل علی الشامی۔
	۱۲۷		بزازیہ کی ایک عبارت پر استدراک۔
	۱۴۴		درمختار کی ایک عبارت کی توضیح اور ایک شبہہ
	۱۴۸		

متفرقات



کتاب الوکالة

(وکالت کا بیان)

مسئلہ از کمپ میرٹھ لال کرتی بازار محلہ گھوسیاں مرسلہ شیخ غلام احمد صاحب
۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

جناب مولانا! بعد تعذیم سلام عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے جلد مشرف فرمائیں۔
بعض شخصوں نے کچھ روپے زید کو دیئے کہ ان کی کتابیں دینیہ لے کر طابعلموں کو دے دو، زید کے پاس
خود وہ کتابیں دینیہ موجود تھیں اس نے اپنے پاس سے حسب نرخ بازار کتابیں لے کر طابعلموں کو تقسیم کر دیں
اور وہ روپے اپنی کتابوں کی قیمت میں آپ رکھ لئے اور یہ سمجھا کہ میں نے یہ بیع اصالة اور خرید وکالة کی ہے
اور مقصداً حال سے قطعاً معلوم ہے کہ مالکوں کو ہرگز کچھ غرض اس سے متعلق نہ تھی کہ بازار ہی سے کتابیں
خریدی جائیں اسی واسطے انھوں نے معاملہ میں یہ قید نہیں لگائی ان کا اصل مقصد تقسیم کتب سے تھا وہ
زید نے بخوبی کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ تقسیم کتب مالکوں کی طرف سے ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہوتی
تو اب کیا کیا جائے؟ کتابیں واپس نہیں ہو سکتیں، بالکل یاد نہیں رہا کہ وہ طابعلم کون کون تھے، زیادہ
زمانہ گزر گیا، اور مسئلہ میں شہد اب پڑا اور وہ روپے بھی باقی نہیں رہے۔ بیٹنوا تو جروا (بیان
کیجئے اجردے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید کو اصلاً یہ اختیار نہ تھا، نہ وہ بیع ان روپیہ دینے والوں کے ہاتھ ہوتی،
فان الواحد لا يتولى طرفي العقد في البيع
کہ بیشک ایک ہی شخص بیع جیسے عوض کے معاملات
و امثاله بخلاف النكاح۔
میں خرید اور فروخت دونوں کا ولی نہیں بن سکتا
بخلاف نكاح کہ اس میں بن سکتا ہے۔ (ت)

تو یہ کتابیں اس کی اپنی گتیں روپے کے مالکوں کو ان کا روپیہ واپس کرے،
في الدر المختار لا يعقد وكيل البيع والشراء
در مختار میں ہے بیع، شراہ اور اجارہ ان جیسے
والاجارة ونحوها مع من ترد شهادته
معاملات کا وکیل ایسے لوگوں سے عقد نہیں کر سکتا
لہ الا اذا اطلق له الموكل كبيع ممن
جن کی شہادت اس کے حق میں مقبول نہیں مگر اس
شئت فيجوز بمثل القیمة وفي السراجیة
صورت میں جبکہ موکل نے اسے عام اختیار دیا ہو
لو صرح بهم جانرا جماعا الا من نفسه اه
مثلاً یہ کہہ دے تو جس سے چاہے بیع کر، تو ایسی
مختصراً وفي رد المحتار عن منح الغفار
صورت میں وہ ان لوگوں سے بازاری قیمت پر
عن السراج الوهاج لو امره بالبيع من
عقد کر سکتا ہے اور سراجیہ میں ہے اگر موکل نے
هؤلاء فانه يجوز اجتماع الا ان يبيعه
ایسے لوگوں سے عقد کی صراحتاً اجازت دی تو بالاجماع
من نفسه فلا يجوز قطعاً وان صرح به
بیع جائز ہے لیکن خود اپنے لئے خرید نہیں کر سکتا
الموكل اه باختصار۔ واللہ سبحانہ
مختصراً۔ اور رد المحتار میں ہے منح الغفار کے حوالہ
تعالیٰ اعلم۔
سے السراج الوهاج سے منقول ہے کہ اگر موکل نے

ایسے لوگوں سے بیع کا اختیار دیا ہو تو بالاجماع ان لوگوں سے بیع جائز ہے لیکن اپنی ذات کے لئے خریدنا تو
یہ قطعاً جائز نہیں اگرچہ موکل نے اس کو صراحتاً یہ اجازت بھی دی ہو، اہ مختصراً۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ از دولت پور ضلع بلند شہر مسئلہ بشیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، وکیل مطلق اگر کسی کو کچھ معاف کر دے اور اس کو اختیارات
کامل معاف کر دینے کے حاصل ہوں تو پھر وہ رقم معاف شدہ از روئے شرع شریف کے پانے کا مستحق

۱۰۰ / ۲ مطبع مجتہدانی دہلی کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰ / ۴

ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر صرف معاف کر دینے کی اجازت موکل نے دے دی تھی جب تو اس کا معاف کیا ہوا بعینہ موکل کا معاف کیا ہوا ہے جہاں خود اپنی معافی کو واپس نہیں لے سکتا وکیل کی معافی بھی واپس نہ ہو سکے گی اور شرعاً اس رقم کا مستحق نہ رہے گا، اگر صرف وکیل عام کیا یا کہہ دیا کہ اس کا جملہ ساختہ پر داختہ مثل میرے ذات کے ہے تو معاف کر دینے کا وکیل کو اختیار نہ ہوگا، موکل اگر قبول نہ کرے تو رقم معاف کر وہ لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

واضح رہے کہ جس وکیل کو مطلق عام وکالت تفویض کی گئی ہو وہ صرف عوض والے معاملات میں مختار ہوگا، طلاق، عتاق اور تبرعات کا اختیار اُسے نہ ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائے۔ زواہر الجواہر، تنویر البصائر۔ (ت)

اعلم ان الوکیل وکالة عامة مطلقة مفوضة انما يملك المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات به يفتى له زواہر الجواہر، تنویر البصائر۔ اور برازیہ میں ہے:

تجھے ہر جائز معاملہ میں میری وکالت ہے، تو اس سے وکیل کو حفاظت، بیع اور شرار کا اختیار حاصل ہوگا، عتق اور تبرعات کا اختیار نہ ہوگا، اور اسی پر فتویٰ ہے اہل ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

انت وکیل فی کل شیء جائز امرک ملک الحفظ والبیع والشراء الا العتق و التبرع وعلیہ الفتویٰ اہل ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دفتر محکمہ زراعت پنجاب لاہور مسئلہ محمد نصر اللہ صاحب ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیشہ وکالت از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔

الجواب

وکالت جس طرح رائج ہے کہ حق کو ناحق، ناحق کو حق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر وہ بیع

۱۰۹/۲ لے درمختار کتاب الوکالة باب الوکالة بالبیع والشراء مطبع مجتہباتی دہلی
۲۵۹-۶۰۵ لے فتاویٰ برازیہ علی ہامش الفتاویٰ المنیة کتاب الوکالة الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۶-۲۵۹

بولنا چاہے تو کہتے ہیں اگر سچ کہو گے تو تمہارا مقدمہ سرسبز نہ ہوگا، جھوٹی گواہیاں دلواتے ہیں، جھوٹے حلف اٹھواتے ہیں، قطعی حرام ہے۔ اور ایسی ہی وکالت آج کل فروغ پا سکتی ہے، وہ جو کامل تحقیقات کے بعد جسے حق پر جان لے صرف اس کی وکالت کرے، محض بطور حق کرے، جھوٹ بولنے یا بلوانے سے پرہیز کرے اس کی وکالت اس زمانے میں اصلاً نہیں چل سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاقرار

(اقرار کا بیان)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک امر کا پیش قاضی اقرار کیا اور اس اقرار کا معترف تھا، اب اس امر سے انکار کرتا ہے، آیا یہ انکار اس کا معتبر ہوگا یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں زید اپنے اقرار پر ماخوذ اور انکار اس کا مردود ہوگا،

فی العالمگیریۃ ان کان الواهب اقرب ذلک
عند القاضی والعبد فی یدہ اخذ باقرارہ
وفی الاشباہ والنظائر اذا اقر بشئ ثم ادعی
المخطأ لم تقبل کما فی الخانیۃ۔ واللہ اعلم
عالمگیری میں ہے اگر ہبہ کرنے والے نے یہ
اقرار کیا حالانکہ غلام اس کے قبضہ میں ہے تو
وہ اپنے اقرار کی بنا پر ماخوذ اور پابند ہوگا،
اور الاشباہ والنظائر میں ہے جب کوئی کسی چیز
کا اقرار کر لے پھر اقرار کے خطا ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ مقبول نہ ہوگا جیسا کہ خانیہ میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۰ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبۃ الباب التاسع فورانی کتب خانہ پشاور ۳۹۸/م
۱۱ الاشباہ والنظائر کتاب الاقرار الفصن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲۰/۲

مسئلہ از گورکھپور محلہ گھوسی پورہ فرسٹ مولوی حکیم محمد عبداللہ صاحب ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۰ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مرض موت میں
 بحضور ایک جماعت معززین کے اپنی زوجہ کے مہر کا اقرار کیا اور کہا کہ میرے ذمہ پچاس ہزار روپیہ دین مہر
 میری زوجہ کا واجب الادا ہے وہ اب تک مجھ سے ادا نہیں ہوا، اب ادا ہونا اس کا ضروری ہے، لہذا
 میں اپنی زوجہ کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ دین مہر اپنا میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ سے وصول کر لے، بعدہ زوجہ نے
 بنا برہدایت شوہر اپنے کل جائیداد شوہری پر قبضہ اپنا کر لیا بعدہ ورثہ مقرباہم مختلف ہوئے، اکثر نے اقرار اپنے
 مورث کا تسلیم کیا، اور بعض کا بیان ہے کہ دعویٰ اقرار غلط ہے اور مہر زوجہ کا اس قدر نہیں بندھا تھا، اب
 استفسار یہ ہے کہ اقرار مورث جو کہ بشہادت معزز لوگوں کے ثابت ہے شرعاً قابل اعتبار ہے یا نہیں، اور مقدار
 مہر مطابق اقرار مورث کے شرعاً واجب الثبوت ہے یا نہیں، اور قبضہ زوجہ مقرر کا بعض دین مہر اپنے کے جائیداد
 شوہری پر شرعاً قابل نفاذ ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ مرض موت میں وارث کے لئے اقرار بے تصدیق دیگر ورثہ معتبر نہیں،

کما نصوا علیہ قاطبة وعلوہ بان حقہم
 تعلق بمالہ ففی تخصیص البعض بہ
 ابطال حق الباقین۔

جیسا کہ اس پر سب نے نص فرمائی ہے اور انھوں
 نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ تمام ورثاء کا حق
 میت کے تمام ترکہ سے متعلق ہے تو ترکہ سے کچھ
 ورثاء کی تخصیص میں باقی ورثاء کے حق کو باطل کرنا ہے (ت)
 مگر جبکہ نکاح معروف ہو تو عورت کے لئے مہر مثل تک اقرار صحیح و مقبول ہے وجہ اس کی یہ کہ مہر مثل موجب اصل
 نکاح ہے کما صرح فی الہدایۃ وغیرہا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت) تو خود ثبوت
 نکاح اس کے اثبات میں کافی، فان الشئ اذا ثبت ثبت با حکامہ (کیونکہ جب کوئی شے ثابت ہوتی ہے
 تو وہ اپنے احکام سمیت ثابت ہوتی ہے۔ ت) ولہذا عورت کی بلائینہ اس مقدار تک تصدیق کی جاتی ہے،
 فی وصایا الخانیۃ ما جل مات عن اولادہ
 الصغار وادعت المرأة مہرہا
 قالوا ان کان النکاح معروفا کان
 القول قول المرأة الحی
 مہر مثلہا یدفع ذلک
 خانہ کے وصایا میں ہے ایک شخص فوت ہوا نابالغ
 اولاد چھوڑی اور عورت نے ترکہ پر اپنے مہر کا دعویٰ کیا
 تو فقہاء کرام نے فرمایا اگر عورت سے میت کا نکاح
 معروف و معلوم ہے تو عورت کا مہر مثل تک دعویٰ
 قبول کیا جائے گا اور اتنا مہر عورت کو

اليها ام ملخصاً۔ دے دیا جائے گا اھ ملخصاً (ت)

تو اس قدر میں مرض کی تصدیق اُس کے اقرار سے کسی امر غیر ثابت کا ثابت کرنا نہیں، بنا برہاں واجب القبول ہوا۔ فتاویٰ امام خیر الدین رملی میں ہے،

ان سے سوال ہوا اس صورت کے متعلق کہ جب کوئی شخص اپنی مرض موت میں شرعی گواہوں کی موجودگی میں یہ اقرار کرے کہ اس کی بیوی کا اس کے ذمہ پچیس دینار سونا مہر موجدل ہے اور بیوی اس اقرار کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے بعض ورثا بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں جبکہ بعض ورثا اس کو جھوٹ قرار دیتے ہیں، تو کیا مذکورہ اقرار صحیح ہوگا یا نہیں، تو امام خیر الدین رملی نے جواب دیا کہ وہ عورت ایسی ہو کہ اس کے لئے اقرار میں بیان کردہ مہر کی مقدار موجدل ہوتی ہے، تو مہر کا یہ اقرار صحیح ہے جیسا کہ جامع الفصولین وغیرہ میں اس کی تصریح کرتے ہوئے

سأل فيما اذا اقر بحضرة بينة شرعية في مرضه بان في ذمته لزوجته خمسة وعشرين دينارا ذهباً مهراً مؤجلاً و صدقته فيه، وصدق على ذلك بعد موته بعض ورثته وكذب البعض فهل الاقرار المذكور صحيح ام لا (اجاب) الاقرار بالمهر صحيح حيث كانت ممن يؤجل لها مثل المقر به كما صرح به في جامع الفصولين وغيره معللاً بقوله اذ يقبل قولها الى تمام مهر مثلها بلا اقرار الزوج اھ بتلخیص۔

یہ علت بیان فرماتی ہے کہ خاوند کے اقرار کے بغیر بھی مہر مثل کی حد تک عورت کا قول قبول کیا جائیگا اھ ملخصاً۔ (ت)

پس اگر پچاس ہزار روپے عورت کے مہر مثل سے زائد نہیں تو اس پوری مقدار میں مرضی کا اقرار مقبول ہوگا اور زائد ہیں تو صرف مقدار مہر مثل تک معتبر اور قدر زائد میں تصدیق ورثہ یا اقامت بینہ عادلہ شرعیہ کی حجت ہوگی۔

فان البينة كاسمها مبينة والثابت بالشهادة كالثابت بالمشاهدة۔

کیونکہ بینہ اپنے عنوان کے مطابق واضح کرتی والا ہے اور شہادت کے ساتھ ثابت شدہ چیز کو یا وہ مشاہدہ سے ثابت ہے۔ (ت)

خیر یہ کے فتویٰ مذکور میں ہے،

۱۔ فتاویٰ قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی
۲۔ فتاویٰ خیر یہ کتاب الاقرار
۳۔ نوکشتور لکھنؤ
۴۔ دار المعرفہ بیروت
۵۔ ۸۵۹/۴
۶۔ ۱۰۰/۲

والحاصل ان الاقرار لها بالدنانير المذكورة
مهر صحيح حيث لا زيادة فيه على
ما يوئل لثلاثها ولا يحتاج فيه الى تصديق
الورثة وان كان فيه زيادة لا يصح بها
الاب و يصح فيما هو مهر مثلها

حاصل یہ کہ بیوی کے لئے مذکورہ دنائیر مہر کا اقرار تب
صحیح ہوگا جب اس عیسی عورت کے مہر موبجل کے
برابر ہو زائد نہ ہو اور اس میں ورثاء کی تصدیق کی
ضرورت نہیں، اور اگر اس سے زائد ہو تو پھر
ورثاء کی تصدیق کے بغیر اقرار صحیح نہیں ہوگا اور
یہ بھی مہر مثل کی حد تک صحیح ہوگا۔

اس قدر سے سوال کے دو امر کا جواب منکشف ہو گیا۔ رہا امر ثالث یعنی زوجہ کا جائداد مورث پر بعض مہر
بے رضائے ورثہ قبضہ کر لینا۔ واضح ہو کہ دین ایک مال حکمی ہے کہ ذمہ پر ثابت ہوتا ہے کما فی الحاوی
القدسی (جیسا کہ الحاوی القدسی میں ہے۔ ت) اور اس کی ادا اس کے مثل ہی سے ہوتی ہے،
فقد نصوات الديون تقضى بامثالها
کما فی الاشباہ وغیرہا۔
تو بیشک سب نے تصریح کی ہے کہ دیون کی ادائیگی
اس کی مثل سے ہوگی جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں

ہے۔ (ت)

اور دین وعین محض متبائن ہیں، نہ مثلیں، ولہذا باجماع ائمہ حتی دائن مالیت میں ہے نہ عین میں۔

نص علیہ فی غیر موضع من الہدایۃ
و غیرہا عامۃ کتب المذہب منہا فی
اقرار المریض ان حق الغرماء تعلق
بالمالیۃ لا بالصورة اھ۔
اس پر ہدایہ وغیرہ کتب مذہب میں متعدد مقامات
پر نص ہے ان میں ایک مقام اقرار المریض
میں ہے کہ حق کا مطالبہ کرنے والوں کا
تعلق مالیت سے ہوتا ہے کسی معین مال کی صورت
سے نہیں ہوتا اھ (ت)

تو بطور خود اخذ عین بعوض دین تجارت بے تراضی ہے کہ بنص قطعی قرآن عظیم ممنوع و ناجائز،

یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم
بالباطل الا ان تكون تجارة عن
ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو!
آپس کے مال کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر

۱۰۰/۲

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الاقرار

لہ فتاویٰ خیریہ

۱۵/۲

ادارۃ القرآن کراچی

کتاب الوکالۃ

الضمان الثانی

۲۳/۳

مطبع یوسفی لکھنؤ

باب اقرار المریض

لہ الہدایۃ

الاتری انه رحمه الله تعالى خص اخذ العين
 بما اذا كانت التركة دراهم او دنانير
 وفي غيره انما اجازنا الاستيفاء بالبيع
 لا اخذ العين في الدين ونص
 انه لا بد فيه من البيع حيث قال
 وان كانت شيئاً مما يحتاج الى
 البيع الخ، فمعنى قوله و تاخذ
 الثاني تاخذ المهر من الثمن
 وان لم يرض الوارثة بل اظن
 وار جوا ان اكون في ظني صادقاً
 ان لا سقطت من تاخذ الثاني
 من قلم الناسخ وانما العبارة و
 لا تاخذ من غير رضا الوارثة
 اذ به يحسن المقابلة بين هذا
 وبين ما قدم من قوله
 تاخذ من غير رضا الوارثة ان
 كانت دراهم او دنانير فالمعنى
 تباع وتستوفى قهراً عليهم
 ولا تاخذ العين الا برضاهم
 فلترجع نسخ الخلاصة
 فان النسخة التي عندي
 قد تقطعت اوراقها من هذا
 المقام ومن المحال ان

آپ دیکھ رہے ہیں کہ صاحب خلاصہ رحمہ اللہ تعالیٰ
 نے تخصیص کی ہے کہ اگر ترکہ دراہم و دینار ہیں تو
 عین ترکہ کو لینا جائز ہے، اور اگر ترکہ دراہم و دنانیر کا
 غیر ہو تو انہوں نے فروخت کر کے حق کی وصولی کو جائز
 کہا ہے نہ کہ اس عین سامان کو لینے کو جائز کہا
 اور انہوں نے اس عین سامان ترکہ کو فروخت کرنے
 کی ضرورت پر نص فرمائی ہے جہاں انہوں نے فرمایا
 کہ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کو فروخت کرنے کی ضرورت
 ہے الخ اور عبارت میں دوسرے "تاخذ" کا معنی
 یہ ہے کہ بیوی اس چیز کے ثمن سے مہر وصول کرے
 اگرچہ ورثہ کی رضا نہ ہو، بلکہ میرا ظن ہے اور مجھے
 امید ہے کہ میں اس ظن میں صادق ہوں، وہ یہ کہ
 یہاں "تاخذ" سے قبل "لا" نقل کرنے والے
 کے قلم سے ساقط ہو گیا ہے، جبکہ اصل عبارت یوں
 تھی: ولا تاخذ من غير رضا الوارثة، یعنی
 ورثہ کی رضا کے بغیر نہ لے، کیونکہ یوں اس عبارت
 کا پہلی عبارت سے مقابلہ درست ہو جاتا ہے، پہلی
 عبارت کہ اگر ترکہ دراہم و دینار ہوں تو ورثہ کی رضا
 کے بغیر وصول کر لے تو اب دوسری عبارت کا معنی یہ
 ہوا کہ سامان کو فروخت کرے اور حق کو اس کے ثمن
 سے جبراً وصول کرے اور عین سامان کو ان کی مرضی
 کے بغیر نہ لے، آپ خلاصہ کے مختلف نسخوں کی طرف
 مراجعت کریں میرے پاس جو نسخہ ہے اس مقام کے

يكون المرأة تاخذ العيت من غير رضاهم فانه على هذا لا يبقى الفرق بين النقد وغيره وهو انما فتح الكلام على التفرقة فلو كانت مراده هذا لقال "تاخذ التركة في مهرها ولو عروضا وعقارا وان لم يرض الوارثة"، وبالجملة فهذا مما لا يرضى به فقيه ثم لا عرض لنا ههنا يتعلق بنقد ما اطلق في اجازة البيع وان لم تكن وصية من قبل نزوجها والا فقيه مجال نظر فانها اذا لم تكن وصية كان بيعها بيع مال الغير من دون اذن منه ولا من الشرع بخلاف بيع الوصي فانه مختار المالك وبيع القاضى عند صاحبين فانه ماذون له من جهة الشرع دفعا للظلم وايضا لا للحق الى المستحق واذا رأينا الامام الاجل فقيه النفس استاذ صاحب الخلاصة مولينا القاضى الامام فخر الدين رحمهما الله تعالى فرض المسئلة في الخانية

اوراق اس میں سے کٹے ہوئے ہیں، اور یہ بات محال ہے کہ بیوی ورتار کی رضا کے بغیر عین سامان کو حاصل کرے کیونکہ اس صورت میں نقد اور غیر نقد کا فرق نہ رہے گا حالانکہ صاحب خلاصہ نے یہ کلام دونوں میں فرق کے لئے جاری کیا ہے، اگر ان کی مراد یہی ہوتی تو پھر کلام یوں ہونا چاہئے تھا؛ "ترکہ سے مهر وصول کرے اگرچہ سامان ہو یا جائداد ہو خواہ ورتار راضی نہ بھی ہوں"؛ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس ظاہر عبارت پر کوئی فقیہ راضی نہ ہوگا، پھر مطلق اجازت والی عبارت جس میں اگرچہ خاوند کی وصیت ہو، سے ہماری غرض کا تعلق نہیں ہے ورنہ یہاں اعتراض کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ جب خاوند کی مہر کی ادائیگی کے متعلق وصیت نہیں ہے تو پھر بیوی کا سامان کو فروخت کرنا غیر کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا اور شرع کی اجازت کے بغیر فروخت لازم آتا ہے بخلاف وصی کا ترکہ کے سامان کو فروخت کرنا کہ اس میں وہ مالک کی طرف سے مختار ہے، اور صاحبین کے نزدیک قاضی کے فروخت کرنے کا جواز بھی شرعی طور پر ماذون ہونے کی وجہ سے ہے تاکہ قاضی کے عمل سے ظلم ختم اور مستحق کو حق دیا جاسکے، اور جب ہم نے صاحب خلاصہ کے استاد امام اجل فقیہ النفس مولانا قاضی امام فخر الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ انھوں نے اس مسئلہ کو خانہ میں عورت کے وصی ہونے پر بیان فرمایا، جہاں انھوں نے خوب فائدہ مند کلام فرمایا (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے)،

کہ ایک میت نے اپنی بیوی کو وصیت کی اور مال ترکہ چھوڑا جبکہ خود اس بیوی کا میت کے مال میں مہر باقی ہو تو اگر میت نے ترکہ میں صامت مال یعنی نقد و سامان چھوڑا جو مہر کی مثل ہو تو بیوی کو (وصی ہونے کی حیثیت سے) اختیار ہوگا کہ وہ مناسب مال کو فروخت کرے اور اپنا حق مہر اس سامان کے ثمن سے پورا کر لے (ملخصاً)۔ (ت)

فما اذا كانت المرأة وصية حيث افادوا اجاد رحمه الجواد ميت اوصى الى امراته وترك مالا وللراة عليه مهرها ان ترك الميت صامتا مثل مهرها كان لهما ان تبیع ما كان اصلح للبیع وتستوفى صداقها من الثمن (ملخصاً)

اور زید کا کہنا میں اپنی زوجہ کو اختیار دیتا ہوں کہ دین مہر اپنا میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے وصول کرے ہرگز اس معنی میں نص نہ تھا جو زوجہ نے خواہی نخواستہ ہی قرار دے لئے کہاں جائداد سے وصول کرنا اور کہاں عین جائداد اپنے دین میں لینا آخر علماء یہی تو عام کتب میں فرماتے ہیں کہ ترکہ سے پہلے میت کے دیون ادا کئے جائیں پھر ثلث مالقی سے وصایا کیا اس کے یہ معنی کہ عین جائداد متروکہ دانتین و موصی لہم کو دے دی جائے جو معنی ادا کے کلام علماء میں ہیں بعینہ وہی معنی وصول کر لینے کے کلام زید میں۔ مع ہذا عین لبعوض دین دینا نہیں مگر بیع، لکونہ مبادلة مال بمال (مال کا مال سے تبادلو ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور مرضی نہ بالفعل وارث کے ہاتھ بیع کر سکتا ہے جب تک باقی ورثہ اجازت نہ دیں۔ جامع الفصول میں ہے:

اعطاها ببتاع عوض مهر مثلها لم یجز اذ البیع من الوارث لم یجز فی المرض ولو بتمن المشلل الا اذا اجازت وارثه
خاوند نے مرض موت میں بیوی کو مہر کے عوض مکان دیا تو جائز نہیں کیونکہ مرض موت میں کسی وارث کو بیع کر دینا ناجائز ہے اگرچہ وہ بیع مساوی ثمن کے عوض ہو، ہاں اگر باقی ورثہ جائز کر دیں تو جائز ہو جائے گی۔ (ت)

نہ وارث کے لئے وصیت کا اختیار رکھتا ہے کہ فلاں شئی اس کے ہاتھ بیع کی جائے یا یہ

عہ الصامت من المال الذهب والفضة والناطق هو الحيوان (منجد)۔
صامت مال سے مراد سونا چاندی اور ناطق سے مراد حیوانات ہیں (المنجد)۔ (ت)

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الولی نوکشتور لکھنؤ ۸۵۹/۴
لے جامع الفصولین الفصل الرابع والثلاثون کتاب النکاح اسلامی کتب خانہ کراچی ۲۳۴/۲

خود اپنے ہاتھ بیع کر لے الا لا وصیة لوارث الا ان یجیزها الوارثۃ (خبردار، وارث کیلئے وصیت جائز نہیں مگر جب ورثاء جائز قرار دیں تو جائز ہوگی۔ ت) بہر حال زید کا کلام بھی کچھ بکار آمد نہیں۔ بالجملہ اگر دین ترکہ کو محیط نہیں جب تو امر نہایت ظاہر کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں ہوتا۔ اشباہ کے قول فی الدین میں ہے :

قد مانا انه لا یمنع ملک الوارث للترکة
ان لم یکن مستغرقا و یمنعه ان کان
مستغرقا۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب ترکہ قرض میں مستغرق نہ ہو تو وارث کے مالک بننے کو مانع نہیں، ہاں اگر ترکہ قرض میں مستغرق ہو تو اس کی ملکیت میں رکاوٹ بنے گا۔ (ت)

تو زوجہ ملک ورثہ بے رضائے ورثہ کیونکہ بطور خود بالجبر لے سکتی ہے اور اگر محیط ہے تاہم ورثہ شرعاً اختیار رکھتے ہیں کہ دین اپنے پاس سے ادا کر کے ترکہ کو خالص کر لیں۔ اشباہ کے قول فی الملک میں ہے :

للوارث استخلاص المترکة بقضاء الدین
ولو مستغرقا۔
وارث کو قرض ادا کر کے ترکہ کو خالص کرانا جائز ہے
اگرچہ ترکہ قرض میں مستغرق ہو۔ (ت)

توان کی بے رضا قبضہ کر لینے میں ان کے اس حق کا ابطال ہے اور یہ جائز نہیں۔ ولہذا اعلام جمہوی نے تصریح فرمائی کہ قاضی جب ترکہ کو دین محیط میں بیچے تو بیع بحضور ورثہ ہونا چاہئے کہ وہ حق استخلاص رکھتے ہیں

قال فی الاشباہ لا ینفذ بیع الوارث المترکة
المستغرقة بالدین وانما ینبغی القاضی
فقال فی الغمز ینبغی ان یکون البیع بحضور
الورثۃ لہما لہم من حق امساکھا وقضاء
الدین من مالہم الخ۔
الاشباہ میں فرمایا کہ دین میں مستغرق ترکہ کو وارث کا فروخت کرنا جائز نہیں اور صرف قاضی اسے فروخت کر سکتا ہے اور، تو غمز العیون میں فرمایا مناسب ہے کہ قاضی کی بیع ورثاء کی موجودگی میں ہو کیونکہ ورثاء کو حق ہے کہ قرض میں اپنا مال لے کر ترکہ کو روک لیں۔ (ت)

۲۱۵/۲	ادارة القرآن کراچی	الفن الثالث القول فی الدین	لہ الاشباہ والنظار
۲۰۵/۲	" "	القول فی الملک	" "
"	" "	" "	" "
۲۰۵/۲	" "	" "	کہ غمز عیون البصائر مع الاشباہ

پس روشن ہو گیا کہ قبضہ زوجہ محض بے جا و بے معنی ہے،

یہاں الاخصب کا فتویٰ ہے جس سے میں غافل نہیں اور مجھ کو بھی نہیں لیکن میرے نزدیک اس فتویٰ کا محل وہ مخفی اموال ہیں جن پر وصولی سے مایوس قرض خواہ قابو پالے نہ کہ اموال ظاہرہ اس کی واضح تحقیق طویل ہے اس لئے متقدمین تمام ائمہ اور جلیل القدر جمہور متاخرین کی اقتدار میں اس سے پہلو تھی مناسب کیونکہ آپ ان کے کلام میں اس کا ذکر، حکایت اور خبر تک نہ پائیں گے، اور ہو بھی کیسے جبکہ یہ بات ہمارے ائمہ کے متفق علیہ مذہب کے مخالف اور تمام متون بمع شروح و فتاویٰ ہمارے مذہب کی کتب سے متضاد ہے ہاں دفع حرج کیلئے ضرورت کے وقت اس کو اپنانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ اس وقت جب وصولی سے مایوسی ہو اور اپنے حق کو حاصل کرنے پر قدرت بھی ہو اور یہ دونوں باتیں اموال خفیہ کے بغیر بہت کم مجتمع ہوتی ہیں جیسا کہ ذکی فہم والے پر مخفی نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

وههنا فتوى للاخصب ما انا بغافل عنها ولا ناس لها لكنها محمولة عندى على اموال خفية يظفر بها الدائن الاثمن من الوصول الى حقه دون الظاهرة والاسترسال في تحقيقه يطول فلنضرب عنها الذکر صرفاً اقتداءً بجميع ائمتنا الاقدمين، وجماهير الاجلة المتأخرين حيث لا تری لها في كلامهم عیناً ولا اثرًا ولا ذکرًا ولا خبرًا كيف وقد وقعت مخالفة للمذہب الجمع علیہ بین ائمتنا ومضاداً لما اطبقت علیہ المتون قاطبة مع الشروح و الفتاوی من کتب مذہبنا نعم لا بأس بالمصير اليها عند الضرورة دفعا للحرج وذلك انما يكون عند اليأس مع القدرة على الاستيفاء بالاخذ وقلما يجتمعان الا في مال خفي كما لا يخفى على ذی فهم ذکی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ حسین بیگم بریلوی نے بارادہ حج بیت اللہ شریف کو جاتے وقت بیس روپیہ اور ایک جگنو طلائی اور ایک زنجیر نقرئی بمبئی میں پاس جمیل النساء کے پاس شرط بطور امانت چھوڑی کہ جس وقت جو شے میں طلب کروں تم بھیج دینا اور در صورت میرے مرجانے کے وہ بیت اللہ شریف میں خیرات کر دینا، اس کے بعد مکہ معظمہ پہنچ کر بیس روپے حسین بیگم نے جمیل النساء سے منگوائے اور جگنو اور زنجیر جمیل النساء کے پاس امانت رہا، اور زنجیر کی نسبت کہا تھا کہ یہ میری ایک نواسی کی ہے

سہو امیرے ہاتھ چلی آئی ہے، اب حسینی بیگم کا مکہ شریف میں انتقال ہو گیا لہذا از روئے شرع شریف کے جگنو اور زنجیر کا کیا کیا جائے گا اور یہ بھی کہا تھا کہ میرے وارث کو مت دینا۔ بیٹنوا تو جو روا۔

الجواب

یہاں دو چیزیں ہیں، زنجیر کا نواسی کے لئے اقرار اور جگنو کی نسبت خیرات کی وصیت سائل منظر کی حسینی بیگم کی تین نواسیاں ہیں ان سے کہا گیا تو سب نے انکار کیا کہ وہ زنجیر ہماری نہیں پس صورت مستفسرہ میں اگرچہ ربنائے قول اصح کہ مقررہ کی بہالت غیر فاحشہ مانع صحت اقرار نہیں کیا، نص علیہ فی الہندیۃ من التبیین (ہندیہ میں تبیین الحقائق کے حوالے سے اس پر تصریح فرمائی گئی ہے۔) اقرار مذکور صحیح واقع ہوا مگر جبکہ نواسیوں نے انکار کر دیا رد ہو گیا یہاں تک کہ اب نواسیاں تصدیق بھی کر دیں تاہم معتبر نہ ہوگی،

فی الدر المختار المقرلہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقرر انہ یستد بالرد الا فی ست الخ و فیہ لورد المقرلہ اقرارہ ثم قبل لا یصح الخ۔

در مختار میں ہے کہ مقررہ جب مقرر کو جھوٹا اقرار دے تو مقرر کا اقرار باطل قرار پاتا ہے کیونکہ ثابت شدہ امر ہے کہ مقرر کا اقرار مقررہ کے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے ماسوائے چھ امور کے الخ، اور اس میں

یہ بھی ہے کہ جب مقررہ اقرار کو رد کر کے پھر بعد میں اسے صحیح قرار دے تو یہ تصحیح جائزہ نہیں الخ (د) پس وہ زنجیر تو بشرائط فرائض وارث حسینی بیگم کو ملے گی، رہا جگنو، اگر حسینی بیگم پر کوئی دین نہیں تو یہ کل متروکہ کی تہائی، اور دین ہے تو بعد اداائے دین جس قدر بچے اس کی تہائی سے زائد نہیں یا زائد ہے اور ورثہ وصیت جائز رکھتے ہیں جب تو کل جگنو تصدق کر دیا جائے ورنہ اس کا اس قدر حصہ جو ثلث مال باقی بعد اداائے دین کے قدر ہو تصدق کریں باقی وارث کو دیں۔ واللہ اعلم

مشکلہ از ریاست رامپور مرسلہ امیر احمد صاحب ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس معاملہ میں کہ ایک مسماۃ نے ایک مختار نامہ اس مضمون کا ایک شہر میں تصدیق کرایا کہ میں دوسرے شہر کو بوجہ پورے ہونے ایام حمل کے نہیں جاسکتی ہوں اور اس دوسرے شہر میں مجھ کو ایک اقرار نامہ اس مضمون کا تصدیق کرانا

لے در مختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شتی
لے در مختار کتاب الاقرار
۱۳۹/۲ مطبع مجتباتی دہلی
۱۳۰/۲

منظور ہے کہ میرے شوہر نے جو زمینداری اُس شہر کی اپنے روپیہ سے خرید کر بیعنامہ اس کا میرے نام اسم فرضی کرایا ہے میں اقرار کرتی ہوں اور لکھے دیتی ہوں کہ وہ زمینداری میرے شوہر کی ہے، میرا شوہر اس زمینداری کا اصلی مالک ہے لہذا بد رستی جمیع حواس خمسہ برضا و رغبت خود اپنی جانب سے فلاں مختار کو مختار خاص اپنا اقرار دے کر اقرار کرتی ہوں کہ مختار خاص میرا میری جانب سے اقرار نامہ مضمون مندرجہ بالا کی تصدیق کرادے اور جملہ ساختہ و پرداختہ مختار مذکور کا مثل کردہ ذات خود قبول و منظور ہے، پس بعد تصدیق ہونے مختار نامہ کے مختار نے دوسرے شہر میں جا کر اقرار نامہ تصدیق کرادیا اور مضمون اس اقرار نامہ کا مسماۃ کو دکھلا دیا اور پڑھ کر سنا دیا تھا، مسماۃ نے سن کر مثبت مہر کی اجازت دی تھی اور مسماۃ علیل نہیں تھی صحیح و سالم تھی بلکہ بہ سواری ڈولی محکمہ رجسٹری میں خود جا کر بزبان خود رجسٹر صدر سے مختار نامہ تصدیق کرایا تھا تکمیل ہونے مختار نامہ مذکور کے ایک روز بعد اولاد پیدا ہوئی تھی اور اولاد کے پیدا ہونے سے ایک مہینہ بعد اولاد کے پیدا ہونے کی وجہ سے انتقال کیا کیونکہ بہت شوری سے اولاد ہوتی تھی ہر گاہ بعد فوت مسماۃ مذکورہ وارثان مسماۃ دعویٰ باوجود ہونے دستاویز مصدقہ کے بوارثت حقیقت مذکورہ بالا کا کرتے ہیں، اس صورت میں وہ کلمات کہ جو اقرار نامہ میں اسم فرضی کے ساتھ ملکیت شوہر اپنے کی از روئے عدالت تصدیق کر چکی ہے، نسبت نہ ہونے دعویٰ کے تحریر ہیں واسطے بری ہونے شوہر مسماۃ کے دعویٰ وراثت سے کافی ہوں گے یا نہ ہوں گے، عند اللہ وعند الرسول نظر غور فرما کر عاجز مسکین امیر احمد پر بروایت صحیح جواب باصواب تحریر فرمائیں کہ موجب ثواب اجر عظیم کا ہوگا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ ثبوت شرعی سے ثابت ہو کہ عورت نے یہ اقرار اپنی صحت میں کیا تو اب شرعاً کوئی دعویٰ وراثت وارثان زن کا اُس جائداد میں مسموع نہیں ہو سکتا اگرچہ تصدیق اقرار نامہ مختار نے دوسرے شہر میں بحالت مرض الموت زن کی ہو کہ شرعاً ملک شوہر ثابت ماننے کے لئے یہی لفظ کافی و وافی تھے جو عورت نے بحالت صحت اس مختار نامہ میں لکھے بقعود در یہ میں ہے :

ان سے سوال ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی تندرستی میں شرعی گواہوں کی موجودگی میں یہ اقرار کرے کہ فلاں چیز میں اپنی بہن کے لئے اسی کی رقم سے خریدی ہے جبکہ رسید میں میرا نام عاریتہ ہے اور اس کی بہن نے اس بات کی تصدیق کر دی ہو تو کیا اس کے مذکورہ اقرار پر عمل کیا جائے گا (تو انہوں نے جواب

سئل فیما اذا اقر فی صحته لدی بینة شرعیة انه اشتری المبیع لاخته والتمن من مالها واسمه فی الصک عاریة و صدقته اخته علی ذلک فهل یعمل باقراسہ المزبوس، الجواب نعم، سئل فیما جمل اقر

فی صحته ان المبلغ المکتب باسمه بدمه
فلان بموجب صک لفلانة واسمه فی صک
الدين عارية فهل یكون اقراره المذكور
صحیحاً، الجواب نعم (ملخصاً).

میں فرمایا) ہاں عمل ہوگا ان سے سوال ہوا کہ ایک
شخص نے اپنی تندرستی میں اقرار کیا کہ میرے نام
کی لکھی ہوئی رسید کہ اتنی رقم فلاں کے ذمہ ہے
وہ رقم فلاں عورت کی ہے میرا نام رسید میں عاریتاً ہے

تو کیا اس کا مذکور اقرار صحیح ہوگا؟ الجواب: ہاں صحیح ہے (ملخصاً)۔ (ت)

شوہر جانتا ہے کہ واقع میں بھی یہ اقرار زن سچا ہے فی الحقیقت۔ اس کا نام فرضی تھا جب تو عند اللہ بھی
وہ اس جائداد کا مالک ہے اور ورثہ زن کا دعویٰ باطل، اور اگر اسے معلوم ہے کہ فی الواقع عورت ہی
اس جائداد کی مالک تھی، یہ اقرار اس نے غلط لکھ دیا اگرچہ اپنی صحت و نفاذ تصرف کی حالت میں برضا و رغبت ہی
لکھا تو عند اللہ اس کے لئے اپنے حصہ سے زیادہ حلال نہیں اس پر فرض ہے کہ وارثان شرعی کا حصہ نہ روکے
مگر بحالت اقرار مذکور قاضی و حاکم دعویٰ وارثان کو اصلاً نہ سنے گا واقع کا علم اللہ عز و جل کو ہے۔ خانیہ و
خلاصہ و بزازیہ و القرویہ و ہندیہ وغیرہ عام مکتب میں ہے،

ایک شخص نے اپنی تندرستی اور کامل عقل میں اقرار کیا
کہ میرے لباس کے ماسوا میرے گھر میں موجود تمام
سامان میری بیوی کی ملکیت ہے پھر اقرار کے بعد
فوت ہو گیا اور اپنا ایک بیٹا چھوڑا جس نے دعویٰ کیا
کہ گھر کا سامان میرے والد کا ترکہ ہے، اس
پر ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ اگر بیوی اس یقین کا
اظہار کرے کہ گھر کا تمام سامان بیع یا ہبہ کے طور
میری ملکیت ہے تو بیوی کو حق ہوگا کہ خاوند کے اقرار
کی بنا پر اس سامان کو بیٹے سے روک لے اور اگر

اقر فی صحته و کمال عقله ان جمیع ما هو
داخل منزله لامرأته غیر ما علیہ من
الثیاب ثم مات الرجل وتوکل ابنا فادعی
الابن ان ذلك ترکة ابيه قال ابوالقاسم
الصفار ان علمت المرأة ان جمیع
ما اقربہ الزوج کان لها بیع او هبة کان
لها ان تمنع ذلك عن الابن بحکم اقرار
الزوج وان علمت انه لم یکن بینهما بیع
ولا هبة لا یصیر ملکا لها بهذا الاقرار

وہ مذکورہ یقین کا اظہار نہ کر پائے تو پھر وہ خاوند کے مذکورہ اقرار کی بنا پر بیوی کی ملکیت نہ بنے گا۔ (ع)

۴۶/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الاقرار	لہ العقود الدریۃ
۶۱۶/۳	نو لکھنؤ	"	لہ فتاویٰ قاضی خاں
۱۴۴/۴	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	الفصل الاول	خلاصۃ الفتاویٰ
۱۶۳/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	فتاویٰ ہندیہ

در مختار میں ہے :

لو اقر کا ذباً لم يحل له لان الاقرار ليس
سبباً للملك لله والله تعالى اعلم۔

اگر کوئی جھوٹا اقرار کرے تو مقررہ کے لئے حلال
نہ ہوگا کیونکہ محض اقرار کسی کی ملکیت کا سبب نہیں۔
والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ از رام پور متصل شفا خانہ کلاں سرکاری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید وغیرہ نے کرایہ کی زمین میں
مکان تعمیر کیا اور زمین آبچک نہیں چھوڑی، مسمیٰ عمر و جار کہ جس کے مکان کی زمین میں اولتی ٹپکتی مزاحم و مانع
ہوا تو زید نے بمعیت مالک زمین میر محلہ کہ جس کی زمین میں زید نے مکان تعمیر کیا تھا سات گره زمین واسطے
آبچک بھت عاریت کے استدعا کی چونکہ عمر و کی زمین زر خرید تھی اور ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھ دیا
کہ تعدادی ہفت گره زمین عمر و سے واسطے آبچک بھت عاریت کے مستعار لی ہم نے، اور جس وقت عمر و
یا وارثانِ عمر و چاہیں زمین آبچک مذکورہ جو ع کر کے بیدخل کر دیں ہم مستعیران یا وارثانِ مستعیران دعویٰ ملکیت
زمین و باحتی آبچک یا بیدخل ہونے میں کوئی عذر و حیلہ کریں تو عند الشرع نامسموع و باطل ہوگا اور اقرار نامہ
مع گواہی و مواہیر اہل ثقہ و میر محلہ یعنی مالک زمین مکان زید مذکور مثبت ہیں اور اقرار نامہ کو تھینا ساٹھ باسٹھ
برس کا زمانہ گزرا ہوگا حتیٰ کہ معیر و مستعیران فوت ہو گئے زمین کرایہ مذکور کہ جس میں زید وغیرہ نے مکان تعمیر کیا تھا
وارثانِ زید نے اب وہ زمین خرید لی باوصف ہمسائیگی و جار کے بیع نامہ پر گواہی وارثانِ عمر و معیر مذکور نہیں
فی الحال وارثانِ مستعیر نے جو مکان منہدم ہو گیا ہے از سر نو تعمیر کرنا چاہا تو وارثانِ معیر نے کہا کہ زمین آبچک
بھت چھوڑ کے تعمیر کر دیا اولتی ہمارے مکان کی طرف نہ ٹپکاؤ، تم کو خوب معلوم ہے کہ ہمارے مورث نے
عاریت زمین آبچک تمہارے مورث کو دی تھی بنا اول سے بھی ہم کو بہت ضرر تھا اب بناؤ سے نہایت ضرر
ہوگا اور پاخانہ کا راستہ تمام گھر کے آدمیوں کا ہے اور اولتی پاخانہ میں بیٹھنے سے سر پر گرتی ہے ہم آبچک
مذکورہ کو رجوع کرتے ہیں اور ہمارا اس طرف مکان بنانے کا بھی ارادہ ہے وارثانِ مستعیر نے بمعانہ اقرار نامہ
مذکور بالا کے چند اشخاص کے روبرو اقبال و اقرار کیا کہ ہم بموجب اقرار نامہ یعنی مورث مستعیر کی اولتی وارثانِ معیر

اصل میں اسی طرح ہے میرے گمان میں یہ لفظ کچھیت
ہے یعنی گھر کے پیچھے۔ (ت)

عہ فی الاصل هكذا اظنہ کچھیت ای خلف
الدا۔

۱۳۰/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الاقرار

لہ در مختار

کے مکان کی طرف نہ ٹپکائیں گے اور اپنا مکان بالکل بچتہ بنا دیں گے بعد تیاری مکان وارثان مستعیر اغوائے بعض کسان اولتی طرف مکان وارثان معیر ٹپکانا چاہتے ہیں اور اپنے اقرار سے کہ چند آدمی ثقہ کے روبرو کیا تھا کہ اولتی طرف مکان وارثان معیر نہ ٹپکاویں گے اب منحرف ہوتے ہیں اقرار چند آدمیوں کے سامنے کر کے انکار کرنا مقبول ہے یا مردود۔ پس عند الشرع شریف دخل رجوع عاریت کا وارثان معیر کو حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب

وارثان معیر کو بلاشبہ عاریت میں رجوع کا اختیار ہے اور وارثان مستعیر پر واپس دینا فرض ہے جبکہ عاریت ثابت ہے۔

قال الله تعالى ان الله يامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دو (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علی الید ما اخذت حتی تردھا۔
ہاتھ نے جو لیا وہ اس کا ذمہ دار ہے جب تک واپس نہ کرے۔ (ت)

باقی ان کا کہنا کہ اس طرف اولتی نہ ٹپکائیں گے اقرار نہیں وعدہ ہے اور وعدہ کے ایفاء پر حکماً جبر نہیں۔
اشباہ و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

لا جبر علی الوفاء بالوعدۃ۔
وعدہ کے ایفاء پر جبر نہیں۔ (ت)

ہاں اگر تسلیم کیا ہو کہ واقعی یہ زمین زمان مورث سے ہمارے اور ہمارے مورث کے ہاتھ میں عاریت ہے اس کا مالک عمرو ہے تو یہ اقرار ہے اور اس سے پھرنا کسی طرح جائز نہیں، اگر شہادت شرعیہ ان کا اقرار ثابت ہو گا وہ ضرور اس کی پابندی پر مجبور کئے جائیں گے لان المرء مؤاخذ باقراسہ (کیونکہ اقرار کر نیوالا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

لہ القرآن الکریم ۵۸/۴

لہ سنن ابن ماجہ ابواب الصدقات باب العاریۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۵
لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۴۱ و ۲۲۷
العقود الدینیۃ مسائل و فوائد شتی من المحظوظ والاباۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵۳

مسئلہ از بریلی شہر کمنہ مستولہ صفدر علی خاں و مبارک علی خاں ربيع الآخر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں :

(۱) زید نے ۱۶ اپریل ۱۸۱۸ء میں ایک ہبہ نامہ بچی اپنے بیٹے عمر کے کیا اور دستاویز میں یہ اقرار کیا کہ وہ مالک و مختار جائداد ہے ہبہ پورا موہوب لہ کو کر دیا اور قابض و دخل اپنا مطلقاً اٹھالیا، لہذا اقرار یہ ہے کہ بعد تحریر ہبہ ہذا کے کچھ ہی میرا یا قائم مقامان میرے کا اس جائداد موہوبہ میں جزو و کلاً باقی نہیں رہا بعد ۲۱ جون ۱۹۱۲ء میں بعد انتقال عمر و پسر مذکور زید و اہنب نے دوسرا ہبہ نامہ اس ایک جزو و جائداد موہوبہ کا اپنی مان کر اور ہبہ نامہ مذکور کو فرضی ٹھہرا کر بنام اپنے نبیرگان پسران متوفی کے کیا اس میں استرار اول سے رجوع کیا کہ اس جزو و جائداد کا میں مالک و قابض ہوں اور ہبہ نامہ اگرچہ بنام عمر و متوفی تحریر کیا تھا مگر قبضہ نہیں دیا اس لئے وہ انتقال شرعاً باطل و کالعدم ہے، آیا یہ رجوع زید صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرے، اکتوبر ۱۹۰۴ء کو عمر نے ایک بیعنامہ چند مواضع کا بنام اپنے والد فقید کے کیا جس کے متعلق ۱۱ جنوری ۱۹۰۸ء کو زید نے ایک اقرار نامہ بایں الفاظ تحریر کیا کہ بیعنامہ مذکور محض فرضی تھا اور اس کے ذریعہ سے کوئی انتقال ملکیت بچی میرے وقوع میں نہیں آیا اور کل جائداد مندرجہ بیعنامہ مذکور کا مالک و قابض واقعی میرا لڑکا عمر ہے مجھے کوئی دعویٰ ملکیت نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا پھر بعد وفات عمر زید نے ایک ہبہ نامہ بنام اپنے نبیرگان کے بوجہ مساوی بالاشتراک کیا اور اس میں بیعنامہ عمر و مورخہ، اکتوبر ۱۹۰۴ء کو اصلی و واقعی مانا ہے، لہذا اس صورت میں بیعنامہ عمر و فرضی تصور ہوگا یا واقعی وہ جائداد وراثتاً عمر و کی ملک ٹھہرے گی یا وراثتاً زید متوفی کی، اور یہ ہبہ زید کا مشاع ہونے کے باعث باطل ہوگا یا نہیں؟ بتینوا تو جووا۔

الجواب

شرعیات مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ کوئی مقر اقرار کر کے اپنے اقرار سے پھر نہیں سکتا، نہ اس کے خلاف اس کی بات تسلیم ہو سکے۔ ہدایہ و اشباہ و درمختار وغیرہ عامہ اسفار میں ہے: لا عدنا لمن اقر (اقرار کرنے والے کو عذر کا حق نہیں) دستاویز اول میں جبکہ صاف اقرار کیا کہ میں نے موہوب کو قابض و دخل کر کے اپنا دخل مطلقاً اٹھالیا تو اب بعد موت موہوب لہ یہ کہنا کہ میں نے قبضہ نہیں دیا تھا محض باطل و نامسموع ہے اور پہلی دستاویز ہبہ تام و نافذ و ناقابل رجوع ہے۔ درمختار میں منع رجوع

میں ہے: المیم موت احد المتعاقدين (م سے مراد عاقدین میں سے ایک کی موت ہے۔ ت) اسی میں ہے: القاف قرابتہ (ق سے مراد اس کی قرابت ہے۔ ت) یونہی جب اُس بیع کی نسبت زید صحیح اقرار کر چکا کہ وہ محض فرضی تھی اور اس کے سبب مجھے کوئی ملک حاصل نہ ہوئی تو وہ بیعنامہ اس کے اقرار سے باطل ہو گیا اب اسے اُس سے رجوع کا کچھ اختیار نہیں اور یہ ہبہ بنام نبیرگان کیا ہے محض باطل ہے کہ یہ جہاد بوجہ ظہور بطلان بیع ملک عمر و متوفی پسر زید ہے زید اس میں سے صرف سدس کا مالک ہے اور اس نے کل کا ہبہ کیا اور اس کا سدس منقسم الممازنہ تھا تو یہ مشاع ہوا اور اس سدس میں بھی تمام نہ ہوا اور انتقال زید بلا تقسیم و تسلیم سدس سے باطل ہو گیا، درمختار میں ہے:

الاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد
الکلیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔
استحقاق غیر منقسم قارن ہے بعد میں لاحق و
طاری نہیں ہے تو کل کو فاسد کر دے گا۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ محمد علی خاں و مظہر حسین خاں و سید ضیاء الحق و مسماۃ نجم النساء بیگم چار شخصوں نے اولاً بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۰۸ء کو ایک جائداد کے دو سهام منجملہ سات سهام کے مسٹی امداد الرحمن بائع سے مشترکاً بخصہ مساوی خریدے، پھر ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء کو اشخاص مذکورہ نے چار سهام اسی جائداد کے منجملہ سات سهام کے مسٹی عبدالرحمن بائع سے بخصہ مساوی مول لئے اور ایک سهم منجملہ سات سهام کے سید سکندر علی نے بلقیس بیگم سے ۱۳ اگست ۱۹۰۸ء کو خرید کیا پھر باہم ہر چہار مشترکین چھ سهام کے جو ذریعہ بیعنامہ ۱۱ مارچ ۱۹۰۸ء، ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء خریدی گئی تھی ایک تقسیم نامہ لکھا گیا جس میں ہر ایک شریک کا ڈیڑھ ڈیڑھ سهام قائم ہو کر چار قطعہ معین ہو گئے جو محمد علی خاں و مظہر حسین خاں و سید ضیاء الحق نے تو محکمہ رجسٹری میں تصدیق کرادیا لیکن مسماۃ احد الشریکین نے تقسیم نامہ مذکورہ کسی وجہ

عہ اصل میں قلم ناسخ سے نجم النساء کا لفظ چھوٹ گیا ہے ۱۲

۱۶۱/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب الہبہ

۱۶ درمختار

۱۶۳/۲

"

"

۱۶

۱۶۰/۲

"

"

۱۶

سے تصدیق نہیں کرایا جس کی وجہ سے ہر ایک شریک کا حصہ جدا جدا تقسیم نہ ہو سکا، بعدہ احمد علی خاں برادر محمد علی خاں نے بیعنامہ دو سهام کا منجملہ چار سهام فروخت شدہ ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء کے ایک شخص مسٹری فیض الرحمن سے بنام اپنے لکھا لیا بعدہ احمد علی خاں برادر محمد علی خاں مرگیا، اب محمد علی خاں یہ کہتا ہے کہ بیعنامہ ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء بابت چار سهام کے بنام چاروں مشریان ناجائز ہوا۔ عباد الرحمن خاں نے ہم کو دھوکا دے کر چار سهام کا بیعنامہ کیا ہے درحقیقت وہ مالک دو سهام کا تھا اس لئے میں ایک سهام کا ذریعہ شرا اور دو سهام کا ذریعہ ارث برادری کے مالک ہوں اور باقی تینوں شرکار بھی ایک ایک سهم کے مالک ہیں ڈیڑھ ڈیڑھ سهام کے مالک نہیں ہیں ہر سہ شرکار بقیہ یہ کہتے ہیں کہ جب محمد علی خاں نے چار سهام بشرکت باقی تین مشریان کے بحدہ مساوی خریدے تو اس خرید کے ذریعہ سے عباد الرحمن بائع کی ملکیت محمد علی خاں نے تسلیم کر لی اور سب شرکار کا مساوی حصہ بھی تسلیم کر لیا اور یہ اقرار نامہ بھی ڈیڑھ ڈیڑھ سهام ہر ایک شریک کا تسلیم کر لیا اور ہر ایک شریک کی ملکیت ڈیڑھ ڈیڑھ سهام کا اقرار کر لیا، اب ہر ایک شریک کے ڈیڑھ ڈیڑھ سهام سے محمد علی خاں کا انکار جائز نہیں ہے، مظہر حسین خاں احد الشرکار نے جو نالش تقسیم ڈیڑھ سهام بنام بقیہ تین شریکوں کے عدالت دیوانی میں دائر کی تو محمد علی خاں احد الشرکار نے وہی عذرات پیش کئے بالآخر عدالت دیوانی سے یہ تجویز فرمایا گیا، بیعنامہ مصدقہ ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء اقراری عباد الرحمن میں خود محمد علی خاں مدعا علیہ ذمہ مشریان میں داخل ہے اور شرعاً بیعنامہ عاقدین پر حجت ہے اس لئے وہ محمد علی خاں مذکور پر بھی حجت ہے پس جس طرح محمد علی خاں مدعا علیہ نے بذریعہ بیعنامہ عباد الرحمن خاں بائع کی چار سهام ملوک ہونا تسلیم کیا اسی طرح ان چار سهام میں سے ہر ہر مشتری کی ملک بقدر ایک ایک سهم تسلیم کر لیا اور اب اس سے انحراف کا مدعا علیہ مذکور کو کوئی حق نہیں، انکار بعد الاقرار شرعاً معتبر نہیں، اسی کے ساتھ تقسیم نامہ مصدقہ ۱۶ اگست ۱۹۰۸ء مشمولہ مثل میں محمد علی خاں مذکور نے ہر ہر شریک کا ڈیڑھ ڈیڑھ سهام بالتصریح تسلیم کر لیا اب اس کا مدعی کو صرف ایک سهم کا مالک بتانا محض اتلاف حق پر مبنی ہے اس لئے دعویٰ مدعی نسبت و غلبا بی ڈیڑھ سهام منجملہ سات سهام کے بذریعہ تقسیم علیحدگی حصہ مدعی از چار سهام مشترک بنام مدعا علیہم ڈگری ہو، خوچہ مدعی ذمہ محمد علی خاں مدعا علیہ عائد ہو، بعد قائم و ثابت ہو جانے ڈیڑھ سهام ہر ایک شرکار اربعہ عدالت دیوانی کے فیصلہ سے پونے دو سال بعد محمد علی خاں احد الشرکار نے ہر ایک شرکار مثلثہ کا ایک ایک سهم اور اپنے تین سهام قائم کر کے نالش تقسیم خلاف بیعنامہ جات و اقرار نامہ و فیصلہ عدالت دیوانی دائر کی اس لئے استفسار

عہ یہاں بھی قلم ناسخ سے لفظ معتبر نہیں“ چھوٹ گیا ۱۲

امور ذیل کا مطلوب ہے :

(۱) انکار ملکیت کسی شخص کا بعد اقرار ملکیت شخص مذکور کے شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) بیع نامہ عاقدین پر شرعاً حجت ہوتا ہے یا نہیں ؟

(۳) محمد علی خاں کو شرعاً یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ اس بیع نامہ کو جس میں وہ خود ہی مشتری ہے اور اقرار نامہ تقسیم کو جو بچی ہر سہ مشریان وہ تحریر و تکمیل و تصدیق کر چکا ہے باطل و ناجائز قرار دے کر ہر سہ مشریان دیگر کی ملکیت ڈیڑھ ڈیڑھ سہام سے بعد اقرار کے انکار کر سکے۔

الجواب

مدت ہوئی کہ یہ سوال آیا تھا اور ساتلوں سے دریافت کیا گیا تھا کہ جو فیاض الرحمن نے احمد علی خاں کے نام بیع کی آیا اس کا کوئی مقدمہ دار القضاہ تک پہنچا اور بحکم قاضی وہ سہام ملک فیاض الرحمن قرار پا کر ملک احمد علی خاں ٹھہری یا یونہی خانگی طور پر محمد علی خاں نے اس بیع کو مان لیا، مگر اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ اب ملاحظہ تجویز سے ظاہر ہی ہوتا ہے کہ استحقاق احمد علی خاں بذریعہ قضا ثابت نہ کیا گیا کہ محمد علی خاں شرعاً مذنب ہو جاتا بلکہ اس نے بطور خود اپنے نفع کے لئے یہ استحقاق تسلیم کر لیا اگر ایسا ہے تو تجویز کہ ذی علم مفتی صاحب نے دی بالکل حق و بجا ہے محمد علی خاں کو اپنے اقرار سے پھرنے کا کوئی اختیار نہیں، لا عذر لمن اقر، من سعی فی نقص ماتم من جہتہ فسیعہ مردود علیہ۔
جس نے اقرار کیا اس کا کوئی عذر مقبول نہیں، جو شخص اپنی طرف سے تمام کئے ہوئے معاملہ کو توڑنے کی سعی کرے تو اس کی یہ سعی مردود ہوگی۔

اشباہ میں ہے :

اذا اقر بشئ ثم ادعی الخطأ لم تقبل
والله تعالیٰ اعلم۔

جب کسی چیز کا اقرار کرے پھر اس اقرار کو خطا قرار دے تو خطا قرار دینا قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۵۶/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاقرار	لہ ردالمحتار
۳۰۰/۱	ادارۃ القرآن کراچی	کتاب القضاہ والشہادت الخ	لہ الاشباہ والنظائر الفن الثانی
۲۰/۲	" " "	کتاب الاقرار	" " "

مسئلہ ۱۲

۲ ربیع الثانی، ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان بکر کے ہاتھ بیع کیا اور قبضہ مبیعہ پر مشتری کا کرادیا اور بیعنامہ تصدیق و رجسٹری کرادیا، بیعنامہ میں مبیعہ کی حد غربی میں زید نے دیوار عمر و تسلیم کی بعد بیع و قبضہ بکر مشتری نے جب عمر و کی دیوار مذکورہ میں تصرفات ناجائز شروع کئے اور عمر و مانع آیات بکر نے زید بائع سے ایک اقرار نامہ بطور تصحیح نامہ اس مضمون سے لکھایا کہ (بیع کے وقت دیوار غربی کا مشترک ہونا تحریر سے رہ گیا تھا دیوار مذکور مکان مبیعہ و مکان عمر و میں مشترک ہے) سوال یہ ہے کہ بیعنامہ میں عمر و کی دیوار لکھنے سے اقرار نسبت ملکیت عمر و کی ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور بیعنامہ مذکور شرعاً عاقدین پر حجت ہے یا نہیں اور اقرار نامہ مابعد جو بطور تصحیح نامہ کے مرتب ہوا ہے اس سے کل دیوار مذکور کی بابت عمر و کا زوال ملکیت لازم آتا ہے یا نہیں اور شرعاً یہ انکار بعد الاقرار ہے یا نہیں؟

الجواب

تحریر بیعنامہ عاقدین پر حجت ہے اور اس سے پھر نے کا اُن کو کچھ اختیار نہیں جس سے وہ شخص ثالث کو ضرر پہنچا سکیں، قاعدہ شرعیہ ہے :
المراء مواخذ باقراره ولا عذر لمن اقر له
والله تعالیٰ اعلم۔

اقرار کرنے والا شخص اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا اور اقرار کرنیوالے کو عذر کا حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳

۵ ارشوال، ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ نے ایک قطعہ جائداد خریدی اور مسماۃ کے چار بیٹے تھے، کچھ دنوں کے بعد وہ مسماۃ انتقال کر گئیں اور ان چاروں بھائیوں میں آپس میں مقدمہ ڈاری ہوئی اسی جائداد پر جو کہ مسماۃ نے خریدی تھی، اُس میں کسی وجہ سے ایک بھائی نے کچھری کے روبرو بیان کیا کہ میں اس جائداد میں حقدار نہیں ہوں میرا حق نہیں ہے، تو شرعاً یہ بیان اُس کا لغو ہے یا جائز ہے وہ حقدار اس جائداد میں ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ اس میں حقدار نہ مانا جاتا کہ لا عذر لمن اقر له جس نے اقرار کیا اس کا کوئی عذر مقبول نہیں۔

اگر یہ قول کسی مدعی کے مقابل ہوتا، یہاں یہ صورت نہیں، سائل نے بیان کیا کہ چاروں بھائی اُس مکان پر قابض تھے، ایک نے صرف اپنا حصہ تقسیم کرانے کا دعویٰ کیا تھا نہ کہ اوروں کے حصوں کا، اس کے جواب میں دوسرے نے کہا اس مکان میں ہمارا حق نہیں یعنی چاروں بھائیوں کا نہیں تاکہ وہ تقسیم نہ کر سکے۔ اس صورت میں اس کا یہ کہنا محض لغو ہے اور اس کا حق بدستور باقی ہے۔ عالمگیر یہ میں ہے،

جب قابض خود کہے کہ یہ میری ملکیت نہیں یا میرا نہیں یا میرا حق نہیں یا میرا نہ ہے اس قسم کے الفاظ کہے، اور یہ الفاظ کہتے وقت کوئی دعویٰ نہ بنا، پھر بعد میں ایک شخص نے اس چیز پر دعویٰ کیا تو اس کے جواب میں اب قابض کہے کہ یہ چہینہ میری اپنی ہے تو قابض کی بات صحیح قرار پائے گی اور اس کی وضاحت مان لی جائیگی الخ۔ واللہ تعالیٰ

اذا قال ذوالید لیس هذا لی اولیس ملک لی
او لاحق لی اولیس لی فیہ حق او ماکان
لی او نحو ذلک ولا منانہ حیشما
قال ثم ادعی ذلک احد فقال
ذوالید هو لی صح
ذلک منہ والقول قولہ الخ۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴ از مراد آباد محلہ کٹھکریچ مرسلہ سید شرافت حسین صاحب ۵ رذی الحجہ ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعض مبلغ یکصد روپے کے اپنا حصہ واقعہ مکان بدست مسماہ ہندہ رہن کیا، رہن نامہ میں بوقت تصدیق روپہ چہترار صاحب معہ نقد وصول پا کر مبلغ معہ کار چہتری سے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہے، اسی تفصیل سے وصول زر رہن کی کیفیت عبارت تصدیق میں درج ہے ہندہ نے واپسی زر رہن کا دعویٰ کیا ہے، زید مدعا علیہ نے جواب داخل کیا ہے کہ رہن نامہ فرضی ہے، وجہ تحریر کی یہ ہے کہ مدعا علیہ کے خسر ال والے مہر تھے کہ زید اپنا حصہ واقعہ مکان مذکور بحق اپنی زوجہ کے تحریر کر دیں، اس اندیشہ کی وجہ سے بمشورت باہمی فرضی رہن نامہ بنا مہندہ تحریر کر دیا گیا تھا معہ جو چہتری میں بذریعہ عمر و وصول پانے تھے وہ روپہ بیرون چہتری عمر کو مدعا علیہ نے واپس کر دئے تھے اور دستاویز مذکورہ کے فرضی ہونے کا مدعا علیہ کو بس بیرون کچہری اقرار ہے اس پر کچہری نے صرف ایک تنفیج قائم کی ہے، آیا مبلغ معہ منجملہ سو روپہ زر رہن کے جو مدعا علیہ کو ذریعہ عمر و روپہ چہترار صاحب مدعیہ سے وصول ہوئے تھے وہ اسی وقت بیرون چہتری عمر و مذکور کو واپس دے دئے تھے ثبوت ذمہ مدعا علیہ۔

۱۴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب الثامن فورانی کتب خانہ پشاور ۶۴/۴

تردید ذمہ مدعیہ۔ اور رو بکار تنقیح مذکورہ میں یہ عبارت بھی درج ہے (مدعا علیہ بہ نسبت وصولیابی مبلغ ص ۵۰) منجملہ زیر رہن کے اقرارِ کاذب کرنا بیان کرتا ہے اُس کی نسبت مدعا علیہ چاہے تو مدعیہ سے حلف لے سکتا ہے سوال یہ ہے کہ بحالتِ مذکورہ مدعیہ پر شرعاً حلف عائد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بلینوا تو جروا۔

الجواب

ہاں ہو سکتا ہے کہ اب مدعا علیہ حقیقہ مدعی اور مدعیہ مدعا علیہ ہے والیمن علی من انکر (قسم

منکر پر ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

اقرار کرنے کے بعد اپنے اقرار میں جھوٹا ہونے کا دعویٰ کرے تو مقر لہ سے قسم لی جائے کہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار میں جھوٹا نہیں ہے، یہ حکم امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

اقرار مدعی المقر انہ کاذب فی الاقرار، یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذباً فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصلح

(صلح کا بیان)

مسئلہ

۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلونے دو زوجہ رینا و منی اور لطن منی سے دختر صغریٰ اور دو بھائی چھٹن، عبداللہ اور تین بہنیں چھوٹی، ملوکی، سینا۔ اور چودہ سو روپے نقد اور کچھ غلہ اور پونے دو سو روپے ایک شخص پر قرض چھوڑ کر انتقال کیا، عبداللہ نے مال متروکہ میں سے سو روپے نقد لے کر باقی وارثوں سے فیصلہ کر لیا کہ اب مجھے ترکہ سے کچھ تعلق نہیں، پھر ملوکی نے دو سپر امام بخش و یار محمد اور دو دختر کہ ان کا نام بھی رینا و منی ہے چھوڑ کر وفات پائی، اس صورت میں ترکہ کلو کا کس طرح منقسم ہوگا اور کلونے اپنا ایک بھتیجا بیٹا کر کے پالا تھا وہ بھی وارث ہوگا یا نہیں؟ بیٹو اتو جروا (بیان کیجئے اجر دئے جاوے گے)

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ فیصلہ کہ عبداللہ نے کیا دو وجہ سے باطل ہے،

لیکن اولاً اس لئے کہ ترکہ میں قرض ہے اور اس نے صلح باقی تمام ترکہ سے لا تعلق پر کی ہے تو یہ موجود مال اور قرض دونوں کو شامل ہے جبکہ قرض پر قرضخواہ اور مقروض کے بغیر ہر ایک کی صلح

اما اولاً فلمکان الدین فی التركة وقد صالح علی ان لا یكون له حق فی شئ مما بقی فینتظم العیت والدین جمیعاً والصلح عن دین

باطل الا بين الدائن و مديونه في
 الدر المختار بطل الصلح ان اخرج احد
 الورثة وفي التركة ديون بشرط ان تكون
 الدين بقيتهم لان تملك الدين من غير من
 عليه الدين باطل اه اقول ولا يقتصر الفساد
 على التصريح بهذا الشرط كما يوهمه ظاهر
 تقييد التنوير بل هو وما يؤدي مؤداة
 سواء، فان المدار على وقوع تملك
 الديون من غير المديون وهو حاصل
 فيما لو صلح بشئ عن كل ما بقي من
 التركة كما قررنا ويرشدك اليه ما في رد المختار
 لو ظهر فيها دين ان كان الصلح وقع على
 غير الدين لا يفسد وان وقع على جميع
 التركة يفسد كما لو كان الدين ظاهراً
 وقت الصلح اه ملخصاً فقد جعل الصلح
 على جميع التركة كالصلح بتصريح الشرط
 المذكور وبالجملة فالفساد لا يتوقف على
 التنصيص بادخال الدين في الصلح بل
 الجواز متوقف على الافصاح باخراجه
 ولهذا قال البرزالي كما في الشامي ان
 كان مخرجاً من الصلح
 لا يفسد والا يفسد اه علق الصحة على

باطل ہے، در مختار میں ہے جب ترکہ میں قرض شامل
 ہوں تو کسی ایک وارث کو بقیہ ترکہ سے لا تعلق
 کر کے باقی وارثوں کے لئے کرنے کی صلح باطل ہے
 کیونکہ مقروض کے غیر کو قرض کا مالک بنانا باطل ہے
 اقول (میں کہتا ہوں کہ) فساد کا انحصار اس
 تصریح کردہ شرط پر نہیں جیسا کہ تنویر الابصار کے قید
 کے بیان پر ظاہراً وہم ہوتا ہے بلکہ یہ اور جو اس کا
 ہم معنی ہو متساوی الحکم ہیں کیونکہ فساد کا دار و مدار
 غیر مقروض کو قرض کا مالک بنانا ہے اور وہ باقی
 وارثوں کو ترکہ کی کسی شئی پر صلح میں حاصل ہے
 جیسا کہ ہم نے تقریر کی ہے اور اس میں رد المختار
 کا بیان تیری رہنمائی کرے گا کہ اگر ترکہ میں بین معلوم
 ہے اور صلح دین کے غیر پر ہوتی تو فاسد نہ ہوگی اور
 اگر تمام ترکہ پر صلح ہوتی تو فاسد ہوگی جیسا کہ صلح
 کے وقت دین ظاہر ہونے پر وہ فاسد ہوتی ہے
 ملخصاً، تو رد المختار نے جمیع ترکہ پر صلح کو شرط مذکور
 پر صریحاً صلح جیسا قرار دیا، خلاصہ یہ ہے کہ صراحاً
 قرض کو صلح میں شامل کرنے پر فساد موقوف نہیں
 بلکہ صلح کا جواز صراحاً قرض کو صلح سے خارج کرنے
 پر موقوف ہے جیسا کہ فناوی شامی میں البرزالی کا
 قول ہے کہ قرض کو صلح سے خارج کیا تو صلح فاسد
 نہ ہوگی ورنہ فاسد ہوگی اه، انھوں نے جواز کو صراحاً

قرض کے خارج ہونے پر معلق فرمایا اور باقی تمام صورتوں کو فساد میں شامل فرمایا، پھر میں نے ظہیر یہ کے حوالہ سے ہندیہ میں اس پر تصریح دیکھی جہاں انھوں نے فرمایا کہ اگر ترکہ میں لوگوں پر قرض بھی شامل ہے اور بیوی سے یہ صلح ہوئی کہ باقی تمام ترکہ حتیٰ کہ قرض میں بیوی کا حصہ یہ سب ورثہ کا ہو گا یا ورثہ سے بیوی کی باقی تمام ترکہ سے لا تعلقی پر صلح کی اور اس سے زائد کوئی وضاحت نہ کی تو صلح باطل ہوگی۔ لیکن ثانیاً اس لئے کہ عبد اللہ کا نقد ترکہ میں صلح کی مقدار کے مقابلہ میں حصہ زیادہ بنتا ہے یہ اس لئے کہ مثلاً چودہ سو نقد میں سے بیوی اور بیٹی کے دو فرض (حصے) نکالنے کے بعد عبد اللہ کا حصہ دو ساتے جو کہ ڈیڑھ سو درہم ہیں جبکہ عبد اللہ کو صرف ایک سو دیا گیا تو باقی ورثہ نے گویا ڈیڑھ سو اور کچھ زائد کو ایک سو درہم کے بدلہ میں خریدا اور یہ حرام و سود ہے۔ درمختار میں فرمایا کہ ورثہ نے ایک وارث کو سونا و چاندی (نقدین) اور دیگر ترکہ سے سونا یا چاندی میں سے ایک پر صلح کر کے خارج کیا تو یہ صلح صحیح نہ ہوگی مگر اس صورت میں جبکہ جس نقد پر صلح کی ہو اس میں اس کے حصہ سے زائد اس کو دیا گیا ہوتا کہ رہا سے بچاؤ ہو سکے اھ ملخصاً، یہ بیان اس صورت میں ظاہر ہے جب مورث کے ذمہ

الاخراج وعمم فی الباقی الفساد ثم رأیت التصریح بہ فی المہندیۃ عن الظہیریۃ حیث قال ان کان فی الترتکۃ دین علی الناس فصولحت ریعنی المرأة) علی کل علی ان یکون نصیبها من الدین للورثۃ او صولحت عن الترتکۃ ولم ینطقوا بشئ اخر کان الصلح باطلاھ واما ثانیاً فلان نصیب عبد اللہ من نقود الترتکۃ اکثر مما صالح علیہ وذلك لان حصته من الف واربعمائة مثلاً وہی سبعا الباقی بعد اخراج الفرضین مائة وخمسون درهما وانما اعطی مائة فكان البقیۃ شروا مائة وخمسين درهما و زیادة بمائة درهم وهذا هو الربا بالمحرم قال فی الدرالمختار اخرجت الورثۃ احدہم عن نقدین وغیرہما باحد النقدین لایصح الا ان یکون ما اعطی له اکثر من حصته من ذلك الجنس تحریرنا عن الرباھ ملخصاً، و هذا ظاہر اذا لم یکن للائتمار واج مہر علی المورث فان

۲۶۹/۴ فورانی کتب خانہ پشاور
۱۳۵/۲ مطبع مجتہبائی دہلی

الباب الخامس عشر کتاب الصلح
فصل فی التخرج

۱۳۵/۲

كان وكان بحيث يكون حصة عبد الله
 مما يبقى بعد اداء الدين اقل
 من مائة تكون التركة مشغولة بالدين
 مانع بنفسه عن صحة الصلح الا
 اذا عزل مقدار ما بقى به و
 اجرى الصلح في ما بقى، في
 الثامية عن البزانية عن شمس الاسلام
 التخارج لا يصح اذا كان على الميت
 دين اى يطلبه سب الدين لان
 حكم الشرع ان يكون الدين على جميع
 الورثة ^{الله} وقد كنت اوضحت معنى قوله
 اى يطلبه سب الدين فيما علقته
 على هواش رد المختار ثم رأيت التصريح
 بعينه في الهندية عن الظهيرية و
 نصها ان كان عليه دين فصولحت
 المرأة عن ثمنها على شئ لا يجوز
 هذا الصلح لان الدين في التركة و
 ان قل يمنع جواز التصرف فان طلبوا
 الجواز فطريق ذلك ان يضمن
 الوارث دين الميت بشرط ان لا يرجع
 في التركة او يضمن اجنبي بشرط
 براءة الميت او يؤدو دين الميت
 من مال اخر ثم يصالحوها

بیویوں کا مہرنہ ہو، اگر اس کے ذمہ مہر باقی ہو تو
 اب ترکہ میں سے یہ دین ادا کرنے کے بعد عبداللہ
 کا ترکہ میں حصہ ایک سو درہم سے کم ہو جائے تو
 بھی ترکہ کا دین میں مشغول ہونا صلح کی صحت سے
 مانع ہے الایہ کہ قرض و دین کو منہا کرنے کے بعد
 ما بقی پر صلح ہو تو جائز ہوگی، فتاویٰ شامیہ میں
 برازیہ سے شمس الاسلام کے حوالے سے ہے کہ کسی
 وارث کو صلح کے طور پر وراثت سے خارج کرنا صحیح
 نہیں جبکہ میت پر کوئی دین ہو یعنی قرض خواہ کا مطالبہ ہو
 کیونکہ شرعی حکم یہ ہے کہ میت پر دین تمام ورثاء
 کے ذمہ ہوتا ہے اھ، حالانکہ میں نے ان کے قول
 کہ ”قرض خواہ طالب ہو“ کا معنی رد المختار پر اپنے
 حاشیہ میں واضح کر دیا تھا، پھر میں نے بعینہ اس
 کی تصریح ہندیہ میں ظہیریہ کے حوالہ سے دیکھی جس
 کی عبارت یہ ہے اگر میت پر قرض ہو اور بیوی سے
 کسی چیز کے بدلے اس کے مہر کی رقم پر صلح کر لی گئی ہو
 یہ صلح جائز نہ ہوگی کیونکہ ترکہ پر قرض کم بھی ہو تو وہ تصرف
 کے جواز سے مانع ہے، اگر ورثاء جواز کے طالب ہوں
 تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی وارث میت کے قرض
 کا ضامن بن جائے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس
 ضمان میں ترکہ سے کچھ نہ لے گا، یا کوئی اجنبی شخص
 اس شرط پر ضامن ہو جائے کہ ضمان سے میت
 بری ہے یا ورثاء میت کا دین اپنے کسی اور مال

عن ثنہا اوصداقہا علی نحو ما قلنا وان
لم یضمن الوارث ولکن عز لواء عینا فیہا
لذین المیت وفاء ثم صالحوہا فی
الباقی علی نحو ما قلنا جازاہ۔

سے ادا کر کے پھر بیوی سے اس کی رقم کے بدلے صلح
کر لیں جیسا کہ ہم نے بتایا اور اگر کوئی وارث ضامن
نہ بنے لیکن پہلے عین ترکہ میں سے میت پر قرض کی
مقدار علیحدہ کر لیں پھر باقی میں بیوی سے صلح کا عمل
کریں جیسے ہم نے بتایا ہے، تو جائز ہے (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں بر تقدیر صدقِ مستفتی و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین وصحت
ترتیب اموات اگر زمان کلو دونوں خواہ ایک کامہر یا اس کے سوا اور کچھ دین ذمہ کلو ہو تو پہلے اُسے ادا کریں
جو بچے اس کے تہائی سے کلو کی وصیت اگر اس نے کی ہونا فذکر کے باقی کو ایک سو بارہ سہام پر تقسیم کریں سات سات
کلو کی ہر زوجہ اور چھپن صغریٰ اور بارہ بارہ چھپن و عبد اللہ اور چھ چھ چھوٹی سینا اور دو دو امام بخش و
یار محمد اور ایک ایک دختران ملو کی کو دیں اگر عبد اللہ کو اس تقسیم میں سو روپے سے زیادہ پہنچیں تو اس کا حصہ
پورا کر دیں اور کم ملیں تو جتنا زیادہ پہنچ گیا ہے واپس لیں اور کلو کا بھتیجا جسے اس نے بیٹا کر کے پالا اصل
وارث نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زوجہ شہزادی بیگم اور نظام بیگم پر حیدر علی
دختر اعجاز قاطمہ وارث اور چار ہزار دو سو باون روپیہ نقد اور ایک مکان قیمتی ڈیڑھ ہزار روپیہ کا چھوڑ کر انتقال کیا
شہزادی بیگم کا مہر پانچ ہزار روپے تھا اس کے سوا کوئی قرضہ زید پر نہ تھا، اور نہ کچھ متروکہ زید ہے، باہم
جملہ ورثہ مذکورین میں یہ فیصلہ و قرارداد ہوا کہ نظام بیگم و حیدر علی ساڑھے سات سو روپیہ لیں اور بقیہ
زید نقد و مکان دختر و زوجہ کے حصص شرعی میں اور زوجہ کے مہر میں کر دیں زوجہ بھی اس پر راضی ہوئی اب دعویٰ مہر
نہ رہا، پس صورتِ مستفسرہ میں وہ مکان اور بقیہ روپیہ تین ہزار پانسو دو سو زوجہ و دختر میں کس طرح تقسیم ہوگا؟
بیٹو اتوجروا۔

الجواب

زوجہ و دختر کا مہر و حصتین کے عوض مکان و بقیہ زر پر راضی ہونا تین احتمال رکھتا ہے،
(۱) زوجہ مہر سے دست بردار ہوئی اور اس بقیہ کو اپنی اور دختر پر حسبِ وراثت تقسیم ہونے پر

رضادی، اس صورت میں اس باقی کے ۵ سہام ہو کر ایک زوجہ اور چار دختر کو ملیں۔

(۲) یہ قرار پایا کہ اس بقیہ سے زوجہ اپنا کل مہر لے لے جو بچے زن و دختر میں وراثتاً تقسیم ہو اس صورت میں بقیہ سے پانچ ہزار مہر کے زوجہ لے گی اور دو ایک روپے کی جو مالیت بچی زن و دختر میں انھیں پانچ سہام پر تقسیم ہو جائیگی لیکن اس تقدیر پر دختر کا وقت فیصلہ بالغہ اور اس معنی پر راضی ہونا ضرور ہوگا۔

(۳) یہ ٹھہرا کہ باقی مذکور مہر و حصہ زوجہ و حصہ دختر سب پر حصہ رسد منقسم ہو، اس صورت میں مکان و زر بقیہ سب کے ۵۹۵ سہام ہو کر ۵۷۱۹ زوجہ کو ملیں اور ۲۸۷۶ دختر کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور پیش کردہ مفتی عبدالقادر خاں صاحب حاکم ریاست

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوا اس کی دو زوجہ ہندہ اور زبیدہ تھیں، زبیدہ کا انتقال اس کی زندگی میں ہو گیا تھا مگر چند اولادیں اس کے بطن سے تھیں اور ہندہ اس کی بیوہ اب تک موجود ہے اور اس سے بھی چند اولادیں ہیں، زبیدہ اور ہندہ کی اولادوں میں بعض بالغ ہیں اور بعض نابالغ، پس بعد فوت زید کے اس کی بیوہ ہندہ نے بوجہ نا اتفاقی جملہ وارثان کے اپنے دین مہر کی ناشدائش دائرہ کے عدالت سے متروکہ زید پر ڈگری حاصل کر لی، لیکن ابھی تک ڈگری کا اجرا نہیں ہوا تھا کہ جملہ وارثان میں اتفاق ہو گیا اور ہندہ نے ایک اقرار نامہ متروکہ زید کے بابت رجسٹری میں تصدیق کر دیا جس کی نقل شامل سوال ہے، اس کے بموجب عمل درآمد ہو گیا اور اپنے تین سہام میں سے ہندہ نے دو سہام بدست بکر کے بالعوض ڈھائی سو روپیہ کے رہن بھی کر دیئے، اس کے ایک سال کے بعد اب ہندہ اسی متروکہ پر جس کے بابت اقرار نامہ تصدیق کر اکر رجسٹری کر چکی ہے اور عمل درآمد بھی ہو چکا ہے اپنی وہی ڈگری دین مہر کی جاری کرانا چاہتی ہے جس میں سراسر حق تلفی نابالغان متصور ہے اور خلاف اس اقرار نامہ کے اس متروکہ پر اس کا اثر پڑتا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں ہندہ کو یہ حق حاصل ہے کہ ڈگری جس کا تصفیہ کر چکی ہے جاری کر اکر اسی متروکہ کو نیلام کر اکر نابالغان کی جائداد کو نقصان پہنچائے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

چند ہفتے ہوئے یہ سوال اور اس پر مجتہد مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب کا لکھا ہوا جواب سائل نے پیش کیا اس کے ساتھ کوئی نقل اقرار نامہ بھی عبارت سوال سے کہ اسی متروکہ کو نیلام کر اکر نابالغان کی جائداد کو نقصان پہنچائے واضح تھا کہ متروکہ جائداد ہے سائل سے مقدار مہر ڈگری شدہ و مقدار جائداد متروکہ دریافت کی، اس نے بیان کی اسی کے بیان کے حوالہ سے یہ عبارت اس جواب پر لکھ دی گئی:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ مہر کی ڈگری تین ہزار کی ہوئی اور جائداد تقریباً چار ہزار کی ہے لہذا ہندہ کا تین سہام پر فیصلہ کر لینا حق نابالغان پر کچھ بڑا اثر نہیں ڈالتا بلکہ اُن کو مفید ہے لہذا صلح نافذ ہے اور اب ہندہ کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کاغذ فتویٰ میں جگہ نہ تھی یہ عبارت حاشیہ پر لکھی گئی، سائل نے کہا یہ کچھری میں پیش ہوگا، حسب دستور لکھ کر مہر ہو جاتی، کہا گیا نقل کر لاؤ، نقل آئی جس میں سائل نے جواب نواب صاحب بھی باقی نہ رکھا سوال اور صرف یہاں کی تحریر نقل کر دی مہر کر دی گئی، اب یہ سوال مع نقل تقسیم نامہ پیش ہوا جس میں مقدار مہر کا کوئی ذکر نہیں اور جائداد متروکہ تین ہزار کی مالیت بتائی ہے اور اس کے دیکھنے سے واضح ہوا کہ متروکہ صرف جائداد نہیں بلکہ پانسو روپے متوفی کا یافتنی ایک عورت کے ذمہ دین ہے وہ بھی شامل ترکہ ہے اور تقسیم میں یہ تحریر ہے کہ:

”باہم منقرہ و دیگر وارثان اس طرح رضامند ہو گئے کہ کل متروکہ متوفی مالیتی تین ہزار پانچ سو روپے کی تقسیم اس طور پر ہوئی کہ زبیر ثمن پانسو روپے مذکور برائے صرف شادی و حیدن بیگم بنت متوفی بطنی زوجہ اولیٰ کو دئے گئے اور بقیہ تین ہزار دس سہام ہو کر تین سہام منقرہ کے حصے میں آئے الیٰ آخرہ۔“

باقی سات سہام میں دو سہام متوفی کے پسر کو دئے ہیں اور ایک ایک اُس کی چار دختران موجودہ کو جن میں دو کہ لطن ہندہ منقرہ سے ہیں نابالغہ ہیں اور ایک سہام متوفی کی پانچویں دختر متوفیہ کے وارثوں کو، ظاہر ہے کہ اس صلح سے ہر نابالغہ کو اپنے حق سے کئی حصے زائد پہنچا تو صلح ان کے حق میں بہت نافع تھی اس کا حکم وہی تھا کہ نافذ ہے اور ہندہ کو رجوع کا اختیار نہیں اس لئے سوال میں ذکر دین نہ تھا بلکہ جائداد و نیلام کے الفاظ تھے کہ دین سے علاقہ نہیں رکھتے، ایسی صورت میں مفتی عماد صحیح ہی پر حمل کرے گا۔ درمختار میں ہے:

لولم یذکر فی صک التخرج ان فی التركة
 دینا م لا فالصک صحیح و کذا لولم یذکره
 فی الفتویٰ فیفتی بالصحة و یحمل علی
 وجود شرائطها، مجمع الفتاویٰ

اگر لا تعلق کے صلح نامہ میں ترکہ میں قرض ہونے نہ ہونے کا ذکر نہ ہو تو صلح نامہ صحیح ہے اور یوں ہی اگر فتویٰ میں اس کا ذکر نہ ہو تو صحت کا فتویٰ ہوگا اور اس کو صحت کی شرائط کے وجود پر محمول کیا جائے گا، مجمع الفتاویٰ۔ (ت)

مگر اب ملاحظہ تقسیم نامہ سے ظاہر ہوا کہ ترکہ میں دین بھی ہے اور وہ صلح سے جُدا نہ کیا گیا بلکہ یوں داخل کیا گیا کہ

احد الورثة و حیدن بیگم کو اس کا مالک ٹھہرایا تو یہ غیر مدیون کو دین کا مالک کرنا ہوا اور وہ باطل ہے تو صلح کا یہ حصہ باطل ہوا، اور جبکہ عقد واحد ہے تو اس کے بطلان نے بقیہ صلح کی طرف سرایت کی اور تمام صلح و تقسیم باطل ہو گئی۔ درمختار میں ہے:

ترکہ میں دین ہوں تو کسی وارث کی لا تعلق کی صلح اس شرط پر دین باقی وارثوں کے حصہ میں ہیں تو یہ صلح باطل ہے کیونکہ مقروض کے غیر کو قرض کا مالک بنانا باطل ہے۔ (ت)

بطل الصلح ان اخرج احد الورثة وفي التركة ديون بشرط ان تكون الديون لبقيتهم لان تملك الدين من غير من عليه الدين باطل۔
ردالمختار میں ہے:

پھر یہ بطلان تمام میں سرایت کرے گا کیونکہ معاملہ ایک ہے (ت)

ثم يتعدى البطلان الى الكل لان الصفقة واحدة۔

اور جب صلح باطل ہوتی تو اس کی بنا پر جو باہمی ابراء ٹھہرا تھا کہ ”بعد تقسیم مذکورہ بالا ایک وارث کو دوسرے کے حصے سے کوئی تعلق نہ رہا اگر بعد تقسیم ایک شخص دوسرے پر دعویٰ کرے تو ناجائز ہوگا“ یہ بھی باطل ہو گیا،

الاشباہ میں مذکور کی وجہ سے نہیں کہ جب کوئی چیز باطل ہوتی ہے تو اس کے ضمن والے امور بھی باطل ہوتے ہیں، فقہاء کے قول کہ جب متضمن (کسرہ کے ساتھ) باطل ہو تو متضمن (فتح کے ساتھ) بھی باطل ہوتا ہے، انھوں نے فرمایا (اگر معاملہ میں فرقتین نے معاہدہ کیا) کہ اگر اس کو مالک نے بری کر دیا یا اس کے حق میں اقرار کیا تو یہ ضامن ہوگا، تو یہ عتد فاسد ہوگا، برائت بھی فاسد ہوگی جیسا کہ بزازیہ میں ہے اھ، کیونکہ ایسی برائت صلح نامہ میں عقد صلح

لا لما في الاشباہ اذا بطل الشيء بطل ما في ضمنه وهو معنى قولهم اذا بطل المتضمن بالكسر بطل المتضمن بالفتح قالوا لواء ابراء او اقر له ضمن عقد فاسد فسد الابرء كما في البراءة اه لان هذا الابرء يكتب في الصك عادة بعد ما جرى بينهم الصلح فلم يثبت كونه في صلح

۱۳۵/۲	مطبع مجتہائی دہلی	فصل فی التخرج	کتاب الصلح	ردمختار
۲۸۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	”	ردالمختار
۲۶۰/۲	ادارۃ القرآن کراچی	قواعد و فوائد شتی الخ	الفن الثالث	الاشباہ والنظائر

عقد الصلح حتی یكون متضمنا بالفتح
 ولا لما في غمز العيون عن
 الزاهدی عن استاذة بدیع الدین
 انه اختارات الاقرار وان
 لم یکن فی صلح عقد الصلح
 لکنه بناء على الصلح الفاسد
 لا یمنع الدعوی بعد ذلك اھ
 لان حکم الاقرار لا یجب ان
 یكون حکم الایراء فان الاقرار
 تمليك من وجه فیحتمل الارتفاع
 والایراء اسقاط والساقط لا یعود بل
 لما فی الاشباہ من قولهم المبنى علی
 الفاسد فاسد اھ حتی لو اقر بطلاق
 نروجته ظانا الوقوع بافتاء المفتی
 فتبین عدمه لم یقع كما فی
 الاشباہ والدر وغیرھا، اقول
 ولا یرد علیہ ما فی الحموی
 عن القنیة ان ابراه بعد
 الصلح عن جمیع دعواہ
 وخصوماتہ صحیح وان
 لم یحکم بصحة الصلح اھ لان الایراء

کے بعد لکھنے کی عادت ہے تو صلح عقد میں اس کا
 پایا جانا ثابت نہ ہوگا تاکہ اس کے ضمن میں پائی جانے
 والی متضمن (بالفتح) ہو سکے، اور نہ ہی غمز العیون میں
 مذکور کی وجہ سے انھوں نے زاہدی سے ان کے
 استاد بدیع الدین کے حوالے سے ذکر کیا کہ ان کا مختار
 یہ ہے کہ اقرار اگرچہ عقد صلح کے صلح میں نہ ہو تو بھی
 بعد میں دعویٰ کے لئے مانع نہیں کیونکہ اس کی بنا پر فاسد
 صلح پر ہے اھ، کیونکہ ضروری نہیں کہ جو اقرار کا حکم ہے
 وہ بڑی کرنے کا حکم ہو، کیونکہ اقرار من وجہ تملیک ہے
 جو کہ ختم ہو سکتی ہے جبکہ اقرار وہ تو اسقاط کا نام ہے جو
 بحال نہیں ہو سکتا، بلکہ اشباہ میں مذکور فقہاء کے
 اس قول کی وجہ سے کہ "فاسد پر مبنی چیز بھی فاسد ہوتی
 ہے اھ حتی کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کا اقرار
 اس گمان پر کیا کہ مفتی کے فتویٰ سے طلاق ہو گئی جبکہ
 بعد میں واضح ہو گیا کہ ایسا نہیں ہے تو اس اقرار
 سے طلاق نہ ہوگی جیسا کہ اشباہ اور در مختار
 وغیرہما میں ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس پر
 حموی میں قنیہ کے حوالے سے مذکور بطور اعتراض وارد
 نہ ہوگا کہ صلح کے بعد اس کا تمام دعاوی اور خصوصاً
 سے بڑی کرنا صحیح ہے اگرچہ صلح کے صحیح ہونے کا
 حکم نہ دیا جائے گا اھ، یہ اعتراض اس لئے

۱۔ غمزیون البصائر الفن الثالث قواعد وفوائد شتی

ادارة العتد آن کراچی ۲۷۰/۲

۲۔ الاشباہ والنظار

" " " " " " ۲۷۱/۲

۳۔ " " الفن الثاني کتاب الاقرار

" " " " " " ۲۱/۲

۴۔ غمزیون البصائر الفن الثالث قواعد وفوائد شتی

" " " " " " ۲۷۰/۲

عن جميع الدعاوى والخصومات شئ
 نرائد على مفاد الصلح فانه انما يقطع
 نزاعاً خاصاً لا لكل خصومة بل
 اذا ادعى داسا ثم صالح مثلاً
 على نصفها او قيمته فانما تجاوزه عن
 نصف دعاواه لا عن جميعها لوصول
 بعضها اليه عينا او بدلا واذا كانت هذا
 نرائد على قضية الصلح كان كلاما
 مستقلا غير مبتدئ على الصلح
 فلا يضره بطلان الصلح
 ونظيره اذا نراد في الكلام على
 قدر الجواب لم يجعل مجيبا بل
 صاس مبتدئا فلا يعاد السؤل فيه
 كما نصوا عليه.

نہ ہوگا کہ تمام دعاوی اور خصومات سے ابرار
 صلح کے مفاد سے زائد چیز ہے کیونکہ صلح ایک
 خاص نزاع کو قطع کرتی ہے نہ کہ تمام خصومات کو
 بلکہ جب کوئی شخص پورے مکان کا دعویٰ کر کے
 پھر نصف مکان یا نصف کی قیمت پر صلح کرے تو
 اس نے اس صلح میں اپنے نصف دعویٰ سے
 اعراض کیا نہ کہ تمام دعویٰ سے، کیونکہ اس سے
 اس کو بعض عین یا اس کے بدل کی وصولی ہوتی،
 توجیب یہ ابرار صلح سے زائد امر ہے تو یہ ایک مستقل
 کلام ہوگا جو کہ صلح پر مبنی نہ ہو تو اس لئے صلح کا
 بطلان اس ابرار کو مضر نہ ہوگا، اس کی نظیر یہ ہے
 کہ جب کوئی کلام قدر جواب سے زائد ہو تو اس
 کلام والے کو مجیب نہیں بلکہ ایک مستقل ابتداء والا
 قرار دیا جاتا ہے، لہذا اس کلام میں سوال کا اعادہ
 متصور نہیں کیا جاتا جیسا کہ اس پر فقہائے نص فرماتی ہے۔

لہذا صورت مستفسرہ میں ہندہ کو اجراء ڈگری سے کوئی مانع نہیں ہذا ما عندی والعلم بالحق عند
 سابی (یہ میرے فہم میں ہے جبکہ حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸ از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکٹر ذاکر جاتلی، مسئلہ تاج محمود صاحب

۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

جو کہ صلح ہے وہ واقع منازعہ حق انسان میں ہے یا حق خدائے تعالیٰ میں بھی ہے؟

الجواب

صلح اگر برضا ہے تو عند اللہ بھی ہوگی اور دہ کر ہے تو دنیا میں ہوئی آخرت میں مطالبہ باقی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب المضاربت

(مضاربت کا بیان)

مسئلہ ۱۹ از میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہانپور مسئلہ محمد صدیق بیگ صاحب ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہندو کو روپیہ تجارت کے لئے دیا جائے
اور اس طرح پر کہ وہ کہے کہ جو نفع ہو اس میں سے نصف نصف تقسیم کر لیں گے، اکثر اس طریقہ سے
روپیہ دیا بھی تھا۔

الجواب

یہ طریقہ مضاربت کا ہے، مسلمان کے ساتھ بھی جائز ہے، مگر اس پر نقصان کی شرط حرام ہے، اور
ہندو کے ساتھ شرط نقصان بھی کر لینا جائز،

لانہ من عقد فاسد و ہم لیسوا باہل
ذمۃ ولا مستأمنین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
کیونکہ یہ عقد فاسد ہے اور یہ ہندو نہ تو ذمی ہیں
اور نہ ہی مستامن ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰ از موضع مخدوم پور ڈیہہ ڈاکخانہ مخدوم پور گیا ضلع گیا مرسلہ سید مخدوم بخش صاحب حنفی
۲۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تجارت کرتا ہے دوسرے لوگوں کے روپے
سے اس طریق پر کہ ہر سال بعد تمام اخراجات کے جو نفع ہوتا ہے اس میں سے ایک رُبع خود اجر محنت

لیتا ہے اور بقیہ تین رُبع میں جن لوگوں کا روپیہ ہے انہیں دیتا ہے، اگر یہ شخص شرکار سے یہ معاہدہ کرے کہ اگر تم کو ہر سال ایک معین مقدار مثلاً بارہ روپے فیصدی سے کم نفع ہوگا تو اس کمی کو ہم پورا کر دیں گے اور اس سے زیادہ جو کچھ نفع ہو وہ بھی تمہارا ہے، آیا اس معاہدے کے سبب سے نفع تجارت داخل رہا ہو جائے گا یا نہیں؟ امید کہ جواب باصواب مسئلہ کے بحوالہ کتب فقہیہ بقید ابواب و فصول و صفحہ و مطبع سرفراز فرمائیں گے۔ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

یہ معاہدہ حرام ہے، مال والے اور یہ تاجر سب گنہگار ہوں گے اگرچہ کبھی کمی نہ واقع ہو اور کمی جو یہ پوری کرے گا اس کا پورا کرنا اسے حرام ہے اور اس زیادت کا لینا ان مال والوں کو حرام و ربا ہے۔ درمختار صدر کتاب المضار بہ، جلد چہارم و ردالمحتار مطبع قسطنطنیہ ص ۲۲، ذکر شرائط مضاربت میں ہے:

وکون الربح بینہما شائعاً فلو عین قدرًا
فسدت وکون نصیب کل منہما معلوما
عند العقد لہ

فریقین میں شائع ہونا (مقدار عین نہ ہونا) اگر
کوئی مقدار معین ہوئی تو مضاربت فاسد ہوگی
اور عقد کے وقت دونوں کا حصہ معلوم ہونا (ت)

ہندیہ کتاب المضاربتہ باب اول مطبع قاہرہ ملک مصر جلد چہارم ص ۲۸۷ میں ہے:

فان قال علی ان لك من الربح
مائة درہم او شرط مع النصف او الثلث
عشرة درہم لا تصح المضاربتہ كذا فی
محیط السرخسی لہ

اگر ایک نے دوسرے کو کہا نفع میں ایک سو درہم
تیرے ہونگے یا نصف یا ثلث کے ساتھ مزید دس
درہم کی شرط لگائی تو مضاربت صحیح نہ ہوگی، محیط
سرخسی میں ایسے ہے۔ (ت)

ہدایہ کتاب البیوع باب الربا مطبع مصطفائی جلد دوم ص ۴۳ میں ہے:

الربا هو الفضل المستحق لاحد المتعاقدين
فی المعاوضة الخالی عن عوض شرط فیہ
واللہ تعالیٰ اعلم۔

سو یہ ہے کہ عقد معاوضہ میں کسی فریق کیلئے ایسی
زیادتی کی شرط ٹھہرانا جو عوض سے خالی ہو۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۴۶-۲۷/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	کتاب المضاربتہ	۱۷ درمختار
۲۸۷/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	۱۷ فتاویٰ ہندیہ
۸۰/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	باب الربو	۱۷ الہدایہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تجارت بمضاربت بکر کے کی یعنی روپیہ زید کا تھا اور زید و بکر کے درمیان یہ قرار پایا تھا کہ تجارت مذکور میں جو نفع و نقصان ہوگا تو بکر تیسرے حصہ کا نفع و نقصان اپنے ذمہ لے گا اور زید دو حصہ، چنانچہ تجارت مذکورہ میں چونکہ قبل آنے مال کے روپیہ زیادہ مال سے از روئے تخمینہ کے مال والوں کے پاس پہنچ گیا تھا وقت وصول ہونے مال کے روپیہ پہنچے ہوئے سے مال کم آیا، اب جو روپیہ کہ باقی مال والوں کے ذمہ رہ گیا ہے تو اس صورت میں اگر وہ روپیہ وصول نہ ہو سکے تو زید بکر سے تیسرے حصہ کے نقصان لینے کا از روئے شریعت کے مستحق ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ایک عرصہ سے بکر بوجہ کوشش وصول کرنے روپیہ مذکور کے اپنی فکر معاش سے بھی معذور ہو رہا ہے، کچھ اس کا بدلہ زید پر ہے یا نہیں؟

تیسرے بکر نے باجارت زید ان اشخاص پر نالاش وصول کرنے روپیہ کی کی، روپیہ وصول نہ ہوا تو جو خرچہ نالاش میں صرف ہوا زید بکر سے اُس خرچہ کے بھی تیسرے حصہ کے نقصان لینے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط باطل ہے وہ اپنی تعدی و دست درازی و تفسیح کے سوا کسی نقصان کا ذمہ دار نہیں جو نقصان واقع ہو سب صاحب مال کی طرف رہے گا نہ مضاربت صحیحہ میں مضارب اپنی محنت و کوشش کا کوئی بدلہ صاحب مال سے پانے کا مستحق ہے اُس کا بدلہ یہی ہے کہ نفع ہو تو حسب قرار داد اس میں شریک ہوگا، پس صورت مستفسرہ میں جو روپیہ وصول نہ ہو یا نالاش میں جو خرچہ ہوا زید اس کا کوئی حصہ بکر سے نہیں لے سکتا اور جو محنت بکر پر پڑے وہ اس کا بدلہ زید سے نہیں پاسکتا۔ ہندیہ میں ہے:

فاسد شرطوں میں سے بعض مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض باطل نہیں کرتیں بلکہ یہ خود باطل ہو جاتی ہیں، نہایت میں یوں ہے، قدوری نے کتاب المضاربتہ میں فرمایا ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت یا نفع میں قطع شرکت کا باعث بنے تو وہ مضاربت کو فاسد کرنے کا موجب بنے گی، اور

اما الشروط الفاسدة فمنها ما تبطل المضاربة ومنها ما لا تبطلها و تبطل بنفسها كذا في النهاية قال القدوري في كتابه كل شرط يوجب جهالة الربح او قطع الشركة في الربح يوجب فساد المضاربة و ما

لا یوجب شیئاً من ذلك لا یوجب فسادها
نحو ان یشرط ان تكون الوضیعة علیها
كذا فی الذخیرة۔

ہدایہ میں ہے :

كل شرط یوجب جهالة فی الربح یفسده
لاختلال مقصوده و غیر ذلك من الشروط
الفاصلة لا یفسدها ویبطل الشرط كاشتراط
الوضیعة علی المضارب۔

عقود دریہ میں ہے :

سئل فیما اذا اذا افسد المضارب قبل یكون
الفساد علی سب المال، الجواب
نعم۔

در مختار میں ہے :

المضاربة ایداع ابتداء و توكیل مع
العمل لتصرفه بامرہ و شركة ان
سبح و غصب ان خالف وان اجاز سب
المال بعدہ و اجارة فاسدة ان فسدت
فلا سب للمضارب حیث یبطل له اجر
مثل عمله۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو چیز ایسی چیز کا باعث نہ ہو تو مضاربت کو فاسد
نہ کرے گی مثلاً دونوں نے شرط لگائی کہ نقصان کو
دونوں خود برداشت کریں گے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (ت)

ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت کا موجب بنے وہ
مضاربت کو فاسد کر دے گی کیونکہ یہ مقصود میں
اختلال ہے اور جو شرائط فاسدہ ایسی نہ ہوں وہ
مضاربت کو فاسد نہ کریں گی بلکہ خود باطل
ہو جائیگی مثلاً یہ شرط کہ نقصان مضارب پر ہوگا (ت)

ان سے سوال ہوا کہ جب مضارب کو خسارہ ہوا ہو
تو کیا رب المال خسارہ میں شریک ہوگا؟
الجواب: ہاں! (ت)

مضاربت ابتداء میں امانت کی کارروائی ہے اور
عمل کے بعد وکیل بنانے کا معاملہ بن جاتا ہے
کیونکہ مضارب رب المال کے حکم سے اس کے
مال میں تصرف کرتا ہے اور جب نفع حاصل ہو جائے
تو شراکت بن جاتی ہے اور اگر مضارب خلاف رُزق
کرے تو غصب بن جاتی ہے خواہ بعد میں رب المال

اس کارروائی کو جائز بھی کر دے، اور مضاربت فاسد ہو جائے تو اجارہ فاسد بن جاتا ہے، اس

۲۸۴-۸۸/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الاول	۱۱۱۱
۲۵۶/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب المضاربه	۱۱۱۱
۴۲/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	"	۱۱۱۱
۱۳۶/۲	مطبع مجتہائی دہلی	"	۱۱۱۱

۱۳۳
صورت میں مضارب نفع کا حقدار نہ ہوگا بلکہ اپنے عمل کے مطابق اجرت کا حقدار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱- ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص کے کارخانہ تجارت میں تھوڑے روپے دے کر شریک ہونا چاہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ چھتیس روپے سال مجھ کو اس کے منافع میں سے دیا کر دو اور اس سے زیادہ جو کچھ ہونے لے لیا کر و بحت مضاربت اور اگر کم ہو تو اس کے بھی تم متحمل ہو۔ شرعاً یہ امر جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

ناجائز اور گناہ ہے

نفع میں شرکت ختم ہو جانے کی بنا پر، اور نقصان مضارب پر لازم کرنے کی بنا پر جبکہ دونوں صورتیں شرط فاسد ہیں اور پہلی تو مضاربت کے لئے مفسد بھی ہے، جیسا کہ فقہار کرام نے تصریح فرمائی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لقطع الشركة في الربح ولا لزام ما نقص منه على المضارب وكل ذلك شرط فاسد والاول مفسد ايضا كما نصوا عليه -
والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۲۲ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مبلغ ایک سو پچاس روپیہ بکر کو بہ نیت تجارت دیئے کیونکہ بکر میز کرسی کا تاجر تھا اس نے مبلغان مذکورہ کا ساٹھ من بیت خرید اور سال تمام پر ساٹھ روپے منافع ہوئے لیکن بکر زید کو بائیں حساب پانچ روپے ماہوار دیتا رہا، اس عرصہ میں بیت بکر نے بھی خرید اور کبھی نہیں خرید لیکن ہمیشہ پانچ روپے ماہوار دیتا رہا، بعد ایک عرصہ کے بکر نے قضا کی، ایک وارث بکر نے وہ مبلغان مذکور اپنے ذمے لے کر موافق بکر کے پانچ روپے ماہوار دیئے، لیکن چند ماہ کے بعد وارث بکر نے یہ کہا کہ اس طرح روپیہ دینا ماہوار ہی جائز نہیں، لہذا جو روپیہ ذمہ بکر کے تھا میں ادا کرتا ہوں، چونکہ زید ایک ضعیف شخص ہے اور طاقت تجارت وغیرہ کی خود نہیں رکھتا ہے، اس کی غرض یہ ہے کہ یہ روپیہ وارث بکر کے پاس باقی رہے یا شرع مطہر کوئی طریقہ اس ایسا ارشاد فرماتے کہ ہم کو موافق سابق کے یا اس سے کم و بیش ملے۔ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

ایک رقم تعین کر دینا کہ نفع ہو یا نہ ہو، کم ہو یا زائد، ہر طرح اس قدر ماہوار دیں گے ضرور حرام ہے بلکہ وارث بکر زید کو تجارت میں لگائے زید نفع و نقصان دونوں کا متحمل رہے، نفع ہو تو جس قدر ہو

اتنا ہی زید کو دیا جائے اُس سے زیادہ اصلاً نہ لے، یہ بھی اُس صورت میں جبکہ وارث بکر محض احساناً اس کا روپیہ تجارت میں لگائے اور اُس کے نفع میں اپنا حصہ نہ چاہے ورنہ جو باہم قرارداد ہو جائے اتنا حصہ نفع میں اپنا لے کر باقی زید کو دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ رب المال اور مضارب میں وقت دینے مال کے نفع کی تعیین ہو جانی چاہئے کہ مضارب نفع میں سے نصف لے گا یا ثلث وغیرہ یا بعد حصول نفع کے دونوں باہم تراضی سے طے کر لیں اگر بوقت مال دینے کے طے کریں تو اسی جلسہ میں ہو، اگر جلسہ بدل جائے تو حرج تو نہیں، رب المال نے مضارب کو ایک شہر معین میں بھیجا اس نے وہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں فروخت کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہوگا تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے، رب المال کے پاس واپس جائے یا دوسرے شہر میں جہاں مناسب جانے کام کرے، یا شہر معین میں فروخت کرتے کرتے مال بیچ رہا تو مابقی کو لوٹالائے یا دوسری جگہ مناسب پر فروخت کر دے، اگر رب المال وقت عقد کے توسیع کر دے کہ جہاں مناسب سمجھے بیچے اور جو بات مفید دیکھے وہ کرے تو اس کے اختیارات وسیع ہو جائیں گے یا نہیں، رب المال کے ذمہ سفر خرچ و خورد و نوش مضارب کا ہے اس سے مراد طعام بقدر ضرورت ہے یا دیگر اشیاء بھی مثلاً اس کا جی چاہا فصل کی کوئی شئی کھالی یا روٹی سالن کافی تھا کہ اس نے پلاؤ زردہ کھایا یا کسی مسکین کو خیرات میں کچھ دیا یا لباس کی ضرورت پر کپڑا خریدا استعمال کیا مثلاً ٹوپی کافی ہو سکتی تھی کہ اس نے عمامہ خریدا یا اس کی حیثیت کے موافق ایک آنہ کی ٹوپی مناسب تھی کہ اس نے چار آنے کی خریدی۔

الجواب

نفع میں حصہ شائع مضارب کا تعیین نفس عقد میں ضرور ہے، اگر عقد بلا تعیین حصہ شائع کیا مثلاً تجھے مضارب کیا اس شرط پر کہ کچھ نفع مجھے دے دیا کرنا اس شرط پر کہ جتنا چاہوں اتنا نفع تجھے دیا کروں تو عقد فاسد و حرام ہے، بلکہ اگر یوں کہا کہ زید و عمرو میں باہم جتنے نفع پر مضاربت ہوئی ہے اسی قدر پر میں نے تجھ سے مضاربت کی اور عاقدین میں ایک کو اس کی مقدار معلوم نہیں، عقد فاسد ہوگا اگرچہ دوسرے کو معلوم ہو، ہاں اسی جلسہ میں تعیین کر لیں یا علم ہو جائے تو جائز ہو جائے لان المجلس یجمع الکلمات (کیونکہ مجلس متفرق کلام کی جامع ہوتی ہے۔ ت) تبدیل جلسہ ہوتے ہی فساد متقرر اور گناہ مستقر ہو جائے گا والمسائل کلہا معلومة من الفقة (یہ تمام مسائل فقہ میں واضح

ہیں۔ (ت) درمختار میں ہے :

مضاربت میں نفع غیر معین مقدار ہونا شرط ہے اور اگر کوئی معین مقدار طے ہوئی تو مضاربت فاسد ہوگی اور عقد کے وقت دونوں کا حصہ معلوم بھی شرط ہے۔ (ت)

شرطها كون الربح بينهما شائعا فلو عين قدر افسدت وكون نصيب كل منهما معلوما عند العقد

ہندیہ میں ہے :

کسی نے دوسرے کو ہزار درہم مضاربت کے طور پر دیا کہ جیسے جیسے فلاں فلاں نے آپس میں نفع شرط کیا اس شرط کے مطابق یہ عقد ہے تو اگر رب المال اور مضار دووں ان کی شرط معلوم تھی تو یہ مضاربت جائز ہوگی اور ان کو فلاں فلاں کی شرط معلوم نہ تھی تو جائز نہ ہوگی اور یونہی اگر ایک کو وہ شرط معلوم تھی اور دوسرے کو معلوم نہ تھی، محیط میں یوں ہے، اور اگر دوسرے کو مضاربت کے لئے اس شرط پر مال دیا کہ مضارب جو چاہے نفع میں

دفع الى غيره الف درهم مضاربة على مثل ما شرط فلان لفلان من الربح فان علم سب المال والمضارب بما شرط فلان لفلان من الربح تجوز المضاربة وان لم يعلم لا تجوز وكذا اذا علم احدهما وجهل الاخر هكذا في المحيط، ولو دفع اليه مضاربة على ان يعطى المضارب سب المال ما شاء من الربح فهذه مضاربة فاسدة كذا في البسوط

سے رب المال کو دے تو یہ مضاربت فاسد ہوگی جیسا کہ مبسوط میں ہے۔ (ت)

مضارب جہاں مناسب جانے مال لے جاسکتا ہے اس میں اذن رب المال کی حاجت نہیں جبکہ رب المال اُسے مقید نہ کرے، ہاں مقید کر دے گا کہ اسی شہر یا خاص فلاں شہر ہی میں خرید و فروخت کرو یا صرف فلاں موسم میں یا خاص فلاں شخص یا اشخاص سے، یا خاص فلاں مال کی تجارت کرو تو مضارب اس کے اتباع کا پابند ہو جائیگا مخالفت کرے گا تو تاوان دے گا اگرچہ رب المال نے عقد مضاربت کے بعد یہ تقييدات کر دی ہوں، جب تک روپیہ بدستور باقی ہے ابھی مضارب نے اُس سے مال نہ خریدا، خریداری کے بعد پھر رب المال مطلق و مقید نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے :

مضاربہ مطلقہ جو کسی مکان، زمان، قسم (یا شخص ش) سے مقید نہ ہو تو اس میں مضارب کو ہر طرح بیع نقد، ادھار معروف اور خریدنے اور بیع و شراہ میں وکیل بنانے اور بری و بحری سفر کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر مالک نے علاقہ، سامان، وقف یا شخص کو معین کر دیا تو مضارب اس پابندی سے تجاوز نہیں کر سکتا، کیونکہ مال کے سامان تجارت بننے سے قبل مضاربت مفید پابندی کے قابل ہے اگرچہ یہ پابندی عقد کے بعد لگائی ہو مگر مال جب سامان تجارت میں بدل جائے تو اس وقت پابندی

مؤثر نہ ہوگی کیونکہ اس موقع پر مالک مضارب کو معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تو کسی تخصیص و پابندی کا مالک بھی نہ ہوگا، اگر مالک نے قیود کا پابند کیا ہو تو مضارب مخالفت کرنے پر مال کا ضامن ہوگا (مطلقاً) رب المال اگر مضارب کی رائے پر چھوڑ دے کہ جو مناسب جانے کرے تو ضرور اس کے بعض اختیارات وسیع ہو جائیں گے مثلاً مطلق مضاربت میں اسے یہ اختیار نہ ہوتا کہ دوسرے کو اپنی طرف سے یہ مال مضاربت دے یا اس المال اپنے روپے میں ملا لے اور جب رب المال نے یہ کہا کہ تیری رائے پر چھوڑا تو ان امور کا بھی مختار ہو جائیگا ہاں کسی کو روپیہ قرض دینا یا کسی سے قرض لینا اب بھی جائز نہ ہوگا جب کہ مالک صراحتاً اس کا اذن نہ دے۔ در مختار میں ہے:

مضارب مالک کی اجازت کے بغیر آگے مضاربہ، شرکت اور اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے کا مالک نہ بنے گا، اجازت یا اپنی رائے سے عمل کر، کہہ دینے سے مالک بن سکے گا، کیونکہ کوئی چیز اپنی مثل کو متضمن نہیں ہوتی اور اپنی رائے سے عمل کر، کہہ دینے کے باوجود مضارب قرض دینے

يملك المضارب في المطلقة التي لم تقيد
بمكان او زمان او نوع (ای او شخص ش)
البيع بنقد و نسيئة متعارفة و
الشراء و التوكيل بهما و السفر برا و
بحرا لا تجاوز بلدا و سلعة او وقف
او شخص عينه المالك لان المضاربة
تقبل التقييد المفيد ولو بعد العقد
مالم يصر المال عرضا لانه حينئذ لا يملك
عزله فلا يملك تخصيصه فان فعل
ضمن بالمخالفة اه ملتقطا۔

لا يملك المضاربة و الشركة و الخلط بمال
نفسه الا باذن او اعمل برائك اذا الشئ
لا يتضمن مثله و الا قراض و الاستدانة
وان قيل له اعمل برائك لانهما ليسا
من صنيع التجار فلم يدخلا في التعميم
مالم ينص المالك عليهما

فیملکہما (ملخصاً)۔

اور ادھا دینے کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں عمل

تجار کا طریقہ نہیں تو دی ہوئی تعمیر میں یہ چیزیں شامل نہ ہوں گی جب تک مالک ان دونوں کی تصریح نہ کر دے، اگر ان کی تصریح کر دی تو ان کا مجاز بنے گا (ملخصاً)۔ (ت)

مضاربت صحیحہ میں جبکہ مضارب مال مضاربت لے کر بخرض مضاربت سفر کرے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو ایام سفر کا نفقہ، کھانا، پینا، پہننا، سواری، بچھونا، تیکہ، تیل، بتی، کپڑوں کی دھلائی، ہنط بنوائی، خدمت گزار کی اجرت، سواری کا دانہ، چارہ، سرا کی کوٹھڑی، چار پائی کا کرایہ، اور ان کے مثل ہر معمولی و دوامی حاجت حسب عادت تجارت بقدر معروف مضارب پر ہوگی یہ خرچ مال پر ڈالا جائیگا جو اسے مجرادے کہ بچا وہ نفع سمجھا جائے گا اور اگر نفع نہ ہو تو یہ خرچ اصل مال پر پڑے گا اور مضارب اس کا کچھ عوض نہ دے گا۔ درمختار میں ہے:

جب مضارب سفر کرے خواہ ایک دن کا ہو تو خوراک، شراب، لباس، سواری جب کرایہ کی ہو، اور تمام اخراجات جو تجارت کی عادت معروف ہوں وہ سب مضاربت کے مال سے ہوں گے بشرطیکہ مضاربت صحیح ہو فاسد نہ ہو کیونکہ فاسد ہو تو مضارب اجیر ہے نفقہ کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہاں شہر میں ہی کام کیا تو اپنے مال سے نفقہ برداشت کریگا جیسا کہ علاج کی صورت میں ظاہر قول کی بنا پر خود کرے گا، اور سفر کے دوران کسی شہر میں اقامت کی نیت کی لیکن مستقل وطن نہ بنایا تب بھی نفقہ مضارب پر ہوگا (ابن ملک) اور اگر مضاربت میں نفع حاصل ہو اور مضارب نے راس المال (اصل مال) سے نفقہ کیا تو مالک اتنا خرچہ نفع سے وصول کر لے گا تو مضارب کے ذمہ کچھ نہ آئے گا، ملخصاً۔ (ت)

واذا سافر ولو یوماً فطعامہ وشرابہ وکسوتہ و رکوبہ ولو بکراء وکل ما یحتاج فی عادیۃ التجار بالمعروف فی مالہا لوصحیحۃ لا فاسدۃ لانه اجیر فلا نفقۃ لہ وان عمل فی المصر فنفقۃ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اما اذا نوى الاقامة بمصر ولم یتخذ داراً فله النفقۃ ابن ملک ویاخذ المالك قدر ما انفقه المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فلا شیء علی المضارب (ملخصاً)

عہ لعل المراد منه عبد اللطیف ابن عبدالعزیز الشہید ابن ملک۔

مگر بقدر معروف کی قید لگی ہوئی ہے روٹی سالن معروف تھا تو پلاؤ زردہ کی اجازت نہیں، ٹوپی کی عادت ہے عمامہ نہیں لے سکتا ایک آنہ کی ٹوپی معاد ہے دو آنہ کی نہ لے گا۔ فصل کے میوے برف کی قلفیاں، مٹھانی کے دونے، سوڈے کی بوتلیں، یہ اپنی جیب خاص سے کھائے پئے، مال مضاربت پر حوائج ڈالتے ہیں یہ حوائج نہیں۔ اسی طرح کنگھی، سُرمہ، پھیل، دوا مال مضاربت سے نہ کرے گا۔ عالمگیری میں ہے،

النفقة هي ما يصرف الى الحاجة الراحية
وهي الطعام والشراب والكسوة وفراش
ينام عليه والركوب وعلف دابته، محيط
السرخسي، وغسل ثيابه والدهن في موضع
يحتاج اليه واجرة الحمام والمحاق
وانما يطلق في جميع ذلك بالمعروف حتى
يضمن الفضل ان جاوزه هكذا في الكافي
وروى عن ابي يوسف رحمه الله تعالى انه سئل
عن اللحم فقال كما كان ياكل، ذخيرة،
واما الدواء والحجامة والكحل ونحو
ذلك في ماله خاصة دون مال المضاربة،
ولو استاجر اجيرا يخدمه في سفرة
احتسب بذلك على المضاربة، مبسوط.
والله تعالى اعلم.

نفقہ وہ عام حاجت کے مصارف ہیں اور وہ کھانا،
پینا، لباس، بستر زیر استعمال، سواری، جانور
کی خوراک ہے، محیط سرخسی۔ اور کپڑوں کی دھلائی،
ضرورت کے مقام پر تیل، حمام کی اجرت
ان تمام امور کی معروف اجازت ہوگی حتیٰ کہ اگر
معروف مقدار سے زائد خرچ کیا تو ضامن ہوگا، کافی
میں یوں ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
سے مروی ہے کہ ان سے خوراک میں گوشت
کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ہاں جو
کھانے کی اسے عادت ہو، ذخیرہ۔ لیکن ذاتی
دوائی، سینگی لگانے اور سُرمہ وغیرہ جیسی چیزیں
مضارب کے اپنے ذاتی مال سے ہونگی مضاربت
سے نہ ہونگی، اور اگر سفر کے دوران خدمت کیلئے
اجیر کرایہ پر رکھا تو یہ مضاربت کے حساب میں ہوگا،
مبسوط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳ از موضع سابق

جواب کی بعض عبارات کی تشریح مطلوب ہے:

(۱) جبکہ مضارب کو اختیار دے دیا کہ جہاں چاہے کام کرے، اور اُس نے شہر ہی میں فروخت کرنا شروع
کیا اور مضارب فقیر ہے یعنی اپنے پاس سے خرچ نہیں کر سکتا تو اس صورت میں اس کا نفقہ رب المال

کے ذمہ ہو گا یا نہیں قال یہ خرچ مال پر ڈالا جائے گا جو اسے مجرادے کر بچا وہ نفع سمجھا جائیگا اقول اس کی دو صورتیں اس وقت خیال میں آتی ہیں ایک یہ کہ رب المال نے ایک مجمل رقم مضارب کو دی تھی اس نے اس میں سے اکثر کا مال خریدا اور قلیل اپنے خرچ کے واسطے رکھ لی، جب یہ خرچ ہو گئی مال کی آمدنی میں سے صرف میں لایا، دوسرے یہ کہ رب المال نے ایک رقم معین مال خریدنے کے واسطے دی، مضارب نے اس سب کا مال خریدا اور سفر خرچ وغیرہ اپنے گھر سے کیا، ان دو صورتوں میں تو بیشک مضارب مصارف مجرا کر کے نفع کی تقسیم کرے۔ تیسری صورت یہ کہ رب المال نے ایک رقم خاص واسطے خریدا اموال کے معین کر دی اور ایک رقم خاص واسطے نفع و سفر خرچ وغیرہ کے دے دی تو اب یہ مصارف مال مضاربت پر کیوں پڑیں گے بلکہ اس رقم صرف میں سے بعد خرچ کے جتنا بچ رہے گا وہ واپس دینا ہو گا ہاں اگر رقم سب صرف میں آگئی اور کچھ زائد خرچ کرنے کی ضرورت ہوئی تو اب جو کچھ خرچ ہو وہ مال مضاربت پر پڑے روپیہ بدستور رہنے کی صورت میں جیسے اختیار مطلق کو مقید کر سکتا ہے یوں ہی مقید کو مطلق بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟ افید و نا س حکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

(۱) جب تک اپنے وطن میں ہو گا نفقہ نہ پائے گا اگرچہ خرید و فروخت و کار مضاربت کرتا رہے اگرچہ رب المال دوسری جگہ کا ساکن ہو اور وہیں اس سے عقد مضاربت کیا ہو، اسے سفر خرچ دیا جاتا ہے اور یہ جب تک وطن میں ہے مسافر نہیں، اسی طرح اگر اس کے غیر وطن میں رب المال نے اسے روپیہ دیا یہ وہاں بطور مسافرت گیا ہوا تھا تو فی الحال جب تک اس شہر میں ہے نفقہ نہ پائے گا اگرچہ کار مضاربت انجام دے کہ اس بار اس کا یہ سفر مضاربت کے لئے نہ تھا بلکہ قبل عقد مضاربت تھا، ہاں جب وہاں سے چلا جائے گا اور پھر بغرض مضاربت وہاں آئے گا تو سفر خرچ پائے گا کہ اب یہ سفر بغرض مضاربت ہے بخلاف وطن مضارب کہ اگر جائے مضاربت سے سفر ہی کر کے خاص کار مضاربت ہی کے لئے اپنے وطن کو آئے جب تک وطن میں رہے گا نفقہ نہ ملے گا کہ وطن میں آدمی کسی طرح آئے مسافر نہیں رہ سکتا۔ بدائع و محیط و فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

لو اخذ مالاً بالكوفة وهو من اهل البصرة
وكان قدما الكوفة مسافرا
فلا نفقة له في المال
مادام في الكوفة
اگر مضارب نے مالک سے کوفہ میں مال وصول کیا جبکہ
مضارب بھوکا رہنے والا ہے وہ کوفہ میں بطور مسافر
آیا تھا تو جب تک وہ کوفہ میں قیام پذیر رہے گا
اس وقت تک مال مضاربت پر اس کا نفقہ نہ آئیگا

فاذا خرج منها مسافرا فله النفقة حتى
ياقي البصرة لان خروجه لاجل المال
ولا ينفق من المال مادام بالبصرة
لان البصرة وطن اصيل له فكانت
اقامته فيه لاجل الوطن لا لاجل المال
فاذا خرج من البصرة له ان ينفق
ايضا ما اقام بالكوفة حتى يعود الى البصرة
لان وطنه بالكوفة كان وطن اقامة
يبطل بالسفر فاذا عاد اليها وليس له
بها وطن كانت اقامته فيها لاجل
المال

توجب وہاں سے سفر کرتے ہوئے نکلے گا تو
بصرہ پہنچنے تک اس کا نفقہ ہوگا کیونکہ اس کا
اب کوفہ سے نکلنا مضارب کے طور پر ہے اور پھر
جب تک بصرہ میں رہے گا وہ خرچہ نہ پائے گا
کیونکہ بصرہ اس کا وطن اصيل ہے تو یہاں اس
کی اقامت وطن کی وجہ سے ہے مضاربت کیلئے
نہیں، تو اب اگر وہ بصرہ سے نکل کر کوفہ آیا تو واپس
بصرہ پہنچنے تک نفقہ اس کا حق ہے کیونکہ پہلے
کوفہ میں اس کا قیام وطن اقامت کے طور پر تھا تو
وہاں سے سفر کرنے پر وہ وطن باطل ہو گیا تو اب
دوبارہ اس کا کوفہ آنا مضاربت کے لئے ہے کیونکہ

کوفہ اس کا وطن نہیں تو وہاں اس کا قیام صرف مال کے لئے ہے۔ (ت)

(۲) محل رقم دینا بے معنی ہے مضاربت میں اس المال کا معلوم ہونا شرط ہے ورنہ عقد فاسد و

گناہ ہوگا۔ عالمگیری میں ہے :

مضاربت کے صحیح شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ
عقد کے وقت اس المال کا معلوم ہونا ہے تاکہ
بعد میں دونوں کا اختلاف نہ ہو الخ (ت)

اما شرائطها الصحيحة، فمنها ان
يكون راس المال معلوما عند العقد
حتى لا يقعان في المنازعة في الثاني الخ۔

(۳) مضارب اگر اپنے پاس سے خرچ کرے گا جب بھی مال مضاربت سے مجرا پائے گا مگر رب المال
سے مجرا لینے کا حق نہیں رکھتا یہاں تک کہ اگر مال مضاربت تلف ہو جائے تو اس کا خرچ بھی گیا۔ رب المال
سے اس کا مطالبہ نہ کر سکے گا۔ عالمگیری میں ہے :

اگر مضارب نے اپنے ذاتی مال سے نفقہ لیا یا اس نے
مضاربت کے معاملہ میں قرض لیا تو وہ اسے

ان انفق المضارب من مال نفسه
او استدان على المضاربة

مضاربت کے مال سے وصول کرے گا یہ مجرائی
اولاً اس المال سے پھر ثانیاً نفقہ سے اور
پھر ثالثاً نفع سے ہوگی اور اگر مضاربت کا تمام
مال ہلاک ہو جائے تو مضارب کچھ بھی رب المال سے
وصول نہ کر سکے گا، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

رجع فی مال المضاربة بذلک و یبدأ
براس المال ثم یثنی بالنفقة ثم یثلث
بالربح وان هلك مال المضاربة لم یرجع
علی سرب المال بشئ کذا فی الذخیرة۔

(۴) رقم خاص جو سفر فریح کے لئے اسی عقد مضاربت کی بنا پر دی وہ مضاربت ہی میں شامل ہے
ہاں اگر جُدا رقم دے کر تصریح کر دی کہ میں تیرا سفر فریح تبرعاً اپنے پاس سے دیتا ہوں، جو کچھ اس المال پر بڑھے گا
وہ تمام وکمال نفع سمجھا جائے گا اور تو اس سے جُدا پائے گا تو یہ اُس کا احسان ہے اُسے اختیار ہے پھر اگر
وہ منع کر دے تو اس پر جبر نہیں ماعلیٰ المُحْسِنِینَ مِنْ سَبِیلِ۔

(۵) مقید کو ہر وقت مطلق کر سکتا ہے کہ منع رب المال ہی کے حق کے لئے تھا، صاحب حق کو اپنے
حق سے درگزر کرنے کا اختیار ہے،

یا ذاتِ حق، اے ہر حق کے مالک، اپنے غنا اور
ہمارے فقر کے وسیلہ سے ہمارے ذمہ جو بھی
تیرے حقوق ہیں معاف فرما، اور اپنے کرم کے
ذریعہ اپنے بندوں کے حقوق کو ہم سے ختم فرما،
کیونکہ تو تمام کرموں سے بڑا کریم ہے اور اللہ تعالیٰ
کی رحمتیں مخلوق کے بڑے کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ

یا حق یا صاحب کل حق بغناک و فقرنا
تجاوز عمالک من الحقوق علینا و
بکرمک تحمل عنا ما لعیدک فانک اکرم
الاکرمین و صلی اللہ تعالیٰ علی اکرم المخلوق
محمد و آلہ الکرماء اجمعین آمین
والحمد لله رب العلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علیہ وسلم پر اور ان کی کرم والی سب آل پر، آمین، الحمد لله رب العلمین، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵ ازالہ آباد محامہ حکیم سید قنبر علی صاحب ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے خالد کو جو کہ سوداگر ہے پانچ سو روپے بدیں معاہدہ قرض دیا کہ اس پانسو روپے سے خالد
جو کاروبار تجارت مناسب جانے کرے اور جو منافع تجارت ہو اس میں سے صرف ایک آنہ فی روپیہ زید
کو دے باقی کل رقم منافع خالد اپنے حق المحنت میں لے اور جو نقصان تجارت میں ہو اس میں بعد فہمید
حساب و کتاب زید صرف فی روپیہ کے حساب سے اصل میں مجرادے گا، باقی کل تاوان خالد ادا کرے گا،

ایسا معاہدہ داخل سوونا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

ایسا معاہدہ بلاشبہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ از پان شامی گجرات مرسلہ عبدالقادر محمد فضل صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

آپ کا کیا ارشاد ہے (اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ مخلوق کو نفع دے) اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو نے تجارت کرنے پر بائیں طور اتفاق کیا کہ اصل رقم زید کی ہوگی اور عمرو مضارب ہوگا اور عمرو نے کام شروع کر دیا تو اس نے تجارت میں نفع کمایا حساب کے بعد طے شدہ شرط کے مطابق دونوں نے نفع کو تسلیم کر لیا پھر عمرو نے اپنے حاصل شدہ نفع کو زید کے مال (راس المال) میں شامل کر دیا اور کاروباری ذرائع میں مشغول ہو گیا اور مشترکہ مال سے اپنے مصارف کھانے، پینے، لباس، ہبہ، صدقہ اور حج و زیارت پر صرف کیا اور یہ تمام اخراجات اپنے شریک کی اجازت کے بغیر کئے جبکہ نفع نہ ہوا بلکہ راس المال میں خسارہ ہو گیا، تو کیا مذکورہ مصارف پر اپنے شریک کی اجازت کے بغیر خرچ شدہ مال کا عمرو ضامن ہوگا اور یہ ضمان خاص عمرو کے اپنے مال سے ادا ہوگا یا بقایا ہونے کی صورت میں اس کے ذمہ دین ہوگا۔ اجر پاتے ہوئے ہمیں فتویٰ دیں۔ (ت)

الجواب

عمرو نے ہبہ، صدقہ، حج و زیارت پر جو کچھ صرف کیا وہ عمرو کے ذاتی مال سے شمار ہوگا اس میں سے

النفاق فی الرہبات والصدقات والحج والنیا مارة الشریفة یحسب علیہ من مال

کچھ بھی دوسرے سامتی پر نہ ہوگا اور یونہی جو کچھ اس نے مضاربہ والے شہر یعنی جس شہر میں اس نے مضاربت کا مال وصول کیا، یا اپنے وطن خواہ اس کا مولد ہو یا وہاں گھر بنا لیا ہو، میں اپنی ذات پر خرچ کیا اور یونہی تمام اخراجات علی الاطلاق اگر مضاربہ فاسدہ ہو کیونکہ فساد کی صورت میں مضارب مثلی اجر کے بغیر کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا ہاں جب مضاربہ صحیح ہو اور مضارب نے تجارت کی غرض سے ایسی جگہ سفر کیا جہاں سے وہ صبح و شام واپس اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا، تو اس کا معروف نفقہ بطور خوراک و لباس، بستر، سواری، خادم، خادم کا نفقہ یہ سب مضاربت کے مال پر ہوگا حتیٰ کہ واپس گھر پہنچ جائے، معروف سے زائد نفقہ نہ ہو کیونکہ زائد ہو تو اس پر اس کا ضمان لازم ہوگا، علاوہ ازیں عمرو نے اپنا مال چونکہ تجارت میں شامل کر لیا تو اب تمام معروف اخراجات دونوں مالوں پر علی الحساب منقسم ہوں گے جو مضاربت کے حصہ میں آیا وہ مضاربت پر اور اس کے اپنے مال کے حصہ آئے وہ اس پر ہوگا جو ہم نے ذکر کیا کہ حسابے اخراجات اس کے مال پر اگر اس کا مال ان اخراجات کو کفایت کرتا ہے فہا ورنہ اخراجات زائد ہونے کی صورت میں جو مضاربت پر پڑے ہیں ان کا وہ ضمان ہوگا اور اس کے ذمہ وہ دین ہوں گے اور اس سے وصول کئے جائیں گے جبکہ نفع کا مال نہ ہو، یہ تمام بیان اس صورت میں ہے جبکہ اس نے اپنا ذاتی

نفسه لاشئ منه على صاحبه، وكذا اما انفق على نفسه وهو مقيم بمصر المضاربة اي البلد الذي اخذ فيه المال مضاربة او بوطنه سواء كان مولداً او اتخذ داراً، وكذا اما انفق في الخروج الى موضع يغدو اليه ثم يروح و يبیت باهله، وكذا جميع النفقات على الاطلاق ان كانت المضاربة فاسداً فانه ليس فيها للمضارب الا اجر مثل عمله نعم اذا كانت صحيحة وخرج المضارب للتجارة الى حيث لا يؤويه الليل بمنزله ان قفل فنفقته بالمعروف طعامه وشرابه ولباسه وقرشه وركوبه وخدمه و نفقة خادمه كل ذلك في مال المضاربة حتى يؤب لا الزائد على المعروف فانه مضمون عليه غير ان عملاً اضاف اليه شيئاً من مال نفسه فيقتسم النفقات المعروفة على كلا المالين بحسبهما فما اصاب مال المضاربة فذلك وما اصاب مال عمرو حسب عليه من مال نفسه وكل ما ذكرنا انه يحسب عليه ان كفاه ماله فيها وما فضل و تعدى الى مال المضاربة يضمه و هو دين عليه يؤخذ منه حيث لا سبج، هذا كله اذا لم يخلط او خلط و كانت نريد قال له ان عمل فيه كما

مال مضاربت کے مال میں خلط نہ کیا ہو یا اس نے خلط کر دیا اور زید نے اسے کہہ رکھا تھا کہ اپنی رائے سے جو چاہو کرو یا وہاں تجاریں اس طرح خلط کرنا معروف ہے ورنہ اس کے بغیر خلط سے عمر زید کے تمام مال کا ضامن ہوگا کیونکہ اجازت اور عرف کے بغیر خلط کر کے اس نے مضاربت کے مال کو ہلاک کر دیا اور مضارب کی بجائے وہ غاصب بن گیا اب نفع و نقصان اس کا ہے اور مضاربت سے حاصل شدہ نفع اس کیلئے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک مال مضاربت کا نفع اس کیلئے پاک ہوگا اور صدقہ کمرے گا یاں اگر نفع اور اس المال کی جنس مختلف تو پاک ہوگا، کیونکہ نفع اتحاد جنس میں ظاہر ہوتا ہے، درمختار میں ہے جب مضارب سفر خواہ ایک دن کا کرے (اس مراد یہ ہے کہ اتنا سفر ہو کہ واپس گرات گزارنا ممکن ہو، اگر گرات گھر آنا ممکن ہو تو یہ اپنے شہر کی طرح ہوگا لہذا وہ نفقہ کا مستحق نہ ہوگا بھر، اھشامی) تو کھانا، پینا، لباس، سواری اگر کرایہ کی ہو اور تجاریں معروف تمام اخراجات مضاربت پر ہوں گے بشرطیکہ مضاربت صحیح ہو فاسد نہ ہو کیونکہ فاسد ہونے کی صورت میں مضارب اجیر بن جاتا ہے اس کا نفقہ نہیں، اور اگر اس نے اپنے وطن جس میں پیدا ہوا یا جس کو اس نے گھر بنا لیا وہاں کے اخراجات اس کے اپنے مال سے ہوں گے جیسا کہ علاج معالجہ ذاتی ہوتا ہے، اگر سفر کے دوران کسی شہر میں اقامت

تری اوکات الخلط هناك معروفًا
 بیت التجار اما اذا عری عن
 هذه الوجوه ضمن مال خرید تمامًا
 لانه استهلكه بالخلط بغیر اذت
 ولا عرف فعاد غاصبًا بعد
 ما كان مضاربًا فعلیه
 وضیعة وله ربحه ولا یظهر
 له ربح مال المضاربة
 عند الامام ومحمد رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما فی تصدق به الا
 اذا اختلف الجنس فان الربح
 لا یظهر الا عند اتحاد فی
 الدر المختار اذا سافر ولو
 یومًا المرادات لا یمکنه
 البیت فی منزله فان امکن ان
 یعود الیه فی لیلة فهو كالمصر لا نفقة
 له بحراه شامی) طعامه وشرابه و
 کسوته وركوبه ولو بکراء وکل ما یحتاجه
 فی عادة التجار بالمعروف فی مالها لو
 صحیحة لا فاسدة لانه اجیر فلا نفقة
 له وان عمل فی المصر سواء ولد
 فیہ او اتخذہ دارا فنفقته
 فی مالہ كدواءه، اما
 اذا نوى الاقامة بمصر
 ولم یتخذ دارا فله

النفقة ماله ياخذ مالا يعني اما اذا كانت قد اخذت مال المضاربة في ذلك المصروف لا نفقة له مادام فيه ولا يخفى ما فيه من الايجاز الملحق بالغائز اه شامی، اقول مثله ليس من الايجاز في شئ بل وقع من القلم اقتصارا (مخلا) ولو سافر بماله وماله او خلط باذن النفق بالحصاة واذا قدم احد ما بقى "مجمع" ويضمن الزائد على المعروف، وياخذ المالك قدر ما النفقة المضارب من راس المال (متعلق بانفق اه ش) ان كان ثمة ربح فان استوفاه وفضل شئ اقتسامه على الشرط لان ما النفقة يجعل كالمالك والمالك يصرف الى الربح وان لم يظهر ربح فلا شئ على المضارب اه (باختصار) وفيه لا يملك الخلط بمال نفسه الا باذن او اعمل برأيك اه (باختصار) قال ش وهذا اذا لم يغلب التعارف بين التجار في مثله كما

کی نیت ہو اور وہاں گھر نہ بنایا ہو تو وہاں نفقہ کا مستحق ہو گا بشرطیکہ اس شہر میں اس نے مال مضاربت وصول نہ کیا ہو، یعنی اس شہر میں اگر مال وصول کیا تو وہاں بھی نفقہ کا استحقاق نہ ہو گا جب تک وہاں رہے گا اس کلام میں جو ایجاز ہے مخفی نہیں اھ شامی، (اقول، میں کہتا ہوں ایسا کلام کسی طرح ایجاز نہیں بلکہ یہ محفل قسم کا اقتصار قلم سے صادر ہوا) اگر مضارب نے مضاربت کے مال اور اپنے مال سمیت سفر کیا اور رب المال کی اجازت سے خلط کیا ہو تو خرچہ حصہ کے مطابق ہو گا جب واپس پہنچے تو بقیہ نفقہ واپس کرے، مجمع۔ اور معروف سے زائد خرچہ کا ضامن ہو گا اور راس المال سے زائد خرچہ کو رب المال وصول کرے گا (راس المال کا تعلق النفق سے ہے اھ شامی) اگر اس میں نفع ہو تو اور خرچہ اس سے پورا کر لینے کے بعد کچھ بچا تو دونوں شرط کے مطابق تسلیم کر لیں کیونکہ خرچہ شدہ کو ہلاک شدہ قرار دیا جاتا ہے اور ہلاک شدہ کو نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اگر وہاں نفع نہ ہو تو مضارب پر کوئی ذمہ نہیں (باختصار) اسی میں ہے کہ مضارب کو اپنے مال کے ساتھ خلط کا اختیار نہیں الا یہ کہ اجازت صریح ہو یا کہا گیا ہو "اپنی رائے سے عمل کرو" (باختصار) شامی نے فرمایا یہ جب ہے کہ وہاں تجار کا غالب عرف ایسا نہ ہو جیسا کہ

۱۵۰ / ۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب المضاربتہ	فصل فی المتفرقات	لہ درمختار
۲۹۰ - ۹۱ / ۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	ردالمحتار
۱۴۴ / ۲	مطبع مجتبائی دہلی	"	"	لہ درمختار

تاتار خانہ میں ہے اٹھ پھر علامہ شامی نے تاتار خانہ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ ایک شخص نے کسی کو نصف نفع کی شرط پر ہزار بطور مضاربت دیا پھر ایک اور ہزار اسی شرط پر دیا تو مضارب نے ان دونوں مالوں کو خلط کر دیا، یہاں انھوں نے صورتوں اور ان کے احکام کی تفصیل بیان کی اور یہ سولہ وجوہ ہیں جن کو ہندیہ نے محیط کے حوالے سے مبسوط طور پر بیان کیا اور ہمارے بیان کردہ سے زیادہ واضح ہے، میں کہتا ہوں میں نے اس کے لئے ایک ضابطہ بنایا ہے وہ یہ کہ اگر خلط اس مال میں کیا جس میں یہ اجازت تھی اگرچہ عرفاً ہو یا خاص طور پر اس مال میں ہی نفع ہو یا مضاربت کے دونوں مالوں میں کوئی نفع نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا، ضابطہ مکمل ہو اور نہ ضامن ہوگا کا مطلب یہ ہے کہ خلط ایسے مال میں کیا جس میں یہ اجازت نہ تھی اور نہ ہی اس مال سے مختص نفع تھا اور نہ ہی دونوں مالوں کو شامل نفع ہو بلکہ یوں ہو کہ دوسرے مال سے مختص نفع ہو یا دونوں کو شامل نفع ہو تو ضامن ہوگا، اور اگر دونوں مال پہلی وجہ والے یعنی عدم ضمان والی صورت پر تھے تو دونوں کا کوئی ضمان نہیں یا دونوں دوسری وجہ پر تھے یعنی ضمان الی صورت پر تھے تو دونوں کا ضامن ہوگا، یا ایک مال

فی التاتار خانہ اھ ثم ذکر عنہا ما اذا دفع الی رجل الفأ بالنصف ثم الفأ اخرى كذلك فخلط المضارب المالیین وفصل صورها واحكامها وهي ستة عشر وجهاً قد بسطها فی الہندیة عن المحيط باوضح لماتنا اقول واستخرجت لہا ضابطة هي ان الخلط اذا وقع علی مال له فیہ اذن ولو عرفاً او سربح فیہ خاصة او لا سربح فی شیء من مالی المضاربة لم یضمنه و الا ضمن تمت الضابطة ای اذا وقع علی مالیس له فیہ اذن ولا سربح یختص به ولا عدم سربح یعمہما بان سربح فی المال الآخر خاصة او فیہما معاً فانہ یضمنہ فان كانت کلا المالیین علی الوجه الاول لم یضمن شیئاً منہما او علی الثانی ضمنہما معاً و احدہما علی الاول و

اصل میں اسی طرح ہے غالباً یہ لفظ متابتناہ ہے (ت)

عہ فی الاصل ہکذا العله مما یتناہ ۔

۱۴۵/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت

الأخر على الثاني لم يضمن الأول
 وضمن الآخر، هذا إذا خلط أحد مالي
 نريد بالأخر فكيف إذا خلط بمال نفسه
 وفي البحر ليس له أن
 يخلط مال المضاربة بماله و
 لا مال غيره إلا أن يقول له
 اعمل برأيتك اه، وقال بعد ثلثة
 أوراق أنها لا يضمن لان سرب
 المال قال له اعمل برأيتك
 فيملك الخلط بخلاف ما إذا
 لم يقل فانه لا يكون شريكاً
 بل يضمن كالغاصب اه، وفي الهداية
 ما يفعله المضارب انواع، نوع لا يملكه
 بطلت العقد ويملكه اذا قال له
 اعمل برأيتك مثل خلط مال
 المضاربة بماله او مال غيره اه
 (باختصار) وفيها انتظم قوله اعمل
 برأيتك الخلط فلا يضمنه اه (باختصار)
 وفي العناية اعمل برأيتك يتناول
 الخلط فصلاً شريكاً

پہلی وجہ پر اور دوسرا دوسری وجہ پر تھا تو پہلے میں
 ضامن نہ ہوگا دوسرے میں ضامن ہوگا، یہ تمام
 صورتیں زید کے دونوں مالوں کو آپس میں خلط کرنے
 میں ہیں تو مضارب کے اپنے ذاتی مال کو اس
 میں خلط کرنے سے کیونکر نہ ہوں، بجز میں ہے مضارب
 کو جائز نہیں کہ مضاربتہ کے مال کو اپنے مال یا غیر
 کے مال سے خلط کرے الایہ کہ اس کو ”جو چاہے کر“
 کہہ کر عام اجازت دی گئی ہو، اور تین ورق کے
 بعد فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ رب المال نے اسے
 کہہ رکھا ہے کہ ”جو چاہے کر“ تو وہ خلط کا مالک ہوگا
 بخلاف جب یہ نہ کہا تو پھر خلط سے شریک نہ بنے گا
 بلکہ غاصب کی طرح ضامن ہوگا، اه، ہدایہ میں ہے
 کہ مضارب کی کارروائی مختلف اقسام پر ہے بعض
 وہ جن کا عقد کے مطلق ہونے سے مالک بن جانا
 ہے اور بعض وہ کہ ”جو چاہے کر“ کہنے سے ان کا مالک
 بن جانا ہے مثلاً مضاربت کے مال کو اپنے یا غیر
 کے مال میں خلط کرنا، اور ہدایہ میں ہی ہے کہ
 مالک کا ”جو چاہے کر“ کہنا خلط کو شامل ہے لہذا
 ضامن نہ ہوگا (ملخصاً) اور عنایہ میں ہے ”جو چاہے کر“
 خلط کو شامل ہے تو خلط کرنے پر شریک بن جائیگا

۲۶۴-۶۵/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب المضاربة	۱۰
۲۷۱/۷	” ” ”	باب المضارب يضارب	”
۲۶۵/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	فصل فيما يفعله المضارب	کتاب المضاربة
۲۶۸/۳	” ” ”	” ” ”	”

غاصب نہ ہوگا تو ضمان نہ دے گا (ملخصاً) اور خانہ کے اسی مقام پر فرمایا مضارب کو اختیار نہیں کہ وہ مضارب کے مال کو اپنے یا غیر کے مال میں خلط کرے، اور اگر رب المال نے اسے ”جو چاہے کر“ کہہ دیا تھا تو اس کو خلط کا اختیار ہوگا (ملخصاً) اور اسی میں ہے اگر مالک نے ”جو چاہے کر“ نہ کہا ہو مگر اس علاقہ کے تجار کا معاملہ یوں ہے کہ مضاربت والے لوگ مال کو خلط کرتے ہیں اس کے باوجود رب المال لوگ ان پر اعتراض نہیں کرتے، فقہاء کرام نے فرمایا اگر اس معاملہ میں عرف غالب ہو چکا ہے تو ہمیں امید ہے کہ مضارب ضامن نہ ہوگا اور عرف کے مطابق مضاربت دونوں میں باقی رہے گی اور، خانہ اور وجز کر درمی میں ہے جبکہ عبارت خانہ کی ہے کہ ایک شخص نے کسی کو مضاربہ پر مال دیا پھر مضارب نے دوسرے شخص کو اس کے کچھ درہم لے کر شریک بنا لیا جبکہ یہ درہم مضاربہ میں شامل نہیں کئے، پھر مضارب اور اس کے ہم شریک نے اپنی شراکت کے مال سے جو کس خرید پھر مضارب مضاربہ کے مال سے آٹا لایا اور آٹے اور جو کس سے پیرے بنائے تو فقہاء کرام نے فرمایا اگر یہ پیرے شریک کی اجازت

فلم یکن غاصباً فلا یضمن^۱ اھ (ملخصاً) وشمہ قال فی الخانیة لیس له ان یخلط مال المضاربة بماله او مال غیره و لوکات رب المال قال له اعمل فیہ برأیک کات له ان یخلط^۲ اھ (ملخصاً) و فیہا لو لم یقل اعمل برأیک الا ان معاملتہ التجار فی تلك البلاد ان المضاربین یخلطون المال و لاینها هم رب المال قالوا ان غلب التعارف بینهم فی مثلہ نرجوا ان لا یضمن وتکون المضاربة بینہما علی العرف^۳ اھ و فیہا و فی وجیز الکردری واللفظ لہا، سرجل دفع الی غیرہ ما لامضاربة، ثم ان المضارب شارك سرجلا اخرج سراجهم من غیر مال المضاربة ثم اشتری المضارب وشریکہ عصیرا من شرکتہما ثم جاء المضارب بدقیق من المضاربة فاتخذ منه و من العصیر فلا یج^۴ قالوا ان اتخذ الفلایج باذ

عہ بزازیہ میں جو مذکور ہے وہ فلاتیج (ت کے (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ الذی فی البزازیة فلاتیج بالتاء

لہ الغنایۃ علی ہامش فتح القدر کتاب المضاربة فصل فیما یفعلہ المضارب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۲۳/۴
لہ وشمہ فتاویٰ قاضیخان ء فصل فیما یجوز للمضارب ان یؤکل کسور کھنؤ ۶۳۶-۳۴/۴

وما اصاب حصه العصير فهو بين المضارب
 وبين الشريك لكن هذا اذا كان رب المال
 قال له اعمل فيه برأيك فان لم يكن
 قال ذلك وفعل المضارب ذلك بغير
 اذن الشريك فالفلايج تكون للمضارب
 وهو ضامن مثل الدقيق لرب
 المال ومثل حصه الشريك من
 العصير للشريك فان كان رب
 المال اذن له في ذلك والشريك
 لم ياذن فالفلايج تكون للمضاربة
 والمضارب ضامن حصه شريكه من
 العصير وان كان الشريك اذن له بذلك
 ورب المال لم ياذن له فالفلايج تكون
 بينه وبين الشريك وهو ضامن
 لرب المال مثل الدقيق لاهل ادرى
 ما فيها من قوله المضارب اذا سافر بمال
 المضاربة ومال نفسه توزع النفقة على المالكين
 سواء خلط المالكين او لم يخلط او قال له رب
 المال اعمل فيه برأيك او لم يقل له ذلك
 والسفر ومادون السفر في ذلك سواء اذا كان
 لا يبيت في اهله اهله لانه هذا حكم المضاربة
 واذا خلط بغير اذن ضمن والضمان والمضاربة

ہوگا جو حصہ جو جس کا ہے وہ مضارب اور اس کے
 شریک کا ہوگا، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب
 رب المال نے مضارب کو ”جو چاہے کر“ کہا ہو
 اور اگر اس نے یہ نہ کہا ہو اور مضارب نے یہ
 کارروائی اس کی اجازت کے بغیر کی ہو تو اس
 صورت میں پڑے مضارب کے ہوں گے اور وہ آٹے
 کی مثل رب المال کا ضامن ہوگا، اور جو جس کے
 حصہ کا شریک کو ضمان دے گا اور اگر رب المال
 کی اجازت تھی اور شریک کی اجازت نہ تھی تو پڑے
 مضاربت میں شمار ہوں گے اور جو جس کے حصہ کے
 برابر شریک کو ضمان دے گا، اور اجازت کا معاملہ
 بالعکس ہو تو پڑے مضارب اور اس کے شریک
 کے ہونگے اور آٹے برابر رب المال کو ضمان دیگا
 اور خانیہ میں جو یہ ہے کہ مضارب جب مضاربة
 اور ذاتی مال کے ہمراہ سفر کرے گا تو نفقہ دونوں
 مالوں پر منقسم ہوگا خواہ دونوں مالوں کو خلط کیا یا
 نہ کیا، رب المال نے اس کو ”جو چاہے کر“ کہا ہو
 یا نہ کہا ہو، حد سفر ہو یا کم ہو جب وہ رات کو
 واپس گھر نہ لوٹ سکتا ہو، الخ، یہ میری سمجھ سے
 بالاسے کیونکہ یہ حکم تو مضاربت کا ہے حالانکہ
 اگر رب المال کی اجازت کے بغیر خلط کیا ہو تو
 ضامن ہوتا ہے جبکہ ضمان اور مضاربت اپنے حال

۱۳۴/۴ فصل فیما یجوز للمضارب نوکشتور لکھنؤ
 ۱۳۸/۴ ” ” ” ” ” ” ” ”

لايجتمعان كما في البزازية من نوع في
 هلاك مالها فليحرر وبقية الاحكام واضحة
 دائرة في الكتب كالخيرية والهندية وغيرهما
 و ذكرت غير مرة في فتاونا - والله تعالى اعلم
 اور متعدد بار میں نے ان کو اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷ از بازار جام تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مسئلہ محمد سعید صاحب ۸ رجبی الآخرة ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مضیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شرکت کرنا اس طرح سے
 روزگار میں کہ زید نے عمر کو سو روپے دئے اور کہا کہ اس سے جو چاہو روزگار، جو چاہو کر، یا فلاں،
 لیکن مجھ کو دس روپے تم فیصدی دینا، یا یوں کہا کہ جو تیری طبیعت میں آئے وہ دینا یا آنہ روپیہ کا نفع تعین
 کر دیا، آیا عمر کو بیشی ہو کہ کمی، خالد کہتا ہے کہ تعین کرنا سود ہے۔ فقط

الجواب

یہ کہ جو طبیعت میں آئے دینا، ناجائز ہے کہ تعین نہ ہو اور یہ کہ دس فیصدی یا آنہ روپیہ دینا،
 اگر اس سے مراد ہے کہ جتنے روپے اس کو تجارت کے لئے دئے ہیں ان پر فیصدی دس یا فی روپیہ
 ایک آنہ مانگتا ہے تو حرام قطعی اور سود ہے، اور اگر یہ مراد کہ جو نفع ہو اس میں سے دسواں یا سو لھواں
 حصہ دینا، تو یہ حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الامانات

(امانت کا بیان)

مسئلہ ۲۸

۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد یعقوب خاں کے مبلغ چھ روپے نیاز احمد کے ذمہ عرصہ کے چاہتے تھے، نیاز احمد کے پاس یعقوب خاں نے مبلغ بیس روپے دیکھ کر مبلغ چھ روپے اپنے لئے، نیاز احمد نے کہا کہ یہ روپے میرے نہیں ہیں عنایت اللہ کے ہیں، یہ کہنا نیاز احمد کا یعقوب خاں نے کچھ نہ سنا، روپے اپنے لئے، پھر عنایت اللہ یعقوب خاں کے پاس آئے کہ روپے میرے تھے واپس کر دو، یعقوب خاں نے جواب دیا کہ میں نے نیاز احمد سے روپے لئے ہیں تم نیاز احمد سے طلب کرو مجھ سے کیا واسطہ، پس موافق شرع شریف کے یعقوب خاں کو روپے لینا جائز ہوئے یا نہیں اور عنایت اللہ اپنے روپے کا نیاز احمد سے تقاضا کرے یا یعقوب خاں سے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

اگر یعقوب خاں کو معلوم تھا یا ثابت ہو گیا تھا کہ فی الواقع یہ روپے نیاز احمد کے نہیں دوسرے شخص کے ہیں، تو لینا ناجائز و گناہ ہوا، ورنہ قبضہ دلیل ملک ہے اور دائن جب مدیون کا مال اپنے حق کی جنس سے پائے اور وہ دین از قبیل قرض یا معجل یا اجل گزشتہ ہو تو ہر طرح لے لینے کا اختیار رکھتا ہے۔

وذلك بالاجماع وانما النزاع في خلاف
الجنس كما في الدر المنثور وغيره -
یہ بالا جماع ہے اور اختلاف صرف جنس کے خلاف
میں ہے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

رہا عنایت اللہ کا مطالبہ، اگر نیاز احمد نے یعقوب خاں کو خود روپے نہ دئے بلکہ یعقوب خاں نے بالجبر
چھین لئے تو نیاز احمد سے مطالبہ نہیں یعقوب خاں سے ہے فانہ امین ولا ضمان علی الامین الا بالتعدی
ولا تعدی من المقهور والمغلوب (کیونکہ یہ امین ہے اور امین پر ضمان نہیں ہوتا ماسوائے تعدی کے جبکہ
مجبور و مغلوب تعدی کرنے والا نہیں ہوتا۔ ت) اور اگر یعقوب خاں کے مانگنے پر نیاز بانی اصرار پر دے دیئے
اگرچہ کتنا ہی اصرار کیا ہو یا یعقوب خاں نے چھیننے چاہے یہ اگر چاہتا تو بچا لیتا مگر نہ بچائے بلکہ دے دئے تو
نیاز احمد و یعقوب خاں دونوں ضامن ہیں عنایت اللہ جس سے چاہے مطالبہ کرے فان الثانی غاصب
بالاخذ والاول بالدفع وترك الحفظ (کیونکہ دوسرا لینے کی بنا پر غاصب اور پہلا دینے اور حفاظت
نہ کرنے پر۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ مسئلہ از کٹھور ضلع سورت اسٹیشن سائن مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

ماقولکم دام فضلکم ایہا العلماء العظام والفقہاء الکرام زادکم اللہ تعالیٰ تعظیما و
تکریما لدیہ (اے علماء کرام اور فقہاء عظام! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دربار میں زیادہ تعظیم و تکریم دے،
آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) اس صورت میں کہ مثلاً زید کو ہندہ نے پانچ گنی فروخت کرنے کو دیں زید نے وہ
گنی لے کر اپنے پیسے کی تھیلی میں چہار آنیاں اور دو آنیاں جس میں رکھی تھیں کپڑے میں باندھ کر رکھ دئے اور
اور ہنوز ان گنیوں کو فروخت کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ زید مذکور کہتا ہے کہ ایک شخص کو روپیہ دینے کو تھیلی
مذکور میں نے صندوق سے نکال کر بالکل خالی کر دی اور الٹ دی اور شخص مذکور کو روپیہ دے کر اس خالی تھیلی
کو اسی صندوق میں ڈال دیا اور صندوق کو بند کر کے میں دوسرے کام میں مشغول ہو گیا اور ان گنیوں کا میں
نے کچھ خیال نہ کیا اور میں باہر صندوق کے ان کو بھول گیا، جب بعد چند روز کے ہندہ مجھ سے وہ گنیاں یا اس
کے روپے طلب کرنے کو آئی تو میں نے تلاش گنیوں کی کی لیکن اب وہ گنیاں مجھے نہیں پاتی ہیں، اور مجھے نہیں یاد
کہ وہ گنیاں باہر رہ گئیں یا اور کوئی اٹھالے گیا یا میرے کم خیالی سے اس روپیہ طلب کرنے والے کو دے دی،
یہ قولہ زید مذکور وکیل کا ہے، لہذا صورت مذکور مستولۃ الصدر میں گنیاں موکلہ ہندہ مذکورہ کی جائیگی یا وکیل
زید مذکور کے ذمہ ضمانت دینی لازم آئے گی یٰتینوا بیانا شافیا تو جروا اجرکم اللہ اجرا وافینا
(شافی بیان فرماؤ، اپنا اجر کامل اللہ تعالیٰ سے پاؤ۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زید پر ضمان لازم ہے کہ ضائع ہونا اس کی تقصیر سے ہے،

ہندیہ میں ہے ایک شخص نے دلال کو فروخت کرنے کے لئے کپڑا دیا بعد میں دلال نے کہہ دیا کہ میں بھول گیا مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ کپڑا کس دکان میں رکھا ہے تو دلال ضامن ہوگا، فتاویٰ قاضیخان میں یونہی ہے، اور اگر دلال نے یوں کہا کہ میں نے کپڑا اپنے گھر اپنی نگرانی میں رکھا پھر میں چلا گیا اور بھول گیا تو ضائع ہو گیا تو غور کیا جائے گا کہ وہ امانت ایسی ہے جس کی حفاظت کھلے گھر میں نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کو حفاظت کہا جاسکتا ہے، مثلاً دراہم کی تھیلی اور سونے اور اس کی مثل چیز، تو ضامن

فی الہندیۃ ساجل دفع الی دلال ثوباً لیبیعہ ثم قال الدلال نسیت ولا ادری فی ای حانوت وضعت یكون ضامناً کذا فی فتاویٰ قاضیخان، ولو قال وضعت بین یدی فی داری ثم قمت ونسيتها فضاغت ینظر ان كانت الودیعة ما لا یحفظ فی عرصۃ الدار ولا تعد حرن الہ کصرۃ الد سراج و الذہب ونحوہما یضمن واکافل کذا فی محیط السرخسی اہ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہوگا ورنہ نہیں، جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے، اہ، ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰ از کپ بریلی لال کرتی مرسلہ شیخ کریم بخش صاحب ۸ رمضان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک نوٹ بکر کو اس غرض سے دیا کہ اس کا روپیہ اپنے آقا کی دکان سے لے کر بھیج دینا اور بکر سے کوئی اجرت کسی قسم کی نہیں ٹھہری تھی اور وہ نوٹ راستہ میں گر کر گم گیا ہے تو روپیہ اس کا بکر کے ذمہ ہوگا یا نہیں؟ اور نیز آقا سے اس کا تعلق ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

آقا سے اس کا کچھ تعلق نہیں، نہ بکر پر تاوان آسکتا ہے جبکہ اس نے اپنی بے احتیاطی سے نہ گمایا ہو کما هو معلوم من حکم الامین (جیسا کہ امین کے حکم سے معلوم ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱ مستولہ کرامت خاں بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے زید سے کچھ زیور عاریت لئے اور وہ

زیورات گم ہو گئے اب وہ اس کے بدلے میں بخوشی نیاز یور بنا دینا چاہتے ہیں، وہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

جبکہ وہ زیور بغیر اس شخص کے تقصیر کے گم ہو گئے تو اس کے بدلے میں اس سے کچھ لینا ہی ناجائز نہ تو تاوان ہے اور ناجائز بات میں کسی کی خوشی و ناخوشی کو دخل نہیں، بہت لوگ سود بخوشی دیتے ہیں۔ پھر کیا اُس کا لینا حلال ہو جائے گا،

اتخذونه بهتانا واثما میناہ لاتا کلو
اموالکم بینکم بالباطل^۱

کیا جھوٹ اور گناہ سے لیتے ہو، آپس کمال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ (ت)

لہذا علماء فرماتے ہیں اگر باہم شرط قرار پائی ہو کہ جاتا رہے تو تاوان دیں گے تو یہ شرط بھی مردود و باطل ہے، درمختار میں ہے:

لا تضمن بالہلاک من غیر تعدی و شرط
الضمان باطل^۲ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

تعدی کے بغیر ملاکت پر ضامن نہ ہوں گے اور ضمان کی شرط باطل ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ کسی شخص نے کسی شخص کو کہا کہ تم مجھ کو پچاس روپیہ کی ہنڈی منگادو، انھوں نے اقرار کیا کہ میں منگادوں گا، اس نے جا کر اُن کے ملازم کو پچاس روپیہ دے دیا، ان کے ملازم نے یہ کہا کہ ہنڈی اس وقت نہیں ملی صبح کو لاؤں گا، اُس نے یہ کہا کہ اچھا روپیہ تمہارے پاس رہے، اس نے کہا کہ میں نہیں رکھ سکتا ہوں کیونکہ دکان کا کچھ اعتبار نہیں، اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں لے سکتا ہوں کیونکہ میں جن کے واسطے ہنڈی منگاتا ہوں ان کا نام دفتر میں لکھ چکا، اُس نے یعنی ملازم نے جا کر اپنے مالک کو روپیہ سپرد کر دیا کہ میں صبح کر ہنڈی لاؤں گا، مالک نے اپنے روپیہ کی صندوقچی میں وہ روپیہ بھی رکھ دیا اور اس صندوقچی کو کھلا چھوڑ کر دکان بند کر کے چلا گیا، رات دکان قفل بے شکستہ کھلا پایا اور روپیہ جاتا رہا اور کسی چیز میں نقصان نہیں پہنچا اور رات کو

۱۸۸/۲ لے القرآن الکریم ۲۰/۴ لے القرآن الکریم
۱۵۶/۲ مطبع مجتہبائی دہلی کتاب العاریۃ لے درمختار

پہرہ والا پھرتا تھا انھوں نے دیکھا کہ دکان کا قفل کھلا ہوا ہے، اُس نے چوکیدار سے دریافت کیا کہ اس دکان کا مالک کون ہے اور اس کا گھر کہاں پر ہے، ان کا گھر دور ہونے کی وجہ سے چوکیدار نے ملازم کا گھر بتا دیا، پہرہ والے ملازم سے کہا کہ تمہاری دکان کا قفل کھلا ہے، اُس نے کہا کہ میں تو دکان بند کر کے آیا تھا، غرض کہ وہ ملازم پہرہ والا کے ساتھ آیا اور پہرہ والا نے پوچھا کہ کچھ مال وغیرہ تو نہیں گیا، پھر اس نے دکان بند کرنا چاہا، پہرہ والا نے منع کیا کہ جب تک کو توالی میں یہ احوال نہ لکھا تو بند نہ کرو، اس نے کو توالی میں بھی لکھوا دیا کہ دکان بے نقصان کھلا ہوا پایا اور صبح انھوں نے کہا کہ روپیہ جاتا رہا اور اکثر دکان کا ایسا اتفاق ہوا کہ دکان بند رہا روپیہ جاتا رہا، اور اسی روز کی صبح کو مالک دکان نے دو ملازموں کو موقوف کیا، ایک ان میں روپیہ لے جانے والا تھا اور دوسرا اور کوئی تھا، بعد اس کے ہندسی کے روپیہ والے کو نہ ملازم نے اطلاع دی نہ مالک نے، کوئی بیس روز کے عرصہ کے بعد یہ غدر پیش کیا کہ روپیہ جاتا رہا، اب اس صورت پر از روئے شرع شریف کے روپیہ اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ روپیہ ملازم پر عائد ہوتا ہے اس سے تاوان لیا جاسکتا ہے کہ جب اس نے اُس شب صراحتہً کہا کہ کچھ نہیں گیا تو یہ اقرار ہوا کہ ذرا امانت موجود ہے پھر بعد کو یہ دعویٰ کہ اس وقت روپیہ جا چکا تھا اگلے قول کا صریح خلاف ہے جو ہرگز مسموع نہ ہوگا، اور اگر اس کے بعد جانے کا دعویٰ کرے جب بھی اس پر تاوان لازم ہے کہ جب ذرا امانت اس وقت تک موجود تھا رات کے وقت ایسی حالت میں کہ بازار بند ہے، کھلی دکان چھوڑ کر کو توالی کو چلا جانا حفاظت میں تقصیر ہے، ہاں اگر اس کا یہ بیان ہو کہ اس وقت تک روپیہ نہ گیا تھا اور وہ جب کو توالی لکھوانے کے لئے گیا تو دکان کا مالک یا اور کوئی محافظ جو اُس کا اور ملازم کا اجنبی نہ ہو بیٹھا رہا حفاظت کرتا رہا پھر اس نے دکان بند کر دی اور اس کے بعد صبح تک میں کسی وقت جاتا رہا تو تاوان نہ آتا،

ہندیہ میں فصول العمدیۃ کے حوالے سے ہے جب مالک نے اپنی امانت طلب کی تو رکھنے والے نے کہا کل لینا، پھر کل کو کہا وہ ضائع ہو گئی ہے تو اس سے پوچھا جائے گا کہ کب ضائع ہوئی، اگر کہ میرے جواب کہ کل لے جانا سے پہلے ضائع ہوئی، تو ضامن ہوگا، اور اگر کہ اس سے بعد ضائع ہوئی تو ضامن

فی الہندیۃ عن الفصول العمدیۃ اذا طلب الودیعة فقال اطلبها غدا ثم قال فی الغدا ضاعت فانه یسئل ان قال ضاعت قبل قول اطلبها غدا ایضمن وان قال ضاعت بعد

لأللتناقض في الاول دون الثاني، وفيها
من التارخانية قال لفلات عندى
الف درهم وديعة ثم قال بعد ذلك
قد ضاعت قبل اقرارى فهو ضامن ولو
قال كانت له عندى الف درهم وضاع
فالقول قوله ولا ضمان، وفي العقود الدرية
عن الخلاصة والبرازية يلزمه الضمان
للتناقض لان قوله اطلبها غدا اقرارا
منه افهاما ضاعت فاذا قال ضاعت كان
تناقضا وفي الهندية عن الخانية اذا سرق
الوديعة من دار المودع وباب الدار مفتوح
والمودع غائب عن الدار قال محمد بن
سلمة مراحمة الله تعالى كان ضامنا و
قال ابو نصر مراحمة الله تعالى اذا لم يكن
اغلق الباب فسرق منه الوديعة لا يضمن
يعنى اذا كان فى الدار حافظ، وفيها عن
التارخانية عن النهاية استحفظ المودع
الوديعة فى بيته بغيره بان ترك الوديعة
والغير فى بيته وخرج هو بنفسه ضمن اه

نہ ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں تناقض ہے اور دوسری
صورت میں نہیں ہے، اور اسی میں تانا خانہ سے
کہ اس نے کہا میرے پاس فلاں کے ہزار درہم تانا
ہیں، پھر اس کے بعد کہتا ہے وہ ضائع ہو گئے اور
میرے اقرار سے قبل ضائع ہوئے تو وہ ضامن ہوگا
اور اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے پاس ہزار امانت
تھے جو ضائع ہو گئے تو اس کی بات مان لی جائیگی
اور ضمان نہ ہوگا۔ عقود الدریہ میں خلاصہ اور برازیہ سے
منقول ہے کہ تناقض کی صورت میں ضمان ہوگا کیونکہ
اس کا کہنا مجھ سے کل لے لینا یہ ضائع نہ ہونے کا
اقرار ہے تو اب کہنا ضائع ہو گئے، دونوں باتوں میں
تناقض ہے، اور ہندیہ میں خانہ سے منقول ہے
کہ جب مودع (جس کے پاس امانت رکھی) کے گھر
سے امانت چوری ہو گئی درانحالیکہ دروازہ کھلا رہا
اور مودع غائب تھا تو محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا
قول یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا، اور ابو نصر رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ جب دروازہ کھلا رہتا ہو تو چوری ہونے
پر ضامن ہوگا، یعنی اس صورت میں کہ گھر پر محافظ
موجود رہتا ہو، اور اسی میں تانا خانہ سے بحوالہ

۳۵۲/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس	كتاب الوديعة	فتاویٰ ہندیہ
۳۵۶/۴	"	الباب التاسع	"	"
۴۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان			العقود الدریہ
۳۴۴/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الرابع	"	فتاویٰ ہندیہ
۳۴۱/۴	"	الباب الثاني	"	"

والله سبحانه تعالیٰ اعلم وعلیه جل مجدہ نہایہ منقول ہے کہ گھر میں امانت کی حفاظت کیلئے اتم واحکم۔
دوسرے کو مقرر کیا اور پھر امانت اس کے سپرد کر کے خود چلا گیا تو ضامن ہو گا اھ، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (۱ ت)

مسئلہ ۳۳ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بتقریب نیاز جناب پیران پیر غوث الانظم دستگیر علیہ السلام عمر سے دیگ کرایہ پر لی، وہ دیگ اسی شب کو زید کے مکان سے چوری ہو گئی، اب عمر اس کی قیمت مانگتا ہے، بموجب حکم شرع شریف زید کو اس کی قیمت واجب الادا ہے یا نہیں؟ زید نے چوری جانے کے دیگ کی اطلاع سرکار میں کر دی اور اس کی تحقیقات بھی ہوئی لیکن ابھی تک دیگ نہیں ملی، فقط۔

الجواب

اگر زید نے دیگ خفانت کے مکان میں رکھی ہے جہاں وداپتہ برتن وغیرہ رکھتا ہے تو اس پر الزام نہیں اور اس سے تاوان لینا جرم ہے، ہاں اگر بے نیالی بے پروائی کی ہوغیر محفوظ مکان میں، جیسا کہ بابر چیٹڑوی بنو تو اس صورت میں زید کو ضرور اس کی قیمت دینی آئے گی اور علیہ السلام لفظ ہاں سے تقاضا اخذات انبیائے کرام و اولیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے ان کے غیر کے لئے مستحباب جائز نہیں۔ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ از بدایوں مسوالہ سید حسین علی صاحب بدایوں ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پختہ سید حسین صاحب نے حاجی ذاکر علی صاحب کے موجود سے جو بوض اخراجات حج بیت اللہ شریف و بصورت بقائے حیات بنامہ خوردہ، ذاکر علی صاحب مولیٰ سید اشفاق علی تحقیق چپ ابی سید حسین مذکورہ بایں بیان جمع کیا گیا ہے کہ حاجی صاحب بدایوں نے قسم کی حاجات تکلیف نہ ہو اگر ضرورت ہوگی تو میں سید حسین اور بھتیجوں کا اور حسب بیان حاجی ذاکر علی صاحب کے سید حسین نے حاجی صاحب سے کہا کہ اگر خدا خواستہ سید اشفاق علی مدوح و انفقال موجب اور زر منجبتہ مذکورہ سے کچھ بچے رہے تو بچا ہوا وہ سید حسین مذکورہ کو دیا جائے، اس کے بعد سید اشفاق علی صاحب بدایوں نے حاجی ذاکر علی صاحب حج بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے اور تمام حاجات سید اشفاق علی صاحب مدوح کے حاجی ذاکر علی صاحب اسی رقم مجموعہ سے کرتے رہے بقضائے حاجی ذاکر علی صاحب

بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ بھائی سید اشفاق علی صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا، مرحوم کی تجہیز و تکفین و تدفین میں بھی جو کچھ صرف ہوا وہ بھی رقم مجتمعہ مذکور سے ہوا اس کے بعد جبہ اخراجات سید اشفاق علی صاحب مرحوم از یوم روانگی ہندوستان تا یوم تدفین سید اشفاق علی صاحب مجرا ہو کر پاس حاجی ذاکر علی صاحب حسب تحریر بیان حاجی صاحب موصوف مبلغ چار سو پچیس روپے دو آنے باقی بچے وہ بھائی سید لیاقت علی صاحب نے واسطے دینے سید حسین مذکور کے حاجی صاحب موصوف سے طلب کئے، حاجی ذاکر علی صاحب نے فرمایا کہ یہ روپیہ مجھ کو سوائے سید حسین کسی کو نہیں دینا چاہئے وہ مجھ سے کہہ گئے ہیں سوائے میرے کسی کو نہ دیئے گائیں ذاکر علی سوائے سید حسین مذکور کے کسی کو نہیں دوں گا، اس گفتگو میں کچھ طول ہوا کہ مولوی عزیز بخش صاحب بدایونی جنھوں نے بذریعہ ہجرت سکونت متصل مکہ معظمہ میں کر لی ہے، فرمایا جھگڑا بہرگز مت کرو میں بھی بدایوں کا رہنے والا ہوں اور اب یہاں رہتا ہوں بدایوں کی سخت ذلت ہوگی، نزاع تو صرف اس بات پر ہے کہ روپیہ سید حسین نے جمع کیا ان کو ملنا چاہئے سو آپ سید لیاقت علی صاحب اطمینان فرمائیے، ابھی حاجی ذاکر علی صاحب کا مال فروخت نہیں ہوا جس وقت حاجی صاحب مدوح کا مال فروخت ہو گیا میں عزیز بخش ذمہ دار ہونا ہوں اور آپ سید لیاقت علی صاحب سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ مبلغ چار سو پچیس روپے دو آنے سید حسین مذکور کے نام سے دہلی والوں کی دکان پر جو یہاں ہے جمع کرادوں گا، ہندوستان میں یہ روپیہ سید حسین مذکور کو مل جائے گا، چنانچہ مطمئن ہو کر بھائی سید لیاقت علی صاحب مکہ معظمہ سے بشوق دیدار روضہ مبارک حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات روانہ مدینہ منورہ ہو گئے اور جو تحریر حضور والا کے پاس مرسلہ حاجی ذاکر علی صاحب موصوف معرفت حاجی عبدالرزاق صاحب آئی اس میں تحریر تھا کہ سید حسین مذکور کے جمع کئے ہوئے روپے میں سے بعد تمامی اخراجات سید اشفاق علی صاحب ذمہ حاجی ذاکر علی کے پاس اٹاٹے پچا ہے اور جمع ہے تحریر ہذا کی صداقت میں حاجی لیاقت علی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اپنا نام شروع تحریر میں بھی لکھ دیا ہے فقط رقم سید حسین قادری۔ دستخط گواہ بیان تحریر ہذا سید لیاقت علی ۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ۔

الجواب

اگر بیان مذکور واقعی ہے تو اس روپیہ کا مستحق سوائے سید حسین کے کوئی نہیں ہے، وارثان سید اشفاق علی کا اس میں کچھ حق نہیں، حاجی ذاکر علی امین پر فرض ہے کہ بقیہ چار سو پچیس روپیہ دو آنہ تمام و کمال سید حسین کو ادا کرے، ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ روپیہ سید حسین نے سید اشفاق علی کو قرض نہ دیا کہ بحال انتقال بقیہ کو واپسی کو کہا تھا، قرض ہوتا تو بہر حال تمام و کمال واپس ہونا لازم ہوتا

لاجرم یہ روپیہ ایک امر خیر میں اعانت کے لئے دیا جس طرح مصارف خیر کے چندے ہوتے ہیں ایسی حالت میں وہ روپیہ ملک مالک پر رہتا ہے اور اُس کی اجازت سے اُسی مصرف خیر میں صرف ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کچھ باقی بچے تو اسے واپس دینا یا اس کی اجازت و رضا سے کسی اور مصرف میں صرف کرنا لازم ہوتا ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

رجل مات فی مسجد قوم فعام احدہم
وجمع الدر اہم ففضل من ذلك شیء
ان عرف صاحب الفضل رده علیہ
معلوم ہے کہ بچے ہوئے در اہم فلاں کا چندہ ہے تو اس کو واپس کر دے۔ (ت)
در مختار میں ہے :

ان فضل شیء رد للمتصدق
اگر بچ جائیں تو جس کا چندہ ہو اسے واپس
کرے۔ (ت)

بلکہ جو کچھ سید اشفاق علی کی موت و تجہیز و تکفین میں صرف کیا اُس کا بھی ضمان حاجی ذاکر علی پر لازم ہے کہ سید حسین نے صرف حیات سید اشفاق علی تک اجازت دی اور باقی کی واپسی کو کہا تھا بلکہ مولوی عزیز بخش کا جواب کہ حاجی ذاکر علی کا مال بک جائے تو دیس گئے دلالت کر رہا ہے کہ وہ مال حاجی مذکور نے خرچ کر دیا جس کی نسبت بیان سائل ہے کہ ممبئی میں اُس کا کل مال حاجی ذاکر علی نے خرید لیا پھر اپنے پاس سے مصارف سید اشفاق علی میں صرف کیا اگر واقعہ یہ ہے جب تو سارا از رضانت جس قدر سپرد کیا تھا سب کا تاوان حاجی ذاکر علی پر حسین کے لئے لازم ہے پورا واپس دے اور جو کچھ مصارف حیات و وفات سید اشفاق علی میں اٹھایا وہ حاجی ذاکر علی کا تبرع و احسان تھا جس کے عوض وہ کسی سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ عالمگیریہ میں ہے :

سرحیل جمع مال من الناس لینفقہ فی
بناء المسجد فانفق من تلك الدر اہم
فی حاجتہ ثم ردید لہا فی نفقۃ المسجد
ایک شخص نے لوگوں سے چندہ جمع کیا تاکہ مسجد تعمیر
کی جائے تو اس نے چندہ کی کچھ رقم اپنی ضرورت میں
خرچ کر لی اور اس کے بدلے رقم چندہ میں دے دی

۱۶۱ / ۱ نوری کتب خانہ پشاور
۱۲۱ / ۱ مطبع مجتہدانی دہلی

کتاب الصلوٰۃ الفصل الثالث
باب صلوٰۃ الجنائزۃ

۱۶۱ / ۱
۱۲۱ / ۱

تو یہ جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ رستم
دینے والے کو واپس کرے اگر اس کا علم ہو یا پھر
اس سے دوبارہ مسجد میں صرف کی اجازت لے،
اس کے آخر میں فرمایا، لیکن یہ مذکور حکم گناہ کے وبال
کو ختم کرنے کے لئے ہے تاہم ضمان تو وہ اس پر
بہر صورت واجب ہے، یوں ذخیرہ میں ہے۔ واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم (ت)

لا یسعہ ان یفعل ذلک فان فعل فان عرف
صاحب ذلک المال ساء علیہ او سألہ
تجدید الاذن فیہ (الی قولہ) لکن ہذا
یجب ان یكون فی سرفع الوبال اما
الضمان فواجب کذا فی الذخیرۃ - واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مستفسرہ مظہر حسین بہاری پور بریلی روز دوشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی بی بی منکوہہ کے پاس مبلغ
پچیس عدد اشرفی بطور امانت کے رکھ دی تھی، بعد چند روز کے جب اس سے وہ اشرفی طلب کی تو اس نے
کہا کہ میں نے اپنی ماں کے پاس رکھ دی ہیں جا کر لا دوں گی، یہ کہہ کر لینے کو گئی، جب اپنی ماں کے مکان سے
واپس آئی تو کہا کہ میری والدہ نے کہا کہ وہ اشرفیاں تیرے باپ نے مجھ سے لے کر تیرے بھائی کے مقدمہ
میں صرف کر دی ہیں اور یہ کہا ہے کہ بہت جلدی ان کی فکر کر دی جائے گی اطمینان رکھو پھر دوبارہ چند روز
کے بعد لینے کو گئی تو پندرہ یوم کے بعد واپس آئی تو جو زیور کہ خود پہنے ہوئے تھی اور اس کے خاوند کا بنوایا ہوا
تھا قریب دوسو روپے کے وہ ہیں وہ اپنے والدین میں چھوڑ آئی، جب اس سے دریافت کیا کہ تو نے زیور
کس کو دیا، تو کہا کہ ایک عورت قرابت کی ہے اور وہ شادی میں گئی ہے مجھ سے مانگ کر لے گئی، اس کے
خاوند نے اس سے کہا کہ تو نے بلا اجازت میری اپنا زیور بھی دے دیا اور اشرفیاں بھی دے دیں اور اکثر
کام تو میری بلا اجازت کرتی ہے تو میرے کام کی نہیں میں تم کو طلاق دیتا ہوں یہ کہہ کر طلاق دے دی اور
وہ عورت اپنے والدین میں مع اپنے اسباب کے چلی گئی تو اب وہ اشرفی کاروپہ اور وہ زیور خاوند اس کا
کس سے پاسکتا ہے، آیا اس عورت یا اس کی ماں سے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

زیور کا مطالبہ خاص عورت سے ہے۔ اس کی ماں سے تعلق نہیں، اشرفیوں کے بارے میں
سائل نے بیان کیا کہ جب عورت سے مانگیں تو اس نے کہا کہ میں نے اپنی ماں کے پاس رکھ دی ہیں اس

پر زید ناراض ہوا کہ کیوں بے اجازت اسے دیں اور ماں باپ کے پاس دوسرے کی امانت رکھ دینے میں اکثر علماء کا اختلاف ہے، فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ وغیرہ میں اس کا جواز اس شرط پر ہے کہ وہ اور یہ ایک ہی ساتھ رہتے ہوں ورنہ نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

الابوان کالاجنبی حتی یشرط کو نہما
فی عیالہ کذا فی الخلاصۃ لہ
امانت کی حفاظت کے معاملہ میں والدین اجنبی کے
حکم میں ہیں جب تک کہ وہ اس کی عیال میں نہ ہوں
عیال میں ہونا شرط ہے، یوں خلاصہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

اس حکم میں عیال کی تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ اس کے
ساتھ سکونت پذیر ہوں اس کے نفقہ میں شامل
ہوں یا نہ ہوں، فتاویٰ صغریٰ اور فتاویٰ قاضیخان
میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

وتفسیر من فی عیالہ فی ہذا الحکم
ان یساکن معہ سواء کان فی نفقۃ اولاد کذا
فی الفتاویٰ الصغریٰ و ہکذا فی فتاویٰ
قاضی خان لہ

اور علامہ مقدسی نے فتویٰ اس پر نقل کیا کہ اس کا ساتھ رہنا شرط نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

اس میں یعنی مقدسی میں ہے والدین کے معاملہ
میں ان کا اس کی عیال میں ہونا شرط نہیں ہے
اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

وفیہ ای فی المقدسی لا یشرط فی الابویں
کو نہما فی عیالہ و بہ یفتی لہ

مگر حقیقت امر یہ ہے کہ یہ امین جس کے پاس امانت رکھی اس کا اس مال کی نسبت قابل اطمینان ہونا
بھی ضروری ہے اور اس کے لئے فقط اس امین کے ذاتی مال پر امین ہونا کافی نہیں کہ یہ امر باختلاف مالک مال
بدلتا ہے مثلاً اکثر زمانہ اپنی دختر کے مال میں ضرور قابل وثوق ہیں مگر اس سے داماد کے مال پر اطمینان
ہونا لازم نہیں آتا بلکہ بارہا مال بیٹی دونوں اس کے تلف میں ہم زبان ہو جاتی ہیں۔ ہندیہ میں ہے:

مودع کو جائز ہے کہ امانت اپنے عیال کو سپرد کر دے
اور عیال میں سے بیوی یا اولاد یا والدین ہوں

للمودع ان یدفع الودیعة الی من
کانت فی عیالہ کانت المدفوع

۳۳۹/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	کتاب الودیعة	۱۰
۳۳۹/۴	" " "	"	"	۱۱
۵۵۱/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت		کتاب الایبداع	۱۲

الیدن زوجته اوولده او والدیہ اذالم یکن
متھما یخاف منه علی الودیعة هکذا فی
فتاویٰ قاضیخان

بشرطیکہ ان کے پاس امانت کے ضائع ہونے کا
اندیشہ نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خان میں یوں
ہے۔ (ت)

لہذا عورت کا یہ فعل کہ اشرفیاں اپنی ماں کو دے آنا بتاتی ہے مسلم نہ ہوگا، عورت پر اشرفیوں کا تاوان ہے
اگر معلوم ہو کہ واقعی اپنی ماں کو دے آئی تھی اور ماں نے اس کے باپ کو دیں اس نے مقدمہ میں صرف
کیں، گو زید کو اختیار ہے کہ عورت یا اس کی ماں یا اس کے باپ جس سے چاہے اس کا تاوان لے
لانہما کغاصب الغاصب فلما لک ان
یضمن من شاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ وہ دونوں غاصب کے غاصب کی طرح ہیں
تو مالک کو اختیار ہے جس کو چاہے ضامن بنائے

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۶ مرسلہ عبدالرحیم و ابو الفضل محمد مظہر از ضلع ہنگلی و انبساطی ۶ شعبان ۱۳۳۳ھ روز شنبہ
ایک شخص نے زید کو دو سو روپے دئے کہ اس کا سونا خرید کر زیور بنوادینا، اس نے سونا خرید کر
جیب میں رکھا، سنا کو دینے جا رہا تھا کہ جیب سے نکل گیا یا کسی نے جیب کترلی تو یہ نقصان کس کا ہوا؟

الجواب

وہ شخص امین ہے جبکہ اس نے حفظ میں قصور نہ کیا اور جاتا رہا اس پر تاوان نہیں، ہاں اگر اس نے
غفلت کی مثلاً جیب پھٹی ہوتی تھی اس میں سے نکل جانے کا احتمال تھا اس نے ڈال لیا اور وہ نکل گیا تو
ضرور اس پر تاوان ہے لانه متعدد والمتعدی ضامن (کیونکہ یہ تعدی کرنیوالا ہوا اور تعدی کرنیوالا ضامن ہوتا ہے)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷ از مقام چٹوڑ گڑھ علاقہ اودے پور مستولہ مولوی عبدالکریم صاحب روز شنبہ
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کافر مرگیا اور کوئی وارث قریب و بعید نہ چھوڑا اور مسلمان اس کا دیون قرض ادا کرنا چاہتا ہے اب
وہ کس کو دے کیونکہ اگر اس کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کو آخرت میں ملنے کی امید نہیں اور اگر اس کے
مذہب کے مطابق مندر میں اس کی طرف سے صرف کر دے یا مندر کے پجاری کو دے دے تو کفر کی
اعانت ہوتی ہے، تو اب اس قرض سے کیونکہ سبکدوش ہو؟

الجواب

جبکہ اس کی نیت ادا کی تھی اور اس نے اپنی طرف سے کوئی عذر نہ کیا اور اُس مال کا کوئی مستحق نہ رہا تو فقہائے مسلمین اس کے مستحق ہیں، اور یہ بایں معنی نہ ہوگا کہ کافر کی طرف سے تصدق کیا جائے یہ تو حرام ہے اور اگر اسے اجر و ثواب سمجھے تو کفر ہے بلکہ اس معنی پر زور دیا جائے گا کہ کافر مر گیا اور وارث کوئی نہیں اور موت قاطع ملک ہے اور خلافت نہیں کہ اس کی طرف منتقل ہو تو اب یہ محض لاوارثی مال رہ گیا جو خالص ملک خدا ہے لہذا فقرار کو دیا جائیگا یا مساجد یا مصارفِ دینیہ میں صرف کیا جائے، اور اگر فقیر ہے تو ایسا فیصل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸ مستولہ حافظ تعین صاحب ملوکپور بریلی روز یک شنبہ ۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس اس کی بھانج ہندہ نے دو ہزار روپیہ جمع کر دیا ہے زید دس روپے ماہوار اپنی بھانج ہندہ کو دیتا ہے، زید نے کئی مرتبہ ہندہ سے اجازت چاہی کہ روپیہ تجارت میں لگا دے مگر ہندہ نے اس وجہ سے کہ تجارت میں روپیہ لگا دینے سے ہر وقت نہیں مل سکتا ہے اجازت نہ دی، زید نے یہ روپیہ تجارت ہی میں لگا دیا ہے مگر ہندہ اپنا روپیہ جس وقت طلب کرے زید دے سکتا ہے نفع زیادہ ہونے کی حالت میں دس روپے کے علاوہ بھی زید دیتا رہتا ہے مگر کبھی حساب کر کے روپیہ نہیں دیا، زید کا قصد ہے اگر اُس کی بھانج اپنا روپیہ لے لے تب بھی کچھ خدمت کرنے کا ہے، ایسی حالت میں یہ دس روپیہ ماہوار کیا سود ہوگا؟ اگر سود ہوگا تو بچنے کی کیا صورت ہے؟ فقط

الجواب

جبکہ ہندہ نے تجارت کی اجازت نہ دی تو یہ مضاربت نہیں ہو سکتی، ہندہ نے اپنا روپیہ اس کے پاس جمع کیا تھا تو یہ قرض نہ تھا و دیعت تھا اُس وقت تک زید اگر بطور خود اسے کچھ دیتا رہا تو وہ نہ قرض کا نفع تھا نہ کسی عقد معاوضہ میں زیادتی، لہذا سود نہیں ہو سکتا تھا بلکہ زید کی طرف سے ایک تبرع و احسان تھا، اب کہ زید نے بلا اجازت ہندہ اُسے تجارت میں لگا دیا تو زید غاصب ہو گیا اس پر تاوان آیا اب وہ ہندہ کا دیون ہوا اگرچہ اُس دین کی وجہ سے دینا ہے تو دینا اور لینا حرام اور سود ہے، اور اگر تصریح کر دے کہ اس کی وجہ سے نہیں بلکہ خود ایک خدمت کرتا ہے اور اگر روپیہ ادا بھی ہو جائے گا تب بھی کرتا رہے گا تو سود نہیں مگر احتیاط اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عہ اصل میں اسی طرح ہے لیکن سیاق عبارت اندازہ ہوتا ہے کہ عبارت یہ ہوگی کہ "اگر وہ خود فقیر ہے تو اپنے منہ میں لاسکتا ہے۔"

مسئلہ ۳۹ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ ساکنو دریا ست کوٹہ راجپوتانہ
۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ

روپیہ مدرسہ اسلامیہ کا اگر کسی مسلمان سیٹھ کے یہاں پر امانت اس کے کاغذ ان میں جمع کر دیا جائے
اور وہ رستم بشمول اس کے دیگر کے صرف میں آگئی مگر کاغذ ان میں امانت ہی جمع ہے اور جب اس کے محافظ
اُس رقم کو طلب کریں تو فوراً دے سکتا ہے تو ایسا استعمال رقم مذکورہ میں سیٹھ مذکور پر شریعت میں کوئی
گناہ تو نہیں ہے یا کہ اس رقم کو وہ سیٹھ علیحدہ شمار کے رکھ چھوڑے۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

زر امانت میں اس کو تصرف حرام ہے، یہ اُن مواضع میں ہے جن میں درہم و دنانیر متعین
ہوتے ہیں اس کو جائز نہیں کہ اُس روپے کے بدلے دوسرا روپیہ رکھ دے اگرچہ بعینہ ویسا ہی ہو
اگر کرے گا این نہ رہے گا اور تاوان دینا آئے گا والمسئلۃ منصوص علیہ فی الدر المختار
و کثیر من الاسفار (یہ مسئلہ در مختار اور بہت سی کتابوں میں منصوص ہے۔ ت) مہتمم انجمن نے
اگر صراحت بھی اجازت دے دی ہو کہ تم جب چاہنا صرف کر لینا پھر اس کا عوض دے دینا جب
بھی نہ سیٹھ کو تصرف جائز نہ مہتمموں کو اجازت دینے کی اجازت کہ مہتمم مالک نہیں، اور قرض
تبرع ہے اور غیر مالک کو تبرع کا اختیار نہیں، ہاں چندہ دہندہ اجازت دے جائیں تو حرج نہیں،
اُس حالت میں جب سیٹھ تصرف کرے گا روپیہ امانت سے نکل کر اس پر قرض ہو جائے گا جو
عند الطلب دینا آئے گا اگرچہ کوئی میعاد مقرر کر دی ہو،

فان التأجيل في القرض باطل كما في
الدر المختار وغيره۔
کیونکہ قرض میں ادائیگی کی مدت مقرر کرنا باطل
ہے، جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جیلپور چھاؤنی مرسلہ عبدالوحید خاں صاحب اسسٹنٹ ماسٹر اسکول لیس نائک
نمبر ۳۳۳ پلاٹون نمبر ۸ کمپنی بی پلٹن ۱۱ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو چند قطعات نوٹ پانچ پانچ روپیہ
کے اور دس دس روپیہ کے بطور امانت کے رکھنے کو دیئے اور یہ بھی اجازت دے دی کہ تو اس امانت

میں سے حسبِ ضرورت اپنی خرچ کو سکتا ہے لیکن آئندہ ماہ میں یہ سب امانت مجھ کو واپس دینا ہوگی بکرنے وہ سب نوٹ اپنی جیب میں رکھ لے حالانکہ سوائے اس امانت کے بکر کی جیب میں اور کچھ نوٹ یا نقدی بالکل نہیں تھی بکر بموجب اجازت زید کے ڈاکخانہ کو واسطے کرنے منی آرڈر اپنے مکان کو گیا اور اسی امانتی نوٹوں میں سے منی آرڈر اپنے مکان کو گیا، وہاں پر آدمیوں کا اثر دھام زیادہ تھا یقیناً کسی چور نے ایک نوٹ دس روپیہ والا جیب سے نکال لیا کیونکہ اسی وقت ڈاکخانہ پر ہی حساب کرنے سے معلوم ہو گیا کہ نوٹ چوری گیا، ایسی حالت میں بکر نوٹ مسروقہ کا تاوان کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ اور زید بکر سے لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟ حالانکہ زید کو بھی یقین ہے کہ نوٹ ضروری چوری گیا۔

الجواب

وہ روپیہ امانت تھا اور زید نے بکر کو وقت حاجت صرف کرنے کی اجازت دی تھی تو جس قدر کا اس نے منی آرڈر اپنے گھر کو بھیجا وہ امانت سے نکل کر قرض ہو گیا اور جتنے نوٹ باقی رہے وہ بدستور امانت رہے ان میں سے جو نوٹ جاتا رہا اگر بکر کی بے احتیاطی سے گیا تو ضرور اس پر تاوان ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

مسئلہ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایک ضرورت سے بانگی پور جانا ہے، ۹ ربیع الاول شریف کو گیا سے اُس کے پاس ایک شخص آیا اور ایک خط دیا جس کا مضمون یہ ہے کہ گریڈ بیہ میں ۱۰، ۱۱ ربیع الاول کو وعظ و میلاد کا جلسہ ہے، متعدد علماء کے پاس خطوط گئے ہیں مگر کسی کے آنے کی امید نہیں، آپ ضرور تشریف لائے ورنہ ہماری سخت ذلت ہوگی، زید نے عذر کیا کہ مجھے مجبوری ہے میں جس کا نوکر ہوں وہ یہاں نہیں ہیں بغیر ان کی اجازت کے میں نہیں جاسکتا، اس پر عمرو نے رائے دی کہ وہ تو کوئی دور جگہ نہیں ہے، یہ صاحب وہاں جا کہ اجازت لاسکتے ہیں چنانچہ وہ شخص وہاں گیا اور اجازت لے آیا، عمرو وہاں جانے آنے کا کرایہ لیکہ کا ہوا، اس کے بعد ۹ بجے شب کی گاڑی سے دونوں روانہ ہو کر گیا پہنچے عہہ سہرام سے گیا تک کرایہ ہوا، جب وہ شخص اجازت لینے کے لئے گیا تو زید نے قائم ٹیل دیکھا معلوم ہوا کہ یہاں سے گریڈ بیہ جانے کیلئے تین راستے ہیں، ایک براہ کیول، دوم براہ بانگی پور، سوم براہ آسنسول۔ زید نے خیال کیا کہ اچھا موقع ہے اسی ضمن میں بانگی پور ہوتے چلیں گے، گیا سے ۹ بجے دن کو ایک گاڑی چھوٹی ہے جو براہ کیول ۸ بج کر ۴ منٹ شب کو گریڈ بیہ پہنچتی ہے، زید نے گیا میں یہ رائے قائم کی اگر اس گاڑی سے

جاتا ہوں تو ۹ بجے شب کو پہنچوں گا اس وقت میں تکان سفر کی وجہ سے آج تقریر نہ کر سکوں گا سو اس کے کہ جو کچھ کہنا ہو کل کہوں مجھے ضرورت بانکی پور کی بھی ہے بہتر ہے کہ اس وقت ۷ بجے روانہ ہو جاؤں اور بانکی پور پہنچ کر دن بھر ٹھہروں پھر شب کی گاڑی سے روانہ ہو کر صبح گریڈ میہ پہنچوں پھر خیال کیا کہ کہ شب کی گاڑی سے روانگی میں وہاں ۵ بجے صبح کو گاڑی پہنچے گی وہ وقت تکلیف کا ہے لوگ اسٹیشن تک آئیں یا نہ آئیں بہتر ہے کہ بانکی پور سے صبح کی گاڑی سے روانہ ہوں تاکہ وہاں ایک بجے پہنچنا ہو، چنانچہ اسی مضمون کا تار ۱۲ کا وہاں دینے کو کہہ دیا کہ زید کل ایک بجے پہنچے گا اس کے بعد صبح ۷ بجے زید بانکی پور روانہ ہوا ^{۱۵} اس کو سفر خرچ دیا گیا اس کا مصمم قصد تھا کہ حسبِ قرار داد میں صبح کو ضرور روانہ ہو جاؤں گا مگر ایک ضرورت کی وجہ سے نہ جاسکا پھر بھی قصد کیا کہ ۱۰ بجے دن کو ایک گاڑی جاتی ہے اس سے جائیں جو وہاں ۸ بج کر ۲۲ منٹ کو پہنچے گی مگر جس کے یہاں جانا تھا نہ اس کا محلہ معلوم نہ نام ہی معلوم ہے، تار کے اعتماد اور استقبال کے خیال پر زید نے یہ دریافت نہ کیا تھا اب سخت پریشان ہوا کہ کیا کروں کہ اب آگے جانا مفت میں پریشانی اٹھانا ہے یا اگر منزل مقصود تک رسائی ہوگی تو تھکا ہوا ہوں تقریر نہ کر سکوں گا مفت میں بلانے والے کا روپیہ صرف کرنا ہے اسی ہمیں بیس میں اس گاڑی کا وقت بھی نکل گیا اس لئے وہ واپس سہسرام آگیا اس ^{۱۵} میں سے چہ گیا سے بانکی پور اور بانکی پور سے سہسرام تک صرف ہوا، اب سوال یہ ہے کہ صورتِ مستولہ میں زید کو کس قدر روپیہ واپس کرنا ہوگا معہ جو بچا ہے یا پورے ^{۱۵} یا ^{۲۰} جس میں کل خرچ اجازت لینے والے کا ایک تار و ٹکٹ تا سہسرام ناگیا و قلی کی اجرت ہے اور جو کچھ واپس دے گا اس کی فیس منی آرڈر کس پر ہے؟ بیتوا توجروا۔

الجواب

بانکی پور سے سہسرام تک واپسی میں جو صرف ہوا وہ ضرور ذمہ زید ہے کہ روپیہ اُسے جس سفر کیلئے دیا گیا یہ وہ سفر نہیں بلکہ اُس کا نقص ہے اور موضع مقصود کی راہ معہود میں اگر بانکی پور نہیں پڑتا بلکہ اس میں پھیر اور صرف زائد ہے جسے زید نے گیا سے اپنی حاجت کے لئے اختیار کیا تو قدر زیادت کا واپس دینا تو ہوگا ہی، اور اظہر یہ ہے کہ گیا سے بانکی پور تک کا کل کرایہ واپس دے کہ یہ سفر اس کا اپنی غرض کے لئے تھا،

ففي الدار المختار من متفرقات البيوع المرأة
تودر مختار کے متفرقات البيوع میں ہے، بیوی
اذا كفت بلا اذن المورثة
نے وراثہ کی اجازت کے بغیر خاوند کو کفن دیا اور وہ

کفن بازاری قیمت کے مساوی تھا تو ترکہ سے اس کی قیمت واپس لے سکے گی، اور اگر بازاری قیمت سے زائد کیا تو کچھ بھی واپس نہ لے سکے گی، اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے انہوں نے فرمایا اگر کہا جائے کہ مثلی قیمت میں رجوع کر سکتی ہے تو بعید نہ ہوگا، اھ۔ اور وجہ الکردری میں ہے کہ زائد قیمت کی صورت میں رجوع نہیں کر سکتا اور اگر یہ کہا جائے کہ مثلی قیمت تک رجوع کر سکتا ہے تو اس کی وجہ ہو سکتی ہے اھ، اور خلاصہ میں ہے کہ مثلی کفن تک بھی رجوع نہیں کر سکتی، اور اگر کوئی یہ کہے کہ مثلی کفن تک رجوع کر سکتی ہے تو اس کی وجہ ہے اھ، اور تنویر الابصار اور درمختار کے وصایا کے بیان میں ہے کہ اگر وصی نے کفن کی تعداد میں زیادتی کی تو زائد کا ضامن ہوگا اور یہ عدد مثلی کفن کی قیمت میں خرید ہوا تو خرید اسکی ہوگی اور اس وقت اس کی خرید میں یتیم کا جتنا مال خرچ ہو اس کا ضامن ہوگا، ولو الجحیہ اھ۔ اور عقود الدرہ میں ہے کہ معین مفتی میں فرمایا اگر کفن کے عدد میں زیادتی کی ہو تو طرف زیادتی کا ضامن ہوگا اور اگر قیمت زائد دی ہو تو کل قیمت کا ضامن ہوگا، ایسے ہی سراجیہ میں ہے

کفن مثله رجعت فی التركة ولو اکثر
لا ترجع بشئ قال رحمه الله تعالى
ولو قيل ترجع بقيمة كفن
المثل لا يبعد اھ وفي وجيز
الكردری لا ترجع وان قيل
ترجع بقدر كفن المثل فله
وجه اھ وفي الخلاصة لا ترجع
بقدر كفن المثل ايضا
فان قال قائل ترجع بقدر
كفن المثل فله وجه اھ
وفي وصايا التنوير والدر
لو زاد الوصي على كفن
مثله في العدد ضمن الزيادة
وفي القيمة وقع الشراء
له وحينئذ ضمن مادفعه من
مال اليتيم ولو الجحیة اھ
وفي العقود الدرية في معین المفتی
اذا زاد في عدد الكفن ضمن
الزيادة فان زاد في قيمة الكفن
ضمن الكل كذا في السراجیة

۱۔ درمختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتباتی دہلی ۵۲/۱
۲۔ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا الفصل الرابع فورانی کتب خانہ پشاور ۲۳۹
۳۔ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الوصایا الفصل الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۳۶/۴
۴۔ درمختار شرح تنویر الابصار باب الوصی مطبع مجتباتی دہلی ۳۳۴/۲

قلت وقد علة بانه اذا اراد في القيمة
يكون مشتريا لنفسه وهو ضامن لسال
الميت اه نهج النجاة من الوصايا ،
ووجه كونه مشتريا لنفسه ان الوصي
اذا اراد في القيمة صار متعديا في الزيادة
وهي غير متميزة فيكون مشتريا لنفسه
متبرعا في تكفينه بخلاف ما اذا اراد في
عدد الكفن فانه يضمن الزيادة فقط لانها
متميزة له

میں کہتا ہوں اس کی علت انہوں نے یہ بیان کی ہے
کہ قیمت جب زائد دی تو وہ خریدار اپنے لئے ہوا
اور میت کے مال کا ضامن ہوا، اھ نهج النجاة من
الوصايا۔ اس کے ذاتی خریدار بننے کی وجہ یہ ہے کہ
وصی نے جب قیمت زائد دی تو اس مقدار میں وہ
متعدی ہوا جبکہ اس مقدار کا قیمت میں امتیاز نہیں
تو تمام قیمت اس کی ذاتی خریداری میں صرف ہوئی،
اور یہ کفن اس کی طرف سے بطور تبرع ہوگا بخلاف
کہ جب عد میں زیادتی کرے تو صرف زائد عدد کا
ضامن ہوگا کیونکہ یہ زائد ممتاز ہے۔ (ت)

واپسی کے ٹکوں اور قلیوں کا کرایہ زید پر ہے، یونہی گیا سے بانکی پور جانے میں جو تک اسٹیشن تک آیا
اسٹیشن سے بانکی پور تک گیا یا قلی کو دیا ہو کہ یہ اس کا اپنا ذاتی سفر ہے سہرام سے گیا تک جانا جبکہ
موضع مقصود تک جانے میں بہر حال تھا اور اس تک وہ موضع مقصود کی نیت سے گیا اور ضرورت جو
مانع سفر و موجب رجوع ہوتی صحیح ضرورت و مجبوری تھی تو اتنا کرایہ واپس نہ دے گا ریل، یکہ، قلی، کسی کا۔
کہ یہاں تک ان کے اذن سے ان کے کام میں صرف ہوا، اور اگر اپنا کوئی کام پیش آیا جو قطع سفر کے لئے
عذر شرعی نہ ہو سکتا ہو اس کے لئے چھوڑ دیا تو اس کے مناسب کوئی جزئیہ اس وقت خیال میں نہیں اور ظاہر
یہ کہ اب بھی سہرام سے گیا تک کا کرایہ واپس کرنا نہ ہوگا کہ جس وقت صرف ہوا جائزہ طور پر ہوا اور وہ اجیر نہ تھا
کہ کام نہ ہونے سے اجرت نہ پائے کہ تمام سفر اس پر واجب نہ تھا تو قطع جائزہ سے وہ صرف کہ جائز واقع ہوا
ناجائز و مضمون نہ ہو جائے گا، یکہ جس پر بلانے والا اجازت لینے گیا اور تار کہ اس نے دیا اگرچہ
زید کے کہنے سے دیا، یہ زید پر نہیں، جتنا روپیہ واپس کرنا ہو اس کی فیس منی آرڈر اسی روپیہ سے دے کہ
وہ اس کے ہاتھ میں امانت ہے اور رد امانت کی مونت امین پر نہیں۔ عالمگیر یہ میں ہے،

امانت واپس کرنے کا خرچہ مالک پر ہے نہ کہ
مودع پر۔ سراجیہ میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مؤنة سدا الوديعة على المالك لاعلى المودع
كذا في السراجية - والله تعالى اعلم -

۳۲۷/۲

ارگ بازار قندھار افغانستان

۳۶۲/۴

فوران کتب خانہ پشاور

۱۷ العقود الدرية كتاب الوصايا باب الوصي
۱۸ فتاویٰ ہندیہ كتاب الوديعة الباب العاشر

مسئلہ ۲۲ خادم نعمت خاکی بوڑا ہا از پینڈول بزرگ ڈاکا نہ رائے پور ضلع مظفر پور ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کسی سے ہم نے کوئی چیز لی کہ لاؤ ہم بطور امانت رکھیں گے اور پھر بعد کو دے دیں گے اس میں سے کچھ غائب ہوگئی اور وہ شخص دینے والا طلب بھی نہیں کرتا ہے اب اس کے لئے قیامت میں نہ دینے پر جوابدہ ہوں گے یا نہیں، ہاں اس شے پر اس کا پتہ نشان مرقوم ہے۔

الجواب

اگر اس کی بے احتیاطی سے اُس میں سے کچھ غائب ہو گیا تو اس پر اُس کا تاوان لازم ہے بے اُس کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اس نے پوری احتیاط کی اور وہ شے کل یا بعض جاتی رہی تو اس پر الزام نہیں بلکہ اُس کا تاوان لینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از شہر بالسنندی مسئلہ محمد صدیق بیگ ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کی شے گم ہو جائے تو اُس چیز کے دام لینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ شے اس کے پاس امانت تھی اور اُس نے پوری احتیاط کی اور اتفاقاً گم ہوگئی تو اس کا تاوان لینا حرام ہے، اور اس کی بے احتیاطی سے گم ہوتی تو جائز ہے، اور اگر امانت محض نہ تھی مثلاً کوئی چیز خریدنی چاہی اور مول چکا کر اُسے دکھانے کے لئے لے گیا اور وہ گم ہوگئی اُس کے دام دے گا اگرچہ بے احتیاطی نہ کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب العاریة

(عاریت کا بیان)

مسئلہ ۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین بکر سے مول لی اور اسی زمین میں سے کچھ بکر کی باقی رہی ، ایک مکان زید کی زمین میں برضا مندی زید کے بکر نے بنالیا جو زمین باقی رہی وہ صحن بکر کا ہے ، جب زید نے اپنی زمین کو طلب کیا تو بکر قیمت دیتا ہے زمین نہیں دیتا ہے زید اس کے مکان کی قیمت دینے پر بھی آمادہ ہے اور بیخ بھی چاہتے ہیں کہ زمین کی قیمت زید کو دلا دی جائے۔ اس مسئلہ کی بابت عرض کیا جاتا ہے زید اپنی زمین لینا چاہتا ہے قیمت نہیں لینا چاہتا۔ بیٹو! تو جردا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید پر بکر نہیں ہو سکتا کہ وہ خواہی نخواستی اپنی زمین بیخ ڈالے اور قیمت لے لے بیخ اگر اس کا بکر اس پر کہیں گے خلاف شرع اور ظلم ہوگا بلکہ حکم یہی ہے کہ زید کی زمین زید کو دے دی جائے رہا وہ مکان کہ بکر نے برضا سے زید زمین زید میں بنایا اگر اس کے عملہ اکھیر لینے میں زمین زید کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا تو بکر مجبور کیا جائے گا کہ اپنا عملہ اکھیر لے اور زید کی زمین خالی کر دے یا زید راضی ہو تو اپنا عملہ اس کے ہاتھ بیخ ڈالے اور اگر عملہ اکھیر نے میں زمین کو ضرر پہنچے گا تو زید کو اختیار ہے کہ چاہے تو اپنے نقصان پر راضی ہو کہ بکر کو بکر کرے کہ اپنا عملہ اکھیر کرے زمین خالی کر دے یا نہ چاہے تو عملہ خود لے لے

اور اُس کی جو قیمت بازار کے بھاؤ سے اکھڑنے کی حالت میں ہوتی ہو وہ بچر کو دے دے، جس حالت میں عملہ اکھڑا دیا جائے جو نقصان اس اکھڑنے سے عملے کو پہنچے زید پر اس کا کچھ تاوان نہیں مگر اس حالت میں کہ زید نے ایک مدت معین تک مکان بنانے کی اجازت دی ہو اور اس مدت کے گزرنے سے پہلے اکھڑوانا چاہے تو عملے کا نقصان دے گا۔ ہر آئیہ میں ہے:

اذا استعار امرضاً لبني فيها اوليغرس
جانز وللمعيرات يرجع فيها و
يكلف، قلع البناء والغرس ثم
ان لم يكن وقت العارية فلا ضمان
عليه وان وقت ورجع قبل
الوقت صح رجوعه ويكره و
ضمن المعير ما نقص البناء
والغرس بالقلع وذكر الحاكم
الشهيد انه يضمن سب الارض
للمستعير قيمة غرسه وبنائه و
يكونان له الا ان يشاء المستعير
ان يرفعها ولا يضمنه قيمتهما
فيكون له ذلك لانه ملكه، قالوا
اذا كان في القلع ضرر بالارض فالخيار
الى سب الارض لانه صاحب الاصل
اه باختصار - والله تعالى اعلم -

جب تعمیر یا پودے لگانے کے لئے زمین عاریتاً لی
تو جائز ہے تو عاریتاً دینے والے مالک کو واپس
لینے کا اختیار ہوگا اور عمارت اور پودے اکھاڑنے
کی تکلیف دے سکتا ہے پھر عاریتہ کی مدت مقرر
نہ کی ہو تو مالک پر کوئی ضمان نہ ہوگا اور اگر وقت
مقرر کیا تھا اور وقت سے پہلے اس نے رجوع
کیا تو رجوع صحیح ہے اور مکروہ ہے اور مکان و
درخت اکھاڑنے کے نقصان کا ضامن ہوگا، اور
حاکم الشہید نے ذکر فرمایا کہ زمین کا مالک اس
صورت میں مستعیر کی عمارت اور درختوں کی قیمت کا
ضامن ہوگا اور یہ اس کی ملکیت قرار پائیں گے،
ہاں اگر مستعیر خود رکھنا چاہے تو اکھاڑ لے اور زمین
والے کو ضامن نہ بنائے تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ
وہ خود نقصان کا ذمہ دار بنا ہے فقہاء کرام نے
فرمایا اگر ان کے اکھاڑنے میں زمین کو نقصان ہو تو
پھر اختیار زمین والے کو ہوگا کیونکہ وہی اصل کا
مالک ہے، اھ، مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم دت

مسئلہ از شہر محلہ بہاری پور مرسلہ رضا علی صاحب ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک چادر جو منگنی لی تھی یعنی بطور عاریت

چند روز کے لئے لی تھی اس کو زید نے بعد انقضائے مدت عاریت ایک امین آدمی کے ہاتھ چادر مذکور کو اصل مالک کے پاس بھجوا دیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ چادر جو زید نے امین آدمی کے ہاتھ بھجوا دی تھی اصل مالک کو نہیں ملی اس پر زید نے امین اول سے پوچھا کہ وہ چادر اصل مالک کو کیوں نہیں ملی امین نے جواب دیا کہ میں اصل مالک کے مکان پر دے آیا ہوں اصل مالک تو مجھ کو نہ ملا تھا اس کے مکان کے اندر سے ایک لڑکا چھوٹا نکلا تب میں نے اس سے اصل مالک کو پوچھ کر کہ گھر میں ہے، اُس کے ہاتھ وہ چادر بھجوا دی ہے، اس بیان پر مالک نے اپنے لڑکوں کو امین کے روبرو پیش کیا کہ ان لڑکوں میں کس لڑکے کو دیا، میں نے سب لڑکوں کو دیکھ کر یہ کہا کہ ان میں وہ لڑکا نہیں ہے جس کو میں نے چادر دی ہے اصل مالک تو کہتا ہے کہ چادر میرے پاس نہیں پہنچی، اور امین کہتا ہے کہ چادر میں دے آیا، اور امین کے پاس اس امر کا ثبوت محض ایک طالب علم بالغ کی شہادت ہے، اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ چادر کا شرعی فیصلہ کیا ہے یعنی اس کا تاوان امین پر ہے یا زید پر جس نے چادر عاریت لی تھی یا کسی پر نہیں، مالک کو صبر کرنا چاہئے۔

الجواب

شخص متوسط جبکہ ایک چھوٹے لڑکے کو چادر دے آیا جسے یہ بھی نہ جانا کہ مالک چادر کا بیٹا ہے، نوکر ہے، اسی گھر میں رہتا بھی ہے یا دوسری جگہ سے آیا ہوا، یا راہ چلتا ہے، تو بیشک چادر ضائع کرنے کا اس پر الزام ہے اور اس پر بہر حال تاوان لازم، اگر وہ چادر اشیائے نفیسہ میں سے تھی جب تو ظاہر کہ ایسی چیز خاص مالک کے ہاتھ میں دینے سے صحیح واپسی ہوتی ہے، تنویر الابصار میں ہے:

ان مرد المستعير الدابة مع عبدة او
اجيرة مشاهرة او مع عبدة ربها او اجيرة
بوی بخلاف نفیس (مخلصاً)

اور اگر ایسی نہ بھی تھی تو غیر نفیس اشیاء کی واپسی بھی اس وقت معتبر ہے کہ اُس کے غلام یا نوکر یا اہل و عیال میں سے کسی کو دے یا اس کے گھر میں حفاظت کی جگہ رکھ دے ناواقف انجان صغیر السن کو دے دینا کسی عاریت میں متعارف نہیں۔ غایۃ البیان میں ہے:

قال الحاكم الشهيد في الكافي
رد المستعير الدابة فلم يجد صاحبها

حاکم الشہید نے کافی میں فرمایا: مستعیر نے جانور واپس کیا تو مالک کو وہاں نہ پا کر مالک کی حویلی میں

گھری پر باندھ دیا تو ضائع ہو گیا تو انھوں نے فرمایا
قیاس میں تو ضامن ہوگا لیکن میں استحسان کرتے
ہوئے ضامن نہ بناؤں گا، یہاں تک حاکم کے
الفاظ ہیں، قیاس کی وجہ یہ ہے کہ مالک کو جانور
واپس نہیں پہنچا، اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی
عادت کے اعتبار سے واپس کر دیا ہے کیونکہ لوگوں
میں عادت ہے کہ جانوروں کو عاریتاً لے جاتے ہیں اور
واپس مالک کے اصطبل میں چھوڑ جاتے ہیں اور
پڑوسی حضرات گھر کے آلات مانگ کر لے جاتے ہیں
اور مالک کے گھر واپس چھوڑ جاتے ہیں اور مالک
کا غیر جو بھی گھر میں ہو اس کو دے جاتے ہیں اور اگر
مالک کو دیا جائے تو بھی اسی مکان میں حفاظت کے
طور پر رکھتا ہے تو گھر میں واپس کرنے پر مستعیر نے
مالک کو مزید تکلیف سے بچایا، تو حاکم شہید نے
قیاس کو عادت کی وجہ سے ترک کر دیا، اسی لئے ہمارے
مشائخ نے فرمایا کہ اگر عاریہ جو اہر کا بار ہو تو پھر
مالک کے بغیر کسی اور کو واپسی جائز نہیں کیونکہ ایسی
چیز کے متعلق گھر میں چھوڑ جانے یا غلام کو دی جانے کی
عادت جاری نہیں ہے۔ (ت)

فربطها فی دار صاحبها الی معلقها فضاغت
قال هو ضامن لها فی القیاس ولكن
استحسن ان لا اضمنه الی هذا لفظ الحاكم
وجه القیاس انه لم يوجد الرد الی
المالك وجه الاستحسان انه اتى بالتسليم
للمعتاد به بین الناس لان الناس
يستعرون الدواب فيردونها الی اصطبل
المالك والجيران يستعرون الة البيوت
ويردونها الی دار صاحبها ويسلمونها
الی من فيه دون صاحب الدار
فلو رد الی المالك كان المالك
ايضا يحفظها بهذا المكان فقد اسقط
عنه المستعير كلفة ترائدة، فترك
القياس بالعادة ولهذا قال
مشائخنا لو كانت العارية عقد الجوهر
لم يجز ان يردها الا الی المعير
لان العادة لم تجربطرحه فی
الدار ولا دفعه الی الغلام

اسی میں ہے :

یہ اس لئے کہ غلام حفاظت کا اہل ہے

وذلك لان العبد صالح

عنه فی الاصل هكذا واظنه عنه (اصل میں اسی طرح ہے اور میرے گمان کے مطابق یہ لفظ "عنه" ہے۔ ت)

لہ غایۃ البیان

جیسا کہ اصطبل ہے تو جب اصطبل میں باندھ جائے
توضیاع پر ضامن نہ ہوگا اور یہاں بھی ایسے ہے
بجلاف جب اس کی زمین پر چھوڑ جائے کیونکہ
زمین حفاظت کی اہل نہیں ہے۔ (ت)

للفظ كالس بوط اذا سدھا الح المربط
لا یضمن كذا هذا بخلاف ما اذا ردھا
الی ارض لان الارض لیست بصالحه
للحفظ۔

رہا زید، اگر یہ متوسط اُس کا نوکر یا اس کی عیال میں تھا اور اس نے ایسی بے احتیاطی کو اس سے
نہ کہہ دیا تھا کہ مالک یا اس کا معتمد ملے نہ ملے کوئی بھی پاؤ پھینک کر چلے آنا بلکہ یہ بے احتیاطی اُس
متوسط نے خود کی تو زید پر کوئی تاوان نہیں اور اگر تم مدت عاریت کے بعد اجنبی کے ہاتھ بھجی تو بیشک یہ
بھی زیر مطالبہ تاوان ہے یونہی اگر اس کے کہے سے وہ بے احتیاطی ہوئی اگرچہ وہ متوسط اُس کا بیٹا
یا نوکر ہی ہو، ان دونوں صورتوں میں مالک چادر کو اختیار ہے چاہے زید سے تاوان لے چاہے اس متوسط
سے۔ تنویر الابصار میں بعد عبارت مذکورہ ہے :

بجلاف جبکہ اجنبی کے ہاتھ واپس کرے اس طرح
کہ عاریتہ مقرر وقت کے لئے ہو تو وقت گزر جانے
پر عاریتہ کو اجنبی کے ہاتھ بھج دے۔ (ت)

بجلاف الرد مع الاجنبی بان كانت
العاریة موقّعة فمضت مدتها ثم بعثھا
مع الاجنبی۔

ہندیہ میں ہے :

کچھ پردے کسی سے مانگے اور ایک شخص کو مالک
کے پاس پردے لینے بھیج دیا تو اس شخص نے پردے
راستہ میں رکھ دئے وہ ضائع ہو گئے تو مامور
شخص ضامن ہوگا اور وہ ضمان میں امر پر رجوع
نہ کرے گا جبکہ مستعیر کی طرف سے یہ راستہ
میں رکھنے پر مامور نہ تھا یہ صورت وہ ہے کہ

ستورے عاریت خواست و کس فرستاد
تا از نزد معیر بیارد مامور ستور را در راه بر نشست
و هلك یضمن المأمور ولا یرجع
علی الامر اذا لم یکن
مامورا من جهته وهذا اذا
كانت تنقادم غیر مامور

عہ فی الاصل هكذا واظنه للحفظ اصل میں اس طرح ہے اور میرے گمان کے مطابق یہ لفظ "للحفظ" ہے۔ (ت)

لہ غایۃ البیان

لہ در مختار شرح تنویر الابصار

کتاب العاریۃ

مطبع مجتہائی دہلی

۱۵۷/۲

پر دوں کو اٹھانے میں سواری کی ضرورت نہ ہو، اگر
 وہ ایسے ہیں کہ سواری کے بغیر منتقل نہیں ہو سکتے تو
 پھر مامور شخص ضامن نہ ہوگا۔ فصول العما دیہ میں یوں
 ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فان كانت لا تنقاد الا بالركوب لا يضمن
 كما في الفصول العما دیة له واللہ تعالیٰ
 اعلم۔

کتاب الہبۃ

(ہبہ کا بیان)

مسئلہ ۴۶ از ریاست رامپور محلہ موتی خاں مرسلہ طوطا رام ۲۷ سوال ۳۶ ۱۳۵۱
زید نے اپنی کل جائداد مملوکہ مقبوضہ اپنے بھتیجے کے نام تملیک کر اُس کو مالک و قابض کرادیا اور
دستاویز میں لکھ دیا کہ جائداد تملیک شدہ کو میں نے اپنی ملکیت سے خارج کر دیا اور مجھے اور میرے کسی
وارث کو اُس میں دعویٰ نہ رہا، جس وقت زید نے یہ دستاویز لکھی تھی اس وقت سے اُس کے مرنے
کے وقت تک زید کی کوئی اولاد ذکور یا اناث موجود نہ تھی بس چارہ بھتیجے اور ایک نواسہ تھا اب بعد وفات
زید نواسہ دعویٰ کرتا ہے کہ دستاویز تملیک نامہ کے ذریعہ سے جو جائداد زید نے ایک بھتیجے کے نام
منتقل کی تھی وہ قابل جواز و نفاذ کے نہیں ہے اور وہ جائداد مندرجہ دستاویز تملیک نامہ ملکیت زید
قرار دی جائے اور متروکہ قائم ہو کر اس میں وراثت جاری کی جائے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ جب زید اپنی
زندگی میں اس کو بذریعہ دستاویز تملیک منتقل کر گیا اور لکھ گیا کہ اس میں میری ملکیت باقی نہیں رہی تو وہ
زید کی ملکیت قرار پا کر اس کا متروکہ قائم نہیں ہوگا نہ اس میں وراثت جاری ہوگی، شریعت اسلام کے
بموجب ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

تملیک عین بلا عوض ہبہ ہے اور ہبہ بعد قبضہ تام پھر بعد موت احد العاقدین مطلقاً لازم اگرچہ

مویہوب لہ اجنبی ہو اور بھتیجے کے نام تو فی الحال لازم، لہذا وہ جائد بشرط قبضہ تامہ ملک مویہوب لہ ہے،
وارثان وایہب کا اس پر دعویٰ باطل ہے،

اس مقصد کی تحقیق میں ہمارا ایک رسالہ ہے
اس کا نام ہم نے فتح الملیک فی حکم التملیک
رکھا ہے، اس مسئلہ میں کسی کو شبہ ہو تو وہ اس
رسالے کا مطالعہ کرے۔ (ت)

ولنا رسالۃ فی تحقیق هذا المرام سمیناھا
فتح الملیک فی حکم التملیک من اختلج
فی صدراہ شیء فلیطالعھا۔

تنویر الابصار میں ہے :

ہبہ، مفت میں عین چیز کا کسی کو مالک بنانا
ہے۔ (ت)

الہبۃ ہی تملیک العین مجاناً۔

اسی میں ہے، وتتم بالقبض (اور قبضہ دینے پر تام ہو جاتا ہے (ت) اسی میں ہے،
ویسنع الرجوع فیھا موت احد المتعاقدين
والقرابة فلو وهب لذی رحم محرم
منہ ولو ذمیاً او مستامناً لا یرجع۔
(باختصار)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہبہ کے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی موت
اور قرابت ہونا، ہبہ میں رجوع (واپس لینے)
کے لئے مانع ہے، تو اگر اپنے ذی محرم کو ہبہ کیا
اگرچہ وہ محرم ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نہ کر سکے گا
(باختصار)۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۷ از ماہرہ منورہ مرسلہ سیدنا سید ابوالحسین نوری میاں صاحب دامت برکاتہم

۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مالک اصلی نے اپنے پسر
عمرو کو دو باغ دیئے پھر بعد چند روز کے عمرو سے واپس لے کر بکر اور خالد پسر عمرو کو دیئے یعنی پہلے خانہ ملکیت
دفتر حاکم میں نام عمرو کا قائم کرایا اور عمرو باذن وایہب اس پر قابض ہوا اور محاصل اُس کا لیتا رہا
اور احداث اشجار وغیرہ ہر طرح کا تصرف کرتا رہا پھر عمرو سے واپس کر کے یعنی عمرو کا خانہ ملکیت دفتر حاکم

۱۵۸/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الہبۃ

لہ در مختار شرح تنویر الابصار

۱۵۹/۲

”

”

”

”

”

۱۶۱-۶۳/۲

باب الرجوع فی الہبہ ”

”

”

”

سے علیہ کر کے بکر اور خالد کا نام اُس خانہ میں قائم کر لیا اور وہ باغ ان دونوں کو عطا کئے اور عمر نے جو یہ فعل اُس کی غیبت میں ہوا تھا وقت اپنی حاضری کے بطوع و رغبت جانتے رکھا اور کچھ تعرض نہ کیا مگر اُس کے محاصل پر عمر و بدستور متصرف رہا اور تمتع ہر نوع کا ان باغات سے اٹھاتا رہا، اور بکر و خالد نے بر بنا اس انبساط و اتحاد کے کہ انھیں عمرو کے ساتھ تھا اس امر کا تعرض عمر سے نہ کیا اور پٹہ جات ان باغات کے بکر اور خالد کے نام سے ہوتے رہے، گا ہے بکر پٹہ کر دیتا ہے گا ہے خالد، گا ہے دونوں کی طرف سے عمر بقلم خود لکھ دیتا ہے، گا ہے عمر خود اپنے نام سے لکھ دیتا تھا، ان امور میں کبھی کوئی ایک دوسرے سے معترض نہ ہوتا اور اسی طرح مختلف طور سے رسیدات پٹہ داروں کو بابت ذرا قسطا محاصل ملا کرتے تھے، اگرچہ ذرا قسطا صرف عمر و تحصیل کرتا اور اسی کے تصرف میں آتا، پھر بعد چند روز وقت بند و بست حال جو منجانب حکام ہوا بدستور خانہ ملکیت دفتر حاکم میں نام بکر و خالد قائم رہا یعنی انھیں دونوں کے نام سے زید مالک اصلی نے وہ باغات دفتر بند و بست میں قائم کرائے اور اس امر کو عمر نے بھی پھر بدستور جائز رکھا بلکہ خود تصدیق بھی دفتر میں اس امر کی کر دی کہ بکر و خالد ان باغات کے مالک ہیں مگر پھر بھی محاصل باغات وہی عمر و بدستور قدیم پاتا رہا اور باغات اسی کے زیر تصرف رہے اور بکر و خالد نے اسی اتحاد و یک جہتی کے سبب سے کوئی اعتراض پھر بھی اس امر پر نہیں کیا اور نہ معترض ہوئے، اور گا ہے گا ہے محاصل ایک باغ کا خالد بھی لیتا رہا اور گاہ گاہ ایک باغ میں خود بھی زراعت بطور شیر کر لیتا تھا مگر بکر نے کبھی نہ محاصل پایا اور نہ کبھی زراعت بطور شیر کی بلکہ خود ہی کبھی قصد بھی نہ کیا اور اگر اس امر کا کبھی ذکر بھی آیا تو عمر نے جواب دیا مالک تم ہو مگر تمھیں چننا حاجت نہیں ہے اور میرا خرچ زائد ہے اور معاش کم، یہ محاصل میری ہی تصرف میں رہنے دو، بکر نے اسے کچھتی کی بنا پر منظور رکھا پھر بعد چند مدت کے بکر نے محاصل نصفی ان باغات کا لینا چاہا اور عمر سے تعرض کیا تو عمر و مانع آیا غرض کہ بعد گفتگو نے بسیار عمر نے یہ استدعا کی کہ بکر نصف سے ثلث لے لے یعنی کل میں جو نصف اس کا ہے اس میں وہ ثلث پر اقتصار کرے اور باقی اپنے طور پر خالد کیلئے چھوڑ دے، بکر نے بغرض قطع نزاع اپنے حق سے اس قدر نقصان گوارا کیا اور عمر سے کہا ہم دونوں یعنی بکر و خالد کہ مالک باغات ہیں آپس میں فیصلہ کر لیں گے، چنانچہ اس امر پر باہم رضامند ہو کر تصفیہ ہو گیا یعنی درمیان بکر و خالد کے یہ صلح باستدعائے عمر واقع ہوئی کہ ایک ثلث بکر لے لے اور دو ثلث خالد فرزند عمرو کو چھوڑ دے چنانچہ اس صلح کا اقرار نامہ بکر و خالد کی طرف سے بہ ثبت گواہی عمر و بنام ایک حکم ثالث کے تحریر ہوا اور ثالث نے بموجب اقرار نامہ فریقین فیصلہ لکھ دیا کہ ایک ثلث بکر لے لے اور دو ثلث خالد اور اسے بموجب سوالات داخل خارج حکام وقت کے یہاں گزر گئے اور بر بنا اس صلح کے فصل ربیع و خریف گزشتہ

کا ایک ثلث بکرنے پایا، ہنوز معاملہ داخل خارج ختم نہ ہوا تھا کہ پھر بعد چند روز کے عمر و مع خالد پسر اپنے کے اس سے اعراض کر کے بکر کو اخذ محاصل ثلث سے مانع آئے اور دربارہ داخل خارج کے عمر و نے سوال دے دیا کہ مالک اصل میں ہوں ہمیشہ سے محاصل میں پاتا رہا ہوں بکر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ خالد نام میرا خانہ ملکیت میں بجائے دونوں کے داخل ہو جائے اور اپنے بیٹے خالد کو راضی کر کے اُس سے سوال دلا دیا کہ واقع میں عمر و مالک ہے میں برائے نام ہوں چنانچہ حکام وقت نے نام دونوں کا خانہ ملکیت سے اپنے دفتر میں سے خارج کر کے نام عمر و کا قائم کر دیا، پس اس صورت میں بکر کا یہ سوال ہے کہ آیا حق میرا قائم رہا یا نہ رہا، اور اگر رہا تو کس حساب سے؟ آیا نصفی بموجب عطاءے قدیم زید مورث اصلی یا ثلث بموجب صلح حال کے یا دونوں صورت کا حق نہ رہا۔ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب، جبکہ حضرت مالک اصلی نے وہ باغ عمر و کو عطا فرمادئے تھے اور عمر و نے ان پر قبضہ کامل پایا تھا کہ احداث و اشجار وغیر باہر طرح کا تصرف کرتے اور اس کی تحصیل و تشخیص فرماتے تو وہ باغ مالک اصلی سے نکل کر ملک عمر و میں آئے اور اب مالک حقیقی عمر و قرار پائے بعد جب غیبت عمر و میں مالک اول نے نام عمر و خانہ ملکیت سے خارج کر کے نام بکر و خالد داخل فرمایا اور وہ باغ انہیں عطا فرمادئے تو یہ ہبہ ہبہ ملک غیر ٹھہرا اور اجازت عمر و پر وقوف رہا، پھر جب عمر و نے بعد حضور اس امر کو بطوع و رغبت جائز رکھا ہبہ اگرچہ صحیح ہو گیا ہو مگر اس کے تمامی اور بکر و خالد کے ثبوت ملک محل کلام ہے اگر ہبہ ان دونوں حضرات کو مشاعاً تھا یعنی ہر باغ دونوں صاحبوں کو مشترکہ عطا فرمایا گیا جب تو تمامی ہبہ و عدم ثبوت ملک مہربوب لہا ظاہر ہے کہ وہاں حقیقی یعنی عمر و نے اب تک تقسیم کر کے مجوزاً تمیزاً تسلیم نہ کی،

تنویر الابصار میں ہے ہبہ ایسے قبضہ سے تام ہونا ہے جو تقسیم ہو کر محفوظ ہو جائے، اور غیر منقسم جس کی تقسیم کی ضرورت نہیں ہے، اور وہ غیر منقسم ہے جس کی تقسیم کرنی ہو وہ قبضہ سے تام نہ ہوگا ہاں اگر اس کی تقسیم کر دی اور قبضہ میں دے دیا تو صحیح ہے اہ ملخصاً۔ میں کہتا ہوں مشاع یعنی

فی تنویر الابصار وتتم بالقبض فی
یدہ محوز مقسوم و مشاع لا یقسم
لا فیما یقسم فان قسمہ و
سلمہ صح اہ ملخصاً،
وقلت و ہبۃ المشاع قیل
فاسدۃ فیثبت بہا الملك

غیر منقسم کا ہبہ بعض کے نزدیک فاسدہ ہے لہذا اس پر قبضہ سے موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہو جائیگی جبکہ اس نے اسی مشاعی حالت میں قبضہ کیا ہو تاہم یہ ملکیت خبیثہ ہوگی موجود رہنے کی صورت میں واجب الرد اور ہلاک ہونے کی صورت میں قابل ضمان ہوگی، اسی قول پر بعض نے فتویٰ دیا ہے جبکہ حق یہ ہے اس پر قبضہ سے ملکیت ہرگز ثابت نہ ہوگی جب تک اس کو تقسیم کر کے نہ دیا جائے

یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے جیسا کہ رد المحتار میں اس کی تحقیق فرمائی اور اسی پر جم غفیر نے فتویٰ دیا ہے اور ہمارے تینوں ائمہ کرام بھی ظاہر الروایت ہے تو اسی پر اعتماد ہے۔ (د)

اور اگر ایک ایک باغ ہر موہوب لہ کو جدا گانہ دیا گیا تھا تاہم اس قدر تقریر سوال سے ظاہر کہ جس طرح وہ باغ اس ہبہ سے پہلے قبض و تصرف عمرو میں تھے یونہی بعد ہبہ رہے اور آج تک عمرو نے اپنا ہاتھ ان پر سے نہ اٹھایا اور کسی دن بکر و خالد کے قبضہ میں تسلیم نہ کیا اگرچہ رسید و پٹہ جات گاہے بگاہے خالد بھی اپنی طرف سے تحریر فرمایا کرتے رہے ہوں کہ جب تک عمرو کا رفع یہ اور قبضہ حضرت موہوب لہا میں تسلیم ثابت نہ ہو ہبہ ہرگز تمام اور تملک موہوب لہا ثابت نہیں ہو سکتا۔

فہندیہ میں ہے ایک صورت ان میں سے یہ ہے کہ کہ موہوب کسی کے قبضہ میں ہو تو اس پر موہوب لہ کی ملکیت نہ ہوگی جب تک قبضہ نہ کر لے اھ، اسی کی مثل ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ (د)

مانا کہ کسی وقت حضرات موہوب لہا یا ان میں سے ایک کا وضع یہ ثابت بھی ہو جائے مگر عمرو کا رفع یہ ہرگز پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتا، اور یہ شرط اول ہے،

آپ دیکھیں کہ اگر مکان ہبہ کیا اور سونپ بھی دیا اور موہوب لہ نے قبضہ میں لے لیا حالانکہ مکان ابھی وضع الموہوب لہ یدہ علیہا

وكانت الدار مشغولة بمتاع الواهب
لم تتم الهبة لعدم ارتفاع يد الواهب
فلم يكمل القبض وفي رد المختار ان كانت
الموهوب مشغولا بحق الواهب لم يجز
كما اذا وهب السرج على الدابة كانت
استعمال السرج انما يكون للدابة فكانت
للوهاب عليه يد مستعملة فتوجب
نقصانا في القبض اليه

واہب کے سامان میں مشغول ہے تو ہبہ تام نہ ہوگا
کیونکہ واہب کا قبضہ ابھی ختم نہیں ہوا، تو موهوب
کا قبضہ تام نہ ہوا، رد المختار میں ہے اگر موهوب
ابھی واہب کے حق میں مشغول ہے تو جائز نہ ہوگا
مثلاً کوئی شخص گھوڑے پر لگی کاٹھی کسی کو ہبہ کرے
کیونکہ کاٹھی کا استعمال جانور پر ہوتا ہے تو واہب
کا ابھی قبضہ باقی اور زیر استعمال ہے تو اس سے
قبضہ میں ابھی نقص باقی ہے۔ (ت)

بالجملہ عمر و جب تک اپنا قبضہ بالکل اٹھا کر موهوب لہما کو قبضہ کامل نہ کر دے ہبہ ہرگز تمام نہ ہوگا
اور موهوب ملک عمر و سے باہر نہ آئے گا، اسی طرح عمر و کا متعدد پیرایوں میں ملکیت بکر و خالد کا اقرار
دیانتہ کچھ مفید نہیں کہ یہ اقرار صرف بر بنائے ہبہ ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور
بہ سبب نا تمامی یہ ہبہ شرعاً مثبت ملک نہ ہوا تو عند اللہ اقرار غلط کہ شرعاً وجہ صحت نہیں رکھتا اثبات ملک
کے لئے کافی نہ ہوگا،

در مختار میں ہے اگر مالک کسی کے لئے ہبہ کا جھوٹا
اقرار کرے تو مقر لہ کے لئے وہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ
اقرار دوسرے کی ملکیت کا سبب نہیں ہے یاں
اگر بعد میں اپنی رضا سے اس کو قبضہ دے دے
تو یہ نیا ہبہ ہوگا، یہی وجہ قابل اعتبار ہے بزایہ،
حاشیہ طحاوی میں ہے ماتن کا قول "مقر لہ کیلئے
حلال نہیں" یعنی اس کو دیا نائاً جبراً قبضہ کا حق

فی الدر المختار لو اقر کا ذ بالمدیح لہ لان
الاقرار لیس سبباً للملك نعم لو سلمہ
برضاہ کان ابتداء ہبہ وهو الاوجه، بزایہ
فی حاشیة الطحاوی قولہ لم یحل لہ
ای لایجوز لہ اخذہ جبراً دیانتہ کا قراۃ
لامرأته بجمیع ما فی منزلہ و لیس لہا
علیہ شیء انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نہیں ہے، جیسے کوئی شخص گھر کے تمام سامان کا بیوی کے حق میں اقرار کرے حالانکہ بیوی کا کوئی حق خاوند
کے ذمہ نہیں ہے اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۵۱۰/۴

۱۳۰/۲

۳۲۴/۳

دار احیاء التراث العربی بیروت

مطبع مجتہبی دہلی

دار المعرفہ بیروت

لہ رد المختار کتاب الہبۃ

کے در مختار کتاب الاقرار

لہ حاشیة الطحاوی علی الدر المختار

مسئلہ از بڑودہ مرسلہ جناب نواب سید نور الدین حسن خاں بہادر ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حمیدہ نے اپنے بیٹے محمود بن حمید کی شادی رشیدہ بنت سعید سے کی اور ۲۷ محرم الحرام ۱۲۷۸ھ کو محمود کی طرف سے بدعوی ولایت ایک دستاویز میں جائداد موروثی محمود کا تملیک نامہ بنام رشیدہ مع دیگر چند شرط لکھ دیا، جب محمود بالغ ہوا ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ کو اس نے دستاویز نوشتہ حمیدہ کی تسلیم و قبول کے ساتھ از سر نو ایک وثیقہ انھیں شرط پر متضمن تحریر کیا جس کے عنوان میں خلاصہ عبارت یہ ہے:

میں صحیح شرعی اقرار کرتا ہوں کہ میری والدہ ماجدہ نے میرا نکاح رشیدہ بنت سعید سے کیا اور مجھ مقرر کی طرف سے وکالت انھوں نے ایک دستاویز لکھ کر دی جبکہ میں ابھی بلوغ کی حد کو نہ پہنچا تھا، اب اس دستاویز مذکورہ کو تسلیم اور قبول کرتا ہوں نیز اصالتہً چند شرائط لکھ کر دے رہا ہوں۔ (ت)

اقرار صحیح شرعی می نمایم بریں معنی کہ والدہ ماجدہ عقد بمن بارشیدہ بنت سعید بنتہ و دستاویز از طرف منمقر و کالتہ نوشتہ داد در اہ عین بجد بلوغ نہ رسیدہ بادم اکتوں دستاویز مذکور را مسلم و قبول داشته باز اصالتہً شرط چند نوشتہ میدہم:

پھر شرط سوم میں خلاصہ مضمون ان الفاظ سے ہے: ”از آمدنی موضع پونا گاؤں وغیرہ واقع بندر سورت بعد اخراج سهم شرعی والدہ صاحبہ کہ ثمن است باقی انچه کہ حصہ جاگیر موروثیم باندازہ مبلغ پنج ہزار روپیہ بمن می رسد مالکش مسماۃ رشیدہ مع اولاد بطناً بعد بطن است از روز عقد نکاح از آمدنی حصہ موروثیم مسماۃ مذکورہ در قبض و تصرف خود در آرد و در اہ منمقر و وارثانم را دعوی و حق نیست و نماذہ است“

سورت بندر گاہ میں واقع موضع پونا گاؤں وغیرہ کی آمدنی سے اپنی والدہ کے شرعی حصہ جو کہ آٹھواں ہے کونکال کر باقی اپنے موروثی جاگیر کے حصہ مبلغ پانچ ہزار اندازاً جو مجھے آتا ہے اس کی مالک مسماۃ رشیدہ مع اولاد بطن در بطن ہے میرے موروثی حصہ کی آمدن پر مسماۃ مذکورہ نکاح کے روز سے قابض اور متصرف ہے اور اس میں مجھ مقرر اور میرے ورثار کا کوئی دعوی اور حق نہیں ہے اور نہ باقی ہے۔ (ت)

بعد یکم جولائی ۱۸۶۹ء کو اسی شرط کی توثیق و تاکید کے لئے دوسری تحریر جدا گانہ لکھی جس کی تلخیص ان کلمات سے ہے:

از شرائط مذکورہ ایں یک شرط علیحدہ نوشتہ میدہم مذکورہ شرائط میں سے ایک علیحدہ شرط لکھ کر دے رہا ہوں

کہ در دیہات جاگیر موروثی محدودہ ذیل کہ شرعاً از ترکہ پدری خالصاً بمنقر سیدہ منجلہ آن مبلغ چار ہزار روپیہ منقر اہل خانہ خود مسماۃ رشیدہ بنت سعیدہ بطوع و رغبت بلا اکراہ و اجبار بطناً بعد لطن و نسللاً بعد نسل علی سبیل الدوام و الاستمرار ملک گردانیدم چوں و ہیوٹ و مختاری آن از قدیم الایام بقبضہ من است و حصہ داراں دیگر کہ دریں جاگیر شریک اند باوشاں زر نقد موافق حصہ ہائے مقسومہ آنہا ہموارہ می رسانم ہمیں طور از آمدنی ملوکہ و اہل خانہ خود مثل دیگر حصہ داراں بہ اہل خانہ موصوفہ و اولادش ہمیشہ بلا عذر و تکرار خواہم رسانید اگر از جانب منقر مسماۃ مذکورہ در وصول حق خود کہ معین و مقدر کردہ شد فقورے و تھاوانے بیند پس اوشاں را اختیار کلی ست بہ نہجیکہ خواہند از منقر حق خود بگیرند و مسماۃ مذکورہ را در صرف زر مذکور اختیار کلی ست منقر و وارثانم را در آن حق و دخل و دعوی و نزاع نیست و نماذہ این چند کلمہ بطریق اقرار نامہ وثیقہ و تملیک نامہ نوشتہ شد کہ عند الحاجة سند باشد۔

کہ دیہات میں موروثی جاگیر جس کی حدود ذیل ہیں ہیں جو مجھے شرعی طور پر والد کے ترکہ سے حصہ پہنچتا ہے اس میں سے مبلغ چار ہزار روپیہ کا میں مقرر اپنے اہل خانہ مسماۃ رشیدہ بنت سعیدہ کو اپنی خوشی اور رغبت سے بلا جبر و اکراہ لطن در لطن، نسللاً بعد نسل دائمی اور استمرار کے طور پر مالک بنانا ہوں جس طرح قدیم ایام سے اپنے کھانا اور مختاری جو میرے قبضہ میں ہے اور اس جاگیر میں دیگر حصہ دار شریک حضرات کو مساوی نقد زر کے موافق حصہ پہنچاتا ہوں اسی طرح اپنی ملوکہ اور اپنے اہل خانہ کے دوسرے حصہ داروں کی طرح موصوفہ اہل خانہ اور اس کی اولاد کو ہمیشہ بلا عذر و تکرار حصہ پہنچاتا رہوں گا اگر من مقرر کی طرف سے معین و مقرر حصہ کی وصولی میں مسماۃ مذکورہ کوئی کوتاہی اور سستی دیکھے تو اس پر اس کو کلی اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہے مجھ مقرر سے اپنا حق وصول کرے اور مسماۃ مذکورہ کو زر مذکور کے صرف میں کلی اختیار ہے من مقرر اور میرے ورثا کو اس میں کوئی دخل، حق، دعویٰ اور نزاع نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ یہ چند کلمات بطور اقرار نامہ، وثیقہ اور تملیک نامہ لکھا ہے کہ عند الضرورت سند ہے (ت)

اور یہ جائداد جس کا ان دستاویزوں میں تذکرہ ہے محدود دیگر ورثائے حمیدہ میں مشترک و غیر منقسم ہے، اب شرع مطہر سے استفسار ہے کہ یہ تحریرات شرعاً مقبول و بکار آمد ہیں یا نہیں اور ان کی رو سے رشیدہ اُس جائداد یا اُس کی آمدنی کی مالک ہوئی یا نہیں اور یہ عقد کہ محمود سے بہ تکرار واقع ہوا بدیں لحاظ کہ اُس کی والدہ نے جائداد موروثی کا تملیک نامہ لکھا تھا اور اس نے اُسے منظور و مسلم رکھا اور خود اُس کی تحریر اول کے بعض الفاظ سے رشیدہ کو خاص حصہ جاگیر کا مالک کرنا نکلتا ہے اصل رقبہ دیہات کی تملیک ہے یا بلحاظ دیگر

الفاظ تحریر اول و تصریحات تحریر دوم، صرف آمدنی و زر توفیر کا دینا اور عطا کرنا ہے اور اس عقد کو ہبہ کہا جائیگا اور اسی کے شرائط اس کی صحت میں درکار ہونگے (یا اس خیال سے کہ محمود نے صرف رشیدہ ہی کو مالک نہ کیا بلکہ بطناً بعد لطن و نسلاً بعد نسل اس کی اولاد کے نام بھی تملیک کی) وصیت قرار پائے گا و بہر تقدیر شرعاً صحیح رہے گا یا باطل، اگر باطل ٹھہرے تو محمود کے یہ الفاظ (کہ منقر و وارثانم رادرآں دخلے و حقے و نزاع نیست و نماذہ) اس کے یا اس کے ورثہ کے حق کو زائل کریں گے یا نہیں؟ اور ان تحریرات کا شرعاً کیا نام ہے؟ ہبہ نامہ یا اقرار نامہ یا تملیک نامہ یا کچھ اور؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب انك انت العزيز الوهاب، یہ تو ظاہر ہے کہ ابتداءً حمیدہ والدہ محمودہ کا بنام رشیدہ جائداد محمود نابالغ کا تملیک نامہ لکھ دینا کوئی شے نہ تھا کہ نہ ماں دربارہ مال ولی نہ خود ولی حتیٰ کہ باپ کو مال صغیر سے ایک ذرہ کسی کو ڈالنے کا اختیار نہیں۔

فی الدر المختار ولیہ ابوہ دون الام فی المال اھ ملخصاً، وفیہ من الہبۃ لایجوز ان یمہب شیئاً من مال طفله ولو بعوض لانہا تبرع ابتداءً اھ۔

در مختار میں ہے کہ مال میں نابالغ کا ولی اس کا باپ ہے ماں نہیں ہے اھ ملخصاً، اور اسی میں ہبہ کے متعلق ہے، والد کو حق نہیں کہ وہ بچے کے مال سے کوئی چیز ہبہ کرے خواہ بالعوض

کیونکہ ہبہ کیونکہ ہبہ ابتداءً تبرع ہوتا ہے اھ (ت) تو وہ عقد محض باطل واقع ہوا یہاں تک کہ خود محمود کے بعد بلوغ جائزہ وسلم رکھنے سے بھی اس کی اصلاح ممکن نہیں،

لانہ عقد فضولی صدر ولا مجیز، فی حجر العقود الدریۃ عن جامع الفصولین لوطیت الصبی امرأۃ او وہب مالہ او عقد عقداً مبالو فعلہ ولیہ فی صباء

کیونکہ یہ فضولی کا عقد ہے جس کو جائزہ کرنے والا کوئی نہیں، اور عقود الدریۃ کے باب الحجر میں جامع الفصولین سے منقول ہے کہ اگر بچہ بیوی کو طلاق دے یا کوئی ہبہ کرے یا کوئی ایسا عقد کرے کہ اگر وہ عقد اس کا ولی اس کے بچپن میں

لم یجز علیہ فہذہ کلہا باطلۃ، وان
اجازتہا الصبی بعد بلوغہ لم تجز
لانہ لامجیز لہا وقت العقد فلم تتوقف
علی الاجازۃ الا اذا کان لفظ اجازتہ
بعد البلوغ ما یصلح لابتداء العقد
فیصح ابتداء الاجازۃ کقولہ اوقعت
ذلک الطلاق فیقع لانہ یصلح للابتداء
اصلتقطا۔

کرتا تو بچے پر لاگو نہ ہوتا، تو بچے کے یہ تمام امور
باطل ہیں، اور بلوغ کے بعد اگر وہ ان امور کو
جائز کرے تو بھی جائز نہ ہونگے کیونکہ عقد کے وقت
ان کو جائز کرنے والا کوئی نہ تھا لہذا وہ اجازت
پر موقوف نہ ہوئے، ہاں اگر بلوغ کے بعد ایسے
لفظ سے جائز کرے جس سے ابتداء عقد ہو سکے
تو ابتداء عقد کے طور پر یہ صحیح ہو جائے گی تاہم
اجازت نہ کہیں گے، مثلاً بلوغ کے بعد یوں کہے

میں نے وہ طلاق واقع کی، تو طلاق اب ہوگی کیونکہ یہ لفظ ابتداء طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے
ملتقطاً۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ محمود کا بعد بلوغ دستاویزہ نوشتہ حمیدہ کو مسلم مقبول رکھنا بھی محض
مہل و بے سود اور شرعاً نامقبول و مردود۔ اب اس نے جو خود ابتداء دو بار تملیک نامہ لکھا وہ عبارتیں
صراحتاً نص ہیں کہ محمود نے صرف زر آمدنی و توفیر رشیدہ کو دینا چاہا اصل رقبہ جائداد کی ہبہ و تملیک کا ان
میں کہیں ذکر نہیں، تحریر اول میں کہ ایک جگہ یہ لفظ واقع ہوا ”آنچہ کہ حصہ جاگیر موروثیم بمن میرسد مالکش
رشیدہ است“ وہاں بھی حصہ سے مراد صرف حصہ توفیر ہے کہ اس سے پہلے تصریحاً لفظ آمدنی مذکور
اور یہاں بھی بانداہ مبلغ پنہزار روپیہ کا لفظ اسی طرف ناظر، اور یہ عقد وصیت تو کسی طرح نہیں ہو سکتا
کہ وصیت میں فی الحال مالک نہیں کیا جاتا،

لانہا تملیک مضاف الی ما بعد الموت
کما فی التنیویر وغیرہا۔

اور عبارات زید صریح ہیں کہ رشیدہ فی الحال مالک ٹھہرائی گئی کما لایخفی (جیسا کہ
پوشیدہ نہیں۔ ت) نہ یہ ممکن کہ بلحاظ لفظ نسلاً بعد نسل جو لوگ نسل رشیدہ سے بعد کو پیدا ہوں
ان کے حق میں وصیت قرار دی جائے کہ وہ وقت عقد معدوم تھی اور معدوم کے لئے وصیت باطل،

لہ العقود الدررۃ کتاب الحجر حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب قندھار ۱۶۶/۲
لہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتہائی دہلی ۳۱۴/۲

در مختار میں ہے اس کی شرائط میں ہے کہ وصیت کرنے والا اس تملیک کا اہل ہو، اور وصیت کے وقت جس کے لئے وصیت کی ہے وہ زندہ ہو
 اھ ملخصاً (ت)

فی الدر المختار شرائطها كون الموصى اهلاً للتمليك وكون الموصى له حياً وقتها اھ ملخصاً۔

تو لاجرم ہیہ ہی ہوگا، اور یوں ہیہ کرنا کہ اس گاؤں کی آمدنی جو ہوا کرے گی میں نے تجھے ہیہ کی، شرعاً صحیح نہیں،

فتاویٰ خیر یہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس کو دونوں قرلوں سے حاصل کرے گا اس کا ہیہ صحیح نہیں کیونکہ ہیہ کرنے والا ابھی تک خود اس پر قابض نہیں تو دوسرے کو کیسے مالک بنائیگا،
 یہ ظاہریات ہے اھ (ت)

فی الفتاویٰ الخیریة بهذا علماً عدم صحة هبة ما سیتحصل من محصول القریتین بالاولی لان الواهب نفسه لم یقبضه بعد فکیف یملک و هذا ظاهراً۔

اور اگر بالفرض اصل جائداد ہی کا ہیہ ہوتا جب بھی زبا باطل تھا کہ وہ جائداد حسب بیان سائل مشاع وغیر منقسم ہے اور اسی طرح مشیر ہے محمود کا وہ بیان کہ چوں وہیوٹ و مختاری آں از قدیم الایام بقبضہ من است اھ کہ پٹے بانٹ کے بعد تو ہر ایک شریک اپنے حصہ کا مختار ہو جاتا ہے اور ہیہ مشاع مذہب صحیح پر محض باطل،

فتاویٰ خیر یہ میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنے بالغ بیٹے کو اپنی نصف ملکیت ہیہ کی ہے تو جواب دیا کہ یہ ہیہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور مشتمل الاحکام میں انھوں نے تمة الفتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ

فی الفتاویٰ الخیریة (سئل) فی رجل وهب ابنا له بالغاً نصف ما یملک (اجاب) الہیة باطلہ عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ قال فی مشتمل الاحکام، نقل عن تمة الفتاویٰ ان ہبۃ

عہ فی الاصل ہكذا واطنه اسی طرف، بدر۔

المشاع باطله وهو الصحيح انتهى اهـ۔

غیر منقسم حصہ کا سبب باطل ہے اور یہی صحیح ہے
انہی اھ (ت)

اسی لئے اگر محبوب لہ اسی حالت سے قبضہ بھی پالے تاہم وہ اس کا مالک نہیں ہو جاتا نہ اس کے
تصرفات اس میں روا ہوں اور واہب کے تصرف سراسر نافذ رہتے ہیں

جیسا کہ اس کی تصریح تنویر الابصار، معنی المستفتی
فتاویٰ تاجیہ، المبتغی، جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے
اور اس کو امام زبلی نے امام ہمام ابو جعفر طحادی
اور امام فخر المملۃ والدین قاضیخان اور امام ابن رستم
سے نقل کیا، اور نور العین میں وجیز سے منقول ہے
کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں اس پر نص
فرمائی ہے اور یہی امام ابو یوسف کا قول اور امام
ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور
قہستانی میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور مضمرات میں
اس کا مختار ہونا منقول ہے اور ایسے ہی عمادیہ
میں اس کی تصحیح کی ہے، ردالمحتار میں فرمایا
جہاں تک میرا علم ہے یہ ظاہر الروایۃ ہے اور بیشک
اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نص فرمائی ہے اور
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے اس
کو روایت کیا ہے تو ظاہر ہوا کہ اسی پر عمل ہے الخ
اس کا مکمل بیان ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

كما صرح به في تنوير الابصار ومعنى المستفتي
والفتاوى التاجية والابتغى والجوهرية
والبحر الرائق ونقله الامام الزبلي عن
الامام الهمام ابى جعفر الطحاوى و
الامام فخر الملة والدين قاضىخان
والامام ابن رستم وفي نور العين عن
الوجيز نص عليه محمد فى المبسوط
وهو قول ابى يوسف ومذهب ابى حنيفة
رضى الله تعالى عنه فى القهستاني هو
الصحيح، وعن المضمرات هو المختار
وكذا صححه فى العمادية، قال فى ردالمختار
فحيث علمت انه ظاهر الرواية وانه
نص عليه محمد رحمه الله تعالى ورواه
عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه ظهرا انه
الذى عليه العمل الخ وتامه فيه۔

۱۱۳ / ۲

دارالمعرفة بيروت

کتاب الہبہ

لہ فتاویٰ خیریہ

۹۳ / ۵

المطبعة الكبرى الاميرية بولاق مصر

”

لہ تبیین الحقائق

۵۱۱ / ۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

”

لہ ردالمختار بحوالہ نور العین

۵۱۱ / ۲

”

”

”

”

بلکہ اس قدر تو بالاجماع ثابت ہے کہ اس قسم کے ہبہ میں خود واہب اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو اختیار رجوع رہتا ہے اگرچہ موہوب لہ کا قبضہ ہو گیا ہو اگرچہ ہبہ زوجہ یا ذرجم محرم کے نام ہو باوجودیکہ زوجیت و رحم موانع رجوع سے ہیں،

فتاویٰ خیریہ میں ہے کہ اس پر سب کا اجماع ہے کہ واہب کو موہوب لہ سے واپس لینے کا حق ہے اگرچہ واہب کا ذی محرم ہو، اور جس طرح واہب کو رجوع کا حق ہے ایسے ہی اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ کو حق ہے اہ ملتقطات،

فی الخیریۃ اجمع الكل علی ان للواهب استردادها من الموهوب له ولو كانت ذارحم محرم من الواهب وکما یكون للواهب الرجوع فیہا یكون لوارثہ بعد موتہ اھ ملتقطا۔

اور اگر صورت مستفسرہ میں شیوع نہ بھی پایا جائے (جیسا کہ محمود کا لفظ "خالصا بمن مقرر شدہ" اور لفظ موافق حصہ ہائے مقسومہ آہا اس کا ایہام کرتا ہے) تاہم ہبہ محض ناقص ہے اور رشیدہ کی ملک اس میں ہرگز ثابت نہ ہوگی کہ ان دستاویزوں کی عبارت خود صریح نص ہے کہ محمود نے رشیدہ کو جائداد پر قبضہ نہ دلایا بلکہ صراحتاً قبضہ دینے سے انکار کیا حیث قال "چوں وہیوٹ و مختاری آں الی قولہ ہمیں طور از آمدنی ملو کہ اہل خانہ خود الخ" اور ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔

فی الدر المختار تم الہبۃ بالقبضہ کامل اھ۔ در مختار میں ہے مکمل قبضہ کے بعد ہبہ تام ہوتا ہے اھ۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر ہبہ صحیحہ میں واہب بے قبضہ دیتے مر جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے اور قرآن اللہ پر تقسیم پاتی ہے،

فی موانع الرجوع من شرح التنویر والمیم موت احد المتعاقدين بعد التسليم فلو قبله بطل ۲۔ شرح تنویر الابصار میں رجوع سے موانع، میں ذکر کیا "فریقین میں سے سوئپ دینے کے بعد کسی کی موت ہو اور موت اس سے پہلے ہو تو پھر باطل ہے (ت)

عہ اشارۃ الی قول صاحب التنویر "دمع خزقہ - عبدالمنان

۱۱۲ / ۲

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الہبہ

۱۔ فتاویٰ خیریہ

۱۵۹ / ۲

مطبع مجتہاتی دہلی

"

۲۔ در مختار

۱۹۱ / ۲

"

۳۔ در مختار شرح تنویر الابصار "

غرض جہاں تک نگاہ کی جائے اس عقد کے لئے کوئی وجہ صحت نہیں، نہ جائداد کا ہبہ ٹھیک آتا ہے نہ توفیر کا نہ وصیت نہ کوئی صورت، پھر محمود کے یہ الفاظ کہ منقر و وارثانم را الخ کیا کام دے سکتے ہیں، آخر جس بنا پر اس نے یہ لفظ لکھے تھے جب راسا وہی منعدم ہے تو یہ جو اس پر مبنی تھے خود منعدم ہو گئے، بھلا یہ عقد تو شرعاً کچھ اصل ہی نہیں رکھتا خاص ہبہ صحیحہ میں شرع مطہر کا حکم ہے کہ جب تک موہوب لہ کا قبضہ نہ ہو جائے واہب کو ہر وقت نہ دینے کا اختیار ہے اور اس پر قبضہ دلانے کا جبر نہیں ہو سکتا،

لانه متبرع والمتبرع لا جبر علیہ فی الدر المختار
صم الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم
تتم الہبۃ اھ ای والرجوع انما یكون عن شی
وقع وتم وقبل التام دفع لاس رفع۔
کیونکہ وہ متبرع (بھلائی کے طور پر مفت دینے والا)
ہے اور متبرع پر جبر نہیں ہو سکتا۔ در مختار میں ہے
ہبہ میں قبضہ دینے کے بعد رجوع صحیح ہے جبکہ قبضہ
سے قبل تو ہبہ تام ہی نہیں ہے اھ، یعنی شئی کے

وقوع اور تام ہونے کے بعد رجوع ہوتا ہے جبکہ تام ہونے سے قبل دفاع ہوتا ہے نہیں ہوتا۔ (ت)
اور کوئی شخص اپنی کسی تحریر خواہ تقریر سے احکام شرع مطہر کو نہیں بدل سکتا

دیکھو جہاں موانع نہ ہوں تو شرع نے واہب کو بعد قبضہ بھی رجوع کا اختیار دیا
اگرچہ وہ ہزار بار کہے میں نے اپنا حق رجوع ساقط کیا، مجھے رجوع کا اختیار نہ رہا اگر رجوع کروں تو نامقبول ہو
کچھ مسموع نہیں اور حق رجوع بدستور باقی۔

فی فتاویٰ الامام قاضیخان سرجل و ہب لرجل
شیثاً ثم قال الواہب اسقطت حتی فی
الرجوع لا یسقط حقدہ اھ ومثلہ فی
الیزانیۃ وغیرہا۔
امام قاضی خاں کے فتاویٰ میں ہے ایک شخص
دوسرے کو ہبہ کر کے کہے میں نے اس رجوع کا
ساقط کر دیا ہے تو اس کا یہ حق ساقط نہ ہو گا
اور اسی طرح بزازیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور جب اس کے کہنے سے خود اس کا حق زائل نہیں ہوتا تو ورثہ کو نزاع و دعویٰ سے کون مانع
ہو سکتا ہے فان الرجل اقدر علی نفسه منہ علی غیرہ کما لا یخفی (کیونکہ دوسرے کی
نسبت انسان کو اپنی ذات پر قدرت زیادہ ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت)
بالجملہ صورت مستفسرہ میں خلاصہ حکم یہ ہے کہ محمود و حمیدہ کی یہ سب دستاویزیں محض لغو و مہمل و

عہلیس فی الاصل الواو قبل قبل ولا یدہنہ ۱۲ عبد المنان (اصل میں قبل سے پہلے واو نہیں حالانکہ یہاں واو ضروری ہے)

۱۔ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتہبائی دہلی ۲ / ۱۶۱
۲۔ فتاویٰ قاضیخان کتاب الہبہ فصل فی الرجوع فی الہبہ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴ / ۴۰۴

بیجا رہیں اور اس کا خذ کا نام شرع میں کچھ نہیں کہ جب شرعاً یہ کوئی عقد ہی نہ ہو تو اس کا نام کیا رکھا جائے اور رشیدہ اور اس کی اولاد کو ان تحریرات کی رو سے مطلق کسی طرح کا استحقاق نہ اصل جائداد میں حاصل ہوا نہ زکوٰۃ میں، نہ انھیں دعویٰ کرنا شرعاً جائز بلکہ حرام و ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹
۵۔ ربیع الاول شریف، ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے بحالت نوکری سرکاری اپنے بیٹے بکر کے نام جو کہ اُس وقت محض نابالغ تھا اپنے روپیہ سے کچھ جائداد خریدی اور کچھ جائداد اپنی بی بی منکوحہ کے نام خریدی اور اُس وقت ایک بیٹی نابالغ بھی تھی اس کے نام نہیں خریدی پھر زید کے ایک اور لڑکا پیدا ہوا اُس کے نام بھی کچھ جائداد خریدی مگر وہ لڑکا بحالت نابالغی ہی میں فوت ہو گیا، جب اس فوت شدہ لڑکے نابالغ کی جائداد کے کرایہ دار کو سیدخل عدالت سے زید نے کرایا تو عدالت میں قویہ نے بیان کیا کہ جائداد میری ہے اور میرے روپیہ سے خریدی گئی ہے لڑکے کا نام اسم فرضی تھا، جب زید نوکری سے علیحدہ ہو کر اپنے مکان پر رہا تو اس وقت زید کی دو اور لڑکیاں بھی نابالغ تھیں اُن کے نام بھی جائداد نہیں خریدی اُس وقت اپنے نام جائداد خریدی اور کچھ بیٹے بکر کے نام سے بھی (جو کہ اُس وقت قریب بلوغیت کے تھا) خریدی مگر زید کل جائداد کی آمدنی جو اپنے نام اور بکر کے نام اور بیٹے متوفی کے نام اور اپنی بی بی کے نام تھی از خود وصول کرتا تھا اور اپنے تحت اور اختیار میں رکھتا تھا کسی کو اس میں مداخلت نہ تھی اور زید کی زندگی میں بکر کو جو کہ اس وقت بالغ تھا یہ اختیار نہ تھا کہ جائداد یا جائداد کی آمدنی سے کچھ کسی طرف روٹی کپڑے سے جیسا کہ دنیا میں باپ بیٹوں کو کھلاتے ہیں کھائے اور پہنے گو زید نے بکر کی شادی بھی کر دی تھی مگر اس حالت میں بھی بکر کو آمدنی جائداد سے کچھ سروکار نہ تھا جو جائداد بکر کے نام سے خریدی تھی اس کے نالشات کی پیروی میں بکر ہمراہ زید کے جایا کرتا تھا کہ بکر کے نام سے ہوتی تھی چنانچہ زید کی زندگی میں حالت مذکورہ بالا رہی، جب زید نے وفات پائی تو اس وقت یہ کل جائداد اور اسباب اور نقدی بکر اور والدہ بکر کے پاس رہی اور بکر تحصیل آمدنی کرنے لگا، جب والدہ بکر نے بھی انتقال کیا تو سب جائداد و جنس و نقد بکر کے ہاتھ آئی اس وقت سے آج تک بکر قابض و متصرف ہے، بکر نے اب کل جائداد کی آمدنی کی توفیر اور اس روپیہ سے جو کہ زید چھوڑ کر مرا اور جائداد اپنے نام اور اپنے دو بیٹوں کے نام خریدی، اب اگر تقسیم جائداد کی ہو اور مہنیں اپنا حصہ طلب کریں تو از روئے شرع شریعت آیا کل جائداد میں سے جو کہ بکر کے نام پہلے تھی اور اب بکر نے زید کے روپیہ اور کل جائداد کی آمدنی کی توفیر سے اپنے نام اور اپنے دو بیٹوں کے نام سے خریدی تھی حصہ مل سکتا ہے یا صرف اُس

جامد اد میں سے جو کہ زید کے نام اور زید کی بی بی کے نام اور عمرو متوفی کے نام تھی مل سکتا ہے ،
لہذا التماس ہے کہ فتویٰ بموجب حکم خدا اور رسول دیا جائے تاکہ اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب ، وہ جامد اد کہ زید نے نابالغ بیٹے بکر کے نام بدفعات اپنے
روپیہ سے خریدی خاص ملک بکر کی ہے جس میں دیگر وارثان زید کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ عقود الدریہ فی
تنقیح الحامدیہ میں ہے :

ذخیرہ اور تجنیس میں ہے ، عورت نے اپنے نابالغ
بیٹے کے لئے کوئی زمین اپنے مال سے خریدی
تو یہ خریداری ماں کی اپنی ہوگی کیونکہ وہ نابالغ بیٹے
کے لئے خریداری کی مالک نہیں ، تو یہ زمین بیٹے
کی ہوگی کیونکہ ماں نے اسے ہبہ کیا ہے عقود الدریہ
کی عبارت ختم ہوئی ، اقول (میں کہتا ہوں)
تو باپ کی ایسی خریداری ابتداء سے بیٹے کے لئے
ہوگی اور زمین بیٹے کی ہی ہوگی کیونکہ باپ کو
نابالغ بیٹے کے لئے خریداری کا اختیار ہے اور

فی الذخیرۃ والتجنیس امرأة اشتوت
ضیعة لولدها الصغیر من مالها
وقع الشراء للام لانها لا تملك الشراء
للولد وتكون الضیعة للولد لان الام تصیر
واہبۃ لہ ما فی العقود اقول فشرء
الاب باسم الولد يقع رأساً للولد
لان الاب یملک ذلک فالولد ملک العقار
ابتداءً والاب متبرع یاء الثمن حیث
لم یظهر قصد الرجوع۔

باپ رقم کی ادائیگی میں بیٹے کے حق میں متبرع ہوگا کیونکہ اس نے رجوع کا اظہار نہیں کیا (ت)
اور جامد اد کا تاحیات زید قبضہ بکر میں نہ آنا کچھ مضر نہیں کہ اول تو زید کی ملک بر بنائے ہبہ نہیں
بلکہ بر بنائے خرید پر ہے کما علمت انفا (جیسا کہ تُو نے ابھی جانا۔ ت) اور ملک بذریعہ
شراء قبضہ پر موقوف نہیں اور بالفرض ہبہ ہی ٹھہرائے تو قبضہ پدر بعینہ قبضہ پسر نابالغ ہے۔ مجمع الانہر
میں ہے :

نابالغ بچے کے لئے باپ کا ہبہ صرف عقد
سے ہی تام ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ہبہ باپ کے
قبضہ میں بیٹے کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہے

ہبۃ الاب لطفہ تتم بالعقد
لانہ فی قبضۃ الاب
فینوب عن قبضۃ الصغیر

لانہ ولیہ۔

کیونکہ یہ اس کا ولی ہے۔ (ت)

اور آمدنی جائداد سے بکر کو سروکار نہ ہونا بھی ملک بکر کے منافی نہیں کہ نابالغ کی خود اپنی جائداد خاص غیر عطائے پدر ہوتی تو اس پر اور اس کی آمدنی پر بھی باپ ہی کا تصرف و اختیار ہوتا نابالغ کو اس سے بھی کچھ سروکار نہ ہوتا اور بعد بلوغ بھی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو جائدادیں لوگ اپنے بیٹوں کو لکھ دیتے اور تکمیلِ ہبہ کے لئے بھی قبضہ کر دیتے بلکہ درپردہ بیع صحیح شرعی و ہبہ ثمن تملیک بلا عوض کی تکمیل کرتے ہیں ان پر بھی تاحیات آباء ان مالکان واقعی کا کچھ اختیار اور باپ کی دست نگری کے ساتھ روٹی کپڑے کے سوا کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا اور اتفاقاً جو حیات پدر میں اپنا مستقل اختیار رکھنا چاہتا ہے بدوضع و آوارہ ناسعادتمند گنا جاتا ہے، نظیر اس کی اس کا عکس ہے کہ جب بیٹے لائق و ہوشیار و قابل کار ہوتے اور باپ اپنا فارغ البال رہنا چاہتے ہیں تمام املاک پدر قبضہ و تصرف ابناء میں رہتے ہیں، مالکوں کو روٹی کپڑے کے سوا کچھ تعلق نہیں ہوتا جبکہ اس سے بیٹوں کا مالک ہونا لازم نہیں آتا اس سے باپ کا مالک ہونا ہی سمجھا جائے گا بلکہ بدرجہ اولیٰ کہ بیٹوں کا قبضہ نہ ہونا تو کراہت قلبی سے بھی ہو سکتا ہے کہ دل میں قبضہ پدر سے راضی نہ ہوں مگر لحاظ کے باعث مانع نہیں آتے خصوصاً نابالغ کہ اس کی رضا بھی کوئی شے نہیں بخلاف آباء کہ ان کی املاک پر تصرفات ابناء ان کی رضا ہی سے ہوتے ہیں باوجود اس کے یہ قبضہ و اختیار و تصرف و اقتدار دلیل ملک نہیں ہوتا،

جیسا کہ فتاویٰ خیرہ میں ہے، اور قنیہ میں ”فع“
یعنی فتاویٰ العصر امام علی سندی عن لعنی
امام عمر النسفی، باپ نے بیٹوں سے کہا کہ فلاں
علاقہ میں واقع میری زمین کو آپس میں تقسیم کر لو،
انہوں نے ایسا کیا تو بیٹوں کی ملکیت ثابت
نہ ہوگی۔ ”ظلم“ یعنی امام ظہیر الدین المرغینانی،
اس کی مثل ”بخ“ یعنی امام بکر خواہر زادہ،
ایک شخص نے اپنے بیٹے سے کہا اس زمین
میں تصرف کر لو، تو بیٹے نے تصرف شروع

کما فی الخیریۃ و فی القنیۃ فع (ای
فتاویٰ العصر للامام علی السندی)
عن (ای الامام عمر النسفی)
امر اولادہ ان یقسوا امرضہ
التی فی ناحیۃ کذا بینہم
ففعوا لایثبت الملك لهم ظم (ای
الامام ظہیر الدین المرغینانی) مثله بخ (ای
الامام بکر خواہر زادہ) قال لولده تصرف
هذه الامرض فاخذ بتصرفها

لا تصیر ملکاً لہ

کہ دیا اس سے بیٹے کی ملکیت نہ بنے گی (ت)
یوہیں زید کا جائدادِ عمر و سپردوم کی نسبت اس کی مرگ کے بعد یہ ظاہر کرنا کہ جائداد میری ہے
میرے روپیہ سے خریدی گئی، عمر و کا نام فرضی تھا کچھ مفرت نہیں کرتا کہ اول تو یہ صرف اس کا زبانی دعویٰ تھا
بلکہ عمر و شرعاً ثابت ہوئی صرف اس کے اسم فرضی بتانے سے کیونکہ زائل ہو سکتی تھی، نہ اس کے روپیہ
سے خریدنا اس کے ملک پر دلیل تھا جبکہ صراحتاً اس نے سپرنا بالغ کے نام خریدی۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:
لا یلزم من الشراء من مال الاب ان
یکون المبیع للاب

اور بالفرض ہو بھی تو اس سے بکر کا نام بھی فرضی ہونا لازم نہیں، تو بلا وجہ دلیل شرعی سے کیونکہ
عدول ہو سکتا ہے، پس لاجرم یہ جائدادیں کہ زید نے بکر کے نام خریدیں ہرگز محلِ توریت نہیں۔ اسی
طرح وہ بھی جو بکر نے اپنے یا اپنے نابالغ بیٹوں کے نام مول لیں اگرچہ قیمت زرمشترک سے ادا کی ہو،
فان الشراء متی وجد نفاذاً علی عاقد
نقد کما فی الهدایة والدر المختار
وغیرہما من الاسفار۔
کیونکہ خریداری جب خریدار پر نافذ ہو تو وہ نافذ
ہی قرار پائے گی جیسا کہ ہدایہ، درمختار
وغیرہما کتب میں ہے (ت)

خیرہ میں ہے:

لا تثبت الدار للاب بقول الابن اشتريتها
من مال ابی
بیٹے کے یہ کہنے سے کہ میں نے یہ گھر باپ کے
مال سے خریدا ہے، باپ کی ملکیت ثابت
نہ ہوگی۔ (ت)

غایت یہ کہ اگر ثابت ہو جائے کہ زرمشترک سے دیا گیا تو باقی ورثہ کا اس قدر روپیہ
بقدر اپنے اپنے حصص کے بکر پر قرض رہے گا جس کے مطالبہ کے وہ مستحق ہیں نہ کہ جائداد کا کوئی پارہ
ان کی ملک ٹھہرے۔ ردالمحتار میں ہے:

۲۱۴	ص	کلیتہ بھارت	کتاب البیوع	کتاب البیوع	۲۱۹/۱
۲۱۹	/	دار المعرفۃ بیروت	کتاب البیوع	کتاب البیوع	۱۰۹/۲
۱۰۹	/	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب البیوع	کتاب البیوع	۲۱۹/۱
۲۱۹	/	دار المعرفۃ بیروت	کتاب البیوع	کتاب البیوع	

ان میں سے جو بھی اپنی ذات کے لئے خریدے گا وہ اسی کی ہوگی، اور اس کے شرکاء حضرات اتنے ثمن کا اس کو ضامن بنائیں بشرطیکہ اس نے مشترک مال سے ادائیگی کی ہو۔ (ت)

ما اشتراء احدہم لنفسہ یكون له
ویضمن حصّة شرکائہ من ثمنہ اذا
دفعہ من المال المشترك لہ

پس ثابت ہوا کہ زید نے جو نقد روپیہ چھوڑا یا زید و عمرو و زوجہ زید کے نام جو جائیدادیں تھیں پس وہی متروکہ زید و زوجہ زید ہیں باقی جائیدادیں کہ زید نے بکر کے نام یا بکر نے خود اپنے یا اپنے بیٹوں کے نام خریدیں بلکہ بکر و پسران بکر ہیں جن میں باقی ورثہ زید کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶ صفر ۱۳۰۸ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منجملہ جائیداد موروثی اور خود خرید مقبوضہ مملوکہ اپنے کے بنظر حق تلفی دیگر ورثاء شرعی کے نصف جائیداد بطریق ساز اور مصلحت وقت اپنی زوجہ مدخولہ نو مسلم شیعہ کے نام تاحین حیات اس کے ہبہ کر دی اور اختیار انتقال اور قبضہ جائیداد موہوبہ پر موہوب الیہا کو نہ دیا اور تحصیل و تشخیص و مصارف ضروری و غیر ضروری اپنے اختیار میں رکھی اور یہ شرط ہبہ نامہ میں لکھی کہ بالعوض حق الخدمت یہ جائیداد ہبہ کی جاتی ہے تاحین حیات اپنے موہوب الیہا مالک اس جائیداد کی گردانی جائے اس کے بعد دختر متوفیہ کی اولاد کہ موجب الارث ہے مالک ہوگی اور وہ شیعہ مذہب ہے، بعد تملیک ہبہ نامہ کے زید نے ایک جز موہوبہ کا بیع کر ڈالا اور بقیہ موہوبہ کو بشمول جز منجملہ نصف جائیداد غیر موہوبہ کے اپنی اور زوجہ مدخولہ کی طرف سے اس نو مسلم شیعہ موجب الارث کے نام بلا کسی استحقاق ہبہ مکرر کیا اور تاحین حیات اپنے خود قابض و متصرف رہا اور مرگیا، ایسی صورت میں یہ ہبہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ دونوں ہبہ محض باطل و بے اثر ہیں اور جائیداد میں اس عورت خواہ نواسے کا کوئی استحقاق بذریعہ ہبہ نہیں بلکہ تمام و کمال وہ جائیداد خاص متروکہ زید قرار پا کر بحکم فرائض اس کے وارثوں پر تقسیم کی جائے گی یہاں بطلان ہبہ کے لئے اگر اور کوئی وجہ نہ ہو تو اسی قدر بس ہے کہ حیات و اہب میں قبضہ نہ ملا۔ عالمگیر یہ میں ہے :

لا یثبت الملك للموهوب له قبل القبض
قبضہ سے قبل موهوب لہ کی ملکیت ثابت نہ ہوگی (ت)
درمختار میں ہے ،

المیم موت احد المتعاقدين بعد
”م“ فریقین میں سے کسی ایک کی سونپ دینے
التسلیم فلو قبله بطل فی واللہ تعالیٰ
کے بعد موت اور سونپنے سے پہلے موت ہو تو
اعلم۔
ہبہ باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مشکلہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ! بعد تسلیم نیاز کے گزارش ہے اگر زید نے عمرو کو کوئی چیز ہبہ بلا عوض کی اور
اس کو دس بارہ برس کا عرصہ بھی گزر گیا کہ وہ جب سے قابض و دخل ہے تو زید اس کو واپس کر سکتا ہے
یا نہیں؟ فقط راقم خاکسار عزیر اللہ

الجواب

اگر وہ شخص اس کا ذی رحم محرم نہیں یعنی نسب کے رُو سے ان میں باہم وہ رشتہ نہیں جو
ہمیشہ ہمیشہ حرمت نکاح کا موجب ہوتا ہے جیسے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، ماموں،
خالہ، پھوپھی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی، بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی،
نہ یہ واہب و موهوب لہ وقت ہبہ باہم زوج و زوجہ تھے، نہ موهوب لہ وقت ہبہ فقیر تھا، نہ اب تک
موهوب لہ اس ہبہ کے عوض میں کوئی چیز یہ جتا کہ واہب کو دے چکا ہے کہ یہ تیرے ہبہ کا معاوضہ ہے،
نہ اس عین شئی موهوب میں کوئی ایسی زیادت موهوب لہ کے پاس حاصل ہوئی اور اب تک باقی ہے
جس سے قیمت بڑھ جائے جیسے زمین میں عمارت یا پیڑیا کپڑے میں رنگ یا جاندار میں فرہی یا کینز میں حسن
یا اسے کوئی صنعت یا علم آجانا تو ان سب شرائط کے ساتھ جب تک وہ شے موهوب اس موهوب لہ
کی ملک میں باقی و قائم اور واہب و موهوب لہ دونوں زندہ ہیں اگرچہ ہبہ کو سو برس گزر چکے ہوں واپس لینے
کا اختیار ہے بایں معنی کہ یا تو موهوب لہ خود واپسی پر راضی ہو جائے یا یہ حکم حاکم شرع واپس کرالے ورنہ
آپ جبراً لے لینے یا کسی غیر حاکم شرع کے حکم سے واپس کرانے کا اصلاً اختیار نہیں یونہی اگر ان آٹھ
شرطوں سے کوئی بھی کم ہے تو واپسی کا مطلقاً اختیار نہ ہوگا، پھر یہاں اختیار کا صرف اتنا حاصل کہ واپسی صحیح

۱۶۱/۲ نوری کتب خانہ پشاور
۳۷۳/۲ نوری کتب خانہ پشاور
۱۶۱/۲ مطبع مجتہبی دہلی
۳۷۳/۲ کتاب الہبۃ الباب الاول
۱۶۱/۲ باب الرجوع فی الہبۃ

ہو جائے گی لیکن گناہ ہر طرح ہو گا کہ دے کر پھرنا شرعاً منع ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی مثال ایسی فرمائی جیسے کتے کر کے چاٹ لیتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ والمسائل کلہا مبسوطة فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (اللہ تعالیٰ کی پناہ، اور یہ تمام مسائل در مختار وغیرہ کتب میں بسط سے مذکور ہیں۔ ت) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العائد فی ہبتہ كالقلب یعود فی قیئہ
لیس لنا مثل السوء، روایہ عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ہبہ دے کر رجوع کر نیوالا اپنی قے میں عود کرنے
والے کتے کی طرح ہے، بُری مثال ہمارے شیایانِ شان
نہیں۔ دونوں نے اسے ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

سُنن اربعہ میں ہے حضور اقدس سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل الذی یعطی العطیۃ ثم یرجع
فیہا کمثل الکل حتی اذا شبع قاء
ثم عاد فی قیئہ۔ رواہ عن ابن عمر و
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و صححہ
الترمذی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس شخص کی مثال جو عطیہ دے کر پھر اس میں
رجوع کرتا ہے اُس کتے کی طرح ہے جو سیر ہو کر
کھاتا ہے پھر سیر ہو جانے پر قے کرتا ہے اور
اپنی قے میں رجوع کرتا ہے یعنی چاٹتا ہے۔ انھوں
نے اس کو ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا اور ترمذی نے اسکی تصحیح کی ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

- ۱ جامع ترمذی ابواب البیوع باب ما جاز فی کراہیۃ الرجوع من الہبۃ امین کمپنی دہلی ۱۵۵/۱
صحیح البخاری کتاب الہبۃ ۳۵۷/۱ و کتاب الحیل ۱۰۳۲/۲ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الہبات باب تحریم الرجوع فی الصدقۃ بعد القبض الخ " " " ۳۶/۲
۲ سُنن ابی داؤد کتاب البیوع باب الرجوع فی الہبۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۴۳/۲
سُنن النسائی کتاب الہبۃ نوز محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۶/۲
سُنن ابن ماجہ ابواب الہبات باب الرجوع فی الہبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۲
جامع الترمذی ابواب الولاء والہبۃ باب ما جاز فی کراہیۃ الرجوع فی الہبۃ امین کمپنی دہلی ۳۵/۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ایک بھائی حقیقی اور تین حقیقی بھتیجوں کو ایک مکان ہبہ بلا عوض کیا اور بیعتاً مد جسٹری کر کے ان کے حوالے کیا جس کو عرصہ دس بارہ برس کا گزریا کہ یوم ہبہ سے وہ ہر طرح اب تک اس پر قابض اور خیل ہیں اور مرمت اور شکست و ریخت وغیرہ سب انھیں کے اختیار اور ہاتھ سے ہوتے رہے اور اس درمیان تین بھتیجوں میں سے دو نے قضا کی ان کی جگہ ان کی اولاد خورد سال اور ان کی بیویاں قائم اور قابض ہوئیں، اب زید ہبہ کو فسخ کیا چاہتا ہے تو اب اس کو واپس لینے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ بیٹنوا۔

الجواب

اگر زید نے وہ مکان تقسیم کر کے ہر موہوب لہ کو ایک محدود و معین و ممتاز ٹکڑے پر حبا جدا قبضہ کاملہ کرادیا تھا یا وہ مکان کوئی چھوٹی سی دکان یا کوٹھری تھا کہ قابلیت تقسیم نہ رکھتا تھا یا چاروں موہوب لہم وقت ہبہ فقیر تھے (اور فقر کے معنی بالغوں کے لئے یہ ہیں کہ مال بقدر نصاب کے خود مالک نہ ہوں اگرچہ ان کے والدین غنی یعنی مالک نصاب ہوں اور نابالغ کے فقر میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کا غنی باپ زندہ موجود نہ ہو اگر ماں غنیہ ہو کہ بچہ اپنے باپ کی زندگی میں اس کے غنا سے غنی قرار پاتا ہے یہاں تک کہ اسے زکوٰۃ و صدقہ واجبہ دینا روا نہیں اور ماں کے غنا سے غنی نہیں ٹھہرتا) ان صورتوں میں وہ ہبہ قطعاً صحیح و تام و نافذ و لازم ہو گیا جس میں رجوع کا زید کو ہرگز اختیار نہیں کہ موہوب لہم فقیر ہیں تو ہبہ صدقہ ہے اور صدقہ میں رجوع نہیں، ورنہ وہ سب و اہب کے ذی رحم محرم ہیں اور ایسی قرابت میں ہبہ سے رجوع ناجائز، خصوصاً بھتیجوں کے حصہ میں تو رجوع سے ایک اور مانع بھی پیش آیا یعنی موہوب لہم کامر جانا کہ جواز رجوع کے لئے زندگی عاقدین بھی شرط ہے،

در مختار میں ہے کامل قبضہ سے ہبہ تام ہوتا ہے اس میں جو تقسیم ہو کہ محفوظ چیز اور ایسی غیر منقسم چیز جو تقسیم ہو کہ محفوظ اور قابل انتفاع نہ رہے، جیسے چھوٹا کمرہ اور چھوٹا حمام، کیونکہ قابل تقسیم چیز میں قبضہ تام نہیں ہوتا اس لئے کہ کامل قبضہ مقصور نہیں ہو سکتا، ہاں اگر قابل تقسیم کو تقسیم کر کے سوپنا تو صحیح ہے کیونکہ مانع زائل ہو گیا،

فی الدر المختار تتم الہبۃ بالقبض
الکامل فی محوز مقسوم و مشاع
لا یبقی منتفعابہ بعد ان یقسم
کبیت و حمام صغیرین لانہا لاتتم
بالقبض فیما یقسم لعدم تصور
القبض الکامل فان قسمہ وسلمہ
صح لزوال المانع و ہب

اثنان داراً لو احد صحم وبعكسه لاشيوع
 فيما يحتمل القسمة واذا تصدق بعشرة
 دس اهم او وهبها للفقيرين صح لان
 الهبة للفقير صدقة والصدقة يراد بها
 وجه الله تعالى وهو واحد فلا شيوع ،
 ويمنع الرجوع فيها موت احد المتعاقدين
 بعد التسليم والقراية فلو وهب لذي
 سرحم محرم منه نسباً لا يرجع له ملتقطاً
 وفي رد المحتار عن التنازل خانية عن المضمرات
 لو قال وهبت منكما هذه الدار والموهوب
 لهما فقيران صححت الهبة بالاجماع اهـ^٢
 وفي مختصر القدوري لا يصح الرجوع في
 الصدقة بعد القبض اهـ^٣

دو حضرات نے ایک مکان ایک شخص کو ہبہ کیا تو
 صحیح ہے، اگر عکس ہو یعنی ایک نے دو کو ہبہ کیا تو
 صحیح نہیں کیونکہ قابل تقسیم غیر منقسم ہوا، اور اگر
 دس درہم صدقہ کئے یا دو فقروں کو ہبہ کئے صحیح ہے
 کیونکہ فقیر کو ہبہ بھی صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ
 اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے اور وہ ایک ہی ذات
 ہے، تو غیر منقسم ہونا نہ پایا گیا، اور فریقین سے
 ایک کا سونپ دینے کے بعد فوت ہو جانا اور قرابت
 رجوع کے لئے مانع ہے تو اگر اپنے کسی نسبی ذی محرم
 کو ہبہ کیا تو رجوع نہ کرے گا اھ ملتقطاً۔ اور رد المحتار
 میں تانا رخانہ سے مضمرات کے حوالہ سے منقول ہے
 اگر کہا کہ میں تم دونوں کو یہ مکان ہبہ کرتا ہوں حالانکہ
 موهوب لہ دونوں فقیر ہیں تو ہبہ صحیح ہے بالاجماع اھ

اور مختصر القدوری میں ہے قبضہ کے بعد صدقہ میں رجوع صحیح نہیں اھ۔ (ت)

اور اگر وہ مکان بڑا یعنی قابل تقسیم تھا اور زید نے مشاعاً چاروں کو ہبہ کیا اور تقسیم کر کے خاص
 معین حصوں پر جدا جدا قبض نہ کر دیا اور موهوب لہم سب یا بعض اُس وقت غنی بمعنی مذکور تھے (یعنی
 اُن میں کوئی بذاتِ خود مالکِ نصاب تھا یا ان میں کسی نابالغ کا باپ مالکِ نصاب زندہ موجود تھا) تو
 رجوع و واپسی درکنار یہ ہبہ صحیح و معتد و ظاہر الروایۃ پر سرے سے مفید ملک واقع نہ ہوا مکان بدستور
 ملک زید پر باقی ہے جس میں موهوب لہم خواہ ان کے ورثہ کا کوئی حق نہیں اُن پر لازم ہے کہ سارا مکان
 زید کو واپس دیں اور زید قطعاً اختیار رکھتا ہے کہ جس وقت چاہے بے اُن کی رضا مندی کے بطور
 خود قبضہ کر لے جس سے نہ اُن کی قرابت منح کر سکے نہ بعض عاقدین کامر جانا کہ مکان اُن کی ملک میں

۱۶۳ تا ۱۵۹/۳	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الهبۃ	۱۵ در مختار
۵۱۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۵ رد المحتار
ص ۱۵۷	مطبع مجیدی کانپور	"	۱۵ مختصر القدوری

آیا ہی نہ تھا جو شرائط رجوع دیکھے جائیں بلکہ بعض علماء کہ ہبہ مشاع کو فاسد اور بعد قبضہ ناقصہ مفید ملک خبیث مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی اس کا رد واجب، اور واہب کو ہمیشہ اختیار رجوع رہتا ہے جس سے قرابت خواہ موت احد العاقدین وغیرہا کوئی مانع اصلاً منع نہیں کر سکتا، بہر حال اس صورت میں ان لوگوں کا قبضہ اگرچہ ساہا سال سے ہے محض ناجائز و بے اثر کہ تقادم مدت سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے،

لا تصح ہبہ المشاع الذی یحتمل القسمة کالدار والارض ولو صدق الوارث علی صدورہا من المورث ولا تفید الملك فی ظاہر الروایة قال الزیلعی ولو سلمہ شائعاً لا یملکہ حتی لا ینفذ تصرفہ فیہ فیکون مضموناً علیہ وینفذ فیہ تصرف الواہب ذکرہ الطحاوی و قاضی خات و روی عن ابن رستم مثله و ذکر عصام انہا تفید الملك و بہ اخذ بعض المشائخ انتہی، ومع افادتها للملك عند هذا البعض اجمع الكل علی ان للواهب استردادها من الموهوب له ولو كان ذارحاً محرم من الواهب، و كما یكون للواهب الرجوع فیہا یكون لو ارثہ بعد موته لكونہا مستحقۃ الرد و تضمن بعد الهلاك اھ ملخصاً۔

قابل تقسیم چیز کا مشاعی طور پر (غیر منقسم طور پر) ہبہ صحیح نہیں، جیسے مکان اور زمین اگرچہ مورث کے مرنے کے بعد اس کے وارث تصدیق بھی کر دیں کہ مورث نے یہ ہبہ کیا تھا، اور ظاہر الروایۃ میں یہ ہبہ مفید ملک نہیں ہے، امام زیلعی نے فرمایا اگر بطور شیوع ہبہ کیا تو موهوب لہ مالک نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا تو وہ مضمون بنے گا جبکہ واہب تصرف کرے تو نافذ ہوگا یہ طحاوی اور قاضیخان نے ذکر کیا ہے ابن رستم سے یہی منقول ہے جبکہ عصام نے ذکر کیا کہ مفید ملک ہوگا، اسی کو بعض نے لیا ہے اھ، ان بعض حضرات کے مفید ملک ہونے کے باوجود سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر واہب واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ موهوب لہ واہب کا ذی محرم ہو، اور جس طرح خود واہب رجوع کر سکتا ہے اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء بھی رجوع کا حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ قابل رد ہے اور ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان دیا جائے گا اھ ملخصاً۔

قستانی میں ہے :

جس طرح قرابت فاسد سببہ کو واپس لینے میں مانع نہیں اسی طرح دیگر امور بھی مانع نہیں اھ،
اقول (میں کہتا ہوں) تو جواب واضح ہو گیا کہ صدقہ کی صورت میں سب غنی ہوں یا بعض غنی اور بعض فقیروں پر جو صحیح ہے کیونکہ شیوع صدقہ میں موثر نہیں اسی لئے جب کل دو یا کئی فقیروں پر صدقہ کیا تو صحیح ہے کیونکہ صدقہ واحد احد جل جلالہ کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ درمختار سے گزرا، اور اگر اس کل کا بعض حصہ کسی غنی کو ہبہ کیا تو صحیح نہیں کیونکہ اب کل اللہ وحدہ کے لئے نہ ہوا تو صحیح معتمد مذہب کے مطابق مفید ملک ہونے سے مانع پایا گیا، آپ نے دیکھا تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار نے جو تصریح کی کہ صدقہ ہبہ کی طرح تبرع کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے تو مفید ملک نہ ہونے کی صورت میں غیر مقبوض اور قابل تقسیم مشاعی چیز کا ہبہ صحیح نہ ہوگا اھ، بکر میں فرمایا اگر اعتراض ہو کہ پہلے یہ گزرا کا قابل تقسیم غیر منقسم چیز کا صدقہ دو فقروں کو جائز ہے جو اس عبارت میں بیان کیا کہ دس دراہم دو فقروں کو جائز ہے تو میں جواب دیتا ہوں

وكما لا يمنع الرجوع في الهبة الفاسدة القرابة فلذا غيرها من الموانع اھ
اقول فقد ظهر الجواب اذا كانوا جميعا اغنياء وكذا اذا كان بعضهم غنيا والبعض فقيرا لان الشيوع انما لا يعمل في الصدقة اذا تصدق بالكل على فقيرين او فقرا، لكون المراد بالكل هو وجه الواحد الاحد الفرد جل جلاله كما مر عن الدر المختار اھ
 اما اذا كان بعضه هبة لغنى فلم يكن المراد بكله وجه تعالى فتحقق المعنى المانع عن افادة الملك على المذهب الصحيح الرجح المعتمد الا ترى الى ما صرح به في تنویر الابصار و شرحه الدر المختار من ان الصدقة كالهبة بجامع التبرع و لا تصح غير مقبوضة ولا في مشاع يقسم اھ
 قال في البحرفات قلت تقدم ان الصدقة لفقيرين جائزة فيما يحتل القسمة بقوله وصح تصدق عشرة لفقيرين قلت المراد ههنا

لجامع الرموز

لدرمختار

كتاب الهبة

مطبع مجتہبی دہلی

۱۶۱/۲

۱۶۶/۲

لدرمختار شرح تنویر الابصار .. فصل في مسائل متفرقة ..

کہ یہاں مشاع سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز کا بعض ایک کو دیا جائے، تو یہ مشاع قابل تقسیم ہے بخلاف جب دو فقیروں کو ہبہ کیا جائے تو شیوع نہ ہوگا، جیسا کہ گزرا ہے اہ تو ہماری زیر بحث صورت بعینہ یہی ہے

من المشاع ان يهب بعضه لواحد فقط
فح هو مشاع يحتل القسمة
بخلاف الفقيرين فانه لا شيوع كما تقدم اھ
فما نحن فيه عين تلك الصورة المصحح

عہ پھر میں نے بحمد اللہ تعالیٰ بعینہ یہ جزئیہ العقود الدریۃ میں دیکھا، جہاں انہوں نے فرمایا، اس کی صحت دو فقیروں کی صورت میں ان کی تصریح کے مطابق یہ ہے کہ صدقہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہے اور وہ ذات واحد احد ہے تو شیوع نہ ہوا، ورنہ تو خود فقہائے متون میں تصریح فرمائی ہے کہ صدقہ ہبہ کی طرح قابل تقسیم شیوع میں صحیح نہیں کہ ایک چیز کا بعض حصہ ایک کو صدقہ کر کے الحاصل اگر ایک مکان جو قابل تقسیم ہے دو غنی حضرات کو ہبہ کیا تو شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اس میں صاحبین کا خلاف ہے، جبکہ یہ مکان دو فقیروں کو صدقہ کیا تو بالاجماع جائز ہے جیسا کہ گزرا ہے اور اگر اس مکان کا بعض غیر منقسم حصہ ایک فقیر کو صدقہ دیا اور بعض حصہ دوسرے ایک کو ہبہ کیا تو صحیح نہ ہوگا کیونکہ شیوع پایا گیا (بولاق مصر کے مطبوعہ ۱۲۷۳ھ کے نسخے میں "و تصدق" ہے، تصدق سے قبل واو ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

عہ ثم رأیت بحمد اللہ تعالیٰ نفس الجزئیة
فی العقود الدریة حیث قال وجدہ صحتہا
اذا كانت لفقیرین ما صرحوا بہ من ان
الصدقۃ یراد بہا وجه اللہ تعالیٰ وهو واحد
فلا شیوع والا فقد صرحوا فی المتون ایضا
بان الصدقۃ کالہبۃ لا تصح فی مشاع
یقسم ای بان یتصدق ببعضہ علی واحد
والحاصل انہ لو وہب داسرۃ مثلاً التی
تحتل القسمة من غنیین لا یصح للشیوع
خلافہما ولو تصدق بہا علی فقیرین
یصح اتفاقاً لمامر ولو وہب نصفہا لواحد
وتصدق بہ علی فقیر واحد لم یصح
لتحقق الشیوع اھ ہذا ہو بالواو فی و
تصدق فی النسخة المطبوعۃ ببولاق مصر
س ۲۷۳ من الهجرة المطهرة - واللہ
تعالیٰ اعلم۔

لہ بحر الرائق کتاب الہبۃ فصل بمنزلة مسائل شتی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۹۷/۷
لہ العقود الدریۃ کتاب الہبۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۹۷/۲

جس کے بطلان کی تصریح ہے یعنی ایک چیز کے بعض کو صدقہ کرنا اور بعض کو اپنی ذاتی ملک میں رکھنا کیونکہ اختیار کے حصے کا ہیہ جب شیوع کی وجہ سے مفید ملک نہ ہو تو وہ حصہ واہب کی اپنی ملک میں رہا تو یہ صرف بعض کا صدقہ اور بعض کا اپنی ملک میں باقی رکھنا ہوا تو صحیح نہ ہوگا، یعنی فقیر کی ملکیت کے لئے بھی مفید نہ ہوا تو واضح ہو گیا کہ مذکورہ صورت میں صدقہ میں رجوع نہ بنا حتیٰ کہ بعد قبضہ بھی ناجائز ہے اور رجوع تب ہوتا کہ فقیر کی ملکیت پہلے ثابت ہوتی جبکہ یہاں فقیر کی ملکیت ثابت نہ ہوتی، تو ملک نہیں ہوتی تو رجوع بھی نہ ہوا تو ممنوع صورت نہ ہوتی، جب توفیق ساتھ دے تو تحقیق یوں چاہئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ و اتم واحکم۔ (ت)

بطلانها اعنى التصديق بالبعض و ابقاء البعض على ملك نفسه فان الهبة في حصة الاغنياء لما لم تفد شيئاً للشيوع بقيت تلك الحصة على ملك الواهب فلم يكن الا تصدقاً بالبعض و ابقاءً للبعض الباقي فلم يصح اى لو يفد ملكاً للفقير ايضا و به تبين ان ليس هذا رجوعاً في الصدقة حتى لا تجوز بعد القبض فان الرجوع انما هو بعد ثبوت الملك للفقير و ههنا لا ملك فلا رجوع فلا منع هكذا ينبغي التحقيق اذا ساعد التوفيق - والله سبحانه تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۵۳ ۲۵ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان خرید کر اپنی دختر ہندہ عاقلہ بالغہ کو ہیہ کامل مع قبضہ کر دیا، زید خود دوسرے مکان میں رہتا تھا اس مکان موہوب میں ہندہ بعد ہیہ سالہا سال سے رہا کی اور رہتی ہے مگر زید نے اس ہیہ کی کوئی دستاویز نہ لکھی، ہاں کل عزیزاؤں اور چند ورثاء اور تمام اہل محلہ اس ہیہ سے آگاہ ہیں اور گواہی دینے کو موجود ہیں اس صورت میں وہ ہیہ تمام و کامل ہو گیا یا نہیں اور مکان ہندہ دختر زید ہے یا ملک زید قرار پا کر اس کے ترکہ میں تقسیم ہوگا۔ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ مکان خالص ملک ہندہ دختر زید ہے جس میں زید کا اصلاً کوئی استحقاق نہیں، نہ وہ زید کا ترکہ قرار پاسکے کہ شریعت مطہرہ میں ہیہ وغیرہ تمام عقود صرف زبان سے ہیں تحریر کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کے بغیر کسی عقد کو نا تمام وغیرہ مکمل تصور کما جائے۔

فتاویٰ خیریہ لنفع البریہ میں ہے :

لیکن شرط لگانا کہ اشٹام لکھا جائے اور رجسٹرڈ
میں درج کیا تو شرعاً یہ ضروری نہیں، اور شرعی وضع
کے خلاف ہے کیونکہ اکیلا لفظ ہی اس کی صحت
کے لئے کافی ہے اور زیادہ کی ضرورت
نہیں ہے ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اما اشتراط كونه يكتب في حجة و يقيد
في سجلات فليس بلائمه شرعا و مخالف
للموضوع الشرعي فان اللفظ بالفرادة
كاف في صحة ذلك شرعا و الزيادة لا يحتاج
اليها ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴ شعبان ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے ایک اراضی اپنے
بیٹے کے نام خریدی، بعد ایک مدت کے وہ زمین ایک طبیب کو ہبہ کی پس زید اصل مالک زمین نے کہ
عاقل بالغ تھا اس فعل کو جائز رکھا اور کہا کہ مجھے منظور ہے چنانچہ وہ طبیب ایک مدت تک برضائے
واہب و مالک اس زمین پر قابض و دخل رہا، اب بعد انتقال زید و پس زید نبیرہ زید اس زمین کو
واپس لینا چاہتا ہے، آیا وہ اسے واپس لے سکتا ہے؟ اور اس واپس لینے کا اسے شرعاً اختیار
ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگرچہ زید کا ہبہ ہبہ فضولی تھا مگر جب اصل مالک نے اس کی اجازت دی
اور موہوب نے برضائے مالک قبضہ پایا تو وہ زمین اس طبیب کی ملک تام ہوگئی اب کہ مالک نے
انتقال کیا اصلاً حق رجوع کسی کو نہ رہا نبیرہ زید کا ارادہ واپسی محض مہمل ہے اسے خواہ کسی کو اس زمین
کو واپس لینے کا اصلاً اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے :

رجوع سے موانع کو یہ حروف جامع ہیں، دمع نزقہ،
اور "م" سے مراد عاقدین میں سے ایک کی
موت ہے ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

باب موانع الرجوع یجمعها حروف دمع
خزقہ والمیم موت احد المتعاقدين
ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد انتقال مورث اعلیٰ کے ترکہ مشترکہ سے جزء و عمر کو زبانی دیا یا بخشا یا کل حصہ خالد اور ولید کو بذریعہ تحریر ہبہ کیا اور جزء و یا کل غیر منقسم قبضہ دیا، بعد اس کے دیگر شرکار اور زید میں بابت ترکہ مشترکہ غیر منقسم مورث اعلیٰ کے نزاع ہو کر تقسیم جائداد ہوئی، زید مذکور نے از روئے تقسیم اپنا وہ حصہ کہ جس کا جزء و یا کل ہبہ کر چکا تھا پایا اس گل کو بیع کر دیا صورت مذکورہ بالا میں دہندگی اور بخشندگی اور ہبہ زبانی و تحریری جائزہ اور قابل نفاذ ہے یا نہیں؟ بیان کرو تم اجر پاؤ تم۔

الجواب

شے مشترکہ صالح تقسیم کا ہبہ قبل تقسیم ہرگز صحیح نہیں اور اگر یونہی مشاعاً یعنی بے تقسیم موہوب لہ کو قبضہ بھی دے دیا جائے تاہم وہ شے بدستور ملک و اہب پر رہتی ہے موہوب لہ کا اصلاً کوئی استحقاق اُس میں ثابت نہیں ہوتا، نہ وہ ہرگز بذریعہ ہبہ اس کا مالک ہو سکے جب تک و اہب تقسیم کر کے خاص جزء موہوب معین محدود ممتاز جداگانہ پر قبضہ کاملہ نہ دے، یہاں تک کہ ایسے قبضہ ناقصہ کے بعد بھی اگر موہوب لہ اُس شے میں بیع وغیرہ کوئی تصرف کرے محض باطل و ناقابل نفاذ ہے اور و اہب کے سب تصرفات جیسے قبل ہبہ نافذ تھے اب بھی بدستور تام و نافذ ہیں، یہی حق و صحیح و معتد ہے اور اسی پر تعویل و اعتماد لازم۔ پھر یہ شیوع چاہے یوں ہو کہ سرے سے خود و اہب کی جائداد میں ایک حصہ غیر منقسم کا مالک ہے یہی حصہ کل یا بعض قبل تقسیم ہبہ کیا یا یہ تو اس کل چیز کا مالک تھا مگر ہبہ اس میں سے ایک جزء و غیر منقسم کا کیا یا ہبہ بھی کل کا کیا مگر دو شخصوں کو دیا اور ہر موہوب لہ کا حصہ جدا ممتاز کر کے قبضہ نہ دلایا، تینوں صورتوں کا وہی حکم ہے کہ ہبہ محض ناقصہ اور ایسے قبضہ کے بعد بھی موہوب لہ کو اصلاً ملک حاصل نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

تم الہبۃ بالقبض فی محوز مقسوم و مشاع
لا یقسم لا فیما یقسم و لو لشریکہ
فان قسمہ و سلمہ صح و
لو سلمہ شائعاً لا یملکہ فلا
ینفذ تصرفہ فیہ اھ ملتقطاً۔

مقسوم محفوظ اور ناقابل تقسیم مشاعی چیز کا ہبہ قبضہ سے تام ہوتا ہے جبکہ مشاع قابل تقسیم ہو تو اگرچہ شریک کو ہی ہبہ کیا وہ صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر تقسیم کر دیا اور قبضہ دے دیا تو صحیح ہوگا، اور مشاع کو ہی سوئپ دیا تو موہوب لہ

مالک نہ ہوگا لہذا اس کا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

اسی میں ہے،

وہب اثنان دار الواحد صح و بعكسہ
رواہ

فتاویٰ خیریہ میں ہے،

قال فی مشتمل الاحکام فعلا عن تتمۃ
الفتاویٰ ان هبة المشاع باطله و هو
الصحيح

ردالمحتار میں ہے،

ولو سلمه شائعاً قال فی الفتاویٰ الخیریة
لا تفید الملك فی ظاهر الروایة قال
الزیلعی ولو سلمه شائعاً لا یملکہ حتی
لا ینفذ تصرفه فیہ فیکون مضموناً علیہ
وینفذ فیہ تصرف الواهب ذکره
الطحاوی وقاضیخان وروی عن ابن رستم
مثله وافق به فی الحامدیة
والتاجیة و به جزم فی الجوهرة
والبحر ونقل عن البتغی انه لو
باعه الموهوب له یصح و فی
نور العین عن الوجیة الهبة
الفاسدة مضمونة بالقبض و لا
یثبت الملك فیها الا عند اداء
العوض، نص علیہ محمد فی المبسوط

اگر دو حضرات نے ایک مکان ایک ہی شخص کو ہبہ کیا
صحیح ہے، اگر عکس کیا تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

مشتمل الاحکام میں تتمۃ الفتاویٰ سے منقول ہے
کہ مشاع چیز کا ہبہ باطل ہے، یہی صحیح
ہے۔ (ت)

اگر مشاع کا قبضہ دیا خیرہ میں فرمایا کہ وہ ظاہر الروایة
میں مفید ملک نہ ہوگا، امام زیلعی نے فرمایا اگر
مشاع پر قبضہ دیا تو موهوب لہ مالک نہ بنے گا،
لہذا اس کا تصرف بھی صحیح نہ ہوگا اگر کیا تو ضمان
دے گا، اس میں واہب کا تصرف نافذ رہے گا
یہ طحاوی اور قاضیخان نے ذکر کیا ہے، اور ابن قائم
سے ایسی ہی روایت ہے اور اسی پر حامد یہ اور
تاجیہ میں فتویٰ دیا ہے اور اسی پر جوہرہ اور
بحر میں جزم فرمایا ہے، اور البتغی سے منقول ہے
کہ اگر موهوب لہ نے اس کو فروخت کیا تو جائز
نہ ہوگا اور نور العین میں وجیز سے منقول ہے کہ
فاسد ہبہ پر قبضہ باعث ضمان ہوگا اس پر موهوب لہ
کی ملکیت عوض ادا کئے بغیر ثابت نہ ہوگی اس
پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں نص فرمائی ہے

وہو قول ابی یوسف^{۱۸} و ذکر قبلہ ہبۃ المشاع
 فیما یقسم لا تفید الملك عند ابی حنیفہ^{۱۹}
 و فی القہستانی ہو المختار کما فی
 المضمرات^{۲۱} و ہو الصحیح فحیث علمت
 انہ ظاہر الروایۃ وانہ نص علیہ محمد
 و رووہ عن ابی حنیفہ ظہرانہ الذی
 علیہ العمل و نص فی الاصل انہ لو وہب
 نصف دارہ من آخر و سلمہا الیہ فباعہا
 الموهوب لہ لم یجزدل انہ لا یملك حیث
 یطل البیع بعد القبض و نص فی الفتاوی
 انہ ہو المختار اھ ملخصاً۔

اور یہی امام ابو یوسف کا قول ہے، اس سے قبل
 ذکر فرمایا کہ مشاع جو قابل تقسیم ہو امام ابو حنیفہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ مفید ملک نہ ہوگا
 اور قہستانی میں فرمایا یہی مختار ہے جیسا کہ مضمرات
 میں ہے یہی صحیح ہے، اور میرے علم کے مطابق یہ
 ظاہر الروایۃ ہے اور اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی
 نص ہے اسی کو انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، تو واضح ہوا کہ اسی
 پر عمل ہے، اور مبسوط میں نص فرمائی ہے کہ اگر کسی
 کو نصف مکان ہبہ کیا اور سوئپ دیا اور موهوب لہ
 نے اسے فروخت کر دیا تو یہ کارروائی جائز نہ ہوگی،
 یہ کلام دال ہے کہ موهوب لہ اس کا مالک نہ ہوا کیونکہ انہوں نے قبضہ کے باوجود بیع کو باطل کہا ہے،
 اور فتاویٰ میں منصوص ہے کہ یہی مختار ہے، اھ ملخصاً۔ (ت)

صورت مستفسرہ میں زید نے جو اپنے حصہ کا ایک جز عمر کو دیا یا خالد و ولید کو کل حصہ ہبہ کیا دونوں
 حالتوں میں یہ نہ صرف ایک وجہ سے مشاع بلکہ ہر طرح مشاع در مشاع تھا عمر کو دینے میں یوں کہ اصل
 حصہ زید ہی ہنوز مشاع تھا پھر اس مشاع میں کا ایک جز غیر منقسم عمر کو بخشا اور خالد و ولید کے نام ہبہ
 میں یوں کہ ایک تو اصل حصہ مشاع دوسرے دو شخصوں کو بے تقسیم دینا، پس بہر حال حکم یہی ہے کہ یہ سب
 ہبہ تحریری ہوں خواہ زبانی محض باطل و بے اثر ہوئے اور عمر و خالد و ولید کو کوئی استحقاق اس
 موهوب میں نہ ملا اور بیع کہ زید نے کی بے تامل صحیح و نافذ و تام و کامل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۵۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی نصف جائداد کا اپنے پسر متوفی کی
 زوجہ کو اپنی حیات و صحت میں مالک کر دیا اور وہ جائداد جب منقسم ہو گئی کہ بہونے حیات زید میں اس
 پر قبضہ کاملہ پالیا اور بعد زید بھی بدستور پچاس برس بلکہ زائد تک اُس پر قابض رہی اب عورت

نے اپنا بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زید کے دوسرے پسر کی اولاد اس جائداد میں دعویٰ کرتے ہیں، اس صورت میں دعویٰ ان کا قابلِ سماعت ہے یا وہ صرف حق وارثانِ عورت ہے اولادِ پسر زید کا اس میں کچھ حق نہیں۔ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ نصف جائداد کہ زید نے اپنی بہو کو دی اس کی مالک مستقل بہو ہوگی وارثانِ زید کا اس میں کچھ حق نہ رہا، نہ ان کا دعویٰ مسموع ہو سکتا ہے، وہ صرف حق وارثانِ عورت ہے، فان التملیک ان کان بیعاً فظاہر وان کان ہبۃ فقد تمت بالتقسیم والقبض و ولن تم بالموت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ یہ تملیک بطور بیع ہو تو ظاہر ہے اور اگر بطور ہبہ ہو تو تقسیم اور قبضہ دینے سے تام ہو گیا اور موت سے لازم ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ چودہ برس کا ہوا مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور بعد اپنے دو بیٹے نام کلال کا زید، اور نام ثانی کا بکر تھا، اور بکر کا خالد نام ایک لڑکا کا عمر و نسل سال تھا چھوڑا، جائداد متروکہ ہندہ میں بموجب ادخال فوتی نامہ پٹواری دیہہ محکمہ نظامت میں بجائے ہندہ زید پسر اور بجائے بکر خالد پوتا کا نام درج ہو گیا بکر نے بنجیال مصلحت خاص بغرض حفظ جائداد کہ وہ مقروض تھا اور اپنا نام لکھوانے میں خوف تلف ہونے اس جائداد کا تھا اس وقت سکوت اختیار کیا اور کوئی لفظ تملیک نہ کہا اور نہ تملیک منظور تھی نہ کوئی تحریر مثل ہبہ نامہ یا بیع نامہ (مثل دیگر جائداد کہ اپنے روپے سے خالد کو اور اس کی ماں کو بذریعہ خرید و ہبہ کے لکھے چکا) اس حقیقت کی، اور نہ اس وقت تک باوجود بالغ ہونے کے خالد کو اس جائداد پر قبضہ دیا بخلاف دیگر جائداد کے جو دینا منظور تھی اس پر قابض و دخیل کر دیا اور اس حقیقت میں بطور فرضی نام درج رہا بکر کارکن اور قابض متصرف مالکانہ اس حقیقت کا اس وقت تک ہے۔ اب خالد یعنی پسر بکر اس پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے اور بکر چاہتا ہے کہ نام خالد کا محکمہ موصوف سے خارج ہو کر ترکہ مادری پر میرا نام درج ہو، لہذا بموجب شرع شریف بکر مستحق درج کرانے نام اپنے کا ہے یا نہیں اور موجودگی پسر کے پوتا کو ترکہ دادی پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

محکمہ مال میں نام خالد کا اندراج جس کی بنا تحریر پٹواری پڑھی کوئی چیز نہیں کہ پٹواری خواہ

حکام مال ایک کے مال کا مالک دوسرے کو نہیں کر سکتے جبکہ جائداد ترکہ ہندہ والدہ بکر بھتی تو بلا شبہ زید و بکر حکم وراثت اُس کے مالک ہوئے اور خالد کو کوئی استحقاق ابتدائی نہ ملا کہ بیٹے کے ہوتے پوتے کا کچھ حق نہیں اب جو حصہ ملک بکر ہوا دوسرا بے اُس کے تملیک کے کیونکہ اس کا مالک ہو سکتا ہے ،
 في رد المحتار عن الكوماني لان ملك الانسان لا ينقل الى الغير بدون تملكه
 رد المحتار میں کرمانی سے منقول ہے کہ تملیک کے بغیر کسی کی ملکیت دوسرے کو منتقل نہ ہوگی۔ (ت)
 اور تملیک کی یہاں دو ہی صورتیں متصور، یا تو مالک آپ انشاء و ایجاب بہہ کرے یا دوسرا شخص یعنی فضولی اس کی چیز کو بہہ کرے اور یہ اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کر دے یہاں جو کچھ بکر سے صادر ہوا وہ محض سکوت ہے، اور پر ظاہر کہ سکوت خود تو کسی عقد کا ایجاب ہو نہیں سکتا کہ ایجاب کلام اول ہے اور سکوت ترک کلام، اور یہاں اسے اجازت قرار دینے کی بھی کوئی سبیل نہیں کہ اجازت کے لئے کوئی عقد فضولی ہونا تو درکار ہے جسے جائز کیا جائے اور بدابہت واضح کہ صیغہ مال والوں کا خانہ ملکیت میں کسی کا نام لکھنا کوئی انشاء بہہ نہیں ہوتا وہ تو صرف ایک یا دو داشت مالکیت ثابت ہے نہ احداث ملک جدید، تو یہاں سرے سے کوئی عقد فضولی پایا ہی نہ گیا کہ سکوت بکر کو اس کی اجازت قرار دیں قطع نظر اس سے کہ مجرد سکوت مطلقاً دلیل اجازت ہو بھی سکتا ہے یا نہیں خصوصاً وہ بھی ایسا کہ محض ایک مصلحت کی بنا پر ہو۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں اصلاً کوئی صورت تملیک متحقق نہ ہوئی اور حقیقت بدستور ملک بکر ہے، خالد کا دعویٰ اصلاً قابل سماعت نہیں، پھر اس تقریر کی حاجت بھی اس حالت میں ہے کہ وفات ہندہ کے بعد زید و بکر کا حصہ جدا جدا منقسم ہو گیا ہو اُس کے بعد بجائے بکر حصہ بکر میں نام خالد مندرج ہوا اور اگر قبل از تقسیم یونہی جائداد متروکہ غیر منقسمہ میں اندراج نام خالد ہوا (جیسا کہ ظاہر یہی ہے کہ فوتی نام بعد فوت معاد اخل ہوتا ہے نہ کہ جب جائداد کا ورثہ میں پٹے بانٹ ہو جائے) جب تو خالد کے لئے ملک ثابت نہ ہونا کسی بیان کا محتاج ہی نہیں اگرچہ نہ پٹواری بلکہ خود بکر نے نہ بلحاظ مصلحت بلکہ خاص بقید تملیک ہی خالد کا نام درج کرایا ہو کہ اس حالت میں یہ اگر ہوگا تو غایت درجہ ہیبتہ مشاع ہوگا اور ہیبتہ مشاع اصلاً مفید ملک نہیں اگرچہ اپنے بیٹے کے لئے ہو جب تک واپس تقسیم کر کے موبوب لہ کو قبضہ کاملہ نہ دے یہاں کہ اب تک قبضہ نہ ہوا ملک خالد کے کوئی معنی نہیں۔ فناوی خیر یہ وعقود الدریہ میں ہے :

قابل تقسیم مشاع یعنی قاضی شریک کے مطالبہ پر
اس منکرہ کو تقسیم پر مجبور کرے تو مختار قول میں
ایسا مشاع موہوب لہ کی ملک نہ بنے گا، یہ
حکم عام ہے شریک ہو یا غیر ہو، بیٹا ہو یا غیر
سو، الخ، (ت)

المشاع فيما يحتمل القسمة وهو ما يجبر
القاضي فيه الابن عن القسمة عند طلب
الشريك لها لا تفيد الملك للموهوب له
في المختار مطلقاً شريكاً كان او
غيره ابناً او غيره الخ۔

مجموعہ علامہ القروی میں ہے :

منتقى میں ہے اگر کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کو
نصف مکان ہبہ کیا تو تقسیم کر کے دینے اور واضح
کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ یہ فتاویٰ ترمذی کی کتاب الہبہ
کے آخر سے منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم وعلمہ اتم واحکم (ت)

في المنتقى وهب نصف بيته لابنه الصغير
لم يجز ما لم يقسمه ويبين ما وهب
له من فتاوى التمر تاشي في آخر
كتاب الهبة اه۔ واللہ تعالیٰ اعلم و
علمہ اتم واحکم۔

مشکلہ ۵۸ ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے حالت مرض الموت میں اپنی جائداد
یعنی ایک دکان اور ایک مکان اپنے پسر عمر کو اور اس کی زوجہ کو نصف نصف ہبہ بلا تقسیم کر دی
اس وجہ سے کہ زوجین میں نا اتفاقی رہتی تھی بعد کو عمر و مذکورہ تاہرگ پورا کر ایہ دکان مذکور کا لیتا رہا
اور تقسیم پر راضی نہ رہا اور اب عمر نے وفات پائی ایک زوجہ اور ایک ہم شیر زادہ وارث چھوڑے
اب ترکہ عمر کا کیونکر تقسیم ہوگا یعنی دکان اور مکان پورا پورا عمر کو سمجھا جائے گا یا نصف نصف ؟
بیٹو اتوجروا۔

الجواب

جبکہ زید نے مکان و دکان دو شخصوں کو نصف نصف ہبہ کئے اور تقسیم کر کے ہر ایک کو جدا جدا
قبضہ نہ دلایا یہاں تک کہ مرگیا، تو مکان کا ہبہ تو یقیناً باطل ہوا، یونہی دکان کا بھی، اگر وہ بعد
تقسیم قابل انتفاع ہو یعنی اتنی گنجائش رکھتی ہو کہ اس کے دو حصے جدا کر دئے جائیں تو ہر حصہ

۹۱/۲

ارگ بازار قندھار افغانستان

کتاب الہبہ

لہ العقود الدرۃ

۶۸۴/۲

دار الاشاعت العربیہ قندھار

”

لہ فتاویٰ القرویہ

تہا بکار آمد ہے اس صورت میں وہ مکان دکان ترکہ زید رہے اور بعد زید اگر اس کا کوئی وارث
سوا عمرو کے نہ تھا تو بشرط تقدیم دین و وصیت وہ دونوں صرف عمرو کے ملک ہوئے زوجہ عمرو کا
ان میں کچھ حق نہ تھا اب کہ عمرو مرا اگر اس کے وارث سے یہی دو شخص ہیں تو بعد ادا کے مہر و دیگر دیون و
الغاذوصایا چار حصے کر کے ایک سہم زوجہ عمرو اور تین سہم ہمشیر زادہ عمرو کو دیں، اور اگر دکان ایسی
کو تاہ و تنگ ہے کہ تقسیم کے بعد ہر حصہ جدا قابل انتفاع نہ رہے تو مکان کا ہبہ تو باطل تھا اس
کی حالت تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی مگر دکان کا ہبہ ناجائز نہ ہوا، اب دیکھا جائے گا کہ زید نے
اپنی حیات میں زوجہ عمرو کو اس دکان پر قبضہ کر دیا تھا یا نہیں، اگر نہیں تو ہبہ پھر باطل ہو گیا،

کما فی الدر المختار ان موت احد المتعاقدين
قبل التسليم مبطل للہبة (ملخصاً)۔
جیسا کہ در مختار میں ہے کہ فریقین میں سے ایک
کی موت قبضہ سے پہلے ہو تو وہ ہبہ کو باطل
کر دیتی ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اور اگر قبضہ کر دیا تھا تو اس نصف دکان کو اندازہ کیا جائے زید کا جس قدر ترکہ بعد ادا کے دیون باقی
رہا یہ نصف اس کل ترکہ کے ثلث سے زائد تو نہیں، اگر زائد نہیں تو ہبہ نصف بنام زوجہ عمرو صحیح و
تام و لازم ہو گیا، یہ نصف دکان خاص ملک زوجہ ہے اور نصف باقی و مکان و دیگر متروکات کا
وہی حال ہے جو اوپر گزرا، اور اگر ثلث سے زائد ہے تو از انجا کہ عمرو اس تقسیم پر راضی نہ تھا ثلث سے
زائد کی مقدار میں ہبہ رد ہو گیا،

کیونکہ مرض الموت میں تہائی ترکہ سے زائد ہبہ کیا
تو وہ وراثت کی اجازت پر موقوف ہونے میں وصیت
کے حکم میں ہے اگرچہ حقیقتاً وصیت نہ بھی ہو
حتیٰ کہ وہ مشاع ہونے اور قبضہ نہ ہونے پر
باطل ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس کو رد المحتار
میں بیان فرمایا ہے۔ (ت)

فان الہبة فی مرض الموت فی حکم
الوصیة من جهة التوقف علی اجابة
الوارث فیما ن ادعی الثلث وان لم
تکن وصیة فی الحقیقة حتی بطلت
فی المشاع وعند عدم القبض کما بینہ
فی رد المحتار

اس تقدیر پر صرف بقدر ثلث متروکہ کے بقنا حصہ اس نصف دکان کا ہو وہی ملک زوجہ

۱۔ در مختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۶۱/۲
۲۔ رد المحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۵/۵

از روئے ہیہ ہے باقی دکان و مکان وغیرہما بدستور سابق تقسیم ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۵۹ از بنارس محلہ کنڈیکر ٹولہ شفاخانہ مسجد بی بی راجی مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب
 و نیز از بنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب ۱۳ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بقاہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین اس مسئلہ میں
 کہ زید کے تین بیٹے تھے: عمرو، بکر، خالد۔ زید نے عمرو کے نام سے ایک مکان خرید کیا اور قبالہ وغیرہ
 امور متعلقہ بیع بھی سب اسی کے نام سے کئے، بعد اُس کے عمرو اپنے باپ زید اور برادران خالد و بکر
 کی حیات میں قضا کر گیا تو اب عمرو کے بال بچے اس مکان میں سے حصہ پائیں گے یا نہیں؟
 بیٹو! توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر عمرو اس وقت نابالغ تھا تو ہر طرح وہ مکان ملک عمرو ہو گیا، عمرو کے
 ورثہ پر حسبِ فرض شرعیہ منقسم ہوگا،
 فانہ ان وجدت اضافة العقد الی
 عمر و وقع الشراء له والاب یملکہ
 فملکہ عمر و ابتداءً والاوقع الشراء
 لزیاد ثم جعلہ باسم عمر و صام
 ہبۃ منہ بحکم العرف واستغنت
 عن القبض لان ہبۃ الاب
 لولدہ الصغیر تتم بمجرد
 الایجاب و فی الہندیۃ عن
 القنیۃ اشتری ثوباً فقطعہ لولدہ
 الصغیر صام و اہیا بالقطع مسلماً
 الیہ قبل الخیاطۃ ولو قال اشتریت
 ہذا لہ صام ملکاً
 لہ لہ ملخصاً، و فی
 لہ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الہبۃ الباب السادس نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۹۲/۴

کے احکام الصغار میں ذخیرہ اور تجنیس سے منقول ہے عورت نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے زمین خریدی تو یہ خریداری اس عورت کی اپنی ذات کے لئے ہوگی اور زمین بیٹے کی ملک ہوگی کیونکہ اس نے بیٹے کو ہبہ کر دی جبکہ ماں کو یہ اختیار حاصل ہے تو ماں کا قبضہ بیٹے کے لئے ہوگا۔

اور اگر بالغ تھا تو زید مشتری اور بائع مکان کے باہم عقد بیع و شرا میں جو لفظ زبان پر آئے اُن پر نظر کی جائے گی اگر اُن میں عمر و کی طرف اضافت عقد بھتی مثلاً بائع نے کہا یہ مکان میں نے تیرے بیٹے عمرو کے ہاتھ بیچا زید نے کہا میں نے اس کے لئے خریدا یا اس کے جواب میں اتنا ہی کہا کہ میں نے خریدا یا زید نے کہا یہ مکان میں نے اپنے بیٹے عمرو کے لئے خریدا، بائع نے کہا میں نے عمرو کے ہاتھ بیچا یا اسی قدر کہا کہ میں نے بیچا،

عقد کر نیوالے فریقین میں سے ایک کے کلام میں اضافت ہو تو کافی ہے بشرطیکہ دوسرے کا کلام اسکے منافی نہ ہو جیسا کہ وجہ کروری میں اس کی تصحیح ہے اور ہم نے اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ میں کی ہے جبکہ علامہ شامی کا فہم اس کے خلاف ہے حالانکہ خلاف کی صورت یہ ہے کہ ایجاب قبول میں سے ایک میں اضافت ایک کی طرف ہو اور دوسرے میں دوسرے شخص کی طرف اضافت ہو مثلاً خریدار کے میں نے یہ چیز فلاں کے لئے خریدی، تو اس کے جواب میں بائع یوں کہ یہ چیز میں نے تجھے فروخت کی، تو صحیح ترین قول میں یہ عقد باطل ہے کیونکہ بائع نے مشتری کو خطاب کر کے عقد دوسرے کی طرف پھیر دیا۔

احکام الصغار للعلامة الاستروشنی عن الذخيرة والتجنيس امرأة اشترت ضيعة لولدها الصغير من مالها وقع الشراء للام لانها لا تملك الشراء للولد وتكون الضيعة للولد لانها تصير واهبة والامر تملك ذلك ويقع قبضها عنه

فان الاضافة في احد الكلامين كافية اذا لم يوجد في الاخر خلافا كما صححه في وجيز الكروري وحققناه فيما علقناه على رد المحتار خلافا لما فهم العلامة الشامی رحمه الله تعالى وصورة الخلاف ان تقع الاضافة في احد الشطرين الى احد وفي الاخر كان قال اشترت لفلان فقال بعت منك حيث يبطل العقد في الاصح لانه خاطب المشتري فردة لغيره فلا يكون جوابا فما بقى الا بشرط واحد افاده في فروق الكرابیسی

کما نقله عنها في البحر

تو مشتری کے ایجاب کے مطابق جواب نہ ہوا
تو یہ عقد صرف ایک طرف ہوا، اس کا افادہ الکرابیسی کے فروق میں ہے، جیسا کہ اس کو وہاں سے
بحر میں نقل کیا۔ (ت)

تو اس صورت میں یہ شرعاً فضولی ہوا اور اجازتِ عمر و پر موقوف رہا، اگر اس نے اجازت
دی مکان ابتداء ملک عمر و ہوا اور اسی کے ورثہ پر تقسیم ہوگا اور اگر پیش از اجازت مرگیا بیع باطل
ہو کر مکان ملک بائع پر رہا،

فی الدر المختار لو اشترى لغيره نفذ عليه
اذ الم يضيفه الى غيره فلو اضافه توقف
بزازية وغيرها اه مختصرا وفي البزازية
الصحيح وانه اذا اضيف العقد في
احد الكلامين الى فلان يتوقف على
اجازته اه وفي الدر لا تجوز اجازة
وارثه لبطلانه بموته اه۔

غیر کی اجازت پر موقوف ہوگا، اور در مختار میں ہے یہ موقوف عقد اس غیر کی موت کے بعد اس کے
وارث کی اجازت سے جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کی موت سے یہ اختیار ختم ہو گیا۔ (ت)

اور اگر لفظوں میں عمر و کی طرف اضافت نہ تھی اگرچہ قبالہ میں عمر و ہی کے ہاتھ بیچنا لکھا ہو
فریقین نے جو تلفظ کیا اس کا اعتبار ہوگا ان کے
لکھے کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ اس پر خیرہ میں
نص کی ہے۔ (ت)

(فان العبرة بما تلفظ به لا بما كتباه)
کما نص عليه في الخيرية۔

۱۴۹/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	فصل فی بیع الفضولی	کتاب البیع	۱
۱۳۴/۴	دار اچیار التراث العربی بیروت	دار اچیار التراث العربی بیروت	کتاب البیوع	۲
۳۱/۲	مطبع مجتباتی دہلی	مطبع مجتباتی دہلی	کتاب البیوع	۳
۴۹۱/۴	مطبع مجتباتی دہلی	فصل العاشر نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب البیوع	۴
۳۲/۲	مطبع مجتباتی دہلی	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع	۵
۱۳۹-۴۰/۱	دار المعرفہ بیروت	کتاب الوقف	کتاب البیوع	۶

تویہ شرار زید کے لئے واقع اور زید ہی اس کا مالک ہو اب بعد اس کے جبکہ تحریر قبائلہ وغیرہ کا روایاں بنام عمرو کرائیں تو یہ حکم عرف شائع زید کی طرف سے عمرو کے لئے ہبہ ہوا،

فان مثل هذا يدل دلاله واضحه على التملك وهي المثبتة للهبة في رد المحتار التلطف بالايجاب والقبول لا يشترط بل تكفي القرائن الدالة على التملك الخ في احكام الصغار ان المعتبر في الباب التعارف وفي العرف يراد به البر والصلة الخ۔

کیونکہ اس جیسی صورت کی تملیک پر واضح دلالت ہے اور اسی سے ہبہ کا ثبوت ہوتا ہے، رد المحتار میں ہے کہ ایجاب و قبول کا تلفظ ضروری نہیں بلکہ ایسے قرائن کا وجود کافی ہے جو تملیک پر دال ہوں الخ، اور احکام الصغار میں ہے کہ اس باب میں تعارف معتبر ہے اور عرف میں ہبہ سے بھلائی اور صلہ مراد ہوتا ہے الخ۔

پس اگر عمرو نے بر بنائے ہبہ قبضہ کاملہ پایا تھا تو مکان ملک عمرو ہو گیا اس کے ورثہ پر تقسیم ہو گا ورنہ ملک زید پر باقی ہے وارثان عمرو کا اس میں کچھ حق نہیں،

فی رد المحتار عن البزازية اتخذ لولده الصغير ثوبا يملكه وكذا الكبير بالتسليم اه والله سبحانه وتعالى اعلم۔

رد المحتار میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے نابالغ بیٹے کے لئے کپڑا لیا تو بیٹا مالک ہو جائے گا اور یوں بالغ کے لئے بشرطیکہ اس کو سوئپ دیا ہو اھ

والله سبحانه وتعالى اعلم رت

مسئلہ از برونچ ملک مالوہ علاقہ دربار ٹونک مرسلہ سید محمد شاہ صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماة کلوبی بی مورث اعلیٰ نے بذریعہ ہبہ نامہ اپنی جائیداد ملوکہ و مقبوضہ میر جعفر علی داماد خود کے قبضہ میں دے دی اور مسماة بگوبی بی دختر کلوبی بی مورث اعلیٰ سے مسماة کنیز بانو ایک لڑکی از لطفہ میر جعفر علی پیدا ہوئی اور وہ مسمی نجیب شاہ کے عقد میں دی گئی اور بحیات میر جعفر علی و کلوبی بی مورث اعلیٰ کے بگوبی بی و کنیز بانو اولاد ہر دونوں کا انتقال ہو گیا میر جعفر علی حیات رہے ان کی دوسری زوجہ مسماة حاکم بی بی سے دو لڑکی کنیز فاطمہ و کنیز صفری

۱۔ رد المحتار کتاب الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۸/۴

۲۔ جامع احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۶۶/۱

۳۔ رد المحتار کتاب الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۹/۴

از نطقہ میر جعفر علی پیدا ہوئیں اور بذریعہ اس ہیبت نامہ کے کہ جو کلونی بی نے بنام میر جعفر علی کیا تھا جائداد موہوبہ و مقبوضہ میر جعفر علی پر کہ جس کو عرصہ ۵۵ سال کا ہوا بلکہ زائد قابض و متصرف ہیں اور بموجب اسی ہیبت نامہ کے احکام منظوری ریاست شرع شریف یعنی مفتی محکمہ قضا سے استخلاصہ صادر ہوئی کہ ہیبت نامہ نوشتہ کلونی بی موسومہ میر جعفر علی صحیح و درست ہے بموجب اُس کے قبضہ کنیز فاطمہ و کنیز صفیرے دختران میر جعفر علی مرحوم کا رہے، اب بعد مرد عرصہ مذکور کے مسی امام شاہ برادر نجیب شاہ نے کہ نجیب شاہ شوہر کنیز بانو دختر میر جعفر علی مرحوم کا ہے عدالت شرع شریف میں دعویٰ دائر کیا کہ مسماۃ کنیز بانو نو اسی کلونی بی مورث اعلیٰ میرے بھائی نجیب شاہ کے عقد میں تھی اسی وجہ سے جائداد مٹرو کہ میر جعفر علی کے جو کلونی بی سے بذریعہ ہیبت نامہ ان کے قبضہ میں ہے مجھ کو ملنا چاہئے دختران میر جعفر علی کا قبضہ نسخ فرمایا جائے، پس اندر میں صورت جائداد موہوبہ کلونی بی بنام میر جعفر علی عند الشرع کس کو پہنچ سکتی ہے؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

وہ جائداد بذریعہ ہیبت صحیحہ تامہ ملک جعفر علی ہوگی کلونی بی یا اس کے ورثہ کا اس میں کچھ حق نہ رہا، امام شاہ کا دعویٰ محض باطل و نامسموع ہے، عالمگیر یہ میں ہے:

اما حکمها فثبتت الملك للموهوب له
لیکن اس کا حکم یہ ہے کہ موہوب لہ کے لئے ملکیت کا فائدہ دیتا ہے (ت)

اسی میں ہے:

اما العوارض المانعة من الرجوع
فمنها موت الواهب كذا في البدائع
اه ملخصاً، والله تعالى اعلم۔

رجوع سے موانع میں ایک یہ ہے کہ واہب فوت ہو جائے، جیسا کہ بدائع میں ہے اھ ملخصاً۔ والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ از بیجا تھ پاره ضلع رائے پور
مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بیجا تھ پاره
۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ایک عورت نے انتقال کیا اور ایک لڑکا چھوڑا اُس کے خاوند نے جب دوسرے نکاح کا

قصہ کیا تو عورت متوفیہ کی ماں مانع ہوئی کہ پہلے میری بیٹی کا مہر دے دو بعد میں نکاح کرو چنانچہ اس شخص نے بروقت نکاح اپنے لڑکے کے نام جائیداد لکھ دی یا صرف اقرار ہی کیا اور بیان کیا کہ آئندہ جو کچھ از نقد یا جائیداد حاصل کروں گا وہ اس عورت اور اس کی اولاد کا حق ہوگا۔ اُس شخص نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہونے کے بعد انتقال کیا اور اس عورت ثانی نے بھی انتقال کیا اب ایک لڑکا پہلی بی بی کا ہے جس کے قبضہ میں کل جائیداد ہے اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی دوسری بی بی سے ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ اولاد ثانی اس ورثہ سے جو پہلے لڑکے کے تصرفات میں ہے کچھ پاس ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

تمامی ہبہ کے لئے واہب کا موہوب لہ کو شے موہوب پر قبضہ کاملہ دلانا شرط ہے قبضہ کاملہ کے یہ معنی کہ وہ جائیداد یا تو وقت ہبہ ہی مشاع نہ ہو (یعنی کسی اور شخص کی ملک سے مخلوط نہ ہو جیسے دیہات میں بغیر پٹہ بانٹ کے کچھ لسوے یا مکانات میں بغیر تقسیم جدائی کے کچھ سہام) اور واہب اُس تمام کو موہوب لہ کے قبضہ میں دے دے، یا مشاع ہو تو اس قابل نہ ہو کہ اُسے دوسرے کی ملک سے جدا ممتاز کر لیں تو قابل انتفاع رہے جیسے ایک چھوٹی سی دکان دو شخصوں میں مشترک کہ ادھی الگ کرتے ہیں تو بیکار ہوتی جاتی ہے ایسی چیز کا بلا تقسیم قبضہ دلادینا بھی کافی و کامل سمجھا جاتا ہے، یا مشاع قابل تقسیم بھی ہو تو واہب اپنی زندگی میں جدا و منقسم کر کے قبضہ دے دے کہ اب مشاع نہ رہی۔ یہ تینوں صورتیں قبضہ کاملہ کی ہیں، اور پسر موہوب لہ اگر وقت ہبہ بالغ ہو تو خود اُس کا اپنا قبضہ شرط ہے ورنہ باپ کا قبضہ اُسی کا قبضہ ہے کل ذلك مصرح به في الكتاب الفقهية عن اخرها (یہ تمام بحث کتب فقہ میں تصریح شدہ ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں اگر شخص مذکور نے وہ جائیداد اپنے پسر کو تحریری خواہ زبانی ہبہ کر دی اور بشرائط و معافی مذکورہ پسر کو قبضہ کاملہ دلادیا تو وہ جائیداد خاص اُس پسر کی ملک ہوگئی دیگر ورثہ کا اُس میں استحقاق نہ رہا اور اگر ہبہ نہ تھا نہ اقرار ہی اقرار تھا کہ اُسے دے دوں گا یا ہبہ زبانی خواہ تحریری کیا مگر قبضہ نہ دیا تو وہ قبضہ کاملہ نہ تھا اگرچہ پسر نے بعد موت پدر قبضہ کاملہ کر لیا ہو تو ان صورتوں میں وہ جائیداد بدستور ملک پدر پر باقی رہی تمام ورثہ حسب فراغ اُس سے حصہ پائیں گے فان موت الواہب قبل التسليم يبطل الهبة كما في الدر المختار (کیونکہ قبضہ دینے سے قبل واہب کی موہوبہ کو باطل کر دیتی ہے جیسا کہ در مختار لہ در مختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۶۱/۲

(میں ہے - ت)

مسئلہ ۶۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائیداد قابل قسمت بشرکت اور تین شخصوں کے اپنے روپے سے خرید کر کے بلا تقسیم اپنی زوجہ کے نام لکھا دی اور اس کی زندگی تک وہ جائیداد منقسم نہ ہوئی، اب بعد وفات اُس کی مالک اُس جائیداد کی فقط زوجہ مذکورہ ہے یا مثل اس کے اور ترکہ کے سب ورثہ پر تقسیم ہو جائیگی۔ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں وہ جائیداد مثل اُس کے اور ترکہ کے سب ورثہ پر منقسم ہو جائے گی اور صرف زوجہ مذکورہ اس کی مالک نہیں ہو سکتی کہ یہ نام لکھا دینا ہیہ ہے اور ہیہ جائیداد صالح قسمت کا بلا تقسیم صحیح و نافذ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ملک دو بیٹوں پر منقسم تھی، ایک بیٹی ہندہ اور ایک اس کے پسر زید کی تھی، ہندہ نے زید پسر اور اس کے ایک بیٹا کے سامنے فوت ہوا تھا دو پوتے اور دو پوتیاں چھوڑ کر انتقال کیا زید نے ہندہ کی بیٹی میں صرف اپنے بھتیجے عمرو کے نام جس کی عمر قریب ۲۳، ۲۴ سال کے تھی لکھا دیا مگر اب تک اُسے قبضہ نہ دیا، دونوں بیٹیاں زید کے قبضہ میں ہیں، وہ بیٹی بھتیجے کو دینا نہیں چاہتا، اس صورت میں ترکہ ہندہ مکان و ملک وغیرہ کا مالک کون ہے اور پوتے پوتیوں کا بھی اس میں کچھ حق ہے یا نہیں؟ اور عمرو اس نام لکھا دینے سے اُس بیٹی کا مالک ہو گیا یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بر تقدیر صدقِ مستفتی وعدم موافق ارث و وارث آخر و ادائے دیون و نفاذ وصایا کل مترکہ ہندہ کا مالک صرف اس کا بیٹا زید ہے اور نام لکھا دینا اگرچہ دلیل تملیک ہے اور یہ تملیک ہیہ مگر ہیہ بے قبضہ کے تمام نہیں ہوتا، نہ بغیر اس کے موہوب لہ کو ملک حاصل ہو ایسی کہ زید نے اپنے بھتیجے کو قبضہ نہ دلایا وہ بیٹی بھی بدستور زید کی ملک ہے عمرو اس سے

عہ اصل میں اسی طرح ہے شاید قلم ناسخ سے لفظ "ایسی" کے بعد "صورت میں" چھوٹ گیا ۱۲۔

جبراً نہیں لے سکتا۔ ہدایہ میں ہے،

القبض لا بد مند لثبوت الملك لانه عقد
تبرع وفي اثبات الملك قبل القبض الزام
المتبرع شيئاً لم يتبرع به وهو التسليم
فلا يصح ولان القبض تصرف في ملك
الواهب اذ ملكه قبل القبض باق اقلت
ومن ههنا ظهران امتناعه عن
التسليم ليس في شئ من الرجوع فان الرجوع
فيه بعد القبض اما قبله فلم يتم الهبة۔

ہبہ میں ملکیت کے ثبوت کے لئے قبضہ ضروری ہے
کیونکہ یہ مفت عطیہ کا عقد ہے جبکہ قبضہ سے قبل مہربان
کی ملکیت ثابت کرنا تبرع کرنے والے پر ایسی چیز
کو لازم کرنا جس کا ابھی اس نے تبرع نہیں کیا اور یہ
قبضہ دینا تبرع ہے، تو قبل قبضہ درست نہ ہوا۔

دوسری وجہ یہ ہے قبضہ دینے سے قبل واہب کی
ملکیت ابھی باقی ہے تو قبضہ سے قبل اس کی ملکیت
میں تصرف لازم آئے گا اور، میں کہتا ہوں،

یہاں سے واضح ہو گیا کہ واہب کا قبضہ نہ دینا ہبہ سے رجوع نہ کہلائے گا، کیونکہ ہبہ میں رجوع قبضہ
دینے کے بعد ہو سکتا ہے اس سے قبل تو ہبہ تام نہیں ہوا۔ (ت)

اور اب اگر عمر و بغیر اجازت زید کے خود قبضہ کر لے گا اصلاً بکار آمد نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶۲ مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں، زید و ہندہ دونوں حیات، ان کے تین بیٹے، احمد
محمد و حامد۔ احمد مختار عام، محمد روزگار پیشہ، حامد نابالغ۔ محمد سرمایہ روزگار اپنا معرفت زید و ہندہ
بالاشتراک صرف کرتا رہا زید نے منجملہ اپنی جائداد کے ایک اراضی افتادہ واسطے تعمیر مکان کے محمد کو دے دی
اس نے منجملہ اپنے سرمایہ روزگار کے جو اس کے پاس جمع تھا اور اپنی زوجہ اور ماموں سے کچھ روپیہ اور
چوب قرض لے کر مکان پختہ تعمیر کرایا اور یوم تعمیر سے آج تک اس پر قابض ہے، اور کسی قدر چوب متفرقہ
تعمیر زید نے منجملہ تین باغات ملوکہ اپنے کے ایک قطعہ باغ از روئے تقسیم بلحاظ کم و بیش محمد کو دیں کہ وہ صرف تعمیر ہونے

یہاں اصل میں لفظ "تسليم" اور لفظ "في شئ"
کے درمیان بیاض ہے اور لفظ "فان الرجوع"
کے درمیان "کان" لکھا ہوا ہے ۱۲۔ (ت)

عہ فی الاصل بیاض بین لفظ التسليم و لفظ
في شئ و لفظ "کان" مرقوم بین فان الرجوع ۱۲۔

عند الضرورت واسطے انجام تعمیر مکان مذکور معرفت زید کسی قدر روپیہ قرض لیا گیا کہ محمد نے بعد تعمیر اپنے سرمایہ روزگار سے زید کو دے دیا اب زید چاہتا ہے کہ مکان مذکور احمد و محمد و حامد سب کو تقسیم کر دے، یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا توجروا۔

الجواب

تعمیر مکان کے لئے زمین دینا ہیہ نہیں، اگر زید نے زمین دیتے وقت کوئی لفظ ایسا جو شرعاً مفید ہیہ ہونہ کہا تو صرف عاریت اور زمین بدستور ملک زید ہے اُسے اختیار جسے چاہے تقسیم کر دے ہاں عمارت کسی پر تقسیم نہیں ہو سکتی کہ وہ خاص ملک محمد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاطمہ نے کہ زید کی خالہ ہے ایک باغ زید کو ہیہ کیا اور قابض کرادیا، آیا یہ ہیہ صحیح اور وہ باغ زید کا قرار پائے گا یا نہیں؟ اور فاطمہ اب اسے واپس لے سکتی ہے یا نہیں؟ بیتنا توجروا۔

الجواب

بر تقدیر وجود سائر شرائط ہیہ اگر فاطمہ نے باغ سے اپنا قبضہ بالکل اٹھالیا اور زید کو قابض کرادیا تو ہیہ صحیح ہے اور وہ باغ زید کا قرار پائے گا اور فاطمہ کو اس وجہ سے کہ وہ زید کی خالہ ہے رجوع ہیہ سے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ انگریزی نے زید کے دیہات جاگیر ضبط کر کے کچھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا کہ بعد انتقال زید حسب فرائض منقسم ہوتا رہا، منجملہ اس کے ستاسی روپیہ سالانہ ہندہ پاتی تھی، اس نے اپنے انتقال سے ۲۵ دن پہلے اپنا روزینہ اپنے نواسے کو ہیہ کیا اور بنام موبہوب لہ اس کے منتقل ہو جانے کی درخواست دی، ہندہ کا بھتیجا یعنی اس کے چچ زاد بھائی کا بیٹا کہ اس کے سوا اور کوئی وارث نہیں، اس روپیہ پر دعویٰ کر رہا ہے، آیا اس صورت میں وہ ہیہ صحیح و نافذ اور بھتیجا کا دعویٰ باطل و ناجائز ہے یا نہیں؟ بیتنا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ ہبہ باطل و بے اثر، اور برادر زادہ ہبندہ کا دعویٰ صحیح و معتبر۔ اولاً اس ہبہ کا یہ محصل کہ وہاں سے جو روزینہ جب جب آوے اس کا مالک موہوب لہ ہے، اور وہ روزینہ ہبندہ بالفعل موجود نہیں، اور ہبہ معدوم و باطل ہے۔ (جواب نامکمل ملا)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کے تین بیٹے عمرو، بکر، خالد۔ بکر نے ایک اراضی افتادہ مقبوضہ مملوکہ زید میں حسب اجازت زید اپنے سرمایہ روزگار سے ایک مکان پختہ تعمیر کرایا اور کچھ روپیہ اپنی زوجہ اور ماموں سے قرض لے کر لگایا کسی قدر روپیہ بطور قرض زید نے بھی دیا کہ بکر نے اسے ادا کر دیا، اگر زید مکانِ عمرہ بکر کو عمر و خالد پر ہی تقسیم کرنا چاہے تو بکر مستحق پانے اپنے سرمایہ ذاتی اور اس روپیہ کے جو اس نے اپنی زوجہ اور ماموں سے قرض لے کر لگایا ہے عمرو و خالد سے ہے یا نہیں اور وہ اراضی ہبہ ہوئی تھی یا نہیں؟ اور اگر ہبہ تھی تو زید کا رجوع تعمیر مکان و قبضہ بکر کے بعد صحیح ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا۔

الجواب

باپ کا اپنے بیٹے کو ایک زمین افتادہ تعمیر مکان کے لئے بنا دینا تنہا مثبت ہبہ نہیں تا وقتیکہ اس کے ساتھ الفاظ ہبہ سے کوئی لفظ نہ پایا جائے مثلاً یہ زمین میں نے تجھے دے دی یا ہبہ کی یا تمہیں اس کا مالک کیا یا یہ زمین تیری ہی ہے و امثال ذلك صہا يدل على تمليك العين بلا عوض (اس کی مثل اور الفاظ جو بغیر عوض تمليك پر دلالت کریں۔ ت) پس اگر ان الفاظ سے کوئی لفظ پایا گیا تو بیشک صورتِ مستفسرہ میں ہبہ صحیح و تام و لازم ہو گیا زید کو رجوع کا اختیار نہیں، نہ وہ اس مکان کو عمرو و خالد پر تقسیم کر سکتا ہے ورنہ بعد اجازت تعمیر سے صرف عاریت ثابت ہوگی زمین بدستور مملوک زید ہے بکر کا اس میں کچھ حق نہیں اور جب وہ اسی کی مملوک ہے تو نفس زمین میں اُسے ہر طرح کے تصرف مالکانہ کا اختیار ہے جسے چاہے دے سکتا ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور جبکہ بکر کسب و معاش مستقل رکھتا تھا تو جو عمارت اس نے اپنے زیرِ خالص سے بنائی اس کا وہی مالک ہے زید کا اس میں کچھ حق ملک نہیں، صورتِ سوال کہ زید کا کچھ روپیہ بغرض تعمیر بکر کو قرض دینا پھر اس سے وصول کرنا نص صریح ہے کہ زید بھی اس عمارت کے مملوک بکر ہونے پر متفق ہے،

فی العقود الدریۃ من کتاب العاریۃ العقود الدریۃ میں کتاب العاریۃ کے بیان میں

سئل فی رجل بنی بماله لنفسه قصرا فی دار ابيه باذنه ثم مات ابوه عنه و عن ورثة غيره فهل يكون القصر لبا نيه ويكون كالمستعير الجواب نعم كما صرح بذلك فی حاشية الاشباه من الوقف عند قوله كل من بنى فی ارض غيره بامرہ فهو لمالکھا اھ و مسألة العمارة كثيرة ذکرھا فی الفصول العمادية و الفصولين وغيرھا و عبارة المحشى بعد قوله ويكون كالمستعير فيكلف قلعه متى شاء انتهى ۱۰

مذکور ہے، ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنے باپ کی اجازت سے اس کی زمین پر اپنے مال سے اپنے لئے محل بنایا پھر باپ اس سمیت دیگر ورثاء چھوڑ کر فوت ہو گیا تو کیا یہ محل اس بانی کا ہو گیا اور گویا باپ سے زمین عاریتہ لینے والا ہوا الجواب ہاں، جیسا کہ اس کی تصریح الاشباہ کے وقف میں اس قول سے ہے جس نے غیر کی زمین میں تعمیر کی تو وہ زمین کے مالک کے اختیار میں ہوگی اھ جبکہ عمارت کا مسئلہ کثیر الوقوع ہے، فصول عمادیہ و فصولین وغیرہما میں مذکور ہے اور ماتن کے قول یكون كالمستعير گویا عاریتہ لینے والا ہوا، کے بعد محشی کی یہ عبارت ہے تو اس بیٹے کو مکان اکھاڑ لینے کا مکلف بنائے گا جب مالک چاہے اھ (ت)

فتاویٰ علامہ خیر الدین میں ہے :

سئل فی ابن کبیر ذی زوجة و عیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا، اجاب هی للابن حیث کان له کسب مستقل بنفسه و اما قول علماء اب و ابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء ثم اجتمع لهما مال یكون كله للاب

ان سے بالغ شادی شدہ عیال والے بیٹے کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا اپنا مستقل کام و کسب ہے جس سے اس نے کثیر مال حاصل کیا (تو وہ خود مالک ہوگا) انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں یہ اموال بیٹے کے ہیں کیونکہ اپنا مستقل کام و کسب ہے، لیکن ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ باپ اور بیٹا دونوں ایک صنعت میں مل کر کام کرتے ہیں اور اور ابتداء میں ان دونوں کا کوئی مال نہ تھا پھر دونوں مالدار ہو گئے تو تمام مال باپ کا قرار پائے گا

اذا كان الابط في عياله فهو مشروط
كما يعلم من عباس تهتم بشرط منها
اتحاد الصنعة الخاضع ملتقطاً۔

یہ اس صورت میں ہے جب بیٹا اپنے باپ کی عیال
میں شامل ہو، یہ شرط فقہاء کی عبارت میں معلوم شدہ
ہے جہاں انہوں نے فرمایا ان شرائط میں سے
ایک یہ ہے کہ صنعت میں اتحاد ہو، الخ، (۱) ملتقطات،

پس اس صورت میں زمین زید کی اور عمارت بکر کی زید کو اختیار ہے جس وقت چاہے بکر پر بکر کے
کہ اپنا عملہ اکھیر لے جائے اور زمین خالی کرے،
کما مر من العقود عن العلامة السيد الحموي
من قوله يكلف قلعه متى شاء ۱

جیسا کہ عتود میں علامہ سید جموی سے منقول گزرا
اس کا یہ قول کہ مالک جب چاہے اس کو اکھاڑنے
کا مکلف بنائے گا۔ (د)

اور اگر قلع بنا سے زمین کو کوئی ضرر فاحش نہ پہنچے تو بکر خود بھی اپنا عملہ اکھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ
زید نہ کہے،

طحاوی کے حاشیہ میں کنز الدقائق کی شرح
امام زلیعی سے منقول ہے کہ جب بھی اکھاڑنے کا
مطالبہ کرے تو ماننا ہوگا۔ (د)

فی حاشیة الطحطاویہ عن شرح الكنز
للزلیعی ایہما طلب القلم اجیب ۲

اور ان دونوں صورتوں میں یعنی زید جبراً اکھڑوادے یا بکر خود اکھیر لے جائے زید کو عملہ کی قیمت یا اکھیر
سے جو اس میں نقصان آئے اس کا تاوان کچھ نہ دینا پڑے گا،

فی الہندیة عن البدائم اذا استعسا
من اضرارنا لیبنتی فیہا او یغرس
فیہا ثم بداللمسالك ان یتخرجہ
قلہ ذلک سواء کانت العاریة
مطلقة او موقتة غیرانہا

ہندیہ میں بدائع سے منقول ہے جب کسی سے
زمین عاریتہ لی تاکہ اس پر عمارت بنائے یا
پودے لگائے تو بعد میں مالک کو زمین خالی
کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ خالی کر سکتا ہے
خواہ عاریتہ مطلقہ ہو یا مقررہ وقت کے لئے ہو،

۵۸ / ۲

دارالمعرفۃ بیروت

کتاب الدعوی

۱۰ فتاویٰ خیریۃ

۸۸ / ۲

ارگ بازار قندھار افغانستان

کتاب العاریۃ

۱۱ العقود الدریۃ

۳۸۸ / ۳

دارالمعرفۃ بیروت

۱۲ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار //

ہاں اگر مطلقہ ہو تو مالک کو جبراً مکان اور درخت اکھاڑنے کا حق ہے اگر عمارت اور درخت اکھاڑ دیئے تو مالک پر کوئی ضمانت نہ ہوگا (ت)

ان كانت مطلقه له ان يجبر المستعير على قلع الغرس ونقض البناء و اذا قلع ونقض لا يضمن المعير شيئاً من قيمة الغرس والبناء اهـ۔

طحاوی میں ہے :

ولا يضمن ما نقص من البناء والغرس لعدم الضرور عند عدم التوقيت افاده الزيلعي يه

عاریتہ دینے والا مالک عمارت اور درختوں کے نقصان کا ضامن نہ ہوگا، کیونکہ مقررہ وقت تک عاریتہ نہ ہونے کی وجہ سے عمارت اور درخت باقی رکھنے کا جواز نہیں امام زیلعی نے یہ افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اور اگر بکر چاہے کہ میں عملہ برقرار رہنے دوں اور زید مجھے قیمت دے دے تو یہ امر رضا مندی زید پر موقوف رہے گا اس پر بکر کو جبر نہیں پہنچتا،

ہندیہ میں ہے اگر مستعیر چاہے کہ مالک عمارت اور درختوں کے بلے کی قیمت برابر ضمانت دے تو اس پر مالک کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، اس کو بہر حال عمارت اور درخت اکھاڑنے ہوں گے۔ (ت)

في الهنديه فان طلب المستعير ان يضمن المعير قيمة البناء والغرس مقلوعا فانه لا يجبر على ذلك ويكلفه على القلع يه

اور اگر قلع بنا سے زمین کو ضرر میں پہنچے تو بکر خود اختیار قلع نہیں رکھتا بلکہ اب اختیار زید کو ہے چاہے اپنے نقصان زمین پر راضی ہو اور بکر پر جبر کرے کہ عملہ اکھیڑ لے جائے یا عملہ کو اپنی ملک کر لے اور بکر کو بنائے مقلوعہ کی قیمت دے یعنی یہ عملہ اگر اکھیڑ کر بیچا جائے تو اس حالت میں خریدار اس کے کیا دام لگائیں گے، اسی قدر حوالہ زید کرے باقی زید کی لاگت کا کچھ اعتبار نہیں، نہ وہ زوجہ اور ماموں کے

۳۴۰/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السابع	۱۰ فتاویٰ ہندیہ کتاب العاریتہ
۳۸۸/۳	دار المعرفۃ بیروت	کتاب العاریتہ	۱۱ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۳۴۰/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السابع	۱۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب العاریتہ

اُس قرض کا مطالبہ زید خواہ عمر و خالد سے کر سکتا ہے کہ مدیون یہ ہے نہ وہ۔

فی تنویر الابصار لو اعار ارضا للبناء
والغرس صحم وله ان یرجع متى شاء
ویكلفه قلعهما الا اذا کان فیہ مضرة
بالارض فیترکان بالقیمة مقلوعین لہ
عمارت و درخت اکھاڑنے میں زمین کو نقصان ہو تو دونوں باہمی رضامندی سے ملبہ کی قیمت پر زمین پر
ان کو باقی رکھ سکتے ہیں۔ (د ت)
طحاوی میں ہے :

اگر مالک زمین کے نقصان پر راضی ہے تو
مستعیر کو اکھاڑنے ہوں گے، مالک کو ملبہ کی
قیمت برابر ضمان پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔ (د ت)

وان مرضی رب الارض بالنقص قلعهما ولا
يجبر علی الضمان ۱۱۰ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو عرصہ دس بارہ سال سے عارضہ دمہ کا تھا
کبھی شدت ہو جاتی کبھی کم ہو جاتا سو اس کے اور کوئی مرض نہ تھا، نہ زید صاحبِ فراسش ہوا بلکہ مثل
تندرستوں کے چلتا پھرتا، اسی حالت میں اُس نے کل جائداد اپنی ہندہ اپنی زوجہ کو بعوض اُس کے مہر
کے بحالت ثبات ہوش و حواس کے ہبہ کی اور بغیر قابض کرانے دوسرے روز انتقال کیا، اس صورت
میں یہ ہبہ صحیح و نافذ ہو گا یا نہیں اور ایسی ہبہ میں قبضہ مشروط ہے یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔

الجواب

مرض موت کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک صاحبِ فراسش ہونا ضرور، تجرید
میں اسی مذہب کو معتد قرار دیا اور مختار یہ ہے کہ اس مرض کا قائل ہونا چاہئے کہ مبتدا اس کا غالباً
نہ بچتا ہو جب تک خوفِ موت غالب رہے مرضِ موت ہے اگرچہ مثل تندرستوں کے چلے پھرے۔

۱۵۶/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

کتاب العاریة

لہ در مختار شرح تنویر الابصار

۳۸۸/۳

دار المعرفہ بیروت

”

لہ حاشیة الطحاوی علی الدر المختار

درمختار میں مرض الموت کی تفسیر میں فرمایا گیا کہ موت سے قبل، اپنی ضروری بنیادی حوائج کے لئے گھر سے نکل نہ سکے۔ تجرید میں اسی پر اعتماد کیا ہے، بزازیہ۔ قہستانی نے ذخیرہ کے باب الہبہ کے حوالہ سے کہا ہے کہ مختاریہ ہے کوئی بھی ایسا عارضہ جس سے غالباً موت واقع ہو جاتی ہو اگرچہ صاحب فراش نہ ہوا ہو۔ (ت)

صورتِ مسئلہ میں جبکہ زید صاحب فراش نہ تھا اور دمر امراض قاتلہ سے نہیں بلکہ غالب اس میں سلامت ہے تو یہ مرض اس کا باتفاق تفسیر میں مرضِ موت نہ قرار پائے گا علی الخصوص جبکہ اُسے عرصہ دس بارہ برس کا گزر چکا تھا،

درمختار میں ہے کہ جڑا ہوا ہو، مفلوج ہو، شل ہو اور مرضِ سل والا ہو تو یہ امراض ایک سال طویل ہوں اور موت کا اندیشہ ہو تو ان کا ہبہ کیا ہو ان کے کل مال سے ادا ہوگا اور اگر یہ امراض طویل نہ ہوں موت کا اندیشہ ہو تو اس

فی الدر المختار و ہبۃ مقعد و مفلوج و اشل و مسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ و لم یخف موتہ منہ، والا تطل و خیف موتہ فمن ثلثہ، لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اھ ملخصاً۔

حال میں ان کا ہبہ تہائی مال سے ادا ہوگا کیونکہ یہ امراض لاچار کرتے ہیں فوری مہلک نہیں ہیں (ت) پس یہ ہبہ بلا شبہ صحیح و نافذ ہوگا اور قبضہ نہ ہونا کچھ مضر نہیں کہ ہبہ بالعوض حقیقہً بیع ہے اور بیع میں قبضہ غیر مشروط،

درمختار میں ہے اگر کسی نے ہبہ کرتے ہوئے کہا فلاں چیز کے عوض تجھے ہبہ کیا تو اول آخر وہ بیع قرار پائے گا اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فی الدر المختار لو قال و ہبتک بكذا فہو بیع ابتداء و انتہاء اھ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۲۰/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب الوصایا

لہ درمختار

۳۲۰/۲

" " "

"

لہ " "

۱۶۴/۲

" " "

باب الرجوع فی الہبۃ

کتاب الہبۃ

لہ " "

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان جو بلا شرکتِ غیرے اُس کا ملوک تھا اپنے پسرنابالغ کو ہبہ کیا اور شرط لگائی کہ اپنی زندگی تک اُس مکان میں بطور مالکانہ سکونت رکھوں گا اور بلوغِ پست تک اس کی مرمت میرے ذمہ رہے گی اور اس مضمون کا ہبہ نامہ لکھ دیا، آیا اس صورت میں ہبہ تمام و کامل ہو گیا یا بوجہ اس کے کہ زید نے مکان خالی نہ کیا اور سکونت و مرمت کی شرطیں لگائیں فاسد و ناجائز رہا۔ بتیوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہبہ صحیح و نافذ و تام و کامل ہو گیا زید کا اصلاحی مالکانہ اس میں نہ رہا، پس زید مالکِ مستقل ہو گیا، یہاں تک کہ خود بھی اب اس ہبہ کے نقص و ابطال پر قادر نہیں فان البسوة من موانع الرجوع (کیونکہ بیٹا ہونا موانع رجوع سے شمار ہوتا ہے) اور زید کا مکان خالی نہ کرنا کچھ مضر نہیں کہ باپ اپنے پسرنابالغ کو جو ہبہ کرے وہ صرف ایجاب سے تمام ہو جاتا ہے باپ کا قبضہ بعینہ پسر کا قبضہ قرار پاتا ہے سکونت پر تمامی ہبہ کے منافی نہیں ہوتی،

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے جس کو نابالغ پر ولایت حاصل ہے تو اس کا بچے کو عقدِ ہبہ ہی ہبہ کو تام کر دیتا ہے یعنی صرف ایجاب ہی کافی ہے کیونکہ ولی کا قبضہ بچے کی نیابت سے ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ایسا عقد جس میں ایک شخص ہی فریقین کے قائم مقام ہو سکتا ہے اس میں اس کا ایجاب ہی کافی ہے اھ ملقطات

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار
ہبہ من له ولاية على الطفل في الجملة
تم بالعقد (ای الايجاب فقط) لان قبض
الولی ینوب عنه والاصل ان کل عقد
یتولاہ الواحد ینتفی فیہ بالایجاب اھ
ملقطا۔

درمختار میں اشباہ سے ہے،

ہبہ المشغول لا تجوز الا اذا وهب

کسی مشغول چیز کا ہبہ صحیح نہیں الا یہ کہ باپ نابالغ

عہ لفظ "رجوع" اندازہ سے بنایا گیا اصل میں بیاض ہے۔

۱۹۰/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الہبۃ

طہ درمختار

۵۱۲/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

"

ردالمختار

الاب لطفہ لے

بچے کو ہبہ کرے۔ (ت)

اور سکونت و مرمت کی شرطیں اگرچہ بیجا ہیں مگر ہبہ مشروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وہ

شرطیں فاسد و بے اثر ٹھہرتی ہیں، درمختار میں ہے:

وحکمها انها لا تبطل بالشروط الفاسدة

فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح و تبطل

الشرط اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہبہ کا حکم یہ ہے کہ وہ فاسد شرطوں سے فاسد

نہیں ہوتا لہذا غلام کو ہبہ کرتے ہوئے شرط لگانا

کہ موہوب لہ اسے آزاد کرے گا، صحیح ہوگا اور شرط

باطل ہوگی اھ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مشکلہ

(نوٹ: اصل میں باض ہے، سوال دستیاب نہ ہو سکا)

الجواب

صورت مستولہ میں اگر قبضہ مال موہوب پر قبل موت واہب کے ہو گیا تو ہبہ تمام ہے مگر ثلث مال میں

صحیح ہوگا کہ ہبہ مرض موت میں ہوا پس ثلث مال موہوب لہا کو ملے گا اور دو ثلث ورثہ کو، اور اگر قبضہ بعد

موت واہب کے ہوا تو ہبہ باطل ہے کل مال ورثہ واہب کو ملے گا،

عالمگیری میں فرمایا کہ مبسوط میں ہے کہ مریض کا

ہبہ اور اس کا صدقہ جائز نہیں الا یہ کہ موہوب لہ

کو وہ قبضہ دے دے، اگر قبضہ دیا تو تہائی مال

سے شمار ہوگا اور اگر یہ واہب مریض قبضہ

دینے سے قبل فوت ہو گیا تو ہبہ باطل ہو جائیگا۔ (ت)

پھر اگر زوجیت موہوب لہا کی ثابت ہو گئی تو وہ اور زوجہ اولیٰ ثمن حق ورثہ میں خواہ دو ثلث ہو یا

کل شریک ہیں ورنہ ثمن بتمامہ زوجہ اولیٰ کا ہے اور ما بقی اس کی اولاد کا اور موہوب لہا کو وارثوں

عہ فی الاصل "ورثہ" وھو زلۃ من قلم الناسخ ۱۲۔

۱۵۹/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب البتہ

لہ درمختار

۱۵۸/۲

"

"

۴

۲۰۰/۲

نورانی کتب خانہ پشاور

الباب العاشر

"

۳۷ فتاویٰ ہندیہ

کے حصہ میں سے کچھ نہ ملے گا البتہ بر تقدیر ثبوت ہبہ ثلث مال بوجہ ہبہ کے لے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از مراد آباد

۸ شعبان ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو دختر اور دو پسر ہیں وہ چاہتا ہے کہ اپنا مال اپنی زندگی میں بحالت صحت نفس ان چاروں کو عطا کرے، آیا برابر تقسیم کرے یا بطور فنائت لذلک مثل حظ الانثیین (مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ ت)۔ بتینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مذہب مفتی بر پر افضل یہی ہے کہ بیٹوں بیٹیوں سب کو برابر دے۔ یہی قول امام ابو یوسف کا ہے اور للذکر مثل حظ الانثیین (مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ ت) دینا بھی جیسا کہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے ممنوع و ناجائز نہیں اگرچہ ترک اولیٰ ہے۔ ردالمحتار میں علامہ خیر الدین دہلی سے ہے:

فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے کہ مرد اور عورت کو نصف نصف دینا، مرد کو دو اور عورت کو ایک، تین حصے بنانے سے بہتر ہے اور یہ تین حصے امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے (ت)

الفتویٰ علی قول ابی یوسف من ان
التصیف بین الذکر والانثی افضل من
التثلیث الذی ہو قول محمد^۳

حاشیہ طحاویہ میں فتاویٰ بزازیہ سے ہے:

بیٹی اور بیٹے کو ہبہ دینے میں تین حصے میراث کے طور پر افضل ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نصف نصف دینا افضل ہے، اور

الافضل فی ہبۃ البنت والابن التثلیث
کالمیراث وعند الثانی التصیف وهو
المختار^۴

یہی مختار ہے (ت)

بالجملہ خلاف افضلیت میں ہے اور مذہب مختار پر اولیٰ تسویہ، ہاں اگر بعض اولاد فضل دینی میں بعض سے زائد ہو تو اس کی ترجیح میں اصلاً پاک نہیں۔ علامہ طحاوی نے فرمایا:

۵۱۳/۴

۲۰۰/۳

دار احیاء التراث العربی بیروت

دار المعرفۃ بیروت

۱۱/۴ القرآن الکریم

کتاب الہبۃ

کتاب الہبۃ

درجہ میں برابر ہونے کی صورت میں مکروہ ہے جیسا کہ منخ اور ہندیہ میں ہے لیکن مساوی نہ ہوں مثلاً ایک علم دین میں مشغول ہے اور کسب نہیں کرتا تو اس کو دوسروں پر فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ملتقط میں ہے یعنی مکروہ نہیں ہے۔ اور منخ میں ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب دین میں فضیلت رکھتا ہو تو اس کو فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

يكره ذلك عند تساويهم في الدرجة كما في المنح والهندية اما عند عدم التساوي كما اذا كان احدهم مشتغلا بالعلم لا بالكسب لا باس ان يفضله على غيره كما في الملتقط اي ولا يكره وفي المنح روى عن الامام انه لا باس به اذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسماۃ ہندہ نے گواہوں کی موجودگی میں اپنے خاوند زید کو کہا میں تمہیں اپنا تمام مہر بخشتی ہوں، زید نے یہ بات قبول کر لی، اس کے بعد زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا کہ جو کچھ میرا حق ہے میں تمہیں بخش دیتا ہوں، اس کے جواب میں ہندہ نے کہا میں نے لے لیا، تمام گواہوں نے فریقین کا یہ کلام سنا اور چلے گئے اور زید اور ہندہ کی طرف سے کوئی تحریر نہ ہوئی، اس کے بعد زید فوت ہوا اور اس نے اپنے پیچھے اپنا بھائی عمر اور ہندہ بیوی چھوڑے، اور جو ترکہ چھوڑا وہ برادر زادہ، خواہر زادہ، چھوٹے بھائی کی بیوہ اور بھائی حقیقی مذکور میں مشترک تھا

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ صورت کہ مسماۃ ہندہ بحضور گواہان از زید زوج خود گفت کہ من تمام مہر خویش لبشما بخشیدم زید قبول ساخت بعد ازاں زید از ہندہ زوجہ خویش گفت کہ انچه شے من است لبشما بخشیدم و دادم ہندہ گفت کہ من گفتم، جملہ شاہدان کلام طرفین مذکورہ شنیدہ رفتند و کدام کاغذ از جانب ہندہ و زید تحریر نہ گشت بعدہ زید بگذشتن عمر و برادر خود و ہندہ زوجہ و متروکہ مشترکہ فیما بین خواہر زادہ و برادر زادہ و بیوہ برادر خورد و برادر حقیقی مذکور فوت ساخت زان بعد ہندہ فوت شد اول پس مرگ خود دو

خواہر و دو برادر گزاشت پس دادن زید شے
خویش مشترکہ را بمسماۃ ہندہ زوجہ عند الشرع صحیح
است یا نہ و بخشیدن مہر ہندہ بمسعی زید شوہر
صحیح یا غیر صحیح و ترکہ زید بر کد ام کس بموجب ورائض
ہبہ تقسیم خواهد شد و ترکہ ہندہ بر کد ام کد ام
تقسیم خواهد شد۔ بیتوا تو جروا۔

پھر اس کے بعد ہندہ فوت ہو گئی اس نے اپنے
بیٹے دو بہنیں اور دو بھائی چھوڑے، تو کیا زید
کا اپنا مشترکہ مال اپنی بیوہ ہندہ کو دینا شرعاً
صحیح ہے یا نہیں، اور کیا ہندہ کا اپنے شوہر زید
کو اپنا مہر بخش دینا صحیح ہے یا نہیں، اور زید
کا ترکہ کن لوگوں میں بطور وراثت ہبہ تقسیم ہوگا
اور ہندہ کا ترکہ کن کن پر تقسیم ہوگا۔ بیتوا تو جروا (دست)

الجواب

شرع مطہراً اسلامیان رزقنا اللہ اتباعہ
بیع عقدے و فسخ را موقوف بہ تحریر نداشتہ
است پس ہندہ کہ مہر خود را بزید بخشید در
صحت و نفاذ ایں ہبہ سخنی نیست تنہا ایجاب
ہندہ اینجا بسند می بود اگر زید رد نہ کر دے
فکیف کہ تنضیص بر قبول نمودنی تنویر
الابصار ما ہبۃ الدین ممن
علیہ الدین و ابراءہ عنہ یتیم
من غیر قبول و ہبہ زید
در املاک مشاعہ مشترکہ غیر منقسمہ کہ زید بے آنکہ
آنها را تقسیم و افراز کردہ بقبض ہندہ
سپاردہ مرد و ہندہ بر آنها دست
نیافت باطل شد و بہ بیع وجہ ہندہ را اختیار
تمکک آنها نمادنی الدر المختار
فی ذکر موانع الرجوع و المیم

ہم مسلمانوں کی شریعت مطہرہ (اللہ تعالیٰ ہمیں
اس کی اتباع نصیب فرمائے) نے کوئی عقد
یا فسخ تحریر پر موقوف نہ چھوڑا، پس ہندہ نے اپنی
صحت میں مہر زید کو بخشا تو اس ہبہ کا نفاذ
بلاشبہ ہو گیا، اس میں ہندہ کی طرف سے صرف
ایجاب کافی تھا بشرطیکہ زید نے اس کو رد نہ کیا ہو
تو جب زید نے قبول کرنے کی تصریح کر دی تو کیا
شہبہ ہو سکتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ
جس پر دین ہو اس کو دین ہبہ کرنا اور بری کر دینا
قبول کے بغیر تام ہو جاتا ہے، اور زید نے اپنا
مشترکہ مشاع مال بغیر تقسیم کئے اور جدا کئے
ہبہ کیا اور جدا شدہ ہندہ کے قبضہ میں آیا اور وہ فوت ہو گیا
لہذا وہ ہبہ باطل ہوا اور کسی صورت ہندہ کی
ملکیت اس پر ثابت نہ ہوئی۔ در مختار میں رجوع
کے موانع میں مذکور ہے ”میم“ سے مراد قبضہ

موت احد المتعاقدين بعد التسليم
فلوقبله بطل و درعالمگیریہ از
کتاب الاصل می آورد اذا مات
الواهب قبل التسليم بطلت
سائل از ہمیں قدرے پرسد اما تمام حکم
حق انصاف درینجا آنست کہ زید ہبہ اش
را برہمیں اشیائے مشاءہ مقصورہ نگزاشتہ
بود بلکہ ہر آنچه ازاں وے باشد ہمہ را
ہبہ نمود و این چنین ہبہ شرعاً رواست
و بعد قبض تمام و نافع و مفید ملک شد
فی الخانیة لوقال جمیع مالی
او جمیع ما املك لفلات فهو
هبة لا یجوز الا بالتسليم
و عادت آنچنانست کہ چیز یا از
املاک خالصہ شوہرمانتہ نقد و عروض
لباس و اثاث و زیور و ظروف
و غیرہ امتعہ و فرش از جانب شوہر بدست
زنان برسبیل ودیعت یا اباحت می باشد
و در ہنچو مقام اگر ہبہ واقع شود حاجت
بقبض جدید نمی افتد فان قبض الودیعة و
الاباحة کل واحد منهما قبض غیر مضمون

ہو جانے کے بعد فریقین میں سے ایک کا فوت ہو جانا
اور اگر قبضہ سے پہلے فوت ہو تو ہبہ باطل ہوگا،
اور عالمگیری میں مبسوط کے حوالہ سے مذکور ہے
جب ہبہ کو نیا قبضہ دینے سے قبل فوت ہو جائے
ہبہ باطل ہو جاتا ہے، سائل کا سوال اسی قدر
تھا، لیکن مکمل حکم اور پورا انصاف اس میں یوں
ہے کہ زید نے اپنا ہبہ صرف مشترکہ مشاع تک
محدود نہ رکھا بلکہ اس نے اپنی ہر چیز کو ہبہ میں
شامل کر دیا جبکہ ایسا ہبہ شرعاً جائز ہے اور قبضہ
دینے پر تمام اور نافع ہو کر مفید ملک ہو جاتا ہے،
خانیہ میں ہے اگر کسی نے کہا میرا تمام مال یا جس
چیز کا میں مالک ہوں، وہ فلاں کے لئے ہے تو
ہبہ ہوگا جو صرف قبضہ دینے پر جائز ہوگا اور
عادتاً شوہر کی طرف سے بیوی کے پاس امانت
یا اباحت کے طور پر بیوی کے پاس بہت سا
سامان مثلاً نقد، لباس، اثاثہ، زیور، برتن
وغیرہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں اگر خاوندان
چیزوں کا ہبہ بیوی کو کرے تو بیوی کو جدید قبضہ
کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ امانت اور اباحت
کا قبضہ غیر مضمون ہوتا ہے اور ہبہ کا قبضہ بھی
ایسا ہے تو یہ قبضہ ایک دوسرے کے قائم مقام

۱۶۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب الرجوع فی الہبۃ	کتاب الہبۃ	لہ در مختار
۴۰۰/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب العاشر	"	لہ فتاویٰ ہندیہ
۶۱۶/۴	نولکشور بکھنؤ	کتاب الاقرار		لہ فتاویٰ قاضخان

و كذلك قبض الهبة فينوب احدهما
 عن الآخر من دون حاجة الى قبض
 جديد قال في التنوير و شرحه الدر
 و ملك بالقبول بلا قبض جديد لو
 الموهوب في يد الموهوب له و لو
 بقبض او امانة لانه ح عامل لنفسه
 و الاصل ان القبضين اذا تجالسا ناب
 احدهما عن الآخر و اذا تغاير انا ناب
 الاعلى عن الادنى ، پس ازيں قسم اشياء
 ہر چہ کہ بدست ہندہ بود مجرد ايجاب و
 قبول از دائرہ ملك زید بجوزہ تملك ہندہ
 انتقال نمود بچنین اگر زید در حیات خودش چیزے
 بقبض کامل ہندہ داد یا ہندہ باذن او
 خواہ در مجلس ہیہ بلا اذن وے بر چیزے
 قبضہ تامہ کرد آنہم ملوک ہندہ گردید و آنچه
 مطلقاً بے قبض مشاع باشد خواہ مفرز در
 آنہا ہیہ باطل شد کما ثبت من
 انہا لا تفید الملك الا بالقبض
 و تبطل بموت احدهما قبل
 التسليم و گمان بزند کہ چون عقد
 واحد در بعض معقود علیہ کہ اشیاے
 غیر مقبوضہ است بود بطلان
 گرفت در باقی نیز از علہ صحت

ہو جاتا ہے جدید قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی،
 تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے
 کہ صرف قبول کر لینے سے مالک ہو جائے گا جدید قبضہ
 کی ضرورت نہ ہوگی جب وہ چیز پہلے ہی موهوب لہ
 کے قبضہ میں ہو اگرچہ وہ قبضہ بطور قبض یا امانت ہی
 کیوں نہ ہو، کیونکہ اس میں اس نے خود اپنے لئے
 عمل کرنا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ دونوں قبضے
 ہم جنس ہوں یا ایک اقوی اور ایک ادنیٰ ہو۔ تو
 ہم جنس ایک دوسرے اور اقوی ادنیٰ کے قائم مقام
 ہو جاتا ہے، پس ازیں قسم اشیا جو ہندہ کے
 قبضہ میں اس وقت تھیں وہ سب محض ايجاب قبول
 کر لینے پر زید کی ملکیت سے نکل کر ہندہ کی ملکیت
 ہو گئیں اور یونہی وہ چیزیں جن کا زید نے اپنی زندگی
 میں ہندہ کو مکمل قبضہ دے دیا خود ہندہ نے اس کی
 اجازت سے مجلس ہیہ یا اس کے بعد جس چیز کو
 قبضہ میں مکمل لے لیا بلکہ بلا اجازت بھی قبضہ سے وہ
 مالک ہو گئی، لیکن وہ مال جو مشاع غیر منقسم خواہ منقسم
 ہو قبضہ نہ دیا ہو ان سب میں ہیہ باطل ہوگی
 جیسا کہ ثابت ہے کہ ہیہ قبضہ کے بغیر مفید ملک
 نہیں ہوتا اور قبضہ دینے سے قبل ایک فریق کے
 فوت ہو جانے سے باطل ہو جاتا ہے، اور یہ
 خیال کرنا کہ ایک عقد کی بعض غیر مقبوضہ اشیا میں
 ہیہ باطل ہو جانے پر تمام اشیا میں باطل

عاری و عاقل باشد زیرا کہ ہبہ پھو بیع نیست
 و بشرط فاسد فساد نمی پذیرد فی الاشباہ
 من قاعدة اذا اجتمع الحلال
 والمحرام غلب الحرام ومنها
 الهبة وهي لا تبطل بالشرط
 الفاسد فلا يتعدى الى
 الجائز له متروکہ زید بر تقدیم
 عدم موانع ارث و وارث
 آخر و تقدیم مقدم کالدین و
 الوصیۃ بر چار سہم الفسام یافتہ
 سہمی بزن و سہ برادرے رسد و ترکہ
 ہندہ از موہوبہ زید و حصہ ترکہ زید و غیرہا
 انچہ کہ شرعاً ملک ہندہ قرار یابد
 بشرائط مذکورہ شمش پارہ شد پنج برادر
 دو بخش و بہر خواہر بخشہ خواہد رسید - واللہ سبحانہ
 و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک دستاویز میں ابو محمد و فاطمہ کا اپنی ایک
 جائداد مشترکہ بنام اپنے تین بیٹوں احمد و حامد بالغان و محمود نابالغ کے اس طور پر لکھا کہ نصف
 جائداد بنام احمد پسر کبیر کے جو فضل دینی میں اور اولاد سے زائد ہے اور نصف باقی بنام حامد و محمود کے

عہ قدزل قلم الناسخ الصواب بہر برادر دو بخش و بہر خواہر بخشہ خواہد رسید ۱۲ عبد المنان

ابو محمد نے وفات پائی، فاطمہ زندہ ہے ان کا ان امور میں شریک ہونا اور دستاویز لکھوانا اور اس تقسیم متفاوت پر راضی ہونا یقیناً ثابت ہے، اسی طرح حامد بالغ کا بھی اپنے برادر کلاں احمد کی ترجیح پر راضی ہونا یقینی، آیا ایسی صورت میں بعد انتقال ابو محمد کے صرف اس وجہ پر کہ بیٹوں کے دینے میں باہم فرق کیا گیا اگر وہ خود دیتا تو برابر دیتا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ فعل ابو محمد کا نہیں یا اس نے دستاویز نہ لکھوائی یا وہ اس تفاوت پر راضی نہ تھا یا اس کا فعل مانا بھی جائے تو اس بنا پر گمان کر سکیں کہ اس کی عقل میں اختلاف تھا اور نہ تفاوت نہ کرتا یا ایسا نہیں ہے اور اولاد میں کسی کو بوجہ فضل دینی کے ترجیح دی جائے تو شرعاً جائزہ اور یہ تصرف نافذ ہے، یا اس خیال سے کہ بعض اولاد نابالغ ہیں یا کیا معلوم بقیہ اولاد سے آئندہ کوئی اور شخص فضل میں زیادہ ہو جائے اجازت نہ دیں گے۔ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

نفاذ کے لئے تو اگر کوئی شخص غیر مجبور اپنی ساری جائداد ایک ہی بیٹے کو دے دے اور باقی اولاد کو کچھ نہ دے تو یہ تصرف بھی قطعاً صحیح و نافذ ہے اگرچہ عند اللہ گنہگار ہو گا گناہ گاری کو عدم نفاذ تصرف سے کچھ علاقہ نہیں، درمختار میں ہے؛

ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز
واشهره
اگر اپنی صحت میں تمام مال بیٹے کو ہبہ
کر دیا تو جائز ہے اور گنہگار ہو گا۔ (ت)
اور اگر فضل دینی کے سبب بعض اولاد کو ترجیح دی جائے تو یہ بلا کر اہت جائزہ ہے اس میں عند اللہ بھی
کچھ مواخذہ نہیں،

في الخانية روى عن ابى حنيفة رضى الله تعالى
عنه انه لا باس به اذا كان التفضيل
لن زيادة فضل له في الدين وان كانا
سواء يكرهه
خانیہ میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے مروی ہے اگر اس کو دینی فضیلت حاصل
ہو تو اس کو زیادہ دینے میں حرج نہیں ہے
اور سب مساوی ہوں پھر ایک کو زائد دینا مکروہ
ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے؛

اگر کوئی بیٹا علم دین میں مشغول ہونے کی وجہ سے
کسب نہیں کرتا تو اس کو دوسروں سے زائد
دینے میں حرج نہیں ہے، جیسا کہ ملتقط میں
ہے۔ (ت)

لوکان الولد مشتغلا بالعلم لا بالكسب
فلا بأس به ان يفضله على غيره كذا في
الملتقط

اور جب یہ تفاوت شرعاً جائز ہے اور صورتِ مسئلہ میں جس بیٹے کو ترجیح دی گئی حسبِ بیانِ سائل فضلِ دینی میں زیادہ ہے تو اس بنا پر کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ فعل ابو محمد کا نہ تھا یا وہ اس تفاوت پر راضی نہ تھا، یا تھا تو اس کی عقل میں کچھ اختلال تھا ہم بتصریح علماء نقل کر آئے کہ تمام اولاد کو محروم کر کے کل مال ایک کو دے دینا بھی صحیح و نافذ ہے پھر جب شرع ایسے مکروہ تصرف کو جس میں عند اللہ مواخذہ ہے صحیح و تمام مانتی ہے اور اس قسم کے خیالات کو گنجائش نہیں دیتی تو یہ تصرف جس میں کسی طرح حرج شرعی نہیں کیونکر موردان خیالات کا ہو سکتا ہے اسی طرح یہ احتمال بھی کہ ممکن ہے کہ آئندہ بعض اولاد باقیں سے کوئی شخص فضلِ دینی میں اس پر بڑھ جائے تو اس وقت اس کے فضل پر خیال کر کے کیونکر اسے ترجیح دیں ہرگز ٹھیک نہیں کہ شرع مطہر حالت موجودہ پر حکم دیتی ہے آخر علم غیب خدا کو ہے ایسے ہی خطرات کو جگہ دی جائے تو علماء کے اس حکم کا کوئی عمل نہ ملے کہ جب اس مسئلہ پر عمل کر کے ایک ولد کو زیادہ دینا چاہیں فوراً یہ احتمال قائم ہو سکتا ہے کہ کیا معلوم آئندہ باقیں میں سے اس سے کوئی بڑھ جائے، علماء نے کہ ترجیح افضل کی اجازت دی ہے حکم مطلق رکھا ہے کسی کے بلوغ و عدم بلوغ کی قید نہیں لگائی ہرگز کوئی شخص کسی ایک کتاب میں بھی نہیں دکھا سکتا کہ یہ حکم صرف اُس صورت میں ہے کہ جب بقیہ اولاد میں کوئی بالغ ہو اور وجہ اس کی نہایت ظاہر کہ حیاتِ مورث میں ورثہ اس کی جائداد کے مالک نہیں ہو جاتے جو ایک زیادہ دینا بالغ کے مال میں صرف ٹھہرے شخص اپنی صحت میں اپنے مال کا مختار ہے اگر کسی اجنبی کو دے دے تو کون ہاتھ روک سکتا ہے علی الخصوص فاطمہ کا کہ زندہ و موجود ہے اس تفاوت پر راضی ہونا بالکل ایسے خیالات کو دفع کرتا ہے کہ یہی علتِ بعینہ وہاں موجود ہے، اب کیا یہ گمان کر سکتے ہیں کہ فاطمہ اس فعل پر راضی نہیں، یا راضی ہے تو اس کی عقل میں کچھ اختلال ہے اور جب یہاں ایسا خیال نہیں کر سکتے اور باوجودیکہ ماؤں کو اولادِ صغیر کی محبت سب سے زیادہ ہوتی ہے وہ اس تفاوت پر بوجہ احمد کے فضلِ دینی کے صریح رضامند ہے تو ابو محمد کی رضامندی بدرجہ اولیٰ قابلِ تسلیم ہو سکتی ہے اور حامد لیسر بالغ کا اپنے برادر کلاں کی ترجیح

مگر صورت مستولہ میں جبکہ موہوب لہا نابالغ ہیں تو ان کے باپ کا قبضہ لعیینہ ان کا قبضہ ہے ،
 فی الدر المختار ان وہب لہ اجنبی تم بقبض ولیہ وهو احد اربعة الاب ثم وصیہ الخ۔
 در مختار میں ہے اگر نابالغ کو اجنبی شخص ہبہ کرے تو اس کے ولی کے قبضہ سے تام ہو جاتا ہے ، اور چار ولیوں میں سے ایک باپ پھر وصی ہے الخ (ت)
 اور پیش از ہبہ فرزند ہندہ جواز جانب ہندہ ان دیہات و دکانات پر قبضہ رکھتا تھا اسی قبضہ کا باقی ہونا اس قبضہ ہبہ کے لئے کافی ہے ،

لان کل واحد قبض امانة فکان من جنس واحد وفي الدر المختار الاصل ان القبضین اذا تجالسا ناب احدهما عن الآخر وفي رد المحتار قوله عن الآخر كما اذا كان عندا ودیعة فاعارها صاحبها له فان كلا منهما قبض امانة فتاب احدهما عن الآخر۔
 کیونکہ ان سب پر قبضہ بطور امانت ہے تو ایک جنس کا ہوا ، اور در مختار میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ جب دونوں قبضے ایک جنس ہوں تو ایک دوسرے کے قائم مقام ہو جاتا ہے اھ۔ اور رد المحتار میں ہے اس کا قول کہ دوسرے کے قائم مقام ہوتا ہے جیسے پہلے اس کے پاس بطور امانت تھا پھر اس نے عاریتاً لیا ، تو دونوں ایک جیسی امانت کے طور پر ہیں ، تو یہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے۔ (ت)
 از سر نو قبضہ جداگانہ حاصل کرنے کی حاجت نہیں ،

فی تنویر الابصار ملک بلا قبض جدید لوالموہوب فی ید الموہوب لہ اھ۔
 تنویر الابصار میں ہے ہبہ شدہ چیز موہوب لہ کے قبضہ میں پہلے ہو تو جدید قبضہ کے بغیر مالک ہو جائے گا اھ (ت)

البتة یہ ہبہ مرض الموت میں ہونے کی وجہ سے اس بات میں حکم وصیت پیدا کر گیا کہ بلا اجازت ورثہ فقط ایک ثلث میں نافذ ہوگا ،

فی تنویر الابصار ہبتہ کو وصیة فیعتبر تنویر الابصار میں ہے اس کا ہبہ وصیت کی

۱۶۰/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب الرجوع فی الہبتہ	کتاب الہبتہ	لے در مختار
۱۶۰/۴	"	"	"	لے " "
۵۱۲/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت		"	لے رد المختار
۱۶۰/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الہبتہ	تنویر الابصار	لے در مختار شرح تنویر الابصار

ظاہر ہوا کہ پہلے مجیب نے جدید قبضہ کو واجب کرنے
میں خطا کی ہے کہ دونوں تہائی حصہ والوں کے لئے
مطلقاً یہ بات کہہ دی، لیکن دوسرے مجیب نے
بہت سی خطائیں کی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

الاول اخطأ فی ایجاب القبض المجدید
للمؤنی لهما بثلت المال مطلقاً واما
المجیب الثانی فقد اخطأ خطأ من
وجوه - واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فتح الملیک فی حکم التملیک

(بادشاہ کا اظہار تملیک کے حکم میں)

مسئلہ

نزدیک علمائے حنفیہ ایدہم اللہ تعالیٰ کے ہبہ و تملیک میں کیا فرق ہے اور جو احکام ہبہ مشاع اور ہبہ مرض الموت اور ہبہ غیر مقبوض کے ہیں وہی بحالت ہائے مذکورہ تملیک سے بھی متعلق ہیں یا نہیں؟
بَيِّنُوا تَوَجُّرًا (بیان کیجئے اجر پائے۔ ت)

الجواب

اصل وضع میں تملیک ہبہ سے عام ہے کہ وہ تملیک اعیان و منافع و لعبوض و بے عوض و منجز و مضاف للموت سب کو شامل ہے جس کی رو سے بیع و ہبہ و اجارہ و اعارہ و وصایا سب اُس کے تحت میں داخل ہیں اور ہبہ خاص تملیک عین بلا عوض کا نام ہے،

فی الدر المختار الہبۃ تملیک العین
مجاناً اھ ملخصاً۔
در مختار میں ہے ہبہ مفت میں کسی چیز کا مالک بنانا ہے اھ ملخصاً (ت)

مگر عرف میں ان لفظوں سے کہ میں نے ایک شے کا تجھے مالک کیا، یا اس چیز کی تجھے تملیک کی، ظاہراً ہبہ

ہی قبادر ہوتا ہے حتیٰ کہ امام اجل شمس الامم سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محیط میں اسے ان الفاظ سے گنا جو بحسب وضع افادہ ہبہ کرتے ہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اما الالفاظ التي تقع بها الهبة فانواع ثلثة
نوع تقع به الهبة وضعا ونوع تقع به الهبة
كناية وعن فانواع يحتمل الهبة والعارية
مستويا اما الاول فكقوله وهبت هذا الشيء
لك او ملكته منك الخ۔

لیکن جن الفاظ سے ہبہ ہوتا ہے وہ تین قسم ہیں، ایک قسم وہ ہے جن سے ہبہ کا وقوع وضعا ہوتا ہے، اور ایک قسم وہ جن سے کنایہ اور عرفا ہبہ ہوتا ہے، اور ایک قسم وہ جن سے ہبہ اور عاریہ دونوں مساوی طور پر واقع ہوتے ہیں۔ پہلی قسم

کی مثال "میں نے یہ چیز تجھے ہبہ کی" یا یہ کہنا "میں نے تجھے اس کا مالک بنایا" الخ (ت)

ولہذا کلمات علماء میں اکثر جگہ تملیک سے ہبہ پر استدلال پایا جاتا ہے مع ظہور ان الاستدلال بالعام علی الخاص باطل لجواز وجودہ فی ضمن فرد آخر (باوجود ظاہر ہونے کے عام سے خاص پر استدلال باطل ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عام کا وجود کسی دوسرے فرد میں پایا جائے۔ ت) امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں فرماتے ہیں:

رجل غرس کرما وله ابن صغير فقال
جعلته لابني فلان يكون هبة لان الجعل
عبارة عن التمليك۔

ایک شخص نے انگور کے پودے لگائے اس کا نابالغ بیٹا ہے، تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے فلاں بیٹے کے لئے کیا تو یہ ہبہ ہوگا کیونکہ بنانا اور کرنا تملیک کا معنی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ان قال جعلته باسم ابني يكون هبة
ظاهراً لان الناس يريدون بهذا التمليك
والهبة۔

کسی نے کہا میں نے یہ بیٹے کے نام سے بنایا تو ظاہراً یہ ہبہ ہوگا، کیونکہ لوگ اس سے تملیک اور ہبہ مراد لیتے ہیں۔ (ت)

اور علامہ بیرری شارح الشباہ والنظائر فرماتے ہیں:

۱۰	فتاویٰ ہندیہ	کتاب الہبۃ	الباب الاول	نورانی کتب خانہ پشاور	۳۷۵/۴
۱۱	فتاویٰ قاضی خان	کتاب الہبۃ		نوٹکشور لکھنؤ	۶۹۷/۴
۱۲	"	"	"	"	۶۹۷/۲

خزانه الفناوی میں ہے اگر کسی نے بیٹے کو مال دیا اور بیٹے نے اس میں تصرف کیا تو یہ مال باپ کا ہوگا الا یہ کہ کوئی دلالت تملیک پر پائی جائے۔ (د ت)

في خزانه الفناوی اذا دفع لابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للاب الا ان دلت دلالة التملیک

محقق شامی فرماتے ہیں :

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت نے فائدہ دیا کہ اس میں ایجاب و قبول بشرط نہیں بلکہ تملیک پر دلالت کرنے والے قرائن کافی ہوتے ہیں (د ت)

قلت فقد افادت التللفظ بالایجاب و القبول لا یشرط بل تکفی القرائن الدالة علی التملیک

فقہ علامہ نوازل میں تصریح فرماتے ہیں جو لفظ تملیک رقبہ پر دال ہو ہیہ ہے ،

در مختار میں ہے اگر الفاظ غلام پر تملک کی خبر دیں تو ہیہ ہوگا ، اگر الفاظ منافع پر دال ہوں تو عاریہ ہوگا اور لفظ محتمل فیہ ہو تو قائل کی نیت کا اعتبار ہوگا ، نوازل۔ (د ت)

فی الدر المختار اللفظ ان انبأ عن تملك الرقبة فهبة او المنافع فعاریة او احتمل اعتبار النية ، نوازل

در باب افتا جاجا بجا علامہ خیر الملتہ والدین ربلی وغیرہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے سوال تملیک پر ہیہ کا

جواب عطا فرمایا اور اس پر مشاع وغیرہ کے وہی احکام جاری کئے اور تملیک نامہ کو صریحاً ہیہ نامہ ٹھہرایا ، فناوی خیر یہ لنفع البریہ میں ہے ،

سئل فیما اذا ملك نروجه نصف جمل و نصف بقرة و نصف غراس نريتوت تملیکاً شرعیاً بایجاب منه و قبول منها و قبضت النروجة و تسلمت ثم مات النروج و یوید وارثه ان يجعل المملکات

ان سے سوال ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو نصف اونٹ ، نصف بیل ، نصف باغ زیتون کا شرعی تملیک کے طور پر مالک بنائے باقاعدہ ایجاب و قبول ہو اور بیوی قبضہ کر لے پھر وہ خاوند فوت ہو جائے اور ورثہ چاہیں کہ ان تمام تملیک بنائی ہوئی چیزوں کو

۵۰۸/۴

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الہبہ

رد المحتار بحوالہ بری

۵۰۸/۴

” ” ”

”

” ”

۱۵۹/۲

مطبع مجتہبی دہلی

”

رد مختار

بیوی سمیت تمام ورثا کے لئے وراثت بنا لیں،
تو جواب دیا کہ مذکورہ تملیک کی بنا پر بیوی کی
ملک ہیں، جبکہ ناقابل تقسیم مشاع کا ہبہ صحیح ہوتا
ہے، اور اونٹ اور بیل قابل تقسیم نہیں ہیں، تو
ان کا ہبہ صحیح ہوا، اھ ملتقطاً۔

(ت)

ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے یہ اقرار کیا کہ
میں اپنے پوتوں کو مالک بنایا اور فلاں دو مکانوں
میں چھ قراریط سب کی حجت میں پوتوں کا نام لیا، تو جواب
دیا کہ حنفی حضرات قابل تقسیم مشاع کا ہبہ جائز
نہیں مانتے اھ ملخصاً (ت)

ان سے سوال ہوا کہ زید کے دو بیٹے ہیں اور
کچھ املاک قابل تقسیم ہیں اور ایک مشاع چیز
میں اس کا حصہ بھی ہے تو اپنی ملکیت ان
تمام چیزوں کا دونوں بیٹوں کو مالک بنا دیا جبکہ
دونوں کو مساوی طور پر بغیر تقسیم حصہ دار بنایا
اور رسید بھی لکھ دی اور اب زید اس ہبہ
سے رجوع کرنا چاہتا ہے، تو کیا اسے یہ حق ہے؟
الجواب ہاں حق ہے، کیونکہ ایک کا دو حضرات
کو ہبہ مشترکہ بغیر تقسیم صحیح نہیں اھ ملتقطاً (ت)

۱۱۰ / ۲

دار المعرفۃ بیروت

۱۱۲ / ۲

۹۵ / ۲

ارگ بازار قندھار افغانستان

میراثا بینہ و بین الزوجة اجاب ہی
ملك للزوجة بالتملک علی الوجه المذكور
وهبة المشاع الذی لا یحتمل القسمة
صحیحة والجمال والبقرۃ مما لا یمكن
قسمة الواحد منها فصحت فیها الرهبة
المذكورة اھ ملتقطاً۔

اسی میں ہے،

سئل فی رجل اشهد علی نفسه انه ملك
اولاد ابنه و سماهم فی حجة جميع الستة
قراریط فی الدارین الفلانیین اجاب
الحنفی لا یری جواز الرهبة المشاع اھ ملخصاً

عقود الدرینہ میں ہے،

سئل فیما اذا كان لزید ابنان و املاك
تقبل القسمة و حصۃ فی مشاع تقبل
القسمة فملك جميع ذلك من ابنيه
المذكورین سویتۃ بینہما من غیر قسمة
و كتب بذلك صك و یرید نرید الرجوع
عن التملک فهل له ذلك الجواب
نعم هبة واحد من اثنين لا یصح اھ
بالالتقاط۔

کتاب الہبہ

۱۱۰ / ۲

۱۱۲ / ۲

۹۵ / ۲

العقود الدرینہ

لیکن محل غور اس قدر ہے کہ مسئلہ کے خاص جزو میں ظاہراً کلمات علما مختلف سے نظر آتے ہیں بعض نے وہی تصریح فرمائی کہ عقد تملیک عین ہبہ ہے اور بعض بنظر عموم لفظ تعیین ہبہ کے لئے قرینہ کی حاجت اور در صورت انعدام قرینہ عقد تملیک کو ناجائز و غیر صحیح مانتے ہیں،

ردالمحتار میں ہے اگر کہا میں نے تجھے اس کپڑے کا مالک بنایا، مثلاً اگر ہبہ پر قرینہ ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، کیونکہ تملیک ہبہ سے عام ہے اس لئے کہ تملیک بیع، وصیت، اجارہ وغیرہ پر بھی صادق آتی ہے، ہم نے حامدیہ میں ہبہ کے آخر میں جو لکھا ہے اسے دیکھو، اور گازرونی میں ہے کہ یہ ہبہ ہے (اھ دت)۔

فی رد المحتار لو قال ملکک هذا الثوب مثلاً فان قامت قرینة على الهبة صحت والا فلا لان التملیک اعم منها لصدقه على المبیع والوصیة والاجارة وغيرها انظر ما کتبناہ فی اخر الهبة الحامدیة و فی الکازرونی انها هبة اھ۔

فقیر کہتا ہے غفر الله تعالى له بتصریح علماء ہما امکان دفع تخالف و تحصیل توفیق لازم اور وجہ تطبیق کی تقریر علی الخصوص جب بے تکلف ہوتے ہیں و متمم، اصل وضع میں تملیک کا عموم کسے نہیں معلوم اور بے قیام قرینہ احد الافراد کی تعیین کسی کا قول نہیں اور جس طرح یہ باتیں متفق علیہ ہیں یونہی یہ بھی متیقن کہ خاص جہت لفظ سے قرینہ کا ناشی ہونا ضروری نہیں بلکہ قرینہ عالیہ بھی کافی ہے،

وقد سمعت ما قال العلامة البیری و تو نے علامہ بیری اور محقق شامی رحمہما اللہ تعالیٰ المحقق الشامی رحمہما اللہ تعالیٰ کا کلام سُن لیا۔ (دت)

اب جو ہم دیکھتے ہیں تو مقام اجارہ میں بیشک لفظ تملیک بیع و ہبہ و وصیت وغیرہ سب جگہ بولا جاتا ہے عام ازیں کہ وہ اجارہ اپنے نفس سے ہو یا غیر سے، مثلاً زید نے ایک مکان عمرو کے ہاتھ بیع کیا تو اب وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں مکان عمرو کی ملک کر دیا بکہ و خالد کہہ سکتے ہیں زید نے خود کو اپنے مکان کا مالک کیا عمرو کہہ سکتا ہے کہ مکان زید تملیک زید میری ملک میں آیا اور سامع ان لفظوں سے ہرگز شواہد نقل ملک کے کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ امر لبعوض واقع ہو یا بلا عوض اور مکان ملک عمرو میں بیعاً آیا یا ہبہ، عموم تملیک کا یہ صاف اثر واضح ہے مگر خاص الشائے عقد و ایجاب و قبول کے وقت جب ان لفظوں پر اقتصار ہوگا یعنی میں نے تجھے فلاں شے کا مالک کیا عمرو کے میں نے قبول کیا، تو بیشک متفہم عرف میں اس سے ہبہ ہی

مبادر ہوگا جب تک کوئی قرینہ اس کے خلاف پر قائم نہ ہو اور فارق یہ ہے کہ عقد واقع سے خبر دینے میں اس کے متعلقات کا استیفاء و استقصا ضرور نہیں بخلاف ایقاع عقد کے کہ اگر اُسے بیع منظور ہوتی ٹمن کا ذکر لانا وصیت چاہتا تو بعد موت کے تصریح کرتا اجارہ اعارہ مقصود ہوتا تو عقد کو خاص اس شئی کی طرف اضافت نہ کرتا بلکہ منافع کا نام لیتا یا ایسی عبارت بولتا جس سے تملیک منافع مفہوم ہوتی آحشر دیکھو اصل وضع کے اعتبار سے ان لفظوں میں بھی کہ یہ شئی میں نے اپنے بیٹے کے لئے کر دی یا بنام او کر دم بعینہ وہی احتمالات پیدا ہیں جو لفظ تملیک میں نکلتے ہیں مگر ائمہ نے تصریح فرمائی کہ یہ ہبہ ہے،

كما اسلفنا من الخانية وقد نقله عنها العلامة الغزالي في المنع وغيره في غيرها مذعن لها۔
جیسا کہ ہم نے پہلے خانہ سے نقل کیا ہے اور خانہ سے علامہ غزالی نے منع میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کیا ہے (ت)

بعد امام فقیہ النفس نے جعلتہ لابنی کے ہبہ ٹھہرانے کی وجہ سے یہ ارشاد فرمائی کہ جعل بمعنی تملیک ہے توجہ تک باقضاء مقام تمام احتمالات منقطع ہو کر ملک بمعنی و ہبت نہ رہے گا جعلت کا بمعنی ملک ہونا کیا فائدہ بخشے گا کمالا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) پس ان بعض کا یہ فرمانا کہ ارادہ ہبہ کے لئے قرینہ درکار ہے نہایت بجا و درست، بیشک کوئی عام اپنے فرد میں بلا قرینہ معین نہیں ہو سکتا، مگر یہاں طرز گفتگو خود ہی ہبہ کا قرینہ ہے کیا بیتنا (جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ ت) ہاں مثلاً ایسی صورت میں کہ زید و عمرو باہم کسی شے کے خرید و فروخت پر گفتگو کرتے ہوں اب زید کہے وہ شے میں نے تیری ہی ملک میں دی یا تجھے اس کا مالک کیا ہبہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی باہمی حالت تملیک بلا عوض پر قرینہ نہیں ہو سکتی، نہ بیع درست ہو کہ وہ مبادلہ مال بمال ہے اور یہاں مال دوم کا نام نہیں ناچار عقد کو غیر صحیح مانیں گے۔ اور وہ بعض جو تملیک کو ہبہ فرماتے ہیں اس صورت میں فرماتے ہیں جب کوئی ایسی حالت واقع نہ ہو پس تمام کلمات ایک ہی طرف راجع اور سارا اختلاف بجد اللہ مرتفع۔

میں کہتا ہوں یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو عقود الدریہ کے آخر میں ہے وہ ہماری بحث سے خارج

قلت ومن ههنا ظهرانہ لا يتعلق بما نحن فيه ما فی آخر العقود الدریة

مما نصدہ قال المؤلف كتبت على صورة
 دعوى ما صورته حيث بينت اقراره
 انه بجهة التملك فدعوى التملك
 لا تسمع لما قاله الخیر الرضی رحمہ اللہ
 تعالیٰ ناقلًا عن جامع الفصولین فی خلل
 المحاضر والسجلات بمرز التتمة عرض
 علی محضر کتب فیہ ملکہ تملیکاً صحیحاً
 ولم یبین انه ملکہ بعوض او بلا عوض
 قال اجبت انه لا تصح الدعوی ثم
 مرز لشروط الحاکم الکتفی بہ فی مثل
 هذا بقوله وهب له هبة صحیحة و
 قبضها ولكن ما افاد فی التتمة اجود واقرب
 الی الاحتیاط اه فان هذا نقل و اخبار
 لا عقد و ایجاب کما لا یخفی هکذا ینبغی
 التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

ہے جس کی عبارت یہ ہے، مؤلف نے فرمایا میں
 نے دعویٰ کی صورت، پر لکھا، کہ صورت کیا ہے
 جہاں اس نے اپنا اقرار کیا ہے کہ یہ تملیک کے
 طور پر ہے اگر یہی ہے تو تملیک کے دعویٰ کی مانند
 یہ قابلِ سماعت نہیں ہے اس کی وجہ وہ جو خیر الدین
 رضی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع الفصولین کی محاضرات
 اور سجلات میں خلل والی بحث سے تتمہ کے عنوان میں
 نقل کیا ہے کہ مجھ پر ایک محضر نامہ پیش کیا گیا جس میں
 لکھا تھا اس کو صحیح تملیک کے ساتھ مالک بنایا،
 اور یہ نہ بیان کیا عوض کے ساتھ یا بلا عوض مالک
 بنایا تو فرماتے ہیں میں نے جواب دیا کہ دعویٰ صحیح
 نہیں ہے، پھر انھوں نے شروط الحاکم میں صرف
 اس صورت پر اکتفا فرمایا، جیسے کوئی لکھے اس کو
 صحیح ہبہ کر کے دے دیا، لیکن انھوں نے تتمہ میں
 جو فائدہ دیا وہ بہتر اور احتیاط سے اقرب ہے اھ،
 کیونکہ یہ حکایت اور اخبار ہیں، عقد اور ایجاب نہیں ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں، تحقیق یوں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ
 ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

یہ ساری بحث تملیک زبانی میں ہے دستاویز تملیک نامہ تو قطعاً تمام اقوال پر ہبہ نامہ ہے
 جس میں کسی طرح نزاع کا احتمال نہیں کہ بالیقین اس کا لکھنے والا تملیک عین بلا عوض کا قصد کرتا ہے
 اور بالیقین ہی اس سے سمجھا جاتا ہے بیع و وصیت وغیرہ احتمالات کی بوجہ نہیں آتی یہاں تک کہ
 اگر کوئی شخص ایسی دستاویز لکھ کر کہے میں نے تو اس سے عقد بیع کا قصد کیا ہے تو کوئی اس کی تصدیق

عہ اسم کتاب ۱۲ عبد المنان

لہ العقود الدریۃ کتاب الہبۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۰۰ - ۱/۲

نہ کرے گا اور سب کے نزدیک وہ بات بدلنے والا ٹھہرے گا تو اس کے ہبہ ہونے میں کوئی شک نہیں تملیک زبانی میں مدار کار قرینہ پر ہے اگر کوئی قرینہ ایسا قائم ہو جو معنی ہبہ سے ابا کرے تو اسے ہبہ نہ ٹھہرائیں گے اور دستاویز تملیک نامہ قطعاً ہبہ اور جو عقد عقد ہبہ ٹھہرے گا تمام احکام ہبہ متعلقات شیوع و قبضہ و مرض وغیرہ سب بدستور اس میں جاری ہونگے فان العبرة للمعنی كما في الهداية وغيرها (کیونکہ معنی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) یہ ہے جو کلمات علماء کرام سے منقح ہو اور وہ جو زعم کیا جاتا ہے کہ تملیک کوئی عقد خاص جداگانہ ہبہ سے مبائن اور اس کے احکام احکام ہبہ سے علیحدہ ہیں اصلاً قابل تسلیم نہیں کہ قواعد شرع مطہرہ اس کی مساعدت ہرگز نہیں کرتے، اس مقام پر علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو وقوع پذیر ہوا، جہاں انھوں نے فرمایا کہ سید حموی نے فرمایا: جاننا چاہتے ہیں کہ تملیک ہبہ کے معنی میں ہوتی ہے اور قبضہ سے تام ہوتی ہے اور جب یہ قبضہ اور تسلیم سے خالی ہو تو پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا ناجائز ہے ہبہ پر قیاس کی وجہ سے، اور اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ بغیر قبضہ دیئے جائز ہے اور تملیک ہبہ سے جدا چیز ہے کیونکہ تملیک اور ہبہ دو علیحدہ چیزیں، حکم اور نام کے اعتبار سے، نام کے لحاظ سے ظاہر ہے، حکم کے اعتبار سے اس لئے کہ اگر کوئی درختوں پر پھل کو ہبہ کرے تو ناجائز ہے اور اگر تملیک کے طور پر کسی کے لئے اقرار کرے تو جائز ہے، تو ثابت ہوا کہ تملیک بغیر قبضہ دیئے صحیح ہے اور ہبہ کا غیر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور لوگوں کا عمل بھی، اور اقرار کرنے والے کی موت بمنزلہ قبضہ ہے اور، مفتاح میں

وما وقع ههنا من العلامة ط رحمه
الله تعالى حيث قال قال السيد الحموي
اعلم ان التملك يكون في معنى
الهبة ويتم بالقبض واذا عرى عن
القبض والتسليم اختلف العلماء فيه
فقليل يجوز وقيل لا يجوز قياسا على
الهبة واكثر المشايخ على انه يجوز
بدون التسليم وانه غير الهبة
لان التملك والهبة شيان اسما
وحكما اما الاسم فظاهر واما حكما
فلا نه لو وهب الثمار على رؤس
الاشجار لا تجوز ولو اقر بالتملك
يجوز فتثبت ان التملك
يصح بدون التسليم
وانه غير الهبة وعليه
الفتوى وعمل الناس
وموت المقر بمنزلة
التسليم بالاتفاق كذا

یوں ہے اھ فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ ت) یہ نقل مجہول، غیر مقبول اور غیر معقول ہے، مجہول اس لئے کہ مفتاح مشہور اور متداول کتب میں نہیں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا مصنف کون ہے اور کتب مذہب میں اس کا کیا مقام ہے، غیر معقول اس لئے کہ مذکورہ تملیک عین چیز کی ہوگی یا منافع کی ہوگی پھر ہر صورت عوض کے بدلے یا بلا عوض ہوگی یہ تقسیم عقلی طور پر چار صورتوں کو حاصر ہے اور اس سے خارج کسی قسم کا احتمال نہیں ہے اور بداہتہ معلوم ہے کہ یہ چیز جو منافع اور عین چیز کی تملیک بالعیون نہیں تو لا محالہ پھر صرف تملیک العین مفت میں ہوگی تو اسی کا نام ہبہ ہے اور متون میں اس کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ قاضی زادہ نے نتائج الافکار میں فرمایا: شریعت میں ہبہ مال کی بلا عوض تملیک کو کہتے ہیں، یونہی عام شروع میں مذکور ہے بلکہ تمام متون میں ہے، شرع شریف سے کوئی ایسا عقد معلوم نہیں ہوا جس میں موقعہ پر بلا عوض عین چیز کا مالک بنانا ہو اور وہ ہبہ نہ ہوگا اگر کوئی اور چیز ہوتی تو کتب فقہ میں اس کے لئے کوئی کتاب، باب یا فصل یا اور کوئی اس سے کم عنوان ضرور قائم کیا جاتا جیسا کہ کتب میں بیع، ہبہ، عاریہ اور اجارہ وغیرہ کے لئے

فی الفتاح انتہی فاقول نقل مجہول لامعقول ولا مقبول اما لجهل فلان المفتاح ليس من الكتب المتداولة ولا الشهيرة و لاعلم من هو مصنفه وما درجته في كتب المذهب و اما انه غير معقول فلان التملك حالا اما للعین او للمنافع و كل اما بعوض او مجانا هذا تقسم حاصر عقلی لا امکان لخروج قسم عنه و معلوم بداهة ان هذا الشئ الذى ليس تملك المنافع و تملك العين بعوض فاذا لم ليس الا تملك العين حالا مجانا وما هو الا الهبة و فسترت في المتون و قال قاضی مزاده في نتائج الافكار الهبة في الشريعة تملك المال بلا عوض كذا في عامة الشروح بل المتون، و ما عهد من الشرع المطهر ما هو عقد يكون تملك العين في الحال بلا عوض ولا يكون هبة و لو كان لوجب ان يعقد له كتاب او باب او فصل او اقل شئ في كتب المذهب كما عقدت الكتب للبيع و الهبة و العارية و الاجارة

لہ حاشیة الطحاوی علی الدر المختار کتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقة دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۰۹
لہ نتائج الافکار فی کشف الرموز و الاسرار تملک فتح القدر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکمر ۴/۲۰۹

لكن نرى كتب المذهب عن اخبرها
 خالية عن ادنى ايماء الى ذلك
 فاذا هو عقد غير معهود من الشرع
 بل ولا معروف في عرف الناس
 قاطبة فانك لو اخبرت احدا ان
 نريدا ملك دارة من عمر ومجانا
 في الحال لم يفهم منه احد
 الا الهبة ولا يخطر ببال صبي عاقل
 ولا عالم فاضل شئ غيرها وقد علق في
 الهداية وغيرها عامة الكتب المعللة
 اشتراط القبض في الهبة بانه عقد تبرع
 وفي اثبات الملك قبل القبض الزام
 المتبرع شيئا لم يتبرع به وهو
 التسليم فلا يصح اه والتمسك
 بمسئلة الاقرار اول دليل على
 ان هذا الكلام لم يصد
 عن فقه فانه انما
 المرء مواخذ باقراره الا
 ترى ان لو لم يملكه اصلا
 واقر اخذ باقراره فهل يستدل
 به على ان التملك
 يصح من دون ايجاب
 من المملك اصلا ثم لا شك

عنوان قائم ہیں لیکن ہم اول تا آخر تمام کتب مذہب
 کو دیکھ رہے ہیں کہ تمام کی تمام اس عنوان سے
 خالی بلکہ اس کی طرف کسی ادنی اشارہ تک سے
 خالی ہیں تو معلوم ہوا کہ نری تملیک شرع میں کوئی عقد
 نہیں ہے بلکہ لوگوں کے عرف تک میں کہیں موجود
 نہیں، کیونکہ اگر تو خبر دے کہ زید نے مفت میں
 عمر کو مکان کا مالک بنا دے تو اس سے ہر کوئی
 یہی سمجھے گا کہ یہ ہبہ ہے اور کسی بچے اور عالم فاضل
 تک کے دل میں ہبہ کے علاوہ کوئی چیز نہ کھٹکے گی،
 اور ہدایہ اور تمام ان کتب میں جو علق کو بیان کرتی
 ہیں انہوں نے ہبہ میں قبضہ کی شرط کی وجہ یہ بیان
 فرمائی ہے کہ چونکہ یہ تبرع کا عقد ہے اور قبضہ سے
 قبل ملک کے ثبوت میں تبرع کرنے والے پر ایسی
 چیز کا الزام ہو گا جس کا اس نے تبرع نہیں کیا اور
 وہ تبرع سونپ دینے کا نام ہے (جو ابھی واقع
 نہیں ہوا) لہذا قبضہ سے قبل ملک صحیح نہ ہوگی اور
 اور اقرار کے مسئلہ سے اس کا استدلال کرنا یہی
 اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ اس کا یہ کلام سمجھ
 کے بغیر صادر ہوا ہے کیونکہ یہ تو صرف کسی کا اپنے
 اقرار میں ماخوذ ہونے کی بات ہے آپ غور کریں
 کہ اگر کوئی شخص قطعاً کسی کو مالک نہ بنائے اس
 کے باوجود وہ اقرار کرے تو اپنے اقرار میں ماخوذ ہوگا تو کیا اس اقرار
 یہ استدلال کیا جائے گا کہ مالک بنانے والے کی

ان لو اقربا لبيع جاز فهل
يستدل به على ان
البيع يتم من جانب البائع وحده
لانه ليس ههنا شيء من
جانب المشتري بل السرا الذي
غفل عنه هذا المستدل ان
الاقرار اخبار من وجه كما انه
انشاء من وجه فليشبهه الاخبار
يوخذ بامثال الاقرار لا لانه انشاء
عقد لا يحتاج الى القبض الا
تري انه لو اقر لغيره بنصف داره
مشاعاً صح كما في الدر
وغیره وما ذك الا لشبهه
الاخبار ولو كان انشاء
لم يصح كما نصوامع وجوب
الصحة على وهم هذا
الواهم وتقدم في
الاقرار متناو شرحاً جميع
ماله او ما املكه له
هبة لا اقرار فلا بد
من التسليم بخلاف الاقرار
فقد افادات لام التمليك

طرف سے ایجاب کے بغیر ہی تملیک صحیح ہو جاتی ہے
(ہرگز نہیں) پھر اس میں بھی شک نہیں کہ اگر
کوئی بیع کا اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح ہے تو کیا
اس سے بھی یہ استدلال کیا جاسکے گا کہ بیع کا انعقاد
صرف اکیلے بائع کی طرف تام ہوگا کیونکہ اس میں
مشتري کے کسی عمل کا ذکر نہیں (جبکہ ایسا نہیں ہے)
بلکہ وہ نکتہ جس سے یہ استدلال والا غافل ہے
وہ یہ ہے کہ اقرار من وجہ خبر ہے جیسا کہ وہ من وجہ
انشاء ہے، تو خبر والے پہلو کے اعتبار سے اقرار
کی وجہ سے وہ ماخوذ ہوتا ہے اس وجہ سے نہیں
کہ یہ عقد کا انشاء ہے جس میں قبضہ کی ضرورت
نہیں ہے تو آپ دیکھیں کہ اگر وہ غیر کیلئے اپنے
نصف مکان کا مشاع کے طور پر اقرار کرے
تو صحیح ہے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے تو یہ صرف
اس لئے کہ اس میں خبر کا شبہ ہے حالانکہ
اگر اس کو انشاء کہا جائے تو صحیح نہ ہوگا، جیسا کہ
فقہائے نے اس کی تصریح فرمائی ہے حالانکہ مذکور
اقرار کی صحت اس شخص کے ہاں مسلمہ ہے اور پہلے
گزر رہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ میرا تمام
مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ فلاں کی ہے
تمام متون اور تشریح میں اس اقرار کو ہبہ
قرار دیا ہے اس کو اقرار نہیں کہا، تو اس میں قبضہ

لہ در مختار
۷

کتاب الاقرار

مطبع مجبائی دہلی

۱۳۰/۲

۱۳۱/۲

دینا ضروری ہے بخلاف اقرار کے اھ تو اس مسئلہ نے فائدہ ظاہر کیا کہ اقرار میں لام تملیک کے لئے ہے جو ہبہ کا فائدہ دیتا ہے اور تسلیم کو شرط بنانا ہے اور اقرار بنانے کی صورت میں تسلیم کا واجب نہ ہونا اس وجہ سے ہوا کہ من وجہ خبر ہے اس لئے نہیں کہ اقرار ایک عقد ہے جس میں تسلیم و قبضہ دینا ضروری نہیں ہے، اس میں نکتہ یہ ہے تملیک کا عنوان بیع اور ہبہ دونوں کو شامل ہے، تو جب اس نے یہ اقرار کیا کہ ”درختوں پر پھل کا مالک بنایا“ تو اس کو بیع کی طرف پھیرا جائے گا تاکہ اس کو اپنے اقرار میں ماخوذ کیا جائے اور کلام کو حتی الامکان صحیح بنایا جائے بخلاف اس صورت کے کہ وہ ہبہ کا اقرار کرے تو اس کا کلام درست نہ ہوگا کیونکہ وہ پھل اس کے درختوں کے ساتھ مشغول ہے اور اسی طرح ہر وہ چیز جس کے متعلق وہ یہ اقرار کرے کہ میں نے اس کا فلاں کو مالک بنایا اور قبضہ اور مشغول ہونے نہ ہونے کا ذکر نہ ہو تو یہ اقرار قبول کر لیا جائے گا کیونکہ تملیک کا اقرار اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے یہ چیز اپنی ملکیت سے نکال کر مقرلہ کی ملکیت میں دے دی اور تبرعات میں یہ معاملہ اس وقت تک تام اور درست نہیں ہوتا جب تک قبضہ مقرلہ کے لئے نہ مانا جائے تو لازماً یہ اقرار ہبہ مع قبضہ ماننا ہوگا بخلاف جبکہ وہ ہبہ کا اقرار کرے اور یوں کہے میں نے یہ چیز اس کو ہبہ کی ہے اور

يفيد الهبة ويشترط التسليم وان عدم اشتراطه في الاقرار جاء من جهة انه اخبار من وجه لانت ههنا عقدا لا يحتاج الى التسليم والنكته فيه ان التملك يعم البيع والهبة فاذا اقربانه ملك الشار وهي على الاشجار صرف الامر الى البيع مواخذة له باقراره وتصحيحا للعلام مهما امكن بخلاف ما اقربيتها فانه قد صرح بما لا يتم مشغولا فلم يفد، وكذلك في كل شئ اذا اقرباني قد ملكته من فلات قبل ولم يبحث عن القبض و الشغل وغيرها لان الاقرار بالتملك اقرار بخبر وجه عن ملكه الى ملك المقرله و لا يتم ذلك في التبرعات الا بالقبض للمقرله فالقرار به اقرار بالهبة وبالقباض معا بخلاف ما لو اقراني وهبته فان صدور الهبة من الواهب

تملیک کا لفظ نہ کہا تو یہ اقرار قبضہ کو مستلزم نہیں کیونکہ واپس کی طرف سے ہبہ کے صدور کو یہ لازم نہیں، تو ہبہ کے اقرار سے موہوب لہ کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی، تملیک اور ہبہ کے اقراروں میں یہ فرق ہے نہ یہ کہ تملیک میں قبضہ کی ضرورت نہیں جیسے اس نے گمان کر لیا، اگر یہ اس دلیل کو ذکر نہ کرتا تو ہم یقین کر لیتے کہ نقل اور فتویٰ مشائخ کی طرف غلط منسوب ہے لیکن مسئلہ اقرار سے اس کے استدلال نے واضح کر دیا کہ خطا اس کے فہم کی ہے جبکہ نقل اور فتویٰ صحیح ہے، حالانکہ ہم پہلے نصوص کے ذریعہ واضح کر چکے ہیں کہ یہاں تملیک سے مراد ہبہ ہے جبکہ یہ ناقل بھی اپنے کلام کی ابتداء میں اعتراف کر چکا ہے کہ تملیک ہبہ کے معنی میں ہوتی ہے اور وہ قبضہ سے تام ہوتی ہے تو جب یہ قبضہ سے تام ہوتی ہے تو پھر تسلیم کے بغیر کیسے جائز ہوگی، پھر انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ اختلاف یہ بیان کیا کہ اگر کوئی یوں کہے "میں نے تجھے اس چیز کا مالک بنایا تو یہ ہبہ ہوگا یا سرے سے کلام صحیح نہ ہوگا اور ہبہ نہ ہوگا کیونکہ تملیک ہبہ سے عام ہے جیسا کہ ہم رد المحتار سے بھی ثابت کر چکے ہیں تو اب انہوں نے فتویٰ ظاہر کر دیا کہ یہ مطلقاً صحیح ہے خواہ قبضہ بھی نہ ہو، تو یہ عجائب سے عجیب تر ہے، ہم نے آپ کو تہمہ کی نص اور جامع الفصولین، خیر الدین ربلی اور عقود الدرر سے بتایا کہ وہ

لايستلزم الاقباض فلا يكون اقراراً بحصول الملك للموهوب له هذا هو الفرق بين الاقرارين لاما نرا عم ان التملك لا يحتاج الى القبض ولو لا ذكره من الدليل لا يقنات هذا النقل والفتوى مكذوب على المشائخ ولكن باستدلاله تبين ان الخطأ في الفهم وقد قدمنا نصوصاً قاضية بان التملك ههنا هو الهبة وقد اعترف به هذا الناقل في صدر كلامه ان التملك يكون في معنى الهبة ويتم بالقبض فاذا كانت تمامه بالقبض فكيف يجوز بدون التسليم ثم العجب اشد العجب ان الاختلاف كان في انه لو قال ملكتك هذا الشيء هل يكون هبة ام لا يصح اصلاً ان التملك اعم كما قد منا من رد المحتار والان جاءتنا الفتوى بانها صحیح مطلقاً حتى بلا قبض هل هذا الاعجب عجب و قد اسسناك نص التمه وجامع الفصولين والخير الرملي و

العقود الدرية ان المحضر المكتوب فيه ملكه تملكها صحيحا فاسد غير مقبول لان وجه التملك فيه مجهول ومن قبله قبله حمل له على الهبة و الان صار مقبولا لانه عقد جديد، مخترع لم يعهد في شرع ولا عرف ومن ههنا عرف ان قوله موت المقر بمنزلة التسليم بالاتفاق خرق الاجماع الناطق بان موت احد المتعاقدين قبل التسليم مبطل فالحق ان هذا النقل المجهول غير المعقول مما لا يحل الاعتماد عليه بل لا يسوغ الالتفات اليه وبالله العصمة والتوفيق - والله تعالى اعلم -

محضر نامہ جس میں لکھا تھا "اس کا صحیح تملیک کے ساتھ اس کو مالک بنایا" کہ یہ تحریر فاسد ہے اور غیر مقبول ہے کیونکہ اس میں تملیک کی وجہ مجهول ہے اور جس نے اس تحریر کو مقبول مانا تو اس نے اس کو ہبہ پر محمول کر کے مانا ہے اور اب انہوں نے اس کو مقبول مانا تو اس لئے کہ یہ جدید اور من گھڑت عقد ہے جس کا شرع اور عرف میں کوئی ثبوت نہیں ہے، اور اس سے واضح ہو گیا کہ طحاوی کا کہنا کہ مقرر کی موت بمنزلہ تسلیم ہے بالاتفاق، یہ بالکل اجماع کے منافی بات ہے کیونکہ تسلیم سے قبل بالاجماع فریقین میں سے ایک کی موت ہبہ کو باطل کر دیتی ہے، تو ثابت ہوا کہ یہ نقل مجهول غیر معقول ہے جس پر اعتماد تو توفیق اور حفاظت اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بنارس مسجد چوک کہنہ مرسلہ محمد سلیمان و محمد صاحبان ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ خالد کے پانچ پسر اور تین دختر ہیں، پسروں میں زید سب سے بڑا ہے، زید کی نابالغی اور حالت طالب علمی میں جس وقت کہ اس کو کسی قسم کی آمدنی نہ تھی خالد نے اپنے خاص روپے سے ایک زمین پر ترقی زید کے نام خریدی اور اپنے ہی خاص روپے سے ایک مکان اس زمین پر تعمیر کرایا اور کرایہ پر دیا، خالد کرایہ خود تحصیل کرتا تھا اور ضرورت کے وقت مکان کی مرمت کرتا تھا، ۴ برس بعد خرید مکان مذکور خالد نے کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام ہبہ کر دی مگر وہ مکان جو زید کے نام خرید تھا ہبہ نامہ میں مندرج نہیں کیا ہبہ نامہ سے حفاظت جائداد منظور تھی، ہبہ نامہ کے لکھنے کے بعد تین برس تک خالد زندہ رہا، مگر جائداد پر جس کو

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الہبۃ فصل فی مسائل متفرقة دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۰۹

وہ ہندہ کے نام بہتہ کر چکا تھا خود اسی طرح پر قابض رہا جیسا کہ وہ تحریر بہتہ نامہ کے قبل تھا، خالد کے انتقال کے بعد سے زید کا قبضہ اس مکان پر جو اس کے نام سے اُس کے پدر خالد نے خریدا تھا شروع ہوا خالد کی حیات میں گو زید بالغ تھا نو کر سہر کار تھا اور صاحبِ اولاد تھا مگر اس کا قبضہ اس مکان پر نہ تھا زید جب تک زندہ رہا اُس مکان کا کرایہ تحصیل کرتا رہا اور اس کی مرمت بھی کرتا تھا اور دوبار اس کو رہن بھی رکھا تھا اس کی بیوہ سلیمہ بعد زید کے انتقال کے اُسی طور سے جیسا کہ اُس کا شوہر تھا برابر اب تک قابض ہے۔ اب وارثانِ خالد و ہندہ میں نزاع درپیش ہے موافق تشریح شریف مکان مذکور زید کا ہے یا خالد کا، تا ایں دم جائداد خالد و ہندہ کی تقسیم نہیں ہوئی ہے اور جو صورت زید و سلیمہ کے وقت تھی اس وقت تک قائم ہے کوئی تعمیر جدید نہیں ہوئی اگر مکان مذکور زید کا قرار نہ پایا تو جو آمدنی اس کو اور اس کی بیوی سلیمہ کو اُس مکان سے آج تک ہوئی ہے واپس کی جائے گی یا نہیں؟ بیٹو! تو جو

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ زمین کہ خالد نے اپنے پسرنابالغ زید کے نام خریدی فوراً ملکِ زید ہوگی، تا حیاتِ خالد اُس پر قبضہ زید نہ ہونا کچھ مضر نہیں کہ باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کو بہتہ کرے اُس میں موہوب لہ کو قبضہ دینا شرط نہیں باپ ہی کا قبضہ اُس کا قبضہ قرار پاتا ہے،

فی رد المحتار عن المنح عن الولوالجیۃ ان
کان الاب اشتری لہافی صغرہا
وذلك فی صحته فلا سبیل للورثۃ علیہ ویكون
للبنات خاصة۔

رد المحتار میں منخ سے انھوں نے ولوالجیہ سے نقل فرمایا کہ اگر باپ نے نابالغ بیٹی کے لئے کوئی چیز اپنی صحت میں خریدی تو ورثہ کا اس پر کوئی حق نہیں ہے اور وہ خاص اس بیٹی کی ہوگی۔ (د ت)

در مختار میں ہے:

ہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی
الجملة و هو کل من یعولہ فدخل
الاخ والعلم عند عدم الاب لوفی
عیالہم تتم بالعقد لو الموهوب
معلوما وکانت فی سیدۃ اوبید

نابالغ کا ولی وہ ہے جو نابالغ کو اپنے عیال میں داخل کرے خواہ باپ کی عدم موجودگی میں بھائی ہو یا چچا ہو، تو اس کا اس نابالغ کو بہتہ عقد سے ہی تمام ہو جاتا ہے جب موہوب چیز معلوم اور ولی کے قبضہ میں ہو یا اس نے کسی کے پاس امانت رکھی ہو

مودعه لان قبض الولیٰ ینوب عنه ۱
 کیونکہ ولیٰ کا قبضہ نابالغ کے قائم مقام ہے (ت)
 اسی طرح وہ عمارت کہ اس زمین پر خالد نے اپنے روپے سے بنائی اگر ظاہر کر دیا تھا کہ یہ عمارت
 میں اپنے پسر نابالغ زید کے لئے بناتا ہوں یا بننے کے بعد کہہ دیا کہ یہ عمارت میں نے اس کے لئے بنائی یا
 بنانے کے بعد مکان کا عقد اجارہ زید کی طرف سے کیا کر ایہ دار سے کہا میں نے یہ مکان اپنے پسر زید کا تجھے
 اتنے کرایہ پر دیا یا کرایہ نامہ زید کے نام لکھوایا کہ یہ بھی عرفاً مرفح تملیک اور قرینہ کافی ہے یا زید سمجھ وال
 تھا اس نے درخواست کی کہ اس زمین میں میرا مکان بنا دو خالد نے قبول کیا اور اس بنا پر بنایا
 غرض کسی طرح دلیل تملیک ظاہر ہوئی تو وہ عمارت بھی ملک زید ہوگئی اور سارا مکان اسی کا قرار پایا
 ردالمختار میں ہے کہ ہبہ میں ایجاب و قبول ضروری
 نہیں بلکہ اس کی تملیک پر دال قرائن ہی کافی
 ہیں الخ، اور جامع الصغیر میں ہے اس باب
 میں تعارف معتبر ہے۔ (ت)

فی ردالمختار التلطف بالایجاب والقبول
 لا یشرط بل تکفی القرائن الدالة
 علی التملیک الخ وفی جامع الصغیر
 للاسترواشنی المعتبر فی الباب التعارف ۲
 ہاں اگر کوئی دلیل تملیک نہ پائی گئی خالد نے اس کا زید کے لئے ہونا اصلاً ظاہر نہ کیا تو نفس
 عمارت ملک خالد پر رہی کہ اپنے بچے کے لئے ہبہ بھی صرف نیت سے تمام نہیں ہوتا جب تک اسے
 ظاہر نہ کرے، نہ بے اظہار نیت پر علم کا کوئی ذریعہ ہے،

فی ردالمختار تحت قول الدر المارتم
 بالعقد "هذا اذا علمه او اشهد علیه
 والاشهاد للتحریز عن الجحود بعد
 موته والاعلام لازم لانه بمنزلة
 القبض بزازیة۔^۲
 ردالمختار کے مذکور قول کے تحت ردالمختار میں ہے کہ
 عقد کے ساتھ تام ہو جاتا ہے یہ اس وقت جبکہ
 ولی اس کو بتادے یا گواہ بنا لے اور گواہی اس
 لئے تاکہ اس کی موت کے بعد انکار نہ ہو سکے
 اور اطلاع دینا ضروری ہے کیونکہ یہ بمنزلہ قبضہ
 کے ہے، بزازیہ۔ (ت)

۱۶۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الہبۃ	۱۶۰/۲
۵۰۸/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۵۰۸/۲
۱۶۶/۱	مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی	جامع الصغیر علی ہاشم جامع الفصولین	۱۶۶/۱
۵۱۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الہبۃ	۵۱۲/۲

صرف اس قدر کہ یہ عمارت زمین مملوکہ زید میں خالد نے بنائی دلیل تملیک ہونے کے لئے کافی نہیں جبکہ تعمیر زید نے خاص اپنے مال سے کی،

جیسا کہ ردالمحتار میں جامع الفصولین کے حوالہ سے عدہ سے منقول ہے جو کسی کی زمین میں مالک کے حکم سے عمارت بنائے تو عمارت مالک کی ہوگی اور اگر مالک کی اجازت کے بغیر اپنے لئے بنائی تو بنانے والے کی ہوگی الخ (ت)

كما في رد المحتار عن جامع الفصولين
عن العدة كل من بنى في دار غيره
بامره فالبناء لأمره ولو لنفسه بلا امره
فهو له الخ -

اگر واقع یہ صورت ثانیہ ہے تو زمین ملک زید اور عمارت بعد انتقال خالد زید اور دیگر ورثہ میں مشترک ٹھہرے گی مگر آمدنی جو زید و سلیم نے حاصل کی باقی شرکار اُس کے واپس لینے کا دعویٰ نہیں کر سکتے کہ عقد اجارہ میں جو شخص کسی شئی کو کرایہ پر چلاتا ہے اجرت کا مالک وہی ہوتا ہے اگرچہ وہ شے ملک غیر ہی ہو یا اُس پر دو باتوں میں سے ایک واجب ہوتی ہے یا تو ملک غیر کی اجرت اُس مالک کو واپس دے اور یہی بہتر ہے یا محتاجوں پر تصدق کر دے کہ اس کے حق میں وہ ملک خبیث ہے مگر جبکہ شرعاً مالک شے مالک اجرت نہیں اور اس اجارہ دینے والے پر خاص مالک ہی کو واپس کرنا واجب نہیں بلکہ تصدق کا بھی اختیار رکھتا ہے تو مالک اس پر واپسی کا دعویٰ نہیں کر سکتا، فتاویٰ خیر یہ میں ہے،

ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے چند محدود اشیاء جو کہ اس کی ملکیت میں دوسروں کی مشترکہ اشیاء تھیں وہ اس نے اجرت پر دے کر کئی سال ان کی اجرت کھاتا رہا اور اب اس کے شرکار اس سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں، تو کیا قاضی اس پر شرکار حصہ کی ادائیگی لازم کرے گا یا نہیں، جبکہ اس کی یہ

سئل فی رجل أجر محدودات مملوكة
مشتركة وتناول اجرتها مدة
سنين، والآن الشركاء
يطالبونه بحصتهم منها
هل يحكم القاضي عليه
بها لهم ام لا حيث لم يكن
ذلك بوكالة سابقة على

عہ ہی رمز تصنیف او مصنف ۱۲ عبدالمنان

ردالمحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۶/۵

کارروائی نہ وکالت سابقہ سے تھی اور نہ ہی اجازت لاحقہ سے ہوئی، انھوں نے جواب دیا کہ قاضی کو یہ اختیار نہیں کیونکہ اجارہ کے منافع صرف عقد کے ذریعہ ہی قیمتی بنتے ہیں جبکہ عقد اس کا ہے اور بغیر وکالت سابقہ اور اجازت لاحقہ کے ہوا ہے تو ان منافع کا مالک صرف عقد کرنے والا ہی بنے گا تاہم یہ اس کی ملک خبیث ہوگی تو اس پر لازم ہے کہ اس اجرت کو صدقہ کرے یا پھر اپنے شرکار حضرت کو دے دے، آخری صورت بہتر ہے تاکہ خلاف سے بھی بچ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں کہتا ہوں یہاں ایک خطا ہے اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عقود الدریہ پر اپنے حاشیہ میں تنبیہ کر دی ہے (ت)

پھر یہ حکم و جوہ بھی سلیمہ زندہ پر اُس آمدنی کے باب میں ہے جو اس نے خود حاصل کی اور اس قدر زید حاصل کر گیا کے بعد کے وارثوں پر نہ دیگر شرکار کو بقدر حصص واپس دینا زبردستی نہ کرنا مگر یہ کہ زید اس کی وصیت کر گیا ہو،

کیونکہ میت کے ذمہ ایسا دین جس کا معاوضہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا ورثہ پرہیز اور کفایت کی وصیت کے بغیر لازم نہیں ہے جیسا کہ اس پر درمختار وغیر میں لکھی ہے۔ اس تمام زبردستی چاہئے۔ اور سب تعزیریں انعام کتاب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ واللہ

العقد ولا اجازة لاحقة بعده اجاب
لا يقضى عليه لهم بحصته منها لان
المنافع لا تتقوم الا بالعقد وهو صادر
منه بلا وكالة سابقة ولا اجازة لاحقة
فملكها الشريك العاقد لكن ملكه في
غير ملكه ملك خبيث فيجب عليه
التصدق به او دفعه لشركائه خروجه
من اقامه والثاني افضل لخروجه
من الخلاف ايضا، والله تعالى اعلم
قلت وهو امر له تنبيهت عليه
هو من الامور المباركة وتولى فيه علفت
عقود العقود من كتب شرعية و
الله وحده و بركة

و راجع در عقود لازمہ میں
حرفہ اور لازمہ اور شرطہ اور
ذمہ اور کفایت کی وصیت کے بغیر لازم نہیں ہے
جیسا کہ اس پر درمختار وغیر میں لکھی ہے۔
اس تمام زبردستی چاہئے۔ اور سب تعزیریں
انعام کتاب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ واللہ

سبحنه و تعالیٰ اعلم و علمه جل مجدہ

سبحنه و تعالیٰ اعلم و علمه جل مجدہ

وا حکم (ت)

اتم واحکم۔

مسئلہ ازبری پورہ پرگنہ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ مناخاں ۹ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ
علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، عرصہ پندرہ سولہ سال کا ہوا کہ زید نے بکر ایک
پسر بالغ کے نام جائداد اپنے روپے سے خرید کر دی، بعد خریداری اور جملہ تکمیل داخل خارج وغیرہ
کرا دینے کے بکر نے دو تین سال بعد اپنی زوجہ کے نام بعوض دین مہربیع کر دی پانچ سال کے بعد زوجہ بکر
نے ایک غیر کے ہاتھ بیچ ڈالی پھر اسی زرخش سے اپنے شوہر بکر کی معرفت کچھ حقیقت خریدی یہ سب باتیں
زید کی حیات تک رہیں اور ان جملہ منتقلات کے وقت وارثان زید سے کوئی مزاحم نہ ہوا اسی طرح
زید نے بکر کو ایک مکان تعمیر کرا کر عطا کیا اور قبضہ وغیرہ دے کر علیحدہ کر دیا ورثہ زید آج تک نسبت جائداد
مکان مذکور مزاحم نہ ہوئے انتقال زید کو تین برس گزرے اب ورثائے زید خواستگار تر کہ جائداد و
مکان ہیں، اس صورت میں یہ دعویٰ ان کا صحیح ہے یا نامسموع؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

مکان بنا کر کسی کو عطا کر دینا اور ماں باپ کا کوئی شے اپنے روپے سے اولاد کے نام خرید دینا
دونوں ہیہ ہیں اول ظاہر ہے اور ثانی یوں کہ عرفاً اس سے تملیک ہی مقصود ہوتی ہے اور تملیک
بلاعوض ہیہ ہے، ردالمحتار میں منخ الغفار سے ہے:

ان کان الاب اشتري لها في صغرها و بعد
ما كبرت و سلم اليها و ذلك في صحته
فلا سبيل للورثة عليه و يكون للبنت
خاصة به
اگر باپ نے نابالغہ کے لئے یا بالغہ کے لئے بشرطیکہ
بالغہ کو قبضہ دیا ہو کوئی چیز اپنی صحت میں خریدی
تو ورثار کا اس چیز میں کوئی حق نہیں ہے وہ
خاص بیٹی کی ہوگی۔ (ت)

عقود الدریہ میں ذخیرہ و تجنیس سے ہے:

امرأة اشترت ضیعة لولدها الصغیر من
مالها تكون الضیعة للولد لان الام تصیر
واہبة به
اگر ماں نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے کوئی چیز
خریدی تو وہ چیز بیٹے کی ہوگی کیونکہ وہ ماں کی طرف
سے اس کو ہبہ ہے۔ (ت)

لے ردالمحتار کتاب العاریة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۶/۴
لے العقود الدریة کتاب الوصی ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۳۶/۴

اور ہبہ بعد قبضہ تمام ہو جاتا ہے شے موہوب ملک و اہب سے نکل کر ملک موہوب لہ میں داخل ہو جاتی ہے و اہب و وارثان و اہب کی ملک و وراثت اس میں نہیں رہتی خصوصاً جبکہ موہوب لہ و اہب کا ذی رحم محرم مثلاً بیٹا، بھائی، بھتیجا ہو خصوصاً جبکہ شے موہوب موہوب لہ نے دوسرے کے نام منتقل کر دی خصوصاً جبکہ و اہب کا انتقال ہو چکا کہ ان میں سے ہر صورت ہبہ کو لازم کر دیتی ہے جس کے سبب اس میں رجوع کا بھی امکان نہیں رہتا نہ کہ جہاں اتنے وجوہ جمع ہوں، درمختار میں ہے:

يمنع الرجوع فيهما موت احد المتعاقدين
بعد التسليم و خروج الهبة من ملك
الموهوب له و قرابة ذى رحم محرم
اه ملقطاً۔

ہبہ میں رجوع سے فریقین میں سے کسی کی موت
مانع ہے بشرطیکہ ہبہ پر قبضہ دے دیا ہو
اور موہوب لہ کی ملکیت سے موہوب کا خارج
ہو جانا اور قرابت ذی محرم بھی رجوع سے مانع
ہے اھ ملقطاً (ت)

پس صورتِ مسئلہ میں اس مکان و جائداد پر وارثانِ زید کا دعویٰ محض باطل و ناقابلِ سماعت ہے خصوصاً بعد اس کے کہ سالہا سال تصرفات انتقال دیکھتے اور سکوت کرتے رہے کما نصوا علیہ و بیئناہ فی فتاوانا (جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے اور اسے ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

مشکلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو بیٹے ایک زید سے علیحدہ کاروبار کرتا تھا اور ایک زید کے ساتھ بشرکت جب زید ضعیف ہوا کل کام اور اسباب تجارت اس شریک بیٹے کو حوالہ کیا اور کل اختیارات نیک و بد دے کر مالک کر دیا اور تاحیات زید اس کا خورد و نوش اسی بیٹے کے متعلق رہا اور اسی نے تجمیز و تکفین کی اس صورت میں دوسرے بیٹے کا اس مال میں حق ہے یا نہیں؟ بیئنا تو جروا۔

الجواب

سائل خود منظر کہ اس بیٹے کی شرکت ایسی نہ تھی کہ کچھ مال یا روپیہ اس کا ہو مال سب

باپ کا تھا یہ اس کا کام کرتا اور اس کے ساتھ رہتا تھا، اب زید کے وہ الفاظ قابل لحاظ ہیں جن سے اس نے اس پسر کو کل اختیارات دے کر مالک کر دیا اگر خود ان الفاظ یا دیگر قرآن واضحہ سے تملیک کل مال و اسباب تجارت مفہوم تھی تو ضرور یہی بیٹا اس تمام مال کا مالک ہو گیا کہ ہبہ پایا گیا اور قبضہ خود ظاہر اور اگر تصرفات تاجرانہ کا مالک کر دینا تھا کہ سب سیاہ سپید تیرے اختیار ہے خرید و فروخت لین دین کا تو مالک ہے اس سے زیادہ اصل مالک کی تملیک پر کوئی دلیل نہ تھی تو اس قدر سے صرف وکالت حاصل ہوگی مال کی ملک نہ ہوگی،

ردالمحتار میں الاشباہ کے حاشیہ علامہ بیرونی از سے بحوالہ خزائنہ الفتاویٰ منقول ہے جب بیٹے کو مال دیا تو بیٹے نے اس میں تصرف کر لیا تو مال باپ کا ہوگا، ہاں اگر وہاں بیٹے کے لئے تملیک پر کوئی قرینہ ہو تو بیٹے کا ہوگا اور علامہ شامی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہبہ میں ایجاب قبول شرط نہیں بلکہ تملیک پر دال قرآن کافی ہیں جیسے کہ کوئی شخص فقیر کو کوئی چیز دے اور فقیر قبضہ کر لے، اور دونوں میں سے کوئی بھی کوئی بات نہ کرے، ہبہ وغیرہ میں بھی یہی حکم ہے، اس کو محفوظ کر لو، اور اسی کی مثل ہے جب اپنی بیوی وغیرہ کو کچھ دے دے (ت)

اس تقدیر پر دوسرا بیٹا بھی اس مال میں برابر کا حقدار ہے اس پسرنے جو کچھ تجہیز تکفین بقدر مسنون میں صرف کیا اتنا ترکہ لے سکتا ہے،

اس کے وارث ہونے کی بنا پر کیونکہ اس میں وارث کے لئے تبرع نہیں شمار ہوتا جیسا کہ درمختار وغیرہ کتب میں ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

فی ردالمحتار عن حاشیة الاشباہ للعلامة بیرونی مرادة عن خزائنہ الفتاویٰ اذا دفع لابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یكون للاب الا اذا دلت دلالة التملیک (قال الشامی) قلت فقد افاد ان التلفظ بالایجاب والقبول لا یشرط بل تکفی القرائن الدالة علی التملیک من دفع لفقیرشیئا وقبضه ولم یتلفظ واحد منهما بشئی وکذا یقع فی الرهدیة و نحوها فاحفظه ومثله ما یدفعه لزوجته او غیرها اهـ۔

لکونہ وارثا والوارث لا یجعل متبرعا فیہ کما فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۹ از جالندھر محلہ راستہ مسئلہ غنشی محمد احمد صاحب ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص ملازم جب عرصہ سہ سال میں مرشد سے سلوک باطنی نقشبندیہ مجددیہ طے کر چکا تو ایک روز مرشد نے اس سے کہا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ہوا ہے کہ اس سے کوئی ایسی چیز اللہ واسطے خرچ کرانی جائے کہ جو اس کے دل کو چمکھے، صبح کو مرشد نے اس ارشاد عالی کے بموجب اس سے کہا کہ تو ایک تنخواہ وغیرہ اللہ واسطے خرچ کر، وہ مرید گھر میں جا کر ایک زیور طلائی لے آیا جس کی قیمت مبلغ معین تھی اور اس کی تنخواہ مبلغ سے روپیہ تھی اس نے مرشد سے کہا کہ میں آپ کو یہ زیور اللہ واسطے دیتا ہوں آپ منظور فرمائیں، تو مرشد نے کہا ایک تنخواہ کا حکم ہے زیور کا نہیں، اس نے کہا اگر میں اس کو بازار میں فروخت کروں تو مجھ کو شرم آتی ہے اب میں لاچکا ہوں آپ اللہ واسطے یہی قبول فرمائیں، مرشد نے وہ زیور بدیں اصرار منظور کر لیا اور وہ زیور مرشد نے اپنے گھر کے خرچ میں صرف کر لیا اور اس میں سے کچھ اللہ واسطے خرچ نہ کیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کو دستارِ خلافت بھی دے دی گئی، تھوڑی مدت کے بعد اس نے مرشد سے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو اور نیز آپ نے اس میں سے کچھ اللہ واسطے خیرات نہیں کی اس واسطے میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہو گیا ہے میرا زیور وہ آپ واپس کر دو، اس پر مرشد نے اس کے بدلے زیور دوسرا سہم و طلائی گھر سے اس کو دے دیا اور مرید نے یہ عبارت ایک پرچہ کاغذ پر اپنے قلم سے لکھ دی جو کہ میں نے پر کو یہ زیور اللہ واسطے دیا تھا مجھ کو اس کے دینے کی برداشت نہیں ہوئی اب میں نے ان سے واپس لے لیا اور اس بزرگ نے اس کو عاق بھی کر دیا ہے۔

(۱) آیا اب یہ مرید عاق ہوا بھی یا نہیں، اور بصورتِ عقوق اس پر کوئی تنبیہ شرعی وارد ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) اللہ واسطے وہ زیور دے کر واپس لینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) اگر وہ زیور ایک جگہ اللہ واسطے دے کر پھر وہاں سے واپس لے کر دوسری جگہ اللہ واسطے یا اپنے گھر میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کر سکتا ہے تو پہلے سے واپس کرنے کے گناہ سے بری ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) مرشد نے اس مال سے کچھ اللہ واسطے نہیں دیا آیا مرشد اس میں خطا وار ہے یا نہیں؟

(۵) اگر مرشد کی اس میں خطا ہے تو مرید اس مال کے واپس کرنے کا حقدار ہے یا نہیں؟

(۶) اگر بالفرض مرثہ کو جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا اپنے طمع نفسانی کے واسطے جھوٹ کہہ دیا اور مرید وہ زیور اللہ واسطے دے چکا آیا اس صورت میں وہ مرید اگر زیور واپس لے تو درست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جردا۔

الجواب

پیر و مرید کے جو مکالمات سوال میں مذکور ان میں کہیں نہیں کہ پیر نے اس سے کہا ہو کہ وہ چیز میں تجھ سے اجنبی مساکین پر تقسیم کرنے کو لیتا ہوں یا اجانب پر تقسیم کا مجھے حکم ہوا ہے، نہ مرید کے کلام میں کہیں اس کی تصریح۔ پیر نے اتنا کہا کہ اللہ کے واسطے خرچ کرائی جائے، یہ پیر و متعلقین پر واجبات سب کو شامل ہے، پیر کی خدمت جو کچھ پیر ہونے کے سبب کی جائے وہ بھی اللہ ہی کے لئے خرچ ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جو چیزیں بارگاہ عرش جاہ حضور پر نور سلطان دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نذر حاضر لاتے کیا اس سے بہتر کوئی خرچ اللہ عزوجل کے لئے متصور ہے حالانکہ حضور غنی معنی اغنی العلیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان آزاد شدہ تک اصلاً محل صدقہ نہیں بخلاف اغنیائے دنیا کہ من وجہ محل صدقہ ہیں، صحیحین کی حدیث تصدق اللیلۃ علی غنی (رات کے وقت غنی پر صدقہ کیا گیا۔ ت) مشہور و معروف ہے۔ ردالمحتار میں بحر الرائق سے ہے:

صدقہ کبھی غنی کے لئے بھی ہوتا ہے اگرچہ بعض کے نزدیک وہ ہبہ سے مجاز ہوتا ہے۔ (ت)

الصدقة تكون على الاغنياء ايضا وان كانت مجازا عن الهبة عند بعضهم
بحر الرائق میں ذخیرہ سے ہے:

غنی پر صدقہ قربت ہے جو کہ فقیر پر صدقہ سے قربت میں کم ہے۔ (ت)

في التصدق على الغني نوع قرابة دون قرابة الفقير

یہاں تک تو لفظ عام تھے آگے چیز دیتے وقت جو ایجاب و قبول پیر و مرید میں واقع ہوتے

۱۹۱/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الزکوٰۃ باب اذ تصدق علی غنی	صحیح البخاری
۳۲۹/۱	"	باب ثبوت اجر المتصدق	صحیح مسلم
۳۵۴/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	ردالمحتار
۱۸۸ و ۱۸۴/۵	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	بحر الرائق

اُن کے صاف لفظ یہ ہیں کہ مرید نے پیر سے کہا میں آپ کو یہ زیور اللہ واسطے دیتا ہوں آپ منظور فرمائیں آپ اللہ واسطے ہی قبول فرمائیں، پیر نے باصرار منظور کر لیا، یہ صراحتاً پیر کو دینا ہوا اور پیر ہی اس کا مالک ہو گیا اور اس کا اپنے گھر میں خرچ کر دینا جائز ہوا اگرچہ وہ اور اس کے اہل اغنیاء ہی ہوں وہ اس میں کسی طرح خطا وار نہیں ٹھہر سکتا، بالفرض اگر اس وقت مرید کے دل میں یہی تھا کہ میں اجانب کے بانٹنے کو دیتا اور پیر کو وکیل تقسیم کرتا ہوں تاہم جبکہ اس نے صریح الفاظ بہہ ایجاب کیا پیر سے اسی کی منظوری پر مصر ہوا اس نے منظور کیا تو انعقاد بہہ میں کوئی شک نہیں ہو سکتا، عقود میں نظر معانی مدلولہ پر ہے نہ کہ مجرد خیالات باطنیہ پر۔ وحیز امام کہ دری کتاب الاجارہ فصل ثانی میں ہے :

اسراد استیجار کرم اودار فذاع الذهب
الی المالك ثم قال له گوگردی ملکیت ذاک
بکذا افعال کردم فہذا اسرہن لاجارہ
لان المعتبر اللفظ لا العزم

ایک شخص انگور کے درخت یا مکان کرایہ پر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس نے مالک کو دینار دے کر کہا تو یہ گرو دی کر دیا اس رقم کے عوض، تو مالک نے کہا میں نے گرو دی کر دیا تو یہ رہن ہوگا

اجارہ نہ ہوگا کیونکہ عقد میں الفاظ کا اعتبار ہے عزم کا اعتبار نہیں۔ (د ت)

یہاں تک کہ اگر زید اپنے بیٹے کے لئے عمرو کی بیٹی مانگنے آیا عمرو نے کہا میں نے اپنی دختر نکاح میں دی، زید نے کہا میں نے قبول کی، زید سے نکاح ہو گیا، جبکہ اس سے نکاح ہو سکتا ہو کہ ایجاب و قبول میں پسر زید کا کوئی ذکر نہ آیا اگرچہ خیال یہی تھا کہ بیٹے کے لئے قبول کروں، فتاویٰ ظہیر یہ پھر ردالمحتار میں ہے :

لو قال ابو الصغیر لابن الصغیر
نزدجت ابنتی ولم یزد علیہ
شیئاً فقال ابو الصغیر قبلت یقع
النکاح للاب هو الصحیح و
یحیی ان یحتمل
فیہ فیقول قبلت

نابالغہ کے باپ نے نابالغ کے والد کو کہا میں نے اپنی بیٹی نکاح کر کے دے دی، اس سے زائد کچھ نہ کہا۔ اس کے جواب میں نابالغ لڑکے کے والد نے کہا میں نے قبول کی، تو یہ نکاح نابالغ کے والد سے ہوگا، یہی صحیح ہے، لہذا اس معاملہ میں احتیاط ضروری ہے، اسے کہنا چاہئے تھا

میں نے اپنے بیٹے کے لئے قبول کی۔ (ت)

التجنيس والمزيد پھر فتح القدير پھر شامیہ میں ہے ؛
رجل خطب لابنه الصغیرا امرأة فلما
اجتمعوا للعقد قال اب المرأة لابن الزوج
وادم بزنی این دختر را بہزار درم فقال اب
الزوج پذیر فتم يجوز النکاح علی الاب و
ان جرى بينهما مقدمات النکاح لابن
هو المختار لان الاب اضافہ الی نفسه
وهذا امر یجب ان یحاط فیہ^۲
ہے کیونکہ لڑکے کے باپ نے قبولیت اپنی طرف منسوب کی، اور ایسا معاملہ ہے جس میں احتیاط ضروری
ہے۔ (ت)

یوہیں اگر دوسرے کے لئے کوئی چیز خریدی مگر ایجاب و قبول میں اس کی طرف اضافت
نہ ہوئی تو اسی عاقد پر نافذ ہو جائے گا اور یہی مالک بیع قرار پائے گا جبکہ اس پر نفاذ کی گنجائش ہو،
در مختار میں ہے:

لو اشتری بغيره نفذ علیه الا اذا كان
المشتری صبیا او محجورا علیه هذا
اذا لم یضفہ الفضولی الی غیره
فلو اضافہ بان قال بع هذا العمل لفلان
فقال البائع بعته لفلان توقف بزایة وغیرہا
یوں کہا کہ یہ چیز فلاں کے لئے فروخت کرتا ہوں نے کہا میں نے یہ چیز فلاں کے لئے فروخت کی
تو پھر یہ فلاں کی اجازت پر موقوف ہوگی، بزایہ وغیرہ (ت)

۲۷۵ / ۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب النکاح	۱۔ ردالمحتار
۱۰۳ / ۳	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	"	۲۔ فتح القدير
۲۷۵ / ۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	ردالمحتار
۳۱ / ۲	مطبع مجتہدانی دہلی	فصل فی الفضولی	۳۔ در مختار کتاب البیوع

اور جب پیر اس زیور کا مالک ہو گیا اور صرف کر لیا تو اب اُس سے رجوع و واپسی کا اصلاً کوئی اختیار اس دینے والے کو نہ رہا،

فان هلاك الموهوب من موانع الرجوع
کما نصوا عليه في جميع الكتب -
کیونکہ موهوب چیز کی ہلاکت رجوع کے موانع میں سے ہے جیسا کہ اس پر تمام کتب میں فقہاء نے نص فرمائی ہے۔ (ت)

پیر کا اس کے مانگنے پر اُس کے معاوضہ میں اور زیور اپنے پاس سے دے دینا اگر اس بنا پر ہو کہ اُس نے سمجھا کہ جب دینے والا مجھ سے واپس مانگتا ہے تو شرعاً اس کا عوض دینا مجھ پر لازم جب تو یہ دینا محض باطل ہو امر بد کو اس زیور کا لینا حرام ہے نہ اسے خیرات کر سکتا ہے نہ اپنے صرف میں لاسکتا ہے بلکہ اُس پر لازم کہ وہ زیور پیر کو واپس دے اور اگر خرچ کر لیا تو اس کا تاوان دے کہ اس تقدیر پر پیر کا یہ زیور دینا ایک غلط فہمی پر مبنی تھا کہ یہاں عوض دینا مجھ پر شرعاً لازم ہے حالانکہ شرعاً ہرگز لزوم نہ تھا تو یہ زیور کسی عقد شرعی کے ذریعہ سے بلکہ مرید نہ ہو اور بدستور ملک پیر پر باقی رہا اُس کا ایسا فہم معتبر نہیں عقود الدریۃ کتاب الشریک میں ہے،

تبين ان ما دفعه من ذلك بناء على ظني
انه واجب عليه ومن دفع شيئاً ليس
بواجب عليه فله استردادها الا اذا دفعه
على وجه الهبة واستهلكه القابض كما
في شرح النظم الوهباني وغيره من
المعتبرات^۲

تو واضح ہوا کہ اس نے جو دیا تو اس بنا پر دیا کہ یہ اس پر واجب تھا، اور اگر کوئی شخص ایسی چیز دے جس کا دینا اس پر واجب نہ تھا تو اس کو واپس لینے کا حق ہے الا یہ کہ اس نے بطور ہبہ دی ہو اور قابض سے ہلاک ہو چکی ہو جیسا کہ نظم و ہبانی کی شرح وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔

خیر یہ کتاب الوقف میں ہے،
يرجع به قائماً ويضمن بدله مستهلكاً
لانه ما دفعه على وجه الهبة
وانما دفعه على انه حق

موجود ہو تو رجوع کرے اگر اس نے ہلاک کر دی ہو تو ضمان لے، کیونکہ اس نے ہبہ کے طور پر نہیں دی بلکہ اس لئے دی کہ جس کو دی گئی ہے اس کا

۱/۳۸۶
۱/۹۱

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبہ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور
۲۔ العقود الدریۃ کتاب الشریک ارگ بازار قندھار افغانستان

المدفوع اليه وهذا الصح الوجه ففی
شرح النظم الوهبانی لشیخ الاسلام
عبدالبرهان من دفع شیئاً لیس بواجب
فله استردادہ الا اذا دفعه علی وجه
الہبۃ واستهلكه القابض اھ وقد صرحوا
بان من ظن ان علیہ دینا فبان خلافہ
یرجع بہادی ولو کان قد استهلكه رجع
ببدلہ اھ۔

یہ حق ہے یہی تمام وجوہ میں بہتر ہے، تو شیخ الاسلام
عبدالبرکی شرح نظم وہبانی میں ہے کہ جس نے
کوئی چیز دی حالانکہ اس پر اس کا دینا واجب
نہ تھا تو واپس لینے کا حق ہے سوائے اس صورت
کے کہ بطور ہبہ دی ہو اور قابض نے ہلاک کر دی ہو
اور فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ جو اس گمان پر
دے کہ اس پر یہ دینا واجب ہے اور پھر اس کا
خلاف معلوم ہوا تو اپنے دئے ہوئے میں رجوع
کر سکتا ہے اور اگر لینے والے نے ہلاک کر دی ہو تو اس کا بدل وصول کرے اھ (ت)

ہاں اگر اس گمان سے نہ دیا بلکہ دیدہ و دانستہ اپنی خوشی سے اپنا زیور اس کے عوض میں
ہبہ کر دیا اگرچہ یہ ہبہ اسی بنا پر واقع ہوا ہو کہ ایسے اچھے کا احسان نہ رکھنا چاہئے تو اس صورت میں
مرید اس زیور کا مالک ہو گیا، درمختار میں ہے،

(اتفاقا) الواهب والموهوب له (علی الرجوع
فی موضع لا یصح) رجوعہ من المواضع
السبعة السابقة (كالهبة لقرايته
جاز) هذا الاتفاق منهما، جوہرۃ۔

حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے،

ویكون الرجوع فی العوض بالتراد
وفی الهلاك بردا البديل

اب اسے اختیار ہو گا جو چاہے کرے،
فانہ انما ہلکہ ملکہ بہبۃ

ایسی صورتیں جن میں رجوع صحیح نہ ہو مذکورہ سات
صورتوں میں سے کسی میں رجوع پر واہب اور
موہوب لہ دونوں اتفاق کر لیں (مثلاً تیری
ذی محرم کو ہبہ) تو یہ اتفاق جائز ہے جو ہر (ت)

عوض میں رجوع واپس لینے سے ہو گا اور ہلاکت کی
صورت میں بدل لینے سے ہو گا۔ (ت)

کیونکہ اس نے ابتدائی طور پر ہبہ والی ملکیت کو

۱۳۰/۱

۱۶۴/۲

دارالمعرفۃ بیروت

مطبع مجتہانی دہلی

دارالمعروفہ

کتاب الوقف

باب الرجوع فی الہبہ

کتاب الہبہ

کتاب الہبہ

لہ فتاویٰ خیریہ

کے درمختار

کے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

کے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار

مبتدئۃ كما افاده في الدر عن المحبتي
فليس عين ما انفق لله ولا بدله حقيقة
في فعل به ما يشاء۔

ہلاک کیا ہے جیسا کہ اس کا افادہ مجتبیٰ سے درمختار
میں منقول کیا ہے، تو عین وہ چیز نہیں جو اس نے
اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دی ہے حالانکہ اسکی
کوئی حقیقت ضروری ہے لہذا جو چاہے کرے۔ (ت)

اور جہاں بیعت و ارادت بروجہ صحیح و معتبر واقع ہو وہاں ایسی صورت میں مرید کے لئے سعادت
اسی میں ہے کہ وہ زیور شیخ کو واپس کرے اور اپنی تفصیلات شدیدہ و جہرا تم عیدہ کا عفو چاہے
اس کا یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہ فرمایا پیر نے دل سے بنا کہ
معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اقرار کر دیا محض بدگمانی ہے جو ہر مسلمان پر
حرام نہ کہ پیر و مرشد پر خصوصاً اگر لفظ اسی قدر ہیں جو سوال میں مذکور، تو اس کے انکار کا تو کوئی
احتمال ہی نہیں، بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیروں کو مطابق شرع مطہرا اپنے
مریدوں کی تربیت کے لئے حکم دیا اور صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔
تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے
اس کے ماتحتوں کے بارے سوال ہوگا۔ (ت)

اور بیشک شرع مطہر کا حکم ہے کہ ایسی چیز راہِ خدا میں صرف کر و جو دل میں چھبے جسے عزیز رکھتے ہو۔
قال اللہ عز وجل لن تنالوا البر حتی
تنفقوا مما تحبون۔
اللہ عز وجل نے فرمایا، جب تک محبوب چیز
خرچ نہ کرو گے بھلائی کو ہرگز نہ پاؤ گے (ت)
جہاں ارادت صحیحہ معتبرہ ہو وہاں شک نہیں کہ مرید کا اتنا ہی کتنا کہ میرا اعتقاد آپ سے فسخ ہو گا اس
کے فسخ بیعت اور عاق ہو جانے کے لئے بس ہے نہ کہ اور کلماتِ شدیدہ مزید برآں اور اس
صورت میں وہ ضرور تنبیہ شرعی کا مورد ہو گا کہ وہ سخت محسن کش و بے ادب ہو عام مسلمانوں میں
کسی متنفس کی ایذا بلا و جہ شرعی حرام ہے نہ کہ پیر کی ایذا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:

من اذى مسلماً فقد اذاني
جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے

۱۶۵ / ۲ مطبع مجتبیٰ دہلی کتاب الہیہ
۱۲۲ / ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی باب الجمعہ
۳ / ۵۲

ایزادی اور جس نے مجھے ایزادی اس نے اللہ
عزوجل کو ایزادی۔

والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از فرید پور مرسلہ شیخ نبی بخش صاحب جمعدار ۲۲ رجب ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو دو بھائیوں نے اپنا مشترک روپیہ
گیارہ سو ایک شخص کو قرض دیا اور اس کی ایک جائداد رہن دغلی لی دستاویز میں برادر زید نے
بجائے زید زید کے نابالغ بیٹے بکر کا نام درج کرایا اور بعد رجسٹری دستاویز وہ کل روپیہ راہن کو
دے دیا گیا بعدہ زمانہ نابالغی بکر میں ایک اور جائداد دونوں بھائیوں نے اپنے مشترک روپے سے
رہن دغلی لی اور اس دستاویز میں بجائے عمرو اس کے بیٹے کا اور بجائے زید اس کے دو نابالغ
بیٹوں بکر و خالد کا نام درج ہوا اور بعد رجسٹری کل زر قرض چار ہزار روپے راہن کو دے دیئے
یہ جائداد رہن دغلی لے کر خود مالک کو بطور اجارہ واری اور فصل بفصل زر اجارہ یہ مرتہن پاتے رہے
کئی برس کے بعد بکر نے ایک بیٹا نابالغ ولید اور ایک زوجہ چھوڑ کر انتقال کیا زید نے بعد انتقال پسر
ایک باغ اپنے روپے سے خریدا اور بیعتاً بہ نام اپنے نابالغ پوتے ولید کے لکھوایا پھر ولید نے
بجال نابالغی ماں اور دادا کو وارث چھوڑ کر انتقال کیا، زید نے اس باغ کے داخل خارج میں صرف
اپنی بہو کا نام درج کرایا، اب وہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ دونوں روپے جن سے وہ جائدادیں رہن لیں
ان میں سے زر اسمی بکر اور یہ باغ میرا ہے کہ ان دستاویزوں میں بکر کا نام لکھو دینے سے ان
روپوں کی تملیک بکر کو ہوگی اور اب بذریعہ دین مہر وہ میرے حق میں اور اس باغ کے داخل خارج
میں میرا نام درج کرانے سے یہ میری ملک ہو گیا، اس صورت میں حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت واقعہ اگر یونہی ہے کہ وہ روپے زید و عمرو کے مشترک تھے اور یونہی یکجائی طور پر مدیون
کو دے دئے گئے تو ان میں بہو کا دعویٰ اصلاً مسموع نہیں جبکہ وہ روپے زید کی ملک تھی تو
بکر کے نام ان کا انتقال یونہی ہو سکتا ہے کہ زید بکر کو ہبہ کر کے مالک کر دیتا دستاویز رہن دغلی میں
اگر بکر کا نام خود زید ہی لکھاتا اور بالفرض اس سے تملیک و ہبہ سمجھا جاتا جب بھی یہ ہبہ جائز نہیں

پوتے کی ملک ہو گیا اس کے مرنے کے بعد ایک ثلث زید کی بہو کا ہوا اور دو ثلث باغ زید کا۔ زید نے جو کاغذ داخل خارج میں صرف بہو کا نام لکھا دیا یہ اگر دلیل ہے وہ تمہیک بھی قرار دیں جب بھی معتبر و صحیح نہیں کہ ہبہ مشاع بے تقسیم باطل ہے۔ درمختار میں ہے :

لا تمم بالقبض فيما يقسم ولو وهبه لشريكه۔
والله تعالى اعلم۔
قابل تقسیم چیز پر قبضہ دینے سے بھی ہبہ تام نہ ہوگا
خواہ اس میں شرکت والے کو ہبہ دے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از شہر کہنہ

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکے اور تین لڑکے ہیں ان میں ایک لڑکا زید کا خدمت گزار زیادہ تر ہے اور وہ دو لڑکے فراخی سے بسر کرتے ہیں تنگ دست نہیں ہیں اس صورت میں زید یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے خدمت گزار لڑکے کو نصف اپنی ملکیت کا دوں اور نصف بقیہ دونوں لڑکوں اور لڑکی کو بچہ مساوی دے دوں، یہ بلا حق تلفی کے جائز ہو گا یا نہیں؟
بیّنوا توجروا۔

الجواب

جبکہ یہ لڑکا باپ کا خدمت گزار زیادہ ہے تو ان دو پر ایک طرح کا فضل دینی رکھتا ہے اگر اور کوئی وجہ اس کے منافی نہ ہو، تو ایسی صورت میں باتفاق روایات اس کو ترجیح دینے میں مضائقہ نہیں جبکہ دوسروں کو ضرر پہنچانے کی نیت نہ ہو۔ بزاز یہ میں ہے :

لو خص بعض اولاده لزيادة رُشداً لا باس به وان كانا سواء لا يفعلہ
اگر اولاد میں سے بعض کو اس کی نیکی کی بنا پر زیادہ دینے میں خصوصیت برتنے تو کوئی حرج نہیں ہے اور سب مساوی ہوں تو پھر امتیاز نہ برتنے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے :

اگر کوئی شخص صحت و تندرستی میں اپنی اولاد کو ہبہ دے اور اس میں وہ بعض کو دوسروں پر فضیلت

لو وهب رجل شيئاً لاولاده في الصحة و اراد تفضيل البعض على البعض

۱۵۹/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب البہ

لے درمختار

۲۳۴/۶

الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور

لے فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ

وے تو اس میں ہمارے اصحاب سے مبسوط میں کوئی روایت نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس میں اس وقت کوئی حرج نہیں جبکہ دینی فضیلت کی وجہ سے زیادہ دے اور اگر تمام مساوی ہوں تو یہ مکروہ ہے اور معلیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ اس میں دوسروں کو ضرر دینا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اگر دوسروں کو ضرر مقصود ہو تو پھر ایسا نہ کرے اور سب کو مساوی دے اور بیٹی کو بیٹے کے مساوی دے اسی پر فتویٰ ہے اور فتاویٰ قاضیخان میں اسی طرح ہے اور یہی مختار ہے، ظہیر یہ میں یونہی ہے اور، اقول (میں کہتا ہوں) یہاں خانہ کی نقل میں خلل انداز اختصار کر دیا ہے، اور فتویٰ کا تعلق امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے کر دیا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکور قول کے مقابلہ میں، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مقابلہ میں ہے جس میں انھوں نے بیٹے اور بیٹی کے لئے تین حصوں کا قول کیا ہے، اور خانہ کی اصل عبارت یوں ہے جو کہ امام یوسف کے بیٹی اور بیٹے کے لئے مساوی والے قول کے بعد ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لڑکے کو لڑکی سے دو گنا دیا جائے اور

فی ذلك لا رواية لهذا في الاصل عن اصحابنا، وروى عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى انه لا باس به اذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وان كانا سواء، يكره وروى المعلى عن ابي يوسف رحمهما الله تعالى انه لا باس به اذا لم يقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوى بينهم يعطى الابنة مثل ما يعطى للابن و عليه الفتوى هكذا في فتاوى قاضیخان وهو المختار كذا في الظهيرية اه اقول وقع ههنا في النقل عن الخانية اختصار مخل او هم، تعلق الافتاء برواية ابي يوسف نظرا الى ما مر عن الامام وليس كذلك وانما هولروايته بالنظر الى الروى عن محمد من التثليث رضى الله تعالى عنهم جميعا واصل عبارة الخانية بعد قوله مثل ما يعطى للابن هكذا وقال محمد رحمه الله تعالى يعطى للذكر ضعف ما يعطى للانثى و

الفتویٰ علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ
 تعالیٰ اھ قال العلامة الشامی نقلاً
 عن العلامة الخیر الرملی ما نصه
 ای علی قول ابی یوسف من ان التصفیف
 بیت الذکر والانتی افضل من
 التثلیث الذی هو قول محمد اھ
 وقال فی البزازیة الافضل فی
 ہبة الابن والبنت التثلیث کالمیراث
 وعند الثانی التصفیف وهو المختار اھ
 وقال العلامة الطحاوی فی
 حاشیة الدرر لیکرہ ذلک عند
 تساویہم فی الدرجة کما فی المنح
 والہندیة الخ فانظر کیف عزا
 الکراہة الی الہندیة فقد علم
 ان الفتویٰ لیست ناظرۃ الی قول
 ابی یوسف بالنظر الی ما روی عن
 الامام واکالہما ساغ ان یعزوا لہا
 ما نصت فیہ ان الفتویٰ
 علی خلافہ وهذا هو
 الصواب فلیتنبہ ثم
 اقول و باللہ التوفیق

فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے اھ
 علامہ شامی نے علامہ خیر الدین رملی سے نقل کرتے
 ہوئے فرمایا جس کی عبارت یہ ہے، یعنی امام
 ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر لڑکے لڑکی کو برابر
 دینا ان پر تین حصے بنانے کی بجائے افضل ہے
 اور تین حصے بنانا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول
 ہے اھ، اور بزازیہ میں ہے بیٹی اور بیٹے کو
 ہبہ میں تین حصے کرنا بہتر ہے اور امام ابو یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو حصوں میں (برابر)
 دینا بہتر ہے اور یہی مختار ہے اھ، اور علامہ
 طحاوی نے در مختار کے حاشیہ میں فرمایا
 درجہ میں مساوی اولاد میں کسی کو زیادہ دینا
 مکروہ ہے جیسا کہ منخ اور ہندیہ میں ہے الخ،
 غور فرمائیں انھوں نے کس طرح کراہت کو ہندیہ
 کی طرف منسوب کیا، تو واضح ہو گیا کہ امام ابو یوسف
 رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ
 تعالیٰ کے مقابلہ میں نہیں ہے ورنہ ہندیہ کی
 طرف ایسی چیز کا منسوب کرنا جس کے خلاف
 اس نے فتویٰ ہونے کی تصریح کی ہے درست
 نہ ہوتا، یہی درست بات ہے خبردار رہو۔
 ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اور توفیق

۱۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب الہبتہ فصل فی ہبتہ الوالد لولدہ مطبع نوکشتور کھنو ۴/ ۰۶ - ۰۵
 ۲۔ رد المحتار کتاب الہبتہ دار اجیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳
 ۳۔ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۲۳۷
 ۴۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الہبتہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۹۹

اللہ سے ہے، مجھ پر واضح ہوا کہ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں اماموں کے قول میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ دو بیٹوں میں سے ایک کو زیادہ دینا دوسرے کو کم دینے کے بغیر متحقق نہیں اور کم دینا ہی ضرر دینا ہوا، کیونکہ یہاں دین یا بدن یا عزت یا ملک میں تکلیف دینا مراد نہیں ہے اور اس کے لئے ثابت شدہ حق کو کم کرنا مراد ہے کیونکہ اولاد کا باپ کی صحت میں کوئی حق نہیں تو یہاں صرف ایک کا دوسرے کے لئے نقصان یا محرومی کا باعث بننا ہے اور یہ بات دوسرے پر فضیلت دینے کو لازم ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتی، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کبھی مقصود بالذات ایک کو صرف فضیلت دینا ہوتا ہے دوسرے کی تنقیص پیش نظر نہیں ہوتی، اور کبھی معاملہ بالعکس ہوتا ہے، کیونکہ جب تو ایک کو اس لئے زیادہ دے کہ وہ تیرا زیادہ مطیع اور خدمت گزار ہے تو اس میں تیرا مطیع نظر صرف اس کو صلہ دینا ہے دوسرے کی تنقیص مقصود نہیں ہوتی اگرچہ یہ لازم ضرور ہے، اور تو جب ایک پر ناراض ہو کر دوسرے کو اس لئے زیادہ دے کہ پہلے کو کم ملے تو اس میں تیری نظر یہ ہے کہ اس کو نالائق کی سزا ملے دوسرے کو فضیلت مقصود بالذات نہیں ہوتی جیسا کہ مخفی نہیں ہے پھر تفضیل کا کوئی باعث اور داعی ضرور ہوتا ہے کیونکہ عاقل کا کوئی فعل غرض کے بغیر نہیں ہوتا

يتراعى الى ان لا خلف بين ما عن الامامين الشيخين رضی اللہ تعالیٰ عنہما فان تفضيل احد الولدين لا تحقق له الا بتنقيص الآخر والتنقيص اضراس اذ ليس المراد به ایصال سوء اليه في دينه او نفسه او بدنه او عرضه او ملكه ولا التنقيص من حق له ثابت فانه لاحق للورثة في صحة المورث فلم يرد به الا حجبه حجب نقصان او حرمان وهذا لانهم التفضيل لا انفالك له عنه بيدات القصد اولاً وبالذات قد يتعلق بتفضيل هذا دون تنقيص ذلك وقد يكون بالعكس فانك اذا اعطيت احدهما انما يد لانه اطوع لك و ابر بک فانما مطمع نظرك في هذا صلته بمقابلة ما وقع منه لا بتنقيص غيره وان لزمه لزمه وما كليا واذا كنت غضبان على احدهما فاعطيت الاخر انما يد كيلا يصل اليه الا القليل فانما مطمع بصرك في هذا اضراس بما اساء اليك لا تفضيل غيره قصدا اوليا كما لا يخفى ثم التفضيل لا بد له من حامل عليه وداع اليه فان العاقل

لا يقصد الفعل الا لغرض صحيح فان رجح
 ولا مرجح لم يكن المقصود ترجيحاً
 لعدم ما يدعوا اليه بل تنقيص غيره و
 هو قصد الاضرار والداعي ان كان امرا
 دنيوياً لا اثر له في الدين فالشرع لا يعتبره
 ويجعله كالداع و اذا كان امراً دنيوياً
 فهو المقصد الصحيح المعتبر وبقصد
 يخرج الانسان عن قصد الاضرار كما قد تقر
 فظهران مال الكلامين واحد وان
 كلامهما كالشرح لصاحبه وانما لم يقيد
 فيما روى عن الامام بان لا يقصد
 الاضرار لان الكلام فيه مفروض
 فيما قصد تفضيل بعض فبين
 ما يصح منه وما لا بل يؤل قصد
 اضرار ثم الذي يظهر ان مسألة
 التثليث او التسوية بين الابن
 والبنت مسألة على حدة لا متفرعة
 على قصد الاضرار الا ترى الى ما اسمعناك
 عن نص البزازية ولذا لما ادهم عبارة
 الدرذاك التفرع عقبه العلامة
 السيد الطحطاوى لعبارة البزازية وقال
 فانت ترى نص البزازية خالياً
 عن قصد الاضرار اه

کیونکہ مرجح کے بغیر ترجیح ہو تو پھر ترجیح مقصود نہ ہوگی
 بلکہ دوسرے کی تنقیص مراد ہوگی تو ضرر رسانی
 ہوگی، اور اگر داعی ترجیح کوئی دنیاوی امر ہو جس کا
 دین میں کوئی اثر نہ ہو تو شریعت اس کا
 اعتبار نہیں کرتی اور اس داعی کو کالعدم قرار دیتی
 ہے، اور اگر کوئی ایسا دینی معاملہ ہو جو شرعاً
 مقصود و مطلوب ہو تو انسان اس کا قصد کر کے ضرر
 کے قصد پک جاتا ہے جیسا کہ ثابت ہے تو معلوم ہوا
 دونوں اماموں شیخین کی کلام کا نتیجہ ایک ہے
 اور دونوں ایک دوسرے کی شرح قرار پاتی ہیں،
 اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کردہ
 کلام میں ضرر کے قصد کی قید نہیں بتائی کیونکہ ان
 کے کلام میں ایک کی فضیلت مفروض ہے جس کی
 صحت اور عدم صحت بیان ہو رہی ہے بلکہ یہ
 کلام ضرر رسانی کی طرف عائد ہے، پھر بیٹی
 اور بیٹے میں تین حصے یا برابر ہی کا مسئلہ علیحدہ
 مسئلہ ہے یہ ضرر رسانی کے قصد پر متفرع
 نہیں ہے تو نے دیکھ لیا جو ہم نے تجھے بزازیہ کی
 نص سنائی ہے، اسی لئے جب درمختار کی
 عبارت نے یہ وہم پیدا کیا تو علامہ طحطاوی نے
 اس کے بعد بزازیہ کی عبارت ذکر کر دی جس کا
 مقصد یہ ہے کہ تو بزازیہ کی عبارت کو ضرر رسانی
 کی قید سے خالی پارہا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحت کی

حالت میں بیٹی اور بیٹے کے درمیان عدل تقسیم کے
 امام (محمد) رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین حصے
 بنائے میں ہے اور امام ثانی یعنی ابو یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر دینے میں ہے
 اور اسی پر فتویٰ ہے حالانکہ یہ کلام افضلیت میں
 ہے جبکہ جواز دونوں صورتوں میں ہے بالاجماع
 بیٹوں اور بیٹیوں میں عدل بہر حال برابر دینے
 میں ہے کسی لڑکے یا لڑکی کو ضرر رسانی قصداً
 وبالذات جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ
 فاسق ہو جیسا کہ اس کا افادہ بزازیہ خزائنہ المفتین
 اور ہندیہ وغیرہ کے بیان نے دیا ہے اور اگر
 فضیلت دینا چاہے تو کسی دینی فضیلت کی بنا
 پر جائز ہے مگر وہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے
 کیونکہ یہ ضرر رسانی کی طرف رجوع ہوگا، مجھ پر
 یہ ظاہر ہوا ہے حقیقی علم غیب و اسرار کے عالم
 کے پاس ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

فتحرر ما تقررات العدل بين
 الابن والبنت في حال الصحة عند الامام
 الثالث هو التثليث وعند الامام
 الثاني التنصيف وعليه الفتوى والكلام
 في الافضلية والكل جائز والعدل بين
 بنين او بنات هو التسوية بالاجماع
 ولا يجوز العدل عنه في ابنت لا في
 بنت اصلا لو قصد الاضرار اولاد وبالذات
 الا ان يكون فاسقا كما افاده في الخلاصة
 والبزانية وخزانة المفتين والمهندية
 وغيرها وان قصد التفضيل فان الفضل
 ديني جائز ولم يكره والاكره لا والله
 الى قصد الاضرار وهذا ما ظهري والعلم بالحق
 عند عالم الغيوب والاسرار، والله
 سبحانه وتعالى اعلم۔

سوال ۸۲ از پبلی بھیت مرسلہ مولانا مولوی وصی احمد صاحب غزہ رجب ۱۳۱۸ھ
 ایک شخص نے اپنی جائداد مشترکہ برضا مندی اپنے اور اپنے شرکار کے اپنے عزیزوں کو
 تقسیم کر دی، یہ تقسیم بموجب شرع شریف کے صحیح ہے یا نہیں اور بعد تقسیم کے وہ جائداد واپس
 کرنا چاہے تو واپس ہونا اس کا نادرست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر شرکار سے تقسیم کر اگر اپنا حصہ جدا نہ کر لیا یا جن عزیزوں کو دی ان کا حصہ جدا تقسیم
 نہ کر دیا اور وہ شے اس قابل تھی کہ بعد تقسیم لائق انتفاع رہتی جب تو یہ تقسیم سرے سے باطل ہے

عہ الاول هو الرجوع (منجد)

اور اگر اپنا حصہ جدا کر کے حصص شرکاء بھی جدا کر دے یا وہ شئی صالح قسمت نہ تھی تو تقسیم میں خلل نہیں ہے اب اگر عزیزوں کا ہنوز قبضہ نہ ہو تو اس تقسیم سے اُسے رجوع کا اختیار ہے کہ بہت بے قبضہ تمام نہیں ہوتا اور اگر قبضہ ہو گیا اور وہ عزیز اس کے محارم ہیں جیسے بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، بھتیجے، بھانجے تو واپس لینا ممکن نہیں اور اگر غیر محارم ہیں اور موانع سب سے رجوع سے اور کوئی مانع بھی متحقق نہیں تو ان کی رضایا قاضی کی قضا سے رجوع کر سکتا ہے مگر گناہگار ہو گا کہ دے کر پھرنا مکروہ تحریمی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳ از چھا ضلع بریلی تھانہ بہیڑی ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا حکم ہے اس صورت میں کہ باپ نے اپنے بیٹوں کو جدا کر دیا اور جو کچھ جائیداد تھی وہ سب کچھ تقسیم کر دی اب بعد مدت کے باپ یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ مال لڑکوں کو دیا ہے وہ سب واپس لے لے اور لڑکوں کو تھی دست چھوڑ دے، اب فرمائیے کہ عندالشرع یہ امر جائز ہے یا نہیں؟ اور ابھی کسی لڑکے کا نکاح نہیں ہوا تو یہ حق ذمہ باپ کے ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر جائیداد جدا کر کے ہر لڑکے کو قبضہ دلادیا تو وہ اس کے مالک مستقل ہو گئے ان سے واپس لینے کا باپ کو اختیار نہیں، نہ ان کا نکاح کرنا اس پر لازم، اول تو لڑکوں کے نکاح میں شرعی مصارف کچھ نہیں اور جوہوں تو جبکہ وہ مال رکھتے ہیں انھیں کے مال سے کئے جائیں، اور اگر تقسیم جدا کر کے قبضہ نہ دلایا گیا اور وہ مال قابل قسمت تھا تو بدستور باپ کے ملک پر باقی ہے اُسے لے لینے کا اختیار ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی محمد حسن صاحب نے اپنی زندگی میں بھیات اپنی بی بی منکوہ مسماۃ منیر النساء کل جائیداد ۱۸۸۶ء میں دو بیٹیوں اور ایک نواسہ اور ایک نواسی کو دی اور کاغذ لکھ دئے صرف رجسٹری کرانی رہی، زوجہ مولوی صاحب موصوف نے وقت قضا اپنا مہر معاف نہ کیا بعد لکھنے اور دینے جائیداد کے بھیات زوجہ مذکورہ اور جائیداد خریدی جو کسی کو نہ لکھی، ۱۸۹۱ء میں مولوی صاحب نے قضا کی دو دختر جن کو جائیداد تحریر کی اور وہی نواسہ نواسی اور حقیقی بہن چھوڑی، ترکہ بموجب فراغ ہر سہ وارثان یعنی دو دختر اور ایک بہن کو کس طرح تقسیم ہو گا بموجب تحریر کاغذات ہو گا قبضہ مولوی صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں کسی کو نہ دیا بعد کو وہ لوگ بموجب تحریر قابض رہے، بعد

تحریر کاغذات سواد و بسوے کسری زائد مولوی صاحب نے اور خریدی جو کسی کو نہ لکھے زوجہ مولوی صاحب کے دو بیٹیاں اور ایک بہن وقت وفات زندہ موجود ہیں۔

تفصیل تحریر جائیداد از مولوی صاحب موصوف

مسماة بی بی جان دختر کلاں
 ۵ بسوہ ۱۰ بسوانسی ۳ کچوانسی ہم تنوانسی کسری زائد زمینداری موضع
 نو دیا، ایک مکان پختہ مشرق رویہ واقع محلہ خواجہ قطب و نصف قطعہ
 اراضی اڈا واقع بریلی کٹرہ مان رائے۔

مسماة غفور النساء دختر خورد
 ۵ بسوہ ۱۰ بسوانسی ۳ کچوانسی ہم تنوانسی کسری زائد زمینداری
 موضع نو دیا، ایک مکان پختہ واقع نالا و نصف قطعہ اراضی اڈا واقع
 بریلی کٹرہ مان رائے۔

یہ حقیقت مولوی صاحب نے پہلے ہی بنام غفور النساء خرید کی تھی وہ حصے میں مجرا کی، غفور النساء
 اس وقت ناکتخانا بالغ تھی۔

قمر الدین نواسہ
 مسماة چھمن نواسی
 ایک بسوہ موضع راجپور و مکان مسکون واقع کٹرہ مان رائے۔
 ایک دکان واقع بازار کٹرہ مان رائے۔

الجواب

یہ جس قدر ہبہ مولوی صاحب مرحوم نے اپنی صاحبزادیوں اور ایک صاحبزادی کو کئے ہیں سوا
 اُس مکان کے جو غفور النساء کے نام اُس کی نابالغی میں خرید اسب شرعاً باطل و بے اثر ہیں جو جائیدادیں
 مشاع و مشترک بلا تقسیم ہبہ کیں اور انھیں میں وہ نصف قطعہ اراضی اڈا داخل ہے جو نصف مشاعاً
 بنام غفور النساء خرید اتھایہ سب تو بوجہ مشاع ہونے کے باطل ہیں اور جو جداگانہ و مسلم تھیں جیسے
 مکانات دکان کہ بی بی جان و غفورن و چھمن کو ایک ایک پورا دیا گیا ان کا ہبہ یوں باطل ہوا کہ
 موہوب لہم نے حیات مولوی صاحب مرحوم میں قبضہ نہ پایا، بعد کا قبضہ شرعاً بکار آمد نہیں، درمختار
 موافق الرجوع میں ہے؛

المیم موت احد المتعاقدین بعد التسليم
 فلو قبله بطل الهبة له
 میم سے مراد قبضہ دینے کے بعد فریقین میں سے
 کسی کی موت ہے، اور قبضہ سے قبل موت ہو جائے
 تو ہبہ باطل ہوگا۔ (ت)

وہ مکان کہ غفور النساء بیگم کے نام اس کی نابالغی میں خرید ازا نجا کہ مسلم بھی تھا اور نابالغ کے ہبہ میں باپ کا قبضہ نابالغ کا قبضہ قرار پاتا ہے اس کا ہبہ صحیح و تمام ہو گیا، پس صرف وہ ایک مکان بحق غفور النساء مسلم رہے گا اور باقی تمام جائیداد مکتوبہ موہوبہ وغیر موہوبہ سب یکساں حالت میں تہ کہ مولوی صاحب مرحوم قرار پائے گی اس میں سے اولادین مہر ادا کیا جائے گا یوں کہ مہر سے ایک چہارم خود بحق مولوی صاحب ساقط ہو کر باقی تین ربح مہر کے نو حصوں پر تقسیم ہوں گے چار چار حصے ہر دختر اور ایک حصہ زوجہ کی بہن کو ملے گا، اس سے فارغ ہو کر جو جائیداد بچے مولوی صاحب مرحوم کی دونوں بیٹیوں اور ہمشیرہ مولوی صاحب پر بھجوتی مساوی تقسیم ہو جائے گی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۸ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

مسئلہ ۸۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان بنام ہندہ اپنی دختر کے ہبہ کر کے قبضہ دلا دیا تھا کہ اب تک ہندہ قابضہ ہے اب زید نے بدست عمر وہی مکان بیع کر دیا، کیا یہ بیع صحیح و نافذ و جائز ہے۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

یہ بیع صحیح و نافذ نہیں بعد تکمیل ہبہ زید کو اپنی بیٹی سے رجوع کا اصلاً اختیار نہیں،

فان القرابة من موانع الرجوع علی کیونکہ قرابت رجوع کے موانع میں سے ہے تمام کتب مانص علیہ فی جمیع الكتب۔ میں اس پر نص موجود ہے (ت)

ہندہ کو اختیار ہے کہ اس بیع کو رد کر دے تو محض باطل ہو جائے گی اور چاہے تو قبول کرے اس وقت یہ بیع نافذ ہو جائے گی اور قیمت جو کچھ ٹھہری ہے خود ہندہ پائے گی زید کو اس سے کچھ تعلق نہ ہو گا کہ ہبہ دلانے سے کامل ہو گیا اب مکان کا مالک زید نہیں ہندہ ہے، ہاں اگر زید محتاج حاجت مند ہو اپنی ضرورت کے لئے اس مال کو بیچنا چاہے تو اس کا اختیار باپ کو اولاد کے خود اپنے ذاتی مال میں بھی ہے مگر بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہاں یہ صورت نہیں، زید کو کوئی ضرورت نہیں صرف دختر سے لے کر پسر کو دینا چاہتا ہے اس کا ہرگز اختیار نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۶ از ٹھہریا موہن پور مرسلہ حافظ عبدالرب خاں یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ ایک شخص حافظ قرآن بالعوض پڑھنے قرآن کے

لہ دختار کتاب البتہ باب الرجوع فی البتہ مطبع مجتہدانی دہلی ۱۶۴/۲

کچھ جائیداد مساتوں زمیندار سے ہبہ کرائی واہبان نے ہبہ نامہ میں یہ یہ شرط درج کرائی ہے کہ موہوب لہ کو تاحیات ہماری قرآن مجید اب وجد مرحوم کو پڑھنا ہوگا مگر یہ شرط نہیں ڈالی گئی کہ دو یا ایک پارہ یا دو یا ایک ختم پڑھے وہی حافظ امامت کرتا ہے تمام گاؤں کی، آیا اس شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نا درست، ایک مسماۃ ان واہبان میں سے فوت ہوگئی ہے اور غیر شخص مردہ یا زندہ کو اگر حافظ قرآن پڑھ کر ثواب بخشیں پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور واہبان کے مرنے پر حافظ قرآن رہا اس شرط سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نقل ہبہ نامہ کی اس خط میں ملفوف ہے حضور ملا حفظہ فرمائیں، فقط۔

پہلے اس مسئلہ کا سوال گنگوہ کو بھیجا تھا وہاں سے جواب آیا تھا کہ اس کی امامت نا درست ہے۔ دوبارہ پھر سوال کیا گیا کہ اب کس طرح پر حافظ مذکور کی امامت درست ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ آیا جس کی نقل بعینہ یہ ہے۔

الجواب: اس امام کی توبہ یہی ہے کہ وہ زمین واہب کو واپس کر دے، واہب مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو لوٹا دے، پھر اس کو ایصالِ ثواب کا اختیار ہے، لوجہ اللہ ایصالِ ثواب روح میت کو کرے یا نہ کرے، اگر وہ زمین واپس کر دے اور اپنے فعل پر نادم ہو تو پھر اس کی امامت میں مضائقہ نہیں ہے، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم، بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

دشید احمد ۱۳۰۱

اصل مسئلہ گنگوہ کا بھی مرسل خدمت ہے جو حکم ہو مطلع فرمائیں، فقط۔

الجواب

ملاحظہ ہبہ نامہ سے ظاہر ہوا کہ یہ زمین جو ہبیت خاں زمیندار ٹھریا کی زوجہ و دختر نے کہ باہم اس کی زمینداری میں شریک تھیں موہوب لہ کو ہبہ کی تین نمبر مستقل جدا گانہ غیر مشاع ہیں، دو نمبر تو خود ہی جدا تھے اور تیسرے کی نسبت بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نمبر ملک واہبات سے ایک ٹکڑا تھا جسے واہبات نے کھائی کھدوا کر علیحدہ کر دیا اور ہر سہ نمبر موہوب پر موہوب لہ کو قبضہ کاملہ دے دیا، پس صورتِ مستفسرہ میں وہ ہبہ صحیح و تام و نافذ ہو گیا کہ موہوب کا دو واہبوں میں مشترک ہونا مانعِ صحتِ ہبہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

وہب اثنان دار الواحد صح لعدم
الشیوع۔
دو حضرات نے ایک مکان کسی ایک کو ہبہ کیا تو صحیح ہے شیوع نہ ہونے کی وجہ سے (ت)

اور خلاصہ عبارت ہبہ نامہ یہ ہے :

”اراضی نمبران مندرجہ ذیل مع درخان بنام حافظ عبد اللہ خاں بالعوض خواندن قرآن شریف عزیز خاں دادا و ہیبت خاں والد کے ہبہ کی، اور بخشی ہم نے موہوب کو تاحیات ہماری قرآن شریف واسطے مورثان موصوفان کے پڑھنا ہوگا، لہذا یہ ہبہ نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔“

ظاہر ہے کہ واہیات و موہوب لہ نے اسے ہبہ ہی کہا اور یہی سمجھا اور ہبہ ہی کا ارادہ کیا بعوض قرآن خوانی کہہ دینے سے وہ عقد ہبہ سے نکل کر بیع نہیں ہو سکتا کہ باطل ٹھہرے اور موہوب لہ پر اس کا واپس دینا لازم ہو اور نہ اس کی امامت میں مضائقہ، قرآن خوانی کوئی مال نہیں، ہبہ بالعوض اُس وقت بیع ہوتا ہے کہ بعوض کسی مال کے ہو، ولہذا قرۃ العیون میں زیر قول شارح امالوقال و ہبت بکذا فہو بیع (لیکن اگر یوں کہا تجھے اتنے کے عوض ہبہ کیا تو بیع ہوگی۔ ت) لکھا:

لان الباء للمقابلة والمال المقابل
بالمال بیع لہ
کیونکہ یہاں باء مقابلہ کے لئے ہے، مال بمقابلہ مال بیع ہے (ت)

تبیین الحقائق و بحر الرائق و اشباہ و النظائر و غایۃ البیان و غیرہ شروح ہدایا و غیرہا میں تصریح فرمائی کہ ہبہ بالعوض کا بیع ہونا بوجہ عبرت معانی ہے، اور پُر ظاہر کہ معنی بیع اسی وقت متحقق ہوں گے کہ مقابلہ مال بمال ہو تو بے تحقیق معنی خواہ مخواہ اُسے ابطال تصرف عاقد و اہمال کلام عاقل کے لئے بیع کی طرف پھیر لے جانا اور لفظ کہ عاقد نے بولے اپنے صحیح سلیم سے بلا وجہ توڑ کر معنی ناممکن کی طرف ڈھالنا محض مہمل و بے معنی ہے، حالانکہ قاعدہ شرع اعمال الکلام اولی من اہمالہ (کسی کلام کو بالمعنی بنانا اس کو مہمل بنانے سے بہتر ہے۔ ت) نہ کہ عکس،
وقد حققنا فیما علقنا علی ہامش قرۃ العیون و غنر العیون من ہذا المقام ان مثل الہبۃ ہبۃ صحیحۃ لا بیع باطل بما یتعین المراجعة الیہ فارجع ہم نے اس کی تحقیق قرۃ العیون اور غنر العیون پر اس مقام کے حاشیہ پر کی ہے کہ ہبہ کی مثل، صحیح ہبہ ہوتا ہے وہ باطل بیع نہیں، ہماری تحقیق قابل مراجعت ہے اس کی طرف

اليه ان شئت وباللہ التوفيق۔

رجوع کر اگر تو چاہے، اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ (ت)

تو اس عوض کا حاصل نہ رہا مگر ایک شرط فاسد، اور ظاہر ہے کہ ہبہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے تو ہرگز موہوب لہ پر لازم نہیں کہ وہ زمین واپس کرے، نہ اس کی وجہ سے اس کی امامت میں کوئی نقصان ہے کہ اس نے مال حرام نہ لیا کوئی عقد ناجائز نہ کیا، ہاں اتنا ہوا کہ اس احسان کے عوض یہ شرط قبول کر لی کہ تاحیات و اہبات ان کے مورثوں کو ایصال ثواب کروں گا، یہ کوئی محظور شرعی نہیں بلکہ احسان کے عوض احسان کرنا شرع پسند فرماتی ہے

قال اللہ تعالیٰ هل جزاء الاحسان الا الاحسان ۵ ولئن فرض انه ارتكب الاجارة على التلاوة للميت مع انه لا عين لها ههنا ولا اثر ولا ذكر ولا خبر فالحق وان كان بطلا نها ولكن كثير من العلماء صرحوا بجوازها وبه نص في السراجية و الهندية والدار المختار وغيرها فمن اتبع امثال هؤلاء كيف يحكم عليه بمنع امامته لاسيما الحكم بنا درست الذی هو بمعنى لا تصح فان غايته الاثم فان فرض فسقا فامامة الفاسق و ان كرهت عند التحقيق تحريما صحيحة قطعاً ولكن مفسد الجهل و اختلف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: احسان کا بدلہ احسان ہے، اور اگر فرض کیا جائے کہ میت کے لئے تلاوت پر اجارہ ہے حالانکہ نہ یہ معین ہے اور نہ یہاں حکایت، نہ اس کا ذکر اور نہ اس کی کوئی خبر ہے، تو اگرچہ تحقیق یہ ہے کہ یہ باطل ہے لیکن بہت سے علماء کرام نے اس کے جواز کی تھریک کی ہے اور اسی پر سراجیہ، ہندیہ اور درمختار وغیرہ میں نص فرمائی ہے تو جو شخص ان فقہاء کرام کی اتباع میں ایسا کرے تو اس پر یہ حکم کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی امامت ناجائز ہے خصوصاً "نا درست" کے لفظ سے حکم لگانا جس کا معنی "لا تصح" ہے غلط ہے جبکہ زیادہ سے زیادہ اگر ہے تو وہ گناہ ہے اور اگر اس کو فسق بھی کہا جائے تو اگرچہ فاسق کی امامت تحقیق میں مکروہ تحریمی ہے لیکن صحیح ضرور ہے، لیکن جہالت کے مفسد کثیر ترین اور قابل نفرت

ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طالب ہیں (ت)

مسلمان زندہ یا مردہ جسے چاہیں تلاوتِ قرآن وغیرہ جس نیک کام کا ثواب چاہیں پہنچا سکتے ہیں، بفضلہ تعالیٰ پہنچتا ہے اور اسے نفع دیتا ہے، حافظِ قرآن پر اس شرط کی پابندی نہ حیات و اہبات میں واجب ہے نہ ان کے بعد،

لما تقدم ان الشرط في الهبة هو الذي يبطل والباطل لا عمل له۔

کیونکہ پہلے گزرا ہے ہبہ میں فاسد شرط خود باطل ہو جاتی ہے اور باطل شرط کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (ت)

مگر ایفائے وعدہ اور احسان بعوض احسان کے طور پر اسے مناسب ہے کہ جب تک یہ دوسری واہبہ زندہ ہے ان مورثوں کو جتنا چاہے پڑھ کر بخشا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷

۷۔ ربيع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے مرض الموت میں اپنے شوہر زید کو اپنا دین مہر معاف کر دیا، اب زید بری ہو گیا یا یہ معافی وصیت متصور ہو کر زید و ثلث کے ادا کا عند اللہ مواخذہ دار رہے گا اگرچہ ورثہ دنیا میں شرم سے نہ مانگیں۔ بیتوا تو جروا۔

الجواب

مرض الموت میں اپنا دین دائن کو ہبہ یا معاف کرنا حکم وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے کہ ثلث وغیرہ کسی حصے میں نافذ نہیں ہو سکتی۔ پس صورتِ مسئلہ میں اگر کل وارث عاقل بالغ ہوں اور اس معافی مہر کو جائز رکھیں معاف ہو جائیگا اور بعض اجازت دیں تو بقدر انھیں کے حصے کے ساقط ہوگا اور کوئی اجازت نہ دے تو دیگر ورثہ کا حصہ کہ نصف یا تین ربع مہر ہے تمام و کمال واجب الادا رہے گا، عورت کا معاف کرنا کچھ معتبر نہ ہوگا۔ خزائن المفتین و ہندیہ میں ہے،

مریضہ بیوی نے خاوند کو کہا اگر میں اس مرض میں فوت ہو جاؤں تو میرا جہر تجھ پر صدقہ ہے، یا کہے "تو مہر سے آزاد ہے" تو وہ اس مرض میں فوت ہوگی تو بیوی کا یہ قول باطل ہوگا اور

مریضة قالت لزوجها ان مت من مرضي هذا فمهرى عليك صدقة او فانت في حل من مهرى فانت من ذلك المرض فقولها باطل والمهر على الزوج۔

مہر خاوند کے ذمہ لازم رہے گا۔ (ت)

لہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ خزائن المفتین کتاب الہبۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور م/۳۹۸

نہر الفائق و عقود الدرہ میں مسئلہ مذکورہ خانیہ سے نقل کر کے فرمایا :

وكان ينبغي ان يقال ان اجازت الورثة تصح لان المانع من صحة الوصية كونه وارثا. مناسب یہ تھا کہ یوں کہتے اگر باقی ورثاء جواز کر دیں تو صحیح ہے کیونکہ وصیت کے موانع میں وارث ہونا بھی ہے (ت)

جامع المضمات شرح قدوری و عالمگیری میں ہے :

مریضۃ و ہبت صداقہا من زوجها ان كانت مریضۃ مرض الموت لا یصح الا باجازة الورثة اھ مختصراً - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
مریضہ نے اپنا مہر خاوند کو ہیہہ کیا اور وہ مرض الموت کی مریضہ ہے تو یہ ہیہہ ورثاء کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں اھ مختصراً - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

مسئلہ ۸۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ظہور نے اپنی ایک دکان کی تعمیر عملہ کے نسبت اپنے داماد عبدالوہاب خاں کو اجازت دی کہ اسے تم اپنے روپے سے درست کر لو جو کچھ کرایہ تمہارے عملے کی وجہ سے بڑھ جائے گا وہ تم لیا کرنا۔ عبدالوہاب خاں نے اس ایک دکان کو دو دکانیں کر دیا بڑی اور چھوٹی۔ دکان کا پہلا عملہ جو تھا اس میں سے کڑیاں بیکار نکل گئیں۔ عبدالوہاب خاں نے کڑیاں اپنے ہی پاس سے ڈالیں مگر اینٹیں اگلی اور اپنے پاس سے اور نئی ملا کر دونوں دکانیں بنائیں۔ یہ تعین نہیں ہو سکتی کہ کس دکان میں کتنی اینٹ پہلی اور کتنی نئی ہے، پھر عبدالوہاب خاں نے دونوں دکانوں پر خاص اپنے روپے سے بالا خانہ بنایا۔ اب ان دکانوں کا کرایہ دس روپے ماہوار ہو گیا پہلے پانچ روپے تھا، حسب قرار داد ظہور نے اور عبدالوہاب خاں پانچ روپے ماہوار لیتے رہے، یہ تمام عملہ عبدالوہاب خاں نے ظہور کی اجازت سے اپنے روپے سے اپنے لئے بنایا، ۱۸۹۸ء میں اس دکان کا ہیہہ نامہ ظہور نے عبدالوہاب خاں کی طرف سے اس کی دختر اور اس کی زوجہ آبادی کے نام میں تفصیل لکھا گیا کہ بڑی دکان ظہور کی طرف سے اور چھوٹی دکان اور بالا خانہ عبدالوہاب خاں کی طرف سے آبادی کے نام ہیہہ ہوا۔ آبادی نے وصیت کی کہ جو کچھ میری ملک ہے اس کا مالک میرا خاوند ہے،

۱۔ العقود الدرہ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۱۵/۲

۲۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ المضمات کتاب الہبۃ للباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴۰۲/۲

پھر اس نے انتقال کیا، شوہر اور ماں باپ اور دو بیٹیاں وارث چھوڑے، باپ نے اُس جائداد کو یوں تقسیم کیا کہ بڑی دکان نصف نصف دونوں نواسیوں کو دی اور چھوٹی دکان میں سے آدھی نواسی کے بیٹے کو اور آدھی اپنے دور کے رشتہ کو، اور بالاخانہ کی نسبت یہ لکھا کہ جیتے جی میں مالک اور میرے بعد میرا دادا مالک، اس کے بعد اُس کی لڑکیاں مالک۔ سوال یہ ہے کہ تقسیم مذکورہ بالا اور یہ تحریر ٹھیک ہوئی یا نہیں اور عبد الوہاب خاں نے اپنا روپیہ جو دکانوں اور بالاخانے کی تعمیر میں صرف کیا تو اُن میں عبد الوہاب خاں کا کوئی حق ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں عبد الوہاب خاں نے جو عملہ اپنے روپے سے اپنے لئے بنایا خاص ملک عبد الوہاب خاں ہوا، بالاخانہ کہ تمام و کمال زر عبد الوہاب خاں سے بنا کل عبد الوہاب خاں کا ہے، اور دونوں دکانوں میں کڑیاں بھی انھیں کی ہیں اور چنانچہ کہ مشترک اینٹوں سے ہوئی ظہورن و عبد الوہاب خاں کی حصہ مشترک ہے، اگر کمی بیشی معلوم ہو سکے مثلاً دو تہائی اینٹیں ظہورن کی ہیں اور ایک تہائی عبد الوہاب خاں کی، یا بالعکس، جب تو اسی حساب سے، ورنہ نصفاً نصف مشترک رہے گی،

كما هو الطريق حيث لا علم بالتفاضل
كما نصوا عليه في غير ما مسئلة من
الشركة وغيرها۔
در مختار میں ہے :

اگر عورت کی زمین پر اس نے عمارت بغیر اجازت بنائی تو عمارت بنانے والے کی ہے اور خالی زمین کا غاصب قرار پائے گا۔ (ت)

لو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له و
يكون غاصبا للعرضة۔

طحاوی میں ہے :

تو اگر اجازت سے تعمیر کی تو زمین عاریتہ ہوگی (ت)

فلو باذنها تكون عارية۔

رد المحتار میں ہے :

قوله فالعمارة له هذا الوالالة كلها
له فلو بعضها له و بعضها لها
فهى بينهما ط عن المقدسى

ماتن کا قول کہ عمارت، بنانے والے کی ہوگی، یہ
تب ہے جب تعمیر کا سارا سامان اس کا ہو، تو
اگر کچھ اس کا اور کچھ عورت کا ہو تو عمارت مشترکہ ہوگی،
یہ طحاوی میں مقدسی سے منقول ہے (ت)

ہبہ نامہ کہ ظہورن و عبد الوہاب خاں نے آبادی کے نام کیا محض باطل ہو گیا، دونوں دکانوں کے
عملے تو یوں ہبہ نہ ہوئے کہ ہر عملہ ظہورن و عبد الوہاب خاں دونوں میں مشترک تھا۔ عملہ کا دونوں کی طرف سے
ہبہ ہونا چاہئے تھا اور ہوا ایک ایک کی طرف سے، تو ہر عملے میں دوسرے کا حصہ بے ہبہ رہا، اور وہ
مشاع قابل تقسیم ہے، اور ایسی شے کا ہبہ بلا تقسیم باطل ہے، اور زمینیں یوں ہبہ نہ ہوئیں کہ
چھوٹی دکان کی زمین تو مالکہ زمین یعنی ظہورن نے ہبہ ہی نہ کی، عبد الوہاب خاں جس کی طرف سے اس کا
ہبہ لکھا گیا مالک زمین نہ تھا اور بڑی دکان کی زمین اگرچہ ظہورن نے ہبہ کی مگر اس پر مشترک عملہ قائم ہے
جس کا ہبہ صحیح نہ ہوا اور موہوب جب غیر موہوب سے یوں متصل ہو تو ہبہ مثل ہبہ مشاع منقسم باطل
ہو جاتا ہے بعینہ اسی دلیل سے بالا خانے کا ہبہ بھی اگرچہ مالک یعنی عبد الوہاب خاں نے کیا باطل ہوا
کہ وہ بھی باقی رکھنے کے لئے ہبہ ہوا تھا نہ یوں آبادی عملہ توڑ کر اینٹ کرٹی تختے پر قبضہ کر لے، یوں ہوتا تو
بالا خانے کا ہبہ صحیح ہو جاتا جبکہ آبادی باذن عبد الوہاب خاں اُسے توڑ کر عملے پر قبضہ کر لیتی مگر نہ وہ توڑا گیا
نہ یہ مقصود تھا اور اُسے غیر موہوب سے اتصال تھا، لہذا وہ بھی باطل ہو گیا۔ عقود الدریہ میں ہے:

هبة البناء دون الارض لا تصح الا
اذا سلطه الواهب على نقضه

ہندیہ میں ہے :

وهب نرسا عافی ارض او ثمرها
فی شجر او حلیة فی سیف او بناء فی دار
او قفیزاً من صبرة و امرة
بالحصاد و الجزان، والنزع و النقص

کھیت کے فصل یا پھل درخت پر یا تلوار میں
بڑا ہوا سونا چاندی یا حویلی میں کوئی عمارت یا
کھلیان میں سے قفیز غلہ ہبہ کیا اور فصل کاٹنے،
پھل کو توڑنے، تلوار سے جدا کرنے، عمارت کو

لہ رد المحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۶/۵
لہ العقود الدریہ کتاب الہبۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۹۳/۲

اکھاڑنے اور کھلیان سے قفیر کے کیل کرنے کا حکم
دے دیا اور موہوب لہ نے عمل کر لیا تو استحساناً
ہبہ صحیح ہے اور یوں سمجھا جائے گا گویا کہ اس نے
کاٹنے اور توڑنے وغیرہ کے بعد ہبہ کیا، اور اگر
واہب مذکورہ نے کارروائی کی اجازت نہ دی ہو اور موہوب لہ خود مذکورہ کارروائی کرے گا تو وہ ضامن

والکیل وفعل صحیح استحساناً و يجعل كانه
وهبه بعد الجزاء والحصاد و نحوهما و
ان لم يأذن له بالقبض و فعل ضمن كذا
في الكافي لہ

ہوگا، کافی میں یوں ہے۔ (ت)

معنی المستفتی میں ہے،

میرے پر داد اعماد الدین مرحوم نے فتویٰ دیا جب
ان کو یہ سوال پیش کیا گیا سوال کی صورت یہ تھی
کہ زید کی غیر کی زمین پر عمارت تھی جو اس نے اپنی
زوجہ کی ملک کر دی اور بیوی کو عمارت کا طلبہ
اکھاڑنے کی اجازت نہ دی تو کیا تملیک صحیح ہوگی
یا نہیں؟ الجواب ہاں یہ تملیک صحیح
نہ ہوگی۔ کتبہ فقیر عمامہ الدین عفی
عنه۔ (ت)

افتی جد جدی المرحوم عماد الدین
عن سوال رفع اليه و صورته فيما اذا كان
لزید عمارة قائمة في ارض الغير فملك
لزید العمارة المنبوسة لزوجه و
لم يأذن لها بنقض العمارة فهل يكون
التملك غير صحيح ام لا الجواب نعم
يكون التملك غير صحيح كتبه الفقير
عماد الدين عفى عنه۔

وجیز امام کروری میں ہے،

کسی نے ایسی زمین کا ہبہ کیا جس پر فصل یا کھجور کا درخت
تھا یا کھجور کے درخت جن پر پھل تھا کا ہبہ کیا،
یا اس کا عکس یعنی فصل یا کھجور کا درخت بغیر زمین یا
پھل بغیر درخت کا ہبہ کیا تو ناجائز ہوگا کیونکہ
موہوب چیز غیر چیز کے ساتھ پیدا ہونے کی طور پر
متصل ہے حالانکہ جدا کرنے کا امکان موجود ہے

وهب ارضاً فيها نخيل او فخیل او
نخلا عليه ثمر او و هب الزرع
بدون الارض او النخل بلا ارض
او نخلا بدون الثمر لا يجوز لان
الموهوب متصل بغیر اتصال
خلقة مع امكان القطع

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۰/۴
لہ العقود الدریۃ بحوالہ معنی المستفتی کتاب الہبۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۹۳/۲

تو ایسی صورت میں موہوب پر قبضہ ناممکن ہے تو
یہ مشاع چیز جو قابل تقسیم ہو، کی
طرح ہے۔ (ت)

کیونکہ ہر ایک کا جزر سے جز کا اتصال ہے
تو یہ قابل تقسیم مشاع چیز کے ہبہ کی
طرح ہوگا۔ (ت)

اور عمارت بھی اسی قبیل سے ہے اور مکمل
بیان اس میں ہے، اور اس نے خوب افادہ
کیا اور مقصد کو واضح اور اوہام کا ازالہ کر دیا،
کیونکہ یہ مسئلہ ہے جس میں بہت سے قلم غلط
راستے پر چل نکلے اور کئی قدم پھسل گئے اور ضعیف
نے تنقیح کے حاشیہ پر اس میں اچھے انداز پر کلام کیا ہے (ت)

پس صورت مستفسرہ میں وہ دونوں دکانیں بدستور ملک مالکان پر ہیں دونوں کی زمینیں پوری
اور چنائی کا دوسرا حصہ اور سارا بالاخانہ عبدالوہاب خان کا ہے آبادی کی وصیت یا اس کے باپ کی
تقسیم کچھ قابل لحاظ نہیں سب مہمل و باطل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

نثار احمد اپنی سکونت والا مکان نابالغ بچوں
کو ہبہ کرنا چاہتا ہے اس کی ایک لڑکی شادی شدہ
بالغ ہے اس کو بھی شامل کرنا ضروری ہے یا نہیں

نثار احمد مکان مسکن راہ بچگان خورد
سال ہبہ می کند الا ایک دختر کلان کہ نکاحش
کردہ آمد نام او ہم شامل کر دن لازم است یا

۱۔ فتاویٰ بزازیتہ علی ہاشم فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبہ الفصل الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۶/۲۳۹-۴۰	۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبہ الباب الثانی	۳۔ العقود الدریہ کتاب الہبہ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۹۲
--	---	---

ایں سنہ بچگان از تمتع دنیاوی بہرہ نیافتہ اند
و آں یکے ممتنع شدہ۔
یہ تین نابالغ بچے دنیاوی سامان سے فائدہ حاصل
کرنے کے اہل نہیں ہیں اور صرف وہ بالغ لڑکی
اس کی اہل ہے۔ (ت)

الجواب

ہر چہ بیکے ازیں اطفال رسد اگر قیمتش برانچہ
بچیز دختر کلاں دادہ شد زیادت واضح
نذار و نام او شامل کردن ضرور نیست لحصول
ما ارشد الیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اکل بنیک نحلث مثل هذا ، و اللہ
تعالیٰ اعلم۔
ان نابالغ بچوں کو جو حصہ ملتا ہے اگر وہ شادی شدہ
لڑکی کے جہیز سے واضح طور زائد نہ ہو تو اس
لڑکی کو شامل کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کہ ”کیا تم نے اپنے
تمام بچوں کو اتنی مقدار ہبہ کیا ہے“ پر عمل ہو گیا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۰ از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ عبدالوہید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر شے موہوبہ کے ایک
جز پر استحقاق ثابت ہو تو یہ نسبت شکل کے کیا حکم ہوگا اور یہ ہبہ باطل ہوگا یا کیا؟

الجواب

استحقاق کے یہ معنی کہ ثابت ہو کہ شے موہوب تمام و کمال ملک و اہب نہ تھی بلکہ اس کا
ایک جز ملک مدعی نکلا مدعی نے دعویٰ کیا اور ثبوت دیا اور وہ جز نکل گیا تو باقی میں بھی ہبہ باطل ہو جائے گا
کہ ثابت ہو کہ اول ہی سے ایک جز مشاع ہبہ ہوا تھا کہ ملک غیر کو ہبہ کر دینے کا و اہب کو کچھ اختیار
نہ تھا، پھر یہ اسی حالت میں ہے کہ شے موہوب قابل قسمت ہے ورنہ بعد استحقاق باقی کا ہبہ تمام
رہے گا کہ ناقابل قسمت کے ہبہ کو شیوع منع نہیں کرتا، اور اگر شے موہوب تمام و کمال بملک
واہب تھی ہبہ میں ابتداء شیوع نہ تھا بعد کو کسی عارض کے سبب اس کا ایک جز ہبہ سے نکل گیا مثلاً
واہب نے بتراضی یا قضائے قاضی نصف موہوب میں رجوع کر لی، یا ہبہ اجنبی کے ہاتھ تھا اور شے
موہوب ثلث مال و اہب سے زائد تھی ورثہ نے اجازت نہ دی، ثلث سے جس قدر زیادت تھی ہبہ سے
خارج ہو گئی، یا موہوب لہ وارث تھا دیگر ورثہ سے بعض نے اجازت دی بعض نے نہ دی کہ نہ دینے

والوں کے حصے کے قدر جز موہوب سے آزاد ہو گیا تو ان صورتوں میں باقی کا ہبہ باطل نہ ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

المفسد هو الشيوع المقارن لا الشيوع الطاری
ہبہ کا مفسد وہ شیوع ہے جو ہبہ کو مقارن ہو اور جو بعد میں لاحق ہو وہ شیوع مفسد نہیں ہے۔

اسی میں ہے:

لا ینعم الشيوع صحۃ لاجانرۃ^۲
شیوع اجازت کی صحت کو مانع نہیں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از لاہور مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی دو منکوحہ میں سے ایک سے جب اس شخص نے نکاح کیا، اس کو ایک قبالہ نکاح لکھ کر دیا جس میں چند مدت ہیں، منجملہ ان کے ایک مدیہ ہے جس کی عبارت (چھٹی یہ کہ جو کچھ مال و اسباب میری ملکیت اور ہوگا اُس سے بھی سوائے مضمون مرقومہ بالا کے نصف دخر عمومی حساب مرحوم کا اور نصف اہلیہ اول میری کا ہے) اور اس قبالہ پر حاکم وقت کے دستخط ثبت کرادئے، پس اب بعد مرنے اُس شخص قبالہ نویس کے منکوحہ اس شخص کی باستدلال اس عبارت مندرجہ قبالہ کے جس پر دستخط حاکم ثبت ہیں اُس شخص متوفی کے تمام اموال و جائیداد متوفی پر دعویٰ کرے اور تقسیم اس کی بنام ہر دو منکوحہ متوفی کے چاہے اور اولاد متوفی کو محروم الارث قرار دے تو شرعاً وہ جائیداد ہر دو منکوحہ پر بموجب عبارت مذکورہ کے تقسیم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اولاد اس شخص متوفی کی محروم الارث رہ سکتی ہے یا نہیں؟ فقط بیّنوا تو جروا۔

الجواب

تحریر قبالہ مذکورہ محض بے اثر ہے، وہ مال اس کی بنا پر تنہا دونوں زوجہ میں تقسیم نہیں ہو سکتا، نہ اولاد اس سے محروم ہو سکتی ہے،

لانہ لیس باقرار لاضافتہ الملک الی
نفسہ، ولا وصیۃ لعدم الاضافۃ
الی بعد الموت مع کونہ فی الصحۃ
کیونکہ یہ اقرار نہیں اس لئے کہ اس نے ملکیت کو
اپنی طرف منسوب کیا ہے اور وصیت بھی نہیں کیونکہ
اپنی موت کے بعد کی طرف منسوب نہیں باوجودیکہ

وہ صحت مند بھی ہے، اور ہو بھی تو بعد میں موجود ہونے والی چیز کا ہیہ ہوگا جو کہ باطل ہے اور موجود چیز کا مشاع حالت میں ہے جو کہ قبضہ دینے سے قبل وفات سے باطل ہو گیا، اور اگر وصیت ہو تو دونوں عورتوں کے لئے باقی ورثہ کی اجازت کے بغیر نافذ نہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فان كان فہبتہ ما یوجد وہی باطلۃ و ہبۃ الوجود مشاعاً وقد بطلت بموت الواہب قبل التسلیم ولئن كانت وصیتہ لما نفذت للمرأتین الاجازۃ بقیۃ الورثاء کما لا یخفی . واللہ تعالیٰ اعلم .

۹۲۔ از مراد آباد محلہ کسرول متصل مسجد مولسری مدرسہ مولوی حفظ الرشید صاحب

۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مقروض ہے، اس نے بحالت قرضدار ہونے کے اپنی جائیداد غیر منقولہ کا ہیہ نامہ اپنے پسر بچہ کے نام لکھ کر قبضہ دخل جائیداد موہوبہ پر موہوب لہ کا کر دیا کیا شرعاً ایسی حالت میں ہیہ مذکور جائز ہے یا ناجائز؟ اور دائن اپنے مطالبہ جائیداد موہوبہ سے مواخذہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا

الجواب

جب تک دین کے عوض کوئی شئی دائن کے پاس رہن نہ ہو دائن کا مطالبہ صرف ذات مدیون یعنی اس کے ذمہ پر ہوتا ہے نہ کہ اس کے کسی مال معین پر تو ہیہ بوجہ قبضہ تام و کامل بلکہ محرومیت موہوب لہ لازم ہو گیا جس کا نسخ غیر ممکن ہے صرف تمامی ہیہ اس جائیداد کو متورضہ دائن سے بری کرنے کے لئے بس تھی کہ ملک منتقل ہو گئی، اب وہ شے ملک مدیون نہیں جس سے دائن اپنا دین وصول کر سکے نہ کہ اس صورت میں کہ عقد بوجہ امتناع رجوع ناقابل نسخ رہا، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ایک شخص پر اتنے قرضے ہو گئے کہ اس کا تمام مال قرضوں میں گھر گیا اور قرضخواہ حضرات نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ اس کو ہیہ اور تصدق سے روک دیا جائے اور قاضی نے اس پر یہ پابندی لگا دی تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور یہ

رکب الرجل دیون تستغرق اموالہ فطلب الغرماء من القاضی ان یحجر علیہ حتی لا یهب مالہ و لا یتصدق بہ فالقاضی یحجر علیہ عندہما ویعمل حجراً حتی لا تصح ہبۃ

عہ فی الاصل ہکذا اظنہ مواخذہ ۱۲ عبد المنان

پابندی موثر ہوگی کہ وہ اپنے مال کو ہبہ یا صدقہ نہ کر سکے گا بشرطیکہ اس کو قاضی کی طرف سے پابندی کا علم ہو چکا ہو، لہذا علم سے قبل اس نے اپنے مال میں جو بھی تصرف کیا جائز ہوگا (ملخصاً)۔ (ت)

ولا صدقته بعد ذلك لكن يشترط علم المحجور عليه حتى ان كل تصرف باسره قبل العلم به يكون صحيحاً (ملخصاً)۔

اسی میں ہے :

سجل له ضيعه تساوى عشرين الف درهم و عليه ديون فوقت الضيعة و شرط صرف غلاتها الى نفسه قصد امنه الى الماطلة و شهد الشهود على افلاسه جاز الوقت و الشهادة فان فضل عن قوته شئ من هذه الغلات فلغرماء ان ياخذوا ذلك منه كذا في المضمرة - والله تعالى اعلم۔

ایک شخص بیس ہزار درہم کے مساوی زمین کا مالک ہے اور اس پر قرضے ہیں تو اس نے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کے لئے اپنی زمین وقف کر کے اس کی آمدنی کو اپنی ذات کے لئے مختص کر لیا، اور گواہوں نے اس کے مفلس ہونے کی شہادت دی، تو وقف اور شہادت جائز ہوگی اور زمین کی آمدن میں سے اس کے خرچہ سے اگر کچھ بچے گا تو قرض خواہ لیں گے، مضمرات میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۳ از اندور ملک مالوہ چھاؤنی نواب غفور خاں مرسلہ حکیم محمد اکمل خان صاحب

یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ محمد عظیم خاں کو رئیس وقت نے ایک سند ملک بھوٹ کی تاحین حیات عطا کی، محمد عظیم خاں نے مصلحتاً بطور اسم فرضی کے ایک عرضی رئیس کی خدمت میں پیش کی کہ اس ملک کی سند میرے فرزند افضل خاں کے نام نسلاً بعد نسل عطا ہو جائے، چنانچہ حسب استدعا محمد اعظم خاں کے افضل خاں کے نام سند ملک بھوٹ کی نسلاً بعد نسل عطا ہوئی لیکن قابض اور مالک محمد اعظم خاں ہے محمد افضل خاں کا قبضہ کبھی اور کسی وقت میں ایک آن واحد کے واسطے بھی نہیں ہوا اور ہمیشہ قبضہ اور تصرف و وصول و اصلاط و ٹھیکہ وغیرہ وغیرہ جملہ قسم کا نظم و نسق محمد اعظم خاں کرتے رہے اور سند میں بھی رئیس وقت نے یہ لفظ تحریر کئے کہ "بقبض و تصرف معری الیہ الگذارند"

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحج الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۶۱/۵
۲۔ کتاب الوقف الباب الرابع " " " " ۴۸۹/۲

اس سے مراد خاص محمد اعظم خاں ہیں نہ کہ افضل خاں، اسی عرصہ میں محمد افضل خاں کا انتقال ہو گیا، اور افضل خاں کی دو بیبیاں اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا باقی ہے، محمد افضل خاں اپنے والد اعظم خاں کی حیات میں فوت ہوئے، اسی باعث وراثتے افضل خاں سب محروم الارث ہو گئے اور بدستور قدیم محمد اعظم خاں قابض اور مالک اور متصرف رہے۔ ایسی حالت میں اولاد افضل خاں مرحوم یا ان کی بیوی بچے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں، افضل خاں کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کچھ بھی نہیں، اور افضل خاں اور ان کی بیوی بچہ کی پرورش محمد اعظم خاں پدر افضل خاں کرتے رہے، اور افضل خاں کا انتقال اپنے والد محمد اعظم خاں کی حیات میں ہو گیا، تو ایسی صورت میں اس ملک بھوٹ میں افضل خاں مرحوم کی بیوی بچے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بیٹو تو جروا۔

الجواب

اس سوال کے ساتھ تحریر و نقول کہ سائل نے مرسل کیں ان کے ملاحظہ سے واضح ہوا کہ زوجہ محمد افضل خاں نے بدعوی وراثت شوہر اس بنا پر کہ تبدیل سند سے محمد افضل خاں اس زمین کا مالک ہو گیا تھا اس پر دعوی ملک کیا ہے، یہ دعوی شرعاً محض باطل و بیجا ہے۔ سند ثانی بنام محمد افضل خاں میں از جانب ریاست کوئی لفظ مفید معنی ہبہ و تملیک نہیں، نہ ہبہ کرنا نہ عطا ہونا، نہ مالک بتانا نہ اور کوئی لفظ کہ ان کا مراد ہو، صرف اتنے الفاظ ہیں کہ

مذکور اراضی درخواست دہندہ کے بیٹے محمد افضل خاں کے لئے سرکار کی طرف سے نسلاً بعد نسل بشرط اطاعت و فرمانبرداری معاف شد لازم کہ اراضی مذکورہ از حضور معاف و مرفوع القلم دانستہ بقبضہ تصرف معری الیہ و اگذارند۔

مذکور اراضی درخواست دہندہ کے بیٹے محمد افضل خاں کے لئے سرکار کی طرف سے نسلاً بعد نسل بشرط اطاعت و فرمانبرداری معاف شد لازم کہ اراضی مذکورہ از حضور معاف و مرفوع القلم دانستہ بقبضہ تصرف معری الیہ و اگذارند۔

معاف ہونا کوئی لفظ الفاظ ہبہ سے نہیں، بلکہ عین سے اس کا تعلق ہی صحیح نہیں، معافی مطالبہ دیون سے متعلق ہوتی ہے کہ اس کا حاصل ابرا ہے اور اعیان سے ابرا باطل۔ درمختار میں ہے: الابرء عن الاعیان باطل (اعیان اشیاء سے بری کرنا باطل ہے۔ ت)۔ اشباہ میں ہے:

دین کے کچھ احکام مخصوص ہیں ان میں سے ایک
اس سے بری کرنا ہے لہذا اعیان سے ابرار
جائز نہ ہوگا۔ (ت)

اختص الدین باحكام منها صحة الابرار
عنه فلا يصح الابرار عن الاعيان

وجیز کر درمی میں ہے :

قبول نہ ہوگا کیونکہ اعیان سے ابرار صحیح نہیں
ہے۔ (ت)

لا يقبل لعدم صحة الابرار عن الاعيان

بخلاف سند بنام حکیم محمد عظیم خاں کہ اس میں لفظ "عطا شد" ہے اور یہ خاص ہبہ کے لئے موضوع ہے
عالمگیری میں ہے :

ہبہ کے الفاظ مختلف ہیں ، ایک قسم وہ ہے جس
سے وضعاً ہبہ واقع ہو جاتا ہے وہ یہ الفاظ ہیں
"یہ شئی میں نے تجھے ہبہ کی ، تجھے مالک بنایا تجھے
دے دی" یہ سب ہبہ کے الفاظ ہیں اور مختصراً (ت)

الفاظ الهبة انواع نوع تقع به الهبة
وضعا كقوله وهبت هذا الشيء لك او
ملكته منك او اعطيتك فهذا اكله
هبة اھ مختصراً۔

سند بنام محمد افضل خاں میں بھی بنام محمد اعظم خاں عطا کا ذکر ہے کہ
سابق ازیں حکیم محمد اعظم خاں از حضور عطا شدہ بود۔
قبل ازیں سرکار نے محمد اعظم کو عطا کی (ت)

اور افضل خاں کو عطا ہونے کی درخواست از جانب محمد اعظم خاں میں اگرچہ مذکور ہے کہ
پہلی سند کو تبدیل کرنے اور درخواست دہندہ
کے بیٹے محمد افضل خاں کے نام عطا کرنے کی
عرضی موصول ہوئی ، ملاحظہ ہوئی۔ (ت)

حالا عرضی معزی الیہ باستدعائے تبادل سند
سابق و عطا شدن آن بنام محمد افضل خاں
پس خود موصول ملاحظہ گردید۔

جب سرکار کو پرورش و اختیار و درخواست دہندہ
حکیم صاحب کے لئے منظور ہے لہذا مذکورہ عرضی

مگر حکم میں لفظ "عطا" نہیں ، اسی قدر ہے کہ
چوں حضور را پرورش و پرداخت حکیم صاحب
معزی الیہ منظور لہذا اراضی مذکور از حضور بہ

لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارة القرآن کراچی ۲/۱۱-۲۱۰
۳۳۰/۵ فتاویٰ بزازیہ علی ہاشم فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعوی الفصل الاول نورانی مکتب خانہ پشاور
۳۴۵/۴ " " " کتاب الہیہ الباب الاول

محمد افضل خاں معاف شد۔ سرکار کی طرف سے محمد افضل خاں کو معاف ہوتی (ت)

اس کا حاصل اگر ٹھہرتا تو معافی محصول نہ کہ تملیک رقبہ، کہا ہوشان الاقطاع علی المعنی المشہور (جیسا کہ مشہور معنی میں جاگیر عطیہ کرنے کی شان ہے۔ ت) نہر الفائق پھر در مختار میں ہے:

الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ
حاصلها ان الرقیة لبیت المال والخراج
له

بیت المال کی اراضی عطیہ کرنے کا حاصل یہ ہے
کہ ملکیت بیت المال کی ہوگی اور آمدن اس کی
ہوگی۔ (ت)

اور بالفرض یہ صورت یہاں ہوتی تو بعد انتقال ذاب خلد آشیاں مرحوم و مغفور ختم ہو جاتی
خود افضل خاں کا کوئی حق نہ رہتا نہ کہ ان کے ورثاء کا۔ ردالمحتار میں ہے:

هل تصیر لاولاد المقطم له عملاً بقول السلطان
ولا ولادة فانه بمعنى ان مات عن اولاد
فلا ولادة من بعده فهو تعلق معنى و
الجواب انها لا تكون لاولاده لبطلان
التعلق المذكور بموت السلطان المعلق
قال في الاشباه لو مات المعلق بطل
التقريب اراه مختصراً۔

کیا جس کو عطیہ کیا گیا ہے حاکم کی طرف، " اور
اس کی اولاد کے لئے " کہہ دینے سے اس کی
اولاد کی ہو جائے گی کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ
عطیہ لینے والے کی موت کے بعد اگر اس کی
اولاد ہو تو اولاد کی ہوگی، تو یہ معنی " تعلق ہے،
الجواب، یہ اولاد کے لئے نہ ہوگی کیونکہ معلق کرنے
والے حاکم کی موت سے یہ تعلق باطل ہو جائیگی،

اشباہ میں فرمایا، اگر تصدیق کرنے والا فوت ہو جائے تو اس کا یہ معلق حکم باطل ہو جائے گا اور مختصراً (ت)
اور بالفرض اولاد کا حق رہتا بھی، جب بھی زوجہ محمد افضل خاں کے لئے کوئی حق نہ ہوتا کہ سند
میں نسل بعد نسل ہے اور زوجہ نسل شوہر سے نہیں، اور اگر فرض کیجئے کہ ایسی سند و ایمان ملک کے
عرف حال میں مطلقاً تملیک رقبہ زمین بھی جاتی ہے اگرچہ " عطا شد " کے عوض " معاف شد " ہی لکھا گیا ہو
جس کی بنا پر سند ثانی کو محمد افضل خاں کے لئے ہیہ و تملیک زمین قرار دیا جائے کہ زوجہ و اولاد سب
ورثہ کا استحقاق قائم کر سکیں، تو اس صورت میں بھی تمام وارثان افضل خاں کا محض ناستحقاق ہونا واضح
روشن ہے کہ زمین پہلے حکیم محمد عظیم خاں کو ہیہ ہو چکی اور حین حیات تک ہونا کچھ منافی نہیں کہ جو چیز کسی کو

۱۔ رمنار کتاب الجہاد باب العشر مطبع مجتہبی دہلی ۳۵۰/۱
۲۔ ردالمختار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۶/۳

اس کی حیات تک ہبہ کی جائے وہ ہمیشہ کے لئے ہبہ ہوگئی، اور عین حیات کی شرط شرعاً باطل و بے اثر ہے، درمختار میں ہے،

جان العسری للمعسر له ولورثته بعده
بطلان الشرط ہے
عمر بکبر کا ہبہ جائز ہے اور موہوب معمر لہ کی ملک ہوگا اور اسکے بعد اسکے وارث مالک ہونگے کیونکہ زود کی شرط باطل ہے۔ (ت)

اور وہ ہبہ قبضہ محمد اعظم خاں سے تام و کامل و نافذ ہو لیا، اب ریاست کو کیا اختیار رہا کہ پر ایام مال دوبارہ کسی اور کو ہبہ کر دے، اس کی تصحیح کی دو ہی صورتیں موہوم ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ محمد اعظم خاں کی عرضی کہ ”حسب استدعا تا بعدار کے اس ملک بھوٹ کی دوسری سند میرے فرزند محمد افضل خاں کے نام نسلاً بعد نسل عطا فرمائی جائے“ اسے گویا محمد اعظم خاں کی طرف سے اس زمین کا تیس کو واپس دینا اور اپنے بیٹے کے نام ہبہ جدید کی درخواست کرنا قرار دیں، اور ہبہ جب باہمی تراضی یا قضائے قاضی سے واہب کو واپس ہو تو وہ دوسرے سے فسخ ہبہ ہے نہ کہ موہوب لہ کی طرف سے واہب کو ہبہ، ولہذا واہب کا قبضہ اس پر شرط نہیں۔ درمختار میں ہے،

اذا رجع بقضاء او رضاء کات فسخا
لعقد الہبۃ من الاصل لا ہبۃ للواہب
فلہذا لا یشرط فیہ قبض الواہب ہے
جب قضایا رضاً سے ہبہ میں رجوع ہو تو یہ فسخ عقد ہبہ ہوگا نہ کہ واہب کو ہبہ ہوگا لہذا واہب کا قبضہ کرنا شرط نہیں ہوگا۔ (ت)

مگر عرضی مذکور کا ملاحظہ صراحتاً اس معنی سے ابا کرتا ہے اس میں عبارت مذکور کے متصل ہے: ”ور نہ میں سند عطیہ سابقہ حضور اپنے ہمراہ لایا ہوں، واپس پیش کر دوں بدستور سابق ملک مذکور شریک خالصہ فرمائی جائے“ اس سے صاف ظاہر کہ وہ اس وقت اپنا ہبہ واپس نہیں کرتا بلکہ اس درخواست کے قبول نہ ہونے پر واپسی ہبہ کہہ رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس درخواست کو محمد اعظم خاں کی طرف سے توکیل یا ہبہ قرار دیجئے گویا وہ اپنے پسیر کو خود اپنی طرف سے ہبہ کرتا اور ریاست کو اس ہبہ کا اختیار دیتا ہے، یہ معنی بھی نہ اس درخواست سے ظاہر نہ سند ثانی سے، جس میں لفظ یہ ہیں کہ از حضور بہ محمد افضل خاں معاف شد لازم کہ اراضی مذکور را از حضور معاف و مرفوع القلم دانند۔ سرکار کی طرف سے محمد افضل خاں کو معاف ہوئی تو اراضی مذکورہ کو سرکار کی طرف سے معاف اور مرفوع القلم لازم سمجھیں۔ (ت)

۱۶۵/۲ مطبع مجتہائی دہلی کتاب الہبۃ فصل فی مسائل متفرقہ
۱۶۴/۲ ” ” ” کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبہ

اور بالفرض ان دونوں میں سے کوئی صورت ہی قرار دیجئے، جبکہ محمد افضل خاں نے اس پر ایک آن کو قبضہ نہ پایا اس کے نام ہبہ خواہ جانب ریاست سے مانیں خواہ طرف پدر سے بہر حال باطل محض ہو گیا، بر تقدیر اول تو ظاہر ہے اور بر تقدیر ثانی یوں کہ سائل نے اپنے خط میں اظہار کیا کہ محمد افضل خاں اس تبدیل سند کے وقت بالغ و صاحب اولاد تھا تو قبضہ پدر اُس کا قبضہ نہیں ہو سکتا، لاجرم اُس کے نام ہبہ باطل ہو گیا، در مختار میں ہے :

والیم موت احد المتعاقدين بعد التسليم
فلوقبله بطل
میم سے مراد قبضہ دینے کے بعد فریقین میں سے کسی کا فوت ہو جانا ہے اور قبضہ سے پہلے موت ہو تو ہبہ باطل ہے۔ (ت)

بالجملہ کسی صورت کسی پہلو محمد افضل خاں یا اُس کے کسی وارث کا اس زمین پر دعویٰ نہیں پہنچ سکتا وہ اس میں سے کسی ذرہ کے مالک نہیں، یہاں بعض ایجابات فقہیہ اور ہیں جن کو سوال سے تعلق نہیں، لہذا ان کا ذکر مطوی رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۴ مسئلہ مرسلہ مولوی عبداللہ خاں صاحب قصبہ بتیا ضلع چمپارن محلہ گنج اول
۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ بالغہ کی شادی کی اور نکاح کے وقت میں بطور جہیز مع دیگر اثاثہ بیت ایک ہزار روپیہ بھی دیا، دینے کی صورت یہ تھی کہ زید نے مجلس نکاح میں اشیاء دادہ شدہ کو بنام ہندہ بکھنورا صہار و شوہر ہندہ کے نامزد کیا، اور ایک فہرست اشیاء مذکورہ کی لکھ کر جو مشتمل بہ ایجاب بھی تھی ہندہ کے حوالے کی، چونکہ ہندہ تاحین حیات زید مرحوم اپنے والد مرحوم کے ہم ماکل و ہم مشرب رہی، اور وہ اس کے کل مصارف کئے اس لئے بوجہ عدم ضرورت ہندہ نے نقود مذکورہ کو قبضہ خاص میں نہیں لایا بلکہ تازندگی زید مرحوم زید مرحوم کے پاس رکھ چھوڑا، بعد انتقال زید ہندہ کو جب ضرورت پڑی اس کو خرچ کیا، زید مرحوم نے نقود مذکورہ کو الگ ایک تھیلی میں وقت نکاح سے رکھ لیا تھا، اور اس سے کوئی نفع ذاتی نہیں

عہ اصل میں قلم ناسخ سے ایک لفظ چھوٹ گیا ہے ۱۲

اٹھایا تھا، جب کبھی الماری کھولتے تھے تو تھیلی مذکورہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے ہندہ سے مخاطب ہو کر کہ یہ تیرا روپیہ ہے، اور بسا دفعہ یوں فرماتے تھے کہ تیرا روپیہ میرے پاس امانت ہے اور بسا دفعہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہندہ کا روپیہ میرے پاس بے فائدہ رکھا ہوا ہے امانت میں، ہم کو ڈر ہے کہ ضائع نہ ہو اور اُس کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ ہو، یہ حقیقت حال ہے، اب ارشاد فرمائیے کہ تخلیہ مذکورہ سے یعنی قول زید مرحوم سے بعد کھولنے صندوق کے یہ تیرا روپیہ سببہ تمام ہوا یا نہیں، کیونکہ دینا بطور جہیز کے سببہ ہی کا محتمل ہے، اگر اس تخلیہ سے سببہ تمام ہوا اور یہ کہ تخلیہ معتبرہ کی کیا تعریف ہے حتیٰ ينظر ان التعريف يصدق على هذه الصورة (تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس صورت پر تعریف صادق آتی ہے۔ ت) اور اگر یہ سببہ تمام نہیں اور تخلیہ مذکورہ تخلیہ معتبرہ نہیں تو عدم اعتبار کی کیا دلیل ہے، اور یہاں کون شرط اعتبار کا منافی ہے،

یوں مجھے ارشاد فرماؤ اقرار کے متعلق کب معتبر ہے اور کب نہیں، کیونکہ زید رحمہ اللہ کا قول: (ت)

وهكذا ارشدوني في الاقرار من حين اعتباره وعدمه اذ قول زيد رحمه الله -

”تیرا روپیہ میرے پاس امانت ہے“

اس کا ظاہر امانت کا اقرار ہے، کیا یہ اقرار صحیح ہے یا باطل ہے جبکہ اقرار کرنے والا زید عالم فقیہ ہونے کی وجہ سے امانت کا معنی جانتا تھا، مجھے امید ہے کہ آپ مجھے جواب سے وہ تنبیہ فرمائیں گے جو پیا سے کو سیراب کر دے اور پریشانی کو دور کر دے کیونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں ہم زمان لوگ مختلف رائے رکھتے ہیں اور کسی نے کوئی چیز نہ بتائی جو خلیان کو ختم کر دے اب میں چاہتا ہوں کہ ان کی آراء آپ کو سناؤں تاکہ آپ صحیح اور غلط کی مجھے رہنمائی فرمائیں۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ سببہ صحیح نہیں جیسا کہ کتب فقہ نے یہ تصریح کی ہے، اور بعض نے

ظاہرہ اقرار بالامانة فهل يصح هذا الاقرار ام هو باطل وكان زيدا المقر عارفاً معنى الامانة عالماً فقيهاً اس جو منكم ان تنبهوني بجواب يروى العطشان ويذهب بالظلمات اذ هي مسألة اختلف فيها اراء الاقرات وما اتى احد بشئ يزيل الخلجان والآن اس میدان اسعكم ما وقع بينهم حتى توشدوني بسليمة من سقيمة اجاب بعضهم بان الهبة ليست بصحيحة كما صرح به الكتب

الفقهية واجاب بعضهم بان الهبة
 قدمت لوجود شرطها و شرطها اما
 الايجاب فظاهرا و اما القبول فلو جوده
 من الاصحار في مجلس النكاح و اجازة
 الموهوب لها فيصح كما في الفصولي
 و لو جوده من الموهوب لها بنفسها بعد
 بلوغ الكتاب اليها اي الفهرست المذكور
 المشتمل على الايجاب و الموهوب و شرط
 العقد يتوقف على الغائب اذا كانت
 بكتابة او بارسال و اما شرط تمامها و
 هو القبض فهو قد يكون حقيقيا و قد يكون
 حكما و ههنا وان لم يتحقق الاول
 لكن الثاني متحقق اذا الشرط في اعتبار
 القبض الحكمي المعبر عنه بالتخلية
 ان يكون المخلى عنه بحيث يتمكن
 عن قبضه المخلى له بعد ان يصدر من
 المخلى بالكسر قول او فعل يدل
 على اجازة القبض و قد
 تحققت فيما نحن فيه
 هذات الامرات اما الثاني
 اي القول و الفعل الدال
 على الاجازة فكما مرفق
 تحرير السؤال من قول الواهب
 يه تيرارويه بعد فتح
 الصندوق مشير الى الدراهم

یہ جواب دیا کہ یہ ہبہ تام ہو چکا ہے شرط پائے جانے
 کی وجہ سے، شرط ایجاب و قبول ہے، ایجاب کا
 وقوع تو ظاہر ہے لیکن قبول تو وہ سراسر ال نے
 مجلس نکاح میں کر لیا اور لڑکی نے اس کی ان کہ
 اجازت دے دی، تو قبول کرنا صحیح ہو گیا جیسا کہ
 فضولی کا معاملہ ہوتا ہے، نیز خود لڑکی کی طرف سے
 اس کو لکھی ہوئی فہرست بل جانے کے بعد قبول ہو گیا
 کیونکہ وہ فہرست ایجاب پر مشتمل تھی اور موهوب
 چیز بھی اس میں درج تھی، اور عقد کی شرط غائب
 کے قبول کرنے پر موقوف ہوتی ہے جبکہ وہ بطور
 تحریر یا ارسال ہو، لیکن اس ہبہ کے تام ہونے
 کی شرط قبضہ ہونا ہے اور یہ قبضہ کبھی حقیقی ہوتا ہے
 اور کبھی حکمی ہوتا ہے جبکہ یہاں حکمی صورت میں قبضہ
 پایا گیا ہے، کیونکہ حکمی قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے کہ
 چیز اس انداز سے موجود ہو کہ تخلیہ کر نیوالے واہب
 کے کسی قول یا فعل کی دلالت اجازت قبضہ پر پائی جائے
 اور موهوب لہ جس کے لئے تخلیہ ہوا، کو قبضہ کرتا
 ممکن ہو، اور زیر بحث صورت میں یہ سب کچھ پایا گیا
 ثانی یعنی حکمی قبضہ کہ قول یا فعل اجازت پر دلالت
 کرے، یہ بات سوال کی تحریر میں موجود ہے کہ
 واہب نے صندوقچی کھول کر موهوب دراہم جو
 علیحدہ تھیلی میں بندھے ہوئے تھے، کی طرف
 اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ تیراروپہ ہے" کیونکہ
 اس کی اس بات کا مقصد صرف یہی تھا کہ لڑکی
 قبضہ کرے جیسا کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں فریقوں کو

یہ بات مسلم ہے اور یوں ہی پسلا عمل یعنی لڑاکی کا قبضہ پر ممکن کہ موہوب اس طرح ہو کہ موہوب لہ اس پر قبضہ کر لے تو یہ متحقق ہو چکا کیونکہ واہب کا تالا کھول کر صندوق و الماری کو کھلا رکھنا قبضہ کے لئے رکاوٹ اور مانع کو دور کرنا اجازت پر دال ہے اور واہب کی اس بات کو مذاق پر محمول کرنا ممکن نہیں بلکہ جیسا کہ سوال میں گزرا کہ وہ عالم متقی اور اہل علاقہ کا مستدار ہے تو یقین کرنا ہوگا کہ وہ حقیقتاً دے رہا ہے نیز یہ باتیں دونوں فریقوں کو مسلم ہیں اس لئے بھی ان پر دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ات۔

الموهوبة المشدودة في خريطة منفردة
ممتازة اذا ما كان مقصودة بهذا القول
الا اجازة القبض كما هو المسلم عند
الفريقين من المدعى والمدعى عليه
وكذا الاول اى التمكن وكون الموهوب
بحدی يتمكن من قبضه الموهوب له
اذ المانع والحائس وهو القفل وغيره من
اللوح الذى هو مدخل الصندوق وبابه
قد ارتفع وقت اجازة ولان القائل الواهب
هرهنا مما يمتنع ان يتوهم في شأنه انه
قل ذلك هـ لا بل يجب ان يتيقن
بكونه باذرا لما من انه كان عالما تقيا
مقتدا لاهل هذه الاطراف وايضا
هذان الامران مسلمان عند الفريقين
فهما مستفيان عن الدليل والبيان -

یعنی جو ورثہ موجود تھے اور عاقل بالغ تھے وقت حیات زید مرحوم کے وکے تسلیم کرتے ہیں اس امر کا کہ زید مرحوم بار بار کہا کرتے تھے مذکورہ کو، اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ہندہ نعت مذکورہ موہوب کو قبض کر تی تو اس کے والد مرحوم ہرگز منع نہ کرتے۔

تاہم لڑاکی نے والد کی زندگی میں عدم ضرورت کی بنا پر قبضہ نہ کیا، اور اس کی موت کے بعد جب قبضہ کیا تو کسی وارث نے کوئی مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ دونوں چیزوں کو تسلیم کئے ہوئے ہیں اور یہ بھی تسلیم کئے ہوئے ہیں کہ یہ نعت خاص ہندہ کی ملکیت ہے اور ورثہ کی طرف سے جھگڑا اور مزاحمت اس وقت شروع ہو جب

لانہا لم تقبض قبل موته لعدم
الحاجة بها وقت حياته وانما قبضت
بعد موته ووقت القبض لم ير احدها
احد من الورثة لتسليمهم ذين
الامرین وكون تلك النقود ملكا
خاصا للهتندة وانما شرعت المنازعة
والمزاحمة وقت طلب الهتندة

ہندہ نے والد کے ترکہ میں اپنا حصہ طلب کیا تو انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ تو نے جو نقد وصول کیا ہے وہ ترکہ کا حصہ ہے، جواب میں ہندہ کہتی ہے کہ وہ نقد والد نے مجھے جہیز میں دیا، لہذا وہ ترکہ میں شمار نہیں ہے بلکہ ترکہ میں میرا حصہ الگ ہے، حکمی قبضہ اور تخلیہ سے ہبہ کے تمام ہونے پر دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ زید کا اقرار تھا کہ یہ ہندہ کی امانت ہے اور کبھی روتا اور کہتا کہ یہ روپیہ میرے پاس ہندہ کی امانت ہے اور مجھے اس کے ضائع ہونے کا ڈر ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، یہ دلالت اس لئے واضح ہے کہ زید ہبہ اور اس کے احکام اور امانت اور اس کے احکام سے بخوبی آگاہ تھا کیونکہ وہ متقی عالم تھا جیسا کہ گزرا، فقہار کرام وغیرہ کی اصطلاح میں مثلاً زید کے اپنے مال کو امانت نہیں کہا جاتا تو اس کے اقرار امانت کی یہ دلالت ہوتی کہ مذکورہ تخلیہ محض مقر کے اعتبار سے معتبر نہیں بلکہ شریعت کے اعتبار سے بھی معتبر ہے کیونکہ شریعت نے تخلیہ کا چند مثالوں میں حصر نہیں کیا تاکہ ان کے معدوم ہونے سے تخلیہ معدوم ہو جائے بلکہ شریعت نے اس کا مبنی یہ قرار دیا کہ چیز اس انداز میں موجود ہو کہ تخلیہ کرنے والے وہب کی اجازت کے بعد قبضہ کرنے والے کو کوئی رکاوٹ نہ ہو، یہ مفہوم عام ہے جو کسی خاص صورت میں منحصر نہیں ہے، ہاں مواد اور تخلیہ دینے والوں کے اختلاف سے تخلیہ مختلف

حصتها من التركة معترضين عليها بقية الورثة بان ما قبضت من النقود هو محسوب من حصتك من التركة والهندة تقول في جوابهم بان النقود قد جهزني بها ابني فهو لا يحسب من حصتي من التركة بل يجب ان تكون لي حصة غيرها والدليل الثاني على تمام الهبة بالقبض الحكي والتخليه المذكورة اقرار زيد بالامانة كما مر من انه ربما يبكي ويقول ان دراهم الهندة امانة عندي و اخاف من ضياعها و بيان دلالة ان المقر كان عارفا معنى الهبة و احكامها و معنى الامانة و احكامها لما مر من فقاہتہ و اتقائه و ليس من اصطلاح الفقهاء و لا غيرهم الاطلاق على مال نفسه بانه امانة لزید مثلا فدل الاقرار بالامانة على ان التخليه المذكورة تخليه معتبرة لا باعتبار المقر فقط بل باعتبار الشرع ايضا اذ الشرع ما حصر التخليه في امثلة معدودة محصورة حتى تنعدم بانعدامها بل مبناه عند الشرع على ان يكون المخلى عنه بيعت يتمكن من قبضة المخلى له بعد اجارة المخلى بالكسر و هو امر عام لا يمكن اخصاره نعم يختلف باختلاف المواد و

اختلاف المخلین وقد مران التمكن و
 الاجازة ههنا مسلم ومدلل تم ما قال
 البعض الآخر ومقولة السائل في توجيه
 من قال بعدم التام اقول و بالله
 التوفيق قول من قال بعدم اعتبار التخلية
 المذكورة من قول نريد تيرار وپيه بعد
 فتح الصندوق كما مر بتمامه اعتصم
 بقول القاضي خان حيث قال (والتخلية
 ان يخل بيت الموهوب له ويقول
 له اقبضه) اذ فيه تصريح على ان
 التخلية انما تعتبر اذ ايدت بالامر
 بالقبض وقول نريد تيرار وپيه
 ليس امرا بالقبض بل فيه اخبار عن
 كون تلك النقود ملكا للمهنة لكونه
 جملة خبرية فان استدلال
 بهذا القول على تمام الهبة و
 ثبوت الملك في النقود يلزم الدور
 كما لا يخفى اذ ليس للملك وجه
 اخر غير الهبة ولما بطل الاستدلال
 بقول نريد تيرار وپيه في الخ
 لم يبق لتمام الهبة وجه
 اخر غير الاقرار بالامانة
 مع كون نريد عارفا معنى الامانة واحكامها

ہو جاتا ہے اور یہ گزرا کہ قبضہ پر تمکن اور اجازت
 یہاں مسلم امر ہے ، دوسرے بعض کا قول
 مکمل ہوا اور جس نے کہا یہ ہبہ تام نہیں ہے
 اس کی توجیہ میں سائل کا قول ، اقول ، میں
 کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے ، زید کے صندوق
 کھولنے اور یہ کہنے کہ یہ تیرار وپیه ہے اس
 تمام واقعہ پر جس نے کہا یہ تخلیہ معتبر نہیں ہے
 اس نے قاضی خان کے اس قول کو دلیل
 بنایا جہاں انھوں نے فرمایا: التخلیه یہ ہے
کہ موهوب چیز اور موهوب لے میں تخلیہ کر دے
اور کہ دے کہ تو قبضہ کر لے ، کیونکہ اس قول
میں یہ تصریح ہے کہ تخلیہ تب معتبر ہوگا جب
وہ قبضہ کے حکم سے موید ہو ، اور زید کا لڑکی
کو کہنا کہ یہ تیرار وپیه ہے ، اس پر قبضہ کا حکم
نہیں ہے بلکہ ان نقود پر ہندہ کی ملکیت کی خبر
دینا ہے کیونکہ یہ جملہ خبریہ ہے ، اگر اس قول کو
ہبہ کے تام ہونے اور ہندہ کی ملکیت کے ثبوت
کے لئے دلیل بنایا جائے تو دور لازم آئے گا
جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ ان نقود میں ہندہ کی
ملکیت کی ہبہ کے بغیر کوئی دلیل نہیں ہے تو جب
زید کے قول کہ ”یہ تیرار وپیه ہے“ سے استدلال
باطل ہو گیا تو اب ہبہ کے تام ہونے پر ہبہ اور
اس کے احکام اور امانت اور اس کے احکام

وهذا الاقرار ايضا غير صالح للاستدلال به على تمام الهبة وثبوت الملك في النقود للهتدة اما عدم صلاحيته للاول فظاهر اذا امانة لا تقتضى كونها الهبة بخصوصها انما تقتضى كونها ملكا للمودع بالكسر فالدال عام والمدلول خاص، واما الثاني فلان الاقرار اخبار و حكاية موقوف على المحكى عنه والمخبر عنه وهو كون المقر به ملكا للمقر له قبل الاقرار فلو استدل به على ثبوت الملك فيها قبله لزم الدور وليس الاقرار سببا للملك حتى تثبت به الملك من غير نظر الى الحكاية ولا ان الاقرار انما يعتبر اذا ادعى المقر له الاقرار وبين سببا للملك غير اذ الدعوى الذى على الاقرار من غير بيان سبب الملك باطل كما لا يخفى وهو معنى قول صاحب الدر المختار ولا تسمع دعواه بشئ بناء على الاقرار، والجواب على ما دى اليه نظرى، والله اعلم

پر مطلع ہونے کے باوجود زید کا اقرار بالامانت کرنا ہی دلیل رہ گئی ہے حالانکہ یہ اقرار تمام ہبہ اور ہندہ کے لئے ان نقود کی ملکیت کے ثبوت پر دلیل نہیں، اول یعنی امانت کا دلیل کیلئے صالح نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ امانت کا ہبہ ہونا لازمی تقاضا نہیں ہے بلکہ اس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ وہ چیز امانت رکھنے والے کی ملکیت ہے تو دال عام اور مدلول خاص ہے اور ثانی یعنی نقود پر ہندہ کی ملکیت، اس لئے دلیل بننے کی صالح نہیں کہ یہ اقرار خبر اور حکایت ہے جو محکی عنہ اور مخبر عنہ پر موقوف ہے اور محکی عنہ اقرار سے قبل نقود کا ہندہ کی ملکیت ہونا ہے تو اگر اس خبر کو اقرار سے قبل ملکیت پر دلیل بنایا جائے تو دور لازم آئے گا، نیز خود اقرار ملکیت کا سبب نہیں تو حکایت سے قطع نظر بھی اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوگی، اور اس لئے بھی کہ اقرار کا اعتبار تب ہوتا ہے جب مقر له اقرار کا دعویٰ کھے اور اقرار کے علاوہ کوئی ملکیت کا سبب بیان کھے کیونکہ اقرار کا دعویٰ ملکیت کے سبب کو بیان کئے بغیر باطل ہوتا ہے جیسا کہ محقق نہیں ہے اور در مختار کے قول کہ وہ دعویٰ جو صرف اقرار پر مبنی ہو مسموع نہ ہوگا، کا یہی معنی ہے، الجواب جہاں تک میری نظر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی درستی کو

بہتر جانتا ہے کہ بیشک قاضی خاں کی تعریف اکثری ہے حصری نہیں ہے تخلیہ کے تمام افراد میں قبضہ کا حکم کرنا شرط نہیں ہے بلکہ تخلیہ کا دار مدار اس بات پر ہے کہ تخلیہ دینے والے کی اجازت قوی یا حالی کے بعد چیز اس طرح موجود ہو کہ مشتری یا موہوب لہ کو اس پر قبضہ کا ممکن حاصل ہو جائے، اس پر خود قاضی خاں کے اپنے اطلاقاً دال ہیں انھوں نے جلد ۲ ص ۳۹۲ میں فرمایا کہ بائع نے جب بیع چیز اور مشتری کے مابین تخلیہ یوں کر دیا کہ مشتری کو قبضہ پر ممکن حاصل ہو جائے تو مشتری کو بیع پر قابض قرار دیا جائے گا تو اس میں تصریح ہے کہ قبضہ کا حکم شرط نہیں ہے جبکہ بیع اور ہبہ میں تخلیہ کے اعتبار سے فرق کا کوئی قائل نہیں ہے تاکہ یہ کہا جاسکے کہ ہبہ کے تخلیہ میں شرط ہے اور بیع میں شرط نہیں، اور اس لئے بھی کہ اس سے تھوڑا پہلے صفحہ ۳۹۲ پر قاضی خاں نے اپنی عبارت میں دونوں تخلیوں کو مساوی قرار دیا ہے، نیز تخلیہ کا مفہوم اور فقہاء کی اصطلاح اشتراط پر دال نہیں ہے ورنہ فقہاء کبھی اس کو نظر انداز نہ فرماتے حالانکہ ان کی بے شمار تصریحات اس کے ذکر سے خالی ہیں، نیز جب مشتری ثمن کے دراہم کو بیع کے پاس گنتی کرے اور بائع کو قبضہ کرنے کا نہ کہے تو کسی کو

بالصواب ان تعریف القاضیخان اکثری لاحصری ولا یشرط فی جمیع افراد التخلیة الامر بالقبض بل مدارها علی ان یکون المخلی عنده بحیث یتمکن من قبضه بعد اجازة المخلی بالقول او بدلالة الحال ویدل علی هذا اطلاقا قاضیخان ایضا جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ حیث قال البائع اذا خلی بین البیوع و بین مشتری بحیث یتمکن مشتری من قبضه یصیر مشتری قابضاً للبیع ففیہ تصریح ان الامر بالقبض غیر مشروط فیہا ولا قائل بالفرق بین التخلیة فی البیوع والہبہ حتی یقال بالاشتراط فیہا دونہ ولان عبارة القاضیخان قبیل هذا ص ۳۹۲ شاهدة بمساوات التخلیتین و ایضا لا یدل علی الاشتراط مفہوم التخلیة ولا اصطلاحہم والا لما ذہلوا عن ذکرہ وتصریحاتہم الخالیة عنه اکثر من ان یحصی و ایضا لا یمکن الانکار لاحد عن التخلیة مع عدم الامر فیہا اذ عدد مشتری الثمن عند

بھی اس تخلیہ کے معتبر ہونے سے انکار نہیں ہے، اس بیان سے دور بھی ختم ہو گیا کیونکہ والد کا یہ کہنا "یہ تیرا روپیہ ہے" یہ خبر اپنے حقیقی معنی پر نہیں ہے تاکہ وہ مخبر عنہ یعنی سابقہ ملکیت کا ثبوت چاہے حالانکہ حالیہ ملکیت اس قول (یہ تیرا روپیہ ہے) پر موقوف ہے کیونکہ اس ملکیت کی ہبہ کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں کیونکہ تو جب اس قول کو خبر پر محمول کیا جائے تو کلام کا لغو ہونا لازم آتا ہے جبکہ عاقل بالغ کے کلام کو صحیح معنی پر محمول کرنا واجب ہے تو ایسے قول کو انشاء اور قبضہ کی اجازت پر محمول کرنا ہندوستان کے محاورات میں عام استعمال ہے، مثلاً وہ جب کہتے ہیں پان حاضر ہے، حقہ حاضر ہے یا کھانا حاضر ہے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب یہ چیزیں مخاطب کے سامنے رکھی ہوتی ہوتی ہیں وہ اس سے خبر کا حقیقی معنی مراد نہیں لیتے ورنہ کلام کا لغو ہونا لازم آئے گا بلکہ ان کی مراد اس کو کھانے کی اجازت ہوتی ہے جیسا کہ یہ عقلمند پر مخفی نہیں ہے تو اگر زید مرحوم کے قول "یہ تیرا روپیہ ہے" سے بھی یہی معنی مراد لیا جائے تو کوئی خرابی نہ ہوگی جبکہ اس سے کلام صحیح ہوتا ہے اور ہبہ کے تام ہونے کا مقصد بھی تخلیہ اور حکمی اجازت قبضہ سے حاصل ہوتا ہے، تو ظاہر ہوا کہ وجہ استدلال پہلا امر یعنی ہندہ کی ملکیت ہونا ہے، باقی رہا یہ معاملہ کہ امانت کا اقرار وجہ استدلال بن سکتا ہے یا نہیں بن سکتا بلکہ یہ استدلال دور کو

البيع ولم يقل له اقبضه وبهذا اندفع الدور ايضا اذا الاخبار يعني قوله يه تيرا روپيه ہے ليس على حقيقته حتى يقتضى ثبوت المخبر عنه وهو الملك والحال انه موقوف على هذا القول اذ ليس له وجه اخر غير الهبة اذ في حمله على الاخبار يلزم الغاء الكلام والواجب حمله اذا صدر عن عاقل بالغ على معنى يصح فحمل على الانشاء واجازة القبض وهو شائع في محاورات الهند كقولهم پان حاضر ہے، حقہ حاضر ہے، کھانا حاضر ہے حين كون هذا الاشياء موضوعة لدى المخاطب فهم لا يريدون بهذا الاخبارات حقيقتها و الا يلزم الالغاء بل مقصودهم اجازة التناول منها كما لا يخبؤ على اللبيب فلو كان المراد من قول زيد المرحوم يه تيرا روپيه ہے اجازة التناول والقبض لا يلزم المحذور ايضا وبه يصح الكلام ويتم المقصود من تمام الهبة بالتخلية والقبض الحكيم وظهور وجه الاستدلال بالقول الاول بقى الاقرار بالامانة هل هو صالح للاستدلال به ام لا بل الاستدلال مستلزم للدور

مستلزم ہے جیسا کہ معترض نے کہا ہے ، اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ اعتراض کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ یہ اقرار باطل ہے کیونکہ یہ منجر عنہ اور محکی عنہ پر موقوف ہے اور وہ محکی عنہ پہلے سے ملکیت کا ثبوت ہے تو اگر اس قول سے ملکیت ثابت کی جائے اور ہبہ کا تام ہونا ثابت کیا تو دور لازم آئے گا ، تو اس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اقرار کے نافذ ہونے کے لئے اس اقرار کے علاوہ کسی اور سبب کا بیان ضروری ہے جو ملکیت کا باعث ہو ، یہ بات مسلمہ ہے لیکن اس کا بیان صرف اس وقت ضروری ہے جب مقر اپنے اقرار سے منحرف ہو۔

لیکن اگر وہ اپنے اقرار پر قائم ہے تو بیان کر دے تو بہتر در نہ وہ اپنے اس اقرار پر فوت ہو جائے تو کسی کے ہاں وہ اقرار باطل نہ ہوگا ، بلکہ اس اقرار کو صحیح محل پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ کلام کا لغو ہونا لازم نہ آئے ، اور یہاں صحیح سبب موجود ہے اور وہ ہبہ مع تخلیہ ہے جبکہ ہبہ اور اس کا تام ہونا اقرار پر موقوف نہیں ہے تاکہ دور لازم آئے جیسا کہ معترض کا خیال ہے ، بلکہ ہبہ اور اس کا تمام ہونا یہ دونوں مذکورہ دلیل سے ثابت ہیں تو اقرار اگرچہ اپنی حقیقت میں ہبہ کے تام ہونے پر موقوف ہے لیکن وہ اپنے لازم جو کہ صحیح سبب پر محمول کرنا ہے ، کے اعتبار سے مذکورہ صورت

کما قال المعترض اقول وبالله التوفيق مدار الاعتراض على ان الاقرار باطل لانه يتوقف على وجود المخبر عنه وهو ثبوت الملك فلو استدل به على تمام الهبة و ثبوت الملك يلزم الدور و محصل الجواب ان اشتراط نفوذ الاقرار ببيان سبب الملك غير الاقرار مسلم لكن لا يجب بيانه الا اذا رجع المقر عن اقراره واما اذا كانت مصرا على اقراره فان بين فيها وان لم يبين حتى مات على اقراره لا يبطل اقراره عند احد بل يجب ان يحمل على سبب صالح حتى لا يلزم الالغاء والسبب الصالح للاقرار ههنا موجود وهو الهبة مع التخلية والهبة وتمامها ليستا موقوفتين على الاقرار حتى يلزم الدور كما نرى نعم المعترض بلها قد ثبتا بدليل قدمر بيانها فالقرار وان كان باعتبار ذاته موقوفا على تمام الهبة لكن باعتبار انما هو

میں ہبہ کے تمام کے حکم کو اس کی شرط اور رکن سمیت چاہتا ہے اور اسی لئے ہم نے حکم لگا دیا کہ اقرار بھی ہبہ کے تمام ہونے کی دلیل ہے فقط (مذکورہ صورت حال کی روشنی میں) مجھے آپ سے امید ہے کہ آپ صحیح جواب کی رہنمائی فرمائیں گے اور ایسی تحقیق فرمائیں گے جس پر اصحاب علم و فہم کو یقین و تصدیق ہو جائے۔ (ت)

(العبد عبد اللہ خاں عفی عنہ از ضلع چیمپارن قصبہ بتیا محلہ گنج اول)

الجواب

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ (یا اللہ! تمام حمدیں تیرے ہی لئے ہیں۔ ت) صورت مشروہ سوال سے ہندہ کے لئے اُن نقود میں ملک اصلاً ثابت نہیں،

اولاً سائل نے زید کا مجلس عقد میں شوہر و اصہار کے سامنے بعض اشیاء نامزد ہندہ کرنا بیان کیا مگر شوہر وغیرہ کے قبول کا کوئی ذکر نہیں کہ قبول فضولی سمجھ کر اجازت ہندہ پر موقوف رکھیں، نہ بعد کوئی اجازت ہندہ، مذکورہ فہرست مطلقاً تعریف ایجاب بالکتاب میں داخل خصوصاً جبکہ تذکرہ واقع علیہ الانشاء ہو نہ النشاء، والاول هو المعهود المتعارف فی امثال الفہامس (فہرستوں جیسی چیز میں امر اول معلوم و متعارف ہے۔ ت) نہ وہ لفظ ہی سوال میں مسطور جو زید نے فہرست میں لکھے کہ ان پر نظر ہو، نہ یہی معلوم کہ ہندہ خواندہ ہے، فہرست اس نے خود پڑھی یا کسی نے اُس کے جملہ الفاظ مندرجہ پڑھ کر سنائے، یا یوں ہی اجمالاً اُسے کاغذ دے دیا کہ یہ تمھارے جہیز کی فہرست ہے، نہ یہی مذکور کہ ہندہ سے کوئی قول یا فعل کہ قبول یا اجازت قبول فضولی پر صادر ہوا یا نہیں،

واذ لا اثر لبيات شئ منها في
السؤال فكيف يسوغ الحمل في
الجواب على احد الجوانب من دون علم و
يحكم بتحقيق الشطرين تحكما بوجود القبول
من الحضار ثم اجازة من المرأة

سوال میں مذکور شقوں کا بیان اور نشان نہیں ہے تو جواب کو کسی ایک شق پر علم کے بغیر کیسے محمول کیا جائے اور کیسے حاضرین کے حکمی قبولیت کے وجود سے ہبہ کے دونوں رکن (ایجاب قبول) کے پائے جانے پر حکم کیا جائے اور پھر عورت کی

اجازت اور اجازت کا وجود لکھے ہوئے کاغذ کی وصولی کے بعد باوجودیکہ اس میں لکھی ہوئی چیز کا بھی علم نہیں محض اس کے سکوت سے ثابت کرنا تو اس کی طرف کسی قول کا منسوب کرنا نہ ہوگا، یا ہم خود اپنی طرف سے کوئی ایک شق متعین کر لیں، تو یہ جواب نہ ہوگا اب سوائے اس کے کہ سوال

او وجودہ منها بعد بلوغ الكتاب مع عدم العلم بما في الكتاب ايضا بمجرد السكوت فلا ينسب الي ساكت قول ام باختیار من عند النفس احد الشقوق وليس هذا شان الجواب انما قصاصا في امثال الصور المترديد -

کی ایسی صورت کے جواب میں اگر مگر سے کام لیا جائے کوئی چارہ نہیں ہے۔ (ت)

بالجمله قبول کو شرط عقدا مان کر مقدار مافی السؤال پر حکم العقاد رجم بالغیب وخرط القاد،

ہاں قبول کرنا صحیح قول کے مطابق ثبوت ملکیت کی شرط ہے اور اس صورت میں ثبوت ملک سے قائم مقام قبضہ ہو سکتا ہے مجلس میں ہو تو بلا اجازت بھی ہو سکتا ہے ورنہ مجلس کے بعد اجازت سے، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے اور اس صورت میں تخلیہ کی تحقیق میں آئندہ مباحث کی طرف راجع ہونا ہوگا جبکہ اس صورت میں فضولی سے مجلس میں قبولیت یا ایجاب کو لکھی ہوئی فہرست کی طرف منسوب

نعم هو على على الاصح شرط ثبوت الملك واذن يقوم مقامه القبض في المجلس ولو بلا اذن الواهب او بعده لو باذنه كما حققناه في فتاوانا وحينئذ يرجع الامر الى المباحث الآتية في تحقق التخلية ويلغو السعي في تحقيقه بفرضه من فضولى في المجلس او احالة الايجاب على ما في الكتاب ليتوقف الشرط على ما وراء المجلس -

کر کے ماورائے مجلس شرط (رکن) کے پائے جانے کی کوشش لغو ہے۔ (ت)

ثانیاً ہاں ہیبت صحیحہ میں مذہب صحیح پر تخلیہ مثل قبض بالبراجم ہے،

اس پر تنویر کے متن میں جرم فرمایا درر اور در مختار میں نص فرمائی اور مختار قرار دیا۔ میں کہتا ہوں اور اشباہ کی کتاب البیوع میں اسکے خلاف پر ضعف کا اشارہ کیا اور خانہ کے کتاب البیوع میں اسکو مخالف قول پر مقدم ذکر کیا ہے

جزم به في تمت التنوير ونص في الدرر ثم الدر انه المختار قلت وقد اشار في بيوع الاشياء الى ضعف خلافه و قدمه في هبة الخانية على قول

جبکہ خانہ اظہر و اشہر کو مقدم ذکر کرتا ہے اور اسی پر شمس الائمہ حلوانی نے جزم کیا اور مخالف قول کو ذکر تک نہ کیا جیسا کہ خاقانیہ کے بیوع کے باب میں ہے۔ (ت)

مگر یہاں اعتبار تخلیہ کے لئے جو تمکن قبض شرط ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ شئی موہوب، موہوب لہ سے اس قدر قریب ہو کہ یہ ہاتھ بڑھائے تو اُس تک پہنچ جائے اٹھ کر اُس کے پاس جانے کی حاجت نہ ہو فقط الماری اور صندوق کا کھلا ہونا ہرگز کافی نہیں۔ بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے: لو اشتری ثوباً فامرہ البائع بقبضہ فلم یقبضہ حتی اخذہ النان ان کان حین امرہ بقبضہ امکانہ من غیر قیام صحہ التسلیم وان کان لا یمکنہ الا بقیام لا یصح لہ

ہوگا اور قیام کے بغیر قبضہ پر قدرت نہ تھی تو تسلیم صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

جب بائع نے اس کو قبضہ کا حکم دیا اس وقت اس کو ہاتھ بڑھا کر بغیر قیام قبضہ پر قدرت تھی تو تسلیم صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

یہاں سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ الماری کھولتے وقت ہندہ کتنے فاصلہ پر ہوتی تھی، نہ اس نے کہا کہ کبھی زید نے اس وقت ہندہ کو بلا کر اتنا پاس بٹھا کر یہ الفاظ کہے کہ ہندہ ہاتھ بڑھاتی تو روپوں کی تھیلی ہاتھ میں آجاتی تو شرط تخلیہ کا تحقق سوال سے ظاہر نہیں بلکہ ظاہر عدم ہے کہ ایسا ہوا ہوتا تو اس کا بیان ترک نہ کرتا،

کیونکہ پورا واقعہ بیان کرنے اور سبب کو تام

لما یتراى من کلامہ عن الاستقصاء

ردالمحتار کتاب البیوع فصل فیما یدخل فی البیع الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۳
لہ فتاویٰ ہندیۃ الباب الرابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۷

فی بیان الواقعة و تفریح الوسع فی الایمان
بکل ما ظنہ مؤیداً للتمام المہیة۔

قرار دینے کی کوشش میں پوری مساعی کا ہر ممکن
صرف کرنا اس کی کلام میں ملاحظہ کیا جاسکتا

ہے۔ (ت)

نہ فریقین کا اتفاق کہ واہب ایسا کہا کرتا یا ہندہ قبضہ کرتی تو کہہ سکتے ہیں کہ نہ روکتا اس شرط ممکن
کے وجود پر اتفاق ہے ایسا کہنا یا نہ روکتا واہب کے قول و حال ہیں اور جو ممکن کہ یہاں شرط سے
یعنی شے موہوب سے اس قدر قریب ہونا وہ موہوب لہ کا وصف ہے، تو نہ اس کا وجود اس کے
وجود کو مستلزم، نہ اس کی تسلیم اس کی تسلیم، بہر حال قدر مافی السوال پر ثبوت تخلیہ کا حکم
صحیح نہیں،

فکان حقہ ان یردد اذ تردد و ہہنا
سہو فی بعض الصور وقع فی شہ تبعا
للبحر اوضحناہ وان حناہ فیما علقنا علیہ
وباللہ التوفیق ثم ہو ایضاً لا یتعلق بما فی
الباب قد نص انہ یشترط فی نحو ثوب کونہ
بحیث لو مدیدہ تصل الیہ ولا شک
ان الدراہم فی ذلک مثل الثیاب۔

حق یہ تھا کہ تردد کی صورت میں تردد کا اظہار کیا جاتا،
اور یہاں بعض صورتوں کے بیان میں شامی کو
بجہ کی پیروی میں سہو ہوا ہے اس کو ہم نے اس پر
حاشیہ میں واضح کیا اور اس کا ازالہ بھی کیا ہے
اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے، پھر وہ بھی اس
باب سے متعلق نہیں ہے انھوں نے یہ نص کی ہے
کہ کپڑے جیسے معاملہ میں یہ شرط ہے کہ کپڑا یوں ہو
کہ اگر ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ اس تک پہنچ جائے تو شک نہیں کہ دراہم اس معاملہ میں کپڑے کی مانند
ہیں۔ (ت)

ثالثاً تحقق تخلیہ کے لئے صرف ممکن قبضہ فی الحال ہرگز کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ محنتی
مخلی لہ کو قبضہ کا حکم کرے مثلاً خذہ یا "اقبضہ" کہے یا "خلیت لك عنہ" یا اس کے مثل
جو اس معنی کو ادا کرے۔

کلام یہاں طویل الذیل ہے اور محل اجمال میں چند جملے وافی، واللہ الموفق:

(۱) امام اجل فقیہ النفس قاضیخان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تخلیہ کی تعریف ہی میں امر بالقبض ماخوذ

فرمایا، کہا ہو منقول فی السوال وجعل الحد اکثر یا لاحتصر یا تحویل لا تاویل (جیسا کہ سوال میں
منقول ہے، اور قاضی خاں کی تعریف کو اکثری قرار دینا ان کی کلام کو تبدیل کرنا ہے یہ اس کی

تاویل نہیں ہے۔ (ت)

(۲) امام اجل مدوح و دیگر اجلہ نے صراحتاً عدم امر مذکور کی حالت میں عدم صحت تخلیہ پر نص فرمایا ،

فتاویٰ قاضیخان و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ ہندیہ و بحر الرائق و ردالمحتار وغیرہا میں ہے ،

واللفظ للخانیة ان دفع اليه المفتاح و
لم يقل خليت بينك وبين الدار
فان قبضه لم يكن ذلك قبضا۔
خانیہ کے الفاظ میں ، اگر اس نے چابی دے دی اور
یہ نہ کہا کہ میں نے تیرے اور گھر کے درمیان تخلیہ کر دیا ہے
تو قبضہ کر لے ، تو یہ قبضہ نہ ہوگا۔ (ت)

محیط پھر عالمگیریہ میں ہے :

اذالم يقل اقبضه فانما القبض ان
ينقله ۱۱
جب قبضہ کر لے ، نہ کہا تو پھر وہاں سے منتقل کرنا
ہی قبضہ قرار پائے گا۔ (ت)

تو کلام امام قاضیخان عدم اشتراط پر حمل کرنا خود ان کی تصریح صریح کے خلاف ہوگا۔

(۳) امام اجل موصوف و دیگر اکابر یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ مطلقاً امر بالقبض بھی کافی نہیں بلکہ

خاص وہ امر بالقبض درکار ہے جو اس شئی کی طرف مضاف ہو ، مثلاً ہبہ یا بیع کر کے کہا لے لے یا قبضہ
کر لے ، تخلیہ نہ ہو جب تک یوں نہ کہے کہ یہ چیز لے لے یا اس پر قبضہ کر لے۔ فتاویٰ قاضی خان و
بحر الرائق و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :

لوقال "خذ لا يكون قبضا ولو
"خذة" فهو قبض اذا كان يصل
الى اخذها ویراہ ۱۲
اگر کہا "پکڑ لے" تو قبضہ نہ ہوگا ، اور یہ کہا کہ "اس
کو پکڑ لے" تو قبضہ ہوگا بشرطیکہ چیز کو
ہاتھ پہنچ جائے اور اس کو نظر
آئے۔ (ت)

(۴) امام اجل مذکور کے فتاویٰ اور کتاب الاجناس و شرح الجمع لابن ملک و غمر العیون و البصائر

و بحر الرائق وغیرہا میں تحلیہ کی شرائط شمار کی ہیں اور ان میں قول مذکور کو ایک مستقل شرط گنا ، اور نہر الفائق
و درمختار و فتاویٰ ہندیہ و حاشیہ طحاویہ و ردالمحتار وغیرہا میں اسے مقرر رکھا ، امام ناطقی و ابن فرشتہ
وسید جموی کی عبارت یہ ہے :

۱۔ فتاویٰ قاضیخان کتاب البیع باب فی قبض المبیع نوکثور لکھنؤ ۳۹۲/۲
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۷/۴
۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الذخیرۃ کتاب البیوع الباب الرابع الفصل الثانی .. ۱۶/۳

مبیع چیز اور مشتری کے درمیان تخلیہ چند شرائط کے ساتھ قبضہ بن جاتا ہے، ایک یہ کہ بائع یوں کہے "میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان تخلیہ کیا" دوسری یہ کہ مبیع مشتری کے پاس اس طرح ہو کہ بغیر رکاوٹ اس کو پکڑ سکے۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع فارغ ہو اور کسی کے حق میں مشغول نہ ہو۔ اھ، اختصاراً۔ (ت)

التخلية بين المبيع والمشتري يكون قبضاً بشروط احدها ان يقول البائع خليت بينك وبين المبيع، والثاني ان يكون المبيع بحضرة المشتري بحيث يتمكن من اخذها بلا مانع، والثالث ان يكون المبيع مفرزاً غير مشغول بحق غيره اھ باختصار۔

شرط کا اکثری ہونا کیا معنی، اور امام اجل موصوف نے تو صراحتاً اسے ارشادات عالیہ امام الائمہ صاحب المذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا،

جہاں انہوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ تین شرائط کے ساتھ قبضہ قرار پاتا ہے، ایک یہ کہ وہ مشتری کو کہے کہ میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان تخلیہ کر دیا ہے تو قبضہ کر لے، اور مشتری جواب میں کہے میں نے قبضہ کیا، دوسری یہ کہ مبیع اس طرح مشتری کے سامنے ہو کہ بغیر رکاوٹ اس کو لے سکے، اور تیسری یہ کہ مبیع فارغ ہو کسی کے حق میں مشغول نہ ہو الخ (ت)

حيث قال قال ابوحنيفة رضي الله تعالى عنه التخلية بين المبيع والمشتري تكون قبضاً بشرائط ثلثة احدها ان يقول البائع خليت بينك وبين المبيع فاقبضه ويقول المشتري قد قبضت، والثاني ان يكون المبيع بحضرة المشتري بحيث يصل اليه اخذاً من غير مانع، والثالث ان يكون المبيع مفرزاً غير مشغول بحق الغير الخ۔

بحر الرائق میں ہے:

۱۔ غزعیون البصائر مع الاشباه والنظائر الفن الثاني کتاب البيوع ادارة القرآن کراچی ۳۲۴/۱
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب البيع باب فی قبض المبيع نوکستور بکھنو ۳۹۵/۲

كان ابوحنيفة يقول القبض ان
يقول خليت بينك وبين المبيع
فقبضه ويقول المشتري وهو عند
البائع قبضته

امام ابوحنيفه رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے
تھے کہ تخلیہ کے ساتھ قبضہ یہ ہے کہ میں نے تیرے
اور بیع کے درمیان تخلیہ کر دیا ہے اس کو
لے لو، اور مشتری بائع کی موجودگی میں لے
میں نے قبضہ کیا۔ (ت)

بالجملہ نقول اس مسئلہ میں متطافریں اور سب سے اعظم یہ کہ وہ خود صاحب المذہب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا منصوص ہے،

درمختار میں نہر کی پیروی میں جو کہا کہ یہ ناطفی کے
زیادات میں سے ہے، اس وہم سے
بچ کر رہنا۔ (ت)

فاياك ان تنوهم مما في الدر تبعاً
للنهراتها من زيادات الناطفی۔

(۵) یہیں سے ظاہر کہ عبارات علماء میں جہاں تخلیہ مذکور ہے یہ شرط منظور ہے،

جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات
کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، اور جو شخص کسی کے
متعلق کہے کہ "فلاں نے نماز پڑھی ہے" تو اس کو
یہ کہنے کی ضرورت نہیں، پاک حالت، پاک پانی،
پاک جگہ، نیت کے ساتھ، قبلہ کی طرف اور تکبیر
کہ کر، کیونکہ نماز کا ذکر ہی ان سب کو متضمن ہے،
لہذا خانہ کے قول کہ "بائع جب تخلیہ کر دے اس
انداز میں کہ مشتری کو قبضہ پر ممکن حاصل ہو جائے
تو مشتری قابض قرار پائے گا" سے تجھے یہ
گمان نہ ہو کہ یہ اس شرط سے خالی ہے چہ جائیکہ
تو عدم شرط پر اس کو تصریح قرار دے۔ (ت)

فان الشئ اذا ثبت ثبت بلوانه و
من قال رجل صلی فیس علیہ
ان يقول بطاهر فی طاهر علی
طاهر ناویا مستقبلاً مکیراً فقد
تضمن الكل قوله صلی، فلا تظن
امثال قول الخانية البائع اذا
خلى بحيث يتمكن المشتري من
قبضه يصير قابضاً لها خالية عن
هذا الشرط فضلاً عن كونها صرائح
فی انه لیس بشرط۔

لے بحر الرائق کتاب البیع فصل یدخل البناؤ والمفایم الخ
لے فتاویٰ قاضیخان " باب فی قبض المبیع
ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۳۰۸ / ۵
نو لکھنؤ لکھنؤ ۳۹۲ / ۲

(۶) نصوص صریحہ مذہب و خود صاحب مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اگر کوئی روایت شاذہ پائی جاتی نامقبول ہوتی نہ کہ روایت مطلقہ کہ مخالف بھی نہ ٹھہرتی بلکہ اسی مقیدہ پر محمول ہوتی لانہ متفق علیہ فی کلمات العلماء و انما الخلاف فی نصوص الشارح کما فی ردالمحتار وغیرہ من المعتدات۔

کیونکہ یہ تمام علماء کے کلام میں متفق علیہ ہے صرف شارع کی نصوص میں خلاف ہے جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔ (ت)

نہ کہ بے استناد روایت محض ذہنی حکایت کہ وہ کیا قابل التفات و عنایت ،

فالمشتری ان عدد الثمن فی ید البائع او ذیلہ او حجرہ لم یحتج البتہ الی قول خذہ و نحوه لان الحقیقی غنی عن شرائط المحکی وان عدده علی الارض بین یدی نفسه فلا یسلم انه تخلیة مالہ یقلہ او ینقلہ۔

جب مشتری نے رقم بائع کے ہاتھ یا جھولی یا دامن میں گنتی کر کے ڈالی تو اب اس کو یہ کہنے کی ضرورت ہرگز نہیں کہ ”تو پکڑ لے“ کیونکہ حقیقی قبضہ کے بعد حکمی شرائط کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر مشتری اپنے سامنے زمین پر گن کر رکھ دے تو یہ تسلیم نہ ہوگا کہ یہ تخلیہ ہے جب تک پکڑ نہ لے، نہ کہہ دے یا وہاں سے مشتری اٹھانے لے۔ (ت)

(۷) زید کا کہنا ”یہ تیرا پیسہ ہے“ صراحتاً اقرار ہے، فناوی قاضیخان و فناوی بزاز یہ و

فناوی ہندیہ وغیرہ میں ہے :

اگر دوسرے کو کہا یہ چیز تجھ کو تو ہبہ ہوگا اس میں قبضہ شرط ہوگا اور اگر کہا یہ چیز تیری ہے تو اقرار ہوگا۔ (ت)

لوقال لآخر ”اس چیز تیرا“ فہو ہبہ یشرط فیہا القبض ولو قال ”تراست“ فاقرار لہ

تو اس سے انشائی اجازت قبض مراد لینا محض مجاز، اور مجاز بے ضرورت ممنوع و نامجاز، اور ضرورت معدوم، تو تخلیہ کی پہلی شرط ممکن قبض کا تو وجود معلوم نہ تھا، اس دوسری شرط یعنی امر بالقبض کا عدم معلوم،

ان کی لغو کرنے والی بات قابل التفات نہیں ہے، کیونکہ اقرار جب تک شرعاً جھوٹا ہو کر باطل نہ قرار دیا جائے تو اس وقت تک وہ اپنے حکم جو کہ مقرر کا اپنے اقرار میں قضااً ناخوذ ہونا ہے، سے حسالی نہیں ہوتا تو یہاں وہ کب معطل ہے کہ مجاز کی طرف پھرنا جائز ہو اور یہ کہ وہ مقرر کے لئے ملکیت کا فائدہ نہیں دیتا (تو غلط ہے) کیونکہ یہی تو اقرار کا حکم ہے اور اگر یہی لغو قرار پائے تو پھر دنیا میں اقرار کا وجود نہ رہے گا کیونکہ اس طرح الغاء حکم کو لازم ہو گا اور حکم خود شئی کو لازم ہے تو یوں الغاء خود اقرار کو لازم ہو گا، اور جس چیز کو الغاء لازم الوجود تو اس کا وجود معدوم قرار پائے گا، اور آسان عبارت میں یوں کہا جا سکتا ہے، ہر اقرار کو انشاء محض پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ وہ ملکیت کے لئے مفید ہو اور لغو نہ ہو جبکہ اقرار انشاء نہیں ہو سکتا تو اقرار سر سے باطل ہو گا اور ختم ہو جائیگا۔ (ت) اور خود اس نے ہمیں سوال کی مباحث کی تکلیف سے فارغ کر دیا جب اس نے کہہ دیا کہ اقرار کو کسی مناسب سبب پر محمول کرنا ضروری ہے جو اقرار کو صحیح کرے یہ بات اقرار کی صحت و عمل کے لئے کافی ہے اور لغو نہ ہو گا تو ظاہر ہو گیا کہ اقرار اپنے حقیقی معنی پر ہے تو اب الغاء سے بچنے کے لئے مجاز کی طرف عدول کی کوشش بلا جواز ہے۔ (ت)

بلکہ کسی چیز کے متعدد اقرار کے ساتھ

وحدیث الالغاء لا يستحق الاصفاء فان الاقرار لم يعر عن حكمه من ان المقر مؤاخذ به قضاء ان لم يثبت بطلانه حيث يصير مكذبا شرعا فابن التعطيل حتى يجوز التجوز والتحويل اما انه لا يقوم بافادة الملك للمقر له فهذا عين حكمه ولو كان فيه الغاؤه لان اقرار من صفحة الدنيا لان الالغاء اذن يلزم حكمه وحكم الشئ لانما له فالالغاء يلزم الاقرار وما كان الغاؤه لانما وجوده فوجوده عدمه وبعبارة اوضح لوجب حمل كل اقرار على انشاء محض كي يفيد الملك ولا يلغو والاقرار غير الانشاء فتبطل اساسا وانعدام۔

(۸) كفانا المؤنة ما مرفى، مباحث

السؤال نفسها ان اقراره يجب ان يحمل على سبب صالح حتى لا يلزم الالغاء فقد علم ان حملة على تقدم سبب ما مصحح للاقرار يكفي لعماله ويندفع الالغاء ومعلوم انه يبقى به على حقيقته فالعدول الى المجاز مراعاة عن الالغاء مما لا وجه اصلا۔

(۹) بل الاقرار بشئ انه لفلان

تو یہ اقرار بتاتا ہے کہ چیز فلاں کی ملکیت مطلقہ قبل از اقرار ہے تو کسی سبب کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی ہے جانیکہ مقرر پر لازم کر دیا جائے کہ وہ اپنی زندگی میں اس اقرار کے مناسب سبب کو بیان کرے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اور انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ ہر مقرر اپنے اقرار میں ماخوذ ہوتا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ملکیت مطلقہ کا مدعی اور اس کے گواہ کسی سبب کو بیان کرنے کے پابند نہیں ہوتے تو مقرر کیسے پابند ہو سکتا ہے ہاں وہ صورت اس بحث سے خارج ہے جو ظاہراً باطل اقرار بنے مثلاً کوئی شخص ایسے بچے کیلئے اقرار کرے جو ابھی حمل میں ہے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اس اقرار کو اپنے اصل پر محمول کرتے ہوئے مناسب سبب کو بیان کرنا ضروری نہیں قرار دیتے جبکہ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ اس کو بیان کرنا ضروری قرار دیتے ہیں مثلاً وصیت یا وراثت میں سے کسی کو بیان کرے بخلاف دودھ پینے والے بچے کے لئے اقرار ہو تو اس کے مناسب کوئی سبب نہ ہو تو بھی بیان کرنا ضروری نہیں مثلاً اس کیلئے قرض یا اس کے لئے کل مال کی بیع کا اقرار کر دے، جیسا کہ الاشباہ اور تنویر وغیرہا میں ہے (ت) بلکہ اقرار میں مقررہ کی ملکیت پر یہ دلالت ہی نہیں کہ مقرر اس کی خبر دے رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسلم اگرچہ شراب کا مالک نہیں ہوتا اس

انما یسبئ عن ملک مطلق لہ فیہ قبل الاقرار فلا یحتاج الی ابانہ سبب اصلاً فضلاً عن ان یلزم المقر فی حیاتہ بیات سبب صالح ہذا المرید بہ احد وانما قالوا ان المرء مؤخذ باقرارہ الا تری ان مدعی الملك المطلق وشاہدیہ لا یکلفون بیات السبب فکیف المقر الا ما استثنی مما الظاہر فیہ بطلان الاقرار کالاقرار لحمل فمشی محمد علی الاصل ای یحمل علی سبب صالح من دون بیات والزمنا بیانہ کارث او وصیۃ بخلافہ الرضیع وان لم یبین شیئاً بل بین ما لا یصلح لہ کاقراض و بیع الكل کما فی الاشباہ والتنویر وغیرہما۔

(۱۰) بل لا دلالة للاقرار
 علی ان ملک المقر لہ المخبر عنہ فی
 الاقرار کان مستفاداً من المقر الا تری

کے باوجود اگر وہ کسی کے لئے شراب کا اقرار کئے جیسا کہ درر، بحر اور تنویر وغیرہ میں ہے کہ اس کا اقرار صحیح ہے، اور شامی میں ہے کہ اس کو ادائیگی کا حکم دیا جائے گا، مسلمان کے لئے شراب کی ملکیت کا صحیح نہ ہونا ہدایہ میں مذکور ہے۔ (ت) اور اگر تنزیل کے طور پر یہ تسلیم بھی کر لیں تو صرف کسی سبب کا تصور ہی کافی ہوگا مقرر کے علاوہ کسی کو بھی اس کی تعیین اور بیان کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ محل کو صرف اجمال بولنے والا ہی بیان کر سکتا ہے تو واضح ہو گیا کہ ہبہ کے تام ہونے پر اس کے اقرار بالامانت کو دلیل بنانا قطعاً درست نہیں ہے (ت)

ان المسلم یصح اقراره بخمر کما فی الدرر والبحر والتنویر وغیرہا حتی یؤمر بتسلیمها کما فی ش ولا یصح کونه ملکاً لها کما فی الہدایۃ۔

(۱۱) ولو تنزلنا فانما یکفی تصور سبب ما و لیس علی احد تعیینہ بل لیس لاحد غیر المقر لان المجمل لا یبینه الا من اجمل فظہر ان الاستدلال علی تمام الہبۃ المذكورۃ باقرارہ بالامانۃ لاتمام لہ اصلا۔

(۱۲) اذا لامر کما وصفنا ان الاقرار لیس دلیلاً اثباتاً علی تمام الہبۃ فلو کانت دلیلاً لکانت لمتیاً والاقرار اظہار لا اثبات فلو جعل اثباتاً لدار ولا مناص۔

جب معاملہ وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو پھر اقرار ہبہ کے تام ہونے پر دلیل اتنی نہ ہوگا اگر ہوگا تو دلیل ملتی ہوگی یعنی اقرار محض ثبوت نہیں بلکہ علت کو بیان کرے گا حالانکہ اقرار محض اظہار ہوتا ہے اثبات نہیں بنتا، ہاں اگر اثبات قرار دیا جائے تو ناچار دور لازم آئیگا۔ (ت)

سابعاً تخلیہ کی شرط ثالث سے مستفاد بلکہ حقیقۃً لفظ تخلیہ کا مفاد یہ ہے کہ تخلیہ کرنے والا سے اپنے قبضہ سے خالی کر دے کہ شے جب تک خود اس کے قبضہ میں ہے تخلیہ کہاں ہوا۔ ولہذا بحر الرائق نے تصور تخلیہ میں اس شے کا زمین پر رکھا ہونا مانا خود کیا، ولہذا اگر گھوڑا بیچا اور بائع اس کی یال تھامے ہوئے مشتری سے کہہ رہا ہے کہ گھوڑے پر قبضہ کر میں اس کی یال تیرے ہی لئے تھامے ہوئے ہوں کہ بھاگ نہ جائے اور تو قابو میں کر لے اور مشتری پاس کھڑا ہے کہ قبضہ کر سکتا ہے مگر وہ اپنا ہاتھ نہ رکھنے پایا تھا کہ گھوڑا چھوٹ کر گم ہو گیا، بائع کے مال سے گیا کہ قبل قبض ہلاک ہوا تو بائع مشتری قبضہ پر فی الحال قادر تھا اور بائع صاف حکم قبضہ کر رہا تھا

مگر تخلیہ صحیح نہ ہو کہ گھوڑا دستِ بائع میں تھا،
 فی البحر الرائق وان كان غلاما او جارية
 فقال له المشتري تعال معي او امش
 فخطي معه فهو قبض وكذا الوارسله
 في حاجته وفي الثوب ان اخذته بيده
 او خلى بينه وبينه وهو موضوع على
 الارض فقال خليت بينك وبينه فاقبضه
 فقال قبضته فهو قبض، وفي الذخيرة
 ثم الهندية ان كانت الرملة في يد البائع
 ولم تصل اليها يد المشتري فقال البائع
 للمشتري قد خليت بينها وبينك فاقبضها
 فاني انما امسكها لك فانفلتت من يد
 البائع قبل ان يقبض المشتري وهو
 يقدر على اخذها من البائع وضبطها كان
 الهلاك على البائع (ملخصاً) ومثله
 في الخانية وتمام تحقيقه فيما علقنا على
 رد المحتار۔

بحر الرائق میں ہے اگر غلام یا لونڈی ہو اور مشتری
 اس کو اپنے ساتھ چلنے کو کہے اور وہ ساتھ چل پڑے
 تو مشتری قابض قرار پائے گا، اور یوں ہی اگر
 اس غلام کو مشتری نے اپنے کام کے لئے بھیج دیا
 اور کپڑے کی صورت میں اگر مشتری کے ہاتھ میں دے دیا
 یا بائع نے اس کو اپنے اور مشتری کے درمیان زمین
 پر رکھ دیا اور کہا میں نے تیرے لئے تخلیہ کر دیا ہے
 قبضہ کر لے اور مشتری نے کہا میں نے قبضہ کر لیا تو
 قبضہ ہو جائے گا، اور ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے کہ
 گھوڑی بائع کے قبضہ میں ہے اور مشتری کے
 ہاتھ سے دور ہے اور بائع کہہ دے کہ میں نے
 تیرے لئے اس کو پکڑ رکھا ہے، میں نے تیرے
 اور اس کے درمیان تخلیہ کر دیا پکڑ لے تو قبل از
 قبضہ اس موقع پر اگر وہ گھوڑی بائع کے ہاتھ سے
 چھوٹ کر بھاگ جائے تو اگرچہ مشتری بائع سے
 لے کر قابو کرنے پر قادر بھی تھا تو بھی نقصان بائع

پر ہوگا (ملخصاً)، یہ تمام بحث خانہ میں ہے اور مکمل تحقیق رد المحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے (ت)
 اور بدہتہ ظاہر ہے کہ جو چیز اپنے صندوق میں رکھی ہے اور صندوق اپنی الماری میں ہے اور
 مالک نے آپ انھیں کھولا اور صندوق بدستور الماری میں رکھا ہے اور وہ خود انھیں کھولے ہوئے
 بیٹھا ہے تو قطعاً اسی کا قبضہ ہے، پھر تخلیہ کہاں متحقق ہو کہ روپیہ اصل قبضہ مالک سے ایک
 وقت بھی خالی نہ ہوا بخلاف اس کے کہ صندوق کھول کر صندوق ہندہ کے ہاتھ میں دے دیا کافی

۱۔ بحر الرائق کتاب البیع فصل يدخل البناء والمفاتيح الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۸/۵
 ۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع الباب الرابع الفصل الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۸/۳

المحيط السرخسی والتنوير والمندیة وغیرها (جیسا کہ محیط سرخسی، تنویر اور ہندیہ وغیرہ میں ہے) کہ اب صندوق و ما فیہ پر زید کا قبضہ نہ رہتا اور کھلے ہونے کے سبب ہندہ کو قبضہ زر پر فی الحال ممکن ہوتا مگر یہاں ایسا نہ ہوا تو تخلیہ نہ ہوا تو قبضہ حقیقی یا حکمی اصلاً نہ ہوا تو ہبہ تمام نہ ہوا، اور قبل قبضہ موت و اہب سے ہبہ باطل محض ہو گیا،

فی الدر المختار من موانع الرجوع والمیم موت احد المتعاقدين بعد التسليم فلو قبله بطل ینے

در مختار میں رجوع کے موانع کی بحث میں ہے یہ مہم سے مراد کسی فریق کا قبضہ دینے کے بعد فوت ہونا ہے اور قبضہ سے قبل ہو تو ہبہ باطل ہے۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ زید جبکہ حسب تحریر سوال عالم و عارف با حکام فقہیہ تھا تو اس کا علم ہی بتا رہا ہے کہ اسے تکمیل ہبہ منظور نہ تھی، وہ جانتا تھا کہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا اور قبضہ ایک آن کو نہ دیا، حسب تصریح سوال وقت نکاح سے ہی اس روپے کو اپنی گہ اپنے صندوق اپنی الماری میں مجبوس رکھا وہ جانتا تھا کہ اگر میں ہندہ کا قبضہ حقیقی نہیں کرتا تو کم از کم تخلیہ تو ضرور ہے اور وہ یونہی ہو گا کہ میں روپیہ صندوق سے نکال کر ہندہ کے نہایت قریب زمین پر رکھ کر اسے حکم قبضہ دوں مگر اس نے کبھی روپے کو ہوا نہ دی، صندوق میں سے روپیہ درکنار الماری میں سے صندوق بھی نہ نکالا، یہ تو سو بار کہا کہ یہ روپیہ تیرا ہے تیری امانت ہے، اور یہ ایک بار بھی نہ کہا کہ میں تخلیہ کرتا ہوں تو قبضہ کر لے، تو بحال علم و فقاہت شرائط لازمہ متحقق نہ ہونے دینا صریح دلیل ہے کہ وہ قصداً تکمیل ہبہ سے باز رہا،

فما ذکر من ان کونہ عالمًا فاضلاً یقتضی کونہ باذلاً لا ہازلاً یعارضہ صریحاً ان علمہ ذاک ہوا القاضی بکونہ عاضلاً مع ان الاول لیس الاتحسین ظن بتخیمت و ہذا علی تقدیر معرفتہ با حکام مثبت امتناعہ بیقین۔

اس کا یہ کہنا کہ وہ عالم فاضل ہے اس لئے اس کا یہ عمل دینے کے لئے ہو گا مذاق نہ ہو گا، اس کو صریح معارض ہے کہ عالم فاضل ہونے کے باوجود اس کا یہ عمل فیصلہ کرتا ہے کہ اس نے قصداً تکمیل ہبہ نہ کی، حالانکہ پہلا احتمال (دینے کا ارادہ) صرف اندازے کی بنا پر حسن ظن کا اظہار ہے جبکہ

اس کا معارض احکام سے واقف ہونے کی تقدیر پر ہبہ نہ دینے کا یقینی ثبوت ہے۔ (ت)

اور اس پر دوسری روشن دلیل اس کا بار بار رونا اور خوف ضیاع بیان کرنا ہے، عاقل جس چیز سے

ڈرتا ہے اس سے پرہیز کرتا ہے نہ کہ اس پر مُصر رہے، ہندہ نے اس سے کس دن کہا تھا کہ میرا روپیہ آپ امانت رکھیں اور کہا بھی تھا تو یہ اس کی تسلیم پر مجبور کیوں ہو اور مجبور بھی تھا تو ہندہ کو ایک لمحہ کے لئے قبضہ دلا کر پھر اپنے پاس امانت رکھ لینا کیا دشوار تھا مگر اس نے کبھی قبضہ نہ دیا تو یقیناً وہ کسی طرح قبضہ دینا نہ چاہتا تھا اور اس پر کوئی ایسا اندیشہ رکھتا تھا جو اس خوف امانت پر غالب تھا جس سے بچنے کو وہ اندیشہ گوارا کیا خواہ وہ خوف یہ ہو کہ ہندہ پھر واپس نہ دے گی اور وہ یا اس کا شوہر روپیہ ضائع کر دیں گے، بیجا حشر چ کر ڈالیں گے خواہ کوئی اور وجہ ہو، بہر حال قبضہ دینے سے امتناع واضح ہے، پھر تمامی بہہ کیا معنی، تیسری اور واضح دلیل یہ ہے کہ اگر وہ واقعی جانتا کہ اس روپیہ پر ہندہ کی ملک تام ہو چکی ہے اور میرے پاس امانت ہے پھر اپنے پاس رہنے میں اندیشہ مواخذہ تھا جسے خیال کر کے رویا کرتا تو قطعاً ہندہ کا روپیہ ہندہ کے حوالے کرتا کہ عالم تو عالم ہر عاقل کو اپنے دین کی احتیاط پر ائے مال کی احتیاط پر غالب ہوتی ہے، اپنی آخرت کا مواخذہ پرانی دنیا کے نقصان سے زیادہ گراں ہوتا ہے تو صاف ثابت ہے تو کسی مصلحت خاصہ کے باعث جسے وہ خود ہی خوب جانتا ہوگا، اس کا اظہار بہہ محض نمائش و دل دہی ہندہ کے لئے تھا، یہ کلام بضرورت جواب مذکورہ ہو اور نہ شرعاً جب کسی عقد کی نامی ثابت ہو تو حال عاقد پر مجرد حسن ظن باعث تبدیل احکام نہیں ہو سکتا، ہمارے نزدیک الزامات مذکورہ سے یہ آسان ہے کہ یہاں بعض احکام سے زید کا ذہول مان لیجئے کہ یہ چنداں دشوار نہیں وہ اپنے گمان میں یہی جانتا تھا کہ صرف فتح صندوق سے تخلیہ ہو لیا اور بہہ تمام ہو گیا، جیسا کہ اُس کے بعد بعض ذی علم مجیبوں کو عارض ہوا مگر وہ گمان خلاف تحقیق تھا تو حجت نہ رہا اذلا عبوة بالظن البین خطوہ (ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کا خطا ہونا واضح ہو۔ ت) بالجلہ بہہ مذکورہ محض باطل ہے البتہ زید کا اقرار بار بار حاصل ہے مگر اقرار مفید ملک نہیں، و لہذا اگر مقرر غلط اقرار کرے مقرر کو کوشی مقرر بہ لینا حرام ہے، و لہذا اگر محض بر بنائے اقرار دعویٰ ملک کرے قضا بھی مردود و ناکام ہے، اور یہاں جبکہ فریقین متفق ہیں کہ مالک زید ہی تھا اور ہندہ کی طرف انتقال ملک کا کوئی سبب سوا اس بہہ باطلہ کے نہ ہو تو یقیناً وہ اقرار باطل تھا اور اقرار باطل کچھ اثر نہیں رکھتا، تو اب نہ بہہ رہا نہ اقرار، اور روپیہ ملک ہندہ سے برکنار،

تنویر الابصار میں ہے کسی کے اقرار کی بنا پر
اس پر کچھ بھی دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا اور مختار
میں ہے حتیٰ کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقرر کو اس سے

فی تنویر الابصار لا تسمع دعواہ علیہ
بشيء بناء علی الاقرار، فی الدر المختار
حتی لو اقر کا ذباً لم یحل لہ لان الاقرار

لینا جائز نہیں کیونکہ اقرار ملکیت کا سبب نہیں ہے
ہاں اگر مقر اپنی رضا مندی پر دے دے تو یہ دینا
ابتداءً ہبہ قرار دیا جائے گا اور یہی زیادہ مناسب
ہے، بزازیہ، اھ۔ الاشباہ میں ہے کسی مفتی
کے فتویٰ کی بنا پر خاوند نے طلاق کا اقرار کیا
پھر معلوم ہوا کہ اس فتویٰ کی وجہ سے طلاق
نہ ہوئی ہے تو اقرار سے طلاق نہ واقع ہوگی،
جیسا کہ جامع الفصولین اور قنیہ میں ہے، اھ،
اور اس میں یہ بھی ہے کہ کسی محال چیز کا اقرار کیا
تو باطل ہوگا، اسی وجہ سے میں نے فتویٰ دیا
کہ اگر کوئی شخص دوسرے وارث کیلئے وراثت کے
حصہ کا اقرار کرے اور وہ حصہ شرعی حصہ سے زائد
ہو تو ایسا اقرار باطل ہوگا کیونکہ یہ زائد شرعاً
محال ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص
بیٹا اور بیٹی وارث چھوڑ کر فوت ہوا اور بیٹے نے
یہ اقرار کیا کہ ترکہ ہم دونوں بہن بھائی میں نصف
نصف ہے اھ مخنقراً۔ اور غمزا العیون میں ہے
اس سے ماخوذ ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کیلئے
گزشتہ اس کے نافرمانی کے دور کے نفقہ یا
ایسے گزشتہ وقت کے نفقہ جس کا قاضی نے
فیصلہ نہیں کیا اور نہ ہی دینے پر راضی تھا، اقرار کیا

لیس سبباً للملك نعم لو سلمه برضاہ
کانت ابتداءً ہبۃ وهو الاوجه
بزانیۃ اھ، وفي الاشباہ
اقر بالطلاق بناء علی ما فتی بہ
المفتی ثم تبین عدم الوقوع فانه
لا یقع کما فی جامع الفصولین
والقنیۃ اھ، و فیہا ایضاً الاقرار
بشئ محال باطل و علی هذا
افتیت بطلان اقرار النساء
بقدر من السہام لو ارث
وہو انما ید من الفریضۃ
الشرعیۃ لكونہ محالاً شرعاً
مثلاً مات عن ابن و بنت
فاقر الابن ان التركة
بینہما نصفان اھ باختصار،
وفي غمزا العیون یؤخذ
من هذا ان الرجل
اذا اقر لزوجتہ بنفقة
مدۃ ماضیۃ ہی فیہا
ناشزۃ او من غیر سبقت
قضاء او ارضاء وہی معترفۃ بذلك

۱۳۰/۲

مجتبائی دہلی

کتاب الاقرار

۱۰ در مختار

۲۱/۲

ادارۃ القرآن کراچی

کتاب الاقرار

۱۱ الاشباہ والنظائر الفن الثانی

۲۵/۲

" " "

"

"

"

"

ابانت مرام وازاحت ادہام و تفضیل فروع و جزئیات و تمیز المرحوح والریح من الروایات فقیر غفرلہ
المولی القدیر کے حاشی متعلقہ ردالمحتار میں ہے وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین و
صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین (امین) واللہ سبحنہ
وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ جناب قاضی فرزند صاحب رئیس گیا ۵ رجب المرجب، ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماہ صاحبہ جاہد اکثر بیمار ہوئی کہ ان کو
اور ان کے شوہر ثانی کو مایوسی ہوگئی اور تمام اطباء ڈاکٹروں نے جو معالج تھے بالاتفاق کہا کہ مرض
مہلک ہے اس سے نجات مشکل ہے، حالت یہ تھی کہ اکثر وہ مریضہ غشی میں رہتی تھی اور اٹھنا بیٹھنا
بغیر اعانتہ غیر کے نہیں ہو سکتا تھا اور کھانا پینا معمولی موقوف ہو گیا تھا، یہی حالت بلکہ اس سے زیادہ
ردی آخر موت تک رہی، شوہر ثانی نے شوہر اول کی اولاد کی حق تلفی کی غرض سے اپنے نابالغ بیٹے
کے نام مسماہ سے اسی مرض میں جاہد کا اکثر حصہ جس کی لاکھوں روپیہ قیمت ہوتی ہے بعوض ایک
جلد قرآن شریف اور انگشتری طلائی کے ہبہ نامہ بالعوض لکھوا دیا اور اس وثیقہ کے استحکام کے
واسطے شوہر اول کی اولاد میں سے صرف ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو بھی بقیہ جاہد میں کچھ حصہ بعوض
ایک دلال الخیرات اور ایک پنجسورہ شریف کے مسماہ سے اسی مرض مذکور میں ہبہ بالعوض لکھوا دیا
اور بقیہ تین لڑکیاں اولاد شوہر اول کو محروم کر دیا، اب مسماہ نے اسی مرض مذکورہ میں تقریباً ایک مہینہ
کے اندر تعمیل و ثانی کے انتقال کیا، اب یہ تینوں لڑکیاں آپ حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے
عرض والتجا کرتی ہیں کہ کیا ایسی کوئی صورت مطابق شرع شریف کے نکل سکتی ہے کہ ہم لوگ اپنے
حق کو پہنچیں اور صورت و حیلہ مردود و باطل ہو جائے، اس کا جواب شافی بحوالہ کتب و عبارات
لکھا جائے، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے گا، مسماہ مرحومہ مرض مذکور میں اندازاً تین چار
مہینہ مبتلا رہی اور کارروائی مذکورہ بالا کے ایک مہینہ کے بعد انتقال کر گئی، فقط۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اس ہبہ بالعوض کی کارروائی مطلقاً باطل و مردود ہے، وہ تمام جاہد
جس قدر ایک لڑکے کے نام ہبہ بالعوض کی اور جو شوہر اول کے دو بچوں کے نام لکھنے سے باقی رہی وہ
تمام و کمال ترکہ مسماہ ہے اور حسب فرائن اللہ اس کی سب اولاد پر جو دونوں شوہروں سے ہے بعد

اخراج چہارم کے کہ حصہ زوج ثانی ہے للذکر مثل حظ الانثیین (لڑکوں کے واسطے لڑکیوں سے ڈگنا ہے۔ ت) تقسیم ہوگی، مسماة کی صورت مرض کہ سوال میں مذکور ہوئی باتفاق علماء مرض الموت ہے کہ روز بروز خوفِ ہلاک غالب بھی تھا اور نشست و برخاست سے معذور بھی تھی اور ایک سال مرض ممتد بھی نہ رہا اور اسی میں موت عارض ہوئی، تو یہ سببہ مرض الموت میں تھا اور اپنی اولاد کے نام تھا اور سببہ بالعوض ابتداءً وانتهاءً ہر طرح بیع ہے اور بیع کہ مرض الموت میں وارث کے ہاتھ ہوا اگرچہ برابر قیمت پر ہو بلے اجازت دیگر ورثہ باطل و مردود ہے نہ کہ ایسی بیع لاکھوں روپے کا مال آٹھ دس روپے کو، یہ تو بالاجماع باطل ہے، درمختار میں ہے،

جس شخص کا غالب حال یہ ہو کہ وہ مرض وغیرہ سے ہلاک ہو جائے گا یوں کہ وہ مرض سے اتنا لاغر ہو گیا کہ گھر سے باہر اپنے ضروری امور کو بجا نہیں لاسکتا، مرض الموت کے حال کا یہ صحیح بیان ہے، مثلاً کوئی عالم فقیہ مسجد میں جانے سے عاجز ہو جائے یا دکاندار اپنی دکان پر جانے سے عاجز ہو جائے اور عورت گھر میں داخلی ضروریات سے عاجز ہو جائے، جیسا کہ بزاز یہ میں ہے، عورت کے عجز کا معیار یہ ہو کہ اگر کھانا پکانے پر قادر ہو اور چھت پر جانے کی قدرت نہ ہو تو مریضہ شمار نہ ہوگی۔ نہر میں فرمایا یہی ظاہر ہے۔ میں کہتا ہوں المجتبیٰ کے وصایا کے آخر میں ہے کھڑور کر دینے والا مرض جس میں کھڑے ہو کر ناز نہ پڑھ سکے، جڑا ہوا، مفلوج اور سیل والا لمبی مہلت پالے اور بستر میں پابند نہ ہو جائے تو اس کو صحت مند جیسا شمار کیا جائیگا، پھر انھوں نے "شع" کی رمز سے فرمایا لمبی مہلت

من غالب حاله الهلاك بمرض او غيره بان اضناه مرض عجز به عن اقامة مصالحه خارج البيت هو الاصح كعجز الفقيه عن الاتيان الى المسجد وعجز السوقي عن الاتيان الى دكانه، وفي حقها ان تعجز من مصالحها داخله كما في البزازية، ومفاده انها لو قدرت على نحو الطبخ دون صعود السطح لم تكن مريضة قال في النهرو هو الظاهر قلت وفي آخر وصايا المجتبی المرض المعتبر المصنئ المبيع لصلوته قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم يقعد في الفراش كالصحيح ثم س من "شع" حد

کی حد ایک سال ہے، اور قینہ میں ہے مفلوج،
سل زدہ اور جھڑا ہوا اگر ان کا مرض بڑھ رہا ہو تو
مرض کی طرح شمار ہونگے اھ، اور اسی میں ہے
اگر مرض کے میں تجھے فلاں بدلہ میں ہبہ کیا، تو یہ اول آخر
بیع قرار پائے گی اھ، اور اسی میں بیع مرض کا اپنے
وارث کو کوئی چیز فروخت کرنا باقی ورثہ کی اجازت

پر موقوف ہوگا (اگرچہ مثلی قیمت پر فروخت کیا ہو اھ) یہ ردالمحتار کا اضافہ ہے۔ (ت)

خانیہ و عالمگیر یہ میں ہے :

جب کوئی چیز اپنی مرض الموت میں اپنے وارث کو
فروخت کرے پھر تندرست ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی
اور اسی مرض میں فوت ہو جائے اور باقی ورثہ
جائز نہ کریں تو بیع باطل ہوگی اھ، واللہ تعالیٰ
اعلم۔ (ت)

التداول سنہ انتہی وفي القینة المفلوج
والمسلول والمقعد مادام یزاد کالمریض
وفیه اما لوقال وهبتک بکذا فهو بیع
ابتداءً وانتهاءً اھ وفيه وقف بیع
المریض لو ارثه علی اجازة الباقی (و
لو بمثل القینة اھ) مزید امن ردالمحتار۔

اذ باع المریض فی مرض الموت من وارثه
عینا من اعیان مالہ ان صح جاز بیعه
وان مات من ذلك المرض لم تجز
الورثه بطل البیع اھ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶ از ریاست رامپور محلہ کوچہ قاضی مرسلہ سید ولایت حسین وکیل ۳ شعبان ۱۳۳۰ لمعظم ۱۳۳۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائیداد بدست عمر و بقیمت دو ہزار روپے
کے بیع کر کے بیعنامہ میں یہ لکھ دیا کہ سات سو روپے میں نے وصول پائے اور تیرہ سو روپے منجملہ اس کے
مشتری کو معاف کر دئے، تو یہ صورت ہبہ زرخشن کی ہے یا نہیں؟ اور زید بائع کو حق رجوع عن الہبہ
شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟

۲۳۵/۱	مجتبائی دہلی	باب طلاق المریض	كتاب الطلاق	۱ در مختار
۱۶۴/۲	مجتبائی دہلی	باب الرجوع فی الہبہ	كتاب الہبہ	۲ در مختار
۳۲/۲	" "	فصل فی الفضولی	كتاب البیوع	۳ در مختار
۱۳۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "	" "	ردالمحتار
۱۵۴/۳	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	" "	۴ فتاویٰ ہندیہ

الجواب

اگر بیع واقع ہونے کے بعد بیعنامہ میں تیرہ سو کی معافی لکھی تو یہ صورت ہبہ ثمن کی نہیں بلکہ ابرار کی ہے، اور ابرار میں شرعاً حق رجوع نہیں، اشتباہ میں ہے؛
 ما افترق فيه الهبة والابراء له الرجوع
 فيها عند عدم المانع بخلافه مطلقاً۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔
 ہبہ اور ابرار میں فرق یہ ہے کہ ہبہ میں مانع نہ ہونے کی صورت میں رجوع (واپس لینا) جائز ہے، ابرار اس کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷ از دیوبند ضلع سہارنپور محلہ مسجد کمال

مرسلہ قاسم حسین صاحب تحصیلدار

۱۵ محرم شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد اپنے دو لڑکوں نابالغ کے نام خرید کی، بروقت خریداری جائداد کے جس کے نام جائداد خرید کی گئی اور ایک لڑکی موجود تھی سوائے اولاد مذکورہ الصدر کے اس وقت اور کوئی اولاد نہیں تھی بعد ازاں زید مذکور کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور پیدا ہوئی، اب جائداد سے وہ لڑکی جو اس وقت بروقت خرید کے موجود تھی اور وہ لڑکا اور لڑکی بعد خرید پیدا ہوئے شرعاً حصہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ دونوں نابالغ جن کے نام ان کے باپ نے جائداد خریدی اُس جائداد کے مالک مستقل ہو گئے، جو لڑکی اس وقت موجود تھی یا جو لڑکا لڑکی بعد کو پیدا ہوئے ان کا اس میں کچھ حق نہیں کہ اگر اصل ایجاب و قبول بیع انھیں لڑکوں کے نام ہوا جب تو ظاہر ہے کہ جائداد بالغ نے ان لڑکوں کے ہاتھ بیع کی اگرچہ زبٹن ان کی طرف سے باپ نے ادا کیا جو اس کا تبرع و احسان ہوا جس کا معاوضہ نہ وہ لے سکتا ہے نہ اس کے دیگر ورثہ، اور باپ کو اپنے نابالغ بچوں کے نام ایسی خریداری کا مطلقاً اختیار ہے۔

فلا ينقد الشراء عليه حتى يجعل واها
 كالام اذا شرت بما لها الولد لها الصغير
 باپ پر خریداری عائد نہ ہو بلکہ بچے کو ہبہ کرنے والا ہوگا
 جیسا کہ ماں اگر نابالغ کے لئے اپنے مال سے

تصیر مشریۃ لنفسها و اہبۃ من ولدھا لعدم ولایتھا کما من العقود الدریۃ و غیرھا۔ کوئی چیز خریدے اور اقرار کرے میں نے اپنے مال سے خریدی ہے تو خریداری ماں کی ہوگی اور نابالغ کے لئے وہ چیز ہبہ قرار پائے گی کیونکہ ماں نابالغ بچے کے لئے خریداری کی ولایت نہیں ہے جیسا کہ عقود الدریۃ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر اصل خریداری میں لڑکوں کا نام نہ تھا اگرچہ بعد کو بیعنامہ میں ان کا نام لکھا دیا تو ابتداءً مالک جائد و زید ہوا، پھر بیٹوں کے نام بیعنامہ لکھانا ان کے انکے سے ہبہ ہوا اور باپ جو اپنے نابالغ بچے کے نام ہبہ کرے وہ ہبہ کرتے ہی تام و لازم ہو جاتا ہے نہ قبول نابالغ کی حاجت نہ دو کے نام بلا تقسیم ہبہ ہونا مضر کہ قبضہ والد یعنی خود و اہب کا کافی و کامل بلا شیوع ہے۔ درمختار میں ہے :

وہب اثنان دار الواحد صح لعدم الشیوع و بعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ۔ دو افراد نے ایک شخص کو مکان کا ہبہ کیا تو جائز ہے کیونکہ اس میں شیوع نہیں ہے اور عکس کی صورت میں کہ ایک شخص دو نابالغ افراد کو ایک مکان دے تو جائز نہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، کیونکہ اس صورت میں شیوع ہے قابل تقسیم ہونے کی وجہ سے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

افاد انہا للصفیرین تصح لعدم المرجح لسبق قبض احدھا و حیث اتحد ولیہما فلا شیوع فی قبضہ ویؤیدہ قول الخانیۃ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عکس والی صورت سے ظاہر ہوا کہ دو نابالغوں کو دے تو صحیح ہوگا کیونکہ دونوں میں سے کسی کو سبقت میں ترجیح نہ ہوئی اور ان کے لئے ایک ولی قبضہ کرے گا تو قبضہ تقسیم نہ ہوگا اور شیوع نہ ہوا، اور خانیۃ کا قول اس کی تائید کرتا ہے الخ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

عہ فی الاصل هكذا، لعل الصواب "نام"۔

۳۳۷ / ۲

ارگ بازار قندھار افغانستان

لے العقود الدریۃ باب الوصی

۱۶۱ / ۲

مجتبائی دہلی

لے درمختار کتاب الہبۃ

۵۱۴ / ۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

لے ردالمختار

مسئلہ ۹۸ از ریاست جاوہر مکان ہیڈ ماسٹر مرسلہ صاحبزادہ محمد صالح خاں ولد محمد یونس خاں
تا ۱۰۲
۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین :

(۱) محمد یوسف خاں صاحب کو وظیفہ ریس جاوہر سے ماہ بہ ماہ ملتا تھا اس تنخواہ کو تقسیم کر کے جملہ وارثوں کے نام ہبہ کر دئے اور ایک ہبہ نامہ لکھ دیا اور تاحیات واہب مذکور تنخواہ پر قابض و متصرف رہے اور جملہ موہوب لم اور زوجگان کو اپنے شامل رکھا، تنخواہ کا قبضہ کسی وارث کو نہیں کرایا تو ایسے قسم کا ہبہ نامہ بموجب کتاب ردالمحتار صفحہ ورق ۲۹۳ و ۲۹۴ کے بموجب ہبہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) اسی قدر واہب نے جو بلیاں زوجگان کو ہبہ کیں اور ہبہ نامہ میں قبضہ کا لفظ یا منعقد جلسہ ہبہ کے وقت جملہ وارثوں موہوب لم سے ایجاب قبول نہیں کرایا اور نہ آپ واہب اس وقت اس دستبندار ہوا اور شامل موہوب لم رہا، ایسے قسم کا ہبہ و ہبہ نامہ بموجب ردالمحتار بغیر قبضہ دئے ہوئے عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ہبہ نامہ دستاویز واہب خود نے ایک وصیت نامہ بھی مندرج کیا، جب تین جزب فرضی اور یہ فرض شامل مندرجہ ہبہ نامہ ہوئے ایسے قسم کا ہبہ نامہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) تنخواہ جو تھی یہ قسم فرض سے نہیں ہے ملک غیر کا ہبہ کرا دینا اور اس پر فرض تین چیزوں کو ملا کر ہبہ کر دینا واہب کا سات دو قسموں میں، پس ایسی قسم کا ہبہ و ہبہ نامہ عند الشرع جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) کوئی شخص کسی شخص کو اپنی چیز ہبہ کر دے اور اس موہوب لہ کو خبر بھی نہ ہو بغیر اس کی رضا و بغیر اس کی اجازت کے، اور نہ اس کو عوض دیا ہو، اس موہوب لہ کو چیز ہبہ کی ہوئی کو دوسروں کو ہبہ کر دئے ایسی قسم کا ہبہ جائز ہے اور دستاویز واہب جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) تنخواہ آئندہ کا ہبہ باطل ہے۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے :

وبهذا علم عدم صحة هبة ما سبت حصل
من محصول القریتین بالاولی لان الواهب
نفسه لم يقبضه بعد فكيف يملكه
اس سے معلوم ہوا کہ جو دو قریوں سے حاصل شدہ
ہو اس کا بطریق اولیٰ ہبہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ ابھی
واہب نے خود قبضہ نہیں کیا تو وہ دوسرے کو کیسے

عہ سوال کا یہ فقرہ ناتمام ہے ہبہ نامہ میں ذکر قبضہ لازم نہیں ۱۲ فقیر احمد رضا خاں قادری غفرلہ

وہذا ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مالک بنائے گا، یہ ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) جملہ وارثوں سے ایجاب قبول کرانا کچھ ضرور نہیں، ہاں واہب کا اپنا قبضہ تمام و کمال اٹھا کر موہوب لہ کا قبضہ کر دینا ضرور ہے اگر ذرا دیر کو بھی تاحیات ایسا نہ کیا ہبہ موت واہب قبل قبضہ زوجات سے باطل ہو گیا۔ اشباہ و درمختار میں ہے:

ہبۃ المشغول لا تجوز الا اذا وہب الاب لطفہ۔
دوسرے کے حق میں مشغول چیز کا ہبہ جائز نہیں
الایہ کہ والد اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کرے تو
جائز ہے۔ (ت)

مگر یہ ہبہ اگر دین مہر کے عوض کیا ہے تو صحیح ہو گیا اور قبضہ کی حاجت نہیں کہ ہبہ بالعوض بیع ہے۔ درمختار میں ہے:

لو قال و هبتك بكذا فهو بيع ابتداءً و
انتهاءً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اگر یوں کہا میں نے تجھے فلاں چیز کے بدلے ہبہ کیا
تو یہ اول آخر بیع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) ہبہ نامہ میں وصیت نامہ شامل کرنے سے ہبہ باطل نہیں ہوتا، سوال بہت گول و
مہل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تنخواہ کا جواب اوپر گزر چکا کہ وہ ہبہ نہیں ہو سکتی نہ ملک غیر کا ہبہ کرنا نافذ ہو جب تک
وہ اسے جائز نہ کر دے، مگر ایسی اشیاء کے ساتھ اپنی ملک خاص کا ہبہ کر دینا ملک خاص کے ہبہ کو
ضرر نہ دے گا جبکہ وہ چیز جدا و منقسم ہو اس غیر ملک کے ساتھ مخلوط و مشاع نہ ہو،

لان الهبة لا تفسد بالشرايط الفاسدة
بخلاف البيع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
کیونکہ ہبہ فاسد شرط سے فاسد نہیں ہوتا
بخلاف بیع کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۵) جو چیز کسی کو ہبہ کر دی اور قبضہ دے دیا اور ہبہ تمام ہو گیا وہ شے موہوب لہ کی ملک
ہوگئی، اب جو اس دوسرے شخص کو ہبہ کرتا ہے یہ پہلے ہبہ سے رجوع ہے اگر موانع رجوع سے
کوئی شے پائی جاتی ہو مثلاً جسے ہبہ کیا وہ اپنی زوجہ یا اپنا عزیز محرم مثل پسر یا برادر وغیرہ ہے
جب تو ظاہر ہے کہ اسے رجوع کا کچھ اختیار نہیں، وہ ہبہ اسی موہوب لہ کی اجازت پر موقوف رہے گا

لہ فتاویٰ خیرہ کتاب الہبہ
۱۱۱ / ۲ دار المعرفۃ بیروت
۱۵۹ / ۲ مجتہبانی دہلی
۱۶۴ / ۲ باب الرجوع فی الہبہ
۱۷۳ / ۲ درمختار بحوالہ الاشباہ
۱۷۴ / ۲ درمختار

اگر جائزہ کر دے گا جائز ہو جائے گا، رد کر دے گا باطل ہو جائے گا، اور اگر موانع رجوع نہ ہوں جب بھی رجوع کا خود بخود اختیار نہیں ہوتا بلکہ یا تو موہوب لہ کی مرضی سے ہبہ واپس کر لے یا نالیش کر کے بحکم حاکم رجوع کرے، اس کے بعد دوسرے کو ہبہ کر سکتا ہے، بغیر اس کے وہی ملک غیر کا ہبہ ہے، درمختار میں ہے:

لا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم
المحاکم لہ

دونوں فریقوں کی باہمی رضامندی یا حکم حاکم کے
بغیر رجوع صحیح نہیں ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

لا تجوز ہبۃ مال الغیر بغیر اذنیہ
واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر کے مال کا ہبہ اس کی اجازت کے بغیر جائز
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳۔ از مقام کبیر کلاں ڈاکخانہ خاص علاقہ ڈبائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللہ ٹھیکیدار

۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ والد نے اپنے فرزند کو اپنے گھر سے نکالا اور کچھ حقیقت اپنے فرزند کے نہیں رکھی، فرزند بحکم اپنے والد کے گھر سے نکل کر اجنبی مکان میں سکونت پذیر ہوا، بعد اس کے ان کے والد مقروض ہوئے اور اپنے اسی فرزند سے کہا کہ تم میرا قرضہ ادا کر دو اور میں اس کے عوض میں ایک قطعہ زمین واسطے مکان کے تمہارے نام لکھتا ہوں، چنانچہ ولد نے اپنے والد کا قرضہ ادا کر کے اُس زمین کی رجسٹری کرا لی، اب اس کے والد نے مکان کے واپس لینے کی درخواست عدالت میں دی ہے کہ میں نے اپنے فرزند کو مکان عاریتاً دیا تھا اور ملکیت کے طور پر نہیں دیا تھا، اگر والد اپنا مکان واپس کرالیں تو ولد کو بحکم شرع مجاز ہے کہ اپنے والد سے نمون واپس لیں یا نہیں، یا اس قاعدہ میں ہوگا کہ والد فرزند کے مال کا مالک ہے۔

الجواب

اگر وہ مکان اس شخص نے اپنے ولد کے نام بیع کیا جب تو ظاہر ہے کہ اُسے فسخ بیع کا کوئی اختیار نہیں، اور اگر واپس لے گا تو نمون واپس دینا پڑے گا، اور اگر ہبہ کیا اور قبضہ تامہ دلا دیا جب

۱۶۴/۲

لے درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مجتہبائی دہلی

۳۷۴/۴

لے فتاویٰ ہندیہ ۱۱۱۱ باب الاول نورانی کتب خانہ پشاور

بھی وہ مکان ملک ولد ہو گیا اور والد کو اس میں رجوع کا اصلاً اختیار نہ رہا فان المحرمیۃ تمنع الرجوع (کیونکہ محرم ہونا رجوع کے لئے مانع ہے۔) پھر اگر کسی دھوکے سے رجوع کر لی تو ظاہر کہ ولد نے جو اس کے کھنے سے اس کا قرضہ ادا کیا یہ ادا کرنا تبرعاً نہ تھا کہ اس کے صلہ میں زمین دینا قرار پایا تھا، جب زمین واپس ہو جاتے گی بلاشبہ ولد کو اپنا روپیہ واپس لینے کا اختیار ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ از شہر کانپور محلہ پریڈ مرسلہ محمد ابراہیم مسیح صدیقی ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منجملہ اپنی جائیداد غیر منقولہ کے ایک مکان اپنے پسر عمر کو دے دیا اس طرح پر کہ دفاتر سرکاری میں درخواست دے کہ زید نے اپنا نام رجسٹر مکانات میں خانہ ملکیت سے خارج کرا کے اپنے پسر عمر کو کا نام داخل کرا دیا بعدہ کرایہ نامہ مکان مذکور جو درمیان کرایہ داران اور عمر کے تحریر و تصدیق ہوتے رہے ان کرایہ ناموں پر دستخط بحیثیت مالک کے ثبت ہوا کہ، اور زید اپنی شہادت گواہ شد لکھ کر تحریر کرتا رہا، رسید کرایہ کی عمر کے دستخط اور نام سے دی جاتی تھی اور نشان کرایہ داران پر صرف عمر کی جانب سے ہوتی رہیں اور محصول سرکاری بھی از نام خزانہ سرکاری میں جمع ہوا کرتا ہے اور چند مرتبہ جب زید نے اپنی مملوکہ و مقبوضہ جائیداد کی فرد مرتب کر کے داخل سرکار یا عدالت کی ہے تو اس میں بھی اس مکان موہوبہ کو اپنی ملک درج و ظاہر نہیں کیا مگر حاصل مکان مذکور یعنی کرایہ مکان موہوبہ سے کبھی بقدر ربع کبھی ثلث اور کبھی نصف زید مذکور عمر سے واسطے مصارف خورد و نوش اپنے و اپنے اہل و عیال کے جس میں عمر و پسر زید بھی شامل شریک تھے لیا کرتا تھا اور عمر و مذکور بلا عذر بخوشی تمام بہ تعمیل حکم اپنے پدر یعنی زید کے جس قدر روپیہ وہ طلب کرتا تھا دے دیا کرتا تھا، اس قسم کے عمل درآمد کے سولہ برس کے بعد زید نے وفات پائی، خالدہ و حامدہ و خیران زید کا یہ بیان ہے کہ زید نے کسی مصلحت سے یہ مکان عمر و پسر کے نام درج رجسٹر سرکاری کرا کے قبضہ عمر کو دے دیا تھا، اور زید کا یہ قول بھی بیان کرتی ہیں کہ اس نے بارہا ظاہر کیا کہ اس نے یہ مکان عمر و کی ملک نہیں کر دیا ہے، زید کے اس قول کے شاہد بجز دختران مذکور زید کے جو وارث اور مستحق متروکہ زید کے بنی ہیں اور کوئی نہیں ہے، پس ایسی صورت میں از روئے شرع شریف فقہ حنفی یہ مکان موہوبہ تنہا ملک عمر و متصور ہوگا، اور اس کا مالک صرف عمر و قرار پائے گا، یا یہ مکان بھی متروکہ زید متصور ہو کے جملہ ورثاء پر قابل تقسیم ہوگا، بیتوا تو جسدوا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ مکان تنہا ملک عمر و ہے زید یا دیگر وارثان زید کا اس میں کچھ حق

نہیں، داخل خارج کر دینا اور وہ کارروائیاں کہ سوال میں مذکور ہیں قطعاً دلیل تملیک ہیں، اور ثبوت ہبہ کے لئے کافی و وافی ہیں، ردالمحتار میں ہے:

اذا دفع لابنه مالا فتصرف فيه الابن يكون للاب الا اذا دلت دلالة التملك، بيري، قلت فقد افاد ان التلقظ بالايجاب و القبول لا يشترط بل تكفي القران الدالة على التملك ما في الشامي قلت ومثل ما في بيري في احكام الصغار في الباب السادس من الهندية كليهما عن الملتقط.

جب بیٹے کو مال دیا اور اس نے تصرف کیا تو وہ مال باپ کا ہوگا ہاں یہ کہ کوئی قرینہ ایسا ہو جو تملیک پر دلالت کرے تو بیٹا مالک ہوگا، بیری، میں کہتا ہوں، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہبہ میں ایجاب و قبول لفظاً ضروری نہیں بلکہ تملیک کا کوئی قرینہ کافی ہے، شامی کا بیان ختم ہوا، میں کہتا ہوں مثل بیری کے احکام الصغار اور ہندیہ کے چھٹے باب کا بیان ملتقط سے منقول ہے۔ (ت)

زید کا عمر سے روپیہ مانگنا اور عمر و کا دینا کچھ منافی تملیک نہیں ہو سکتا جیسے عمر و ابتداءً مالک مکان ہوتا اور باپ کو اس کے مانگنے پر بلکہ بے مانگے اس کا کر یہ دیا کرتا، اور حامدہ و خالدہ کا وہ بیان محض دعویٰ ہے اور کوئی دعویٰ بلا دلیل مقبول نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں ہے:

لو يعطى الناس بدعوىهم لذهبوا بدماء الناس و اموالهم ولكن البيئنة على من يدعى به

محض دعویوں کی بنا پر لوگوں کو دیا جائے تو لوگ عوام کا مال اور جان ٹوٹ لیں گے، لیکن مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے (ت)

بلکہ بعد ثبوت تملیک اگر زید کا انکار ثابت بھی ہو جائے تو اصلاً نہ مفید نہ قابل اعتبار کہ بعد تمامی ہبہ ہبہ للولد سے والد کو رجوع کا اختیار نہیں لان المحرمية مانعة (کیونکہ محرم ہونا مانع ہے۔ ت) نہ بعد عقد کوئی بلا بینہ اس کے فرضی ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے،

لان من سعى في نقض ماتم من جهة فسيه مردود عليه

جو شخص اپنے تمام کئے ہوئے کو توڑنے کی کوشش کرے تو اس کی یہ سعی مردود ہے،

ردالمحتار کتاب الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۸/۴
کنز العمال بحوالہ عن ابن عباس حدیث ۱۵۲۹۶ و ۱۵۲۹۷ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۹۰/۶

کما فی الاشباہ والدر وغیرہما۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔
جیسا کہ الاشباہ اور در مختار وغیرہما میں ہے،
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و منشیانِ شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کی پہلی زوجہ سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا بالغ موجود ہیں اور زوجہ اولیٰ نے قضاہ کی، زید نے نکاح ثانی کیا، اس سے کسی اولاد میں پیدا ہوئی، زید نے زوجہ ثانیہ کے نام ایک مکان پختہ کلاں مسکونہ لکھ دیا، اولاد زوجہ ثانیہ کی دو لڑکیاں بالغ جن کی شادی ہو گئی اپنے گھروں پر موجود ہیں اور دو لڑکے ایک سات برس کا اور دوسرا پانچ برس کا نابالغ ہیں، زید ان دونوں نابالغوں کو اپنی کل جائیداد بقیہ لکھتا ہے، زید کا کچھ مال یا نقد سوائے اس جائیداد کے باقی نہ رہے گا اس صورت میں زید کی خدمت اور نابالغوں کی پرورش کون کرے گا اور کس چیز سے ان کا خرچ کیا جائے گا اور تجہیز و تکفین کون کرے گا، کون حصہ پائے گا، اور کون خدمت گزار بنے گا۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

اگر وہ اپنی بقیہ جائیداد بلا تقسیم ان دونوں کے نام ہبہ کر دے گا جب تو ہبہ ہی صحیح نہ ہوگا۔ تنویر الابصار میں ہے:

لو وہب اثنان دارا الواحد صحیح و بعکسہ
اگر دو افراد ایک شخص کو اپنا مکان ہبہ کریں تو صحیح ہے
اور اس کا عکس صحیح نہیں ہے۔ (ت)
اور اگر تقسیم کر کے ہبہ کرے گا یا بعد ہبہ تقسیم کر دے گا یا بلا تقسیم ان کے نام بیع کرے گا تو ان صورتوں میں وہ لڑکے ضرور مالک ہو جائیں گے مگر زید دیگر ورثہ کو محروم کرنے کے سبب گنہگار ہوگا۔ حدیث میں ہے:

من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ
من الجنۃ۔
جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے گا اللہ تعالیٰ
جنت سے اس کی میراث قطع فرمائے گا۔

پھر اگر زید اس بلائے عظیم کو اورٹھ لے تو بچوں کے خورد و نوش سے سوال کے کوئی معنی نہیں، وہ بچے

لے الاشباہ والنظار الفن الثانی کتاب القضاہ والشہادۃ الخ ادارۃ القرآن کراچی ۳۷۰/۱
لے در مختار کتاب الہبہ مجتہاتی دہلی ۱۶۱/۲
لے سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ادارہ احیاء سنۃ النبویہ سرگودھا ص ۱۹۸

مالکِ جائد ہو جائیں گے، اُن کے مصارف اُن کے مال سے ہوں گے جسے ان کا باپ ولایتِ صرف کرے گا اور زید کہ اب فقیر ہو گیا وہ بھی بقدر کفایت اپنا کھانا پہننا اس سے کر سکے گا،
 قال تعالیٰ من کان فقیراً فلیأکل بالعرف
 ومن کان غنیاً فلیستعفف
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ولی فقیر ہو وہ بھلائی کے طور کھائے اور جو غنی ہو تو وہ عفت اختیار کرے۔ (ت)

رہا اس کا کفن و دفن وہ اس کے مالدار وارثوں پر ہوگا،
 لان کفن المیت علی من کانت نفقته علیہ
 اعتباراً لکسوة الممات و سکناہ بکسوة
 الحیات و سکناہ کما فی رد المحتار وغیرہ
 واللہ تعالیٰ اعلم۔
 کیونکہ میت کا کفن اس شخص کے ذمہ ہے جو اس کے نفقہ کا ذمہ دار تھا، مردوں کی سکونت و لباس کو زندوں کے سکنا و لباس پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم ہے، جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶ یکم جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب اپنا مکان اپنی اولاد پر ایک عرصہ سے اپنی زندگی میں تقسیم کرنا چاہتی ہے اور اس کے وارث حسب ذیل تھے، ایک لڑکی ہندہ اور زید، بکر، عمر و تین لڑکے۔ جن میں سے ہندہ نے انتقال کیا اور قبل انتقال اس نے کہا کہ میرا حصہ میرے بھائی مستی عمر کو ملنا چاہئے، اور مسماۃ زینب اصل مالکہ مکان ابھی زندہ ہے اور وہ خود چاہتی ہے کہ ہندہ کا حصہ عمر کو دیا جائے، تو ایسی حالت میں کتنا زید کتنا بکر کتنا عمر کو حصہ ملنا چاہئے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

تینوں کو برابر ملنا چاہئے، ہندہ کا کوئی حصہ نہ تھا نہ اُس کی وصیت کا کچھ اثر، ہاں اگر زید و بکر راضی ہوں تو جتنا حصہ چاہیں ہندہ کا قرار دے کر عمر کو زیادہ دے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲ از رامپور گھیرنجو خان مرسلہ حافظ قرۃ العین صاحب امام مسجد ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ایک مسماۃ عمر تخمیناً ۸۸ سال ساکنہ میرٹھ جو عرصہ سے

بعوارض مختلفہ بیمار تھی اور محض لاولد اور صاحبِ جائداد منقولہ وغیر منقولہ تخمیناً پندرہ سولہ ہزار روپیہ کے انتقال سے قبل تخمیناً دو ماہ بعارضہ پش و اسہال مبتلا ہو کر اس میں انتقال ہو گیا، ایک اس کی حقیقی بہن یعنی متوفیہ کی میرٹھ میں اس کے پاس رہا کرتی تھی اور ایک بہن اور ایک بھائی حقیقی شہر رامپور میں رہتے ہیں، اُس بہن نے جو میرٹھ میں رہتی ہے بطبع مال و اسباب و جائداد رامپور والے بھائی بہن کو اس مرض موت و انتقال سے خبر نہ کی، اور ایک ہبہ نامہ متوفیہ کی طرف سے اس حالتِ مرض میں جان کر کہ یہ جانبر نہ ہو سکے گی اپنی ایک پوتی اور ایک نواسی کہ ہر دو نابالغ ہیں ہبہ نامہ تحریر کر کے اپنے میل کے دو آدمیوں سے کہ وہ محض اجنبی تھے اور کوئی رشتہ نہیں رکھتے تھے رشتہ دار متوفیہ کا بنا کہ بغرض شہادت ذریعہ کمیشن گھر بلا کر تصدیق کرادیا اور ہبہ نامہ میں ایک مکان سکونہ کہ جو اس متوفیہ کا تھا اور تادمِ مرگ اسی مکان میں مع مال و اسباب رہی اور ایک مکان مع چہار دکانیں کہ جو تخت میں پشت پر واقع ہیں اور انھیں کی چھت پر مکان بنا ہوا ہے اور ان دکانوں میں ایک مدت سے کرایہ دار متوفیہ کی طرف سے چلے آتے ہیں، اس سب جائداد جسز و کل کا ایک ہبہ نامہ مشاع دونوں نابالغوں کے نام مالیت پانچ ہزار روپیہ قرار دے کر بولایت اپنے اس بہن نے جو پاس متوفیہ کے رہا کرتی تھی تصدیق کرادیا۔ بشہادت انھیں اشخاص کے جن کو رشتہ دار متوفیہ کا بنایا تھا، اور خود سب جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر بعد وفات اپنی بہن کے قابض بن بیٹھی، دوسرے روز مرنے سے متوفیہ کے چند اشخاص کہ جو بتقریب شادی سرکار والی ریاست رامپور کے آئے تھے ان سے خبر متوفیہ کے بھائی کو معلوم ہوئی، بھائی بجز سنے خبر فوت بہن کے تیسرے روز سوم کے وہاں پہنچا تو یہ کارروائی دیکھی اور سنی کہ ہبہ نامہ لکھا گیا، اور ہم دونوں بہن بھائی کی حق تلفی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

پس علمائے دین سے اب سوال یہ ہے کہ یہ ہبہ مشاع جائز ہے یا ناجائز؟ اور نانی نے نابالغوں کی طرف سے ولی بن کر قبضہ کیا باوجودیکہ باپ نابالغ کا وہیں میرٹھ میں موجود ہے، یہ قبضہ کر لینا نانی کا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

سوم یہ کہ پوتی اس کی رامپور میں اپنی ماں کی پرورش میں ہے بغیر اطلاع و بلا اجازت پوتی اور ہونے ماں کے قبضہ دادی کا صحیح ہے کہ نہیں؟

چہارم یہ کہ وہ متوفیہ اپنے مکان سکونہ میں تادمِ حیات مع مال و اسباب اپنے کے رہی، تادمِ مرگ خالی نہیں گیا، اس صورت میں قبضہ ہو گیا یا نہیں؟

پنجم یہ کہ بعض جائداد موجودہ پر اگر قبضہ ہو جائے اور بعض پر نہ ہو تو موجب نقصان ہبہ ہے یا نہیں؟

ششم یہ کہ اگر مکان مسکونہ میں متوفیہ تادم حیات خود رہی بعد تحریر ہبہ نامہ کے اور باقی مکان دکانیں میں اسی متوفیہ کے کرایہ دار تھے اور کوئی امر جدید جو موجب قبضہ ہوتا تاحیات متوفیہ عمل میں نہیں آیا تو موجب بطلان ہبہ ہوا یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ ہبہ جزئاً وکلاً تمام وکمال باطل اور بے اثر محض ہے وہ سب حبا نداد متروکہ عورت ہے اس کے وارثوں پر حسب فرائض تقسیم ہوگی بہن کی پوتی نواسی اس میں سے اس عقد تحریر کی بنا پر ایک جبہ نہیں پاسکتیں، نہ از روئے ہبہ، نہ بروئے وصیت کہ مرض الموت کا ہبہ اگرچہ حکماً وصیت ہے، حقیقہً ہبہ ہے اگر مہوب لہ کے قبضہ تامہ شرعیہ سے پہلے واہب کا انتقال ہو جائے باطل محض ہو جاتا ہے، ہندیہ میں محیط سے ہے:

قال فی الاصل ولا تجوز هبة المريض
ولا صدقته الامقبوضة فاذا قبضت
جانزت من الثلث واذا مات الواهب
قبل التسليم بطلت يجب ان يعلم ان
هبة المريض هبة عقدا وليست بوصية
واعتبارها من الثلث ما كانت
لانها وصية معنی لان حق
الورثة يتعلق بمال المريض
وقد تبرع بالهبة فيلزم تبرعه
بقدر ما جعل الشرع له وهو الثلث واذا كان هذا
التصرف هبة عقدا شرط له سائر شرائط الهبة
ومن جملة شرائطها قبض الموهوب له قبل
موت الواهب

اصل میں فرمایا ہے مرض کا ہبہ یا صدقہ صرف وہی صحیح ہوگا جس پر اس نے قبضہ دے دیا ہو، تو جب قبضہ دے دیا تو اس کے تہائی مال سے جائز ہوگا اور اگر وہ قبضہ دینے سے پہلے فوت ہو گیا تو ہبہ باطل ہو جائے گا، یہ جاننا ضروری ہے کہ مرض کا ہبہ عقد کے اعتبار سے ہبہ ہے وصیت نہیں ہے اور اس میں تہائی مال تک جتنا بھی اس کا اعتبار ہے اس لئے ہے کہ وہ معنی وصیت ہے اس لئے کہ اس کے مال سے ورثاء کا تعلق ہے اور ہبہ کر کے تبرع کیا ہے تو تبرع میں اتنا ہی دیا جاسکتا ہے جتنا شریعت نے اس کو حق دیا ہے اور وہ تہائی حصہ ہے اور جب مرض کا یہ تصرف عقد کے لحاظ سے ہبہ ہے تو اس میں ہبہ

کے شرائط معتبر ہوں گے جبکہ اس کے جملہ شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ واہب کی موت سے قبل مہوب لہ کا

قبضہ ہو۔ (ت)

احمدیہ سنہ ۱۴۰۲ھ الباب العاشر فی ہبۃ المريض نورانی مکتب خانہ پشاور ۴۰۰/۴

یہاں جبکہ جائداد قابل قسمت ہے اور دو شخصوں کو بلا تقسیم ہبہ کی گئی ہبہ مشاع ہو اور ہبہ مشاع ناجائز ہے، تنویر میں ہے :

وہب اثبات دارالواحد صحیح و
وبعکسہ لا۔
در مختار میں ہے :

للشیوع فیما یحتمل القسمة۔
اور جبکہ تسلیم بالتقسیم سے پہلے واہبہ نے انتقال کیا ہبہ بالاجماع باطل ہو گیا

ای علی مذہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
اشار بالاجماع الی ارتفاع النزاع
فی ان ہبۃ المشاع فاسدۃ تفید الملك
بالقبض ام باطلۃ فلا تفید اصلاً و ذلك
لان الموت قبل التسليم يبطل اتفاقاً
ولو ہبۃ صحیحۃ فضلاً عن
فاسدۃ۔

قابل تقسیم چیز میں شیوع کی وجہ سے (ت)
یعنی امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب
پر اور اجماع کا اشارہ اس لئے کیا کہ مشاع
چیز کا ہبہ فاسد ہو تو قبضہ کے ساتھ مفید
ملک ہو گا یا وہ باطل ہو تو ملکیت کیلئے اصلاً مفید
نہ ہو گا اس بات میں نزاع ختم ہو گیا، یہ اس لئے
ہے کہ قبضہ دینے سے قبل واہب کی موت ہبہ
کو بالاجماع باطل کر دیتی ہے اگرچہ ہبہ صحیح ہو
تو فاسد کا ذکر ہی کیا رہا۔ (ت)

در مختار میں ہے :

والیم موت احد المتعاقدين بعد التسليم
ولو قبله بطل ۳

میم سے فریقین میں سے ایک کی موت قبضہ دینے
کے بعد مراد ہے اور موت قبل از تسلیم ہو تو
باطل ہو جائے گا۔ (ت)

سوال اول کا جواب ہو گیا بلکہ یہاں اسی قدر کافی تھا۔

دوم نابالغہ نو اسی اگر نانی کے پاس رہتی تھی نانی کے قبضہ میں تھی تو جو ہبہ اس کے لئے ہوا

۱۶۱/۲	مجتبائی دہلی	کتاب الہبۃ	۱۶ در مختار
۱۶۱/۲	"	"	۱۶ در مختار
۱۶۱/۲	"	کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ	۱۶

نانی کا اس پر قبضہ جائز و موجب تمامی ہبہ تھا، اگر ہبہ مشاع نہ ہوتا اس صورت میں باپ کا اسی شہر میں موجود ہونا نانی کے قبضہ کا مانع نہیں، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ، ہاں اگر نواسی اس کے قبضہ میں نہ ہو تو باپ کے ہوتے نانی وغیرہ کسی کا قبضہ جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان وہب لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ و هو الاب ثم وصیہ ثم المحدث ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم وعندہم مہم تتم بقبض عن یعولہ کعمہ واجنبی لوفی حجرہما والا لالنفوات الولایۃ لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح هو الجواز۔

اگر نابالغ کو اجنبی نے ہبہ دیا تو اس کے ولی کے قبضہ سے ہبہ تام ہو جائے گا، ولی ترتیب وار، باپ پھر اسکا وصی، پھر دادا پھر اسکا وصی اگرچہ بچہ انکے پاس نہ ہو اور اگر مذکور لوگ نہ ہوں پھر جس نے بچے کو اپنا عیال بنایا بشرطیکہ بچہ ان کے پاس ہو مثلاً چچا اور کوئی اجنبی کہ اس کے قبضہ سے بچے کے لئے ہبہ تام ہوگا اگر تو خیر الذکر لوگوں کے پاس بچہ نہ ہو تو ان کا قبضہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ ایسی صورت

میں ان کو ولایت نہیں ہے، لیکن برجندی میں ہے کہ عیال میں لینے والا بچے کے والد کی موجودگی میں قبضہ کرے تو اختلاف ہے، بعض نے کہا جائز نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہوگا۔ (ت) عالمگیر یہ میں ہے:

اختلف المشائخ فیہ والصحیح الجواز ہکذا فی فتاویٰ قاضی خان وبہ یفتی ہکذا فی الفتاویٰ الصغری۔

اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے، فتاویٰ قاضی خان میں یونہی ہے اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

سوم پوتی کہ ماں کی پرورش میں ہے اس کے ہبہ پر وادی کا قبضہ جائز نہیں اگرچہ اسی شہر میں ہو کما تقدّم عن الدار من قولہ والا لالنفوات الولایۃ (جیسا کہ درمختار میں گزرا کہ عیال میں ہو تو جائز ورنہ نہیں کیونکہ ولایت نہ پائی گئی۔ ت)

۱۶۰/۲	مجتبائی دہلی	کتاب الہبۃ	۱۶۰/۲
۳۹۳/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الہبۃ الباب السادس	۳۹۳/۴
۱۶۰/۲	مجتبائی دہلی	کتاب الہبۃ	۱۶۰/۲

چہارم اس صورت میں قبضہ نہ ہوا، درمختار میں ہے،

الموہوب ان مشغولا بملك الواهب منع
تمامہا
کہ موہوب جب ملک واہب میں مشغول ہو تو تمامی
ہبہ سے مانع ہوتا ہے (ت)

پنجم دو موہوب چیزوں میں ایک پر قبضہ تامہ مستقلہ اگر بغیر دوسرے پر قبضہ کے ہو جائے تو
جس پر قبضہ ہو اس کا ہبہ تام ہو گیا، اور اگر دو شخصوں کو ہبہ مشاع تھا یا ایک شے دوسرے کی جز
یا اس سے مثل جز متصل یا مشغول ہے تو اس پر قبضہ، قبضہ نہیں، عالمگیرہ میں ہے:

لو وہب دارا فيها متاع الواهب وسلم
الدار اليه او سلمها مع المتاع
لم تصح، ولو وهب المتاع دون الدار
وخلى بينه وبينه صح وان وهب
له الدار والمتاع جميعا وخلى بينه
وبينهما صح فيهما جميعا، وان
فرق في التسليم، نحو ان يهب
احدهما وسلم ثم وهب الاخر وسلم
ان قدم هبة الدار لا تصح وفي
المتاع تصح وان قدم هبة المتاع
فالهبة صحيحة فيهما جميعا
ولو وهب الارض دون الزرع او
الزرع دون الارض وخلى لم تصح
في الوجهين لان كل واحد منهما
متصل لصاحبه اتصال جزئ
بجزء قصاص بمنزلة هبة المشاع
فيما يحتمل القسمة ولو وهب

اگر ایسے مکان کا ہبہ کیا جس میں واہب کے سامان
موجود ہے اور مکان یا مکان مع سامان کا قبضہ
دیا تو صحیح نہ ہوگا، اور اگر سامان صرف ہبہ کیا
اور واہب نے سامان کا تخلیہ موہوب لہ کو کر دیا
تو ہبہ صحیح ہوگا، اور اگر مکان مع سامان ہبہ کیا
اور تخلیہ کر دیا تو دونوں کا ہبہ صحیح ہوگا اور مکان
اور سامان کا ہبہ معاً نہ کیا بلکہ یکے بعد دیگرے کیا
تو اگر پہلے مکان ہبہ کیا اور قبضہ دے دیا تو مکان
میں ناحب نہ اور سامان میں حبانہ
ہوگا اور اگر پہلے سامان ہبہ کر کے
اس کا قبضہ دے دیا تو دونوں کا
ہبہ صحیح ہوگا۔ اگر زمین کا
بغیر فصل یا فصل کا بغیر زمین ہبہ کیا اور قبضہ کیلئے
تخلیہ کر دیا ہو تو دونوں صورتوں میں ہبہ صحیح
نہ ہوگا کیونکہ زمین اور اس پر فصل کا اتصال
جزئیت والا ہے تو یہ قابل تقسیم مشاع چیز کے
ہبہ کی طرح ہے، اور دونوں کو علیحدہ علیحدہ ہبہ کیا

اور قبضہ دونوں کا معاویا تو دونوں کا ہیہہ جائز ہوگا اور قبضہ علیحدہ علیحدہ دیا دونوں کا ہیہہ درست نہ ہوگا خواہ دونوں میں جس کو چاہے مقدم موخر کرے، سراج الوہاج میں یوں ہے (ملخصاً) (ت)

کل واحد منهما علیحدۃ ان جمع فی التسلیم جازت فیہما وان فرق لا تجوز فیہما ایہما قدم کذا فی السراج الوہاج (ملخصاً)۔
ششم ہاں اس صورت میں قبضہ نہ ہو اور قبل قبضہ موت موجب بطلان ہیہہ ہے، درمختار اور ردالمحتار میں ہے،

الاشباہ میں ہے مشغول چیز کا ہیہہ ناجائز ہے الایہ کہ باپ اپنے نابالغ بیٹے کو ہیہہ کر کے خود سکون پذیر بھی ہو تو جائز ہے، اگر نابالغ بیٹے کو باپ نے مکان ہیہہ کیا جبکہ اس میں کوئی غیر سکون پذیر ہے اگر یہ سکونت پہلے سے بغیر اجارہ سکونت اور غیر کی وہ سکونت اجارہ کے طور

فی الاشباہ ہبۃ المشغول لا تجوز الا اذا وہب الاب لطفله دارا والاب ساکنہا ولو وہب طفله دارا یسکن فیہا قوم بغیر اجر جاز ویصیر قابضاً لابنہ لا لوکات باجر (ملخصاً)، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہے تو ہیہہ جائز ہوگا باپ کا قبضہ ہی بیٹے کا قبضہ ہو جائے گا، اور غیر کی وہ سکونت اجارہ کے طور پر ہے تو ہیہہ صحیح نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از کانپور مرسلہ کریم احمد معرفت عم اونبی احمد سوداگر عطر بازار کلاں بریلی

۹ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ذاتی روپے سے ایک قطعہ مکان اپنی اہلیہ کے نام خرید کیا تھا اور بیغنامہ اپنی بی بی کے نام لکھوایا نہ اپنے نام سے بعد خریداری مکان زید اور اس کی بی بی نے ایک ساتھ مکان مذکور کے بالاخانہ پر سکونت اختیار کی اور مکان مذکورہ کے کل حصہ زیریں میں زید کا تجارتی مال ہمیشہ رہا کیا اور اب تک موجود ہے، خریداری مکان سے عرصہ تین سال کے بعد ہاؤس ٹیکس جاری ہوا جسٹریٹ ہاؤس ٹیکس کے خانہ ملکیت میں زید نے اپنا نام خود درج کرایا اور ٹیکس کارروپیہ بھی تاحین حیات خود ادا کرتا رہا، اور مرمت مکان بھی

۳۸۰/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبۃ
۱۵۹/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب الہبۃ	لہ درمختار
۵۱۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	ردالمختار	

اپنے صرف ذاتی سے خود کو تارہا، اب زید کا انتقال ہو گیا، بموجب حکم شرع شریف کے وہ مکان ملک خاص زوجہ زید کا ہو گا یا یہ کہ زید کے سب ورثہ میں مشترک ہو گا؛ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

اگر زید نے وقت ایجاب و قبول بیع بنام زوجہ کرانی مثلاً بائع سے کہا یہ مکان میں نے اپنی بی بی کے نام خرید بائع نے کہا میں نے تیری بی بی کے ہاتھ بیچا جب تو اس مکان کی مالک زوجہ ہوئی جبکہ زوجہ نے وہ بیع اپنے نام جائز رکھی، درمختار میں ہے،

لو اشترى لغيره نفعاً عليه اذ المريضه الى
غيره فلو اضافه بان قال بع لفلان فقال
بعته لفلان توقف، بزازیة وغیرھا۔
بیع کر اور جواب میں دوسرا کہے میں نے یہ فلاں کے لئے بیع کی، تو اس غیر کی اجازت پر موقوف رہے گی
بزازیہ وغیرہ۔ (ت)

اور اگر زید نے خریداری زوجہ کے نام نہ کی پھر بیع نامہ میں زوجہ کا نام لکھا دیا تو مالک زید ہوا اور بیع نامہ میں زوجہ کا نام لکھنا زوجہ کے لئے ہیبت کہ بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا، اور جبکہ زید خود بھی اس مکان میں رہا اور اپنا اسباب رکھا اور کبھی خالی کر کے زوجہ کو قبضہ نہ دیا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ ہیبت باطل ہو گیا، مکان ملک زید ہے، حسب فرائض وراثت زید پر منقسم ہو گا۔ درمختار میں ہے،

تم الهبة بالقبض الكامل ولو الموهوب
شاغلاً لملك الواهب لا مشغولاً به۔
ہیبت کا بل قبضہ تمام ہوتا ہے اگرچہ موهوب شاغل بملك واهب ہو، اور
اگر موهوب چیز واهب کی ملک میں مشغول ہے تو تمام نہ ہو گا (ت)

اسی میں ہے،

والميم موت احد المتعاقدين بعد التسليم
فلوقبله بطل۔^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔
”م“ سے مراد فریقین میں سے ایک کی موت
بعد قبضہ ہے اور اگر قبضہ سے قبل موت ہو تو
ہیبت باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۱ / ۲

مطبع مجتہدانی دہلی

فصل فی الفضولی

۱۔ درمختار کتاب البیوع

۱۵۹ / ۲

”

کتاب الہبۃ

۲۔ درمختار

۱۶۱ / ۲

”

باب الرجوع فی الہبۃ

۳۔

مسئلہ از کانپور مچھلی بازار آوردہ محمد شریف صاحب ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بچہ نے اپنی حیات میں جو جائداد غیر منقولہ خرید کی وہ کچھ اپنے نام سے اور کچھ اپنے دوپسران نابالغ کے نام سے خرید کی اور ہمیشہ ہر دو جائداد پر بکر قابض رہا اور اس کی آمدنی کرایہ بھی بکر اپنے تصرف میں لایا، بچہ نے جو جائداد نابالغ لڑکوں کے نام سے بیعنامہ کرائی تھی اس کی از سر نو تعمیر و مرمت بچہ نے اپنے روپے سے کی جیسے اپنی جائداد کی کرتا تھا، کوئی حساب علیحدہ نابالغان کے نام جائداد کا نہیں رکھا، بکر تجارت پیشہ تھا اور اس کی تجارت کا مقام کلکتہ میں تھا اور جائداد دوسرے مقام میں تھی، بچہ نے انتظام جائداد غیر منقولہ کل وصولیت کرایہ و مرمت از سر نو تعمیر جن لوگوں کے سپرد کیا تھا ان کو بھی بکر کی کوئی ہدایت ایسی نہ تھی کہ ہر دو جائداد کی مرمت و کرایہ وغیرہ کا حساب علیحدہ رکھا جائے، کچھ کرایہ اور از نام نابالغان والی جائداد کے ایسے ہیں جن کا بکر سے تجارتی کاروبار تھا، ہمیشہ ان لوگوں نے کرایہ و آمد مال بکر کا ایک ہی ساتھ میں بکر کے نام سے جمع کیا یعنی اپنے ہی کھاتہ میں لکھا اور اس کا روپیہ بھی بکر ہی کو دیا، اور بکر نے کبھی ایس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بکر نے ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۰ء میں دو یادداشتیں بطور چٹھا کے بنائیں اور اس میں کل جائداد اپنی اور جو دو لڑکوں کے نام ہے اس کی قیمت لکھی، اور جو روپیہ نقد و از قسم نوٹ وغیرہ تھے وہ لکھے اور لینا دینا جو لوگوں کے ذمہ تھا وہ لکھا، بکر ۱۹۱۱ء میں بیمار ہو کر شروع ۱۹۱۲ء میں قضائے الہی سے فوت ہو گیا اور اپنے وارثان چند لڑکے اور لڑکیاں اور زوجہ کو چھوڑا، اب بحکم شرع شریف وہ جائداد جو ان دو پسروں کے نام ہے وہ کل وارثان پر تقسیم ہوگی یا اس کے وہی دوپسران مالک رہے؛ فقط۔

الجواب

بکر نے اگرچہ جائداد خریدی مگر آپ خرید کر اپنے دو بچوں کے نام بیعنامہ کرانا اس کی طرف سے ان کے لئے ہیہ ہے، منع الغفار و ردالمحتار میں ہے؛

اشتری لها فی صغرہا و بعد ما کبرت و سلم
الیہا و ذلک فی صحۃ فلا سبیل للورثۃ
علیہ و یكون للبنت خاصة۔
بیٹی نابالغ یا بالغ کے لئے کوئی چیز والد نے خرید کر
قبضہ دے دیا اور والد نے یہ عمل اپنی صحت و
تندرستی میں کیا تو ورثہ کا اس چیز پر کوئی دخل
نہ ہوگا وہ خالص بیٹی کی ہوگی (ت)

سائل نے زبانی انہار کیا کہ وہ جائداد جو بچوں کے نام خریدی دو مکان ہیں ہر ایک بڑا اور قابل تقسیم ہے اور ہر ایک میں دونوں لڑکے بلا تقسیم شریک رکھے گئے ہیں، ایسا ہے تو یہ ہبہ مشاع ہوا اور ہبہ مشاع باطل ہے، جب بکر بلا تقسیم بے قبضہ بعد تقسیم دینے کے مرگیا ہبہ معدوم محض ہو گیا، اور ان مکانوں میں بچوں کا کوئی حق سوائے وراثت نہ رہا۔ تنویر الابصار میں ہے:

اشنان دار الواحد صح و بعكسه لا۔
اگر دو افراد نے اپنا مکان ایک شخص کو ہبہ کیا تو یہ صحیح ہے اگر اس کا عکس ہو تو صحیح نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں علامہ خیر علی سے ہے:

دونوں بالغ ہوں یا نابالغ یا ایک بالغ دوسرا نابالغ، ان سب صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ (ت)

لا فرق بین ان یکونا کبیرین او صغیرین
او احدہما کبیرا و الاخر صغیرا۔

در مختار مواعظ رجوع میں ہے:

”م“ سے مراد ”فریقین میں سے ایک کی بعد از قبضہ موت ہے“ اگر قبضہ سے قبل موت ہو تو ہبہ باطل ہو گا ہبہ بلا۔ (ت)

المیم موت احد العاقدین بعد التسليم فلو قبله
بطل۔

یہ سب اس صورت میں ہے کہ زبانی خریداری میں بچوں کا نام نہ لیا کہنے لے یا مطلق خرید یا اور بیع نامہ میں بچوں کا نام لکھا دیا کہ اس صورت میں ملک بکر کی ہوئی اور ان کے نام کرادینا بکر کی طرف سے ان کو ہبہ اور عام طور پر یہی طرقتہ رائج ہے، ہاں اگر یہ صورت ہوئی ہو کہ نفس گفتگوئے خریداری میں بچوں کے نام خرید یا مثلاً بائع سے کہا یہ مکان اتنی قیمت پر میرے ان دو بچوں کے ہاتھ بیع کر دے، اس نے کہا میں نے ان کے ہاتھ بیع کئے، اس نے کہا میں نے ان کی طرف سے قبول کئے، تو اس صورت میں اصل بیع ان دونوں کے نام ہوئی اور وہی اصالتاً ان مکانوں کے مالک ہوئے، زر ثمن کہ بکر نے اپنے پاس سے ادا کیا وہ تبرع و احسان ہوا جس کا معاوضہ نہیں، اس تقدیر پر بیشک دونوں مکان ملک نابالغان ہیں اور تمام کاروبار کاغذات حساب و کتاب میں بکر کا ان کو اپنی ملک سے جدا نہ شمار کرنا کچھ مضر نہیں کہ بحکم ولایت اسے اس کا

۱۶۱/۲

مطبع مجتباتی دہلی

کتاب الہبہ

۱۵ در مختار

۵۱۳/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

”

۱۶ در مختار

۱۶۱/۲

مطبع مجتباتی دہلی

”

۱۷ در مختار

اختیار تھا یہاں تک کہ متولی وقف کو بوجہ ولایت ہی اپنی ملک سے تعبیر کرتا ہے، وکیل ملک موکل کو اپنی ملک کہتا ہے، عالمگیر یہ بھی ہے؛

اگر محدود زمین پر اپنا دعویٰ کیا اور پھر بعد میں اس زمین کے وقف ہونے کا دعویٰ کیا تو اس صورت کا صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اپنی تولیت میں وقف کا دعویٰ کیا تو دونوں دعویوں میں موافقت ہو سکتی ہے کیونکہ عادتاً وقف تصرف اور خصوصیت میں متولی کی طرف منسوب ہوتا ہے (ت)

لو ادعی المحدود لنفسه ثم ادعی انه وقف الصحيح من الجواب ان كان دعوی الوقفية بسبب التولية يحتمل التوفيق لان في العادة يضاف اليه باعتبار ولاية التصرف والخصوصية.

اور اگر فرض کیجئے کہ اس سے بچہ کی مراد ان مکانوں کا خود مالک بننا ہی تھا، جب اصل گفت گوئے بیع لڑکوں کے نام ہوئی ان کی ملک ثابت ہوگئی، پھر بچہ اسے اپنے نام کیونکہ منتقل کر سکتا ہے، اس صورت میں مکان وراثت سے بری ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مستفسرہ عبد اللہ صاحب بہاری روز چہار شنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے کی شادی ہوئی، قریب عمر ۹، ابرس کے تھی، نکاح کی اجازت لڑکی کے والد نے دی اور اس برات میں آپس میں نزاع ہوگئی، نکاح دو دن نہیں ہوا، تیسرے دن وقت ۱۰ بجے دن کے نکاح ہوا، بعد مغرب ۸ بجے رات کو رخصت لڑکی کو کر کے ۹ بجے واپس چلی گئی، بعد دو سال کے لڑکے کا انتقال ہو گیا، بروقت جنازہ تیار ہونے کے لڑکی کے باپ نے مہر معاف کیا، اب جو مال یعنی زیور جو لڑکے کے والد نے شادی میں چڑھایا تھا وہ طلب کرتا ہے تو لڑکی کا والد کہتا ہے کہ میرا مہر دو جب دوں گا، اب اس حالت میں جائز ہے یا نہیں؟ شرع سے جو حکم ہو وہ تحریر ہو جائے۔

الجواب

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور باپ نے مہر معاف کیا تو یہ معافی محض باطل ہے اور مہر کا اپنی دختر کیلئے اسے مطالبہ پہنچتا ہے، یونہی اگر وقت معافی مہر دختر بالغہ تھی اور باپ نے اس کی اجازت کے بغیر معاف کیا نہ بعد معافی عورت نے اسے جائز کہا، جب بھی مہر معاف نہ ہوا، اور مطالبہ صحیح ہے، ہاں اگر وقت

معافی دختر بالغہ تھی اور اس کی اجازت سے باپ نے معاف کیا یا بعد کو اُس نے یہ معافی منظور کر لی تو مہر معاف ہو گیا اب اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا، نہ اب اس کے لئے پڑھا واروک سکتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شاہجہان پور محلہ باروزئی مرسلہ جناب عبدالغنی صاحب، شعبان ۱۳۳۳ھ
زید نے اپنے عین حیات و صحت ذات و ثبات عقل میں چند ظروف مسی وغیرہ پر اپنے بیٹے عمرو
کا نام کندہ کر دیا اور ظاہر کیا کہ یہ عمرو کے واسطے ہیں، چند مدت کے بعد زید مر گیا، اب وہ ظروف
وغیرہ جن پر نام کندہ کئے ہوئے ہیں آیا مال متروکہ مشترکہ میں شامل ہو کر سب وارثوں میں تقسیم ہونگے
یا وہ ظروف مستثنیٰ کر کے تقسیم ہونگے؟

الجواب

اگر عمرو وقت ہبہ نابالغ تھا ہبہ تمام ہو گیا اور وہ ظروف ملک عمرو ہونگے، ترکہ میں شامل
نہ ہوں گے، یونہی اگر عمرو بالغ تھا اور زید نے وہ برتن خالی کر کے اس کے قبضہ میں دے دیئے
جب بھی وہ متروکہ نہیں، ملک عمرو ہیں، ہاں اگر اس وقت عمرو بالغ تھا اور زید نے ان ظروف کو
عمرو کے قبضہ نامہ میں نہ دیا یہاں تک کہ زید کا انتقال ہو گیا تو وہ ہبہ باطل ہو گیا، ظروف مثل باقی
متروکات ورثہ پر تقسیم ہوں گے والمسائل مشہورۃ فی عامۃ الکتب مسطورۃ (اور یہ مسائل
مشہور ہیں اور عام کتب میں موجود ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از چندوسی ضلع مراد آباد، سرتاج علی خاں طالب علم درجہ نہم (ایس۔ ایس۔ ایم)
ہائی اسکول چندوسی ۴، ذوالقعدہ ۱۳۲۳ھ

ایک مسماۃ نے اپنا چھٹا حصہ جو کہ شرعاً اس کے بیٹے کے ترکہ میں سے اس کی موجودگی میں مرجانے
کی وجہ سے نکلتا تھا یہ صحت نفس و ثبات عقل اپنے یتیم پوتوں اور بیوہ بہوپرہ ازراہ شفقت بخشش کیا
اور قبضہ مالکانہ بھی دلا دیا، اب اس کا بیٹا یعنی اس کے پوتوں کا چچا اس چھٹا حصہ کو مانگتا ہے اور مسماۃ
کے انتقال کو عرصہ ۴ برس کا ہوا، دریافت طلبت امر ہے کہ شرع نے اس حق درحق کی میعاد کتنی مقرر
کی ہے یعنی کتنے دنوں تک یہ حق لیا جاسکتا ہے؟

الجواب

سائل نے کچھ بیان نہ کیا کہ اس کا چھٹا حصہ کیا ہے اور اس کا چھٹا حصہ کہ عورت کو پہنچا تھا
پوتوں اور بیوہ پر تقسیم کرنے سے ہر ایک حصہ میں جتنا ٹکڑا پڑے قابل انتفاع رہے گا یا نہیں، اور

عورت نے اس کے جدا جدا ٹکڑے کر کے ہر موہوب لہ کو الگ الگ قابض کر لیا یا مجموعی حالت میں ان سب کو ہیہ کیا، اور وہ پوتے بالغ ہیں یا بعض یا سب نابالغ، اور جو نابالغ ہیں کس کی پرورش میں ہیں، اور ان کی طرف سے کس نے قبضہ کیا، اور وہ بہو اور پوتے سب صاحب نصاب ہیں یعنی ان میں ہر ایک چھپن روپے یا زیادہ کے مال کا مالک ہے یا بعض صاحب نصاب ہیں بعض فقیر یا سب فقرا، اور یہ چھٹا حصہ کہ اس نے ہیہ کیا باقی جائداد میں ملا ہوا تھا یا الگ کر لیا تھا، ان تمام باتوں پر جدا احکام ہوں جن کی تفصیل میں طول ہے اور سائل کی غرض صرف ایک صورت سے متعلق ہوگی، لہذا ان آٹھوں باتوں کا جواب مفصل بیان لکھنے پر اس خاص صورت کا جو حکم ہوا بتایا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸ از شہر کنتہ، مسئلہ سید نور اللہ محرز دار الافتاء بروز دوشنبہ ۹ رذی الحجہ ۱۳۲۳ھ (زید نے اپنے بیٹے بکر کے نام ایک مکان لکھا) بکر سے بجالت مرض الموت بکر کے اس فح رنج دے کر طوعاً و کرہاً بکر کے نام کا مکان زید نے اپنی دوسری زوجہ غیر کفو کے نام لکھا دیا، کیا یہ ہیہ جائز ہے یا فاسد؟

الجواب

اگر بکر کے نام کا ہیہ صحیح اور قبضہ خالص سے تام ہو گیا تھا تو یہ ہیہ بے رضائے مالک ہوا باطل اگر مالک بے اجازت مر گیا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از بجنور مرسلہ مولوی محسن علی خاں صاحب منصف ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے زیور نقرئی و طلائی اور ظروف دیگر و سامان اس نیت و ارادہ سے تیار کر لیا کہ وہ اپنی دختر ناکتخدا کے عقد نکاح کے بعد رخصت کے وقت جہیز میں دے گا، چنانچہ بعض لوگوں کو یہ سامان دکھلا کر یہی بیان بھی کیا مگر قبل اس کے کہ نوبت عقد و رخصت دختر مذکور کی پہنچے اس نے قضا کی، ایسی حالت میں وہ زیور، ظروف و سامان ترکہ متوفی قرار پائے یا دختر مذکور تنہا اس کی مالک و مستحق سمجھی جائے۔

الجواب

کوئی تملیک محض نیت و ارادہ سے نہیں ہو سکتی نہ مجرد اظہار ارادہ کہ میں نے اس لئے بنوائے یا یہ مال فلاں کو دوں گا کوئی اثر ملک پیدا کر سکے۔ اصلاح و ایضاح میں ہے :
 الرهبۃ ہی فی الشرع تملیک مال للحال شرع میں فی الحال مال کا بغیر عوض کے مالک بنانا بلا عوض ہے
 ہیہ کہلاتا ہے (ت)

لہ اصلاح و ایضاح

بلکہ اگر دختر اس جہیز کے تیار کرتے وقت بالغ تھی یعنی اُسے حیض آیا تھا یا پندرہ سال کامل کی عمر ہو چکی تھی اور جہیز بنو کر اس کے باپ نے صریح الفاظ تملیک بھی کہہ دئے ہوں، مثلاً میں نے اپنی دختر فلانہ کو اس مال کا مالک کیا، جب بھی از انجا کہ قبضہ دینے سے پہلے اس شخص کا انتقال ہو گیا کہ جہیز پر قبضہ وقت رخصت دیا جاتا ہے، یہاں ابھی عقد بھی نہ ہوا تھا وہ ہبہ باطل محض ہو گیا، بہر حال وہ مال تمام و کمال متروکہ متوفی ہے، ہاں اگر لڑکی اس وقت نابالغ تھی یعنی نہ اُسے آثار بلوغ پیدا ہوئے تھے نہ پورے پندرہ برس کی عمر ہوئی تھی، اور اس نے اس کے واسطے جہیز بنوایا یا کہا کہ میں نے اسے اس کا مالک کیا، یا یہ اس کا ہے، یا اتنا ہی کہا کہ یہ میں نے اُس کے لئے بنوایا ہے، تو ضرور کل مال یا اس میں سے جس خاص شئی کی نسبت یہ لفظ صادر ہوئے تھے ملک دختر ہے اگرچہ قبضہ دختر نہ ہوا کہ نابالغ کے لئے باپ کا قبضہ کافی ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

اشتری ثوباً فقط لولده الصغير صار
واهباً بالقطع مسلماً اليه قبل الخياطة
ولو كان كبير الميصر مسلماً اليه الابد
الخياطة والتسليم ولو قال اشتريت
هذا لصار ملكاً له كذا في القنية۔

کچھ خرید کر کاٹا اور نابالغ بیٹے کو سِلے بغیر دے دیا
تو ہبہ ہو گیا اور اگر بالغ بیٹے کے لئے ایسا کیا
تو سلاتی اور قبضہ دئے بغیر ہبہ نہ ہوگا، اور
اگر کہا میں نے بیٹے کے لئے خرید ہے تو بیٹے کی
ملک ہو جائے گا۔ قنیہ میں یوں ہے (ت)

فتاویٰ ولوالجیہ پھر منخ الغفار پھر ردالمحتار اور ینابیح پھر ہندیہ میں ہے:

واللفظ للشامی جہز الاب ابنتہ ثم بقية
الورثة يطالبون القسمة منها فان كان
الاب اشترى لها في صغرها او بعد ما كبرت
وسلم اليها وذلك في صحته فلا سبيل
للورثة عليه ويكون للبنت خاصة۔
والله تعالى اعلم۔

الفاظ شامی کے ہیں، والد نے بیٹی کو جہیز دیا
اور والد کی وفات کے بعد باقی ورثہ اس
جہیز میں حصہ کے طالب ہوئے تو اگر والد نے
اپنی صحت میں بیٹی نابالغ یا بالغ کے لئے خرید کر
قبضہ دے دیا تھا تو ورثہ اس میں کوئی حق
نہیں ہے اور وہ بیٹی کے لئے خاص ہوگا۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبۃ
لے ردالمحتار کتاب العاریۃ
الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۹۲/۴
دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۶/۴

مسئلہ ۱۲۰ مستولہ حاجی لعل خاں صاحب، تنقیح سوالات حسب بیان مسماة حلین بی بی و صحیبن بی بی
دختران شیخ امیر بخش مرحوم بروز پنجشنبه ۲ صفر ۱۳۳۴ھ

سوال اول، امیر بخش مرحوم نے بحالت حیات کسی مصلحت سے ایک لڑکے مسمیٰ اصغر حسین کو جدا کر دیا اور
تجارتی مال کا پانچواں حصہ ان کو دے دیا اور چار حصہ یعنی بقیہ کل مال بلا تقسیم اپنے قبضہ میں رکھا اور چار
لڑکیاں جو دو محل سے موجود تھیں ان کو کچھ نہیں دیا، آیا ایسی تقسیم شرعاً درست ہے؟ اور باپ کے مال میں
کیا لڑکیاں شرعاً حقدار نہیں ہیں؟

الجواب

ایک لڑکے کو پانچواں حصہ دینا باقی بیٹیوں کو نہ دینا اگر اس وجہ سے ہو کہ وہ لڑکا اوروں پر فضل دینی
رکھتا ہے تو حرج نہیں کما فی الدر المختار والعالمگیریۃ (جیسا کہ در مختار اور عالمگیریہ میں ہے۔ ت)
ورنہ حدیث میں اسے ظلم فرمایا:

أَكُلُ بَنِيكَ نَحَلْتُ مِثْلَ هَذَا قَالَ لَا قَالَ
لَا تَشْهَدُنِي عَلَى جُورِي
کیا تو نے تمام بیٹیوں کو اس کی مثل عطیہ دیا ہے؟
عرض کی نہیں یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا:
مجھے ظلم پر گواہ نہ بنا۔ (ت)

مگر یہ امر دیا نہ ہے، قضاءً باقی اولاد اس پر دعویٰ نہیں کر سکتی لان الملك مطلق للتصرف (کیونکہ
ملکیت تصرف کی آزادی دیتی ہے۔ ت) نہ اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ امیر بخش نے بیٹیوں کو محروم کرنا
چاہا ہے کہ اس نے اور بیٹیوں کو بھی نہ دیا نہ کل مال اصغر حسین کو دے دیا کہ اوروں کا حرمان مفہوم ہو،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایضاً سوال چہارم

مورث کے مشترکہ ترکہ کو اگر قبل تقسیم کے بعض وارث بلا استرضائے دیگر ورثہ کے کلاً یا جزئاً
کسی غیر کو ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ شرعاً درست ہو گا یا نہیں، اگر درست نہیں ہے تو کیا ہمارے بھائیوں
پر واجب نہیں ہے کہ اس غلط تقسیم کو مسترد کر کے دوبارہ فرائض کے مطابق ترکہ تقسیم کر دیں اور جس کا
جس قدر حصہ رسدی ہو اس کو پہنچا دیں۔

لے سنن النسائی کتاب النخل
مسند احمد بن حنبل حدیث نعمان بن بشیر
نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی دار الفکر بیروت
۱۳۵/۲ ۲۶۸/۴

الجواب

مال مشترک اگر غیر قابل قسمت ہے اور اس نے صرف اپنا حصہ ہیہہ کیا تو صحیح و نافذ ہو گیا، باقی ورثہ اپنا حصہ اُس میں سے لے سکتے ہیں اور اگر وہ کل شئی مشترک ہے اور ایک شریک نے کسی کو ہیہہ کر دی تو اس کے اپنے حصہ میں ہیہہ نافذ ہو گیا اور دوسرے شریک کے حصوں کا ہیہہ ان کی اجازت پر موقوف رہا، اگر وہ عاقل بالغ ہوں ورنہ باطل،

لانہ عقد صدر من فضولی ولا مجیزلہ کیونکہ یہ عقد فضولی سے صادر ہوا جبکہ عقد کے وقت وقت العقد۔ اس کو جائز قرار دینے والا کوئی نہ تھا (ت)

اور اگر وہ شے قابل قسمت ہے اور اُس نے اپنا حصہ قبل تقسیم ہیہہ کیا تو وہ ہیہہ محض بے اثر ہے کہ قبضہ سے بھی مفید ملک نہ ہوگا مگر اُس کا فسخ اس پر لازم نہیں، اُسے جائز ہے کہ بعد تقسیم اپنے حصہ پر مہوب لہ کو قبضہ دے دے اور تکمیل ہیہہ کر دے، اس کا استرداد واپس کا حق ہے نہ کہ واپس پر حق، ہاں دوسروں کے حصوں میں مزاحمت نہ کرنا اس پر واجب، اور اگر شے قابل قسمت ہے اور اس نے کل ہیہہ کر دی تو یہ وہی ہیہہ فضولی کی صورت ہے، اور اگر بقیہ شریک سب عاقل بالغ ہوں اور جائزہ کر دیں تو جائز ہو جائیگا، کما لو وہب اثنان دارا من واحد جاز جیسے دو افراد ایک شخص کو اپنا مکان ہیہہ کریں تو کما فی الدر وغیرہ۔ جائز ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر اس میں ایک شخص بھی اجازت سے دست کش یا غیر مکلف ہوگا تو اس کل میں ہیہہ باطل ہے یعنی بے اثر و نامفید ملک۔ بہر حال کسی صورت میں بھائی یہ اختیار نہیں رکھتے کہ بہنوں کو محروم کر دیں ان کا مال بے اجازت کے کسی کو دے دیں،

قال تعالیٰ لا تا کلو اموالکم بینکم بالباطلۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپس کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۲۲۲ھ از سنبل محلہ کوٹ شرقی ضلع مراد آباد مسئلہ محمد جمیل صاحب ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ روز دو شنبہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو زیور یا لباس وقت عقد یا بعد عقد زوج اپنی زوجہ کو استعمال کے واسطے دے وہ امانت شمار ہوگا یا ہیہہ؟ اور ان دونوں صورتوں

منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور کل پانچ وارث چھوڑے دو دختران اور ایک پسر اور ایک والدہ اور ایک زوجہ ثانی لاولہ جو اس کے عقد میں قریب آٹھ برس کے تھی، متوفی مذکور نے نکاح کے وقت کچھ زیور تیار کر کے زوجہ مذکورہ کو دیا تھا وہ اس کے قبضہ میں ہے، اس کے علاوہ اور زیور بھی تیار کر کے وقتاً فوقتاً زوجہ مذکورہ کو دیتا رہا جو زوجہ مذکورہ کے قبضہ و تصرف میں ہے اور وہ اس کی زکوٰۃ بھی ادا کرتی ہے، پھر پندرہ سو روپے نقد واسطے زیور تیار کرانے کے زوجہ مذکورہ کو دئے تھے جو اس کے قبضہ میں ہے، لیکن تعمیر مکان کی ضرورت سے بطور قرض کے متوفی مذکور نے زوجہ مذکورہ سے لئے تھے، اور کلکتہ جا کر ایک ہزار روپے کا نوٹ مفت حاجی محمد خلیل کے زوجہ مذکورہ کے پاس بھیج دیا، پانسو روپے منجملہ اس کے باقی رہ گئے، نیز زوجہ مذکورہ اپنے والدین کے یہاں جب مراد آباد آتی تھی اور اس کے عزیز واقارب سے اس کو نقد ملتا تھا اس کا پارچہ و برتن وغیرہ خرید کر لے جاتی تھی جو اس کے تصرف میں ہے، نیز نقد زیور کے علاوہ متوفی مذکور زوجہ مذکورہ کو اکثر اشیا لاکر دیتا رہتا تھا اور اپنی دختران و پسر کو اس کے علاوہ دیتا رہتا تھا۔

پس صورت مذکورہ میں جو اسباب و نقد زیور وغیرہ متوفی مذکور نے اپنی حیات میں زوجہ مذکورہ کو دیا ہے اور اب تک اس کے قبضہ و تصرف میں ہے وہ ترکہ متوفی سے علیحدہ ہے یا نہیں؟
بیٹو اتوجروا۔

الجواب

زیور خواہ نقد خواہ کسی قسم کا مال جو زید اپنی زوجہ کو بطور تملیک دیتا تھا اس کی مالک زوجہ ہے، وہ ترکہ نہیں ہو سکتا، تملیک ثابت ہونا درکار ہے خواہ صراحتاً یا دلالتاً، بغیر اس کے دعویٰ ملک مسموع نہیں، مثلاً اگر وہ پندرہ سو روپے قرض کہہ کر مانگے تو ضرور ثابت ہوا کہ ملک کر دئے تھے، یوں اگر اس کی عادت سے ثابت ہو کہ ان لوگوں کو ایسا دینا بطور تملیک ہی کرتا تھا یہی لوگ اس کے مالک سمجھے جاتے تھے تو بیٹی بیٹے زوجہ جس کو جو دیا وہ اس کا مالک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ از سہارنپور محلہ قاضی مرسلہ ریاضت احمد صدیقی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی اور اس نے ایک دختر اور ایک برادر حقیقی دو وارث چھوڑے، متوفیہ کے بھائی نے اپنا شرعی حصہ جو اس کو بہن سے پہنچا تھا اپنی بھانجی کو دے دیا اور اس کے نام پر داخل خارج بھی کاغذات سرکاری میں کرایا، اب چند سال کے بعد ناراض ہو کر اس دی ہوئی جائداد و اسباب کو واپس لینا چاہتا ہے، کیا شرعاً اس اسباب و جائداد کو واپس لینے کا بھانجی سے حق حاصل ہے کہ جس کا اپنی خوشی و رضامندی سے

الجواب

شرعیات میں مبتنی کوئی چیز نہیں،

قال الله تعالى وما جعل ادعياءكم
ابناءكم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے بڑے دعویوں
نے ان کو تمہارے بیٹے نہ بنا دیا۔ (ت)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ مومنین پر ان کی بیویوں
کے دعاوی میں حرج نہ ہو۔ (ت)

وقال تعالى لكيلا يكون على المؤمنين حرج
في احوال ادعياءهم

نبرا کاغذ اگرچہ اس میں تاریخ و تحریر گواہان و دستخط حاکم بھی ہوں شرعاً اصلاً کوئی چیز نہیں اور محض
اس کی بنا پر ہیہہ ماننا باطل اور ایسا فیصلہ محض خلاف شرع۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

خط پر نہ اعتماد ہے نہ اس پر عمل کیا جائے گا،
لہذا وقف نامہ جس پر گزشتہ قاضیوں کے
خطوط ہیں قابل عمل نہ ہوگا، کیونکہ قاضی صرف
حجت کی بنا پر فیصلہ کرتا ہے اور حجت صرف گواہی
یا اقرار یا قسم سے انکار ہے، جیسا کہ خانہ
کے وقف میں ہے۔ (ت)

لا يعتمد على الخط ولا يعمل به فلا يعمل
بمكتوب الوقف الذي عليه خطوط القضاة
الماضين لان القاضي لا يقضى الا بالحجة
وهي البينة او الاقرار او التناول كفا في
وقف الخانية

عجب تریہ ہے کہ مفتی صاحب حاکم سرونج نے فیصلہ میں حکم یہ لکھا کہ ”باغ وزمین مستد عویہ کے
تین حصے مساوی کئے جائیں، تیسرا حصہ ہیہہ غلام عباس کو دلا یا جائے جبکہ وہ باغ وزمین اب تک
مشترک غیر منقسم تھی اور نعمان حسن بلا تقسیم مر گیا، تو اگر غلام عباس کو واقعی ہیہہ ہوا تھا تو باطل ہو گیا۔
در مختار میں ہے:

میم سے ”فریقین میں سے ایک کی قبضہ کے بعد موت“
مراد ہے، اور اگر قبضہ سے پہلے موت ہو تو ہیہہ
باطل ہو جاتا ہے۔ (ت)

والميم موت احد العاقدين بعد التسليم
فلوقبله بطل

۱۵ القرآن الکریم ۳۳/۳۴
۱۳ اشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشهادة الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۳۸/۱
۱۴ در مختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتہاتی دہلی ۱۶۱/۲

بہر حال فیصلہ غلط ہوا اور غلام عباس کا اس باغ و زمین میں حق نہیں، وہ صرف وارثان شرعی کا حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از شہر کہند گھیر جعفر خاں مستولہ حکیم عرفان علی صاحب ۱۹ ربیع الآخر، ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کو جو اس کی مملوکہ و مقبوضہ ہے اور اس پر متصرف ہے اور تنہا مالک بلا شرکت غیرے ہے با اختیار جائز و مالکانہ اس جائداد کو بلا اکراہ و اجبار اپنی خواہش سے بنظر دور اندیشی و رفع شر اس امر کے کہ بعد میری وفات کے کسی قسم کا میری اولاد یعنی ایک بیٹا اور ایک بیٹی کے درمیان نزاع اور مخالفت نہ ہو تقسیم کیا اس طور سے ایک حصہ تھوڑی مقدار کا لڑکی کو دیا اور زیادہ مقدار کا لڑکے کو دیا اس وجہ سے کہ لڑکی بالغ ہے اور اس کی شادی بھی ہو گئی ہے اور وہ خوشحال حالت میں ہے اور اس کے حصہ کی جائداد پر کوئی خرچ کا بار بھی نہیں پڑے گا، اور لڑکا نابالغ ہے اور اس کی پرورش و تعلیم و شادی سب خرچ اس کا بھی اسی جائداد پر پڑنے والا ہے اور نیز حسن سلوک شادی وغنی کا خرچ حسب رواج ہندوستان اس کا بار بھی لڑکے ہی کی جائداد پر ہے اور اپنا اور اپنی زوجہ کا بھی خرچ ماہانہ مقرر کر کے سب لڑکے ہی کے حصہ پر رکھا، تو اب ایسی صورت میں یہ فعل اس کا یعنی تقسیم کرنا جائداد کا بلا لحاظ حصہ پورا ہونے نہ ہونے فرائض کے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

صحیح بایں معنی کہ وہ کارروائی چل جائے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے تمام وارثوں کو بے خطا بے سبب نان شبینہ کے لئے محتاج چھوڑ کر اپنی تمام املاک کسی راہ چلتے کو دے دے، اور اگر یہ مراد کہ ایسی کارروائی کرنی عند اللہ سے جائز ہے یا اس پر مواخذہ ہوگا، تو جواب یہ ہے کہ جن مہمل وجوہ پر زید نے ایک قلیل جز بیٹی کو دیا اور باقی تمام جائداد کثیر بیٹی کو دی، یہ ضرور عند اللہ ناجائز ہے اور زید گنہگار اور بیٹی کے حق میں گرفتار ہوا شرع مطہر نے بعد موت بیٹی کا ایک اور بیٹے کے دو حصے رکھے ہیں لیکن زندگی میں تقسیم کرے تو حکم ہے کہ سپرو دختر دونوں کو برابر برابر دے قصداً بلا وجہ شرعی بیٹی کو نقصان دینا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

خانیہ میں ہے، محبت میں بعض اولاد کو بعض
پرفضیلت میں کوئی عرج نہیں کیونکہ میل کا عمل
ہے اور یونہی عطیات میں بھی بشرطیکہ کسی کو

فی الخانیة لا باس بتفضیل بعض
الاولاد فی المحبة لانہا
عمل القلب وکذا فی العطا یا اذا لم یقصد بہ

الاضرار وان قصد لا يسوي بينهم يعطى البنت
كالابن عند الثاني وعليه الفتوى

ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو، اور یہ بات پیش نظر ہو
تو پھر سب کو مساوی دے اور لڑکی کو لڑکے کے
برابر دے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔
اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

طحاوی میں ہے،

يكره ذلك عند تساويهم في الدرجة
كما في المنح والهنديّة

عطیہ میں فضیلت مکروہ ہے جب اولاد
درجہ میں مساوی ہو، جیسا کہ منح اور ہندیہ
میں ہے۔ (ت)

لڑکی کا بالغ ہونا اس کا کوئی جرم نہ تھا، نہ شادی ہو جانا اس کی خطا تھی، اور اپنے گھر سے
خوشحال ہونا زید کی بخشش نہیں جسے اپنی جائیداد دینے میں مجرا لے اور لڑکی کا خرچ اور پر ہونا اور لڑکے
پر اور کا خرچ ہونا شریعت زید سے زیادہ جانتی ہے، پھر حکم دونوں کو برابر دینے کا فرمایا، اور یہ
عذر کہ اپنا اور اپنی زوجہ کا خرچ لڑکے پر رکھا ہے بے معنی ہے اسے حکم شرع ماننا تھا تو دونوں کو
برابر دیتا اور اپنا اور اپنی زوجہ کا خرچ دونوں پر یکساں رکھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۸ از شہر مرسلہ شیخ علی جان صاحب محلہ بھوڑ معرفت حمید اللہ صاحب

۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین،
کہ، ایک شخص اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ اور نقد
املاک کو اپنی اولاد زینہ و مونث میں شرعی قواعد
کے مطابق نفقہ کے طور دینا چاہتا ہے، اور
ایک بیٹا جو کہ اسکی اطاعت اور فرمانبرداری سے
انحراف اور شرعی حکم کی تعمیل سے روگردانی کرتا
ہے اور فسق و فجور میں منہمک ہے، پس شریعت اجازت

پہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین
کہ شخصے املاک نقد و جنس منقولہ خویش با اولاد
ذکور و انات حسب قواعد شریعت نفقہ کردن
می خواهد و یک پسر خود را ازین تقسیم ارث محروم
ساخته عاق کرده می شمرد کہ از اطاعت فرمانبرداری
انحراف و زینہ و از تعمیل احکام شرعیہ و گردانیدہ
بفسق و فجور منہمک شدہ، پس از شریعت اجازت

۱۶۰/۲

مطبع مجتہبی دہلی

لہ در مختار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ

۳۹۹/۳

دار المعرفہ بیروت

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الہبہ

دیتی ہے کہ اس بیٹے کو عاق کر کے اپنی وراثت سے کچھ نہ دوں اور اس کو محروم از وراثت قرار دوں اور اپنی املاک سے جو تک نہ دوں، روزِ جزا اس میں ہمارا مواخذہ اور گرفت ہوگی یا نہ؟ فقہائے احناف کے اقوال سے شافی جواب عنایت فرمائیں۔

می دہد کہ آں فرزند عاق کردہ ازیں ارث چیزے ندہم و اورا بموجب الارث شمرود و از املاک خویش جوے ندہم روز جزا در مواخذہ او مارا گرفت خواهد شد یا نہ از اقوال فقہائے احناف جواب شافی عنایت فرمائند۔

الجواب

اگر فی الواقع وہ فاسق و فاجر ہے تو باپ کو حق ہے کہ اس کو محروم رکھے، جیسا کہ در مختار وغیرہ روشن کتب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

اگر فی الواقع او فاسق و فاجر است پدر را میرسد کہ اورا محروم دارد، کما فی الدر وغیرہ من اسفار الغر۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۹۔ مرسلہ مولوی محمد علیم الدین از شہر کانپور مدرسہ دارالعلوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنی زمین مزروعہ (۳۵ سبگہ) کے تین حصے کر کے ایک حصہ بڑے لڑکے کو اور ایک حصہ چھوٹے لڑکے کو دے دیا اور ایک حصہ اپنے واسطے رکھا اور دونوں لڑکوں سے کہہ دیا کہ میرے حصے کو میرے مرنے کے بعد برابر تقسیم کر لینا، بعد چند روز کے زید نے اپنا حصہ بڑے لڑکے کو ہبہ کر دیا، یہ ہبہ شرعاً صحیح ہو یا نہیں؟ در صورت صحت چھوٹا لڑکا مجاز فسخ ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ زمین نامنقسم ہے اور بلا تقسیم ایک ایک ثلث دونوں بیٹوں کو دے پھر اپنا ثلث بھی ایک کو دے دیا، تو یہ دونوں ہبہ باطل و بے اثر محض ہیں جب تک زید اپنی زندگی میں تقسیم کر کے ہر بیٹے کو اس کے منقسم حصے پر جداگانہ قبضہ نہ دے، اور اگر بیٹوں کو بلا تقسیم دو ثلث میں شریک کیا تھا اور اپنا حصہ جداگانہ منقسم رکھا تھا اور اب یہ ثلث بڑے بیٹے کو دے کر قابض کر دیا تو پہلا ہبہ باطل ہے جب تک زید اس لڑکے کا حصہ جدا جدا کر کے ہر بیٹے کو قبضہ نہ دے لیکن اس تیسرے ثلث کا ہبہ بڑے بیٹے کے نام بوجہ تقسیم صحیح و تام ہو گیا اس تہائی کا بڑا بیٹا مالک ہو گیا اور وہ دو تہائی اب تک زید کی ملک ہیں، ہاں اگر وہ دونوں حصے جدا جدا پٹی بانٹ کر کے ہر بیٹے کو اس کے حصہ پر قبضہ دے دیا تھا پھر اپنا تہائی بڑے بیٹے کو دے کر قابض کر دیا تو ان دو ثلث کا بڑا بیٹا مالک ہو گیا، اپنے ثلث کا چھوٹا بیٹا مالک ہاں

اس صورت میں چھوٹا بیٹا فسح کرانے کا مجاز نہیں، اور پہلی دو صورتوں میں فسح کی حاجت ہی نہیں کہ ہنوز بہہ ہی تام نہ ہو اور المسألة دوارۃ متونا و شروحا و فتاویٰ (یہ مسئلہ متون، شروح اور فتاویٰ میں داتر ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰ از بزم حنفیہ لاہور مرسلہ محمد عبد الحمید صاحب سیکریٹری بزم مذکور ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ
 بحضرت فیض درجت عظیم البرکت، فاضل کبیر، کامل تحریر، امام العلامہ المحققین، مقدم الفضلاء المدققین، عالم عظیم الشان، اعلیٰ حضرت، مولانا المکرم، ذوالمجد والکرم، مولانا، مولوی، حاجی، صوفی، حافظ، مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب ادا م اللہ فیوضہم، السلام علیکم وعلیٰ من لیکم، مزاج مقدس!

آج یہ فقیر بارشاد فیض رشاد فرمان واجب الاذعان سیدی و آقائی مولانا المحترم ذوالالطف والکرم حضرت مولوی محمد اکرام الدین البخاری خطیب و امام مسجد وزیر خاں خدمت میں اعلیٰ حضرت دام فیضہم کے چند سطور بتا کید مولانا مدوح تحریر کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ متنازعہ کو بہ تشریح تامہ و تفصیل کاملہ صاف و شستہ مبسوط تحریر فرما کر متنازعین کے شکوک کو بدلائل واضحہ رفع فرمادیں گے اور مولانا مدوح نے یہ بھی فرمایا کہ اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کی مزج و مفتی بہ اشکال کے اظہار کا حق صرف اعلیٰ حضرت کے قلم فصیح رستم کو حاصل ہے اور اس پر بہ اثبات حکم محکم فریقین متنازعین کے قلوب میں نورانی جوہر محبت بھرنے کو ہر ڈال دینے نا اتفاقی و کشیدگی کے توہمات کو نکال دینے کا اعلیٰ حضرت ہی کو شرف حاصل ہے پس بہ ارشاد مولانا مدوح معروض بخدمت اقدس ہوں کہ جس بہہ و تملیک کی رجسٹری بذریعہ گورنمنٹ ہو چکی ہے اور وہ برائے ملاحظہ حضرت بلفظہ ناقل رجسٹری بہہ شدہ ارسال خدمت ہے کہ بعد وفات موہوب لہ کے واہب نے بھی زندہ رہ کر اُس موہوبہ مکان کو واپس نہ کیا اور وہ موہوب لہ کی اولاد کے قبضہ میں ہی رہا، اب واہب کے مرجانے کے بعد ہمیشہ دعویٰ دخیلابی کا کر کے موہوب لہ کے پسماندگان بیوہ و یتامیٰ سے موہوبہ مکان کو بعد گزر جانے ۲۷ برس بہہ شدہ کار جو ع کرانا چاہتی ہے بجالیکہ بہہ و تملیک کر دینے کے بعد واہب نے اگرچہ موہوب لہ کا وہ باپ تھا علیحدہ کرایہ نامہ تحریر کر دیا اور واپس نہ کرایا اور بطور کرایہ دار اسی میں سکونت کرتا رہا اور ۶ برس تک زندہ رہا، اب مفصل صورت سوال حسب ذیل ہے :

زید

عمرو

بکرہ

ہندہ

(نظر محمد)

(جان محمد)

(خیر محمد)

عہ لفظ "بعد" قلم ناہنج سے چھوٹ گیا۔ عبدالمنان عظمیٰ

زید نے اپنی حیات میں بلا اکراہ و اجبار برضا مندی خود اپنا ایک مکان زر فریدہ خود اپنے بیٹے خورد نامی عمرو (جان محمد) کے نام ہبہ و تملیک بشرائط چندے رجسٹری کر دیا جس کا خود واہب بدیں الفاظ مقرر ہے کہ :

(۱) مکان موہوبہ ملکیت عمرو ہے ۔

(۲) عمرو کو ہر طرح کا حق حاصل ہے کہ میری حیات میں اور بعد ممات کے اس مکان کو بیع و رہن کر کے اسکتا ہے ۔

(۳) مکان مذکور میں میرا یا میرے دیگر کسی لواحق کا حق کا خدشہ ہرگز نہیں، مکان مذکور میرا ذاتی ملکیت ہے جو عمرو کے نام ہبہ کر دیا ہے کہ اب اصل مالک وہی ہے ۔

(۴) زید کی حیات میں اس کا بیٹا عمرو فوت ہو گیا اور دوسرا بیٹا بکر زندہ رہا اور عمرو کا باپ زید عرصہ ۶ سال بعد وفات عمرو زندہ رہا اور موہوب شدہ مکان کو زید واہب نے اپنی حیات میں بھی واپس نہیں لیا بلکہ زید کی موجودگی میں بھی وہ مکان صرف عمرو کی اولاد و بیوہ کے قبضہ میں رہا اور وہی اس کے کرایہ وغیرہ کو حاصل کرتے رہے، پھر زید یعنی اصل واہب فوت ہو گیا، موجودگان از زید اصل واہب متوفی بکر (خیر محمد) ہندہ، بکر جو واہب متوفی کا بڑا بیٹا ہے اور ہندہ جو واہب کی بیٹی ہے اور موہوب لہ متوفی کے یہ ہر دو موجودہ حقیقی ہیں اور ہندہ موہوب لہ متوفی کی اولاد کی پھوپھی ہے زندہ موجود ہیں ۔

(۵) بکر کا بیان ہے کہ چونکہ میرا باپ زید میرے حقیقی بھائی عمرو کے نام مکان مذکور ہبہ و تملیک کر چکا ہے، اور نیز اس نے بعد وفات عمرو کے اس ہبہ و تملیک کو واپس نہیں لیا، لہذا یہ ساختہ پر داختہ میرے باپ زید متوفی کا مجھ کو منظور و مقبول ہے، یہ مکان ملکیت عمرو کا ہو چکا اس کے بعد اس کی اولاد وارث ہے ۔

(۶) عمرو کی بہن ہندہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ ہبہ و تملیک رجوع ہو سکتا ہے اور اس ہبہ شدہ مکان کو عمرو کی اولاد کے قبضہ میں جائزہ گردانتی ہے ۔

پس مندرجہ بالا صورت تنازعہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہبہ جو تملیک بنام عمرو ہو چکا ہے اور جس کو خود واہب زید نے بعد فوتیگی عمرو موہوب لہ کے واپس لینے کا ارادہ ہی نہ کیا، اب موہوب لہ اور واہب کے فوت ہو جانے کے بعد جس کو ۱۲ برس سے زیادہ گزر گئے اجباراً قابل رجوع ہے یا نہیں (اجباراً) اور ان صورتوں میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؛ پس اس اہم

مسئلہ کو مفصل و مشرح تحریر فرما کر مشکور فرمائیں، عند الحنفیہ ہیہ و تملیک کا رجوع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ واہب نے بعد تخلیہ مکان موہوب لہ کو قبضہ کاملہ شرعیہ دلا دیا ہو (نریوں کہ خود اس میں ساکن رہا واہب کا اسباب اس میں رہا اور کہ ایہ نامہ لکھ دیا اور کہہ دیا کہ پورا قبضہ دے دیا یہ شرعاً قبضہ نہیں بلکہ ضرور ہے کہ مکان اپنی سکونت و اسباب سے خالی کر کے قبضہ دے اگرچہ ایک منٹ کے بعد یوں قبضہ دے کہ پھر اس میں آجائے اور اپنا اسباب لے آئے اس طرح کا قبضہ کاملہ دیا ہو تو وہ مکان ملک موہوب لہ ہو گیا، اب اس میں رجوع تین وجہ سے باطل ہے:

اولاً موہوب لہ واہب کا بیٹا ہے اور ذی رحم محرم سے رجوع کا خود واہب کو بھی اختیار نہیں۔
ثانیاً موہوب لہ مرگیا۔

ثالثاً واہب بھی گزر گیا اور اس میں ہر ایک کی موت مانع رجوع ہے اب رجوع ناممکن ہے اور وہ شرط قبضہ و تخلیہ اس صورت میں ہے کہ موہوب لہ وقت ہیہ بالغ ہو، اور اگر نابالغ تھا تو باپ نے جس وقت ہیہ نامہ لکھ دیا اس سے پہلے جس وقت زبانی کہا میں نے ہیہ کیا معاً ہیہ کرتے ہی بیٹا مالک ہو گیا اگرچہ باپ نے ایک آن کو مکان خالی کیا نہ قبضہ دیا کہ اس صورت میں باپ کا قبضہ ہی بیٹے کا قبضہ ہے اور رجوع ناممکن، درمختار میں ہے:

يسنع الرجوع فيهما موت احد العاقدین
بعد التسليم والقراة فلو وهب لذي رحم
محرم منه نسباً لا يرجع (ملخصاً)۔

اسی میں ہے:

الاصل ان الموهوب ان مشغولا
بملك الواهب منع تمامها وان
شاغلا لا وفي الاشباه هبة
المشغول لا تجوز الا اذا وهب الاب
لطفله (ملخصاً)۔

قبضہ دینے کے بعد کسی فریق کی موت اور قرابت
رجوع سے مانع ہے تو اگر نسبی محرم کو ہیہ کیا
رجوع نہ ہوگا (ملخصاً)۔ (د)

ضابطہ یہ ہے موہوب چیز اگر واہب کی ملک میں
مشغول ہو تو ہیہ کے تام ہونے سے مانع ہے
اگر وہ شاغل ہو تو مانع نہ ہوگا، اور الاشباہ میں
ہے مشغول چیز کا ہیہ کرنا جائز نہیں، ہاں اگر
والد اپنے طفل کو ہیہ کرے تو جائز ہے (ملخصاً)۔ (د)

۱۔ درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ

۱۶۱/۲ تا ۱۶۳

مطبع مجتہبی دہلی

۱۵۹/۲

” ” ”

ردالمحتار میں ہے؛

كان وهبه دارا والاب ساكنها اوله فيها
 متاع لانها مشغولة بمتاع القابض و
 هو مخالف لما في الخانية فقد جزم
 اولايانه لاتجوز ثم قال وعن ابي حنيفة
 في المجرى تجوز ويصير قابضا لابنه له
 امام صاحب رحمته الله تعالى عليه من رواية
 قابض قرار پائے گا۔ (ت)

اس پر حاشیہ فقیر جد الممتار میں ہے؛

اقول جزم في وجيز الكردي والولوالجية
 والذخيرة وغيرها باطلاق الجوانا
 وفي الهندية عن العتابة هو الماخوذ به
 وعليه الفتوى وفيها عن السراجية
 عليه الفتوى وفي الحموي عن الولوالجية
 عليه الفتوى وعن البزازية تجوز و
 عليه الفتوى والله تعالى اعلم۔

میں کہتا ہوں، وجیز الکردری، ولوالجیہ اور
 ذخیرہ وغیرہا میں مطلق جواز پر جزم
 کیا اور ہندیہ میں عتابیہ سے منقول ہے کہ
 یہی ماخوذ اور اسی پر فتویٰ ہے، اور ہندیہ
 میں ہی سراجیہ سے منقول ہے کہ اسی پر
 فتویٰ ہے، اور حموی میں ولوالجیہ سے ہے کہ اسی
 پر فتویٰ ہے، اور بزازیہ سے منقول ہے جائز
 ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱ از پروچر ان موضع کوٹلہ مدہو ڈاکخانہ غوث پور ریاست بہاولپور تحصیل خان پور

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

مرسلہ مولوی ابوالمنظور محمد غوث بخش صاحب

مع دو جواب بغرض تصحیح؛ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی
 بروہی و مسماہ بہرائی کل متروکہ "سمار" متوفی مورث پر برتنے وراثت وغیرہ قابض و متصرف رہے
 فوتیگی مسماہ بہرائی پر جس کو عرصہ ۱۶ سال کا گزر گیا ہے مسمی بروہی بدستور قابض رہا بعد فوت ہونے بروہی کے

۵۱۰/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

لہ ردالمحتار کتاب الہبتہ

۲۱ جد الممتار علی ردالمحتار

پس اس کا الٰہی بخش بھی بدستور قابض رہا، مسماة شرم خاتون بنت سمار متوفی کو جو حقی وراثت اپنے والدین سے بروئے شرع شریف آتا تھا لیکن قبضہ الٰہی بخش میں پہلے سے تھا پھر اس کو ہبہ کر کے قبضہ سابقہ اس کے کو بحال رکھا اور اقرار ہبہ کا اسٹام گورنمنٹی پر بھی لکھ دے کر برات دعویٰ اپنے کی بالفاظ ذیل ظاہر کی (کہ بعد الیوم سے منظرہ و ورثائے منظرہ کا بابت کل حصص یعنی جمیع جائیداد منقولہ غیر منقولہ مرقوم الصدر کے کوئی دعویٰ دخل نہیں ہے و نہ ہوگا) اب عرصہ تین سال سے الٰہی بخش فوت ہے اور پسیر ان کے جنذ و ذہ و غیرہ قابض و متصرف ہیں، مسماة شرم خاتون مدعیہ اپنے حصہ وراثت پر کسی وقت میں قابض و متصرف نہیں رہی جس کو تخمیناً عرصہ چالیس سال کا گزر گیا ہے بلکہ تصرف مالکانہ باپ مدعا علیہ و دادا اس کے کا جائیداد مستدعیہ پر باوجود قرب جواری و رشتہ داری کے دیکھتی رہ کر ساکت رہی، اب مدعیہ بعد عرصہ طویل کے حصہ موہو بہ خود مقبوضہ مدعا علیہ کو بعد فوتیدگی اصل موہوب لہ کے بعد از ہبہ مشاع استرجاعاً واپس لینا چاہتی ہے، کیا باوجود قبضہ قدیم کے اس کو بعد از مذکور دیا نہ حق رجوع ہو سکتا ہے اور باوجود اطلاع علی التصرف و ابرار عن الدعوی و مرور میعاد سماء دعویٰ شرع اقدس میں قضاء دعویٰ اس کا قابل سماعت ہے یا نہ؟

جواب بہاول پور

ہبہ مشاع کا شریک و غیر شریک کو قدیم سے ائمہ دین میں اختلافی ہے، صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جواز و صحت اس کے قائل ہیں اور امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فساد کے (روایت)،

ہبۃ المشاع فیما یحتمل القسمة من رجلین
او من جماعة صحیحة عندهما و فاسدة
عند الامام و لیست بباطلة حتی تفید
الملك بالقبض کذا فی جوہر الاخلاطی
(بعد سطر) ہبۃ المشاع فیما یحتمل القسمة
لا یجوز سواء کانت من شریکہ او من
غیر شریکہ و لو قبضها هل تفید
الملك ذکر حسام الدین فی کتاب الوقعات ان

مشاع چیز کو جب تو دو افراد یا جماعت کو ہبہ کرے
صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور امام اعظم
رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاسد ہے اور باطل نہیں
حتی کہ قبضہ ہو جانے پر ملک کیلئے مفید ہوگا، یوں
جو اہر اخلاطی میں ہے (اور ایک سطر بعد فرمایا کہ)
قابل تقسیم مشاع چیز کا ہبہ خواہ شریک یا غیر شریک
کو ہو اور قبضہ دے دیا تو مفید ملک ہوگا یا نہیں،
حسام الدین نے کتاب الوقعات میں ذکر کیا کہ مختار

المخاوانه لا تفيد الملك و ذكر في موضع
اخر انه تفيد الملك ملكا فاسدا و به يفتي
كذا في السراجية^١

یہ ہے کہ مفید ملک نہ ہوگا اور دوسرے مقام میں
ذکر کیا ملکیت فاسدہ کا فائدہ دے گا، اور
اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ سراجیہ میں ہے۔ (ت)

(عالمگیریہ جلد ثالث ص ۷۲) اور صاحب درمختار نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہے (بروایت

ذیل) :

ولو سلمه شائعا لا يملكه فلا ينفذ
تصرفه فيه اه لكن فيها عن الفصولين
الهيئة الفاسدة تفيد الملك بالقبض و
به يفتي ومثله في البزانية على
خلاف ما صححه في العمادية لكن
لفظ الفتوى اكد من لفظ الصحيح كما
بسطة المصنف^٢ قوله لكن لفظ الفتوى
استدراك على ما يستفيد من قوله
ما صححه في العمادية من ان القولين
سواء حيث كان لفظ الفتوى اكد فيكون
العمل على ما في الفصول والبزانية لانه
قال و به يفتي وهو اكد في الصحيح^٣ اهـ

اگر شائع حالت میں قبضہ دیا تو مالک نہ ہوگا تو
اس کا تصرف نافذ ہوگا اھ لیکن اسی میں فصولین
سے منقول ہے کہ فاسدہ بہ پر قبضہ ملک کا فائدہ
دیتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی کی مثل
بزازیہ میں ہے جو کہ عمادیہ کی تصحیح کے خلاف ہے
لیکن فتویٰ کا لفظ زیادہ مؤکد ہے صحیح کے مقابلہ
میں، جیسا کہ مصنف نے اپنے قول کو مبسوطاً ذکر
کیا کہ لفظ فتویٰ عمادیہ کے قول تصحیح سے مستفاد
پر استدراک ہے کہ دونوں قول مساوی ہوں
تو فتویٰ والا قول زیادہ قوی ہوتا ہے تو عمل فصولین
اور بزازیہ کے بیان پر ہوگا کیونکہ ان میں فتویٰ کا
ذکر ہے اور اسی پر فتویٰ کا لفظ زیادہ قوی ہے

صحیح مذہب میں اھ۔ (ت)

(تکملہ شامی جلد ثانی کتاب الہبہ ص ۳۴۴) بہر کیف ہبہ مشاع کا مسئلہ اختلافی ہے کوئی
اہل فہم اس کو اتفاق میں نہیں ڈال سکتا، لیکن فی الواقع پہلے سے قبضہ موہوب لہ کا بطور امانت
کے ہے (بروایت ذیل) :

۳۷۸/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الہبہ	باب الثانی	۱۰ فتاویٰ ہندیہ
۱۵۹/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	"	"	۲ درمختار
۳۱۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الہبہ	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳ قرۃ عیون الاخیار تکملہ رد المحتار

اقول بيانه ان التركة في يد احد الورثة
امانة فاذا انكرها او منعها صار غاصبا

میں کہتا ہوں، اس کا بیان یہ ہے کہ ترکہ کسی ایک
وارث کے قبضہ میں ہو تو وہ امانت ہے اگر وہ

اسے انکار کر دے یا نہ دے تو غاصب ہو جائیگا۔ (ت)

(تکلمہ شامی جلد ثانی ص ۱۸۵ سطر ۱۸ فصل التخرج) اور قبض امین موہوب لہ کے لئے تجدید قبض کی
ضرورت نہیں تو ہبہ صحیح و تام ہو گیا (روایت) :

اگر موہوب چیز موہوب لہ کے قبضہ میں ہو تو قبول
کرنے سے قبضہ جدید کے بغیر مالک ہو جائے گا
اگرچہ بطور قبضہ سابق ہو یا بطور امانت ہو کیونکہ
قبول کا عمل اپنے لئے ہی ہو گا۔ (ت)

وملك بالقبول بلا قبض جديد لو الموهوب
في يد الموهوب له ولو قبض او امانة
لانه عامل لنفسه

(در مختار کتاب الہبہ) اور مدعی جب تصرف مدعا علیہ پر مطلع رہ کر ساکت رہی ہے اور ابراہم عن الدعوی
بھی لکھ دیا ہے اور میعاد سماعت دعویٰ کا بھی گزر گیا ہے تو قضاء دعویٰ اس کا قابل سماعت نہیں (برہوت
ذیل) :

حامدہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے، ایک شخص
زمانہ سے ایک زمین میں تصرف کر رہا ہے اور
دوسرا شخص زمین اور تصرف کو دیکھ رہا ہے اور کوئی
دعویٰ کئے بغیر فوت ہو گیا تو اسکی اولاد کا دعویٰ اس میں
مسموع نہ ہو گا اور وہ تصرف کرنے والے کے
قبضہ میں رہے کیونکہ حال شاہد ہے (اور چند
سطروں بعد فرمایا) جب مدعی، مدعی علیہ کے تصرف
پر مطلع اور دیکھ رہا ہو حتیٰ کہ مدعی علیہ اپنے تصرف پر
فوت ہوا تو اب اس کے ورثہ پر مدعی کا دعویٰ

وفي الحامدية عن الولوالجية رجل
تصرف زمانا في الارض ورجل اخر
ساع الارض والتصرف ولم يدع
ومات على ذلك لم تسمع بعد
ذلك دعوى ولده وتترك على يد
التصرف لان الحال شاهد (وبعد سطر)
واذا كان المدعى ناظرا و مطلععا على
تصرف المدعى عليه الحيات
ومات المدعى عليه لا تسمع الدعوى

۱ قرۃ عیون الاخیار تکلمہ ردالمحتار کتاب الصلح فصل فی التخرج دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۵/۲
۲ در مختار کتاب الہبہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۶۰/۲
۳ قرۃ عیون الاخیار تکلمہ ردالمحتار کتاب الدعوی باب التخالف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۱

مسموع نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ کے حوالے سے گزرا
(اور ایک سطر بعد فرمایا) اور ظاہر یہ ہے کہ
موت شرط نہیں اور مطلع رہنے کی مدت کا تعین بھی
نہیں ہے، یہ مصنف اور شارح نے مسائل شتی
آخر کتاب میں ذکر کیا ہے (اور چند سطر بعد
فرمایا) میں کہتا ہوں اس بنا پر اگر کوئی دوسرے
پر مکان کا دعویٰ کرے حالانکہ مدعی علیہ اس مکان
میں تیس سال سے گرانے بنانے جیسا تصرف کرتا
رہا، خواہ یہ مکان وقف ہو یا ملک اگرچہ حکمران کی
ممانعت نہ ہو، یا پندرہ سال تک تصرف گرانے
بنانے والا نہ بھی ہو اور مدعی یہ سب کچھ دیکھ رہا ہو
اسی شہر میں ہونے کے باوجود نہ دعویٰ کرے نہ ہی
دعویٰ سے کوئی شرعی مانع ہو تو اب مدعی کا اس
مکان پر دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔ ان تینوں صورتوں
میں سے پہلی صورت میں اس لئے کہ وہ گرانے بنانے
والے تصرف پر مطلع ہونے کے باوجود خاموش رہا
یہ چیز دعویٰ سے مانع ہوگی جیسا کہ تو معلوم کر چکا،
لیکن دوسری صورت میں اس لئے کہ مذکورہ مدت
تک دعویٰ سے خاموشی اس بات کی دلیل ہے
کہ اس مکان میں اس کا حق نہیں ہے اور
اس لئے بھی کہ دعویٰ کا صحیح ہونا صحتِ قضاء کیلئے
شرط ہے اور دعویٰ سے باز رہنا اجتہادی معاملہ
ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا، اور تیسری صورت میں

على ورثته كما مر عن المخلص (و
بعد سطر) والظاہرات الموت ليس
بقيد وانه لا تقيد بمدة مع الاطلاع
على التصرف لما ذكره المصنف والشارح
في مسائل شتي آخر الكتاب (و بعد
اسطر) اقول وعلى هذا الوادعى على
اخذ اسر امثلا وكات المدعى عليه
متصرفا فيها هدم ما و بناء او
مدة ثلاثين سنة وسواء فيه الوقت و
والملك ولو بلا نهي سلطاني او خمس عشر
سنة ولو بلا هدم و بناء فيهما والمدعى
مطلع على التصرف في الصور الثلاث
مشاهد له في بلدة واحدة ولم يدع ولم يمنعه
من الدعوى مانع شرعى لا تسمع داعواه
عليه اما الاول فلاطلاع على تصرفه
هدما و بناء وسكوتة وهو مانع من
الدعوى كما عرفت واما الثاني فلتزكه
الدعوى المدة المذبورة وسكوتة وهو
دليل على عدم الحق له ولان
صحة الدعوى شرط لصحة القضاء
والمنع منه حكم اجتهادى
كما علمت، واما الثالث
فللمنع من السلطات

نصر الرحمن قضاته فی سائر ممالک
عن سماعها بعد خمس عشر
سنة اذا كان ترکها بغیر عذر شرعی فی
الملك^۱
تکلمہ شامی جلد اول باب التحالف ص ۷۷، ۳ سطر ۲

اس لئے کہ حکمران کی پندرہ سال کے بعد سماعت
کی ممانعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے
تمام حکومتی علاقہ کے قاضیوں کے لئے رحمت ہے
خصوصاً کوئی عذر نہ ہونے کی صورت میں یہ تاخیر
ہو۔ (ت)

واما الابرء من دعوی العین فجاؤ کما فی
الدرر وهو ان يقول برئت عنها او عن
خصوصتی فیها او عن دعوی هذه السدا
لا تسمع دعواه ولا بینه^۲
تکلمہ شامی جلد ثانی ص ۸۰ سطر ۳ کتاب الصلح

لیکن کسی معین چیز کے دعویٰ میں بری کر دینا جائز ہے
جیسا کہ درر میں ہے، اور ابراہیم ہے، کہہ دے
کہ میں نے بری کر دیا یا اس مکان کے جھگڑے
سے یا اپنے دعویٰ سے میں نے بری کر دیا، تو اب
اس کا دعویٰ اور گواہی قابل سماعت نہ ہوگی۔ (ت)

فی البزانیة عن المحيط لو ابرء احد الورثة
الباقیة ثم ادعی التركة وانکر لا تسمع
دعواه^۳

کتاب الصلح میں بزازیہ سے بحوالہ محیط منقول ہے
کہ اگر ایک وارث باقی وارثوں کو بری کر کے
پھر بعد میں ترکہ پر دعویٰ کرے تو مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

تنقیح حامدیه جلد ثانی ص ۵۴ سطر ۹ کتاب الاقرار
فی البزانیة ابراه عن الدعوی ثم ادعی
علیه امرثا عن ابیه ان کان مات ابوه قبل
الابرء لا تصح الدعوی^۴

بزازیہ میں ہے کہ اگر کہا میں اپنے دعویوں سے
بری کرتا ہوں، پھر اس نے دوسرے پر والد
کی وراثت کا دعویٰ کر دیا، تو اگر بری کرنے سے
قبل والد فوت ہوا تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

عقود الدرر فی تنقیح الحامدیه جلد ثانی کتاب الدعوی

- ۱ قرۃ عیون الاخیار تکلمہ ردالمحتار کتاب الدعوی باب التحالف دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۸-۴۷
۲ " " " " کتاب الصلح
۳ العقود الدرر فی تنقیح الفتاوی الحامدیه کتاب الاقرار ارگ بازار قندھار افغانستان ۵۴/۲
۴ " " " " کتاب الدعوی " " " " ۲۳/۲

وكذلك لو قال وهبت الذی لی علیہ
من مالی فهو برع من ذلك لیه

اور یوں ہی اگر کہا میں نے اس پر اپنا مال اس
کو ہبہ کیا، تو بڑی ہو جائے گا۔ (ت)

عالمگیریہ جلد ثالث کتاب الاقرار ص ۵۸۴ اور مدعا علیہ کا قبضہ قدیم سے بطور امانت یا غصب کے
جب ثابت ہے تو شرعاً مدعیہ کو کسی طرح حق رجوع حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ رجوع بعد التسليم کے
واسطے قضا یا رضا شرط ہے (بروایت ذیل) :

وبعد التسليم ليس له حق الرجوع في ذی
الرحم المحرم وفيما سوى ذلك له حق
الرجوع الا ان بعد التسليم لا ينفرد الواهب
بالرجوع بل يحتاج فيه الى القضاء او الرضا.

قبضہ دینے کے بعد محرم سے واپس لینے کا اس کو
حق نہ ہوگا، اور غیر محرم سے واپسی کا حق ہے مگر
قبضہ دینے کے بعد واپس کو خود واپس لینے کا
اختیار نہ ہوگا بلکہ قضا یا باہمی رضامندی ضروری
ہوگی۔ (ت)

تکملہ شامی جلد ثانی ص ۳۵۸ سطر، باب الرجوع فی الہبہ، صورتِ مسئلہ میں رضا مدعا علیہ
کی تو ہے نہیں اور صحت قضا کے واسطے صحت دعوی شرط ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جاتی کما مر۔
پس بوجوہات قویہ بالامدعیہ کو نہ حق رجوع حاصل ہے اور نہ دعوی اس کا قابل سماعت ہے خاص کر
سلطنت انگلشیہ میں میعاد سماعت ۱۲ سال مقرر ہے اور بنا نہی سلطانی پر سماع دعوی زائد المیعاد
قضاء تو نافذ نہیں، قبضہ مدعا علیہ کا اگر وفات مسماہ بہرائی سے فرض کیا جائے تب بھی دعوی مدعیہ زائد المیعاد
ہے کیونکہ وفات اس کی کو ۱۶ سال گزر گئے ہیں اور ہبہ نامہ مرقومہ اگرچہ ظاہراً ہبہ مشاع ہے مگر
حقیقت میں ابراء ہے (بروایت ذیل) :

وحاصله ان البراء المتعلق بالاعیان
اما ان يكون عن دعواها وهو
صحیح مطلقاً وان تعلق بنفسها فان
كانت مغصوبة هالكة صحیح

اس کا حاصل یہ ہے کہ معین موجود چیز سے متعلق
بڑی کرنا، یہ اس پر دعوی سے برات ہے تو
وہ مطلقاً صحیح ہے، اور اگر نفس چیز معین سے
برات کا تعلق ہو تو اگر وہ چیز مغصوب ہلاک شدہ

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الاقرار الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲۰۴/۴
لے قرۃ عیون الاخیار تکملہ ردالمحتار کتاب الہبہ باب الرجوع فی الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۲/۲

ایضا کالدین وان کانت قائمة فہی
بمعنی البراءة عنها عن ضمانها لو
هلکت وتصیر بعد البراءة من عینہا
کالامانة لا تضمن الا بالتعدی علیہا و
ان کانت العین امانة فالبراءة لا تصح
دیانة بمعنی انہ اذا اظفر بہا مالکرها
اخذها وتصح قضاء فلا یسمع القاضی
دعواہ بعد ابراء هذا ملخص ما استفید
من هذا المقام۔

ہے تو دین کی طرح اس کی برائت صحیح ہے اور وہ
چیز موجود ہو تو پھر اس چیز سے برائت کا مطلب
یہ ہے کہ اگر وہ ہلاک ہو جائے تو اس کے ضمان سے
برائت ہے، اور اس موجود سے برائت کے
بعد تو پھر وہ چیز امانت کی طرح ہوگی
تو ہلاک کئے بغیر ضمان نہ دے گا، اور وہ چیز
امانت ہو تو برائت دیانۃ صحیح نہ ہوگی اس معنی سے
کہ اگر مالک اس چیز پر قابو پالے تو حاصل کر سکتا ہے
لیکن قضاء یہ برائت صحیح ہوگی تو برائت کے بعد

قاضی اس کے دعویٰ کو نہ سنے گا، اس مقام میں حاصل شدہ فائدہ کا یہ خلاصہ ہے۔ (ت)

(تکملاً شامی جلد ثانی ص ۱۸۳ سطر ۵ کتاب الصلح) ہبہ نامہ میں اگرچہ لفظ برائت کا صریح نہیں
مگر لفظ ہبہ سے بھی برائت ہو سکتی ہے کما مر عن العالمگیریۃ (جیسا کہ عالمگیریہ سے گزارشات)
خصوصاً لفظ مندرجہ ہبہ نامہ (کہ کوئی دعویٰ و دخل نہیں ہے اور نہ ہوگا) نص صریح برائت عن الدعوی
پر ہے جو بالاتفاق صحیح ہے، لہذا شرعاً قبضہ مالکانہ مدعا علیہ رکھ کر دعویٰ مدعیہ کا قضاء قابل اخراج
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب دیوبند

میں کہتا ہوں، درمختار میں فرمایا، قابل تقسیم چیز کا
ہبہ قبضہ دینے سے تام نہ ہوگا خواہ شریک کو
ہبہ کیا یا اجنبی کو، کیونکہ اس میں کامل قبضہ کا
تصور نہیں جیسا کہ عام کتب میں ہے، تو یہی
مذہب ہے الخ، اور اگر مشاع کا قبضہ دیا تو
موہوب لہ مالک نہ بنے گا الخ درمختار۔ اور

اقول قال فی الدر المنختار لا تتم بالقبض
فیما یقسم ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی
لعدم تصور القبض اکامل کما
فی عامۃ الکتب فکان هو المذہب
ولو سلمہ شائعاً لا یملک الخ
دل مختار، وفی ساد المختار

دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۲/۲
مجتبائی دہلی ۱۵۹/۲

کتاب الصلح

کتاب الہبۃ

لہ قرۃ عیون الاخیار تکملہ رد المحتار
لہ درمختار

و كما يكون للواهب الرجوع فيها يكون لو ارثه
 بعد موته الخ فهذا يفيد ان للواهب استرداد
 من ورثة الموهوب له وايضا الحق لا يسقط
 بتقادم الزمان كما حققه المحقق الشامي
 في مسائل شتى من آخر الكتاب - والله تعالى اعلم
 بالصواب - كتبه عزيز الرحمن عفي عنه
 ۲۰ رجب ۱۳۲۷ هـ -

ردالمحتار میں ہے کہ جس طرح خود واہب کو رجوع
 کا حق ہے اسی طرح اس کی موت کے بعد اس کے
 وارثوں کو حق ہے الخ، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ
 واہب کو موهوب لہ کی موت کے بعد اسکے وارثوں
 سے واپس لینے کا حق ہے، اور نیز کوئی حق پرانا
 زمانہ ہونے کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا، جیسا کہ کتاب
 کے آخر میں علامہ شامی نے مسائل شتی میں اس

کی تحقیق فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ ۲۰ رجب ۱۳۲۷ھ (ت)

باسمہ تعالیٰ

از ابو المنصور محمد غوث بخش مقیم بیت العلم والحکم پر پوچھنا ان موضع کو کلمہ مدہوڈا کمانہ غوث پور ریاست بہاولپور
 تحصیل خانپور۔

بغالی خدمت اسم درجت مدرار سجال العلوم علی العمود حضرت مولانا محمد و مناقبہ آمال و آمال خیار
 عباد اللہ المتعال حضرت احمد رضا خاں صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف عنصر لطیف

خدمت میں ضروری عرض ہے توجہ سے سن کر جواب بتدقیق وغور تمام بعجلت عطا فرمائیں، ایک
 استفسار متعلق بہہ مشاع و طلاق صبی بمبعہ ٹکٹ کچھ عرصہ سے خدمت میں بھیجا تھا، مولانا امجد علی صاحب اعظمی
 کے خط سے معلوم ہوا کہ نہیں ملا، پس حسب الایمان ان کے دوسری نقل ارسال ہے کہ کم نوازان من اعدالت
 ڈسٹرکٹ ججی خانپور میں دعوی رجوع عن الہبہ کا گمراہ ہے کہ جس کا رجوع شرع مقدس کی طرف ہے، علمائے علاقہ
 ہذا آپس میں مختلف ہیں، حضرت اعلیٰ کی خدمت اقدس میں فتویٰ مع الجواب ارسال ہے براہ کرم بخشی و
 حسبہ اللہ تعالیٰ بامعان نظر فتویٰ مرسلہ پر دستخط و مہر بالشمولیت جماعت علمائے کرام ثبت فرمادیں بمبعہ مزید
 تائید جواب اس کے کہ واقعات صورت حال از کتاب القضاء و مخالفت دعوی وغیرہ رجوع عن الہبہ
 سے مانع ہے، اپنی ذات باحسنات سے اضافہ فرمادیں۔ جناب والا! ایک نقل دیوبند بھی ارسال کی گئی تھی

ردالمحتار	کتاب الہبہ	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵۱۱/۴
لے	کتاب القضاء	فصل فی الجبس	۳۲۳/۴
”	مسائل شتی	”	۴۷۴/۵

مگر مفتی دیوبند نے بڑی بے غوری سے جواب مختصر لکھ کر استفتاء واپس کر دیا ہے جس پر بڑی حیرت دامنگیر ہے کہ یہ کیا جواب ہے کہ کتاب القصار و مخالفت دعویٰ وغیرہ پر کچھ بھی غور و توجہ نہیں کی، مرکز فتاویٰ جناب اقدس میں التجا ہے کہ بجنسہ استفتاء جس پر مفتی دیوبند کا جواب ہے غور فرما کر بجلدی جواب مفصل بحوالہ صفحہ کتاب وغیرہ معزز فرمائیں اور چند پیشی پہلے گزر گئی ہیں فقط ۱۰ شعبان، ۱۳۳۳ھ / ۱۱ مئی ۱۹۱۹ء

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب، یہاں چند امور پر لحاظ ضرور جن سے انکشاف جواب و ظہور صواب ہو، وباللہ التوفیق۔

اولاً شے صالح قسمت میں ہبہ مشاع باجماع ائمہ حنفیہ غیر نافذ ہے، صاحبین وغیرہا کسی کو خلاف نہیں، امام شافعی کا خلاف ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ بدائع امام ملک العلماء جلد ششم ص ۱۱۹، لا تجوز هبة المشاع فيما يقسم وهذا عندنا وعند الشافعي تجوز۔
اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے (ت) ہدایہ ج ۲ ص ۲۱۲،

قابل تقسیم چیز کا ہبہ تقسیم شدہ ہوئے بغیر جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا جائز ہے۔ (ت) لا تجوز الهبة فيما يقسم الامم جوتا مقسومة وقال الشافعي يجوز۔
تبیین الحقائق جلد ۵ ص ۹۳،

قابل تقسیم مشاع چیز کا ہبہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جائز ہے (ت) لا تجوز في مشاع يقسم وقال الشافعي تجوز۔

ہاں اختلاف اس میں ہے کہ صرف وقت قبضہ وجود شیوع مانع جواز ہبہ ہے یا جبکہ وقت عفت بھی ہو اول قول امام ہے اور ثانی قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قول ہمیشہ قول امام ہے کما حققناہ فی اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق "اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام" میں کی ہے۔ ت)، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۱۲۱،

۱۔ بدائع الصنائع کتاب الہبہ فصل فاما الشروط الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۹ / ۶
۲۔ الہدایہ کتاب الہبہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۸۳ / ۳
۳۔ تبیین الحقائق "المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر" ۹۳ / ۵

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبضہ کے وقت شیوع کا اعتبار کرتے ہیں اور صاحبین عقد اور قبضہ دونوں میں اعتبار کرتے ہیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کا دو افراد کو قابل تقسیم چیز کا ہبہ کرنا جائز نہیں کرتے کیونکہ قبضہ میں شیوع پایا جائے گا، اور صاحبین اس کو جائز فرماتے

ابوحنیفہ یعتبر الشیوع عند القبض وهما یعتبرانه عند العقد والقبض جميعا فلم یجوز ابوحنیفہ هبة الواحد من اثنين لوجود الشیاع وقت القبض وهما جوزاها لانه لم یوجد الشیاع فی الحالین بل وجد احدهما دون الآخر

ہیں کیونکہ عقد اور قبضہ میں شیوع نہیں ہے بلکہ صرف قبضہ میں شیوع ہے عقد میں نہیں۔ (ت)

بالجملہ اگر شیوع صرف وقت عقد ہو نہ وقت قبض جیسے دو شخص اپنا مکان مشترک جس میں تعمیرا شریک نہیں، شخص واحد کو ہبہ کر کے ایک ساتھ قبضہ دے دیں، یہ صورت بالاجماع جائز ہے، کتز و تنویر و عامہ متون میں ہے، وہب اثنان دار الواحد صحیح دو افراد نے ایک شخص کو ہبہ کیا تو جائز ہے۔ (ت) اور اگر صرف وقت قبض ہو نہ وقت عقد جیسے ایک شخص اپنا مسلم مکان دو کو ہبہ کرے، یہ امام کے نزدیک ناجائز اور صاحبین کے جائز، متون میں بعد عبارت مذکورہ ہے لاعکسہ (اس کا عکس نہیں ہے۔ ت) تبیین وغیرہ شروع میں ہے: هذا عندنا وقا لا یجوزنا (یہ امام صاحب کے نزدیک ہے، صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے۔ ت) اور اگر عقد و قبض دونوں میں شیوع ہو جیسے ایک شخص کسی مکان یا گاؤں میں اپنا غیر منقسم حصہ کسی کو ہبہ کرے یا ایک مکان کے دو شریک ہیں ایک اپنا حصہ زید کو دوسرا عمرو کو ہبہ کریں اگرچہ معاً ہبہ کیا اور معاً قبضہ دیا ہو، یہ صورتیں بالاجماع ناجائز ہیں، تبیین ج ۵ ص ۹۷ :

آپ دیکھیں گے کہ دو حضرات اگر دو اشخاص کو اس طرح ہبہ کریں کہ ایک کا حصہ ایک کو اور دوسرے کا حصہ دوسرے کو معین طور پر ملے تو بالاتفاق جائز نہیں۔ (ت)

الاتری ان رجلین لو وهبا رجلین علی ان نصیب احدہما لاحدہما بعینہ ونصیب الآخر للاخر لا یجوز بالاجماع

۱۲۱/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	الكتاب البتہ فصل واما الشرائط	لہ بدائع الصنائع
۱۶۱/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب الہبہ	۲ در مختار
۳۰۹	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۳ کنز الدقائق
۹۶/۵	المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر	"	۴ تبیین الحقائق
۹۷/۵	"	"	۵ " "

عالمگیریہ جلد ۲ ص ۳۷۸ ذخیرہ سے :

دونوں طرف سے شیوع ہو تو وہ قابل تقسیم ہونے کی وجہ سے بالاتفاق جوازِ ہبہ کے لئے مانع ہے۔ (ت)

الشیوع من الطرفين فيما يحتمل القسمة مانع عن جواز الهبة بالاجماع

ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ سوال صورتِ ثالثہ ہے کہ صالح قسمت میں غیر منقسم ہبہ کیا ہے تو باجماع امام و صاحبین ناجائز ہے۔

ثانیاً روایات ظاہرہ اصل مذہب میں ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک ہبہ مشاع کہ ناجائز ہے بعد قبض بھی مفید ملک نہیں ہوتا بلکہ شے بدستور ملک و اہب پر رہتی ہے، ہاں بعض مشائخ کے نزدیک ملک فاسد خبیث حاصل ہو جاتی ہے، اسے بھی خلاف امام و صاحبین سے کچھ علاقہ نہیں، بعض مشائخ کا خلاف ہے اور صحیح و معتد اول کہ وہی قول امام بلکہ قول ائمہ ثلاثہ اور وہی ظاہر الروایۃ صحیحہ و مرجمہ ہے تو اس سے عدول جائز نہیں اگرچہ بعض اس کے خلاف کو بہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) کہیں، فتاویٰ خیر یہ ج ۲ ص ۱۰۱ :

قابل تقسیم مشاع چیز ہو تو ہبہ صحیح نہ ہوگا اگرچہ وارث تصدیق کرے کہ مورث نے یہ ہبہ کیا ہے کیونکہ اس کی تصدیق فاسد کو صحیح نہیں بنا سکتی اور جس طرح اجنبی کے لئے صحیح نہیں ہے اس طرح شریک کے لئے بھی صحیح نہیں جیسا کہ عام کتب میں ہے اور جو ان کی مخالفت میں اکیلا ہو تو اس کا اعتبار نہیں اور ظاہر روایت میں یہ مفید ملک نہ ہوگا، زیلعی نے فرمایا اگر شیوع کی حالت میں قبضہ دیا تو مالک نہ بنے اس لئے اگر تصرف کرے تو نافذ نہ ہوگا اور موہوب لہ کو ضمان دینا ہوگا، واہب کا تصرف اس میں نافذ رہے گا، یہ طحاوی اور قاضیخان نے ذکر فرمایا ہے اور ابن رستم سے اسی طرح روایت ہے اور عصام نے

لا تصح هبة المشاع الذي يحتمل القسمة ولو صدق الوارث على صدوره ممن المورث فيه لان تصديقه لا يصير الفاسد صحيحا وكما لا تصح هبته من الاجنبي لا تصح من الشريك كما في اغلب الكتب ولا عبرة بمن شذ بمخالفتهم ولا تفيد الملك في ظاهر الرواية قال الزيلعي لو سلمه شائعاً لا يملكه حتى لا ينفذ تصرفه فيه فيكون مضموناً عليه وينفذ فيه تصرف الواهب ذكره الطحاوي وقاضى خان وروى عن ابن رستم مثله وذكر عصام

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبہ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/م

ذکر کیا ہے کہ یہ مفید ملک ہوگا، اور بعض مشائخ نے اس کو اپنایا ہے۔ (ت)

انہا تفید الملك وبہ اخذ بعض المشائخ انتھ

ردالمحتار میں فتویٰ مذکورہ علامہ خیر ملی کہ ہبہ مشاع مفید ملک موہوب لہ نہیں، ذکر کر کے فرمایا ج ۴

ص ۷۸۱،

اس پر حامد یہ وتاجیہ نے بھی فتویٰ دیا ہے، اور اسی پر جوہرہ اور بحر میں جرم کیا ہے اور ملتغی (غین کے ساتھ) سے منقول ہے کہ اگر موہوب لہ نے اُسے فروخت کر دیا تو صحیح نہ ہوگا، اور نور العین میں وجہ سے منقول کہ فاسد ہبہ قبضہ کی وجہ سے مضمون ہوگا اور اس میں ملکیت عوض کی ادائیگی کے بغیر ثابت نہ ہوگی، اس پر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں نص فرمائی ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اھ، اور اس سے قبل ذکر فرمایا کہ قابل تقسیم مشاع کا ہبہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مفید ملک نہیں ہے، اور قستانی میں ہے کہ وہ مفید ملک نہیں ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ مضمورات میں ہے اور یہ امام صاحب سے مروی ہے اور وہی صحیح ہے اھ، تو جب معلوم ہو گیا کہ یہ ظاہر روایت ہے اور امام

وافقی بہ فی الحامدیة ایضاً والتاجیة وبہ جزم فی الجوہرۃ والبحر ونقل عن المبتغی بالغین المعجمۃ انه لو باعه الموهوب لہ لا یصح و فی نور العین عن الوجیز الہبۃ الفاسدۃ مضمونۃ بالقبض ولا یثبت الملك فیہا الا عند اداء العوض نص علیہ محمد فی المبسوط و هو قول ابی یوسف اھ و ذکر قبلہ ہبۃ المشاع فیما یقسم لا تفید الملك عند ابی حنیفۃ و فی القہستانی لا تفید الملك وهو المختار کما فی المضمرات و هذا مروی عند ابی حنیفۃ وهو الصحیح اھ فحیث علمت انه ظاہر الروایۃ و انه نص علیہ محمد و رواد عن ابی حنیفۃ ظہر انه الذی علیہ العمل وان صرح بان المفتی بہ خلافہ۔

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پر نص ہے اور انھوں نے یہ امام صاحب سے روایت کیا ہے تو یہ صحیح ہے اگرچہ تصریح کی گئی ہو کہ اس کے خلاف پر فتویٰ ہے۔ (ت)

ثالثاً بعض کے نزدیک اگرچہ مفید ملک ہو مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ واہب کو اُس پر دعویٰ

نہ رہا، نہیں نہیں بلکہ اسے دعویٰ پہنچتا ہے اور بالاجماع رجوع کر سکتا ہے اگرچہ یہ ہبہ رجم محرم کو کیا ہو حالانکہ وہ مانع رجوع ہے اور جس طرح واہب کو دعویٰ پہنچتا ہے اگر وہ مر جائے اس کا وارث دعویٰ کر سکتا ہے حالانکہ موت احد العاقدین بھی مانع رجوع ہے اور اگر شئی موہوب، موہوب لہ کے پاس تلف ہو جائے اس کا تاوان واہب کو دے حالانکہ ہلاک موہوب بھی مانع رجوع ہے اور وجہ وہی ہے کہ ان بعض کے نزدیک بھی یہ ملک صحیح نہیں بلکہ خبیث ہے اور عقد فاسد و واجب الرد ہے۔ فتاویٰ خیرہ ج ۲ ص ۱۰۲ بعد عبارت مذکورہ :

اس کے باوجود کہ بعض کے نزدیک یہ ہبہ مفید ملک ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ واہب کو اس میں رجوع کا حق ہے اگرچہ موہوب لہ واہب کا ذی رجم محرم ہو، جامع الفصولین میں فتاویٰ فضلی کی رمز سے فرمایا کہ پھر اگر ہلاک ہو جائے تو میں نے فتویٰ دیا کہ محرم کو فاسد ہبہ دینے میں واہب کو رجوع کا حق ہے کیونکہ فاسد ہبہ مضمون ہوتا ہے جیسا کہ گزرا تو جب ہلاک ہو جانے پر قیمت برابر ضمان ہے تو ہلاک ہونے سے قبل واپس لینے کا حق ہے اور جیسے واہب کو رجوع کا حق ہے تو اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء کو رجوع کا حق ہوگا کیونکہ وہ قابل واپسی ہے اور ہلاک ہو جانے پر اس کا ضمان دینا ہوگا جیسا کہ فاسد بیع میں

ومع افادتها للملك عند هذا البعض اجمع الكل على ان للواهب استردادها من الموہوب له ولو كان ذی رجم محرم من الواهب قال فی جامع الفصولین ساء من الفتاویٰ الفضلی ثم اذا هلكت اقيمت بالرجوع للواهب هبة فاسدة لذی رجم محرم منه اذا الفاسدة مضمونة على ما مر فاذا كانت مضمونة بالقيمة بعد الهلاك كانت مستحقة الرد قبل الهلاك انتهى وكما يكون للواهب الرجوع فيها يكون لو ارثه بعد موته لكونها مستحقة الرد وتضمن بعد الهلاك كالبيع الفاسد اذا مات احد المتبايعين فلورثته نقضه لانه مستحق الرد ومضمون بالهلاك به

کوئی فریق فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو بیع ختم کرنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ قابل واپسی ہے اور ہلاک ہو جانے پر مضمون ہے۔ (ت)

ولہذا رد المتارک میں بعد عبارت مذکورہ بحال تنزل بقول دگر اس کا محض نامفید ہونا یوں

ظاہر فرمایا :

خصوصاً خبیث ملکیت ہو جیسا کہ عنقریب آئیگا اور
مضمون ہو جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے، تو وہ موہوب لہ
کو مفید نہیں ہے، اسے غنیمت سمجھو۔ (ت)

سابعاً مسئلہ ابرار عن الاعیان اگر یہاں سے متعلق ہوتا تو اس کا اثر صرف قضا پر تھا دیانہ اپنی
ملک کو عین سے سو بار برابر کرے ملک زائل نہ ہوگی اور جب ملے لے سکے گا۔ درمختار اوائل الصلح،
قولہم الابراء عن الاعیان باطل معناه
لم یصر ملکاً للمدعی علیہ ولذا لو ظفر
بتلك الاعیان حل له اخذها لکن لا تسمع
دعواه فی الحكم۔
ان کا فرمانا کہ عین موجود چیز سے بری کرنا باطل ہے،
اس کا معنی یہ ہے کہ مدعی علیہ کی ملک نہ بنے گا،
لہذا دینے والا اگر قابو پا کر اسے لے لے تو لینا
جائز ہوگا لیکن قاضی کے ہاں اس کا دعویٰ مجموع
نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار ج ۲ ص ۷۲۷

حموی نے صدر الشریعہ کے پوتے کے لئے حواشی سے
نقل کیا، اعیان اشیاء سے برات صحیح نہیں، ہمارے
اس قول کا مطلب یہ ہے کہ عین چیز مدعی علیہ کی
ملک نہ بنے گی، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مدعی کا
دعویٰ قائم ہے الخ ابوسعود نے کہا یہاں پر سائحاتی
نے جو فرمایا اس سے یہ زیادہ واضح ہے اور یہ کہنا
زیادہ بہتر ہے کہ اعیان اشیاء سے بری کرنا دیانہ
باطل ہے قضا باطل نہیں (ت)

نقل الحموی عن حواشی صدر الشریعہ
للمفید معنی قولنا البراءة عن الاعیان
لا تصح ان العین لا تصیر ملکاً للمدعی علیہ
لان ینبغی المدعی علی دعواه الخ ابوسعود
وهذا اوضح مما هنا قال السائحانف و
الاحسن ان یقال الابراء عن الاعیان
باطل دیانہ لا قضا۔

مگر صورت مسئلہ میں کوئی ابرار ابتداءً نہیں بلکہ اس جہہ ناجائز پر مبنی ہے جس پر اس کی یہ عبارت شاہد ہے
کہ بعد الیوم سے منظرہ و ورثائے منظرہ کا بابت کل حصص یعنی جمیع جائداد کے کوئی دعویٰ و دخل نہیں ورنہ ہوگا،

۵۱۱/۴

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الہبہ

۱ ردالمختار

۱۲۲/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الصلح

۲ ردالمختار

۲۷۵/۴

دار احیاء التراث العربی بیروت

”

۳ ردالمختار

یہ وہی عبارت ہے جو بیعنامہ کے آخر میں لوگوں نے معمول کر لی ہے کہ آج سے میرا بیع اور مشتری کا زر ثمن میں کوئی دعویٰ نہ رہا، یہ اسی بیع پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ کوئی ابرائے ابتدائی اگر بیع باطل ثابت ہو تو بلاشبہ بیع و ثمن واپس دیئے جائیں گے، اور وہ الفاظ کہ دعویٰ نہ رہا کچھ خلل انداز نہ ہوگا، بعینہ یہی حالت یہاں ہے اس ہبہ کی بنا پر کہ رہی ہے کہ آج سے کوئی دعویٰ نہیں، جب وہ ہبہ شرعاً ناجائز ہے ان الفاظ کا بھی کچھ اثر نہیں۔ عقود الدریۃ ج ۲ ص ۵۹،

جب دونوں مدعی حضرات آپس میں صلح کر کے صلحنامہ لکھ دیں جس میں ہر ایک نے دوسرے کو بری کر دینا لکھ دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ ائمہ کرام کے فتویٰ کی رو سے صلح باطل ہے تو اب ایک مدعی اپنے دعویٰ کو بحال کرے تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ پہلے برائت کر چکا ہے اور مختار یہ ہے کہ اس کا دعویٰ قابل عمت نہ ہوگا کیونکہ وہ صلح فاسد صلح کے ضمن میں ہوئی تھی لہذا وہ معتبر نہ ہوگی، مجمع الفتاویٰ (ت)

اذا جرى الصلح بين المتداعين وكتب الصك وفيه ابراء كل واحد منهما صاحبه عن الدعوى ثم ظهر ان الصلح وقع باطلا بفتوى الائمة فاراد المدعى ان يدعى ما ادعى لا تصح دعواه للابراء السابق والمختار ان تسمع لان هذا ابراء في ضمن صلح فاسد فلا يعمل بمجمع الفتاوى.

فتاویٰ امام قاضیخان ج ۲ ص ۲۳۸، جامع احکام الصغار ص ۱۰۷،

دوبارہ دعویٰ حرام نہیں ہے کیونکہ پہلا اقرار صلح کے اس سبب پر جس پر دونوں نے اتفاق کیا تھا وہ باطل ہو چکا ہے (ت)

لا تحرم هو الصحيح لانه ما اقر بالحرمة ابتداء وانما اقر بالسبب الذي تصادقا عليه وذلك السبب باطل

خاصاً بفرض غلط اگر یہ ابتدائی ابرار بھی ہوتا تو اس چیز کی نسبت ہے کہ اس وقت تک اس کی ملک ہے جو خود معلوم اور بعد الیوم کی قید سے مفہوم اور نہ کسی منازعت میں ہے نہ کسی خاص کے نام تو محض باطل و بے اثر ہے، عقود الدریۃ ج ۲ ص ۲۵،

عمادیہ میں ہے قابض نے کہا یہ میرا نہیں، یا میری ملک نہیں، یا میرا حق نہیں، یا اور ایسے

وفي العادیه قال ذوالیدیس هذا لى اولیس ملكی او لاحق لى فيه او نحو ذلك

۱۰۷/۲ کتاب الصلح ارگ بازار قندھار افغانستان
۱۰۷/۱ جامع احکام الصغار علی ہاشم جامع الفصولین مسائل الطلاق نورانی کتب خانہ کراچی

ولا مانع له حينئذ ثم ادعاء احد
فقال ذوالبيد هولي فالقول له لان
الاقراء بسجھول باطل والتناقض انما
يمنع اذا تضمن ابطال حق على احده
ومثله في الفيض وخرانة المفتين

الفاظ کے جبکہ اس وقت کسی نے تعرض نہ کیا پھر کسی
نے اس مقبوضہ چیز پر دعویٰ کر دیا تو اس کے جواب
میں اس نے کہا یہ میری چیز ہے، تو اس کا یہ کہنا
معتبر ہوگا کیونکہ پہلا اقرار تھا جو باطل ہے، اور تناقض
تب ہوتا کہ وہ کسی کے لئے حق کا اقرار کرتا اور
اور اسکی مثل فیض اور خزانة المفتين میں بھی ہے (ت)

سادساً ایک شخص دوسرے کو مدت تک کسی شے میں مالکانہ تصرف کرتے دیکھے اور بلا عذر
ساکت رہے پھر کہنے لگے کہ یہ تو میری ملک ہے۔ علماء کرام نے قطع تزویر و حیل کے لئے اس کا دعویٰ
نامسموع رکھا ہے اور یہ حکم فقہی ہے، نہ بنائے منع سلطانی۔ اس کی بعض عبارات فتاویٰ بہاولپور
میں ہیں اور کثیر وافر ہمارے فتاویٰ میں۔ یہ حکم دیانہ نہیں محض قضاء ہے کہ نظر بظاہر حال ممانعت فرمائی
کہا نصوا علیہ (جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے۔ ت)، سائل نے سوال ہی میں اس کا اشعار
کر دیا تھا کہ باوجود اطلاع علی التصرف قضاء دعویٰ اس کا قابل سماعت ہے نہ، مجیب نے تصریح
کر دی تھی کہ صحت قضاء کے لئے دعویٰ شرط ہے اور وہ یہاں نہیں دعویٰ قضاء قابل اخراج ہے
اور یہ عبارت کہ الحق لا یسقط بتقادم الزمان (زمانہ گزرنے پر حق ساقط نہیں ہوتا۔ ت)
حکم دیانت ہے تو اس کے مقابل اسے پیش کرنا فتویٰ دیوبند کی حماقت ہے ان محقق شامی نے
جن کے مسائل شتی آخر کتاب کا حوالہ دیا اسی جگہ فرما دیا تھا، ج ۵ ص ۷۶۶ :

پھر معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا عدم سماع کسی حق
کے بطلان پر مبنی نہیں تاکہ اعتراض ہو سکے کہ
اس کا یہ دوسرا قول مہجور ہے کیونکہ یہ کسی حق کے
بطلان کا حکم نہ تھا بلکہ یہ تو قاضیوں کا ترک سماع
اس خوف کی بنا پر تھا کہ من گھڑت معاملہ ہو سکتا ہے

ثم اعلم ان عدم سماعها ليس مبنيًا على
بطلان الحق حتى يرد ان هذا قول
مهجور لانه ليس ذلك حكما
ببطلان الحق وانما هو امتناع
من القضاة عن سماعها خوفا من التزوير

۵۳/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الاقرار	لے العقود الدریۃ
۴۷۲/۵	دار الاحیاء التراث العربی بیروت	مسائل شتی	ردالمحتار
۳۲۳/۴	" " " " " "	کتاب القضاء فصل فی الجبس	ردالمحتار

ولذالة الحال كما دل عليه التعليل و
الافتقار قالات الحق لا يسقط بالتقادم
كما في قضاء الاشباه فلا تسمع الدعوى في
هذه المسائل مع بقاء الحق للاخر ولذا
لواقربه الخصم يلزمه

اور حال کی دلالت کی وجہ سے جیسا کہ اس کی بیان کردہ
علت سے معلوم ہوتا ہے، ورنہ تو زمانہ گزرنے کی
وجہ سے کوئی حق ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ الاشباہ کی
بحثِ قضاء میں ہے، تو ان مسائل میں دوسرے
کے حق کے باوجود دعویٰ مسموع نہ ہوگا، اسی لئے
اگر فریق مخالف اس کا اقرار کرے اسکو لازم ہو جائیگا۔

یہاں علامہ شامی نے الحق کا لا یسقط بالتقادم (زمانہ گزرنے سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ ت)
جواب دینے کے لئے نقل فرمایا ہے اس کی کوئی تحقیق نہ کی، تحقیق اسی کی لکھی ہے کہ اس صورت میں دعویٰ مسموع
نہیں اور یہ اس پر الحق لا یسقط بالتقادم (زمانہ گزرنے سے حق ساقط نہیں ہوتا۔ ت)
وارد نہیں، یہ سب کچھ دیکھ کر شامی کا التا سوال دینا اور جس سے وہ جواب دے چکے اسی کو پیش کرنا اور ان
کے سر و دھرا عجیب جہالت ہے بلکہ جواب صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ صورتِ مسئلہ سے متعلق نہیں جہاں مدعی علیہ
کا اقرار موجود ہو، اگر سو برس بھی گزر جائیں مانع دعویٰ نہیں۔ یہاں اس مال کا متروکہ سما اور شرم خاتون
کا وارث سما ہونا امر مسلم ہے جس میں کسی کو نزاع نہیں، پھر الہی بخش کا شرم خاتون سے ہبہ لینا ہبہ نامہ لکھوانا
صراحتاً ملک شرم خاتون کا اقرار ہے تو مسئلہ مذکور یہاں سے اصلاً متعلق نہیں، فتاویٰ خیر یہ ج ۲ ص ۷۳ :

ان سے سوال ہوا کہ زید نے عمر پر دعویٰ کیا کہ یہ
محدود رقبہ میرے والد کی وراثت میں میری ملک ہے
تو مدعی علیہ نے جواب میں کہا میں نے یہ رقبہ اتنے
میں تیرے والد سے خریدی ہے اور چالیس سال سے
زائد عرصہ میرے قبضہ میں چلا آ رہا ہے اور تو شہر میں
میرے پاس مقیم اور عذر کے بغیر تو خاموش رہا اور
دعویٰ نہ کیا، تو کیا مدعی علیہ کا یہ جواب مدعی کے مورث
سے خرید کے ثبوت کے لئے گواہی کی ضرورت ہوگی
اور مدت مذکورہ سے اس کا قبضہ اس کو مفید نہ ہوگا

سئل فیما دعی زید علی عمر ومحدودا
انہ ملکہ ورثہ عت والدہ فاجابہ
المدعی علیہ انی اشتريت من
والدك بكذا وانی ذوید
علیہ من مدة تزید علی اربعین
سنة و انت مقیم معی فی بلدة ساکت من
غیر عذر یمنعک عن الدعوی هل
یکون ذلک من باب الاقرار بالتلقی من
مورثہ فیحتاج الی بیئنة تشهد له بالشراء ولا ینفعه

اور یہ پندرہ سال پرانے کیس سے متعلق دعویٰ کے باب سے نہ ہوگا، جواب دیا، ہاں مدعی علیہ کا یہ دعویٰ کہ میں نے تیرے مورث سے خریدا ہے، یہ مورث سے حصول کا اقرار ہے اور اس سے اپنے لئے منتقل ہونے کا دعویٰ بنتا ہے تو اس پر مدعی علیہ کو گواہی کی ضرورت ہوگی اور اس بنا پر مدعی علیہ مدعی بن جائے گا، اور مذکورہ اقرار کی وجہ سے اس کا چالیس سالہ قبضہ اس کو مفید نہ ہوگا، اور یہ معاملہ پندرہ سالہ پرانے کیس والا نہیں بلکہ یہ اقرار پر مواخذہ کے باب سے ہوگا جبکہ دوسرے کی چیز کا اقرار کرنے والا اپنے اقرار کی بنا پر پابند ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا قبضہ زمانوں سے ہو شمار نہ ہوگا، اور یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی توقف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

عقود الدریتہ ج ۲ ص ۷۰ :

جب زید کی بہنوں نے اس پر دعویٰ کیا کہ اس مکان میں پندرہ سال قبل فوت شدہ ہمارے والد کی وراثت کے طور پر ہمارا حق ہے اور زید اعتراف کرتا ہے کہ یہ مکان والد کی وراثت میں ہے تو اس کی بہنوں کا دعویٰ قابل سماعت ہوگا اگرچہ لمبی مدت گزر چکی ہو، جیسا کہ علامہ ابو سعود عمادی نے یہ فتویٰ دیا۔ (ت)

ایضاً صفحہ ۲۶ :

كونه واضعا يده عليه المدة المذكورة و لا تكون الحادثه من باب الدعوى التي مر عليها خمس عشرة سنة اجاب نعم دعوى تلقى الملك من المورث اقرار بالملك له ودعوى الانتقال منه اليه فيحتاج المدعى عليه الى بينة وصار المدعى عليه مدعيًا ولا ينفعه وضع اليد المدة المذكورة مع الاقرار المذكور وليس من باب ترك الدعوى بل من باب المواخذة بالقرار ومن اقر بشئ لغيره اخذ باقراره ولو كان في يده احقبا كثيرة لا تعد وهذا مما لا يتوقف فيه - والله تعالى اعلم.

نہ ہوگا، اور یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی توقف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اذا ادعى اخوات زيدا عليه بحصتهن من دار ابين المتوفى من خمس عشرة سنة وهو معترف بان الدار مخلقة لهم عن ابينهم تسمع الدعوى عليه ولو طالت المدة كما افق بذلك العلامة ابو السعود العمادي -

فی البزازیة عن المحيط لو ابوا احد
الورثة الباقي ثم ادعى التركة وانكر
لا تسمع دعواه وان اقر و بالتركة
امرو بالرد عليه

بزازیہ میں محیط سے منقول ہے اگر ایک وارث نے
باقی ورثاء کو بری کر دیا اور پھر بعد میں اس نے
ترکہ کا دعویٰ کر دیا اور باقی ورثاء انکار کر دیں تو
اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور ورثاء اقرار کریں
تو ان کو ترکہ واپس کرنے کا حکم ہوگا (ت)

ابھی ردالمحتار سے گزرا، لواقریہ الخصم یلزمہ (اگر فریق مخالف اس کا اقرار کرے اس کو لازم
ہو جائے گا۔ ت)

سابعاً ان بیانات سے روشن ہوا کہ دعویٰ شرم خاتون شرعاً دیانہ اور قضاہ ہر طرح مسموع ہے
اب رہا نہی سلطانی کا شبہہ، اگر قانون ریاست بہاولپور میں مسئلہ تمادی نہیں جب تو ظاہر کہ وہاں
کے قضاہ ہرگز ممنوع عن السماع نہیں اور اگر ہے لیکن بحال وجود اقرار مدعی علیہ موثر نہیں جیسا کہ حکم شرعی
ہے جب بھی اسے یہاں سے تعلق نہیں کما تقدم۔
ردالمحتار جلد ۴ ص ۵۳۱

حامد یہ میں مولیٰ ابی السعود کا ترکی فتویٰ نقل کیا ہے
جس کا عربی ترجمہ یہ ہے جب شرعی عذر کے بغیر
پندرہ سال تک وراثت کا دعویٰ نہ کیا ہو تو کیا اب
قابل سماعت نہ ہوگا؟ الجواب، فریق مخالف کے
اعتراف کے بغیر قابل سماعت نہ ہوگا۔ اسی کی
مثل مفتی روم علی آفندی کا فتویٰ ہمارے مشائخ کے
شیخ ترکمانی نے نقل کیا ہے اور مفتی روم عبد اللہ
آفندی کا فتویٰ ہمارے مشائخ کے شیخ سائحانی نے
بھی اسی کی مثل نقل کیا ہے (ت)

نقل فی الحامدیة فتویٰ ترکیة عن المولیٰ
ابی السعود و تعریبها اذا ترکت دعوی الامت
بلا عذر شرعی خمس عشرة سنة فهل
لا تسمع الجواب لا تسمع الا اذا اعترف
الخصم بالحق و نقل مثله شیخ مشائخنا
الترکمانی عن فتاویٰ علی آفندی مفتی
الروم و نقل مثله ایضاً شیخ مشائخنا
السائحانی عن فتاویٰ عبد اللہ آفندی
مفتی الروم

۵۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	۱۰ العقود الدریہ کتاب الاقرار
۴۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۱ ردالمحتار مسائل شتی
۳۴۳/۴	" " " " " " " "	۱۲ ردالمحتار کتاب القضاہ فصل فی الجبس

ایضاً ص ۵۳۲ ،

قاضی کا دعویٰ نہ سُننا صرف اس صورت میں ہوگا
جب فریقِ مخالف انکار کرے ، وہ اگر اعتراف
کرے تو دعویٰ سُننا جائے گا۔ (ت)

عدم سماع القاضی لها انما هو عند انکار
الخصم فلو اعترف تسامحاً

اور اگر وہاں مطلقاً ممانعت ہے کہ مثلاً ۱۲ سال کے بعد کوئی دعویٰ نہ سُننا جائے اگرچہ مدعا علیہ کا اقرار
موجود ہو تو البتہ وہاں کے قاضی نہ سُن سکیں گے کہ وہ قدر تولیت سے زائد میں معزول و کا حد من الناس
ہیں مگر خود رئیس پر فرض ہوگا کہ آپ سُننے یا کسی کو سُننے کی اجازت دے کہ حق ضائع نہ ہو۔ در مختار
قبیل التخلیم ؛

زمان ، مکان اور واقعہ کی وجہ سے قضاہ کا
تخصّص ہو سکتا ہے حتیٰ کہ اگر حاکم پندرہ سال بعد
دعویٰ کی سماعت سے منع کرے تو قاضی کی کارروائی
کے باوجود نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

القضاء يتخصص بزمان ومكان وخصومة
حتى لو امر السلطان بعدم سماع الدعوى
بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم ينفذ

خیر یہ ج ۲ ص ۱۰۲ ، شامی ج ۴ ص ۷۸۱ :

کیونکہ قاضی اس میں بے اختیار ہو جاتا ہے
تو رعیت ہو جانے کی بنا پر قاضی پابند ہو جاتا ہے ،
ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر نص
کی ہے۔ (ت)

لانه معزول عنه بتخصيصه فالسحق
فيه بالرعية نص على ذلك علماءنا
رحمهم الله تعالى

عز العيون ص ۲۲۳ ،

قاضی پر سماعت نہ کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ
حاکم کے حکم سے مباح چیز واجب ہو جاتی ہے
تاہم حاکم پر لازم ہے کہ خود سماعت کرے ،

يجب عليه عدم سماعها لان امر
السلطات يصير المباح واجبا و
لكن يجب السلطات ان يسمعها

دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۳

لہ ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی الجبس

دار المعرفۃ بیروت ۲/۸۱

لہ در مختار

دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۱۲

کتاب الہب

کذا فی معین الفتویٰ - واللہ تعالیٰ اعلم۔
 معین الفتویٰ میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۲ از موضع گھر پیا تحصیل و ڈاکخانہ کچھا ضلع نیننی تال مرسلہ مسماة افضل بیگم ۲ صفر ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ نیاز علی کی بیوی منکوہہ قضائے الہی سے فوت ہوئی،
 اُس نے اپنا ایک بیٹا محمد ولی خاں چھوڑا، جب کچھ عرصہ کے بعد نیاز علی خاں نے دوسری بیوی کرنا چاہی تو قبل
 زوجہ ثانیہ کے کرنے سے نیاز علی خاں نے اپنی کل جائداد اپنے لڑکے محمد ولی خاں کے نام اسٹام پر تحریر کرادی
 اور اس کے بعد نکاح ثانی افضل بیگم کے ساتھ کیا لیکن وقت نکاح نیاز علی خاں نے یہ امر افضل بیگم سے پوشیدہ
 بھی نہیں رکھا تھا، صاف ظاہر کر دیا تھا کہ جائداد جو کچھ ہے وہ محمد ولی خاں کے نام تحریر ہے میرے پاس صرف
 ہاتھ پیر ہیں تمہارا دل چاہے نکاح کرو یا مت کرو۔ لیکن افضل بیگم نے نکاح کرنا اسی حالت میں قبول کیا اور
 نکاح ہو گیا، اب کچھ عرصہ کے بعد نیاز علی خاں فوت ہو گیا ہے تو اب مسماة افضل بیگم نے لڑکے محمد ولی خاں
 سے اپنا مہر چاہنے کی خواہش کی بلکہ دعویٰ کچھری میں داخل کر دیا اور محمد ولی خاں وہ اسٹام جو قبل نکاح نیاز علی
 تحریر کر چکا ہے اس کو پیش کرتا ہے کہ جائداد میری ہے نیاز علی خاں کی نہیں کہ میں مہر ادا کر سکوں۔ فریقین نے
 اس امر کو پنچاست پر قبول کیا ہے، پنج فیصلہ خلاف حکم شرع شریف نہیں کرنا چاہتے، اس لئے خلاصہ معلوم ہونے
 کی ضرورت ہے کہ بحالت مذکورہ بالا افضل بیگم اپنا دین مہر محمد ولی خاں پسر نیاز علی خاں متوفی سے پانے کی
 مستحق ہے یا نہیں؟ مطابق حکم شرع شریف خلاصہ احکام سے آگہی بخشی جائے، دیگر یہ بھی ہے کہ تحریر
 اسٹام سے اور نیاز علی خاں کے فوت ہونے تک کمی بیشی اس جائداد کی ہوئی ہے، اس میں جو مناسب ہو
 تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اگر جائداد کسی کی شرکت میں نہ تھی خالص نیاز علی کی تھی اور اُس نے بیٹے کے نام لکھ کر اپنے قبضہ سے
 بالکل خالی کر کے بیٹے کا قبضہ کرادیا تھا تو وہ کل جائداد محمد ولی کی ہوگی، افضل بیگم کا اُس پر دعویٰ باطل ہے
 اور اگر اس میں کوئی جائداد دوسرے کی شرکت میں تھی کہ نیاز علی کا حصہ جدا تقسیم شدہ ممتاز نہ تھا یا کسی
 جائداد سے اپنا قبضہ نہ اٹھایا مثلاً مکان تھا بیٹے کا نام اسٹامپ میں کرادیا اور خود ایک آن کے لئے بھی
 اپنی ذات اور اپنے اسباب سے خالی نہ کیا یا نام کرادیا اور بیٹے کا قبضہ نیاز علی کی زندگی تک نہ ہوا تو ان
 صورتوں میں ایسی جائدادیں نیاز علی ہی کی ملک ہیں، اور افضل بیگم کا دعویٰ مہران پر بجا ہے اس کا مہر اور

پہلی بی بی کا مہر باقی ہو تو وہ بھی اور اور جو کچھ نیاز علی پر دین ہو وہ سب ایسی جائدادوں سے پہلے ادا کیا جائیگا
 اگر کچھ نہ بچے گا ان جائدادوں سے محمد ولی کچھ نہ پائے گا، اور جو جائداد تینوں شرطوں کے ساتھ محمد ولی کو نیاز علی
 کی زندگی میں مل چکی وہ محمد ولی کی ہے اُس پر کسی کا دعویٰ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳ از فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور ریاست بہاولپور مرسلہ نور احمد فریدی سجادہ نشین فرید آباد

۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ واحد بخش نے مرنے سے ایک ماہ پہلے بحالت
 بیماری بدرستی ہوش جو اس وسلامتی عقل برضا و رغبت خود بروئے گواہان کہا کہ میری کل جائداد کا مالک قابض
 میرا پتر حقیقی مسمیٰ غلام احمد ہے، اور اس نے قبول کر کے ایک ماہ تک اُس کی حیات میں حسب قولش
 ایسا ہی کیا کہ مالک قابض متصرف جائداد پر اور بنجانہ اش مقیم رہا ہے، اراضیات کی کلبہ رانی کاشت برداشت
 و تدارک آبادی وغیرہ بھی کرتا رہا ہے، ایک ماہ کے بعد واحد بخش فوت ہوا اور خرچ اخراج تجمیر تکفین تدفین
 وغیرہ مناسب اسی نے کی ہیں، تیسرے روز نقل خوانی پر حسب قول متوفی سب برادری وغیرہ نے دستار بندی
 اسی غلام احمد کی کرائی ہے کیونکہ واحد بخش کی اولاد نینہ یہی تھی اسی لئے مرنے سے ایک ماہ پیشتر برضائے خود
 غلام احمد کو مالک قابض متصرف بنا کر دار البقا کو چلا گیا ہے بلکہ یہ بھی اُس وقت اس نے کہا تھا کہ میری ہر دو
 دختران کی شادی کرانے کا بھی یہی مالک ہے، واحد بخش کے اہل وراثت حسب ذیل موجود ہیں ذوی الفروض
 سے دو زوجہ مسماۃ غلام فاطمہ و جامل اور دو دختران مسماۃ خیران و امیران اور اقرب العصبات سے چار
 بنو عم مسیمان غلام احمد مذکور واحد بخش خد بخش غلام رسول موجود ہیں بعد توقیت واحد بخش کے دو ماہ دیگر بھی
 یعنی کل تین ماہ تک برضائے کل مالک قابض متصرف رہا ہے، پھر غلام فاطمہ جو اس کی درونی ناخواہ تھی
 اس کو گھر سے نکال دیا ہے اور ایسا نہیں چاہئے، الا قبضہ غلام احمد کا اراضیات پر تا حال بدستور موجود ہے
 خیران کا نکاح مسمیٰ لعل سے اور امیران کا نکاح غلام احمد مذکور سے شرعی طور پر ہو چکا ہے پس اب شرعاً
 دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ قول واحد بخش کا غلام احمد کے لئے ہبہ ہو سکتا ہے یا کیونکر، فتاویٰ
 قاضیخان میں ہے،

ایک شخص نے میری تمام ملوکہ فلاں کے لئے ہے
 کہا تو ہبہ قرار پائیگا حتیٰ کہ قبضہ کے بغیر جائز نہ ہوگا۔

رجل قال جميع ما ملکہ لفلان یكون هبة
 حتی لا یجوز بدون القبض لہ

اور فتاویٰ عالمگیری مترجم جلد سوم میں ہے کہا :
 وهبت هذا الشيء لك او ملكته منك یعنی یہ شے تجھے ہبہ کی یا تجھے اس کا مالک
 کیا او جعلته لك او هذا لك یا میں نے تیرے واسطے کر دی یا یہ شے تیرے واسطے
 ہے او اعطيتك او نحلتهك یا میں نے تجھے عطا کی یا نخلہ دی فہذا اكله هبة
 (یہ تمام صورتیں ہبہ کی ہیں ۔ ت) ۱

اور نیز فتاویٰ عالمگیری مترجم مذکور میں ہے کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ مریض کا ہبہ یا صدقہ
 جائز نہیں ہے مگر جبکہ اس پر قبضہ ہو جائے اور جب قبضہ ہو گیا تو تہائی مال سے جائز ہے، اور اگر
 سپرد کرنے سے پہلے واہب مرگیا تو ہبہ باطل ہو گیا، ۲

اور جاننا چاہئے کہ مریض کا ہبہ کرنا قصداً ہبہ ہے وصیت نہیں ہے اور تہائی مال اس کا اعتبار کرنا
 اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ وصیت ہے بلکہ اس واسطے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال سے متعلق
 ہوتا ہے اور اس نے ہبہ کر دینے میں احسان کیا تو اس کا احسان اس قدر مال سے ٹھہرایا جائیگا جتنا شرع
 نے اس کے واسطے قرار دیا ہے یعنی ایک تہائی، اور جب یہ تصرف عقد ہبہ ٹھہرایا گیا تو جو شرائط ہبہ کے ہیں
 وہ مرعی ہونگے، اور از انجملہ ایک شرط یہ ہے کہ واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ اس پر قبضہ کر لے، یہ
 محیط میں ہے، اور درمختار میں ہے،

يسنع الرجوع فيها حروف دمع خرقه۔
 ہبہ سے رجوع کرنے سے یہ حروف "دمع خرقه"
 مانع ہیں (ت) ۳

پس ان عبارات کتب معتبرہ سے کیا استخراج ہو سکتا ہے اور کس طور حصص بطور ہبہ یا وراثت فیما
 بین الورثہ شرعاً منقسم ہونگی۔

الجواب

مرض الموت میں ہبہ اگرچہ حقیقہ ہبہ ہے فلہذا قبضہ شرط اور ما یقسم میں مشاع ناجائز مگر حکماً
 وصیت ہے ولہذا بے اجازت ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہیں اور وارث کے لئے بے اجازت

۴۳/۴	حامد اینڈ کمپنی لاہور	کتاب الہبہ باب اول	۱
۱۲۲/۴	" " "	باب دہم	۲
۱۶۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب الرجوع فی الہبۃ	۳

الجواب

پہلی عورت کا مہر اور وہ زمین کہ اس کے نام کہ دی تھی جبکہ اسے پورا قبضہ دے دیا ہو اور وہ عملہ بھی جبکہ اسی کے لئے بنا ہو اس عورت کے وارثوں کا ہے جن میں شوہر بھی اور عورت کے لیسر و دختر، اور اگر مادر پیدر ہوں تو وہ بھی، اور اگر وہ زمین عورت کے نام نہ خریدی نہ خود خرید کر اُسے دے کر اس کا پورا قبضہ کرایا تو زمین شوہر کی ہے اور عملہ بھی اسی کا ہے،

کیونکہ اگر تعمیر سے قبل عمارت کا ہبہ ہو تو یہ مقدم چیز کا ہبہ ہو اور اگر تعمیر کے بعد ہبہ کیا تو یہ اپنی ملکیت سے متصل چیز کا ہبہ ہوگا جو کہ مشاع چیز کے ہبہ کی طرح ہوا جیسا کہ عقود الدریہ میں اس کی وضاحت کی ہے اور ہم نے اس کے حاشیہ پر بیان کر دیا ہے، اور جامع الفصولین پر خیر الدین رملی کے حاشیہ میں ہے، دوسرے کی زمین میں اس کے درخت یا عمارت ہوں اور وہ اس کو زمین کے قابض کو ہبہ کر دے تو

لانه ان وهب البناء قبل ان يبني فهبته معدوم او بعده فهبته متصل وهي كهبته مشاع كما اوضحه في العقود الدرية، وبيناه على هامشها وفي الخیر الرصلى على جامع الفصولين له شجر او بناء في ارض لاخر وهبه لمن الاارض بيدا لا تجوز الهبة اه وفي الدرر تجوز هبة البناء دون العرصه اذا اذن الواهب في نقضه^۳

یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا، در میں ہے اگر واہب اکھاڑ لے جانے کی اجازت دے دے تو زمین کے بغیر عمارت کا ہبہ جائز ہوگا۔ (ت)

پہلی صورت میں کہ زمین عورت کی تھی عملہ اس کا ہونے نہ ہونے کے لئے یہ معلوم ہونا درکار ہے کہ عملہ شوہر نے بطور خود بنایا، اور کیا کہہ کر بنایا کہ اپنے لئے بناتا ہوں یا عورت کیلئے یا کچھ نہ کہا یا عورت کے کہنے سے بنایا اور عورت نے کیا کہا یہ کہ میرے لئے بنا دے یا اپنے لئے بنا لے، یا کچھ نہ کہا، اور بنانے کے لئے روپیہ عورت نے دیا یا شوہر کا تھا عورت نے دیا تو کیا کہہ کر دیا۔

۹۴-۹۵/۲	ادگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الہبہ	لہ العقود الدریہ
۹۴/۲	"	"	لہ " بحوالہ الرملی
۵۸/۲	الفصل الثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی	کتاب الہبہ	اللآلی الدریہ فی الفوائد الخیریہ حاشیہ جامع الفصولین
۲۲۱/۲	میر محمد کتب خانہ کراچی	کتاب الہبہ	لہ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام

بہر حال وہ کل مکان یا شہر عمدہ اور زمین کا حصہ یا دونوں کا حصہ جو کچھ ملک شوہر ٹھہرے، اور ایسے ہی اس کے اور املاک ان میں اسی کی حیات میں کسی کا دعویٰ نہیں، ہاں وہی تقسیم کرنا چاہے تو چاروں بیٹے بیٹی کو برابر دینا چاہئے، پہلے جوان کے خرچ خوراک یا تعلیم یا شادی میں لگا چکا وہ اس حصے میں مجرانہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵ از بمبئی ڈاکخانہ ۹ اسکیم ہوٹل مسئلہ مولوی احمد مختار صاحب ۵ صفر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے منگنی کے وقت کچھ زیور وغیرہ اس عورت کے لئے دیا جس کے ساتھ اس کی منگنی قرار پائی، چند ماہ بعد عقد نکاح کے لئے آیا تو کچھ کپڑے بھی پیش کئے بعد ازاں اس کا عقد اسی عورت کے ساتھ ہو گیا، زیور اور کپڑوں کا اس عورت کو جماعت کے سامنے مالک بنا دیا تھا، اب کچھ عرصہ بعد اس نے عورت کو طلاق دے دی اور زیور کپڑے جو چڑھائے تھے وہ سب چھین لئے، پس یہ واپسی جائز ہے یا نہیں، اکثر کتب فقہیہ میں ہے کہ قبل از عقد جو کچھ دیا ہے اس کی واپسی کا شوہر کو اختیار ہے، بعد از عقد جو دیا ہے وہ نہیں لے سکتا۔

الجواب

فی الواقع بعد نکاح جو کچھ تم لیکھا دیا اس سے رجوع نہیں کر سکتا، اور قبل نکاح جو کچھ دیا اس سے بے مرضی زن واپس لینا گناہ ہے اور خود چھین لینے کا ہرگز اختیار نہیں بلکہ عورت نہ دے نالٹس کر کے بحکم قاضی لے سکتا ہے اور گناہگار اس میں بھی ہوگا کہ صحیح حدیث میں فرمایا:

العائد فی ہبتہ کالکلب یعود فی قیدہ
لیس لنا مثل السوء۔
یعنی بڑی مثال مسلمان کے شایاں نہیں، دے کر لینے والا کتے کی طرح ہے کہ قے کر کے پھر چاٹ لیتا ہے۔

در مختار میں در بارہ موانع رجوع ہے:

والزوجیۃ وقت الہبۃ فلو وہب لامرأۃ
ثم نکحہا مرجع و لو وہب
لامرأۃ لا۔
ہبہ کے وقت منکوحہ بیوی ہونا، لہذا اگر کسی عورت کو ہبہ کر کے بعد میں اس سے نکاح کیا تو ہبہ میں رجوع کر سکے گا اور اگر بیوی کو ہبہ کیا رجوع نہ کر سکے گا۔ (ت)

۱۰۳۲/۲ قادیمی کتب خانہ کراچی لے صحیح البخاری کتاب الحیل باب فی الہبۃ
۱۶۳/۲ محبتانی دہلی لے در مختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ

اسی میں ہے :

لا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم
الحاکم فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔
ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ از اودے پور میواڑ راجپوتانہ اسٹیٹ محلہ اقیم کا کانتہ بر مکان محمد حیات صاحب انجنیر
مسئلہ نیاز الحسن صاحب ۶ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں موافق مذہب حنفی کے کہ زید کے دو لڑکے ہیں بکر و عمرو،
اب زید نے اپنی جائداد عمرو کو ہبہ کر کے اس پر عمرو کا قبضہ کر دیا اور بعد وفات زید کے عمرو نے جائداد موہوبہ
اپنی زوجہ مسماۃ امیرن کو بالعوض مہر بخشش کر دی اور بعد وفات امیرن کے عمرو نے اپنے بھائی بکر کو ایک خط
لکھا، جس میں یہ لکھا ہے کہ جائداد مذکورہ کے تم مالک ہو اور عمرو کے امیرن کے لطن سے دو لڑکے ہیں خالد و
ناصر، اب بکر مدعی ہے کہ جائداد کا مالک میں ہوں، اور خالد و ناصر مدعی ہیں کہ مالک ہم ہیں۔ شرعاً مالک و
وارث کون قرار دیا جاسکتا ہے ؟

الجواب

جب زید نے عمرو کو ہبہ کر کے قابض کر دیا اور عمرو نے امیرن کے مہر میں دے دی امیرن مالک
ہوگئی، عمرو کو کوئی اختیار نہ رہا کہ اپنے بھائی کو اس کا مالک کر دے، جائداد بقدر حصہ خالد و ناصر کی ہے
ہاں چہارم عمرو کو حصہ شوہری میں ملی اسے اپنے بھائی کو یا جسے چاہے ہبہ کر سکتا ہے مگر ابھی نہیں بلکہ بعد
تقسیم اپنا چہارم الگ متمیز کر کے ہبہ کر سکے گا ورنہ اس کا ہبہ بھی باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷ از رائے بریلی یونانی دو خانہ کبیر گنج مسئلہ محمد عظیم عطار ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے جو اس کے ذاتی دو مکان تھے اور اس کی ایک لڑکی اور ایک
لڑکا تھا، منجملہ دو قطعہ مکان کے ایک مکان خورد لڑکی کو اور مکان کلاں لڑکے زینہ مع کل اسباب وغیرہ کے
اپنی حیات میں ہبہ کر کے رجسٹری کر دی اور یہ الفاظ بھی رجسٹری میں تحریر کئے کہ چونکہ لڑکی موتھ اور داماد
میری خدمت گزار ہیں اور میں ان کے ساتھ ہی رہتی ہوں اور حق شرعی بھی قریب قریب اسی کے
ہوتا بنیال دور اندیشی واقع متنازع آئندہ کے ہبہ کرتی ہوں اور قبضہ بھی دیتی ہوں لیکن بوجہ جھگڑا افساد
کے کچھ عرصہ تک قیام کر کے لڑکی اپنے دوسرے ذاتی مکان میں اٹھ گئی اور نیز برادران نے زبردستی جبر

کر کے مونٹ سے ایک ہبہ نامہ بھائی کو لکھوایا اور عرصہ خرچ رجسٹری وغیرہ برادران نے دلوادیا بوجہ اب تک لڑکی خاموش رہی، لیکن اب وہ مکان لینا چاہتی ہے، آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ لڑکی عرصہ تک اس مکان پر قابض رہی اور ماں بھی اس مکان میں رہتی رہی۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

ماں اگر اسی مکان میں رہتی رہی اور تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنی ذات اور اپنے اسباب سے بالکل خالی کر کے لڑکی کو قابض نہ کر دیا تھا جب تو لڑکی کے نام وہ ہبہ ہی صحیح نہ ہوا، ہندہ اگر زندہ ہے تو اپنے مکان کی وہ خود مالک ہے، اور اگر مر چکی ہے تو لڑکی اس مکان میں سے تہائی لے سکتی ہے، اور اگر ہندہ نے مکان بالکل خالی کر کے پورا قبضہ لڑکی کو دے دیا تھا تو وہ اس کی مالک ہوگئی، پھر اہل برادری کے اصرار سے بغیر شرعی مجبوری کے اُس نے بھائی کے نام ہبہ کر دیا اور اپنی ذات اور اسباب سے بالکل خالی کر کے بھائی کو قبضہ دے دیا تو بھائی مالک ہو گیا اب لڑکی کو اس سے واپس لینے کا کوئی اختیار نہیں، اور اگر واقعی اس کو مجبور شرعی کر کے بالجبر ہبہ نامہ لکھوایا یا لڑکی نے کچھ دیر کے لئے بھی مکان اپنی ذات اور بالکل اپنے اسباب سے خالی کر کے بھائی کو قبضہ نہ دیا تو لڑکی اس مکان کی مالک ہے جب چاہے بھائی سے واپس لے سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸ از میرتہ سٹی ضلع جوڈھپور مسئلہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نہ اولاد ہے نہ بھائی حقیقی، نہ بیٹا ہے، وہ اگر اپنا ورثہ مال یتیم کو دے دے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

جس کا کوئی وارث شرعی نہ ہو وہ اپنا کل مال یتیم کو دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹ از سنجل محلہ دیپاسرائے ضلع مراد آباد مسئلہ حافظ عبدالرؤف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے لڑکا پیدا ہوا، زید کی ہمیشہ ہندہ نے بوجہ خوشی زید کے لڑکا پیدا ہونے کے زید کے لڑکے کو موافق رواج کے ہنسی کھنڈوے پھڑھائے جن کی قیمت ۶ روپے تھی، زید اپنی بہن ہندہ کو اپنے لڑکے کی پیدائش کی خوشی یا ہنسی کھنڈوے کے صلہ میں دو بھینسیں دیں، ایک بھینس ہندہ نے فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنے شوہر کے روپے میں ملا کر غلہ کی تجارت کی اور نفع ہوا، دوسری بھینس کا بچہ ہندہ نے اپنے گھر رکھا اور بھینس کو بیچ کر کچھ اور روپیہ شوہر کے روپیوں میں سے ملا کر اور بھینس شوہر سے خرید والی جواب مع بچہ کے موجود ہے۔ غرض فی الحال دو بھینسیں اور

ایک بچہ موجود ہے مگر گوت یعنی چارہ وغیرہ کا خرچ بھینسوں کا شوہر کے ذمہ رہا بلا کسی شرط کے، اور گھی دودھ وغیرہ میاں بی بی دونوں کے تصرف میں ہوتا رہا، اور یہ معلوم نہیں ہنسلی کھنڈوسے ہندہ کے روپیہ کے تھے یا شوہر کے داموں سے بنوائے گئے تھے، صورتِ مسئلہ میں اس مال تجارت مع نفع اور ان تینوں جانوروں کا مالک شوہر ہو گا یا ہندہ؟

الجواب

وہ خریداری ہندہ نے اگر اپنے لئے کی ہے مالک صرف ہندہ ہے اگرچہ قیمت میں شوہر کا روپیہ بھی شریک ہے، پھر یہ روپیہ اگر شوہر نے ہبہ دیا فہما، ورنہ اس قدر روپیہ ہندہ سے واپس لے سکتا ہے اور اگر قیمت میں شوہر کا روپیہ شامل کرنے سے اس شے میں شرکت مراد تھی تو وہ مال زن و شوہر دونوں میں مشترک ہے، زوج زوجہ میں انبساط کامل ہونے کے سبب یہ نہ دیکھا جائے گا کہ چارہ کس نے دیا اور دودھ دہی کس کے کام آیا، ہنسلی کڑے کسی کے روپیہ سے ہوں، وہ بھینسیں کہ بھائی نے بہن کو دیں بہن کی ملک ہوں، بہنوئی کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سیٹاپور محلہ عالم نگر مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبد القادر صاحب طالب علم
۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کچھ جائداد کو بعد انتقال اپنے لڑکے کے اُس کے دو صغیر بچوں کے نام ہبہ کر کے تاحیات بحیثیت متولی قابض رہا، بعد وفات و اہب عمر و مدعی اہلیت زید دعویٰ فسخ ہبہ و عدم جواز بنا بر مشاعیت موہوب و عدم قبضہ بذاتِ خود صغیرین کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی جائداد بلا تقسیم و تفریق حصص بینہا مسلم و مومنین جس میں و اہب نے اپنا کسی قسم کا کچھ قبضہ و شرکت باقی نہیں رکھی، ہبہ کر کے بحیثیت متولی۔ کیونکہ یہ یتیم بچے اُسی کی پرورش میں تھے قابض رہے، یہ ہبہ جائز ہے یا ناجائز بالاتفاق یا باختلاف، اور فتویٰ کس کے قول پر ہے، اور یہ قبضہ و اہب منجانب صغیرین ان کا قبضہ برائے جواز ہبہ متصور ہو گا یا نہیں؟ اور قول مشہور ہے کہ وقتِ اختلاف ائمہ ثلاثہ معاملات میں قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مفتیٰ بہ ہوتا ہے، اس کی کیا اصل ہے؟ بوضاحت مع حوالہ کتب جواب با صواب سے مشرف و ممتاز فرمائیے گا۔

الجواب

اگر وہ دونوں بچے فقیر تھے اپنے باپ یا اور کسی سے ارثاً یا ہبہ کسی مال بقدر نصاب کے مالک نہ تھے تو یہ جائداد کہ دادا نے بعد وفات پسرا نہیں مشترکاً ہبہ کی اور اپنا کوئی حصہ اس میں نہ رکھا، یہ ہبہ

بلاشبہ صحیح و تام و لازم ہو گیا، نہ مشاع ہونا اس کی صحت کو مضر، نہ موہو لہما کا قبضہ ہونا اس کی تمامی کو ضرور کہ جب وہ دونوں مالکِ نصاب نہ تھے تو ان کے لئے ہبہ صدقہ ہوا، اور ایسا شیوع صحتِ صدقہ کا مانع نہیں اور جبکہ وہ یتیم و نابالغ ہیں تو داد کا قبضہ لعینہ ان کا قبضہ ہے، ہبہ کرتے ہی تام و لازم ہو گیا، درمختار میں ہے،

(یا مشاع چیز دو فقیروں کو ہبہ کرے تو صحیح ہے) کیونکہ فقیر کو ہبہ کرنا صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہوتا ہے جبکہ وہ وحدہ لا شریک ہے تو شیوع نہ ہوگا۔ (ت)

(او وہبها لفقیرین صح) لان المہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بها وجہ اللہ و هو واحد فلا شیوع لہ

اسی میں ہے،

وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملة تم بالعقد لو الموهوب معلوما وکان فی یدہ او فی ید مودعہ لان قبض الوالی ینوب عنہ والاصل ان کل عقد یتولاه الواحد ینکتفی فیہ بالایجاب لہ

اور بچے کے ولی کا بچے کو ہبہ کرنا عقد سے تام ہو جاتا ہے بشرطیکہ موہوب چیز معلوم ہو اور ولی کے قبضہ میں ہو یا اس کی امانت والے کے قبضہ میں ہو، کیونکہ ولی کا قبضہ بچے کے قبضہ کے قائم مقام ہوگا، اور اس میں ضابطہ یہ ہے کہ ایسا عقد جس میں ایک شخص فریقین کی طرف سے ولی بن سکتا ہو تو ایسے عقد میں صرف ایجاب کافی ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر وہ دونوں یتیم یا ایک غنی و مالکِ نصاب تھا تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

نزدیک یہ ہبہ صحیح نہ ہوا اور موت و اہب سے باطل ہو گیا۔ تنویر الابصار میں ہے،

دو افراد نے ایک شخص کو مشاع چیز ہبہ کی تو جائز ہے اور اگر عکس ہو تو ناجائز ہے (ت)

وہب اثنان دار الواحد صح و بقلیہ لای

ردالمحتار میں ہے،

۱۹۱/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب الہبہ

لے درمختار

۱۹۰/۲

"

"

لے "

۱۹۱/۲

"

لے درمختار شرح تنویر الابصار

اطلق ذلك فافاد انه لا فرق بين ان
يكون كبيرين او صغيرين او احدهما
كبيراً والاخر صغيراً وفي الاولين
خلافهما۔

اس کو مطلق بیان کیا تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ
موجود ہوں نہ دونوں بالغ ہوں یا نابالغ یا ایک بالغ
اور ایک نابالغ ہو، پہلی دو صورتوں میں صاحبین
کا خلاف ہے (ت)

اور فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر ہوتا ہے،

كما حققناه في رسالتنا اجلى الاعلام بان
الفتوى مطلقا على قول الامام۔

جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ ”اجلی
الاعلام بان الفتوى مطلقا على قول الامام“
میں کی ہے (ت)

امام اجل برهان الملة والدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں :

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة
بكل حال۔
میرے نزدیک واجب ہے کہ ہر حال میں فتویٰ
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر
دیا جائے۔ (ت)

یہ کہیں نہیں ہے کہ معاملات میں فتویٰ قولِ امام ابی یوسف پر ہے، ہاں مسائل وقت و قضا میں
ایسا کہا گیا وہ بھی نہ کلیہ ہے نہ اعطائے قاعدہ کہ ائمہ ترجیح کا فتویٰ دیکھو یا نہ دیکھو مسائل کتاب القضا
و کتاب الوقف میں قولِ ابی یوسف پر فتویٰ سمجھ لو ایسا نہیں بلکہ بلحاظ کثرت بیان واقع ہے ان
دونوں کتابوں کے خلافیات میں مشائخ نے بہت جگہ قولِ ابی یوسف اختیار کیا ہے یہ فتویٰ انھیں
مواضع پر مقصر رہے گا، کما افادہ فی رد المحتار ولا یمتری فیہ من له مہارتہ بالفقہ
(جیسا کہ اس کا افادہ رد المحتار میں کیا اور جس کوفقہ میں مہارت ہے وہ اس میں شک نہ کریگا۔ ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ از شہر کانپور محلہ انور گنج مرسلہ سید محمد باقر حسین لیسر سید علی حسین خاں بہادر مرحوم
۱۶ شعبان، ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے کاروبار کے سبھی کھاتے میں

لہ رد المحتار
کتاب الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۱۲/۴
لہ التجنیس والمزید

بہ فعات و بتواریخ سنہ و سال مختلف کبھی اپنے بڑے بیٹے اور کبھی چھوٹے بیٹے اور کبھی مشترکہ دونوں بیٹوں کے ناموں سے بھی کھاتہ جات میں اکثر رسومات مثل نقد یا آمدنی کمیشن یا منافع تجارت وغیرہ کو بحد جمع اندراج کرتا رہتا تھا اور بعد اندراج جملہ رقومات کو اپنے قبضہ تصرف میں رکھتا تھا چونکہ اسی درمیان میں زید دُولڑ کے اور دُولڑکیاں چھوڑ کر انتقال کر گیا، لہذا اب جس قدر مال و متاع ہے اس میں سے نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ کے ناموں سے جو رقومات بحد جمع اندراج بھی کھاتہ جات ہیں تو کیا وہ رقومات جن کے ناموں سے زید نے اندراج بھی کھاتہ جات کئے ہیں وہ انھیں کی خاص سمجھی جائیں گی جبکہ ان رقومات پر متوفی خود ہی قابض و دخل تھا اور اپنے کاروبار میں لگائے ہوئے تھا اور نہ خاص ان رقومات کا کوئی منافع علیحدہ کرتا تھا یا جملہ رقومات شرعاً زید کے کل ورثہ کا حق ترکہ قرار پائے گا۔

الجواب

ان میں اگر اس کا کوئی بیٹا اس وقت نابالغ تھا تو اس کے نام سے جو رقم مندرج کی وہ اس بیٹے کی ٹھہرے گی، باقی جو رقمیں کسی بالغ کے نام مندرج کیں اور اُسے قبضہ نہ دیا، یا دو کے نام مشترکاً درج کیں خواہ وہ دونوں بالغ ہوں یا نابالغ، یا ایک بالغ ہو اور ایک نابالغ، ان چاروں صورتوں میں وہ اندراج بے اثر محض ہے، اور ایسی جملہ رقم متروکہ زید ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴ شعبان ۱۳۳۳ھ

مسئلہ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب علی گڑھ کالج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی کوئی اولاد صلیبی نہیں ہے ایک دختر زادی ہے ایک زوجہ، و نیز علانی بھائی ہیں، وہ شخص عاقل بالغ ہے وہ اپنی جائداد دختر زادی کے نام بوجہ محبت ذاتی کے، اور زوجہ کے نام بوجہ خدمات اور ادائے حقوق زوجیت کے منتقل کرنا چاہتا ہے، یہ شخص اس قسم کے تصرفات کا مستقل طور پر مجاز ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ دوسرے ورثاء اس کے حین حیات اس کا روانی میں کسی قسم کے عذر اور مزاحمت کرنے کے مجاز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں شخص مذکور کو شرعاً اختیار ہے، اپنی جائداد اپنی بی بی اور نواسی کو خواہ جسے چاہے دے دے، اُس کے بھائی وغیرہم کسی کو اصلاً حق مزاحمت نہیں، اگر مزاحمت کریں باطل و نامسموع محض ہے، ملک ایک اختصاص حکمی ہے کہ انسان کو اس کے مال میں اطلاق تصرف کا ثمرہ دیتا ہے کسی مالک کا اس کی ملک میں تصرف ممنوع النفاذ ہونا وہی طور پر معقول ہے، یا تو اس کی اہلیت میں قصور ہو

جیسے مجنون یا صبی لایعقل کہ ان کے تصرفات مطلقاً باطل یا معتوہ یا صبی عاقل کہ ان کے تصرفات ضارہ باطل اور دائرہ بین النفع والضرر اجازت دلی پر موقوف قول صاحبین پر سفیہ بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے وہ کہ اپنا مال فضول و لغو باتوں میں برباد کرے گا امام محمد کے نزدیک بنفسِ سفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بعد حجر حاکم و هو الراجح، یا اہلیت تو کاملہ ہے مگر حق غیر متعلق ہے یہ حق اگر بعینہ اُس شے سے متعلق ہے جس میں تصرف کرنا چاہتا ہے جب تو منع نفاذ ظاہر ہے، جیسے راہن شے مرہون میں بے اذن مرہن تصرف نہیں کر سکتا یا مواجر شے مواجر میں بے اذن مستاجر جب تک رہن و اجارہ باقی ہیں، بخلاف عاریت کہ وہ محض اس کی طرف سے تبرع ہے، حق مستعیر اس سے متعلق نہیں، اور اگر عین شے سے تعلق ہی نہ ہو تو منع نفاذ حجر حاکم پر موقوف ہے، مثلاً زید بدیون ہے اور دین اس کے جائداد کو مستغرق ہے، تو قبل حکم حجر اگر وہ اپنی جائداد کسی کو ہبہ کر دے، یقیناً یہ تصرف نافذ ہو جائے گا کہ دین عین سے متعلق نہ تھا، بلکہ اس کے ذمہ پر، ہاں اگر دائنوں نے درخواست دی کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ یہ جائداد تلف کر دے گا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اب بھی اسے تصرف سے منع نہ کیا جائے گا کہ وہ مالک ہے اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے اس خیال سے کہ شاید تلف کر دے دائنوں کا ضرر محتمل ہے، اور اُسے ممنوع التصرف کر دینے میں اسے اہلیت سے خارج اور بہائم سے ملحق کر دینا اس کا شدید ضرر حاضر ہے، ایک ضرر خفیف موہوم سے بچنے کے لئے دوسرے کو بالفعل ضرر شدید پہنچانا مقتضائے عدل و حکمت نہیں، مگر صاحبین بنظر فساد زمانہ حاکم کو اس صورت میں اجازت حجر دیتے ہیں یعنی اس کے ممنوع التصرف ہونے کا حکم کر دے، اس حکم سے پہلے وہ بالاجماع ممنوع التصرف نہ ہوگا، اور امام کے نزدیک بعد حکم حاکم بھی، بلکہ یہ حکم ہی باطل ہوگا اسی تعلق حق غیر سے صورت مرض الموت ہے کہ مریض کے وراثت مال سے شرعاً حق ورثہ بایں معنی متعلق ہو جاتا ہے کہ وہ نہ اسے ہبہ کر سکتا ہے نہ کسی ایک وارث کے ہاتھ بیع، اگرچہ ثمن مثل کو ہو، اور اگر کسی نے حالت مرض میں ایک وارث یا اجنبی کو اپنا کچھ مال یا کل ہبہ کر دیا اور قبضہ دے دیا اور پھر وہ اچھا ہو گیا اگرچہ چند روز کے بعد مر گیا، تو اب وہ تصرف بالاجماع صحیح و نافذ ہو گیا، تنہا موہوب لہ اس مال کا مالک قرار پائے گا اور ورثہ کو اس پر کچھ دعویٰ نہ پہنچے گا کہ وراثت مال سے ان کے حق کا تعلق بحال مرض الموت تھا جب وہ اچھا ہو گیا ظاہر ہوا کہ وہ مرض الموت نہ تھا، اور تندرست کو اختیار ہے کہ اپنا کل مال ایک وارث خواہ راہ چلتے کو دے دے کوئی اس سے مزاحمت نہیں کر سکتا نہ کوئی حاکم ایسا دعویٰ سن سکتا ہے نہ اس کے ممانعت کا حکم دے سکتا ہے، اور اگر دے گا تو بالاجماع باطل ہوگا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حق عاقل بالغ پر حجر ہو سکتا ہی نہیں اگرچہ سفیہ ہو اگرچہ بدیون ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے طور پر

حجر ہے تو بوجہ سفسفہ یا دین، اور یہاں دونوں مفقود، تو حجر محض باطل و مردود، یہ حکم قضا ہے، رہا حکم دینت اس کا تعلق آخرت سے ہے قاضی اس میں دست اندازی نہیں کر سکتا، اور دیانہ بھی بعض ورثہ کو محروم کرنا اس حالت میں منع ہے جبکہ محض بلا وجہ شرعی ہو۔ اگر ایسا کرے گا گنہ گار ہوگا۔ حدیث میں فرمایا:

”جو اپنے وارث کے میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث قطع فرمائے گا۔“

والعیاذ باللہ۔ (سواہ ابن ماجہ وغیرہ)

ورنہ اگر وہ وارث مسرف ہے کہ مال فضول تباہ و برباد کرے گا یا فاسق ہے کہ مال ملنے سے اس کے فسق و فجور کو مدد پہنچے گی یا بد مذہب ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے بدتر ہے اور اسے مال ملنے سے دین پر احتمال ضرر ہے تو ان صورتوں میں دیانہ بھی وہ ایسے وارثوں کو محروم کر سکتا ہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو کوئی دوسرا اس کے اس تصرف میں رکاوٹ نہیں کر سکتا، نہ کسی مدعی کو دعویٰ پہنچتا ہے نہ کسی حاکم کو حکم کہ وہ اپنے خاص ملک میں متصرف ہے، ان کی نہ ملک ہے نہ حق پھر مزاحمت کیا معنی۔ بشیر بن الحصاصیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک غلام ہیہ کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت انور میں حاضر ہوئے کہ ان کی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاہتی ہیں کہ حضور اس پر گواہ ہو جائیں، ارشاد فرمایا: اکل بئیک نحلث مثل هذا کیا تم نے سب بیٹوں کو ایسا ہی ہیہ کیا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: لا تشهدوا علی جوہر مجھے جوہر پر گواہ نہ کر۔ یہ حکم دیانت کی طرف اشارہ تھا اسے قضا سے کوئی تعلق نہیں کہ نہ کوئی مدعی تھا نہ تنازع اور قضا بے خصم حاضر ناممکن ہے۔

بالجملہ اس کا ردوائی پر کسی کو اختیار دعویٰ و مزاحمت اصلاً نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

الاشباہ ص ۲۶۳

فتح القدر میں ہے، ملک ایسی قدرت ہے جس کو شارع نے ابتداءً تصرف کے لئے ثابت کیا ہو تو اس سے وکیل خارج ہو گیا ”بغیر مانع“

قال فی فتح القدر الملك قدرة يثبتها الشارع ابتداءً على التصرف فخرج نحو الوكيل اه وينبغي ان يقال

۱ سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸
۲ سنن النسائی کتاب النخل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۵/۲
۳ مسند احمد بن حنبل حدیث نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۲۶۸/۴

کی قید لگانا مناسب ہے جیسا کہ مجبور شخص کہ مالک ہے لیکن تصرف کی قدرت نہیں، اور وہ بیع جو منقولہ چیز ہو تو مشتری اس کا مالک ہوتا ہے لیکن قبضہ سے قبل فروخت کا تصرف نہیں کر سکتا اور حاوی قدسی میں اس کی تعریف یوں ہے، وہ ایسا اختصاص ہے جو دوسرے کے دخل کو روک سکتا ہے اور وہ غالب کر دیتا ہے (ت)

الامانہ كالمجور عليه فانه مالك ولا قدرة له على التصرف والبيع المنقول مملوك للمشتري ولا قدرة له على بيعه قبل قبضه وعرفه في الحاوي القدسي بانه الاختصاص الحاضر و انه حكم الاستيلاء

جوہرہ نیرہ جلد اول

مجنون مغلوب العقل اور بچے کا تصرف جائز نہیں اور ان دونوں کا عقد صحیح نہیں ہے اور نہ ہی ان کا اقرار صحیح ہے کیونکہ ان کا قول معتبر نہیں ہے لیکن خالص نفع والے معاملہ کو اپنانا ان کو جائز ہے مثلاً ہبہ اور صدقہ کو قبول کرنا۔ (ت)

ولا يجوز تصرف المجنون المغلوب على عقله بحال والصبى والمجنون لا يصح عقودهما ولا اقرارهما لانه لا قول لهما اما النفع المحض فيصح منها مباشرة مثل قبول الهبة والصدقة

در مختار جلد ۵ ص ۱۲۸

بچے اور معتوہ جو بیع و شرائر کو سمجھتے ہوں اگر ان کا تصرف خالص فائدہ مند ہے جیسا اسلام قبول کرنا تو پھر ان دونوں کا تصرف صحیح ہے اور ان کے لئے وہ مضر ہو تو ولی کی اجازت سے بھی جائز نہیں اور اگر نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو تو اجازت ولی پر موقوف ہوگا، مضر کی مثال طلاق ہے (اختصار) (ت)

وتصرف الصبى والمعتوه الذى يعقل البيع والشراء ان كان نافعا محضا كالا سلام صح بلا اذن وان ضارا كالطلاق لاوان اذن وما تردد توقف (اختصار)

بدائع ج ۷ ص ۱۶۹

واختلف ابو يوسف ومحمد في السفية بيوقوف کے متعلق امام یوسف اور امام محمد

الاشباه والنظائر الضن الثالث القول في الملك ادارة القرآن كراچی ۲۰۲/۲
مکتبہ امدادیہ ملتان ۹۳-۹۲/۱
مطبع مجتہانی دہلی ۲۰۳/۲

قال ابو يوسف لا يصير محجورا الا بحجر
القاضي وقال محمد بن حجر بنفس
السفة (باختصار)

رحمہما اللہ تعالیٰ کا آپس میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ محجور نہ بنے گا مگر
قاضي محجور بنائے تو محجور ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفاہت و بیوقوفی پائے جانے سے خود بخود محجور قرار پائے گا (باختصار)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

وظاھر كلامهم ترجیحه علی قول
محمد^۲
القرویہ جلد ۲ ص ۲۸۲ :

فقہاء کا ظاہر قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
کی ترجیح میں ہے۔ (ت)

بخلاف ما اذا كان في يد الغاصب او في يد
المرتتهن او في يد المستاجر حيث لا تجوز
الهبة لعدم قبضه لان كل واحد
منهم قابض لنفسه وعامل لنفسه^۳

جب چیز غاصب یا مرتہن یا مستاجر کے قبضہ میں
ہو تو اس کا ہبہ ان کو جائز نہیں کیونکہ موبوب لہ
کا قبضہ نیا نہیں بلکہ پہلا قبضہ ہے جو ان کو اپنے
حق کی وجہ سے ہے نیز وہ ہبہ کا قبضہ کریں بھی
تو خود اپنے لئے عامل قرار پائیں گے۔ (ت)

ایضاً ص ۲۸۲ :

وما لو كانت باعامة لعدم اللزوم ،
بزانوية . في الجنس الثالث في هبة
الصغير^۴

اور لیکن عاریتہ قبضہ ہو تو جائز ہوگا کیونکہ اس
میں لزوم نہیں ہے، بزانیہ کی تیسری جنس
نابالغ کے ہبہ کے بیان میں ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے :

يركب الرجل ديون تستغرق امواله
فطلب الغرماء من القاضي
ان يحجر عليه حتى

ایک شخص پر اتنا قرض ہو گیا جس میں اس کا تمام
مال مستغرق ہو گیا تو قرض خواہوں نے قاضی سے
مطالبہ کیا کہ مقروض پر پابندی عائد کر دے تاکہ

۱۶۹/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الحج والحبس	لہ بدائع الصنائع
۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الحجر	لہ ردالمحتار
۲۸۲/۲	دار الاشاعة العربیہ قندھار افغانستان	کتاب الہبہ	لہ ولکے فتاویٰ القرویہ

لا يهب مالاً ولا يتصدق به فالقاضي
 يحجر عليه عند هبها ويعمل حجرة
 حتى لا تصح هبته ولا صدقته بعد ذلك
 لكن يشترط علم المحجور عليه بعد
 الحجر حتى ان كل تصرف باشرة قبل
 العلم به يكون صحيحاً (باختصار)
 أيضاً :

وقال ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه لا احجر
 على السفية اذا كان حراً بالغاً عاقلاً والسفيه
 خفيف العقل المجاهر بالامور الذي
 لا تميز له العامل بخلاف موجب الشرع
 وانما لم يحجر عليه عند ابي حنيفة لانه
 مخاطب عاقل ولان في سلب ولايته
 اهدار ادميته والمحاكمة بالبهايم وذلك
 اشد عليه من التمييز فلا يحتمل الاعلى
 لدفع الادنى

اور سفیہ، خفیف العقل، امور سے ناواقف معاملات کی تمیز نہ رکھنے اور شریعت کے خلاف عمل
 کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ (ت)
 بدائع جلد ۷ ص ۱۶۹ :

ولو حجر القاضی علی السفیہ و نحوه
 لم ینفذ حجرة عند ابي حنيفة رحمه
 الله تعالى حتى لو تصرف بعد

وہ ہبہ یا صدقہ نہ کرے تو صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ
 کے نزدیک قاضی اس پر پابندی نافذ کر دے تو
 وہ مؤثر ہوگی حتیٰ کہ اس کا ہبہ اور صدقہ صحیح نہ ہوگا
 بشرطیکہ اس کو پابندی کا علم ہو جائے لہذا اگر علم سے
 پہلے اس نے کوئی تصرف کیا تو صحیح ہوگا (باختصار)
 (ت)

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں
 بیوقوف کو پابند نہ کروں گا بشرطیکہ وہ آزاد
 عاقل بالغ ہو، اور امام صاحب کے نزدیک یہ
 حکم اس لئے ہے کہ وہ عاقل مخاطب ہے اور
 اس لئے کہ اس پابندی سے اس کی ولایت
 ختم ہو جانے سے اس کی آدمیت کو ضائع کرنا اور
 اس کو حیوانات سے ملحق کرنا لازم آتا ہے اور
 یہ چیز اس کی فضول خرچی سے زیادہ شدید ہے
 لہذا ادنیٰ کی وجہ سے اعلیٰ سزا کا احتمال نہیں ہوگا
 اور شریعت کے خلاف عمل

اگر قاضی سفیہ کو تصرف سے روک دے تو پابندی
 نافذ نہ ہوگی حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے نزدیک اگر قاضی کی پابندی کے بعد

الحجرینفذ تصرفه عندا^۱

وہ شخص کوئی تصرف کرے تو اس کا تصرف نافذ
قرار پائے گا۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

اور یہ تہائی مال سے زائد جائز نہیں کیونکہ وہ ورثاً
کاحق ہے (باختصار)۔ (ت)

ولاتجوزن بمانزاد علی الثلث لانه حق
الورثة (باختصار)۔

نتائج الافکار جلد ۸ ص ۴۲۱ میں ہے:

اور اس کو صاحب الکافی نے مزید واضح فرمایا کہ
مریض کے املاک کا دوسروں کو منتقل ہونے کا سبب
پایا گیا ہے اس لئے کہ یہ مرض موت کا سبب ہے
اور موت سے اس کی ملک زائل ہو جاتی ہے
کیونکہ وہ ملک سے مستغنی ہو جاتا ہے اور جب یہ
سبب پایا جائے تو مکمل طور پر اس کی ملک زائل

واوضحه صاحب الکافی بان قال ولانه
انعقد سبب نوال املاکه عنه الی غیره
لان المرض سبب الموت وبالموت یزول
ملکه لاستغناؤه عنه ولو تحقق السبب
لزال من کل وجه فاذا انعقدت ثبت
ضرب حق^۲۔

ہو جاتی ہے اور جب سبب متحقق ہو گیا تو ایک طرح سے ورثاء کا حق ہو گیا اھ۔ (ت)

درمختار جلد ۴ ص ۶۱۵ میں ہے:

مریض کی اپنے وارث سے بیع باقی ورثاء کی اجازت
پر موقوف ہوگی۔ (ت)

ووقف بیع المریض لو ارثه علی اجازة
الباقی^۳۔

ردالمحتار میں ہے:

یعنی اگرچہ وہ بیع مثلی قیمت پر ہو، اور یہ امام صاحب
رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے (ت)

ای ولو بمثل القيمة وهذا عندا^۴۔

۱۶۹/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱۰ بدائع الصنائع کتاب الحجر والحبس
۶۵۱/۴	مطبع یوسفی لکھنؤ	۱۱ الہدایہ کتاب الوصایا باب فی صفة الوصیة
۳۲۶/۹	مکتبہ نوریہ رضویہ کھر	۱۲ نتائج الافکار تکرار فتح القدر
۳۲۹/۳	مطبع مجتہبائی دہلی	۱۳ درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی
۱۳۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۴ ردالمحتار

عالمگیری ج ۳ ص ۵۲ : ۱۵

بیع موقوف کی ایک صورت یہ ہے کہ جب مریض اپنی مرض الموت میں اپنے وارث کو اپنے مال میں سے کسی عین چیز کی بیع کرے اگر تندرست ہو جائے تو بیع جائز ہے اور اگر اس مرض میں فوت ہو جائے اور باقی ورثاء اجازت نہ دیں تو باطل ہو جائے گی۔ (ت)

ومن الموقوف اذا باع المريض في مرض الموت من وارثه عينا من اعيان ماله ان صح جازيعة وان مات من ذلك المرض ولم تجز الورثة بطل البيع له

عالمگیری ج ۴ ص ۱۴۱ : ۱۶

مریض نے اپنے خاوند کو مہر ہبہ کیا اگر وہ تندرست ہو گئی تو جائز ہے اور اگر اس مرض میں فوت ہو جائے تو وہ مرض اگر موت کا باعث نہ ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے، اگر وہ مرض الموت ہو تو ورثاء کی اجازت کے بغیر ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

مريضة وهبت صداقها من زوجها فان برئت من مرضها صح وان مات من ذلك المرض فان كانت مريضة غير مرض الموت فكذلك الجواب و ان كانت مريضة لا يصح الا باجازة الورثة له

بکر ج ۴ ص ۳۱۴ : ۱۷

وان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو اثم كذا في المحيط له

اگر کسی نے اپنا تمام مال ایک شخص کو ہبہ کر دیا تو قضاء جائز ہے جبکہ وہ گنہگار ہوگا۔ محیط میں یوں ہے۔ (ت)

ابو السعود ج ۲ ص ۲۲۱ : ۱۸

ولو وهب ماله كله لواحد جاز قضاء و اثم والبخار التسوية بين الذكر

اگر ایک کو ہی تمام مال ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور گنہگار ہوگا، اور مختار یہی ہے مرد و عورت کو

۱۵۴/۳	الباب الثاني عشر نوراني كتب خانہ پشاور	لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب البيوع
۴۰۲/۴	الباب العاشر	کتاب الہبہ
۲۸۸/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الہبہ

مساوی ہبہ دے، اور خانیہ میں ہے اولاد میں سے بعض کو محبت میں فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے، اور یوں ہی عطیہ میں بشرطیکہ کسی دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو، اگر ضرر کی صورت ہو تو پھر لڑکی اور لڑکے کو مساوی دے، یہ امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اگر تمام مال بیٹے کو اپنی صحت میں دے دے تو جائز ہے مگر گنہگار ہوگا۔

والانتی فی الہبۃ، و فی الخانیۃ لاباس بتفضیل بعض الاولاد علی البعض فی المحبۃ لان المحبۃ عمل القلب و کذا فی العطایا ان لم یقصد بہ الاضرار و ان قصدہ یسوی بینہم یعطى البنت کالابن عند الثانی و علیہ الفتویٰ و لو و ہب فی صحته کل المال للولد جاز و اثم انتہت (ملخصاً)

۱۹
خلاصۃ الفتویٰ :

اگر اولاد میں سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اگر زیادہ نیک ہونے پر ایسا کیا تو کوئی حرج نہیں، اور اگر تمام مساوی ہوں تو ایسا نہ کرنے اگر بیٹیا فاسق ہو تو چاہے کہ اپنا تمام مال خیرات میں کر دے اور فاسق کو محروم رکھے تو مال کو باقی رکھنے کے بجائے یہ بہتر ہے کیونکہ مال ترکہ چھوٹنے میں فاسق کی معصیت میں اعانت ہوگی، اور اگر بیٹیا فاسق ہو تو اس کو وقت کی خوراک سے زیادہ نہ دے، اور اولاد میں سے بعض علم میں مشغول ہوں اور کسب نہ کریں تو اس کو دوسروں پر فضیلت دینے میں حرج نہیں ہے، اور متاخرین کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں کہ جو

ولو اعطى بعض ولده شيئاً دون البعض لزيادة مرشدة لاباس به و ان كانا سواء لا ینبغى ان یفضل، و لو كان ولده فاسقاً فارد ان یصرف بماله الى رجوة الخیر و یحرمه عن المیراث هذا خیر من ترکہ لان فیہ اعانة علی المعصیة و لو كان ولده فاسقاً لا یعطى له اکثر من قوته انتہت، و ان كان بعض اولاده مشغولاً بالعلم دون الکسب لاباس بان یفضله علی غیره و علی جواب المتأخرین لاباس بان یعطى من اولاده من

۱۔ فتح المعین علی شرح الکنز لمن لا مسکین کتاب الہبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۱/۳
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الہبہ فصل فی ہبۃ الوالد للولد نو لکشور لکھنؤ ۶/۴ - ۵
۳۔ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوٹہ ۴/۲۰۰

كان عالماً متأديباً ولا يعطى منهم من كات
فاسقاً فاجراً ولو كان ولداً فاسقاً فاراد
صوف ماله في الخير فحرمانه هذا خير
من تركه لانه فيه اعانة على المعصية۔

غنیہ ص ۵۱۴ میں ہے :

المبتدع فاسق من حيث الاعتقاد و هو
اشد من الفسق من حيث العمل۔

تنویر الابصار جلد ۲ ص ۲۲۵ میں ہے :

الدعویٰ ہی قول مقبول یقصد بہ
طلب حق قبل غیرہ او دفعہ عن
حق نفسه۔

تنویر الابصار ج ۲ ص ۲۵۹ :

القضاء هو فصل الخصومات و قطع
المنازعات۔

تضار ، منازعات کا فیصلہ اور جھگڑوں کو ختم
کرنے کا نام ہے۔ (ت)

در مختار ج ۲ ص ۵۰۲ و ۵۰۳ تحت قول الماتن اذا رفع اليه حكم قاض نفذه
(جب اس کو قاضی کا فیصلہ مل جائے تو نافذ کرے۔ ت) فرمایا :

ایک فریق کا صحیح دعویٰ مخالف حاضر فریق پر
ہو ورنہ وہ فتویٰ ہوگا۔ (ت)

بعد دعویٰ صحیحہ من خصم علی
خصم حاضر والا كان افتاء۔

ردالمحتار میں ہے :

۵۱۴ ص	سہیل اکیڈمی لاہور	فصل فی الامامة	۱
۱۱۴ / ۲	منطبع مجتہبی دہلی	کتاب الدعویٰ	۲
۷۱ / ۲	" " "	کتاب القضاء	۳
۷۸ / ۲	" " "	فصل فی الحبس	۴

بحر کی کتاب القضاء کے ابتداء میں فرمایا اگر یہ شرط
منفوق ہو جائے تو یہ فیصلہ اور حکم نہ ہوگا وہ صرف
افتاء ہوگا، امام بخاری نے اس کی تصریح کی ہے۔ (ت)

بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے مفتی دیانت پر
فتویٰ دے گا اور قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

قال فی البحر اول کتاب القضاء فان
فقد هذا الشرط لم یکن حکما وانما هو
افتاء صرح به امام السرخسی۔

در مختار صفحہ ۳۷۳ و ۳۷۴ :

فی ایمان البزازیة المفتی یفتی بالدیانة
والماضی یقضی بالظاہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتابُ الجارة

(اجارہ کا بیان)

مسئلہ ۱۲۳ از کراچی مراسلہ حضرت مولوی محمد رضا خاں صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ
بمقام میاں بھائی دام ظلہم العالی بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمین الہی آمین!
صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ربیع ۲۵ھ میں بعد اختتام کار ربیع فصل سے خالی زمین کو کے
چند کاشتکارانِ مرزا پور ساکن موضع سلن نگر نے زبانی استعفا دیا جس میں سے ایک شخص نے مجھ سے
خود کہا کہ میں نہیں کروں گا بجواب اس کے میں نے کہا کہ تو ہم سے ناتہ توڑ رہا ہے دو روپیہ فارغ خطانہ کے
دے دے، اس نے وہ بھی دے دے دے۔ قاعدہ یہ ہے کہ تا وقتیکہ زمیندار کاشتکار کو بے دخل نہ کرائے
یا وہ استعفا باضابطہ مقررہ نہ دے اس وقت تک نام کاشتکار خارج نہیں ہو سکتا، اور کاشتکار بلا اخراج
نام بصورت مداخلت زمیندار اگر چاہے تو دعویٰ مال اور فوجداری میں کر سکتا ہے ۲۶ھ کے شروع میں سب کو
دوبارہ اطلاع دی گئی کہ چاہے زمین کو رو یا پڑی رکھو لگان دینا ہوگا، اس پر بھی انہوں نے زمین کاشت کرنے
کا اقرار کیا، نہ کاشت کی، ۲۶ھ خریف موجود ۲۷ھ کی ناش کھ دی گئی، آج ان مقدمات کی تاریخ ہے کل
حضور کے اقبال سے پار قطعہ ناشات مالعصر، روپیہ ملازم کو دے گئے اور لہ، انشاء اللہ العزیز
انہیں دو چار پوم میں اور ملیں گے، یہ روپیہ مجھ کو جائز ہے یا نہیں، بنظر احتیاط ناکارہ غلام نے دو عدد بہیلیاں
قیمت ۴۱ روپیہ اس شخص کو اس کا روپیہ اس کے ہاتھ میں دے کر اور یہ کہہ کر ہم اپنا معاملہ پاک کرنا چاہتے ہیں

نصف بہیل تمھارے ہاتھ فروخت کرتے ہیں تم اس کو لے کر خرید کرتے ہو، سب نے بخوشی اپنے مطالبہ میں قبول کیا اور عمل بیع واقع ہو گیا، یہ کاشتکار زمین کی زمینداری میں آباد ہیں، ان سات کس مدعا علیہم کے ہمراہ ایک کارندہ یا تھنپت زمیندار اور ایک اس کارفیت تھا، یہ صورت میں نے حضور میں اس بنا پر پیش کی کہ بجز اس کے کہ پٹواری مطیع اور نالشات دائرہ میں اور زیادہ دباؤ کی صورت نہیں، بیع خوشی سے عمل میں آئی کاشتکار سب کفار ہیں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

جانِ برادر بلکہ ازجان ہزار جا بہتر مولوی محمد رضا خان سلمہ الرحمن و حفظہ فی کل آن آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب تک زمیندار بے دخل نہ کرے یا کاشتکار باضابطہ استعفا نہ دے زبانی استعفا کاشت چھوڑنا نہیں سمجھا جاتا یہاں تک کہ زمیندار مداخلت کرے تو اس پر مال و فوجداری دونوں میں دعویٰ ہو سکے، اور یہ قاعدہ خود ان کاشتکاروں کے علم میں بھی ہے اور باضابطہ استعفا نہ دیا تو ثابت ہوا کہ وہ اجارہ زمین سے دستبردار نہ ہوئے، اگر ہونا چاہتے باضابطہ استعفا دیتے، پھر بھی اس میں شبہ رہتا کہ زبانی تو چھوڑ چکے تھے اگرچہ قانوناً ان کا دعویٰ باقی رہتا، مگر جب تم نے شروع سال میں یہ صاف کہہ دیا کہ لگان بہر حال دینا ہوگا، اور انھوں نے سکوت کیا اگرچہ کاشت بھی نہ کی، تو یہ دوبارہ قبول اجارہ ہوگا اور لگان ان پر لازم آئی، یہ روپیہ بجز اللہ تمھیں بروجہ حلال ملا، اس کے بعد اس احتیاط کی حاجت بھی نہ تھی، اب کہہ کر لی گئی وہ روپے اس بیع کے ہو گئے، لگان ان پر بدستور رہتا، مگر ظاہر اتم نے روپے لگان میں لے کر پھر ان کے ہاتھ میں دے کر بیع کی بہیلی لگان میں لے لینے سے لگان ادا ہو گیا اور وہ بھی مطالبہ سے بری ہو گئے۔ بہر حال یہ روپیہ تمھارے لئے بفضلہ تعالیٰ حلال طیب ہے، مولیٰ عزوجل اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں دین و دنیا میں تمھارا اقبال دنِ دُنارات سوایا کرتا رہے، آمین!

مسئلہ از شہر کہنہ بریلی مستولہ محمد ظہور صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مزدوری کرتا ہے، دن روزہ کی مزدوری میں جب کام کرتا ہے تو بدرجہ کمی اور ٹھیکہ میں جب کرتا ہے تو کوشش اس امر کی کرتا ہے کہ زیادہ ہو، ایسی صورت میں اس کی روزی کیسی ہوتی؟

الجواب

کام کی تین حالتیں ہیں، سُست، معتدل، نہایت تیز۔ اگر مزدوری میں سُستی کے ساتھ کام کرتا ہے گنہگار ہے اور اس پر پوری مزدوری یعنی حرام۔ اتنے کام کے لائق جتنی اجرت ہے لے، اس سے جو کچھ زیادہ ملا مستاجر کو واپس دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارثوں کو دے، اُن کا بھی پتہ نہ چلے مسلمان محتاج پر تصدق کرے اپنے صرف میں لانا یا غیر صدقہ میں اسے صرف کرنا حرام ہے اگرچہ ٹھیکے کے کام میں بھی کاہلی سے سُستی کرنا ہو، اور اگر مزدوری میں معتدل کام کرتا ہے مزدوری حلال ہے اگرچہ ٹھیکے کے کام میں حد سے زیادہ مشقت اٹھا کر زیادہ کام کرتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک تاجر ایک اجیر پیشہ ور کو معتبر و متدین سمجھ کر ساہا سال اجرت پر کام بنانے کے لئے دیا وہ کاریگر ہمیشہ بہ دیانت تمام کام بنایا کیا، کبھی اس سے تفصیر واقع نہ ہوئی، اب برسوں کے بعد ایک مال اس کی حفاظت سے گم ہو گیا، اس صورت میں اُس اجیر پر تاوان ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

ناجائز ہے۔

وقایہ میں ہے، اجیر کے قبضہ سے گم شدہ چیز پر وہ ضامن نہ ہوگا اگرچہ ضمان کی شرط بھی لگائی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اصلاح اور تنویر میں یہی الفاظ ہیں، اور نقایہ میں یونہی ہے سوائے ”بہ یفتی“ کے۔ اور ملتقے میں ہے اس کے قبضہ میں مال امانت ہے، ہلاک ہو جانے پر وہ ضامن نہ ہوگا اگرچہ ضمان کی شرط بھی ہو

فی الوقایة لا یضمن ما هلك فی یدہ
وان شرط علیہ الضمان و بہ یفتی^۱،
وفی الاصلاح والتنویر بلفظہ
وفی النقایة كذلك الا قوله و بہ
یفتی وفی الملتقى المتاع فی یدہ
امانة لا یضمن ان هلك
وان شرط ضمانہ

۱ شرح الوقایہ کتاب الاجارہ باب من الاجارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۶/۳
۲ درمختار شرح تنویر الابصار ” باب ضمان الاجیر مطبع مجتہاتی دہلی ۱۸۰/۲
۳ مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ کتاب الاجارة نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱۳

اسی پر فتویٰ ہے ، اور کفر میں ہے اس کے قبضہ میں مال ہلاک ہو جائے تو مضمون نہیں ہے ، اور غرر میں ہے اس کے قبضہ میں ہلاک ہونے پر ضمان نہیں اگرچہ شرط بھی لگائی ہو اھ ، اور منح الغفار میں ہے کثیر معتبر کتب میں اسی پر فتویٰ ہے اور اصحاب متون نے اسی پر جرم کیا ہے تو یہی مذہب ہے ، اور خانہ میں ہے مشترک اجیر کے متعلق مختار امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اسی میں ہے کہ فقہ ابو اللیث نے فرمایا : امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر وہ ضامن نہ ہوگا ، ہمارا یہی مختار ہے ، اور فتویٰ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہے اھ ملخصاً۔ اور خلاصہ کی جنس القصار میں ہے امام قاضیخان امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں ، اور انھوں نے فرمایا میں اسی پر فتویٰ دیتا ہوں ، اور تاتار خانہ میں الابانہ سے منقول ہے کہ فقہ ابو اللیث نے اس مسئلہ

به يفتى ، وفي الكنز المتاع في يده غير مضمون بالهلاك ، وفي الغرر لا يضمن ما هلك في يده و ان شرط عليه الضمان اھ ، وفي منح الغفار قد جعل الفتوى عليه في كثير من المعترات و به جزم اصحاب المتون فكان هو المذهب ، وفي الخانية المختار في اجير المشترك قول ابى حنيفة وفيها قال الفقيه ابو الليث على قول ابى حنيفة لا يضمن و به ناخذ و الفتوى على قول ابى حنيفة اھ ملخصاً ، وفي الخلاصة من جنس القصار القاضى الامام يفتى بقول ابى حنيفة قال وانا افتى به وفي التاتارخانية عن الابانة اخذ الفقيه ابو الليث في هذه المسئلة بقول

- ۱۶۲/۲ كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسد مؤسسة الرسالة بيروت
 ۳۱۹ ص ۱۶۲/۲ كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسد مؤسسة الرسالة بيروت
 ۲۳۵/۲ كتاب الاجارة باب من الاجارة مير محمد کتب خانہ کراچی
 ۲۲۱/۳ كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسد مؤسسة الرسالة بيروت
 ۳۲۲/۳ كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسد مؤسسة الرسالة بيروت
 ۱۳۶/۳ كتاب الاجارة باب من الاجارة مير محمد کتب خانہ کراچی

اور اسی پر جزم فرمایا ^{۱۳} ملتقی و وقایہ و نقایہ و غرر و اصلاح و تنویر و غیرہ متون میں، اور یہی مقتضی ^{۱۴} ہے اطلاق قدوری و ہدایہ و کفر و مجمع و غیرہ متون کا۔ غرض عامہ متون اسی پر ہیں، اور اسی پر فتویٰ دیا امام ^{۱۵} فقیہ ابواللیث سمرقندی اور امام اجل قاضیخان ^{۱۶} اور امام ظہیر الدین مرغینانی اور امام افتخار الدین طاہر صاحب ^{۱۷} خلاصہ و غیرہم اکابر معتدین نے، بلکہ امام اجل ظہیری اول اس کے قائل نہ تھے بعدہ اس طرف رجوع لائے اور اسی کو راجح و مختار و معتد و مفتی بہ ٹھہرایا۔ ^{۱۸} مضمرات و ^{۱۹} ذخیرہ و ^{۲۰} ابانہ و ^{۲۱} سخن و ^{۲۲} تاتارخانیہ و ^{۲۳} فتاویٰ کبریٰ و ^{۲۴} فتاویٰ بزازیہ و ^{۲۵} محیط و ^{۲۶} وقایہ و ^{۲۷} ملتقی و ^{۲۸} اصلاح و ^{۲۹} تتمہ و ^{۳۰} تنویر و ^{۳۱} منہج و ^{۳۲} درر و غیرہ جمہور ائمہ کے تصانیف معتدہ میں، اور اس کی ترجیح مقتضی ہدایہ کا ہے اور یہی امام سے ظاہر الروایہ ہے۔ عام معتبرات میں اسی پر فتویٰ دیا، اور اصحاب متون نے اسی پر جزم کیا، تو یہی مذہب ٹھہرا۔ ذرا چشم انصاف اس مذہب مذہب کی سطوت و شوکت ملاحظہ کرے۔

لیکن بیشک قاضی شریح اس کے قائل ہیں، تو امام محمد نے آثار میں امام ابوحنیفہ انھوں نے حماد انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ قاضی شریح نے کبھی اجیر کو ضامن نہ بنایا، قلت (میں کہتا ہوں) اور اس کو امام ابوحنیفہ نے مسند میں بطور ارسال ابراہیم نخعی روایت کیا امام طاؤس اور عطاء ان دونوں کی طرف خلاصہ اور خیرہ و غیرہما منسوب کیا اور مجاہد کی طرف بھی خلاصہ میں اور ابراہیم کی طرف در مختار پر حاشیہ طحاوی میں اور حماد کی طرف غایۃ البیان میں مختصر الامام الکرخی سے منقول اور امام زفر اور امام حسن کی طرف غایۃ البیان، ایضاح، ہندیہ اور مجمع الانہر میں منسوب ہے، لیکن امام شافعی کا قول ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے تو یہ نسفی کے متن

امان شریحا یقول بہ (فمحمد) فی الآثار عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان شریحا لم یضمن اجیرا قط (قلت) وارسلہ الامام فی المسند عن النخعی، واما عطاء و طاؤس فعزاه الیہما فی الخلاصۃ والخیرۃ وغیرہما، والی مجاہد ایضاً فی الخلاصۃ والی ابراہیم فی الحاشیۃ الطحاویۃ علی الدر المختار، والی حماد فی غایۃ البیان عن مختصر الامام الکرخی، و الی زفر والحسن فیہا والایضاح و فی الہندیۃ و مجمع الانہر، واما انہ قول الشافعی وروایۃ عن احمد فیستفاد من شرح

لہ کتاب الآثار لام محمد رحمہ اللہ باب ضمان الاجیر المشرک حدیث ۸۰، ادارة القرآن کراچی ص ۱۷۳

وتأخيره الدليل ، وأما انها هي ظاهر الرواية
عن الامام فالشامي وغيره في العقود
الدرية وغيرها واما الجزم به في المتون
والافتاء به في عامة المعتمرات حتى كانت
هو المذهب فقد سمعت نص المولى
ابى عبد الله محمد بن عبد الله التمر تاشي
وتبعه أفندي شيخى نراده والمدقق
الحصكفى ، والله تعالى اعلم۔

اور اس کی دلیل کو مؤخر کرنے کا مقصد ہے ، لیکن یہ
کہ امام سے یہ ظاہر روایت ہے تو یہ شامی وغیرہ کی
عقود الدریۃ وغیرہ میں ہے ، لیکن اس پر متون
اور فتاویٰ کا جزم تو یہ عام کتب میں موجود ہے حتیٰ کہ
اس کو مذہب کہا ہے ، آپ اس پر ابو عبد اللہ تمر تاشی
کی نص سن چکے ہیں اور شیخی زادہ اور مدقق حصکفی نے
ان کی اتباع کی ہے ۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔ (ت)

بالجملہ مذہب امام غایت و بھرت و جلالت و ثبات و متانت پر واقع ہے بیحد لا تززع
جوانبہ صیحة صائح و لا تزلزل ارکانہ صولة صائل وانا اقول والله التوفیق (ایسے کہ اس کے
اطراف کو کسی کی چیخ نے متاثر نہ کیا اور نہ ہی اس کے ستونوں کو کسی طاقتور کی طاقت نے جنبش دی ۔ اور میں
کہتا ہوں حالانکہ توفیق اللہ تعالیٰ ہی سے ہے ۔ ت) ہمارے فن جب بہ نگان امان ہمارے اس
تلخیص عبارت و تحسین اشارت پر نظر کریں تو ان اشار اللہ تعالیٰ اس پر مہر نیم روز ماہ نیم ماہ کی روش روشن
بین ہوگا کہ یہاں مذہب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ کثیر اور اقوال پر جو اس کے مخالف و منافی ہیں ترجیح واضح
رکھتا ہے اگرچہ وہ بھی مذیل بالافتاء و التصحیح ہوں کہ مطلقاً اختلاف فتویٰ مستلزم تعادل و استواء نہیں۔

اولاً عامہ متون نے اس پر جزم کیا اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ متون شروع اور شروع فتاویٰ
پر مقدم ہیں و هذا يعرفه كل من له معرفة في الفقة (اس کو فقہ کی معرفت والا ہر ایک جانتا ہے۔ ت)
علامہ زین بن نجیم مصری بکر الرائق میں فرماتے ہیں ؛

اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما
وافق اطلاق المتون اولى۔

جب تصحیح اور فتویٰ میں اختلاف پایا جائے تو پھر
متون کی موافقت میں عمل اولیٰ ہے ۔ (ت)

علامہ بیری شرح اشباہ میں غیر مذہب امام پر بعض جگہ فتویٰ دیا جانا ذکر کر کے کہتے ہیں ؛
ینبغی ان یکون هذا عند عدم ذکر
اهل المتون للتصحیح والا فالحکم بما فی المتون
یہ اس وقت مناسب ہے جب متون میں تصحیح کا
ذکر نہ ہو ورنہ حکم وہی ہوگا جو متون نے بیان کیا

کما لا یخفی لانها صارت متواترة ۱
جیسا کہ مخفی نہیں کیونکہ ایسے میں وہ حکم متواتر ہو جاتا ہے۔ (ت)

محقق شامی آفندی حاشیہ در میں بحث تخییر مفتی وقت اختلاف میں لکھتے ہیں :

اقول وینبغی تقييد التخيير ايضا بما اذا لم يكن احد القولين في المتن لما قدمناه انفا عن البيرو ولما في قضاء الفوائت من البحر من انه اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما وافق المتن اولى ۲
میں کہتا ہوں، اور مفتی کے اختیار پر یہ پابندی بھی مناسب ہے کہ جب متون میں کوئی قول نہ ہو تو پھر اسے اختیار ہے جیسا کہ ابھی ہم نے بری سے نقل کیا ہے اور بحر کے قضاء الفوائت سے نقل کی وجہ سے کہ جب تصحیح اور فتویٰ میں اختلاف پایا جائے تو متون کے موافق عمل بہتر ہے۔ (ت)

ثانياً یہ قول، قول امام ہے اور ہم قول امام سے عدول نہیں کرتے جب تک کوئی ضرورت یا ضعف حجت نہ ہو اور یہاں ضعف کیسا، جو قوت و شہرت ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام نہ ترک کیا جائے اگرچہ مشائخ دوسرے قول پر فتویٰ دیں چہ جائے آنکہ جمہور اکابر کا فتویٰ اسی طرف ہو، پھر اسے مہجور کیا جائے، بحر الرائق میں ہے :

بهذا اظهر انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرها الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزامعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما ۳
اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور عمل کیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ یا ان میں سے ایک یا کسی غیر کے قول کی طرف عدول نہ کیا جائے گا الا یہ کہ پیش کردہ دلیل کمزور ہو یا تعامل اس کے خلاف ہو مثلاً مزاحمت کا تعامل ورنہ مطلقاً فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہوگا اگرچہ مشائخ تصریح بھی کر دیں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ فہامہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا :

۴۹/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	مقدمة الكتاب	رد المحتار بحوالہ شرح البیرو
۴۹/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	مقدمة الكتاب	رد المحتار
۲۴۶/۱	ایچ ایم سعید کتب پتی کراچی	كتاب الصلوة	بحر الرائق

واولہ المقرر عندنا انہ لا یفتی الخ و آخرہ
لانہ صاحب المذہب و الامام المقدم الخ

پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں مسلمہ امر ہے کہ فتویٰ
اور عمل امام صاحب کے قول پر ہی ہوگا، اور دوسری
بات یہ ہے کہ آپ ہی صاحب مذہب اور اول امام بھی۔

ردالمحتار میں ہے :

وکذا لا یتخیر (ای المفتی فی الافشاء
بما شاء عند اختلاف الفتیاء) لوکان احدهما
قول الامام و الآخر قول غیرہ لانہ لما تعارض
التصحیحان تساقط فہر جعنا الی الاصل
وہو تقدیم قول الامام الخ۔

یونہی مختار نہ ہوگا (یعنی فتاویٰ میں اختلاف کے
موقع پر مفتی کو اپنی مرضی کا فتویٰ دینے کا اختیار
نہیں) جبکہ ایک امام صاحب کا قول ہو اور مقابلہ
میں کسی دوسرے کا قول ہو، کیونکہ تعارض کی
صورت میں دونوں قول ساقط ہو جاتے ہیں

تو ہم اصل کی طرف راجع ہوں گے اور وہ امام کے قول کا مقدم ہونا ہے الخ۔ (ت)
ثالثاً جمہور صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے یہاں تک کہ قریب اجماع کہا گیا :

ولا شک ان قول الجمہور الذین
منہم اما منا خیر لنا من بعض لیس
ہو منہم۔
اس میں شک نہیں جمہور جن میں ہمارے امام
بھی ہوں وہ ہمارے لئے بہتر ہیں ان لوگوں کے
مقابلہ میں جو جمہور میں شامل نہ ہوں۔ (ت)

رابعاً خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارہ میں حدیث مروی بخلاف اور
مذہب کے کہ وہاں حدیث مرفوع کا نام بھی سُننے میں نہ آیا۔

خامساً قول امام پر فتویٰ دینے والے اجلہ ائمہ مالکان ازمہ ترجیح و افتاء معروفین بالاتفاق
مشار الیہم بالبنان ہیں جیسے امام ابو اللیث سمرقندی و امام محقق برہان الدین مرغینانی و امام ظہیر الدین
مرغینانی و امام افتخار الملہ والدین طاہر بن تجاری وغیرہم من الجبلۃ الاکابر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بخلاف
مذہب صاحبین کہ اس پر فتویٰ غالباً بالفاظ نکارت و ابہام منقول ہوا، من الناس من افتی بقولہما
(بعض لوگوں نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا۔ ت) دوسری جگہ ہے، قول بعضہم بہ یفتی (بعض نے یہ

۳۳/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشهادات	۱۰ فتاویٰ خیریہ
۴۹/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	مقدمۃ الکتاب	۱۱ ردالمحتار
۱۳۹/۲	دار المعرفۃ بیروت	باب ضمان الاجیر	۱۲ فتاویٰ خیریہ کتاب الاجارات
۱۴۱/۲	"	"	۱۳ " " " "

فتویٰ دیا۔ ت) شرح کز عینی میں ہے، بہ یفتی بعضهم (اسی پر بعض نے فتویٰ دیا۔ ت) خلاصہ
 و بزازیہ میں ہے، بعض العلماء اخذوا بقولہما (بعض علماء نے صاحبین کا قول لیا ہے۔ ت)
 شاید یہی وجہ ہیں کہ جس قدر کتابیں اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں ان میں یہ تو بکثرت ہے کہ صرف قول امام
 پر فتویٰ نقل کیا اور قول صاحبین کو ترجیح سے معری رکھا اور اس کا عکس ہرگز نہ فرمایا جس سے ظاہر کہ علماء
 قول صاحبین پر مطمئن نہیں رہے تبیین کا حکم بقولہما یفتی (صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔ ت)
 سوان اکابر اساطین مذہب اور فاضل زلیعی میں جو فرق ہے کسے معلوم نہیں۔

سادساً جمہور کا فتویٰ اسی طرف ہے،

جیسا کہ گزرا کہ عام معتبر کتب میں اس پر فتویٰ
 جاری ہوا۔ (ت)

لما مران قد جعل الفتویٰ علیہ فی
 عامۃ المعتبرات۔

اور قول جمہور ہمیشہ منصور و غیر مہجور،

علامہ شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ اگر
 فقہاء کا اختلاف ہو تو اکثریت کے قول کو لیا جائیگا
 پھر اکثریت ان لوگوں کی جن پر مشہور اکابر نے
 اعتماد کیا ہو، ان میں جیسا کہ ابو حفص، ابو جعفر،
 ابواللیث اور طحاوی وغیرہم معتد علیہ لوگ ہیں۔ (ت)

الشامی عن الحاوی القدسی ان اختلفوا
 یؤخذ بقول الاکثرین ثم الاکثرین مما
 اعتمد علیہ الکبار المعروفون منهم
 کابی حفص و ابی جعفر و ابی الیث و
 الطحاوی وغیرہم ممن یعتمد علیہ۔

سابعاً اس قول پر فتویٰ دینے والے ایک امام علامہ فخر الملک والذین حسن بن منصور اور جنیدی
 ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور یہ امام فارس میدان تزیج و تصحیح ہیں جن کی نسبت علماء تصریح فرماتے
 ہیں کہ ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، ان کے فتویٰ سے عدول نہ کیا جائے، علامہ خیر الدین
 رملی حاشیہ جامع الفصولین میں فرماتے ہیں،

علیک بما فی الخانیۃ فان قاضینان من
 اهل التصحیح والتزیج

خانیہ کا بیان کردہ تجھ پر لازم ہے کیونکہ قاضینان
 اهل تصحیح و تزیج میں سے ہیں (ت)

۱۵۶/۲	کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
۱۳۶/۳	الفصل السادس	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ
۱۳۵/۵	المطبوعۃ الکبریٰ بولاق مصر	
۴۸/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	مقدمۃ الکتاب
۲۴۶/۱	الفصل الثامن عشر اسلامی کتب خانہ کراچی	اللآلی الدریۃ فی النوادر الخیریۃ حاشیہ جامع الفصولین

علامہ قاسم تصحیح القدوری میں فرماتے ہیں :

قاضیخان کا تصحیح کردہ قول دوسرے کی تصحیح پر
مقدم ہے کیونکہ وہ فقہ النفس ہیں ۔
(ت)

ما یصححہ قاضیخان من الاقوال یكون
مقدما علی ما یصححہ غیرہ لانہ کان
فقہ النفس لہ

سید احمد حموی غزالیوں میں اسے نقل کر کے مقرر رکھتے ہیں ، فاضل سید احمد طحاوی حاشیہ

در مختار میں لکھتے ہیں :

قاضیخان کے بیان پر اعتماد کی وجہ فقہار کا یہ فرمان
ہے کہ قاضیخان جلیل الشان وہ شخص ہیں جن کی
تصحیحات پر اعتماد کیا جاتا ہے (ت)

الذی ینظر اعتماد ما فی الخانیة لقولہم
ان قاضیخان من اجل من یعتمد علی تصحیحاتہ

فاضل محمد امین ابن عابدین عقود دربیہ میں فرماتے ہیں :

قاضیخان کی تصحیح شدہ غیر کی تصحیح شدہ پر
مقدم ہے (ت)

ما یصححہ قاضیخان مقدم علی ما یصححہ
غیرہ

اب تو بجد اللہ عرض تحقیق مستقر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں قول امام بلاشبہ امام الاقوال اقوی الاقوال
ہے جس سے بلا ضرورت ہرگز تجاوز نہ چاہئے ، یہ تو اصل مذہب پر بحث تھی ، اگر بنظر تغیر زمان آرائے
علمائے خلف پر نظر کیجئے تو یہاں جماعت کثیرہ ائمہ متاخرین کا قول قوی باشکوت مزج مصحح مفتی بیہ ہے کہ اگر
اجیر مرد صالح و متدین ہے تو ضمان نہیں ، اور خائن و غاباز ہے ، تو ہے ، اور مستور الحال ہے تو نصف قیمت
پر صلح کر لیں ، صاحب محیط نے فوائد میں اس پر جزم فرمایا

کیا کہ خیر یہ میں جامع الفصولین سے منقول ہے۔ (ت)

کما فی الخیریة عن جامع الفصولین ۔

بہت بعد متاخرین نے اس پر فتویٰ دیا ، کما فی الحامدیة (جیسا کہ حامدیہ میں ہے ۔ ت) بلکہ علامہ حامد
آفندی فرماتے ہیں فقہین جلیلین ابو جعفر و ابواللیث نے بھی اسی کو اختیار فرمایا اور فرماتے ہیں یہ قول

۱۔ غزالیوں البصائر بحوالہ تصحیح القدوری الفن الثانی کتاب الاجارات ادارة القرآن کراچی ۲/۵۵

۲۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار المعرفہ بیروت ۲/۲۵

۳۔ العقود الدریة کتاب الاجارات ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۰۳

۴۔ فتاویٰ خیریة کتاب الاجارہ باب ضمان الاجیر دار المعرفہ بیروت ۲/۱۴۱

سب سے اولیٰ اور اسلم ہے اور یہی فتویٰ ہے امام جلال الدین اہدون کا، کما فی المنح الغفار والخطاویۃ^۲ (جیسا کہ منح الغفار اور خطاوی میں ہے۔ ت) علامہ خیر الدین ربلی استاد صاحب درمختار، علامہ سید سعید مدنی مفتی مدینہ منورہ تلمیذ صاحب مجمع الانہر اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: ما احسن التفصیل الاخیر^۳ (آخری تفصیل کیا ہی اچھی ہے۔ ت) فاضل شامی فرماتے ہیں:

قد اختلف الافناء وقد سبعت ما فی الخیرۃ^۴ فتوے مختلف ہیں جبکہ آپ نے خیر یہ کا بیان سن لیا ہے۔ (ت)

اور فی الواقع یہ اس اعلیٰ درجہ نفاست و متانت و احتیاط رزانت و مراعات جانبین و حفظ مذہب و لحاظ زمانہ پر واقع اور تمام خوبیوں کا جامع ہے کہ خواہی نخواستہ ہی قلوب اس خاطر جھک جائیں اور تشنت اقوال و فتاویٰ کے پریشان کئے ہوئے ذہن اسے سنتے ہی سکون و اطمینان پائیں، ہم امید کرتے ہیں کہ اگر امام یہ زمانہ پاتے اور اس قول کو ان کے حضور عرض کیا جاتا بیشک پسند فرماتے، اس قول پر بھی ما نحن فیہ (ذیر بحث مسئلہ) میں ضمان لینا جائز نہیں کہ سائل تصریح کرتا ہے کہ وہ پیشہ ور معتبر دیانتدار ہے سا لہا سال سے کام کرتا رہا کبھی اس سے کوئی خیانت یا حفظ میں غفلت واقع نہ ہوئی رسول کے بعد اتفاقاً اس کے پاس سے یہ مال گم ہو گیا، یوں تو آدمی کے پاس اپنا مال باوجود حفظ تام و احتیاط کامل ضائع و ہلاک ہو جاتا ہے، پھر یہ نہ کہا جائیگا کہ وہ اپنے مال میں خائن ہے۔

بالجملہ جہاں تک نظر فقہی کی مجال ہے صورت مستفسرہ میں ضمان نہ آنا ہی اقوی الاقوال ہے

ولئن تنزلنا فلا شک فی شدة قوتہ
وانہ لمن احسن ما افتی بہ
فلا یکن حجر المفتی عن الافتاء بہ ابدًا
فیاخیبہ من حکم علیہ بالغلط

اگر بطور تنزل مان بھی لیں پھر بھی اس کی قوت میں شک نہیں اور وہ فتویٰ کے لئے نہایت احسن ہے تو کسی وقت بھی مفتی اس پر فتویٰ سے باز نہ رہے خسارہ ہے اس شخص کو جس نے اس پر غلط ہونے کا

عہ مولوی امیر احمد سہسوانی

۱۱۳-۱۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الاجارات	۱۱
۳۶/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاجارہ باب ضمان الاجیر	۱۲
۱۴۱/۲	"	"	۱۳
۲۷۶/۲	المطبعة الخیریة مصر	"	۱۴
		"	۱۵

حکم لگایا ہے حسد اور بغاوت کرتے ہوئے، فتاوے کے اختلاف کے باوجود اس کی کیا گنجائش ہے لیکن حسد ایسی مرض ہے جس کو لاحق ہو جائے ہلاک کر دیتی ہے، اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا ہے اس میں سوچ والے کے لئے عبرت ہے اور نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے اس میں تذکرہ ہے اور یہ کثیر مباحث کا آسان خلاصہ ہے اگر فہم والا اس پر قناعت کر لے تو یہ کافی ہوگا، ورنہ بجز اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس مقام میں کلام کا ذخیرہ ہے اس میں تعداد، تیاری، سختی اور شدت سب کچھ ہے اگر باز نہ آئے تو ان شاء اللہ وہ ایسی روشن تحقیقات کو دیکھے گا جو رونق افروز ہو کر منافقت کی آنکھوں کو پریشان کر دیں گی اور ایسی چمک دار تحقیقات کو بھی جو پھیل کر معارضہ کرنے والوں کے دلوں کو کاٹ دیں گی اور اس کی بات کو ختم کر دیں گی اور میں حول اور قوت سے برات رکھتا ہوں کیونکہ حول اور قوت اللہ تعالیٰ اعظم و بلند کے سوا کسی نہیں، صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، آمین! (ت)

بغياً وحسداً وكيف يسوغ ذلك مع اختلاف
الفتيا هنالك ولكن المحسد حسك من
تعلق به هلك وفيما ذكرنا عبوة لمن اعتبر
وتذكرة لمن اسراد ان يتذكر وهو جملة
يسيرة من مباحث كثيرة فلئن قنع فقيه
مقنع والا فعندنا بحمد الله افواج
من الكلام في ميدان هذا المقام فيها
العدد والعدة والباس والشدّة فلئن
لم ينته فسيري ان شاء الله تعالى شواق
تحقيقات زاهرت فبهرت عيون المنافقين
وبوارق تدقيقات سطحت فقطعت
قلوب العارضين وقوله وانا متبري
من المحول والقوة اذلا حول ولا قوة الا
بالله العلي العظيم وصلى الله تعالى على
سيدنا ومولينا محمد وآله واصحابه
اجمعين آمين!

۱۴۶

جناب مولوی صاحب! قبلہ و کعبہ دو جہان سلامت! بعد آداب و تسلیمات کے فدوی خدمت مبارک میں یوں عرض کرتا ہے کہ گزرتی پہلے پیشہ معاری میں اپنی اوقات بسر کرتا تھا پھر منشی ثناء اللہ صاحب نے ایک مدرسہ نیکہ میں واسطے تعلیم قرآن مجید کے تعمیر کر دیا اس میں انھوں نے مجھ کو واسطے تعلیم اطفال کے مقرر کیا اس طرح کہ تم لڑکوں کو قرآن پڑھاؤ اور ہم تمہارے اہل و عیال کے خورد و نوش کے واسطے مبلغ چار روپیہ ماہوار لٹا دیا کریں گے، میں اس امر کو قبول و منظور کر کے پڑھاتا رہا، اسی تنخواہ پر قانع رہا کسی لڑکے سے کچھ

طلب نہ کیا، دو سال تو مفتی صاحب تنخواہ برابر دیتے رہے بعد کو انہوں نے موقوف کر دیا، چونکہ اور کوئی میری معاش نہ تھی مجبوراً مکتب کو بدستور قائم رکھا اور درس دیتا رہا، لیکن کسی شاگرد سے کچھ ماہوار متعین نہ کیا کہ مواخذہ آخرت نہ ہو، ہاں جو کسی نے دے دیا سولے لیا اور جس نے نہ دیا اس سے طلب نہ کیا، اب لڑکے بہت قلیل رہ گئے ہیں ان میں سے بھی بعض دیتے ہیں اور بعض نہیں دیتے، جس میں کوئی ۱۲ ماہوار کا حساب ہو جاتا ہے، نوبت فاقہ کی بھی پہنچ جاتی ہے، اس پر قناعت کر کے شکر الہی بجالانا ہوں، اب مجھ پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ جو کچھ لڑکوں سے مجھ کو ملتا ہے ہر طرح حرام ہے خواہ وہ اجرت سمجھ کر دیں یا بطور اللہ۔ پس اس مسئلہ کو آپ سب صاحبوں سے دریافت کرتا ہوں آیا یہ مال حلال ہے یا حرام؟ براہِ خدا اس کا جواب مزین بمر کر کے عنایت ہو کہ تردد رفع ہو اور وہ معترض حدیث کا قائل ہے فقہ کا نہیں۔

الجواب

سائل پر شرعاً کوئی الزام نہیں، اور جو کچھ اُسے ماہوار مل جاتا ہے حلال طیب ہے اور کیفیت مذکورہ سوال اس کے نہایت صبر و استقلال و طلب وجہ حلال و خوف مولیٰ ذوالجلال پر دال، عزاء اللہ تعالیٰ خیراً، بلکہ اگر وہ سب پڑھنے والوں سے اپنا ماہوار مقرر کر لے جب بھی جائز ہے اور مذہب مفتی بہ پر اصلاً مضائقہ نہیں،

بحر الرائق پر خیر الدین رملی کے حاشیہ میں کتاب الوقف کی بحث میں ہے کہ تعلیم القرآن پر اجرت لینا مفتی بہ قول پر جائز ہے الخ ایسی عبارت کثیر کتب میں موجود ہے۔ (ت)

فی حاشیة البحر الرائق للعلامة خیر الدین الرملی فی کتاب الوقف المفتی بہ جواز الاخذ استحساناً علی تعلیم القرآن الخ و مثله فی کثیر من الکتب۔

مقرض کا اعتراض بیجا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ اللہ سمجھ کر دیتے ہیں جب بھی حرام ہے، شریعتِ مطہرہ پر کھلا ہوا اقرار، اگر پڑھنے والوں نے اتنے تنگ دست استاد کی لوجہ اللہ خدمت کی کیا گناہ ہوا، اور استاد کو اس کا لینا کیونکر حرام ٹھہرا، یہ محض جہالت و تعصب ہے۔ اللہ جل و علا فرماتا ہے،

اپنی زبانوں پر جاری جھوٹ والا قول نہ کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر

لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب
هذا حلال و هذا حرام لتفتروا

على الله الكذب، ان الذين يفترون
 على الله الكذب لا يفلحون^۱
 جھوٹ افترار بناؤ، بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ
 پر جھوٹ افترار بناتے ہیں وہ صلاح نہیں
 پائیں گے۔ (ت)

اور اس سے بڑھ کر اس کا جہل مرکب یہ ہے کہ مسائل شرع سے انکار رکھتا ہے، سبحان اللہ جہالت کی
 یہ حالت اور فقہار سے نفرت، بیشک ایسے ہی لوگ حدیث سے احکام سمجھنے کے قابل ہیں؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا
 اِلَيْہِہٖ رَاجِعُونَ خیر اگر وہ حدیث ہی مانگیں تو خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ان احق ما اخذتم علیہ اجرًا کتاب اللہ^۲ یعنی قرآن مجید سب چیزوں سے زیادہ اس
 لائق ہے کہ تم اس پر اجرت لو۔

امام علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیسرے شرح جامع صغیر حدیثی میں اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں:
 فاخذ الاجرة على تعليمه جائز الخ^۳ یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن پڑھنے
 پر اجرت لینا جائز ہے الخ (ت)

معارض پر فرض ہے کہ ان جہالتوں سے باز آئے اور مسائل شرع میں بے علم و فہم زبان کھولنے سے
 توبہ کرے، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹
 ۱۴۹ تا ۱۴۹
 ۱۱ رجب، ۱۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ زمیندار اپنے اپنے گاؤں کے تالابوں یا جھیلوں یا
 دریا سے جو اپنے گاؤں کی حد میں ہوتا ہے مچھلیاں پکڑواتے ہیں اور نصف حق زمینداری سے آپ
 لیتے ہیں اور نصف پکڑنے والے کو دیتے ہیں، اور زمیندار تالاب یا جھیلوں یا دریا کو اپنا مملوکہ جانتے ہیں
 اور تالاب وغیرہ سے بغیر جال کے مچھلیاں پکڑنے پر قادر نہیں ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مچھلیاں ان
 تالابوں یا جھیلوں کی فروخت کر ڈالتے ہیں، یعنی کھار وغیرہ، وہ تالاب مول لے لیتے ہیں جس قدر مچھلیاں
 اس میں ہوتی ہیں وہ جال وغیرہ سے شکار کر کے لے جاتے ہیں، جا بجا گاؤں میں اس کا رواج ہے

۱۔ القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

۲۔ صحیح البخاری کتاب الطلب باب الشرط فی الرقیۃ بقطع من لغنم قیدی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۴
 ۳۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی تحت حدیث ان احق ما اخذ علیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۰۹

اور کسی اسامی کو اس میں کچھ عذر بھی نہیں ہوتا۔ اور گھاس بھی گاؤں کی زمیندار فروخت کرتا ہے، اس کو بھی اپنا مملوک سمجھ رہا ہے، اور رواج بھی ہے، اس میں بھی کسی دوسرے گاؤں وغیرہ کی رعایا کو کچھ عذر نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ خود خرید لیتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ بتینواتو جروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب - یہ سوال تین مسئلوں پر شامل ہے،

مسئلہ اولیٰ: زمینداروں کا اپنے دیہات کے تالابوں سے مچھلیاں نصف پر صید کرانا۔

اقول وبالله التوفیق اس کے جواب میں اول تنقیح اس امر کی ضرور ہے کہ آیا وہ مچھلیاں

زمینداروں کی مملوک ہیں یا نہیں، اس بارے میں حکم شرع یہ ہے کہ اگر زمینداروں نے وہ تالاب اس غرض کے لئے مہیا کئے ہیں کہ برسات کے پانی جو ندیوں سے مچھلیاں بہا کر لائیں ان میں فراہم ہو کر ہمارے ملک میں آئیں، تو بلاشبہ جو مچھلیاں ان میں جمع ہوں گی ان زمینداروں کی ملک خاص ہوں گی، اور اگر تالاب اس لئے مہیا نہ کئے مگر جب پانی بہا کر لایا انھوں نے ان کی روک کر لی، کوئی مینڈھا وغیرہ ایسا باندھ دیا کہ اب مچھلیاں بہاؤ میں نہ نکل جائیں تو بھی وہ مچھلیوں کے مالک ہو گئے، ان دونوں صورتوں میں کسی کو بلا اذن زمیندار ان مچھلیوں کا پکڑنا اور اپنے تصرف میں لانا جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی صید کرے تو زمیندار کہ شرعاً اس کا مالک ہے، ایک ایک مچھلی اس سے واپس لے سکتا ہے، اور اگر ان صورتوں سے کچھ نہ تھا، نہ تالاب انھوں نے اس غرض کے لئے مہیا کئے، نہ بعد مچھلیاں آنے کے ان کی روک کی، تو البتہ وہ مچھلیاں اپنی اباحتِ اصلیہ پر باقی ہیں کہ انھیں جو پکڑے گا مالک ہو جائے گا، اور زمیندار کو اس سے واپس لینا جائز نہ ہو گا کہ وہ کسی خاص شخص کی ملک نہیں، ردالمحتار وفتح القدير وغیرہا میں ہے:

جب مچھلی تالاب میں آجائے تو اگر جال اسی غرض سے لگایا گیا تھا تو مچھلی کا مالک ہو جائے گا، اس موقع پر دوسرے کو وہ مچھلی پکڑنے کا حق نہیں پھر اس حال میں وہ تالاب میں آئی مچھلی کو حیلہ سازی کے بغیر پکڑ سکتا ہے تو اس حالت میں اس مچھلی کو فروخت کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس کی ملک ہو چکی ہے جس پر قبضہ دینا ممکن ہے اور اگر حیلہ

اذا دخل السمك في خطيرة فامات بعد ذلك اذ لا فنى الاول يملكه وليس لاحد اخذها، ثم ان امكت اخذها بلا حيلة جازبيعه لانه مملوك مقدور التسليم والال لم يجب لعدم القدره على التسليم، و

فی الثانی لا یملکہ فلا یجوز بیعہ لعدم الملك
الا ان یسد الخطیرة اذا دخل، فح یملکہ
ثم ان امکن اخذہ بلا حیلۃ جار بیعہ و
الافلا۔

کے بغیر پکڑی نہ جاسکے تو اس کی بیع ناجائز ہے کیونکہ
وہ مقدوراً تسلیم نہیں ہے اور دوسری یعنی تالاب
اس مقصد کے لئے نہ لگایا گیا ہو، اس صورت میں
مچھلی کا مالک نہ بنے گا لہذا فروخت بھی نہ کر سکے گا،
ہاں اگر اس صورت میں مچھلی داخل ہو جانے پر تالاب کو بند کر لے تو اب مالک ہو جائے گا اور حیلہ کے بغیر پکڑنے
پر قادر ہو تو جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

پس دو صورتوں پیش میں کہ زمیندار مالک ماہی ہیں اگر انھوں نے نصف خود لیں ہرگز ظلم نہ کیا
کہ وہ کل انھیں کی ملک تھیں بلکہ اگر زمیندار بعد اخذ و شکار ایک نصف مچھلیوں کا جدا کر کے رضائے خود اپنی طرف
سے ہبہ صحیحہ تامہ نہ کر دیں تو ان کے پکڑنے والوں پر لازم کہ یہ نصف بھی زمینداروں ہی کو واپس دیں، اگرچہ
ان میں باہم اس شکار کی اجرت میں نصف مچھلیوں کا قرار داد ہو لیا ہو کہ ایسا اجارہ ہی شرعاً فاسد ہے۔
غایت یہ کہ اس عقد اجارہ کی صورت میں اپنی محنت کی اجرت مثل لے لیں جو ان نصف مچھلیوں کی قیمت سے
زائد نہ ہو، مثلاً جتنی دیر انھوں نے دام کشی کی اس کی اجرت مثل ۴ ہوتے ہیں اور مچھلیاں ۸ یا اس سے
زائد قیمت کی پکڑی گئیں جب تو یہ پورے ۴ کے مستحق ہیں اور کم کی شکار ہوئیں تو ادھی مچھلیوں کے جو دام ہوں
اس سے زیادہ نہ پائیں گے، فرض کیجئے جال میں ۶ کی مچھلیاں آئیں تو انھیں ۳ ملیں گے اور ۲ کی تو ایک
ہی آئے، اور سو روپے کی تو وہی ۴۔ درمختار میں ہے :

اگر کسی دوسرے کو سوت دیا کہ نصف پر بن دے،
یا پتھر والے کو کہا غلہ نصف کے بدلے اٹھالے جا، یا
بیل والے کو کہا گندم کو کچھ آٹے کے بدلے پیس دے
تو کل میں اجرت فاسد ہوگی کیونکہ اجیر کے بعض عمل کے
بدلے اجارہ ہے۔ (ت)

لودفع غزل لا اذخر لیسجہ لہ بنصفہ ای
بنصف الغزل، او استاجر بغلای حمل
طعامہ ببعضہ او ثوما الیطحن برہ ببعض
دقیقہ، فسدت فی الكل لانه استاجرہ بجزء
من عملہ۔

ردالمحتار میں ہے،

۱۰۶/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب البیوع باب البیع الفاسد	ردالمحتار
۴۹/۶	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	باب البیع الفاسد	فتح القدر
۱۷۹/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	باب الاجارۃ الفاسدۃ	ردالمحتار

قوله فسدت في الكل ويجب اجر المثل لا يجاوز به المسمى، نزيلعي، قوله بجزء من عمله، اي بعض ما يخرج من عمله، والقدره على التسليم شرط، وهو لا يقدر بنفسه نزيلعي

۲۵۔ مان کا قول "کل میں فاسد ہوگا" اور مثلی اجرت واجب ہوگی جو مقررہ سے زائد نہ ہو، نزيلعی، اور اس کا قول "اس کے عمل کے بعض پر" یعنی اس کے عمل سے حاصل شدہ کے بعض کے بدلے، اور قبضہ دینے کی قدرت شرط ہے جبکہ وہ خود بنفسہ اس پر قادر نہیں ہے، نزيلعی۔ (ت)

اور صورت سوم میں جہاں زمیندار مالک ماہی نہیں ہوتے اگر زمینداروں نے ان شکار کرنے والوں کو اجارہ پر لیا اور وقت متعین کر دیا، مثلاً آج دوپہر یا شام تک جال ڈالو، تو اس صورت میں جتنی مچھلیاں جال میں آتی جائیں گی سب ملک زمیندار ہوتی جائیں گی جن میں شکار کنندگان کا کوئی حق نہیں بلکہ وہی اپنے عمل کی اجرت پائینگے تو اب بھی نصف مچھلیاں لینا ہرگز ظلم نہیں بلکہ پچڑنے والے جو نصف لیں گے انھیں ناجائز ہے، ہاں اگر وقت معین نہ کیا تو بیشک مذہب راجح پر وہ مچھلیاں ملک شکار کنندگان ہوں گی، اور وہ کسی اجرت کے مستحق نہ ہوں گے لکن انہم عاملین لانفسہم (اس لئے کہ وہ اپنے لئے خود عامل بن گئے۔ ت) صرف اس چوتھی صورت میں یہ حکم ہے کہ زمینداروں کا نصف لینا ظلم ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

اگر کسی شخص کو شکار کرنے کے لئے اجرت پر رکھا اگر اس کے لئے وقت مقرر کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں، مجتبیٰ اور اسی پر فتویٰ ہے، صیرفیہ، ملخصاً (ت)

استاجرة ليصيد له فان وقت لذلك وقتا جاز والا، مجتبیٰ، وبه يفتي صيرفية اه ملخصاً۔

ردالمحتار میں ہے:

اس کا قول، اسی پر فتویٰ، صیرفیہ، اس کتاب میں ہے، اگر آج دن، کا ذکر کیا ہو، تو چارہ آمر پر ہوگی ورنہ اجیر پر ہوگی، یہ حاوی کی روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اور منخ میں کہا، مجتبیٰ سے ہم نے جو پہلے نقل کیا ہے یہ اس کے موافق ہے اسی وجہ سے ہم نے مختصر میں اس پر اعتماد کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

قوله وبه يفتي صيرفية قال فيها ان ذكر اليوم فالعلف للأمر، والا فللما مور، و هذه مساوية المحادی وبه يفتي، قال في المنخ وهذا يوافق ما تقدمنا عن المجتبی ومن ثم عولنا عليه في المختصر اه واللہ تعالیٰ اعلم سے ہم نے مختصر میں اس پر اعتماد کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

۳۶/۵	دار احياء التراث العربی بیروت	باب الاجارة الفاسدة	كتاب الاجارة	ردالمحتار
۱۸۰/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	"	"	ردالمختار
۳۹/۵	دار احياء التراث العربی بیروت	"	"	ردالمختار

مسئلہ ثانیہ : تالاب کی مچھلیاں بیچ ڈالنا۔

اقول یہاں بھی وہی تین صورتیں ملحوظ ہوں گی :

صورت سوم میں کہ مچھلیاں ملک زمیندار نہیں، یہ بیع بالاجماع باطل ہوگی لانہ بیع مالیس فی ملک (کیونکہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو ملک میں نہیں ہے۔ ت) اور مچھلیاں کہ خریدنے والوں نے پکڑیں ان کی ملک خاص ہوں گی جن میں زمینداروں کو مزاحمت نہیں پہنچتی لانہم سبقوالی مباح (کیونکہ مباح چیز میں انہوں نے سبقت کر لی ہے۔ ت) اور جو قیمت ان سے لی واپس کریں لانعدام العقد شرعا (شرعی عقد نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور اگلی دو صورتوں میں کہ مچھلیاں ملک زمیندار ہیں، اگر بلا حیلہ تالاب سے پکڑی جاسکتی ہیں تو بیع بالاجماع صحیح لانہ بیع مملوک مقدور التسليم (کیونکہ یہ مقدور التسليم مملوک کہ چیز کی بیع ہے۔ ت) اس صورت میں قیمت زمینداروں اور مچھلیاں خریداروں کو بالاجماع حلال و طیب ہونگی کہا لا یخفی، وقد منا جوازہ عن الفتح و قال فی الذخیرۃ یجوز البیع عندہم جمیعاً (جیسا کہ مخفی نہیں، اور ہم اس کا جواز فتح کے حوالے سے پہلے ذکر کر چکے ہیں اور ذخیرہ میں کہا ہے کہ سب کے نزدیک بیع جائز ہے۔ ت) اور اگر بغیر جال وغیرہ طرق شکار کے ہاتھ نہیں آسکتیں اور اکثر یہی ہوتا ہے تو بیع ناجائز ہونے پر اتفاق، اور اس کے بطلان و فساد میں اختلاف، امام شیخ الاسلام و مشائخ بلخ اور اساتذہ امام شمس الامہ ہرخی سے ایک جماعت کے مذہب پر ایسی بیع باطل ہے،

لان محل البیع مال مقدور التسليم کیونکہ بیع کا محل وہ چیز ہے جو مقدور التسليم مال فاذا انتفی انتفی۔ ہو، تو جب یہ نہ ہو تو بیع نہ ہوگی۔ (ت)

اسی پر امام بلخی یا بلخی فتویٰ دیتے اور اسی کو امام برہان مرغینانی صاحب ہدایہ وغیرہ نے اختیار فرمایا اور

علی اختلاف العزوف فی الدر بالموحدة والماء، وفي الفتح بالمثلثة والجیم کہافی ش عن ط ۱۲ منہ۔ نسبت کا اختلاف، در مختار میں ب اور خ کے ساتھ بلخی اور فتح میں ث اور ج کے ساتھ بلخی ہے جیسا کہ شامی نے طحاوی سے نقل کیا ہے۔ (ت)

۴۹/۶ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر باب البیع الفاسد لہ فتح القدير

۱۱۴/۳ نوری کتب خانہ پشاور فصل الرابع الباب التاسع الذخیرۃ کتاب البیوع لہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الذخیرۃ

۲۵/۲ مطبع مجتباتی دہلی باب البیع الفاسد لہ در مختار

۱۱۳/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت " " " لہ رد المحتار

یہی من حیث الروایۃ اظہر ہے،

یظہر ذلک بمراجعة الہندیۃ والدر المختار
ورد المختار۔

یہ بات ہندیہ، درمختار، ردالمختار وغیرہا کی
طرف مراجعت کرنے پر ظاہر ہوگی۔ (ت)

غیاثیہ میں فرمایا:

قالوا المختار هذا نقل عنها في
الغليبية۔^۳

فقہاء نے فرمایا مختار یہی ہے کہ عالمگیری میں یہ
اس سے منقول ہے۔ (ت)

اس مذہب پر مچھلیاں کہ مشتریوں نے پکڑیں بدستور ملک زمینداران پر ہیں اور قیمت کہ زمینداروں نے لی
بدستور ملک مشتریان، ان پر فرض کہ قیمت پھیریں، ان پر لازم کہ پکڑی ہوئی مچھلیاں زمینداروں کو دیں، اگر
انہوں نے مچھلیاں صرف کر لیں تو بازار کے بھاؤ سے جو قیمت مچھلیوں کی ہو زمینداروں کے لئے ان کے
ذمے واجب الادا ہوئی۔ درمختار میں ہے:

البيع الباطل حكمه عدم ملك المشتري
اياہ، اذا قبضه فلا ضمان لو هلك المبيع
عنده لانه امانة الخ۔^۴

باطل بیع کا حکم یہ ہے کہ مشتری اس کا مالک
نہ بنے گا، اس کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو
ضمان نہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس یہ چیز
امانت تھی الخ۔ (ت)

ردالمختار میں ہے:

قوله لانه امانة، وذلك لان العقد اذا
بطل بقي مجرد القبض باذن المالك،
وهو لا يوجب الضمان الا بالتعدى، درر۔^۵

ماتن کا قول ”کیونکہ امانت ہے“ یہ اس لئے کہ
جب عقد باطل ہو گیا تو اب ترا قبضہ رہ گیا جو مالک
کی اجازت سے حاصل ہوا تھا لہذا تعدی کے
بغیر اس پر ضمان واجب ہوگا، درر۔ (ت)

۲۵/۲	مطبع مجتباتی دہلی	باب البيع الفاسد	۱ درمختار
۱۱۳/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	” ” ”	۲ ردالمختار
ص ۱۴۳	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	الفصل الثانی	۳ فتاویٰ غیاثیہ
۲۲/۲	مطبع مجتباتی دہلی	باب البيع الفاسد	۴ درمختار
۱۰۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	” ” ”	۵ ردالمختار

اسی میں ہے، یکون مضمونا بالمثل او بالقيمة (تعدی کی صورت میں ضمان بالمثل یا بالقيمة

ہوگا۔ ت)

پس اگر یہ قیمت اور وہ زرِ ثمن کہ زمینداروں نے ان سے لیا تھا برابر ہیں، فہما، ورنہ جس کی طرف زیادتی ہو دوسرے کو ادا کرے، مثلاً مشتریوں نے پانچ روپے دئے تھے اور مچھلیاں کہ صرف کر لیں بازار کے بھاؤ سے دس روپے کی تھیں، تو پانچ روپے زمینداروں کو ادا دیں، اور ایک روپیہ کی تھیں تو چار روپے زمینداروں سے پھیر لیں، اور اگر مشتریوں نے بیس ڈالیں تو جن جن کے ہاتھ بچیں وہ سب بیعیں اجازت زمینداروں پر موقوف رہیں گی، جب تک مچھلیاں اور وہ بائع و مشتری و زمیندار باقی ہیں زمینداروں کو اختیار ہے چاہے بیع جائز کر دیں اور قیمت خود لے لیں یا فسخ کر دیں اور مچھلیاں واپس لیں،

جیسا کہ بیع الفضولی کا حکم ہے اور ظاہر ہے اجازت موجود چیز کو لاحق ہو سکتی ہے معدوم چیز کو نہیں، تو اس لئے اس وقت عاقدین اور معقود علیہ چیز کا موجود ہونا شرط ہے اور یوں اجازت دینے والے کا موجود ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے اس کے

کما هو حکم بیع الفضولی، ومعلوم ان الاجازة انما تلحق الموجود دون المعدوم؛ فيشترط لها قيام العاقدین والمعقود علیہ، وكذا المجیز، حتی لم یکن لوارثه ان یجیز كما فی الدر المختار وغیره۔

وارث کو اجازت دینے کا حق نہ رہے گا جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر ہنوز زمینداروں نے اجازت نہ تھی کہ مچھلیاں ان مشتریوں سے خریدنے والوں کے پاس صرف ہو گئیں تو زمیندار مختار ہیں، بازاری نرخ سے ان مچھلیوں کی قیمت، اپنے مشتریوں، خواہ ان کے خریداروں جس سے چاہیں وصول کر لیں، اگر اپنے مشتریوں سے لینا چاہیں تو وہی حکم ہوگا کہ ثمن ان سے لے چکے تھے اس کا حساب کر لیں، اور دوسروں سے لیں تو وہ اپنا دیا ہوا ثمن مشتریوں یعنی اپنے بائعوں سے واپس لیں اور مشتری اپنا دیا ہوا ثمن زمینداروں سے۔

غرض ان احکام کے بیان سے یہ ہے کہ اس قول پر کیا کچھ انقلاب ہوتے ہیں اور کیسی کیسی وقتیں

لازم آتی ہیں، جن کا اثر شہر کی عام مخلوق پر پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے،

ماک کو اختیار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے

للمالك تضمین ایہما شاء، ثم ان

ضامن بنائے پھر اگر مشتری کو ضامن بنایا تو بیع

ضمن المشتري بطل البیع

وللمشتری ان يرجع علی البائع بضمنه،
لابماضنا اھ ملخصاً۔
باطل ہو جائے گی، اور مشتری کو اختیار ہو گا کہ بائع
سے ٹمن واپس لے لے، دیا ہوا ضمان نہ لے لے
ملخصاً۔ (ت)

یسب احکام اس مذہب پر تھے کہ بیع مذکور بوجہ عدم قدرت علی التسلیم باطل ٹھہرے، اور حضرت
امام مذہب سیدنا امام اعظم و محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت پر ایسی بیع صرف
فاسد ہوتی ہے، نہ باطل،

لقيام الملك والمالية فكان عقداً صادراً
عن اهلہ فی محلہ، فلا وجہ لبطلانہ، و
یا تیک کلام الفتح لبیانہ۔
ملک اور مالیت موجود ہونے کی وجہ سے تو یہ ایسا
عقد ہے جو اہل سے اپنے محل میں صادر ہوا لہذا
اس کے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس کے
بیان میں فتح کا کلام آئے گا۔ (ت)

اسی کو امام اجل قاضی السبجانی اور اساتذہ امام شمس الائمہ سرخسی سے دوسری جماعت نے اختیار کیا،
کما فی الہندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ ت)، اور اسی کو امام ابوالحسن کرخی نے احض فرمایا،
کما فی الدر (جیسا کہ در میں ہے۔ ت)، اور اسی کو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں ترجیح
دی، اور اس کی تحقیق میں بحث نفیس افادہ کی، اور اسی کو متن تنویر میں مقدم و مرجح رکھا۔ درمختار
میں ہے،

القول بفسادہ مرجحہ الکمال
ردالمحتار میں ہے،
اس کے فساد کے قول کو کمال نے ترجیح دی ہے۔ (ت)

حيث قال والوجه عندى ان عدم
القدرة على التسليم لا يبطل واطال
فی تحقیقہ
جہاں انھوں نے فرمایا میرے نزدیک اس کی وجہ
یہ ہے کہ قبضہ ہونے کی قدرت نہ ہونا مفسد ہے
مبطل نہیں ہے، اور انھوں نے اس کی تحقیق میں
طویل کلام فرمایا۔ (ت)

اور ظاہراً یہی من حیث الدلیل ازہر ہے، فتح میں فرمایا:

وقول من قال المحلیۃ کوندہ ما لا مملوکا
مقدور التسلیم، ان عنی محلیۃ البیع
الصحیح فنعم والا فلا، بل محل البیع
المال المملوک للبائع اولغیرہ، فان
کان له فنافذ، اولغیرہ فموقوف، والنافذ
اما صحیح ان کان مبیعہ مقدور التسلیم
لیس فیہ شرط فاسد، والافساد
رہے گی، اور بیع نافذ کبھی صحیح ہوتی ہے جب بیع مقدور التسلیم ہو اور اس میں کوئی فاسد شرط نہ ہو
ورنہ فاسد ہوتی ہے (ت)

اس مذہب پر اگرچہ یہ عقد ناجائز و ممنوع، اور عاقدین پر واجب کہ اسے فسخ کر لیں، زمیندار
مشرکوں کو ثمن پھیر دیں، مشتری تالابوں سے کنارہ کریں،
لان الفساد لحق الشرع فیجب اعدامہ
برفع العقد۔

مگر اگر انہوں نے فسخ نہ کیا یہاں تک کہ مچھلیاں تالاب سے شکار ہوئیں، اور قبضے میں آگئیں
تو اب وہ بیع کہ فاسد تھی صحیح ہوگئی کہ سبب فساد کہ تعذر تسلیم و تسلیم تھا، نہ رہا، کہ ان سے جو مقصود
تھا یعنی مشتری کا قبضہ، وہ حاصل ہو گیا۔ فتح القدر میں ہے:

انک علمت ان ارتفاع المفسد فی الفاسد
یردہ صحیحاً، لان البیع قائم مع الفساد
وارتفاع المبطل لا الخ۔
تجھے معلوم ہے کہ فاسد میں مفسد کا ختم ہو جانا
بیع کو صحیح بنا دیتا ہے کیونکہ فاسد صورت
میں بیع باقی مع الفساد رہتی ہے اور باطل صورت
میں مبطل کے ختم ہو جانے پر بیع صحیح نہیں
ہو سکتی الخ۔ (ت)

اسی میں ہے :

المقصود من القدرة على التسليم ثبوت التسلم فاذا كان ثابتا حصل المقصود له
 قدرة على التسليم سے مقصود قبضہ دینے کا ثبوت ہے تو جب یہ حاصل ہے تو مقصود حاصل ہے۔ (ت)

بالجملہ یہ دو قول ہیں ، دونوں قوت پر ، دونوں جانب ائمہ فتویٰ ، دونوں طرف ترجیح وافتا ، ایک اگر من حیث الروایۃ اقویٰ ، دوسرا من حیث الدراية اجلیٰ ، مگر قول اول یعنی بطلان پر وہ روپیہ کہ بنام ثمن زمینداروں نے لیا ان کے لئے حرام ، مچھلیاں کہ مشتریوں نے لیں ان کے لئے حرام ، کھائیں تو حرام ، کھلائیں تو حرام ، بیچیں تو حرام ، بیچ کر جو ثمن حاصل کریں وہ حرام ، ان سے جو لوگ مول لیں واقع میں ان کے لئے خریداری حرام ، کھانا حرام ، کھلانا حرام ، زمیندار غاصب ، تالاب لینے والے غاصب ، شہر بھر کی مچھلیاں مول لینے والے غاصب ، یہ عالمگیر دقتیں ہیں ، بخلاف قول ثانی یعنی فساد ابتدائی وصحت انتہائی ، کہ اس میں یہ ساری خرابیاں مرتفع ہیں ، تو مسلمانوں پر آسانی کے لئے اگر اسی قول پر فتویٰ دین بیشک انسب والیق ہے۔ حضور پر نور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یسروا ولا تعسروا ولشروا ولا تنفروا۔
 آسانی کرو اور دشواری میں نہ ڈالو ، اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ اس کو احمد ، بخاری و مسلم اور نسائی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت

اس تقدیر پر خلاصہ حکم یہ بٹھرا کہ اگر مچھلیاں ملک زمینداران نہ تھیں تو بیع باطل ، اور مچھلیاں شکار کرنے والوں کی ملک ہوئیں ، اور ان سے خریدنا بلا تکلف روا۔ زمینداروں پر فرض کہ جو روپیہ بنام قیمت ان سے لیا انھیں واپس دیں ، اور اگر مملوک زمینداران تھیں اور بے شکار کے قبضہ میں آسکتیں تو بیع صحیح ، اور ثمن و سکہ ہر بائع و مشتری و مشتری مشتری کے واسطے حلال و طیب ، اور بے شکار ہاتھ نہ آئیں تو زمیندار و مشتری اس بیع سے گنہگار ہوئے ، مگر جب مچھلیاں شکار کر لی گئیں تو مچھلیوں

عہ اصل میں یہاں ”ترک“ کی علامت بنی ہوئی ہے اس لئے اندازے سے عبارت بنا دی گئی ۱۲

لے فتح القدر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۹/۶
 لے صحیح البخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

اور قیمتوں کا وہی حکم ہو گیا جو بیع صحیح میں تھا کہ سب کے لئے حلال، غرض اس مذہب پر مشتملوں اور ان سے خریدنے والوں کے لئے مچھلیاں بہر صورت حقیقۃً و حکماً حلال ہی رہتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ثالثہ: بنجروں کی گھاس بیچ ڈالنا۔

اقول اگر زمینداروں نے وہ زمین اس غرض کے لئے مہیا کی ہے کہ اس میں جو گھاس پیدا ہو ہم بیع کیا کریں، اور انھوں نے گھاس کی افراط و عمدگی کے لئے اس زمین کو پانی دلوادیا جو گھاس جننے کا باعث ہوا، یا خود رو گھاس آپ ہی جم آئی، اور انھوں نے اس کی رکھوالی کرائی، اس کے گرد کھائی کھدوادی، یا باڑھ رکھوادی کہ روک ہو جائے، ہر جانور وغیرہ کے تصرف سے بچے، تو ان دونوں صورتوں میں وہ گھاس زمینداروں کی ملک ہوگی، اور اس کی بیع صحیح و جائز، یہی قول راجح و مختار ہے، اور اسی کی طرف اکثر ائمہ کبار، اور اگر ان صورتوں سے کچھ نہ تھا تو بیشک وہ گھاس ہر شخص کے لئے مباح ہے اور جو کاٹ لے گا اسی کی ملک ہو جائے گی، زمیندار اگر یونہی زمین میں قائم بیچ ڈالیں گے بیع باطل ہوگی، اور قیمت واپس دیں گے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

کھڑی گھاس فروخت کرنا اور اس کو اجرت پر دینا صحیح نہیں ہے اگرچہ ذاتی زمین میں ہو، یہ جب ہے کہ گھاس خود اُگی ہو لیکن اگر زمین والے نے زمین کو سیراب کر کے گھاس کے لئے تیار کیا تو یہ گھاس فروخت کرنی جائز ہے کیونکہ اس عمل سے وہ گھاس کا مالک ہو گیا۔ یہ ذخیرہ، محیط اور فوازل میں ہے، اور یہی صدر شہید کا مختار ہے اور اسی صورت میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی زمین کے ارد گرد کھائی کھودی اور پیداوار کے لئے تیار کیا حتیٰ کہ وہاں ناڑا لگا تو وہ اس کی ملک ہوگا اور اسی پر اکثریت ہے، بحر الرائق میں بھی یوں ہے اور اگر کسی نے اس کی اجازت کے بغیر کاٹا تو اس کو واپس لینے کا حق ہوگا یہی مختار ہے۔ جو اہل الاخلاطی میں یوں ہے۔ واللہ سبحانہ و

لا یجوز بیع الکلاء و اجارته و ان کان فی ارض مملوكة هذا اذا نبت بنفسه فاما اذا کان سقی الارض و اعدھا للانبات فنبت فی الذخيرة و المحيط و النوانل یجوز بیعه لانه ملک و هو مختار الصدر الشہید و منه ما لو خندق حول ارضه و هی اھا للانبات حتی نبت القصب صار ملکاً و علیہ اکثر، ہکذا فی البحر الرائق و لو احتشہ انسان بلا ادنہ کان لہ الاسترداد، هو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی، واللہ سبحانہ و

تعالیٰ اعلمہ و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ تعالیٰ اعلمہ و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)
مسئلہ ۲۵۰ از سنجل ضلع مراد آباد مرسلہ محمد ذکات حسین ۶ صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیدستی حنفی نے طریقہ و عظمیٰ بغرض افشائے رسالت خاتم النبیین و اعلان طریقہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اختیار کیا ہے اور اس کے وعظ کے اثر سے شرک و بدعات وغیرہ کا فورہ ہوتی چلی جاتی ہے، اور ہزار ہا اہل اسلام جو ضروری شعائر اسلام اور ارکان صوم و صلوة سے بھی واقفیت نہ رکھتے تھے وہ خود معلم نماز و امام مساجد ہو گئے، اور یہ شخص جا بجا مواضع و مواسم میں بے تکلف علی رؤس الاشهاد بمقابلہ اعدائے دین جہاد لسانی کرتا ہے، اگر ایسے شخص کو اہل اسلام عالم باعمل اور منجملہ ورثہ انبیاء تصور کر کے بلحاظ اسکی حالت بیکاری اور فکر معاش کے غمخواری کے کچھ نقد وغیرہ بلا اس کی طمع اور درخواست کے تعظیماً نذر کریں، تو یہ پیشکش اور نذر اس کے حق میں حلال و طیب ہے یا نہیں؟ اور اہل اسلام ایسے شخص کو معتقد علیہ تصور کریں یا نہیں؟ اور اس نذر اور تحفہ کے بدلے اجر عظیم پائیں گے یا نہیں؟ استغناء ہذا کو اپنے دستخط مبارک اور ہوا ہیر تلامذہ راشدہ سے مزین فرما کر ہدایت کیجئے۔

الجواب

اگر فی الواقع وہ شخص علمائے اہلسنت و جماعت ایدہم اللہ تعالیٰ سے ہے اور جو باتیں حقیقہً شرک ہیں انھیں کے معتقد کو مشرک کہنا ہے اور احکام مشرکین میں داخل کرتا ہے، اور جو نوپیدا باتیں مخالف شریعت و مزاحم سنت ایجاد کی گئیں انھیں کو بدعت شرعیہ و مذمومہ و شنیعہ جانتا اور ان سے نہی و تجذیر کرتا ہے، اور شعائر اسلام صلوة و صیام وغیرہ کے احکام صحیح صحیح سکھاتا، اور برعایت شرائط و قواعد احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالاتا ہے، اور وعظ میں روایات باطلہ و جزافات مخترعہ و بیانات مشیرہ اوہام، و مفسدہ خیالات عوام سے احتراز رکھتا، اور علم کافی و فہم صافی کے ساتھ ہدایت و ارشاد میں ٹھیک معیار شرع پر چلتا ہے، تو اسے نہ صرف عالم بلکہ اس زمانہ میں اراکین دین و سنت و خلفائے رسالت علیہ افضل الصلوة و التحیة و اولیائے جناب احدیت آلاء جلت سے سمجھنا چاہئے اور اس کی جو خدمت ہو سکے صلاح و فلاح دارین و رضائے رب المشرقین و خوشنودی سید الکونین ہے جل جلالہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔

قال تعالیٰ کنتم خیرامة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لوگوں کے لئے تمہیں بہترین امت ہونے کی حیثیت سے ظاہر کیا تم بھلائی

وتنهون عن المنكر الآیة۔
 اور جبکہ حسب انظار سوال اُس کی نیت خالص لوجه اللہ ہے، اور ہرگز نہ کسی سے سوال کرتا نہ طمع رکھتا ہے، بلکہ مسلمان بطور خود علماء کی اعانت اور اپنی سعادت کی نیت سے خدمت کرتے ہیں، تو (بشرطیکہ یہ مال جو اسے دیا جائے بعینہ وجہ حرام سے نہ ہو) بلاشبہ اس کا لینا جائز، اور وہ اس کے لئے حلال و طیب، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 اذا جاءك من هذا المال شیء وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ فتمولہ فان شئت كله وان شئت تصدق به وما لا فلا تتبعه نفسك۔ رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

کا حکم کرتے اور بُرائی سے روکتے ہو، الآیہ۔ (ت)
 جب تیرے پاس یہ مال آئے جبکہ تو اس کے انتظار میں نہ ہو اور نہ تو اس کے لئے سائل بنا تو اسے لے کر مال بنا اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے صدقہ کر دے، اور مال نہ ملے تو اس کا پیچھا نہ کر۔ اس کو بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

ہاں وعظ کو کہ عمدہ طاعات و قربات سے ہے ذریعہ حطام دنیا بنانے پر احادیث میں سخت وعیدیں آئیں، اور علماء نے بھی اس سے ممانعتیں فرمائیں۔ خلاصہ پھر تا تاریخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

الواعظ اذا سأل الناس شیئا فی المجلس لنفسه لا یحل لہ ذلک لانه اکتساب الدنیا بالعلم۔
 واعظ نے اگر مجلس میں لوگوں سے اپنے لئے کچھ سوال کیا تو یہ عمل حلال نہیں، کیونکہ یہ علم کے ذریعہ دنیا کا حصول ہے۔ (ت)

یہ امر ان لوگوں پر وارد جنہوں نے وعظ کو پیشہ اور نجات دنیا حاصل کرنے کا تیشہ بنا رکھا ہے، اور شک نہیں کہ عبادات و حسنات پر اجرت لینا حرام، اور اس کی تحریم علی الاطلاق پر احادیث و مذہب منصوص ائمہ کرام، مگر جس کی نیت لوجه اللہ ہو اس پر اوروں کے فعل سے اعتراض نہیں

۱۔ القرآن الکریم ۱۱۰/۳

۲۔ صحیح البخاری کتاب الاحکام باب رزق الحاکم و العالین علیہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۶۲/۲

صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب جواز الاخذ بقیر سوال " " " ۳۳۲/۱

۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع فورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۹/۵

اعمال کا مدار نیت پر ہے، ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جو اس نے نیت کی۔ اور اللہ تعالیٰ مصلح اور مفسد کو جانتا ہے۔ اور تو بدگمانی سے پرہیز کر کیونکہ بدگمانی بُری بات ہے۔ الحدیث (ت) میں اس زمانہ میں اخذ اجرت مشائخ

انما الاعمال بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ وایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔

بلکہ بعض علمائے وعظ کو بھی ان امور استثناء میں داخل کیا جن پر اس زمانہ میں اخذ اجرت مشائخ متاخرین نے حکم ضرورت جائز رکھا۔ ردالمحتار میں ہے:

ہدایہ میں فرمایا ہمارے بعض مشائخ نے آج کل دینی امور میں سستی کی وجہ سے قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کو بہتر قرار دیا ہے تو اس سے پرہیز کرنے پر قرآن پاک کا حفظ خطرہ میں پڑ سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اھ، اور قرآن کی تعلیم پر اجرت کو عدم جواز سے مستثنیٰ قرار دیا ہے؛ لکن مواہب الرحمن اور بہت سی کتب میں بھی اسی طرح ہے اور مختصر وقایہ اور الاصلاح کے متن نے تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ کو زائد کر دیا ہے، اور مجمع کے متن میں امامت کو زائد کر لیا، اور اسی طرح ملتقی و درر البحار میں ہے، اور بعض نے اذان و اقامت اور وعظ کو بھی شامل کیا ہے اور مصنف نے مذکور معظم امور کو ذکر کیا لیکن اکثر کتب نے ہدایہ میں مذکور پر اکتفا کیا ہے اور ہمارے مشائخ متاخرین کے فتوؤں کا یہ مجموعہ ہے

قال فی الهدایة و بعض مشائخنا رحمهم اللہ تعالیٰ استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوائی فی الامور الدینیة ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن و علیہ الفتویٰ وقد اقتصر علی الاستثناء تعلیم القرآن ایضا فی متن الكنز، و متن مواہب الرحمن و کثیر من الکتب، و زاد فی مختصر الوقایة، و متن الاصلاح، تعلیم الفقه و زاد فی متن المجمع الامامة، و مثله فی متن الملتقی و درر البحار، و زاد بعضهم الاذان و الاقامة و الوعظ، و ذکر المصنف معظمها و لکن الذی فی اکثر الکتب الاقتصار علی ما فی الهدایة، فہذا مجموع ما فتی بہ المتأخرون

۲/۱

قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح البخاری باب کیف کان بدو الوحی الخ

۲۲۰/۲ القرآن الکریم

۳۸۲/۱

قدیمی کتب خانہ کراچی

کتاب الوصایا

صحیح البخاری

اور بلخی حضرات ہیں جبکہ ان میں سے بعض نے بعض میں اختلاف بھی کیا ہے، ان متاخرین نے خلاف کیا مسلک امام اور صاحبین کے، اور شروح و فتاویٰ سب نے جواز کی علت ضرورت کو قرار دیا، اور وہ قرآن کے ضیاع کا خطرہ ہے، جیسا کہ ہدیہ میں تا آخر اس کا بہترین افادہ فرمایا، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے نوازے۔ (ت)

من مشائخنا، وهم البلخيون على خلاف في بعضه، مخالفين ما ذهب اليه الامام وصاحباة، وقد اتفقت كلتهم جميعا في الشروح والفتاوى على التعليل بالضرورة وهي خشية ضياع القرآن كما في الهداية الى اخر ما افادوا جاد رحمه الجواد۔

فتاویٰ امام اجل قاضیخان میں ہے،

عالم شخص جب دیہاتوں میں وعظ کے لئے جائے اور وہ اس کے لئے کچھ نذرانہ جمع کریں تو اسے چاہئے کہ وہ دیہات میں نہ جائے، یہ بات ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے انھوں

صاحب العلم اذا خرج الى القرى ليدكرهم فيجمعوا له شيئا حكي عن ابي الليث رحمه الله تعالى انه قال كنت افتي انه لا يخرج الى القرى ثم رجعت عن ذلك۔

نے فرمایا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا پھر میں نے اس سے رجوع کر لیا۔ (ت) اسی طرح خلاصہ میں نقل کیا،

اور تعلیم قرآن پر اجرت اور عالم کا سلطان کے پاس جانا زائد بیان کیا اور فرمایا میں نے اس سے رجوع کر لیا قرآن، علم، حقوق کے ضیاع سے بچاؤ کیلئے اور عوام الناس کی حاجت اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے۔ انھوں نے جو بیدار مغز فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا وہ ختم ہوا (ت)

(وزاد اخذ الاجرة على تعليم القرآن ودخول العالم على السلطان) وقال فرجعت عن الكل تحريضا عن ضياع القرآن (والعلم والحقوق) ولحاجة الخلق، ولجهل اهل الرستاق ما نقله عن الفقيه النبیه رحمه الله تعالى۔

پس اگر صورت منظرہ فی السؤال واقعی ہے اور حالت زید وہ ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی تو بیشک

۱۔ ردالمحتار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة واراجار التراث العربی بیروت ۲۵/۲۴
۲۔ فتاویٰ قاضیخان کتاب المحظور والاباحہ فصل فی التبیح والتسليم ان ذلک مشور لکنہ ۶۹۵/۲
۳۔ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب اکرامیۃ الفصل الثانی مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۳۱/۲ - ۳۲۰

ایسے بندہ خدا کو بد و حرام خور کھنا سخت گناہ و ناسزا، اور قائل شرعاً مستوجب تعزیر و سزا۔ ہندیہ میں ذکر ہے :

ان ذکر اهل العلم بالتحقیر و جب علیہ جو اہل علم کا ذکر تحقیر سے کرے وہ واجب التعزیر التعزیر ہے۔ (ت)

بخلاف ان مبتدعان سنی نما کے جو اس زمن فساد و فتن میں اضلال و اغوائے جہال کو ادعائے تسنن کرتے اور اپنی ضلالت مخترعہ و جہالت مبتدعہ کو کہ قریب زمانے میں ان کے تازہ پیشواؤں نے تراشیں، بنام سنت جلوہ دیتے، اور ان کی مخالفت کو بدعت ضالہ و محل اصل ایمان بتاتے، اور صدی امور جائزہ بلکہ مستحبہ کو بزور زبان و زور بہتان شرک و بدعت و یقینی العقوبۃ و ناقابل مغفرت ٹھراتے، اور شرقاً و غرباً و عجماً و عرباً بلکہ سلفاً و خلفاً عامۃ المسلمین و اہل دیانت و دین کو مشرک بدعتی بتاتے ہیں ایسے لوگوں کے بد و بدتر از بد ہونے میں کوئی شبہ نہیں، نہ وہ ہرگز تعظیم علم و علماء کے مستوجب، بلکہ شرعاً ان کی تحقیر واجب حدیث میں ہے :

من وقر صاحب بدعة فقد اعان هدم الاسلام
جس نے اہل بدعت کی توفیر کی اس نے اسلام کو کمزور کرنے میں مدد دی۔ (ت)

پھر ایسے لوگوں کی تذکیر ضلالت تحقیر ہرگز اس فتویٰ بعض متاخرین میں داخل نہیں ہو سکتی کہ انھوں نے ضرورت دینی کے لئے جواز رکھا نہ کہ معاذ اللہ ضرورت دینی کے لئے، ان کا وعظ معصیت ہے اور معاصی پر اجارہ مطلقاً اجماعاً بلا استثناء حرام۔ تو یہ لوگ اگر اپنے وعظ پر اجرت لیں خواہ بتصریح شرط یا بصورت حال معہود و معروف، فان المعهود عن فاکالمشروط لفظاً (عرف میں معلوم چیز لفظی مشروط کی طرح ہے) تو بلا شبہ وہ ان کے لئے حرام اور یہ حرام خور ہوں گے، جہاں یہ صورت ہو وہاں بد و حرام خور کہنے والے پر اصلاً الزام نہیں، بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے اس امر کا لحاظ ضرور چاہئے، نسأل اللہ الهدایۃ الی سبیل الاقوم (ہم اللہ تعالیٰ سے مضبوط راستے کے طلبگار ہیں۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۵۱ مسئلہ مستولہ مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی مدرس مدرسہ جعفر خانی ۱۰ شوال ۱۳۰۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدرسہ اسلامیہ کا نوکر تھا اور موافق دستور العمل

۱۶۸-۶۹/۲ نورانی کتب خانہ پشاور
۳۹۶/۷ مکتبۃ المعارف الرياض
۶۷۶۸ حدیث
۱۶۸-۶۹/۲ کتاب الحدود فصل فی التعزیر
۶۷۶۸ حدیث

مدارس عربیہ کے بعد فراغ امتحان ایام تعطیل میں اپنے مکان کو چلا گیا، اور قبل اس کے ایام تعطیل ختم ہوں حاضر خدمت ایک جلسہ مدرسہ اسلامیہ ہو کر ان سے درخواست کی کہ یا تو مجھے اجازت ہو کہ سابق دستور کام کروں یا مجھ کو جواب دیا جائے کہ اپنا اور کچھ بند و بست کروں، لیکن کچھ جواب نہ ملا، اور نہ اثنائے تعطیل میں کوئی اطلاع نامہ قطع تعلق کا زید کو ملا، اس صورت میں زید مستحق پانے تنخواہ ایام تعطیل کا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا (بیان کجے اجر پائے۔ ت)

الجواب

تعطیلات معہودہ میں مثل تعطیل ماہ مبارک رمضان و عیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بیشک دی جائے گی، فان المعہود عرفا کالمشروط مطلقا (عرف میں معلوم متعین چیز مطلقاً مشروط کی طرح ہے۔ ت) اشباہ میں ہے،

البطالة فی المدارس کا یام الایجاد و یوم عاشورہ و شہر رمضان فی درس الفقة علی و جہین ان مشروطہ لم یسقط من المعلوم شیء، و الا فینبغی ان یلحق ببطالة القاضی، ففی محیط انہ یاخذ فی یوم البطالة، و قیل لا، و فی المنیة یتحق فی الاصح، و اختارہ فی منظومة ابن وہبان، و قال انہ الاظہر اھ ملخصاً اقول ہذا الترجیحات حیث لم یشرط فکیف اذا شرط ہذا الیس محل نزاع و قد علمت ان المعروف کالمشروط۔

تو کیسے مستحق نہ ہوگا حالانکہ محل نزاع یہی صورت ہے اور تو معلوم کہ چکا کہ معروف چیز مشروط کی طرح ہوتی ہے۔ (ت)

اور کسی شخص کو اصلاً اختیار نہیں کہ بے اطلاع اجیر جب چاہے بطور خود عقد اجارہ فسخ کر دے،

مگر جب کوئی عذر تین واضح ظاہر پیدا ہو جس میں اصلاً محل اشتباہ نہ ہو جب تک ایسا نہ ہو اجیر بیشک مستحق تنخواہ ہوگا،

فی الدر المختار الاجارة تفسخ بالقضاء والرضاء الخ وفي رد المحتار الاصح ان العذر ان كان ظاهراً ينفرد و ان مشتبهها لا ينفرد - والله تعالى اعلم۔

در مختار میں ہے کہ اجارہ رضامندی یا قضاء کے ذریعہ فسخ ہو سکتا ہے الخ، اور رد المحتار میں ہے کہ اصح یہ ہے اگر ناغہ کا عذر ظاہر ہو تو مدرس کے اختیار میں ہے اور اگر عذر مشتبه ہو تو پھر وہ مختار نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ”طفوہائے“ آہنی نیشکر کے تجارتہ کرایہ پر چلاتا ہے اور اہل دیہات سے معاملات اجارہ کے کرتا ہے، اور باشندگان دیہات کو جو دس دس بیس بیس کوس کے باشندے ہیں، کو لھو کرایہ پر دیتا ہے، اور تقرری کرایہ اور میعاد ادائیگی کرایہ اور زمانہ واپسی ”کو لھو“ جملہ امور ات وقت عقد طے ہو جاتے ہیں مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے وعدہ پر روپیہ ادا کریں، مجبوری ان سے روپیہ وصول کرنے کے واسطے نوکر رکھ کر ان کے مکانوں کو بھیجا جاتا ہے، اور وہ سپاہی تقاضا گیر چند چند بار ان کے مکان پر جا کر تقاضا کرتا ہے، بلکہ اپنی تنخواہ اور خوراک وغیرہ کا بار ان پر ظاہر کرتا ہے اور قسم قسم کے خوف نالش اور خرچہ پڑنے کا دلاتا ہے تب وہ لوگ روپیہ لاتے ہیں، اس پر بعض مطلق خیال میں نہیں لاتے، اور نالشوں وغیرہ کی نوبت آتی ہے۔

پس ایسی حالت میں کہ یہ سپاہی جو محض ان سے تقاضا کرنے کے واسطے رکھا گیا ہے، جس کے مکان پر جا کر بضرورت تقاضا ٹھہرے، اور ان سے اپنی خوراک لے، یا اس کے سوا جس کے یہاں ٹھہرا ہے، دوسروں سے اسی گاؤں میں، اس کے قریب دوسرے گاؤں والوں سے اپنی خوراک لے، یا زید ان کرایہ داران سے اصل کرایہ میں تنخواہ تقاضا گیر کے بقدر ایام آمد و شد کے، یا اس تقاضا گیر کی خوراک شامل کر کے وصول کرے، یا وقت عقد کرایہ کے ان سے زید شرط کرے کہ روپیہ ہمارا کرایہ کا

۱۔ در مختار کتاب الاجارة باب فسخ الاجارة مطبع مجتہبی دہلی ۱۸۳/۲
۲۔ رد المحتار ” دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸/۵

اگر تم وعدہ معینہ مقررہ پر نہ ادا کرو گے، اور ہم کو تمہارے پاس تقاضا گیر بھیجنا پڑے گا، تو تم کو اجرت اس تقاضا گیر کی مثلاً ۴ اور خوراک اس کی مثلاً ۲ ریم کے حساب سے دینا پڑے گی، اور ہم تم سے وصول کر لیں گے پس اول صورت میں خوراک اور اجرت تقاضا گیر کی بلا شرط کرایہ داران سے وصول کرنا، اور دوسری صورت میں شرط مذکور کرنا اور حسب شرائط مذکور اجرت مقررہ اور خوراک سپاہی تقاضا گیر کی وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا تو جردا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ نوکر اسی شخص کا نوکر اور اسی کے کام پر مقرر، اس نے خود ہی اسے اپنے کام کے لئے رکھا، تو تنخواہ یا خوراک جو کچھ ٹھہری ہو اسی پر ہے، قرضداروں سے کچھ تعلق نہیں، نہ ان سے خواہ دوسرے اہل دیہہ سے کوئی جبراً لے سکے، ہاں وہ رضامندی اپنا مہمان سمجھ کر کھانا دے دیں تو یہ جڈابات ہے اور یہ خیال کہ آفران کی نادہندگی کے باعث نوکر رکھنا پڑا محض بے سود، فان الحكم انما يضاف الى المباشرون المسبب (حکم مرتکب پر عائد ہوتا ہے سبب مہیا کرنے والے پر نہیں ہوتا۔ ت) ولہذا مدعی کو مدعا علیہ سے خیرچ لینا جائز نہیں، اگرچہ بوجہ نادہندگی مدعا علیہ ضرورت ناش ہوئی ہو، اور اگر خود عقد اجارہ میں شرط مذکور فی السؤال لگالی جب تو وہ عقد ہی فاسد ہو جائے گا، اور اس کا فسخ کرنا واجب ہوگا کما هو حکم کل عقد فاسد رفا للاثم حقا للشرع (جیسا کہ ہر فاسد عقد کا حکم ہے کہ گناہ کو ختم کرنا شرعی حق کے طور پر لازم ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما افسد البيع يفسدها كشرط طعام عبد ومرومة داراً مخلصاً۔
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

وتعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۳ از میرٹھ بالائے کوٹ مکان قاضی صاحب مرسلہ مولوی ابو محمد صادق علی صاحب

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، در بارہ جواز و عدم جواز حصول منفعت بذریعہ کرایہ مکانات سکنی، ولکان اراضیات زرعی۔ ایسے لوگوں سے نصاریٰ کے پادری، ہنود کے

۱۴۶/۲

مطبع مجتہبی دہلی

۱۔ درمختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة

پنڈت، یہود کے معلم، شیعوں کے مجتہد، غیر مقلدوں کے واعظ، کسبیاں، ڈھاری، بھانڈ، شراب کھینچنے بیچنے والے، اور دیگر منشی اشیاء کے تاجر، فساق، فجار، مشرک و کفار، خصوصاً وہ جو اپنے مذاہب وغیرہ کی اشاعت پر مامور ہوں، اور عموماً وہ کہ مامور باشاعت ہوں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

یہاں دو مقام ہیں؛ اول یہ کہ ان لوگوں کو سکونت کے لئے مکان، زراعت کے لئے زمین کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ دوم بر تقدیر جواز ان کے مال سے اجرت لینا کیسا۔

اول کا جواب جواز ہے کہ اس نے تو سکونت و زراعت پر اجارہ دیا ہے نہ کسی معصیت پر اور رہنا، بونا فی نفسہ معصیت نہیں، اگرچہ وہ جہاں رہیں معصیت کریں گے، جو رزق حاصل کریں معصیت میں اٹھائیں گے، یہ ان کا فعل ہے جس کا اس شخص پر الزام نہیں،

لا تزر وائرہ و زر اخری۔ قلت و بہ ظہرات المسئلة ینبغی ان تکون علی الوفاق بین الامام و صاحبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، وهو المستفاد من کلمات العلماء۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوا کہ یہ مسئلہ امام صاحب اور صاحبین کے مسلک کے موافق ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور علماء کے کلام سے یہی استفاد ہے۔ (ت)

ہندیہ میں بعد مسئلہ ”اذا استاجر الذمی من المسلم بیتا بیع فیہ الخمر جاز عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ خلافاً لہما کذا فی المضمرات“ (جب ذمی کسی مسلمان سے مکان کرایہ پر حاصل کر کے شراب فروشی کرے تو جائز ہوگا یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخلاف صاحبین کے، مضمرات میں یوں ہے۔ ت) نقل کیا:

واذا استاجر الذمی من المسلم داسا لیسکنہا فلا بأس بذلك وان شرب فیہا الخمر و عبد فیہا الصلیب او ادخل فیہا الخنازیر ولم یلحق المسلم

جب ذمی نے مسلمان سے رہائش کے لئے مکان کرایہ پر لیا تو کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ مکان میں شراب نوشی کرے یا صلیب کی پوجا کرے یا اس میں خنزیر لائے، اس کا بوجھ مسلمان پر

لہ القرآن الکریم ۳۹/۴

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الخامس عشر الفصل الرابع نوری کتب خانہ پشاور ص ۴۴۹

دوم کا جواب یہ کہ جس مال کا بعینہ حرام ہونا معلوم ہو اس سے اجرت لینا جائز نہیں، مثلاً اجارہ دینے والے کو خبر ہے کہ یہ روپیہ زید نے غضب یا سرقہ، یا رشوت، یا ہندہ نے زنا، یا غنا کی اجرت، یا کسی مسلمان نے خمر و خنزیر کی قیمت میں حاصل کئے ہیں، تو ان کا لینا اسے روا نہیں، نہ اپنے آتے میں، نہ ویسے۔

ہندیہ میں محیط اس میں امام محمد سے منقول ہے کہ مغنیہ عورت کی کمائی سے قرض کی ادائیگی کرنا چاہے تو قرضخواہ کو وہ لینا ناجائز ہے (ت)

فی الہندیۃ عن المحيط عن محمد فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یأخذہ۔

ردالمحتار میں ہے،

نہایہ میں فرمایا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ مغنیہ کی کمائی مغضوب چیز کی طرح ہے اس کا لینا جائز نہیں ہے (ت)

قال فی النہایۃ قال بعض مشائخنا کسب المغنیۃ کالمغضوب لم یحل اخذہ۔

درمختار میں ہے،

بیت المال سے قاضی کو وظیفہ جائز ہے بشرطیکہ بیت المال میں حلال مال کو حق کے طور پر جمع کیا گیا ہو ورنہ وہاں سے وظیفہ لینا جائز نہیں (ت)

جاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالاً جمع بحق والالم یحل۔

تنویر الابصار میں ہے،

کافر سے قرض کی وصولی میں شراب فروشی سے حاصل شدہ رقم کو لینا جائز ہے برخلاف مسلمان کے۔ (ت)

جانا اخذ دین علی کافر من ثمن خمر بخلاف المسلم۔

ورنہ فتویٰ مطلقاً جواز پر ہے، یعنی اگرچہ اس کے پاس اموال حرام ہونا یقینی ہو، مگر یہ روپیہ کہ

۳۴۹/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الخامس عشر	کتاب الکرہیۃ
۲۴۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی البیع	کتاب المحظور والاباحۃ
۲۴۶/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	۔	۔
۲۴۵/۲	۔	۔	درمختار شرح تنویر الابصار

اس کرایہ میں دیتا ہے، بعینہ اس کا حرام ہونا معلوم نہیں تو لینا جائز، اگرچہ اس کا اکثر مال حرام ہی ہو۔

ہندیہ میں ظہیریہ کے حوالے سے امام ابواللیث سے منقول ہے کہ بعض نے فرمایا جب تک حرام سے ادائیگی کا علم نہیں ہے اس وقت تک لے سکتا ہے، امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہمارا یہی مختار ہے کہ جب تک بعینہ حرام ہونے کا علم نہیں ہے یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (ت)

فی الہندیۃ عن الظہیریۃ عن الامام الفقیہ ابی اللیث قال بعضهم یجوز ما لم یعلم انه یعطیہ من حرام قال محمد وبہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراماً بعینہ وهو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ واصحابہ۔

خانیہ میں ہے:

اگر لینے والے کو معلوم نہیں کہ اس کا مال ہے یا غیر کا، تو اس کو حلال ہے تا وقتیکہ حرام ہونا واضح نہ ہو جائے۔ (ت)

ان لم یعلم الاخذ انه من مالہ او من مال غیرہ فهو حلال حتی یتبین انه حرام۔

مگر اس صورت میں یعنی بحالت غلبہ حرام تقویٰ احترام ہے،

کیونکہ اکثر پر کل کا حکم ہوتا ہے بلکہ بعض نے نص فرماتی ہے کہ ایسی صورت میں ناجائز ہے تو پرہیز میں سلامتی ہے۔ (ت)

فان للاکثر حکم الكل بل منهم من نص عند ذلک علی عدم الجوانس، فالاسلم الاحتراس۔

خصوصاً مقتدی کے لئے لحدیث:

قربدگمانی سے بچ، اور عوام کے دین کی حفاظت کے لئے حرام سے دور رہ۔ (ت)

ایاک وما یسوء الاذن، ولحفظ دین العوام عن اقتحام الحرام۔

باقی اس مسئلہ کے متعلق تفصیل جلیل و تنقیح جمیل فتاویٰ فقیر سے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے فلینظر ثمہ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

عہ فی الاصل هكذا العل الصواب "الظن"۔

۳۴۲/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	الباب الثانی عشر	۱۷ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرہیۃ
۷۷۸/۴	نو لکھنؤ	کتاب الحظر والاباحۃ	۱۸ فتاویٰ قاضیخان
۷۹/۴	المکتب الاسلامی بیروت	حدیث ابی النعادی رضی اللہ عنہ	۱۹ مسند امام احمد بن حنبل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے "دعویٰ وراثت" میں قابضانِ مہر و کہ سے واصلات اپنے حصہ کی مانگی، اس میں عذر تہمادی کا از جانب مدعا علیہم پیش ہوا، فقط تین برس کے دینا چاہتا ہے، بموجب قانون کے چونکہ شرع میں تہمادی نہیں ہے لہذا اس نے اپنے حصہ جائز سے محروم ہونے کے سبب یہ کہا کہ مجھ کو سو دو دو، اور یہ سمجھا کہ سو دو کے حیلہ سے بھی میری اصلی رقم کا کوئی جز ہی مل جائے، اس صورت میں یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بتیوا تو جروا۔

الجواب

اگر اس شریک نے جس نے واصلات نہ پائی، شریک قابض کو اپنے حصہ کے تحصیل کا وکیل و مجاز کیا تھا، تو جو توفیر حاصل ہو گی اس سبب میں اس کا بھی حصہ تھا، اور تہمادی کوئی شئی نہیں، اگر ویسے نہیں لے سکتا جس نام سے ملے وصول کر سکتا ہے، اور اگر اس نے وکیل نہ کیا تھا بلکہ وہ بطور خود غصباً اس کے حصہ پر قابض رہا اور زمین اٹھاتا محصول لیتا رہا تو اسے حکم دیا جائے گا کہ اس کے حصہ کا روپیہ اسے دے یا تصدق کر دے، اور افضل وہی ہے کہ اسے دے مگر اس کو دعویٰ نہیں پہنچتا، نہ یہ اس کا مالک ہوا، بلکہ وہی غاصب بملک خبیث مالک ہے تو اسے اس سے بحیلہ ناجائزہ لینے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۵

۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب آسامیانِ دیہہ سے لگتے اراضی مفوضہ آسامیانِ مقررہ ہے، تو سوال لگتے مقررہ کے اوگا ہی بھوسہ و مورکین و رس وغیرہ کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ بتیوا تو جروا۔

الجواب

ناجائز ہے کہ اجرت مقررہ سے زیادہ لینے کا کیا استحقاق ہے، ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے دیتے تو جائز تھا مگر خوشی معلوم، بلکہ صریح جبر ہوتا ہے، اور اگر اس کی طرف سے جبر نہ بھی ہوا مگر انہوں نے اسے زمینداری یا ٹھیکہ داری کے دباؤ سے دیا، تو بھی ناجائز و مثل رشوت ہے۔

فی رد المحتار (بعد نقل عبارة الفتح
تعلیل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دلیل علی تحريم الهدیۃ التی
سبھا الولایۃ) ذکر ما نصہ

رد المحتار میں فتح کی عبارت نقل کرنے کے بعد
فرمایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علت کو
بیان کرنا ایسے ہدیہ کے حرام ہونے کی دلیل ہے جو
ولایت کی وجہ سے حاصل ہو، انکی ذکر کردہ

عبارت یوں ہے میں کہتا ہوں ان کی مثل
دیہاتوں اور اہل حرفت وغیرہم کے چودھریوں
کی ہے جن کو اپنے ماتحتوں پر تسلط اور غلبہ ہوتا ہے
کیونکہ ان چودھریوں کے شر کے خوف یا رواج کی
وجہ سے ان کو ہدیے ملتے ہیں الخ (ت) واللہ
تعالیٰ اعلم۔

قلت ومثلهم مشائخ القرى والمحرف
وغیرہم ممن له قهر و تسلط علی
من دونہم فانه یهدی الیہم خوفا
من شرہم اولیروج عندہم الخ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶ ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ایک عورت مطلقہ تھی جس کی
ابھی عدت نہ گزری، وہ بعد عدت اس سے نکاح چاہتا ہے مگر خوف ہے کہ شاید قبل عدت معصیت واقع
ہو، زید عمرو سے مکان کرایہ پر مانگتا ہے، اس صورت میں عمرو کو جائز ہے یا نہیں کہ زید کو اپنا مکان کرایہ پر
دے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

جائز ہے اگرچہ معصیت کا خوف نہیں بلکہ صراحتاً معصیت کرتا ہے، یہ اپنی جائزیت سے کرایہ پر دے،
اس کی معصیت کا وبال اُس پر ہے، عمرو پر کوئی مواخذہ نہیں،
لتخلل فعل فاعل مختار، قال اللہ تعالیٰ
لا تزنا وازماتہ وذر اخری۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔

فاعل مختار کا فعل درمیان میں آنے کی وجہ سے،
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی
جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

اگر تم کسی امر میں تنازع کرو تو اس کو
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) کی طرف پھیرو اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ الآیۃ

مسئلہ ۱۵۷ مستولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب

فان تنازعتم فی شیء فرودوا الی اللہ
والرہول ان کنتم تؤمنون باللہ۔ الآیۃ

لہ جد الممتار

۳ القرآن الکریم ۵۹/۴

۱۶۲/۷

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت السہلہ الغرار و مفتیان ملت السمحة البیضا کہ دو مسلمانوں میں اجارہ تدریس فنون عربی بمشاہرہ عسکریہ اور صمد دوسرے کی طرف سے بلا ذکر ماہ قمری شرعی و شمسی انگریزی وغیرہ ہوا، در صورت اختلاف مستاجر و اجیر تعیین قرآنی یا تعیین انسانی عرفی یا عرف مدرسن عربی کی تعیین معتبر ہوگی، اور جو اجیر تفسیر مدارک التنزیل شریف اور بیضاوی شریف اور صحیح بخاری شریف پڑھائے اُس کی تعظیم اور کوئی ادب مستاجر متعلم پر شرعاً عقلاً عرفاً ہے یا نہیں، اور استاذین و شیوخ آباء معنوی ہیں، اس کا کہاں تک شریعت مطہرہ میں اثر ہے؟ بینوا تو تجرو۔

الجواب

قال الله عز وجل يسئلونك عن الاهلة و قل هي مواقيت للناس والحج
اے نبی! یہ تجھ سے پوچھتے ہیں نئے چاندوں کا حال، تو فرما وہ وقت ٹھہرائے ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے واسطے۔

آیہ کریمہ شاہد ہے کہ اہل اسلام کے نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری مہینے معتبر ہیں مدارک شریف میں ہے:

مواقيت للناس والحج ای معالم یوقت بہا الناس مزارعہم و متاجرہم و محال دیونہم و صومہم و فطرہم و عداۃ نسائہم و ایام حیضہن و مدۃ حملہن و غیر ذلک و معالم للحج یعرف بہا وقتہ
مواقيت للناس والحج یعنی علامات جن سے لوگ اپنی مزارعت، اجارہ، قرض اور دیون کی ادائیگی، روزہ، افطار، عورتوں کی عدت، حیض کے ایام اور حمل کی مدت وغیرہ کا وقت معلوم کریں گے اور حج کی علامات جن سے لوگ اس کا وقت پہچان سکیں گے (ت)

عنايۃ القاضی و کفایۃ الراضی حاشیہ خفاجی علی البیضاوی میں ہے:

اجیبوا ببيان الغرض من هذا الاختلاف من بيان مواقيت العبادات والمعاملات.
صحابہ کو چاند کے بڑھنے اور گھٹنے کی غرض سے جواب بیان فرمایا کہ عبادات اور معاملات کے مقرر اوقات کا بیان ہے (ت)

لہ القرآن الکریم ۱۸۹/۲

۱۷ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت قل ہی مواقيت للناس الخ دارالکتب العربیہ بیروت ۹۷/۱

۱۸ عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی " " " " " " دارصادر بیروت ۲۸۴/۲

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک گنتی مہینوں کے اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، کتاب اللہ میں جس دن سے اس نے بنائے آسمان اور زمین، اس میں سے چار ماہ حرام ہیں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب)۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہی بارہ مہینے قمری ہلالی عربی معتبر ہیں کہ چار ماہ حرام انہیں مہینوں میں ہیں، تو اہل اسلام کو انہیں کا اعتبار چاہئے کہ شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات و معاملات انہیں پر مبنی ہیں، معالم میں ہے:

اس سے مراد قمری مہینے ہیں اور ان مہینوں کے ذریعہ مسلمان اپنے روزوں، حج، عیدوں اور تمام امور کا حساب لگاتے ہیں۔ (ت)

وقال تبارك وتعالى ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم^۱

المراد منه الشهور الهلالية وهي الشهور التي يعتد بها المسلمون في صيامهم وحجهم واعيادهم وساير امورهم^۲

نسفی میں ہے:

المراد بيان ان احكام الشرع تبتي على الشهور القمرية المحسوبة بالاهلة دون الشمسية^۳

مراد یہ ہے کہ شرعی احکام قمری مہینوں پر مبنی ہیں جو چاند کے حساب سے ہوتے ہیں شمسی مہینوں پر نہیں۔ (ت)

ولهذا يجد الثابت تك عامه مسلمين اپنے عامہ امور میں انہیں شہور کو جانتے، انہیں پر مدار کار رکھتے ہیں کہ ان کے رب کے نزدیک مہینے یہی ہیں بلکہ حقیقہً مہینہ کا لفظ انہیں پر صادق، مہینہ منسوب ب ماہ ہے، شہر شمسی مہینہ نہیں مہر نیہ ہے، بلکہ تفسیر کبیر میں زیر کریمہ انما النسبی ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ان قمری سال پر اپنے امور کی بنا رکھ دیا تو انہوں نے قمری سال کی رعایت

اللہ تعالیٰ امرهم من وقت ابراهيم و اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام ببناء الامر علی ما عایة السنة القمرية،

۱۔ القرآن الکریم ۹/۳۶

۲۔ معالم التنزیل علی ہاشم تفسیر الخازن تحت آیت ان عدة الشهور الخ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۸۹

۳۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیت ان عدة الشهور الخ دارالکتاب العربی بیروت ۲/۱۲۵

یفتی، در مختار^۱، و علیہ اکثر المشائخ، محیط۔ و علیہ الفتوی، خلاصۃ او من رد المحتار و جامع الرموز۔ نعم عدم الجواتر فی العبادات والعدد الشرعی مقطوع بہ مجمع علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہے، در مختار۔ اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، محیط۔ اسی پر فتویٰ ہے، خلاصہ۔ یہ رد المحتار اور جامع الرموز سے منقول ہے، ہاں عبادات اور شرعی اعداد قمری سال ہی متفق علیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

بالجملہ اجارات وغیرہ معاملات میں مدار تعارف پر ہے، اور مسلمین میں متعارف یہی مہینے، تو عند الاطلاق انھیں کی طرف انصراف، رد المحتار و فتح القدر میں ہے؛

اہل الشرع انما يتعارفون الاشهر و السنین بالاهلة فاذا اطلقوا السنة انصرفوا الى ذلك ما لم يصرحوا بخلافه۔^۲

اہل شرع نے قمری مہینے اور سال اپنا عرف قرار دیا ہے، تو جب وہ مطلق سال ذکر کرتے ہیں غیر کی تصریح نہ کریں تو قمری مراد ہوتا ہے۔ (ت)

اگر بعض مسلمانان باتباع نصاریٰ شہور شمسیہ پر حساب رکھنے لگیں تو اس کا اعتبار نہیں کہ معتبر عرف عام و شائع ہے، نہ قرار داد خاص بعض ناس، اشباہ والنظائر میں ہے؛

انما تعتبر العادة اذا اطردت او غلبت، ولذا قالوا فی البیع لو باع بدسا هم و دنانیر و کانا فی بلد مختلف فیہ النقود مع الاختلاف فی المالیه والرواج انصرف البیع الی الاغلب قال فی الهدایۃ لانه

عادت جب عام اور غالب ہو جائے تو وہی معتبر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ بیع کے باب میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے مطلق دراہم یا دنانیر کو بیع میں ذکر کیا تو شہر میں مالیت اور رواج کے لحاظ سے نقد کا اختلاف ہو تو وہاں غالب نقد پر بیع مانی جائے گی، ہدایہ میں فرمایا کیونکہ وہ

۱۵۳/۱	مطبع مجتہاتی دہلی	باب العین وغیرہ	کتاب الطلاق	در مختار
۵۹۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	رد المحتار
۵۴۲/۲	مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	"	"	جامع الرموز
۱۳۲/۴	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	"	"	فتح القدر
۵۹۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	رد المحتار

هو المتعارف ، فيصرف المطلق اليه - متعارف ہے تو مطلق اس کی طرف ہی راجح ہوگا۔ (ت)

اور بالفرض مان بھی لیا جاتے کہ یہاں کے مسلمان میں شہورِ شمسیہ بھی بکثرت رواج پا گئے تاہم اس میں کلام نہیں کہ مدرسانِ علومِ عربیہ و دینیہ کا تقرر عام طور پر انھیں شہورِ الہیہ ہلالیہ پر متعارف ہے کہ وہ خاص دینی کام ہے ، اور عام مسلمین پر بجز اللہ ہنوز اتباع نصاریٰ ایسا غالب نہ ہوا کہ اپنے دینی امور میں بھی ان کی تقلید کریں ، تو اس تقرر میں قطعاً شہورِ ربانیہ ہی معتبر ہوں گے نہ کہ شہورِ نصرانیہ ، کمالا یحییٰ علی اولی النہی (جیسا کہ عقلمندوں پر مخفی نہیں۔ ت) تعلیمِ علومِ دینیہ پر اُجرت یعنی صد ہا سال سے بمنزب مفتی بہ علماء نے نظر بفسادِ زمانہ حلال فرمائی ، یہ تحلیل اس لئے تھی کہ اہل علم ناشرانِ علمِ دین کی خدمت ہوتی رہے ، وہ تلاشِ معاش میں پریشان ہو کر اس وراثتِ انبیاء کی اشاعت سے مجبور نہ رہیں ، نہ اس لئے کہ معاذ اللہ استاذِ علمِ دین کی تعظیم و توقیر نہ کی جائے ، اساتذہ و شیوخِ علومِ شرعیہ بلاشبہ آبائے معنوی و آبائے رُوح ہیں جن کی حرمت و عظمت آبائے جسم سے زائد ہے کہ وہ پدرِ آب و گل ہے اور یہ پدرِ جان و دل ۔ علامہ مناوی تیسیر جامع صغیر میں فرماتے ہیں : ۷

من علم الناس ذاك خيرا ذابوا الروح لا ابوالنطفۃ

یعنی استاد کا مرتبہ باپ سے زیادہ ہے کہ وہ رُوح کا باپ ہے ، نہ لطفہ کا۔

علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ ”درر وغرر“ میں فرماتے ہیں :

الوالد هو والد التربية فرتبته فائقة

یعنی اعلیٰ درجہ کا باپ استاد مرتبہ ہے ،

اس کا مرتبہ پدرِ نسب کے مرتبہ سے زائد ہے۔

س تبة والد التبنيۃ۔

عین العلم شریف میں ہے :

ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرے کہ انھیں

ناراض کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور استاد کے حق کو

يبرالوالديت فالعقوق من الكياثر،

ويقدم حق المعلم على

۱۲۸ / ۱ لاشباه والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة ادارة القرآن كراچی

۱۲۹ / ۱ التيسير شرح الجامع الصغير تحت حديث انما انما لكم بمنزلة الوالد الخ مكتبة الامام الشافعي رياض / ۳۶۱

۱۳۰ غنية ذوی الاحکام حاشیہ علی الدرر الاحکام

حقہما فہو سبب حیاة الروح^۱۔

ماں باپ کے حق پر مقدم رکھے کہ وہ زندگی روح کا سبب ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

ماکتبت عن احد حدیثا الا وکنت له عبدا
ما حی^۲۔

میں نے جس کسی سے ایک حدیث بھی لکھی میں عمر بھر اس کا غلام ہوں۔

فتاویٰ بزازیہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

حق العالم علی الجاہل ، وحق الاستاذ علی التلمیذ و احد علی السواء و هو ان لا یفتحہ بالکلام قبلہ و لا یجلس مکانہ و ان غاب و لا یرد علی کلامہ و لا یتقدم علیہ فی مشیہ^۳۔

عالم کا جاہل پر اور استاد کا شاگرد پر برابر یکساں حق ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، وہ موجود نہ ہو جب بھی اس کی جگہ پر نہ بیٹھے، اُس کی کوئی بات نہ اُٹے، نہ اس سے آگے چلے۔

وبالله التوفیق ، والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۸

۲۶ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے کارندہ نے عمر سے وعدہ کیا کہ جاندا آپ کی زید سے بکوادوں گا مگر مجھے محنت نہ دیجئے گا۔ اس نے اقرار کیا، اور زید کو بھی اس کا حال معلوم ہے، کارندہ مذکور نے اس کی بیع میں بہت کوشش کی، چنانچہ بیع تمام ہوگئی، اور مشتری کو دھوکا بھی کچھ نہ دیا، یہ اجرت جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب

اگر کارندہ نے اس بارہ میں جو محنت و کوشش کی وہ اپنے آقا کی طرف سے تھی بائع کے لئے کوئی دوا و کوشش کی، اگرچہ بعض زبانی باتیں اس کی طرف سے بھی کی ہوں، مثلاً آقا کو مشورہ دیا کہ یہ چیز اچھی ہے خرید لینی چاہئے یا اس میں آپ کا نقصان نہیں، اور مجھے اتنے روپے مل جائیں گے، اس نے خرید لی،

۱۔ عین العلم الباب الثامن فی الصحبة والمؤلفۃ مطبع امرت پریس لاہور ص ۳۵-۳۳۳
۲۔ المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۶۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۲۱
۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفتاویٰ البزازیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۳/۵

جب تو یہ شخص عمر و بائع سے کسی اجرت کا مستحق نہیں کہ اجرت آنے جانے محنت کرنے کی ہوتی ہے نہ بیٹھے بیٹھے دو چار باتیں کہنے، صلاح بتانے، مشورہ دینے کی۔ ردالمحتار میں بزازیہ و دلو الجیہ سے ہے؛

الدلالة والاشارة ليست بعمل يستحق به الاجر، وان قال لرجل بعينه ان دلتني على كذا فلك كذا، ان مشى له فله فله اجر المثل للمشي لاجله، لان ذلك عمل يستحق بعقد الاجارة الخ. خاطر چل کر لے گا کیونکہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر عقد اجارہ میں اجرت کا مستحق ہوتا ہے الخ (ت) غم العيون میں خزانه الاكمل سے ہے؛

امالودله بالكلام فلا شئ له يـ
اور اگر بائع کی طرف سے محنت و کوشش و دوا و دوش میں اپنا زمانہ صرف کیا تو صرف اجر مثل کا مستحق ہوگا، یعنی ایسے کام اتنی سعی پر جو مزدوری ہوتی ہے اس سے زائد نہ پائے گا اگرچہ بائع سے قرارداد کتنے ہی زیادہ کا ہو، اور اگر قرارداد اجر مثل سے کم کا ہو تو کم ہی دلائیں گے کہ سقوط زیادت پر خود راضی ہو چکا۔ خانیہ میں ہے؛

ان كان الدلال الاول عرض تعني وذهب في ذلك روزگار ما كان له اجر مثله بقدر عنائه وعمله۔
اگر روزگار کے سلسلہ میں دلال نے محنت کی اور آیا گیا تو اس کی محنت اور عمل کے مطابق مثلی اجرت ہوگی۔ (ت)

اشباہ میں ہے؛

بعه لى بكذا اولك كذا فباع فله اجر المثل يـ

اگر دوسرے کو کہا تو میرے لئے اتنے میں اس کو فروخت کر تو اس نے وہ چیز فروخت کر دی تو دلال مثلی اجرت کا مستحق ہوگا۔ (ت)

- ۱۔ ردالمحتار کتاب الاجارة مسائل شتى من الاجارة دار احياء التراث العربی بیروت ۵۸/۵
۲۔ غم عيون البصائر مع الاشباہ الفن الثاني کتاب الاجارات ادارة القرآن کراچی ۶۰/۲
۳۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الاجارات باب الاجارة الفاسدة مطبع نولکشور بکنو ۴۳۴/۳
۴۔ الاشباہ والنظائر الفن الثاني کتاب الاجارات ادارة القرآن کراچی ۶۱/۲

گھومی میں ہے :

یعنی مقررہ اجرت سے زائد نہ ہوگی ، اور یوں ہی اگر
کہا تو مجھے خرید دے ، جیسا کہ بزاز یہ میں ہے
اور اس پر قیاس ہوگا دلال حضرات کا معاملہ
کہ ان کو مثلی اجرت دی جائے گی جیسا کہ لو الجیر
میں ہے (ت)

ای ولا یتجاوز بہ ماسمی ، وکذا الوقال
اشترلی کما فی البزازیة ، وعلی قیاس
هذا السماسرة والدالین الواجب
اجر المثل کما فی الوالوجیة۔

ردالمحتار میں تانا رخانیہ سے ہے :

آرہتی اور دلال حضرات کے لئے مثلی اجرت ہوگی
اور وہ جو دس دنانیر میں اتنا طے کرتے ہیں تو
یہ حرام ہے۔ (ت)

فی الدال والسمسار یجب اجر المثل و
ما تواضعوا علیہ ان فی کل عشرة
دنانیر کذا فذلک حرام علیہم۔

پھر از انجا کہ یہ شخص مشتری کا نوکر و اجیر خاص تھا جتنی مدت اس نے بائع کے کام میں صرف کی
اسی تنخواہ ساقط ہوگی ، مثلاً دس روپے ماہوار کا نوکر تھا ، تین دن بائع کی طرف سے اس سعی میں گزرنے
تو ایک روپیہ تنخواہ کا مستحق نہ رہا ، اور اگر بائع سے یہ عقد اجارہ بے اذن و اجازت مشتری ہوا ، تو گناہ
علاوہ کہ اجیر خاص کو بے اجازت آقا دوسرے کا کام کرنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے :

اجیر خاص کو جائز نہیں کہ دوسروں کا کام کرے
اگر اس نے ایسا کیا تو اتنا اس کی اجرت سے
کاٹا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لیس للمخاص ان یعمل لغيره ولو عمل
نقص من اجرتہ بقدر ما عمل ، فتاوی
النوائیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹ از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں رامپوری ۲۲ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی مزدور کو برائے مزدوری سو کو س
یا پچاس کے فاصلہ پر لے جائے ، بعد ازاں اس سے چار پانچ ماہ تک کام کرائے ، اور بروقت
حساب کے اُس کو تیس روپے کے کام کے مہینے دے اور اس پر سختی کرے اور اسے پریشان کرے ،

۱/۲ لے غز عیون البصائر الفن الثانی کتاب الاجارات ادارۃ القرآن کراچی
۳۹/۵ ردالمختار کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر وارجاء الترات العربی بیروت
۱۸۱/۲ درمختار مطبع مجتہبائی دہلی

جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

حرام، حرام، حرام، کبیرہ، کبیرہ کبیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصَمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كُنْتُ
خَصَمَهُ خَصَمْتُهُ سِرَاجٌ لِي اَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَارٌ،
وَرَجُلٌ بَاعَ حِرًا وَاكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ
اسْتَا جَرًا جِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يَوْفِهِ
اَجْرَهُ۔ سِرَاحُ الْاِثْمَةِ اَحْمَدُ وَالْبَخَارِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَاِبُو يَعْلَى وَغَيْرُهُمْ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اللهُ تَعَالَى
فَذِكْرُهُ۔ وَاللهُ سَبَّحَنَهُ وَتَعَالَى اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ
جَلُّ مَجْدُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ۔

قیامت کے دن تین شخصوں کا میں مدعی ہوں گا، اوّل
جس کا میں مدعی ہوں میں ہی اس پر غالب آؤں گا،
ایک وہ جس نے میرا عہد دیا پھر عہد شکنی کی،
دوسرا وہ جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر بیچ ڈالا
اور اس کی قیمت کھائی، تیسرا وہ جس نے کسی شخص
کو مزدوری میں لے کر اپنا کام تو اس سے پورا
کر لیا اور مزدوری اسے پوری نہ دی (۱) سے
امام احمد، بخاری، ابن ماجہ، ابو یعلیٰ وغیرہم ائمہ
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تو حدیث ذکر کی۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ
اتم و احکم۔ ت)

مسئلہ ۱۶۰ از ریاست رامپور شفا خانہ صدر یونانی مرسلہ عبد الکریم خاں صاحب تحویدار
۲۷ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو نے بتعین چند شرائط مفصلہ ذیل خالد
سے ٹھیکہ اراضی کا بزمان واحد بغیر بیان کرنے شرکت نصف اور ربع کے لیا، شرط اول یہ کہ زید ٹھیکہ
بموجب اقساط معینہ مندرجہ قبولیت و پڑا ادا کرینگے، دوسری شرط یہ کہ ضمانت یا امانت

۱۔ صحیح البخاری کتاب البیوع باب اثم من باع حراً قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۷ و کتاب الجارا ۱/۳۰۲
مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۵۸
سنن ابن ماجہ ابواب الرهنون باب اجر الاجراء ایح ایم سعید لکینی کراچی ص ۱۷۸

مکان کو اجارہ پر ایک شخص کو دیا تو جائز ہے اور اگر ایک نے مستاجر کی رضا مندی سے اپنے نصف حصہ کا اجارہ فسخ کر دیا، یا ایک فوت ہو گیا تو باقی نصف میں اجارہ باقی رہے گا ۱۲ بجز الراتی (ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں خالد کو ضرور اختیار فسخ حاصل ہے، بلکہ ہر فریق پر اجارہ مذکورہ کا فسخ واجب ہے، اگر وہ نہ کریں حاکم جبراً فسخ کر دے، اگر نہ کرے گا گنہ گار ہوگا، وجہ یہ کہ اجارہ مذکورہ شرعاً بوجہ فاسد ہے،

اولاً اُس میں ضمانت مجہولہ شرط کی گئی، نہ ضامن حاضر تھا، نہ مجلس عقد میں قبل تفرق عاقدین حاضرین ہوا، ایسی شرط ضمانت بیع و اجارہ میں ناجائز و مفسد ہے۔

ثانیاً مجلس عقد میں کسی ضامن کی طرف سے قبول ضمانت واقع نہ ہوا، ایسی ضمانت نامقبولہ، اگرچہ غیر مجہولہ ہو مفسد عقد ہے۔

ثالثاً اگر امانت سے مراد رہن ہے، تو اس کا بھی کوئی تعین پیش از تفرق عاقدین نہ ہوا ایسے رہن کی شرط بھی مفسد ہے۔ درمختار میں ہے:

جو عقد مقتضی ہو یا عقد کے مناسب ہو ایسی شرط کے ساتھ بیع صحیح ہے مثلاً بیع میں معلوم رہن یا حاضر کفیل کی شرط لگانا، ابن ملک اھ ملتقطاً (ت)

یصح البیع بشرط یقتضیہ العقد او یلائمہ کشرط رہن معلوم و کفیل حاضر، ابن ملک اھ ملتقطاً۔

بجز الراتی میں ہے:

وان كان ملائماً للبيع لا يفسده كالبيع بشرط كفيل بالثمن اذا كان حاضرًا وقبلها او غائبًا فحضر وقبل قبل التفريق وكشرط رهن معلوم بالاشارة او التسمية، فان حاصلهما

اگر شرط بیع کے مناسب ہو تو اس سے بیع فاسد نہ ہوگی مثلاً بیع میں ثمن کے کفیل کی شرط جب کفیل موجود حاضر ہو اور قبول کر لے یا غائب تھا تو موقع پر حاضر ہو گیا اور فریقین کے متفرق ہونے سے قبل کفیل نے قبول کر لیا ہو، اور مثلاً بیع میں اشارہ یا نام ذکر کر کے متعین

رہن کی شرط لگانا، کیونکہ ان مذکورہ دونوں شرطوں کا مقصد ثمن کا وثوق حاصل کرنا ہوتا ہے، ہم نے کفیل کے حاضر ہونے کی قید ذکر کی کیونکہ اگر وہ غائب ہو تو حاضر ہو کر قبول بھی کر لے لیکن فریقین کے تفرق کے بعد کرے یا حاضر ہو کر قبول ہی نہ کرے تو بیع جائز نہ ہوگی اور ہم نے رہن کے معین معلوم ہونے کی قید ذکر کی کیونکہ وہ معین و معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ کیا ہو تو بیع حسب آراء

نہ ہوگی الا یہ کہ دونوں فریق اسی مجلس میں اس کے تعیین پر راضی ہو جائیں اور تفرق سے قبل مرہون چیز دے دی جائے یا رہن کو باطل کر دیں اور ثمن نقد ادا ہو جائے (ت) درمختار میں ہے؛

اجارہ میں ایسی شرائط سے فاسد ہو جاتا ہے جو عقد کے مخالف ہوں تو جو شرائط مذکورہ بیع کو فاسد کرتی ہیں وہ اجارہ کو بھی فاسد کر دیتی ہیں۔ (ت)

رابعاً ان شرائط کے انتفا پر خال کو اختیارِ فسخ ملنے کی شرط معنی خیار شرط ہے، ردالمحتار میں

صدر الشریعہ نے فرمایا کہ خیار نقد، خیار شرط والے مسئلہ کی فرع ہے کیونکہ اس کو مشروع قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ وہ فسخ کر کے اپنے پر عائد ہونے والے ضرر کو ختم کر سکے یہ ضرر ثمن کی تاخیر ہو یا کوئی اور۔ (ت)

التوثق للثمن، قیدنا بحضرة المكفيل لانه لو كان غائباً فحضر وقبل بعد التفرق او كان حاضراً فلم يقبل لم يجز، وقيدنا بكون الرهن مسمى لانه لو لم يكن مسمى ولا مشار اليه لم يجز الا اذا تراضيا على تعيينه في المجلس ودفعه اليه قبل ان يتفرقا او يعجل الثمن ويبطلان الرهن - اھ -

تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما افسد البيع مما مر يفسدھا۔

حواشی الدرر للعلامہ خادمی افندی سے ہے؛

قد قال صدر الشریعة انه (ای خیار النقد) فرع مسئلة خیار الشرط لانه انما شرع ليدفع بالفسخ الضرر عن نفسه سواء كان تاخیر اداء الثمن او غیرہ۔

۸۵ / ۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب البیع الفاسد	کتاب البیوع	۱
۱۷۷ / ۲	مطبع مجتہدانی دہلی	باب الاجارة الفاسدة	کتاب الاجارة	۲
۲۹ / ۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب خیار الشرط	کتاب البیوع	۳

اسی میں اسی سے ہے :

الواقع في الزيلعي كونها من صورته.

زیلعی میں شرط اجارہ کا شرط خیار کی طرح ہونا
مذکور ہے۔ (ت)

اور یہاں اسے مشروط و معلق بالخطر کیا، اور خیار شرط صالح تعلیق بالشرط نہیں۔ بحر الرائق و رد المحتار
میں ہے : لا یصح تعلیق خیار الشرط بالشرط (خیار شرط کی تعلیق کسی شرط سے جائز نہیں۔ ت)
اور اشتراط شرط فاسدان عقود کا مفسد،

اور خیار نقد جو مشروع ہے شرط فاسد اس کی
طرح نہیں ہے، خیار نقد جائز ہے اگرچہ وہاں ضمانت
امانت پیش نہ کرنے کی تعلیق نہ بھی ہو، بحر اور رد مختار
دونوں نے خیار نقد کی صورت میں مقررہ قسطوں پر
نقد اجرت نہ دینے سے معلق کرنے پر اکتفا کیا
اس لئے کہ خیار نقد اس صورت میں ایسے شخص کو
ہوتا ہے جس کو نقد دینے نہ دینے کا اختیار
ہو کیونکہ وہی اجارہ کو قائم رکھنے نہ رکھنے پر قدرت
رکھتا ہے، جبکہ یہاں معاملہ اس کے خلاف ہے
کیونکہ خیار کی شرط اجرت پر دینے کے لئے ہے۔
بحر الرائق میں ہے اگر کسی نے چیز کو اس شرط پر
فروخت کیا کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نقد نہ دے
تو بیع ختم ہوگی، یہ شرط صحیح ہے، اور اگر چار دن تک
کہا تو صحیح نہیں ہے، اور اس میں ضابطہ یہ ہے
کہ یہ خیار شرط کے معنی میں ہے کیونکہ نقد نہ ملنے پر
فسخ کی حاجت ہے تاکہ فسخ کا معاملہ مؤخر ہونے سے

ولیس من باب خيار النقد المشروع
ولولم یکن هناك تعلیق بعدم الاتیان
بضمانه و امانة اصلا، واقتصر على
التعلیق بعدم نقدا لاجرة على النجوم المقدرة
وذلك لان خيار النقد في هذه الصورة
انما یكون لمن بیده النقد وتركه اذ هو
المتكمن من امضائه وعدمه، وههنا
على خلاف ذلك شرط الخیار
للمواجر۔ فی البحر الرائق لو باع على
انه ان لم ینقد الثمن الى
ثلاثة ايام فلا بیع صح، و الى
اربع لا یصح، والاصل فیہ ان
هذا فی معنی اشتراط الخیار
اذ الحاجة مست الى الانفساخ
عند عدم النقد تحريرا
عن الماطلة فی الفسخ فیکون

رد المحتار کتاب البیوع باب خیار الشرط دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۹/۴

رد المحتار کتاب البیوع باب خیار الشرط " " " " " " ۴۵/۴

محفوظ رہے، لہذا یہ خیار شرط سے ملحق ہے ایسے ہی ہدایہ میں ہے، اور مصنف نے بائع کے لئے اس شرط کے جواز کا اشارہ کیا ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ جب عبد کو فروخت کیا اور مشتری نے ثمن نقد دے کر شرط لگائی کہ اگر بائع نے تین دن تک ثمن واپس کر دیتے تو بیع ختم ہوگی، تو یہ شرط جائز ہے اور یہ بائع کی شرط خیار معنایاً قرار پائے گی اھ، تو کتاب کے مسئلہ میں اس شرط کا فائدہ بائع کو ہے حالانکہ خیار پر شرط انھوں نے مشتری کے لئے قرار دی ہے، یہ اس اعتبار سے کہ مشتری ہی نقد دینے نہ دینے کی بنا پر بیع کو باقی رکھنے اور فسخ کرنے پر قادر ہے، اور اس کے عکس والی صورت میں شرط کا فائدہ مشتری کو ہے اس کے باوجود انھوں نے خیار شرط بائع کے لئے قرار دیا ہے یہ اس اعتبار سے کہ یہاں بائع تین دنوں میں ثمن واپس کرنے نہ کرنے کی بنا پر بیع کو فسخ یا

ملحقاً بہ، کذا فی الہدایۃ، و اشاس المصنف الی جواز هذا الشرط للبائع، وفي الذخیرة اذا باع عبدا ونقد الثمن علی ان البائع ان سدد الثمن الی ثلثة فلا بیع بینہما کان جائزا، وهو بمعنی شرط الخیار للبائع اھ ففی مسألة الكتاب المنتفع بهذا الشرط هو البائع مع انہم جعلوا الخیار للمشتري باعتبار انه يتمكن من امضاء البيع بالنقد، ومن فسخه بعد ما وفي عكسه المنتفع بهذا الشرط هو المشتري مع انہم جعلوا الخیار للبائع باعتبار ان البائع يتمكن من الفسخ ان سدد الثمن فی المدۃ ومن الامضاء ان لم یرد اھ ملتقطا، ونحوه فی سداد المحتاسر عن النهر۔

قائم رکھنے پر قادر ہے اھ ملتقطاً، اور یوں ہی ردالمحتار میں نہر سے منقول ہے۔ (ت)
ان کے سوا اور بعض وجوہ سے بھی اس عقد کا فساد ظاہر کما لا یخفی علی المتأمل الناظر
وفیما ذکرنا کفایۃ للمتبصر۔

ان تقریرات سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ صورت تعلق لفسخ بالشرط کی نہیں بلکہ خیار لفسخ بالشرط ہے، اور اول ہی فرض کیجئے تو جب بھی اس کا حکم یہ ہرگز نہ ہو گا کہ فسخ بوجہ تعلق باطل اور اجارہ صحیح اب کہ ایک مستاجر فسخ پر راضی ہو اسی کے حق میں فسخ ہو گیا دوسرے کے حق میں باقی ہے کہ شیوع طاری مفسد نہیں، یہ تو اس وقت ہوتا کہ یہ فسخ فاسد معلق بالشرط عقد سے جدا گانہ واقع ہوتا،

جب نفس عقد اسی شرط فتح فاسد سے مشروط تو قطعاً اصل اجارہ فاسد،

تو اجارہ بیع کی طرح فاسد شرائط سے مشروط نہیں ہو سکتا، اور ہدایہ میں خیار نقد کے مسئلہ میں فرمایا اس مسئلہ میں ایک اور قیاس بھی ہے جس کی طرف امام زفر کا میلان ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں فاسد اقالہ کی شرط ہے کیونکہ اس کو شرائط سے معلق کیا گیا ہے جبکہ اس میں صحیح اقالہ کی شرط مفسد عقد ہے تو فاسد کی شرط بطریق اولیٰ مفسد ہوگی، اور استحسان کی وجہ وہ ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور اس کو ہم حجر سے نقل کر چکے ہیں کہ خیار شرط کے معنی میں ہے لہذا تین دن کی شرط صحیح اس سے زائد کی صحیح نہیں اور نہ ہی مجہول شرط اور عام شرط صحیح ہوگی جیسا کہ یہاں ہے۔ حجر میں کہا ہے کہ تین دن سے زائد کی شرط امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور آگے یہاں تک کہا کہ مطلق مدت کی شرط بھی امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین دن سے زائد کی طرح جائز نہیں اور بیع فاسد ہوگی، اور اگر مولف یوں بیان کرتے، اگر مدت تین دن سے زائد یا ہمیشہ یا کسی مجہول وقت کی ہو تو ناجائز ہے، کیونکہ ان تینوں صورتوں میں بیع فاسد ہوتی ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے اھ، میں کہتا ہوں، مراد

فانہا کالبیع لا تحتمل الاشتراط بالشروط الفاسدة وقد قال فی الہدایۃ فی مسئلۃ خیار النقد فی ہذہ المسئلۃ قیاساً آخر مال الیہ نرفر، وهو انہ بیع شرط فیہ اقالۃ فاسدۃ لتعلقہا بالشروط واشتراط الصحیح منہا فیہ مفسد للعقد، فاشتراط الفاسد اولیٰ، ووجہ الاستحسان ما بیننا^۱ اھ وهو ما قد مناعن البحرانہ فی معنی خیار الشرط فیصح الی ثلثۃ ایام لا انزید ولا مجہول ولا مطلقاً کہا ہنا، قال فی البحر لا یصح اشتراطہ اکثر من ثلثۃ ایام عند ابی حنیفۃ (الی ان قال واطلاق المدۃ عندہ کاشتراط الاکثر فی عدم الجواز و افساد البیع، ولو قال المؤلف و لو اکثر او مؤید او موقتا بوقت مجہول لکان اولی لان البیع فاسد فی ہذہ کلہا کما فی التتارخانیۃ^۲ اھ، قلت والمعنی اذا کان مشروطاً

یہ ہے جب صلب عقد میں یہ شرائط ہوں جیسا کہ
یہاں ہے عقد کے بعد والی شرائط مطلق ہوں
یا مقید ہوں جائز ہوں گی اور اطلاق و تقید
مجلس میں ہو سکے گا، جیسا کہ بحر میں ہے، اور
اجارہ میں تین دن سے زائد کی شرط صحیح ہے
جیسا کہ بحر کے باب البیوع میں ذخیرہ سے منقول ہے اور
ہم یہاں پر ان مسائل کی تنقیح کے دپے نہیں ہیں۔ (ت)
بہر حال اس عقد کے فاسد ہونے میں کوئی کلام نہیں، اور عقد فاسد کا یہی حکم ہے کہ ہر فریق
باختیار خود اسے فسخ کر سکتا ہے بلکہ ان پر اس کا فسخ واجب، وہ ثمانیں تو حاکم پر لازم، کما نصوا
علیہ فی البیع وغیرہ (جیسا کہ انہوں نے بیع وغیرہ میں اس پر نص فرمائی ہے۔ ت)، ہندیہ
میں ہے:

فی صلب العقد كما هنا لا بعدة والاجازة
الاطلاق و تقيد بالمجلس كما في البحر،
وجازت الزيادة على الثلثة في الاجارة
كما في بيوع البحر عن الذخيرة
ولسنا ههنا بصدد تنقيح تلك المسائل۔

اگر آبر فساد کے حکم پر عقد اجارہ کو ختم کرنا چاہے
تو کر سکتا ہے۔ تا تا خانہ میں ایسے ہے (ت)

امراد الاجران ينقض عقده بحكم الفساد
فله ذلك كذا في التارخانية
تنوير الابصار میں ہے:

فساد کو ختم کرنے کے لئے اجارہ فسخ
کر دیا جائے گا۔ (ت)

فسخت الاجارة دفعا للفساد

رد المحتار میں ہے:

یعنی قاضی اسے باطل کر دے کیونکہ فاسد
عقد کو ختم کرنا ضروری ہے، ذخیرہ۔
والله سبحانه وتعالى اعلم (ت)

ای بطلها القاضي لان العقد الفاسد
يجب نقضه وابطاله، ذخيرة، والله
سبحته وتعالى اعلم۔

۴۶۰/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب التاسع عشر	۱
۱۷۹/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب الاجارة الفاسدة	۲
۳۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳

مسئلہ از ریاست رامپور شفا خانہ صدر یونانی مرسلہ عبدالکریم خاں صاحب تولیدار

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

بمضور لامع النور جناب مستطاب معالی القاب دام فیضہ، سابق حضور نے بدرخواست فدوی فتویٰ ارسال فرمایا تھا اس کو داخل عدالت کر دیا، بجواب اس کے حاکم مرافعہ نے عدالت دیوانی کے حاکم سے صحت فتویٰ مرسلہ حضور کی طلب کی ہے۔ عالیجاہا! یہ امر ضرور ثابت ہے کہ حاکم مجوز اپنی تجویز کو خراب نہیں کر سکتا ہے، اور فتویٰ جو حضور نے کرم فرما کر ارسال فرمایا تھا اس میں جس قدر روایات مندرج ہیں بیع سے تعلق رکھتے ہیں، اجارہ کے معاملے میں کوئی روایت نہیں تھی جس کی صحت حاکم مرافعہ نے کرائی ہے، اس واسطے حضور کو دوبارہ تکلیف دیتا ہوں اور نقل رو بکار کی من وعن بھیجتا ہوں۔

الجواب

فتویٰ سابقہ میں مفصلاً ثابت کر دیا گیا کہ یہ اجارہ فاسد اور اس کا فسخ واجب ہے، وہ روایات سب متعلق اجارہ تھیں، انہیں متعلق بیع کہنا ہی متعلق اجارہ ماننا ہے کہ یہاں اجارہ و بیع کا ایک ہی حکم ہے بلکہ اجارہ معنی بیع کی ایک قسم ہے۔

ارشادات علماء بر سبیل اختصار سننے، معنی الاستفتیٰ پھر عقود الدریہ میں ہے؛

البیع والاجارة اخوان لان الاجارة بیع
المنافع لہ

بیع واجارہ بھائی بھائی ہیں اس لئے کہ اجارہ
منافع کی بیع ہے۔

ردالمحتار میں ہے؛

الاجارة نوع من البيع اذ هي بیع المنافع لہ

مختصر امام ابوالحسن قدوری و ہدایہ میں ہے؛

(الاجارة تفسد ها الشروط كما تفسد البيع)

اجارہ کو شرطیں فاسد کرتی ہیں جس طرح بیع کو

کہ اجارہ بمنزلہ بیع ہے۔

کافی امام نسفی و کفایہ شرح ہدایہ و برجندی شرح نقایہ و طحاوی علی الدر المختار

۱۵۳/۲	لہ العقود الدریہ	کتاب الاجارة	باب الاجارة الفاسدة	ارگ بازار قندھار افغانستان
۲۹/۵	ردالمحتار	"	"	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۹۹/۳	لہ السدیة	"	"	مطبع یوسفی بکھنؤ

میں ہے :

الاجارة كالبيع ففسد بالشرط^{۱۰} اجارہ بیع کی طرح ہے تو شرط لگانے سے فاسد ہو جائے گا۔

کنز اور اس کی شرح تبیین الحقائق پھر مکملہ البحر للعلامہ الطوری میں ہے :
(فسد الاجارة الشرط) لانها بمنزلة البيع^{۱۱}
اجارے کو شرط فاسد کر دیتی ہے کہ وہ بمنزلہ بیع ہے۔

فتاویٰ خیرہ میں ہے :

الاجارة كالبيع يفسدها الشرط الفاسد فيجب عليهم فسخها^{۱۲}
اجارہ مثل بیع ہے شرط فاسد اسے فاسد کر دیتی ہے تو ان پر اس کا فسخ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اختیار شرح مختار پھر خزائنہ المفتین میں ہے :

الاجارة تفسد بالشرط كما يفسد البيع وكل جهالة تفسد البيع تفسد الاجارة^{۱۳}
اجارہ شرطوں سے فاسد ہو جاتا ہے جیسے بیع فاسد کرتی ہے اور جو بہالت بیع کو فاسد کرے گی اجارہ کو بھی فاسد کرے گی۔ (ت)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے :

الاجارة تفسد بالشرط الفاسدة فكل جهالة تؤثر في البيع تؤثر في الاجارة^{۱۴}
اجارے کو فاسد شرطیں فاسد کر دیتی ہیں، پس جو بہالت بیع میں خلل ڈالے گی اجارے میں بھی خلل اندازہ ہوگی۔

۳۴/۸	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	باب الاجارة الفاسدة	كتاب الاجارة	مع فتح القدير	لہ الكفاية
۷۷/۳	نوٹکشور لکھنؤ	" "	" "	شرح النقاية للبرجندی	شرح النقاية للبرجندی
۲۴/۳	دار المعرفہ بیروت	" "	" "	حاشية الطحاوي على الدر المختار	حاشية الطحاوي على الدر المختار
۱۲۱/۵	المطبعة الكبرى بولاق مصر	" "	" "	" "	تبیین الحقائق
۱۳۲/۲	دار المعرفہ بیروت	" "	" "	" "	فتاویٰ خیرہ
ص ۱۶۵	تقلی نسخہ	" "	" "	" "	خزائنہ المفتین
ص ۱۱۳	مطبع نوٹکشور لکھنؤ	" "	" "	" "	فتاویٰ سراجیہ

وقایہ امام برہان الشریعہ و شرح امام صدر الشریعہ و اصلاح متن و ایضاح شرح علامہ ابن کمال باشا
میں بے تفاوت حرف ہے :

(الشرط یفسدھا) المراد شرط یفسد البیع
شرط اجارے کو فاسد کر دیتی ہے، مراد وہ شرط ہے
جو بیع کو فاسد کرتی ہے۔

غرض الاحکام و درر الاحکام مولیٰ خسرو میں ہے :

تفسد بالشرط المفسد بالبیع
اجارہ انھیں شرطوں سے فاسد ہو جاتا ہے جو بیع
کو فاسد کرتی ہیں۔

نقائے امام صدر الشریعہ میں ہے : یفسدھا شروط تفسد البیع اجارے کو فاسد کرتی ہیں وہ شرطیں کہ
بیع میں فساد لاتی ہیں۔

بکر الرالی پھر فتح اللہ المعین للسید الازہری میں ہے :

کل ما افسد البیع یفسدھا
تویر الابصار و در مختار میں ہے :

(کل ما افسد البیع) مما مر (یفسدھا)
جتنی چیزوں کا ذکر بیع میں گزرا کہ اسے فاسد کرتی
ہیں سب اجارے کو بھی فاسد کرتی ہیں۔

غایۃ البیان شرح ہدایۃ للعلامة الاتقانی میں ہے :

الاجارة كالبيع فكل ما افسد البیع
افسدھا۔
اجارہ مانند بیع ہے تو جو کچھ بیع کو فاسد کرے گا
اس میں بھی فساد لائے گا۔

یہ سروسٹ بعد منازل قراٹھائیں کتب معتمدہ کی روشن عبارات ہیں، ان عبارات جلیلہ سے واضح
ہوا کہ شرط مفسدہ اجارہ کے باب میں روایات متعلقہ بیع کو ذکر کرنا عین حق و صواب ہے، یہ ہمارا قیاس
نہیں بلکہ فقہائے کرام ہی یہاں ان کے بیان کو اسی بیان کتاب البیوع پر محمول فرماتے ہیں وہاں سے ان کے

۱	شرح الوقایۃ کتاب الاجارات باب الاجارة الفاسدة	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۹۷/۳
۲	الدرر الاحکام فی شرح غرض الاحکام کتاب الاجارة	میر محمد کتب خانہ کراچی	۲۳۰/۲
۳	مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نور محمد کاغذ خانہ تجارت کتب کراچی	ص ۱۱۱
۴	فتح المعین علی شرح الكنز کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۴۳/۳
۵	در مختار شرح تنویر الابصار	مطبع مجتہباتی دہلی	۱۷۷/۲
۶	غایۃ البیان	" " " "	" " " "

على انك تفسخ العقد متى اردت فالاجارة فاسدة^۱۔
 کہ توجب چاہے فسخ کر دے، تو اجارہ فاسد ہوگا۔ (ت)

بالجملہ اس اجارے کا فاسد ہونا ایسا جلی و واضح ہے جس میں کسی خادم فقہ کو توقف نہیں ہو سکتا تو خالد کو ضرور اختیارِ فسخ حاصل ہے، رضامندی فریقین کی حاجت عقد صحیح لازم میں ہوتی ہے، عقود فاسدہ میں کیا ضرورت، خالد کو اختیار ہونا کیسا، اس پر اور نیز ہر مستاجر پر فسخ کرنا واجب ہے، وہ نہ کریں حاکم پر لازم، وہ بھی بازر ہے تو سب گنہ گار و آثم۔ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے:

سئل فيما اذا كان لزید ثلاثا جینة معلومة وثلاثها الاخر ملك عمر و فاجوز ثلثیه من یكرفهل یملك المستاجر الدعوی بفسادها الجواب نعم الاجارة والبیع اخوان لان الاجارة تمليك المنافع والبیع تمليك الاعیان وقد قال فی الدر المختار فی باب البیع الفاسد یجب علی كل واحد منهما ای من البائع والمشتري فسخه اعدا ما للفساد، لانه معصية فیجب رفعها، بحر۔ واذ اصر احدهما علی امساكه و علم به القاضی فله فسخه جبرا علیهما حقاً للشرع، بزانیة^۲، اھ اھ باختصار۔

خاص اس وجوب فسخ اجارہ بوجہ فساد کے جزئیہ میں عبارات کثیرہ علماء فقہ کے پیش نظر موجود ہیں جن سے بعض فتوائے سابقہ میں منقول ہوئیں اور عبارت خیرہ ابھی گزری، مگر یہاں بالقصد

۱۔ فتاویٰ بزازیہ علی ہمش فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارات الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۱
 ۲۔ العقود والدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ کتاب الاجارات ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۱-۱۳۰

یہ عبارت لکھی جس میں علامہ حامد آفندی مفتی دمشق الشام نے حکم اجارے پر فرمایا اور روایت متعلق بیع ذکر کی، اور علامہ منقح آفندی زین العابدین نے مقرر رکھی تاکہ روشن ہو کہ ایسی جگہ علمائے کرام کا داب کیا رہا ہے۔ وباللہ التوفیق، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ حل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۲ از بانکی پور ضلع پٹنہ محلہ لال باغ گلی بیگم مرسلہ مولوی حکیم محمد یوسف حسن صاحب

۲۱ شعبان ۱۳۱۶ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید طبیب ہے جس نے بکر سے طے کیا کہ فی الحال تیرا علاج مفت کرتا ہوں اگر تو مقررہ مدت میں صحت یاب ہو جائے اور مرض ختم ہو جائے تو تجھ سے سو روپیہ بطور اجرت یا بطور انعام حاصل کرونگا ورنہ کوئی اجرت تیرے ذمہ نہ ہوگی، کیا یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں جبکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ معاملہ ہرگز درست نہیں، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو اور قمار ہے کیونکہ صحت یا بی غیر اختیاری چیز ہے، شریعت کے مطابق جو حکم ہو ارشاد فرمایا جائے۔

بینوا تو جروا۔

چہ می فرمایند علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ زید مثلاً حرفہ طبابت می کند یا شخصے مثلاً بکر چینی قرار یافت کہ زید مداوات بکرے کند، "حالا بلا اجرت" اگر بکر صحت یافت در مدت معینہ و مرض زائل شد صدر روپیہ از زید خواهد گرفت، اجرة یا انعاماً وگرنہ بیع اجرت بروے عائد نخواهد شد، ایسا معاملہ صحیح است یا نہ، بعضے ایس جا می گویند کہ ایس معاملہ اصلاً صحیح نیست و بعضے می گویند کہ ایس از قبیل قمار بازی است، چہ صحت شخصے غیر اختیاری است، از روئے شرع شریف ہر چہ حکم باشد ارشاد فرمود شدہ تفصیلاً۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

یہ کہنا کہ فی الحال کوئی اجرت نہ ہوگی اس میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ فی الحال اجارہ کی نفی ہے یعنی اس وقت عقد اجارہ نہیں ہے اور زید اپنے طور پر خود علاج کرے گا۔ دوم یہ کہ فی الحال عقد اجارہ ہے مگر اجرت فی الحال نہیں ہے۔ سوم یہ کہ عقد اجارہ، اجرت مقررہ ہے مگر اجرت فی الحال دینی لازم نہیں ہے، یونہی یہ کہنا کہ بطور اجرت یا انعام اس میں بھی ایک

قول قائل "حالا بلا اجرت" سے معنی را محتمل است، یعنی نفی اجارہ یعنی حالا بیع عقد اجارہ نیست زید ہچنان بطور خود دار بے اجارہ کند، دوم نفی اجرت یعنی حالا عقد اجارہ بلا اجرت است، سوم نفی حلول اجرت مقررہ فی الحال دادنی نیست، ہچنان در قول او "اجرة یا انعاماً" محتمل کہ تردید از جانب سائل باشد،

احتمال یہ ہے کہ سوال بھیجنے والے کا خیال ہے دونوں حضرات نے اجرت کی بات کی ہے یا انعام کہا ہے جو اسے متعین طور پر معلوم نہیں ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں فریقوں نے اپنی گفتگو میں کہا ہے اجرت کے طور پر یا انعام کے طور پر لے گا، پھر زید طیب کا یہ کہنا کہ ”لے گا“ اس میں تین صورتیں ہیں اور یوں ہی زید کا کہنا، کہ ورنہ کوئی اجرت بکر کے ذمہ نہ ہوگی کہ اجارہ کے طور پر نہ ہوگی یعنی اجارہ ہی نہیں تو اجرت کیا ہوگی، اور ہو سکتا ہے اجارہ میں مقررہ اجرت کی شرط کی نفی کی ہو، غرضیکہ یہ بات بہت سے پہلو رکھتی ہے اس تقدیر پر کہ زید اور بکر نے صرف اجارہ کے ذکر پر اکتفا کیا ہو تو اجارہ کی صورت ہو گئی ہے اور (ورنہ کچھ اجرت نہ ہوگی) یہ نفی مطلق اجرت کی ہوگی مکمل نفی نہ ہوگی کیونکہ مشروط (مرض) واضح طور پر تحقق ہے، ورنہ مکمل نفی میں اثبات و نفی دونوں احتمال بدستور باقی ہوں گے، کیونکہ انعام اگرچہ صلہ اور تبرع ہوتا ہے مگر ایسے مقام میں بدل اور معاوضہ بھی مراد ہوتا ہے اور انعام کا لفظ صورتاً اگر عدم اجارہ ہے تو پہلے ”فی الحال“ کی قید اور بعد میں ”ورنہ“ کی شرط، اجارہ کے تحقق کی صورت ہے، اور ضابطہ کی بات یہاں یہ ہے کہ اگر زید و بکر نے یہ

یعنی معاملہ کنندگان اجرة گفتند یا انعاماً، یا ہم در کلام ایشان باشد کہ گفتند ”اجرة“ یا انعاماً“ خواہ گرفت، ایں نیز سہ صورت شدہ کذلک قولش ”وگرنہ بیع اجرت برے عائد نخواہد شد“ می شاید کہ بر بنائے نفی اجارہ باشد یعنی اجازہ خود نبود کہ اجرت لازم آمدے، و می تواند بر بنائے انتقائے شرط مقررہ فی الاجارہ بود۔ بالجملہ ایں سخن پہلو ہائے بسیار دارد بر تقدیریکہ زید و بکر اقتضار بر لفظ اجرة کرد باشند اجارہ خود متعین ست و النفی ان کانت کان نفی المطلقة لا النفی المطلق لتحقق المشروط عیاناً، ورنہ اثبات و نفی ہر دو بدستور محتمل، زیرا کہ انعام اگرچہ صلہ یا تبرع را گویند، در ہرچو مقام بر بدل و معاوضہ ہم اطلاق کنند، و لفظ انعام تنہا یا مردداً اگر و بعدم اجارہ دارد قید حالاً ”در سابق“ و شرط ”ورنہ“ در لاجق رو تحقیق اوست، و سخن ضابطہ دریں مقام آنست کہ اگر زید و بکر ازیں کلام عقد اجارہ خواستہ اند و دادن اجرت مشروط بشرط مذکور داشتہ، و از ہمیں قبیل ست تقریر معاوضہ و بدل بر عمل، اگرچہ اجرتش

نگویند و بنام انعام تعبیر کنند فان
المعنى هو المعتبر في هذه
العقود كما نص عليه في الهداية
وغيرها، آنگاه در فساد و حرمت این
عقد سخن نیست، زیرا کہ این تعلیق بالخطر
ست، و عقد اجارہ بچو تعلیقات را بر
نتابد، و نیز صحت خاصہ و این قدر مدت
مقدور طیب نیست، دریں صورت
طیب مستحق اجرت مثل خواهد بود،
اما بیش از قدر معتدور اعنی صد روپیہ
نیابد، اگر در بچو مدت بچو مرض را این
چنین مداوا پیش مردم بصد روپیہ
یا بیش از ازاں ارزد، صد روپیہ
دہندش و بس، و اگر مثلاً یک روپیہ
اجرت مثل ست ہمیں یک دہند، و دگر
بیچ نہ، و اگر مقصود سخن منفی اجارہ حقیقتہ
و وعدہ مجردہ انعام محض بر وجہ تبرع
باشد، مثلاً زید گفت حالا بچپناں
مفت و رائگاں کارے کم بیچ اجارہ
در میان نیست اگر بمدت معلومہ صحت
دست نداد چیزے نہ دہند کہ کار باجرت
خود نبوده است، ورنہ بطور تبرع
صد روپیہ انعام بخشند، بکہ گفت
بچپناں کم این روا و بے عنانکہ
است، زیرا کہ وعدے بیش نیست

کلام عقد اجارہ کے طور پر کیا ہے اور اجرت کی ادائیگی
کو شرط مذکور سے مشروط کیا، اسی قبیل سے معاوضہ
اور بدل کا تقرر عمل پر کرنا ہے اگرچہ اجرت نہ کہیں
اور اس کا نام انعام رکھیں، تو ایسی صورت میں
اس عقد کے فساد اور حرام ہونے میں کوئی شک
نہیں ہے، کیونکہ ان عقود میں معانی کا اعتبار
ہوتا ہے جیسا کہ اس پر ہدایہ وغیرہ میں نص موجود
ہے، اور فساد کی وجہ اس میں یہ ہے کہ اجرت کو
ہونے نہ ہونے والی چیز سے معلق کیا گیا ہے جبکہ
عقد اجارہ ایسی تعلیق کو قبول نہیں کرتا، نیز مکمل صحت
اور مدت کی مقدار طیب کا مقدور نہیں ہے لہذا
ایسی صورت میں طیب مثلی اجرت کا مستحق ہوگا تاہم
وہ مثلی اجرت مقررہ سو روپیہ سے زائد نہ ہوگی، یعنی
اگر ایسی مرض کا اتنی مدت میں ایسا علاج لوگوں کے
ہاں سو روپیہ یا اس سے زائد میں ہوتا ہو تو سو روپیہ
ہی دیا جائے گا اور ایک روپیہ میں ہوتا ہو تو صرف
ایک ہی روپیہ مثلی اجرت دی جائے گی اور اگر زید
بچو کا کلام حقیقی اجارہ کی نفی پر مبنی ہے اور انعام کا
صرف وعدہ بطور تبرع ہے مثلاً زید نے کہا فی الحال
مفت علاج کرتا ہوں اور کوئی اجارہ نہیں ہے اور
مدت معینہ میں صحت یابی نہ ہو تو کچھ نہ دینا کیونکہ یہ
کام اجرت پر نہیں ہے ورنہ صحت یابی کی صورت
میں تبرع کے طور پر سو روپیہ انعام بخشیں کر دینا،
بچو نے جواب میں تسلیم کر لیا کہ ایسا کروں گا، تو یہ
بالکل جائز ہے کیونکہ یہ ایک وعدہ ہے جس میں کوئی

والوعد لا حرج فيه وما كان يخشى
 من جهة تعيين شئ بانراء العمل على تقدير
 الصحة فقد زال بتصريح نفي الاجارة وكون
 ذلك تبوعا بلا عقد فان الصريح
 يفوق الدلالة كما لا يخفى في الهندية سئل
 شمس الائمة الاوزجندی عن دفع الی
 طبیب جاریة مریضة وقال له عالجهما
 بمالك ، فما يزداد من قيمتها بسبب
 الصحة فالزيادة لك ففعل الطبيب و
 برئت الجارية فللطبيب على المالك
 اجر مثل المعالجة ، وثمان الادوية والنفقة
 وليس له سوى ذلك شئ ، كذا في المحيط ،
 وفيها عن البرازية دفع جارية مریضة
 الی طبیب وقال عالجهما فان برئت فما زاد
 من قيمتها بالصحة بيننا فعالجها حتى
 صحت له اجر المثل الخ ، و
 فيها عن المحيط الاصل ان
 العقد اذا فسد مع كون المسمى
 كله معلوما المعنى اخر
 يجب اجر المثل ولا يزداد على
 المسمى ، حتى ان المسمى
 اذا كان خمسة و اجر المثل عشرة يجب
 خمسة لا غير ، وينقص عن

حرج نہیں ہے اور یہ احتمال کہ عمل کے مقابلہ میں اجرت
 کا تعین ہے تو یہ احتمال اجارہ کی صراحتہً نفی سے ختم
 ہو جاتا ہے کیونکہ صریح بات محض دلالت پر فائز
 ہوتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ہندیہ میں ہے
 کہ شمس الائمة اور جندی سے سوال ہوا کہ ایک شخص
 نے طبیب کو کہا میری مریضہ لونڈی کا اپنے خرچ سے
 علاج کرو اور صحت ہو جانے پر اس کی جتنی زائد
 قیمت ہوگی وہ تیری ہوگی تو طبیب کے علاج سے
 وہ تندرست ہوگئی تو مالک پر طبیب کے لئے مثلی اجرت
 ہوگی اور ساتھ ہی دوائیوں کی قیمت اور لونڈی کی
 خوراک کا خرچہ بھی طبیب کو دے گا ، طبیب کو
 اس سے زائد کچھ استحقاق نہ ہوگا ، محیط میں یوں ہے
 ہندیہ میں برازیہ سے منقول ہے کہ مریض لونڈی طبیب
 کے سپرد کر کے کہا کہ اس کا علاج کرو اور اس کی
 صحت پر جتنی قیمت زائد حاصل ہوگی وہ میرے
 اور تیرے درمیان تقسیم ہوگی ، تو اگر مریضہ تندرست
 ہوگئی تو معالج کو صرف مثلی قیمت دی جائیگی الخ ،
 اور ہندیہ میں محیط سے منقول ہے ، قاعدہ یہ ہے
 کہ اگر عقد کسی خارجی وجہ سے فاسد ہو جائے
 تو مثلی اجرت لازم ہوتی ہے ، اور مقررہ اجرت
 سے زائد نہ ہونی چاہئے ، حتیٰ کہ اگر مقررہ اجرت
 پانچ درہم ہے اور مثلی اجرت دس درہم ہے تو
 پانچ ہی دئے جائیں گے ، زائد نہیں ، مثلی اجرت

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارات الباب الثانی والثلاثون نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۲۸/۴

المسمى حتى انه اذا كان اجر المثل خمسة
والمسمى عشرة يجب خمسة اھ مختصراً
وفيها عن الخانية ذكر محمد رحمه الله تعالى
الحيلة في استيجار السمسار وقال يا مراه
ان يشتري له شيئاً معلوماً او يبيع و لا
يذكر له اجراً ثم يواسيه بشئ ا ما هبة
او جزاءً للعمل فيجوز ذلك لمساس
الحاجة اھ قلت فاذا جاز لعدم ذكر
الاجر فلان يجوز بذكر عدم الاجر اولى
كما لا يخفى - والله سبحانه وتعالى اعلم
جائز ہے تو اجرت کی نفی پر بطریق اولیٰ کچھ دینا جائز ہوگا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ و
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۳ از شہر کہنہ

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا، یا ان کا
کپڑا مکان پر لاکر سینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

انگریز کی سلائی کی نوکری کرنے یا گھر پر لاکر اس کا کپڑا سینے میں کوئی مضائقہ نہیں، جبکہ کسی
مخدور شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاویٰ قاضیخان میں ہے:

مسلمان نے اپنے آپ کو عیسائی کا اجیر بنایا
اگر اس کی ذاتی خدمت کے علاوہ کوئی کام اجرت
پر کرے تو جائز ہے الخ۔ اور اس کی مکمل بحث

اجر نفسه من نصرانی ان استاجرہ
لعمل غیر الخدمۃ جائز الخ، وتمامہ فی
غیر العیون۔ واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارات الباب الخامس عشر الفصل الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/۲۲۲

۲۔ " " " " الفصل الاول " " " " ۳/۲۲۱

۳۔ فتاویٰ قاضیخان " " باب الاجارة الفاسدة نوکشور لکھنؤ ۳/۲۳۳

و علمہ جل مجدہ اتم واحکم -
غز العیون میں ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ
جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ از شہر کہنہ

غزہ محرم الحرام شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے ایک مکان معصن و احاطہ کے ایک سال کے واسطے کرایہ پر لیا اور احاطہ کی دیواریں نصف بنی ہوئی تھیں۔

زید نے عمرو سے کہا کہ احاطہ کی دیواریں پوری بنوادو۔ عمرو نے وعدہ کیا کہ میں دو تین روز میں دیواریں بنوادوں گا، تم لکڑی ڈالو اور کرایہ نامہ سال بھر کا لکھ دیا عمیر، ماہواری حساب سے، زید نے اپنا ایک شریک کر کے اس میں لکڑی ڈالی، اور زید نے عمرو سے کہا کہ اپنے وعدہ کے موافق دیواریں بنوادو، عمرو نے جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں ہے، دو مہینے کے بعد بنوادوں گا، تم ایک آدمی اپنے مال کی حفاظت کے واسطے نوکر رکھ لو، جب تک دیواریں نہ تیار ہوں، زید نے کہا کہ میں غریب آدمی ہوں اس قدر مجھ میں طاقت نہیں ہے کہ میں نوکر بھی رکھوں اور کرایہ مکان بھی دوں، اور جو شریک زید کا ہوا تھا وہ بھی دو چار روز کے بعد شرکت چھوڑ کر چلا گیا، بعد ایک ہفتہ کے زید نے مجبور ہو کر بوجہ اپنے نقصان کے لکڑی اس مکان سے اٹھالی اور کچی عمرو کو دے دی، عمرو نے زید سے کہا کہ میں تم سے کرایہ ایک سال کا لوں گا۔ زید نے کہا کہ جب دیواریں بنوادو گے اس وقت میں ٹالی لکڑی ڈالوں گا تب کرایہ تم کو دوں گا، پھر عمرو خاموش ہو رہا، اور اب چار مہینے کے بعد عمرو نے دیواریں بنانے کا قصد کیا ہے اور زید سے کہا ہے کہ تم لکڑی ڈالو۔ زید نے کہا کہ اب میرے پاس روپیہ نہیں ہے بوجہ ناداری کے مجبور ہوں۔

پس اس صورت میں زید سے جبراً کرایہ سال بھر کا عمرو کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، مگر یہ ہے کہ مقدار دیواروں کی ڈیڑھ گز کی اونچائی اور ایک جانب مکان کا دروازہ اور بنیاد دیوار ہے اور اس جانب کچھ حفاظت نہیں ہے دیواروں کا بنوادینا عقد سے پہلے ہوا تھا اور وقت فیصلہ کرایہ کے بھی عمرو نے اقرار کیا تھا اور کہا تھا کہ میں تین تین گز کی دیواریں اونچی کرادوں گا چاروں طرف، اور بعد ایک ہفتہ کے چابی عمرو نے زید سے طلب کی، زید نے چابی دی، عمرو کی جانب سے خاموشی ہوئی۔ فقط۔ بینوا تجروا

الجواب

یہ سوال مختلف وجوہ پر پیش کیا گیا، اگر صورت واقعہ یہی ہے تو اس شکل میں زید پر سال بھر کا کرایہ لازم نہیں۔ دیواریں اس قدر چھوٹی ہونا جس میں مال کی حفاظت نہ ہو بلاشبہ عذر صحیح ہے

اور اس کا مضر و مغل منفعت مقصودہ ہونا ظاہر و صریح ہے، تو ذہبِ اصح و معتد پر زید با اختیار خود اس اجارے کو فسخ کر سکتا تھا اگرچہ عمر و نمانے، یہاں جبکہ خود عمرو نے کنجی مانگ لی اور زید نے دے دی، جب عمرو نے کہا میں کرایہ سال بھر کالے لوں گا، اس نے وہ جواب دیا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ اس وقت اجارہ باقی نہیں رکھتا بعد دیواریں بنوادینے کے اس کا وعدہ کرتا ہے، اور عمرو اس جواب پر خاموش ہو رہا، تو ہر طرح اجارہ فسخ ہو گیا، اور روز سپردگی کلید سے زید کے ذمہ کرایہ لازم نہ رہا،

ردالمحتار میں ہے سید ابوسعود کے حاشیہ الاشباہ سے بحوالہ علامہ ببری منقول ہے، حاصل یہ ہے کہ ایسا عذر جس کی وجہ سے معقود علیہ بغیر ضرر پورا نہ ہو سکتا ہو خواہ ضرر جان کا ہو یا مال کا ہو تو عذر والے کو اس عقد کے فسخ کا حق ہے۔

فی رد المحتار عن حاشیة الاشباہ للسید ابی السعود عن العلامة البیری، المحاصل ان کل عذر لا یکن معه استیفاء المعقود علیہ الا بضر یرلحقہ فی نفسہ او مالہ یتثبت له حق الفسخ۔

در مختار میں ہے،

کرایہ والے مکان کی تعمیر، لپائی اور پر نالہ اور جو بھی مرمت مکان کی عمارت کی اصلاح کے لئے ہو وہ مالک مکان کے ذمہ ہے، اگر وہ اس سے انکار کرے تو کرایہ دار کو حق ہے کہ وہ مکان چھوڑ دے، ہاں اگر کرایہ دار نے اسی حالت میں دیکھ کر لیا تو اس کو یہ حق نہیں کیونکہ وہ عیب دیکھنے کے باوجود لینے پر راضی ہوا تھا اور جو ہرہ میں ہے کہ کرایہ دار قضا کے بغیر خود عقد کو فسخ کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں، اور الاشباہ کے حاشیہ میں نہایت کی طرف منسوب ہے کہ اگر واضح عذر ہو تو اسے فسخ کا اختیار ہے اور اگر مشتبہ معاملہ ہو تو پھر اختیار نہیں،

عمارة الدار المستأجرة و تطيينها و اصلاح الميزاب وماكان من البناء علی سرب الدار وكذا كل ما یخل فان ابی صاحبها ان یفعل كان للمستأجر ان یخرج منها، الا ان یكون استأجرها وهی كذلك وقد سألها الرضاة بالعیب وفي الجوهرة وله ان یتفرد بالفسخ بلا قضاء، قلت و فی حاشیة الاشباہ معزیا للنہایة، ان العذر ظاهرا یتفرد وان مشتبها لا وهو الاصح ملخصا، قلت و ظاہر

ردالمحتار کتاب الاجارات باب الاجارة الفاسدة دار اجار التراث العربی بیروت ۵/۵
رد مختار کتاب الاجارة باب فسخ الاجارة مطبع معتبائی دہلی ۱۸۳/۲

بل اعظمها في القانون الراجح حيث
لا يقبل كثير من الصوك الا بها ، فكان
القائم بها معينا في ثبوت الربا
الحرام شرعا ، وقد قال تعالى ولا
تعاونوا على الاثم والعدوان
ثم هو ينسخ الصك ويحفظ نسخة
في قبطرة ، فكان احد الكاتبين
بل الكاتب الاعظم لما مر ،
وقد اخرج مسلم في صحيحه
عن جابر بن عبد الله رضي الله
تعالى عنها قال لعن رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم اكل
الرباء ومؤكله وكاتبه وشاهديه ،
وقال هم سوء^۲ واخرج ابو داود
والترمذی ، وصححه ابن ماجه
وابن حبان في صحاحهم عن
ابن مسعود رضي الله تعالى عنه ، قال
لعن رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم اكل الرباء و
مؤكله وشاهديه وكاتبه ، واخرج احمد
وابو يعلى وابنا خزيمه وحبان في صحيحهما عنه

پر بڑی شہادت ہے ، بلکہ راجح قانون میں کوئی
بھی رسید و چیک وغیرہ اس عہدہ کی شہادت
کے بغیر قبول نہیں کئے جاتے تو اس عہدہ پر
قائم شخص سودی اور حرام معاملات پر معاون ہوتا
ہے ، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :
گناہ اور عداوت پر باہمی تعاون نہ کرو ، پھر یہ
عہدیداران چیکوں کو لکھتا اور اپنے محافظ خانہ
میں اس کی تحریر کو محفوظ کرتا ہے تو بھی ایک
کاتب بلکہ بڑا کاتب ہے جیسا کہ گزرا ، حالانکہ
مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ، انھوں
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
سود کھانے ، کھلانے ، اس کی شہادت دینے
والوں پر لعنت فرمائی ، اور فرمایا یہ سب برابر مجرم
ہیں ، اور ابو داؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ ، ابن حبان
نے اپنی اپنی صحاح میں اسکو صحیح کہا کہ عبد اللہ بن مسعود نے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
سود کھانے ، کھلانے ، اس کی شہادت دینے
والوں پر لعنت فرمائی ہے اور احمد ، ابو یعلیٰ اور ابن خزیمہ
ابن حبان دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

۱۷ القرآن الکریم ۲/۵

۲۷ صحیح مسلم کتاب المساقات والمزارعة باب الربو قیدی کتب خانہ کراچی ۲۷/۲
۳۷ جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء فی اکل الربو امین کتب دہلی ۱۲۵/۱
سنن ابی داؤد ۲/۱۱۷ ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۶ ، موارد النظم حدیث ۱۱۲ المطبوعہ السلفیہ ص ۲۷۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اکل الربا وموكله
 وکاتبه وشاهداه اذا علموا به ملعونون
 علی لسان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم هذا مختصر، واخرج الطبرانی فی
 الکبیر عنه رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن
 مرفوعا الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
 سلم "لعن اللہ الربا واکله وموكله وکاتبه
 وشاهداه وهم یعلمون" الحدیث ،
 فقد جمع ثلثة وجوه للتحريم اعانة الاثم
 وکتابه الربا وشهادته ، والعیاذ باللہ تعالیٰ
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۷۷ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، سوڈ کھانے،
 کھلانے والا، اس کے کاتب اور گواہ جانتے
 ہوئے یہ عمل کریں وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی زبان مبارک پر ملعون ہیں، یہ مختصر ہے۔ اور
 طبرانی نے اپنی کبیر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے حسن سند کے ساتھ مرفوع حدیث
 میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سوڈ کھانے،
 کھلانے، لکھنے اور گواہی دینے والے پر جبکہ
 وہ جانتے ہوئے یہ عمل کریں، لعنت فرمائی ہے،
 الحدیث، تو بیشک حرمت کے تین وجوہ، گناہ میں
 اعانت، سوڈ کی کتابت اور گواہی، کا سبب حشر طار
 جامع ہوتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (انت)

۱۶۷ مسئلہ از شہر کہنہ مسؤلہ ظہور محمد خاں

۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و فضلاء شریعت آئین اس مسئلہ میں کہ دو شخصوں کے درمیان
 دوستی محض اللہ واسطے ہو، ایک شخص اپنے دوسرے دوست کی اولاد کو کلام مجید محض اللہ واسطے
 پڑھاتا ہے، تنخواہ نہیں لیتا، لڑکوں کا باپ محض اپنے اخلاص اور محبت سے اس دوست کو کوئی چیز بلا قیمت
 کے دے، اور یہ اس کا خیال نہ ہو کہ پڑھانے کا بدلہ کرتا ہوں، تو ایسی حالت میں عوض پڑھانے کا تو نہیں
 ہو جائیگا؟

الجواب

جبکہ اس کی نیت نہ اجرت لینے کی ہے نہ اس کی نیت اجرت دینے کی، تو اجرت تو وہ ضرور نہیں
 نہ اس سے بچنا لازم، مگر ورع کا مقام برتنا چاہیے تو یہ نظر کرے کہ بغیر اس علاقہ کے
 پہلے بھی وہ کبھی اس کو اس قسم کا ہدیہ دیتا تھا، جب تو وہ بلا دغدغہ ہدیہ خالصہ ہے، اس کا قبول کرنا

۱۔ مسند احمد بن حنبل مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۹/۱
 موارد النظمان حدیث ۱۱۵۴ ص ۲۸۱ و مسند ابو یعلیٰ ۱۱۳/۵
 المعجم الکبیر حدیث ۱۰۰۵۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱۳/۱۰

سنت ہے، اور اگر پہلے کبھی ایسا معاملہ نہ تھا اس علاقہ کے بعد ہی اس نے ایسا کیا تو جو اپنے لئے ثواب خالص رکھنا چاہے اسے اس سے بچنا اولیٰ ہے، امام حمزہ زیات رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ قرآن سبوعہ سے ہیں، پیاسے تھے راہ میں ایک محلہ پر گزر ہوا، چاہا کہ کسی مکان سے پانی منگا کر پی لوں، پھر یاد آیا کہ اس محلہ کے بعض لڑکوں نے مجھ سے قرآن عظیم پڑھا ہے، خوف فرمایا کہ مبادا اس کا عوض نہ ہو جائے، پیاسے تشریف لے گئے، اور وہاں پانی طلب نہ فرمایا، مگر یہ مقام تقویٰ کے مقام سے بھی اعلیٰ دقیق ورع کا ہے، وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶۸

زید نے اپنی ایک قطعہ زمین چار سال میعاد معین کر کے عمرہ کے پاس اس شرط پر اجارہ دیا کہ اس زمین کی پیداوار کے تم مالک ہو، خواہ پیدا ہو یا نہ ہو صرف چار من دھان ہر سال مجھ کو دینا۔

الجواب

یہ اجارہ فاسد اور عقد حرام و واجب الفسخ ہے کہ اس میں مالک زمین کے لئے ایک مقدار معین دھان کی شرط کی گئی، اور وہ قاطع شرکت ہے کہ ممکن ہے کہ چار ہی من دھان پیدا ہوں، یا اتنے بھی نہ ہوں،

فی تنویر الابصار، المزاجۃ تصح بشرط
الشركة فی الخارج فتبطل ان شرط
لاحد ہما قفران مسماۃ اھ ملتقطا۔
تنویر الابصار میں ہے زمین مزارعت پر دینا جائز
ہے بشرطیکہ پیداوار میں دونوں کی شرکت ہو
اور اگر ایک فریق کے لئے مقررہ مقدار مثلاً

دوقفیز کی شرط کی ہو تو مزارعت باطل ہے اھ ملتقطا (ت)

بلکہ یوں کہنا لازم ہے کہ مثلاً نصف یا ثلث یا ربع پیداوار پر یہ زمین تیرے اجارہ میں دی
پھر اگر کچھ نہ پیدا ہو تو حسب قرار داد اس کا نصف یا ثلث یا ربع مالک زمین کے لئے ہوگا، اور
کچھ نہ پیدا ہو تو کچھ نہیں، یہ شرط لگانا کہ کچھ نہ پیدا ہو جب بھی مجھے اتنا ملے یہ بھی مفسد و حرام ہے،
فی الدر المختار واذا صحت فالخارج
در مختار میں ہے مزارعت صحیح ہو تو پیداوار میں

عہ ہذا ذلۃ الناسخ والصحیح ”کچھ پیدا ہو“ ۱۲۔

على الشرط ولا شئ للعامل ان لم يخرج
شئ في الصحیحة الخ في سرد المختار قبیل
هذا قوله العامل المراد منه من لا بذر
منه اه وفيه ههنا وانما لم يكن له شئ
لانه يستحقه شركة ، ولا شركة في
غير الخارج بخلاف ما اذا فسدت لان
اجر المثل في الذمة ، ولا تفوت
الذمة بعدم الخارج ، هداية .

مشروط تناسب کے مطابق حصہ ہوگا ، اور اگر
صحیح مزارعت میں کوئی پیداوار نہ ہوئی تو کاشتکار
کو کچھ نہ ملے گا الخ ، اور اس سے منظور پہلے رد المحتار
میں ہے ، ماتن کا قول "العامل" اس سے مراد وہ
فریق ہے جس کا بیج نہ ہوا اور اسی میں اس
مقام پر ہے کہ اس کو اس لئے کچھ نہ ملے گا کیونکہ
وہ پیداوار میں شرکت کا حقدار تھا اور جب پیداوار
نہ ہوئی تو اس کی شرکت نہ ہوئی ، اس کے برخلاف

وہ صورت جس میں مزارعت فاسد ہو کیونکہ کاشتکار کے ذمہ زمین کی مثلی اجرت ہوگی وہاں اگر پیداوار
نہ ہو تو بھی اجرت سے اس کے ذمہ میں ہوگی ، ہدایہ - (د)

یہ حکم کہ ہم نے بیان کیا اسی حالت میں ہوتا جب یہ اجارہ صحیح طور پر کیا جاتا ، اب کہ فاسد ہوا ،
اس کا نسخ واجب ہے ، اور پس از نسخ جو سال گزرے اس میں حکم یہ ہے کہ پیداوار ہو یا نہ ہو
بہر حال مالک زمین کو اس کی زمین کا اجر مثل ملے گا ، جو چار من دھان کی قیمت سے زیادہ نہ ہو ، مثلاً
اتنی زمین کی اجرت مثل ایک سال کی دس روپے ہوتے ہوں ، اور چار من دھان چار روپے کو آتے ہوں
تو چار ہی روپے دیئے جائیں گے ، زیادہ نہیں ، اور زمین کی اجرت مثلاً دو روپے ہوں اور دھان چار
روپے کے تو دو ہی روپے ملیں گے ، چار نہ ہوں گے ،

در مختار میں ہے کہ جب مزارعت فاسد ہو تو
پیداوار کا مالک بیج والا ہوگا ، اور دوسرے
فریق کو مثلی اجرت ملے گی تاہم یہ اجرت
عقد میں طے شدہ سے زائد نہ ہوگی اور اگر فاسد
مزارعت میں کوئی پیداوار نہ ہوئی تو اگر بیج عامل

في الدر المختار متى فسدت فالخارج لرب
البذر وللأخر اجر مثل ارضه و
لا يتراد على شرط وان لم يخرج شئ في
الفاسدة فان كان البذر من
العامل فعليه اجر مثل

۱۔ در مختار

۲۔ رد المحتار

۳۔

۲۲۲/۲

مطبع مجتہاتی دہلی

کتاب المزارعة

۱۷۵/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

"

۱۷۷/۵

"

"

"

ہے تو اس پر زمین کی مثل اجرت ہوگی اور مختصراً، ہم نے اتنی عبارت پر اکتفا اس لئے کیا کیونکہ ہمارے علاقہ ہندوستان میں بیج، بسیل اور عمل مزارع کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ زمین والے کی صرف زمین ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

الارض اھ مختصراً، وانما اقتصرنا على هذا لان الواقع في بلادنا الهندية هو ان البذر والبقر والعمل كلها انما يكون من قبل المزارع وليس من سبب الارض الا الارض. واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹

زید کا ایک تالاب ہے، اس کو بعض بیس روپیہ ایک ماہ کی میعاد مقرر کر کے عمر کے تصرف میں دیا، اور کہا اس ایام معینہ کے اندر تم اس تالاب کے پانی سے بہر طور انتفاع حاصل کر سکتے ہو، اور نیز اس تالاب کی مچھلی پکڑ سکتے ہو۔ یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ معرکہ الآراء ہے، عامۃ کتب میں اس اجارے کو محض حرام و ناجائز و باطل فرمایا اور

یہی موافق اصول و قواعد مذہب ہے،

جائز کیسے ہو جبکہ یہ اجارہ عین چیز کو ہلاک کرنے پر منعقد ہوا ہے یعنی پانی، مچھلی کو حاصل کرنے پر، اور وہ زمین جو تالاب میں پانی کی تہ ہے وہ پانی کی موجودگی میں ابھی قابل انتفاع نہیں ہے، حالانکہ اجارہ کے جواز کی شرط ہی یہ ہے کہ وہ چیز فی الحال قابل انتفاع ہو اسی لئے گھوڑی کا بچہ سواری کے لئے اجارہ پر لیتا جائز نہیں ہے، اور امام کردری کی وجہ میں ہے کہ اجارہ اگر کسی عین چیز کو ہلاک کرنے پر ہو تو صحیح نہ ہوگا، اس لئے جھاڑیوں اور حوض کو اجارہ پر دینا

کیف وہی اجارۃ وردت علی استهلاك عین اعنی الماء و السمک، و الارض التي تحت الماء لا تصح للانتفاع بها فی الحال، و هو شرط جواز الاجارۃ، ولذا لم یجز اجارۃ الجحش للركوب، فی وجیز الامام الكردی الاجارۃ اذا وقعت علی العین لا یجوزنا فلا یصح استیجار الاجام والحياض لصید السمک او

مچھلی پکڑنے یا کانے اکھاڑنے اور ایندھن کاٹنے
یا حوض کا پانی اپنے پینے یا جانوروں کو پلانے
کے لئے کرایہ پر لینا جائز نہیں ہے اور یوں چراگاہ
کو اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے اھ، اور
در مختار میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ جوہر کا اجارہ
مچھلی پکڑنے کے لئے جائز ہے اھ، اور رد المحتار
میں بحر سے انھوں نے ایضاح میں اس کا
عدم جواز نقل کیا ہے اور انھوں نے کہا کہ

ایضاح کا بیان قواعد فقہیہ کے مطابق عدم جواز کے زیادہ مناسب ہے (ملخصاً)۔ (ت)

در مختار میں مضمرات سے منقول ہے کہ نہر اور
راجیہ کو پانی سمیت اجارہ پر دینا ہے ،
عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے اھ (ت)

اور احوط یہ ہے کہ تالاب کے کنارے کی چند گز زمین محدود معین کرانے پر دے اور پانی وغیرہ
سے ارتفاع مباح کر دے، یوں اسے کرایہ، اور اسے پانی، مچھلی، گھاس جائزہ طور پر مل جائیں گے،
بزازیہ میں ہماری نقل کردہ عبارت کے بعد فرمایا
ان سب چیزوں میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ وہاں
جانور کے بارہ کے لئے سبگہ کو اجارہ پر دے

اور حوض وغیرہ کا پانی اور چراگاہ کو جانوروں کے لئے مباح کر دے الخ (ت)

یا زراعت کو کنارے کی زمین اور تالاب جس سے اس زمین کو پانی دیا جائے سب ملا کر کرانے پر

۱۵ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الجارات الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴۷/۴۸

۲۴/۴ مطبع مجتہبائی دہلی

۱۰۷/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۰/۴ مطبع مجتہبائی دہلی

۴۸/۵ نورانی کتب خانہ پشاور

رفع القصب ، وقطع الحطب ، اولیستی
ارضہ ، اوغنه منها وکذا اجارة
المرعی اھ وفي الدر المختار عن البحر
الرائق لم تجز اجارة بركة لیصاد منها
السک اھ وفي رد المحتار نقل فی البحر
عن الايضاح عدم جوازها قال و
ما فی الايضاح بالقواعد الفقہیة الیق
لعدم الصحة (ملخصاً)۔

ایضاح کا بیان قواعد فقہیہ کے مطابق عدم جواز کے زیادہ مناسب ہے (ملخصاً)۔ (ت)
اور جامع المضمرات میں جواز پر فتویٰ دیا ،

فی الدر المختار وجاز اجارة القناة
والتهر مع الماء به یفتی لعموم البلوی
مضمرات انتھی۔

اور احوط یہ ہے کہ تالاب کے کنارے کی چند گز زمین محدود معین کرانے پر دے اور پانی وغیرہ
سے ارتفاع مباح کر دے، یوں اسے کرایہ، اور اسے پانی، مچھلی، گھاس جائزہ طور پر مل جائیں گے،
بزازیہ میں ہماری نقل کردہ عبارت کے بعد فرمایا
ان سب چیزوں میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ وہاں
جانور کے بارہ کے لئے سبگہ کو اجارہ پر دے

اور حوض وغیرہ کا پانی اور چراگاہ کو جانوروں کے لئے مباح کر دے الخ (ت)

یا زراعت کو کنارے کی زمین اور تالاب جس سے اس زمین کو پانی دیا جائے سب ملا کر کرانے پر

۱۵ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الجارات الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۴۷/۴۸

۲۴/۴ مطبع مجتہبائی دہلی

۱۰۷/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۰/۴ مطبع مجتہبائی دہلی

۴۸/۵ نورانی کتب خانہ پشاور

دے کہ تالاب کا اجارہ بھی بالبتبع جائز ہو جائے ،
 فی البزازیة لم تصح اجارة الشرب
 لوقوع الاجارة علی استهلاك العین
 مقصوداً الا اذا اُجر او باع مع الارض
 فحينئذ یجوز بیعا ، ولو باع ارضاً
 مع شرب ارض اخرى ، عن ابن سلام
 انه یجوز ، ولو اُجر ارضاً مع شرب
 ارض اخرى لا یجوز ، لان الشرب
 فی البیع تبع من وجه ، اصل
 من وجه حیث انه یقوم بنفسه
 وتبع من حیث انه لا یقصد
 لعینه فمن حیث انه تبع لا یباع
 من غیر ارض ومن حیث
 انه اصل یجوز مع ای ارض
 کانت ، والشرب فی الاجارة تبع
 من کل وجه لان الانتفاع بالارض
 لا یتھیأ بدونه ، فلم تجز اجارة
 الشرب مع ارض اخرى ، كما
 لم یجوز بیع اطراف العبد
 تبعاً سرقبة اخرى
 اه

بزازیہ میں ہے کہ پانی کی باری کا اجارہ صحیح نہیں
 کیونکہ اس میں عین چیز کو مقصوداً ہلاک کرنے
 پر اجارہ ہے ہاں اگر زمین کے ساتھ پانی کو فروخت
 کیا جائے یا اجارہ پر لیا جائے تو اس صورت
 میں جائز ہے اور اگر زمین کے ساتھ دوسری
 زمین کے سیرابی پانی کو فروخت کرے تو ابن سلام
 سے مروی ہے کہ یہ جائز ہے اور اگر زمین کو اجارہ
 پر دوسری زمین کے سیرابی پانی کے ساتھ دے
 تو یہ ناجائز ہے کیونکہ سیرابی پانی زمین کی بیع
 میں من وجہ اصل ہے کیونکہ وہ بنفسہ قائم ہے
 اور من وجہ تابع ہے کیونکہ بنفسہ مقصود نہیں ہے
 تو تابع ہونے کی حیثیت سے زمین کی بیع کے بغیر
 اس کی بیع ناجائز ہے اور اصل ہونے کی
 حیثیت سے اس کی بیع کسی بھی زمین کے ساتھ
 جائز ہے جبکہ سیرابی پانی اجارہ میں ہر لحاظ سے
 تابع ہے کیونکہ اجارہ میں زمین سے انتفاع
 پانی کے بغیر مہیا نہیں ہوتا تو پانی کو دوسری
 زمین کے اجارہ کے تابع کرنا جائز نہیں ہے جیسے
 ایک غلام کے اعضاء کو دوسرے غلام کے تابع
 بنا کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے اھ

عہ فی الاصل "یجز لعلہ من قلم التاسمخ، عبدالمنان۔

۱۷۱-۲۲/۶ نوری مکتب خانہ پشاور

اقول ووقع في ردالمحتار هنا تر الل
 قلم فانه قال في شرح قول
 المضمرات البارمانصه قوله مع
 الماء اي تبعا قال في كتاب
 الشرب من البزازية لم تصح
 اجارة الشرب الى اخره وذكر
 بعض ما ذكرنا من عبارتها،
 فجعل مورد المضمرات والبزازية
 معا واحدا، وعندى ليس
 كذلك فان اجارة البزازية
 فيما اذا اجر ارضا للزراعة
 ولها شرب تسقى بها فاجر
 شربها معها، وجوانر هذا
 ماش على الاصول غير محتاج
 الى استناد لعموم البلوى فكم
 من شئ يجوز ضمنا لا قصدا،
 اما جام مع المضمرات فانما
 حكم بجوانر اجارة النهر و
 لم يقل مع الارض بل مع
 السماء، وانما قاله لان النهر
 اليابس ارض قراح فلا يعتري
 شك في جوانر اجارته قال
 في الوجيز كما نقل عنه في ردالمحتار

اقول (میں کہتا ہوں) ردالمحتار میں اس مقام
 پر قلمی خطا واقع ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے
 مضمرات کی مذکورہ عبارت کی شرح میں یہ عبارت
 لکھی قولہ مع الماء ای تبعا پانی سمیت یعنی
 بالبتبع، اور انھوں نے کتاب الشرب میں لکھا
 بزازیہ سے منقول ہے کہ سیرابی پانی کی بیع جائزہ
 نہیں ہے الی آخرہ۔ اور ساتھ ہماری نقل کردہ
 عبارت ذکر کی، اس طرح انھوں نے مضمرات
 اور بزازیہ دونوں کی ذکر کردہ مورد کو ایک ہی معنی
 دیا جبکہ میرے نزدیک ایسے نہیں ہے کیونکہ
 بزازیہ میں اجارہ کی صورت یہ ہے کہ زمین زرعت
 کے لئے اجارہ پر دی اور اس زمین کا سیرابی پانی
 ہو جس سے اس کو سیراب کیا جاتا ہو تو زمین کے
 ساتھ اس پانی کا اجارہ جائز ہے اور یہ جواز
 اصول پر مبنی ہے کسی عموم بلوی کی طرف منسوب
 کرنے کی اسے ضرورت نہیں ہے بہت سے
 امور ضمناً جائز اور مقصوداً ناجائز ہوتے ہیں،
 لیکن مضمرات نے نہر کے اجارہ کے جواز کی بات
 کی ہے انھوں نے نہر کے ساتھ پانی کو ذکر
 کیا نہ کہ زمین کو، انھوں نے یہ بات اس بنا پر
 فرمائی ہے کہ خشک نہر خالص زمین ہے اس
 کے اجارہ کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے،
 وجیز میں فرمایا جیسا کہ ردالمحتار میں چند سطروں

کے بعد فرمایا کہ کسی نے خشک نہریا زمین یا چھت معینہ مدت کے لئے کرایہ پر لی اور کسی عمل وغیرہ کو ذکر نہ کیا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور وہ نہر میں پانی جاری کرے تو جائز ہے اور، لیکن پانی سمیت نہر کا اجارہ یہ ایسی صورت ہے جس کو قواعد بطلان قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ عین چیز کو ہلاک کرنے پر اجارہ ہے اس لئے اس اجارہ کے جواز کو عموم بلوی سے استناد کی ضرورت ہے جیسا کہ دودھ پلانے والی عورت کا اجارہ جائز ہے حالانکہ یہ بھی عین چیز (دودھ) کو ہلاک کرنے پر اجارہ ہے، اگر ردالمحتار کی توجیہ میں یہ کہا جائے کہ ان کی مراد نہر کی وہ زمین جو پانی کے تحت ہے اس کے اجارہ میں پانی کا اجارہ بالبتبع جائز ہے، اور اسی معنی پر بزازیہ کے قول "الایہ کہ زمین سمیت پانی کا اجارہ ہو" کو محمول کرتے ہوئے انہوں نے یہ بات کی ہے، تو اس توجیہ کا بطلان بزازیہ کی مکمل عبارت جس کو ہم نے ذکر کیا ہے، سے ظاہر ہے کیونکہ وہ صریح نص ہے کہ یہاں مراد وہ سیرابی پانی ہے جس سے وہ بیخ شدہ یا اجارہ پر دی ہوئی زمین سیراب ہوتی ہے نہ کہ پانی کے تحت والی زمین مراد ہے، نیز ہمارے پہلے اشارہ ذکر کردہ ضابطہ کہ اجارہ کی بنیاد یہ ہے کہ وہ چیز مقصود نفع کی فی الحال صلاحیت رکھتی ہو نہ کہ بعد میں متوقع صلاحیت والی ہو، کے

بعد اسطر، استاجر نہر یا بسا، او ارضا، او سطحاً، مدۃ معلومة ولم یقل شیئاً صحیح، ولہ ان ینجرى فیہ الماء آھ، اما النھر مع الماء فہذا ہو الذی تقتضی القواعد بطلان اجارته لانہا اجارۃ وقع علی استهلاك عین فاحتاج الی الاستناد لعموم البلوی کما جاز اجارۃ الظنوم انہا ایضاً علی استهلاك عین، وان قیل ان المراد اجارۃ ارض النھر التی تحت الماء ویكون الماء تبعاً لہا وحمل علیہ قول البزازی "الا اذا اجرا و باع مع الارض فمع ظہور بطلانہ بما ذکرنا من تمام کلام البزازی" فانہ نص صریح فی ان المراد تبعیۃ الشرب للارض تسقی منه لا لارض تحتہ لا یتقیم ایضاً قطعاً لما قد منا الاشارة الیہ ان الاجارۃ تعتمد صلاحیۃ الانتفاع بالنفع المقصود المعتاد فی الحال لانی المال ولذا لم تجز اجارۃ

الجحش، ومعلومات ارض
النهر مع الماء لا تصلح
للانتفاع غير الانتفاع بالماء
وهو استهلاك العين، فاذا
لم تستقم في الاصل
فكيف يجوز في التبع، و
ما تقدم من الحيلة
فانما هو فيما اذا اجر
ارضنا حول الماء فانها
الصالحة للعطن، فيحصل
له الاجر بوجه جائز، وللمستاجر
الماء والكلاء، فالحق ان
الماشي على الاصول
في اجارة البركة والقناة
والنهر من دون الارض،
تسقى منه هو البطلان،
وان ما ذكر في البرازية
وغيرها من صور المجواز
فلا مساس لها به، ولا يمكن
حمل ما في جامع المضمرة على شئ
منها، ولقد احسن اذ علل الافاء بعموم
البلوی لا يحصل الجواز بالتبع، فاذن
ان عمل بقوله به يفتى فلا شك ان قضية
اطلاق الجواز وهو الايسر، والاحوط مامر،
فعليه فليقتصر هذا ما عندى والعلم

پیش نظریہ توجیہ قطعاً باطل ہے کیونکہ پانی والی نہر
کی زیریں زمین فی الحال انتفاع کی صلاحیت نہیں
رکھتی جس کو مستقل طور پر اجارہ پر دیا جائے، اسی
قاعدہ کی بنا پر گھوڑی کا بچہ سواری کے لئے اجارہ
پر دینا ناجائز ہے، پھر خالص پانی کا اجارہ ہوگا تو
اس سے عین کو ہلاک کرنے پر اجارہ لازم آئیگا،
نیز جب اصل نہر کی زمین کا اجارہ درست نہیں ہے
تو اس سے تابع پانی کا کیسے جائز ہوگا، اور گزشتہ
حیلہ جواز وہ صرف اس صورت میں ہے کہ پانی
والے حوض کے ارد گرد والی زمین کو اجارہ پر
حاصل کرے کیونکہ وہ فی الحال جانوروں کو بانڈھنے
اور رکھنے کے لئے قابل انتفاع ہے جس سے جائز
طریقے پر اجرت حاصل ہوگی اور مستاجر کو پانی اور
گھاس بالتبع حاصل ہوگا، اصول کے مطابق
حق یہ ہے کہ جوہڑ، راجباہ اور نہر کے پانی کا
اجارہ اس سے سیراب ہونے والی زمین کے اجارہ
کے بغیر باطل ہے اور بزازیہ وغیرہ میں مذکور وجہ
جواز سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے اور نہ ہی
مضممرات کے بیان کو کسی طرح اس پر محمول کیا جاسکتا
ہے، تو بہت اچھا کیا کہ فتویٰ جواز کی وجہ عموم بلوی
کو بنایا ہے بالتبع حصول جواز کو نہ بنایا، تو اب
اس کے قول بہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے) پر
اگر عمل کیا جائے تو مطلق جواز کی راہ آسان ہے،
اور زیادہ احتیاط جو پہلے گزری ہے، تو اسی کو
اپنایا جائے، یہ مذکورہ بحث میری ہے جبکہ حق

بالحق عند عزیز الاکبر - واللہ سبحنہ
وتعالیٰ اعلم۔

کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ واللہ سبحنہ
وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از شہر مبین سنگھ ملک بنگالہ ڈاکخانہ پانکڑا موضع کروا مرسلہ محمد زینت اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ملک بنگالہ میں جب کسی نے برائے ثواب رسائی اپنے میت کے تلاؤں یا طلباؤں سے قرآن شریف پڑھوایا، یا بعد کو جو کچھ ان کو دیا جاتا ہے وہ خود نہیں مانگتے، بلکہ خود پڑھوانے والا ان کو دیتا ہے، یہ طریقہ ہمارے یہاں عام رواج ہے، تو یہ لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طریقہ پر ہے؟ اور ایسے ہی بعد پڑھوانے مولود شریف کے جو کچھ دیا جاتا ہے بغیر طلب کرے مولود خواں کے یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا، بحوالہ کتب جواب عنایت ہو با دلیل۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ طاعت و عبادات پر اجرت لینا دینا (سوائے تعلیم قرآن عظیم و علوم دین و اذان و امامت وغیرہ) معدودے چند اشیاء میں سے ہے جن پر اجارہ کرنا متاخرین نے بنا چاری و مجبوری بنظر حال زمانہ جائز رکھا، مطلقاً حرام ہے، اور تلاوت قرآن عظیم بغرض ایصالِ ثواب و ذکر شریف میلاد پاک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور منجملہ عبادات و طاعت ہیں تو ان پر اجارہ بھی ضرور حرام و محذور،

سید محقق محمد بن ابن عابدین شامی نے درمختار کے حاشیہ ردالمحتار میں جیسا کہ اس کی تحقیق فرمائی، اس مسئلہ میں ان کا ایک مستقل رسالہ ہے جس کا نام "شفا العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالختمات و التھلیل" رکھا ہے، انہوں نے خود فرمایا کہ درمختار کے محشی اپنے زمانہ کے فقیہ العصر، وحید دہر سید احمد طحاوی سابق مفتی مصر نے اس رسالہ کا مطالعہ فرما کر اس پر تقریظ لکھی اور تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے، اور دیگر

کما حققه السيد المحقق محمد بن عابدین الشامی فی رد المحتار علی الدر المختار، وله رحمہ اللہ تعالیٰ رسالۃ مستقلة فی تحقیق المسئلة سماها شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ بالختمات و التھلیل" قال واطلع علیها محشی هذا الكتاب (یعنی الدر) فقیہ عصرہ ووحید دہرہ السید احمد الطحاوی مفتی مصر سابقاً فکتب علیها واثنی الثناء الجمیل فاللہ یجزیہ الاجرا الجزیل وکتب علیها غیرہ من

فقهاء العصر، قلت وقد تشرف الفقير
بمطالعتها فوجدته بحمد الله تعالى
كفى وشفى وصاله ووفى فرحنا الله وایاها
والمسلمين بعبادة الذين اصطفى، آمين!

فقہاء عصر نے بھی تقریبات لکھی ہیں۔ میں کہتا ہوں
اس فقیر نے اس کے مطالعہ کا شرف حاصل
کیا ہے تو میں نے بحمد اللہ تعالیٰ اس کو کافی،
شافی اور بھرپور صاف پایا، تو اللہ تعالیٰ ہم پر
اور ان پر، تمام مسلمانوں اور اپنے تمام اہل دین بندوں پر رحم فرمائے، آمین! (ت)

اور اجارہ جس طرح صریح عقد زبان سے ہوتا ہے، عرفاً شرط معروف و معہود سے بھی ہو جاتا ہے
مثلاً پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر جانتے ہیں کہ دینا ہوگا، وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا،
انہوں نے اس طور پر پڑھا، انہوں نے اس نیت سے پڑھوایا، اجارہ ہو گیا، اور اب دو وجہ سے حرام
ہوا، ایک تو طاعت پر اجارہ یہ خود حرام، دوسرے اجرت اگر عرفاً معین نہیں تو اس کی جہالت سے
اجارہ فاسد۔ یہ دوسرا حرام۔

یعنی اجارہ باطل ہے اور فرض انعقاد پر وہ فاسد
ہے، تو اس کے حرام ہونے کی یکے بعد دیگرے
دو وجہیں ہیں، اور یہ اس لئے کہ تمام فقہاء
کی نص ہے کہ عرف میں مشہور و مسلم لفظوں میں
مشروط کی طرح ہے۔ (ت)

ای ان الاجارة باطلة وعلی فرض الانعقاد
فاسدة فللتحریم و جہان متعاقبات،
وذلك لما نصوا قاطبة ان المعهود عرفاً
كالمشروط لفظاً۔

پس اگر قرار داد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطور صلہ و حسن سلوک کچھ
دے دینا جائز بلکہ حسن ہوتا،

هل جزاء الاحسان الا الاحسان ۵ واللہ
یحب المحسنين ۵

احسان کی جزا صرف احسان ہے، اور اللہ تعالیٰ
احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے (ت)

۱۔ ردالمحتار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶/۵

۲۔ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة ادارة القرآن کراچی ۱۳۱/۱

۳۔ القرآن الکریم ۶۰/۵۵

۴۔ " " " " ۱۳۳/۳

حلال ہونے کے دو طریقے ہیں ،

اول یہ کہ قبل قرأت پڑھنے والے صراحتاً کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے ، پڑھوانے والے صاف انکار کر دیں کہ تمہیں کچھ نہ دیا جائے گا ، اس شرط کے بعد وہ پڑھیں ، اور پھر پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہیں دے دیں ، یہ لینا دینا حلال ہوگا۔

دو وجہ سے اجارہ نہ ہونے کی وجہ سے ، ایک لفظ کے اعتبار سے تو ظاہر ہے ۔ دوسرا عرف کی وجہ سے کیونکہ انھوں نے اس وجہ کی نفی پر نص کر دی ہے اور صریح بات فائق ہوتی ہے تو عرف معہود اس کے معارض نہ ہو سکے گا جیسا کہ امام فقیہ النفس قاضی خان نے اس پر اپنے فتاویٰ اور دیگر فقہانے دوسری کتب میں نص فرمائی ہے (ت)

لانتفاء الاجارة بوجهيها ، اما اللفظ فظاهر
واما العرف فلانهم نصوا على نفيها
والصريح يفوق الدلالة ، فلم يعارضه
العرف المعهود كما نص عليه الامام
فقيه النفس قاضي خان رحمه الله تعالى
في الخانية وغيره في غيرها من السادة
الربانية۔

دوم پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بہ تعیین وقت و اجرت ان سے مطلق کار خدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں ، مثلاً یہ ان سے کہیں ، ہم نے کل صبح سات بجے سے بارہ بجے تک بعض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج کے لئے اجارہ میں لیا ، وہ کہیں ہم نے قبول کیا۔ اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لئے ان کے نوکر ہو گئے ، وہ جو کام چاہیں لیں ، اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں ، اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر ثواب فلاں کو بخش دو ، یا مجلس میلاد مبارک پڑھ دو ، یہ جائز ہوگا ، اور لینا دینا حلال ،

کیونکہ یہ اجارہ ان کے ابدان سے انتفاع پر ہوا ہے نہ کہ ان کی عبادات اور طاعات پر ہوا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

لان الاجارة وقعت على منافع ابدانهم
لا على الطاعات والعبادات۔ واللہ سبحانہ
وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شیوپوری سرولی ضلع بریلی مرسلہ واحد نور صاحب ۶ ذیقعدہ ۱۳۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک اراضی جو اس کی

ملک ہے، عمر کو واسطے کاشت مدت پندرہ سال کو دخلی رہن دی، اور اس کا لگان مبلغ مائے میعاد معینہ کا پیشتر لے لینا، بعد مدت معینہ اراضی کا چھوڑنا قرار پایا، میعاد مقررہ تک عمر و اس سے منفعت حاصل کرے، لیکن زید کو پندرہ سال کے لگان بزرخ ایک روپیہ بیگیہ خام دیا گیا ہے، اور وہ اراضی عمر کے قبضہ میں ایک دو روپیہ بیگیہ خام اٹھ سکتی ہے، رہن اس حالت میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب

رہن و اجارہ دو عقد منافی میں جمع نہیں ہو سکتے، جب اس نے مائے اجرت مانی رہن نہ ہوئی، بلکہ اجارہ پر دی گئی، عمر کو اختیار ہے کہ خود کاشت کرے، جو پیدا ہو اس کا ہے، خواہ دوسرے کو اجارہ پر اٹھا دے، مگر اس تقدیر پر اسے زیادہ لینا صرف تین صورت میں جائز ہو سکتا ہے ورنہ حرام،

(۱) زمین میں نہر یا کنواں کھودے یا اور کوئی زیادت ایسی کرے جس سے اس کی حیثیت بڑھائے، اب چاہے پانچ روپیہ بیگیہ پر اٹھا دے۔

(۲) جس شے کے عوض خود اجارہ پر لی ہے اس کے خلاف جنس کے اجارہ کو دے مثلاً مائے دے، اب اپنے مستاجر کو اشرفیوں یا نوٹوں پر دے۔

(۳) زمین کے ساتھ کوئی اور شے ملا کر مجموعاً زیادہ کرانے پر دے کہ اب یہ سمجھا جائے گا کہ زمین تو وہی روپیہ بیگیہ کو دی گئی اور باقی زیادت جس قدر ہو دوسرے شے کے عوض رہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲ صفر ۱۳۲۳ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی طرف سے اس کے پروکار نے ایک کان زید کو کرائے پر دی مگر ابھی تک نہ کرایہ نامہ تحریر ہوا نہ کوئی اقرار کسی میعاد معین برس یا چھ مہینے کا ہوا اور نہ مالک دکان کی جانب سے اظہار کسی مدت برس یا چھ مہینے کا ہوا تھا کہ زید کرایہ دار نے اپنے مصارف سے بقدر آرام مرمت دکان کی کرائی، ابھی بیٹھنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ زید کو حاجت اس دکان کی نہ رہی، اور عرصہ ٹھینا ایک ہفتہ میں زید نے پروکار مالک دکان کے پاس تالی دکان کی واپس بھیج کر اطلاع دی کہ دکان دوسرے کو دے دو مجھ کو حاجت نہ رہی، اور آج تک کے دنوں کا کرایہ مجھ سے لے لو، اس کے جواب میں سال بھر کے کرایہ کی طلب زید سے کی گئی، بعد زیادہ گفتگو کے آخر تصفیہ حکم شرعی پر قائم ہوا ہے لہذا حکم فرمائیے کہ اس حالت میں زید کے ذمہ از روئے احکام شرعی

کس قدر کرایہ ادا کرنا واجب ہے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اگر ماہوار کرایہ قرار پایا تھا کہ ہر مہینے پر مثلاً دس روپے جب تو اجارہ ایک مہینہ کے لئے صحیح و نافذ تھا، اور باقی مہینوں کے لئے بوجہ عدم تعیین مدت ہنوز معدوم، تو جب تک یہ مہینہ ختم ہو کر دوسرے مہینے کی ایک رات ایک دن نہ ہو جائے دوسرے مہینے کا اجارہ ہی مستحق نہ ہوگا، سال بھر کے تو بارہ مہینے ہیں، درمختار میں ہے:

ان کان استاجرہا مشاہرة فانها توجر لغیرہ
اذا فرغ الشهر، ان لم یقبلها لانعقادها
عند راس کل شهر۔
اگر ماہانہ کرایہ پر لیا تو اس ماہ کے بعد دوسرے کو
کرایہ پر دے سکتا ہے جبکہ پہلے نے دوسرے ماہ
کو قبول نہ کیا ہو کیونکہ ماہانہ کرایہ ہر ماہ کی ابتداء
میں منعقد ہوتا ہے (ت)

اسی میں ہے:

راجرحا نوتا کل شهر بکذا صح فی واحد
فقط (وفسد فی الباقی لجهالتها، و اذا
تم الشهر فلکل فسخرها بشرط حضور الاخر
لانتهاء العقد الصحیح (و فی شهر سکنہ
فی اوله) هو اللیلة الاولى و یومها عرفا،
وبه یفتی (صح العقد فیہ) ایضاً۔
دکان فی ماہ مقرر اجارہ پر دی تو پہلے ماہ میں صحیح ہے
فقط اور باقی مہینوں کے لئے جہالت کی وجہ سے
فاسد ہوگی اور پہلا مہینہ گزر جائے تو فریقین میں
سے ایک کو دوسرے کی موجودگی میں فسخ کا حق ہے
کیونکہ صحیح ختم ہو گیا ہے، اور ماہانہ کرایہ پر لے کر
ایک رات اور دن سکونت کر لی یہ پہلی رات اور

دن ہے، اسی پر فتویٰ ہے، تو اس نئے ماہ میں بھی عقد صحیح ہو جائے گا۔ (ت)

اس صورت میں تو سال بھر کا کرایہ مانگنا ظاہر ہے کہ صریح ظلم و حرام ہے، اور اگر سالانہ کرایہ قرار
پاتا ہو، اگرچہ ماہوار کی اجرت بھی بتا دی گئی ہو، مثلاً کہا یہ دکان ہر سال ساٹھ روپے کرائے پر تجھے دی
ہر مہینے پر پانچ روپے، تو اس تقدیر پر اگرچہ پہلے سال کے لئے اجارہ صحیح ہو گیا،
فی الدر المختار و اذا اجرها سنة
درمختار میں ہے اگر سالانہ کرایہ پر لیا تو صحیح

۱۷۱/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کتاب الاجارۃ

لے درمختار

۱۷۸/۲

باب الاجارۃ الفاسدۃ

لے

بكذا صح وان لم يسلم اجر كل شهر^۱ ہے اگرچہ ماہانہ اجرت نہ ذکر کی ہو۔ (ت)
 مگر جبکہ ایک ہفتہ کے بعد کرایہ دار نے کچی واپس بھیج دی، اور مالک کے کارکن نے لے لی، اور
 اس کے فسخ اجارہ کو قبول کر لیا، تو جبکہ یہ کارکن مالک کا مختار عام ہو یا اس عقد خاص کے فسخ و قبول
 کا مالک نے اسے اختیار دیا ہو، یا اسے اختیار نہ تھا، مگر اس نے مالک کو اطلاع دی اور وہ فسخ پر راضی
 ہو گئی، تو ان سب صورتوں میں صرف اسی ہفتہ کا کرایہ زید پر لازم آیا۔ زیادہ کی طلب محض بے معنی ہے، یونہی
 اگر نہ اسے قبول فسخ کا اختیار تھا نہ مالک نے فسخ مانا، مگر زید نے یہ فسخ کسی ایسے عذر واضح صریح بلا اشتباہ
 کی بنا پر کیا کہ اس کے ساتھ اجارہ باقی رکھے تو اسے اس کی جان یا مال میں صریح ضرر لاحق ہو، جس کے
 لحوق میں کوئی تردد و خفا نہ ہو، تو اس صورت میں بھی صرف اسی ہفتہ کا کرایہ واجب رہا، اور عقد تنہا
 زید کے فسخ کو دینے سے فسخ ہو گیا لحدیث لاضرر ولا ضرار فی الاسلام (اسلام میں کوئی دکھ نہیں اور نہ
 کسی کو دکھ پہنچانا ہے) ردالمحتار میں ہے؛

حاصل یہ ہے کہ ایسا عذر جس کی بنا پر معقود علیہ
 کا پورا ہونا ایسا ضرر جو جان یا مال کو لاحق ہو
 تو اس کی بنا پر اس کو فسخ کا حق ثابت ہوگا۔

والحاصل ان كل عذر لا يمكن معه استيفاء
 المعقود عليه الا بضرر يالحقه في نفسه
 او ماله يثبت له حق الفسخ^۲
 در مختار میں ہے؛

اگر ایسا عذر ظاہر ہے تو صاحب عذر فسخ میں
 خود مختار ہے اور اگر ظاہر نہ ہو تو وہ اکیلا
 مختار نہیں۔ (ت)

ان العذر ظاهرا ينفر دوان مشتبه بالانفر
 وهو الاصح^۳

اور اگر یہ بھی نہ تھا بلکہ بلا عذر اس نے اجارہ چھوڑا، یا عذر واضح و صریح نہ تھا، اور خود مالک یا اس کے
 وکیل نے کہ قبول فسخ کا اختیار رکھتا ہو، اس فسخ کو قبول نہ کیا، نہ دکان اس کے قبضہ سے واپس
 لی، تو بیشک اس صورت میں دکان بدستور زید کے کرائے میں ہے، پھر اگر صرف ماہوار کرایہ

۱۷۸/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب الاجارة الفاسدة	۱
۹۱/۶	مکتبۃ المعارف ریاض	حدیث ۵۱۸۹	۲
۵۰/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الاجارة الفاسدة	۳
۱۸۳/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب فسخ الاجارة	۴

ٹھہراتھا تو ہر ختم ماہ پر زید کو دکان چھوڑ دینے کا اختیار ہوگا، خواہ پہلے مہینے کے ختم پر چھوڑ دے خواہ کسی اور مہینے کے ختم پر، اور جس مہینے کے شروع میں ایک دن گزر جائے گا وہ مہینہ بھر بھرا اجارہ صحیح ہو جائے گا، اور زید کو تنہا اس کے فسخ کا اختیار نہ ہوگا، اور اگر سالانہ کرایہ ٹھہراتھا تو بعد ختم سال زید کو دکان چھوڑنے کا اختیار ہوگا، یوں سال دو سال یا ماہ دو ماہ جس قدر مدت تک دکان اس کے اجارہ میں رہے گی، اس قدر کرایہ اس پر لازم آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اراضی کاشت اپنی لعبوض مبلغ ایک سو روپے کے رہن رکھی، اور مرتن سے یہ شرط ٹھہری کہ اراضی تم اپنی کاشت میں رکھو، اور اس کی پیداوار سے لگان اراضی زمیندار کو ادا کرتے رہو، بقیہ منافع تم لے لیا کرو۔ اور اگر کم پیداوار ہو یا بالکل نہ ہو، تو مجھ سے کچھ تعلق نہیں، اس کا نفع نقصان سب تمہارے ذمہ ہے، تو اب مرتن اس اراضی کو خود کاشت کرے یا کسی ذیلی کاشتکار سے کاشت کرائے، اور بعد اوائے لگان جو کچھ منافع ہو وہ منافع سود ہوا یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

اگر زید نے بہ اجازت زمیندار کہ مالک زمین ہے، یہ زمین رہن رکھی تو رہن صحیح ہو گیا، زمین زید کے اجارہ سے نکل گئی،

تو یہ رہن کے لئے طلب کردہ کارہن ہے، یہ جائز ہے۔ ہندیہ میں بدائع کے حوالہ سے فرمایا غیر کامل اس کی اجازت سے رہن رکھنا جائز ہے جیسے کوئی شخص اپنے قرض میں رہن رکھنے کے لئے کسی سے کوئی چیز عاریتہ لے۔ (ت)

وکان من باب سہن المستعار للرهن
حيث يجوز، قال في الهمدية عن
البدائع، يجوز سہن مال الغير
باذنه كما لو استعار من انسان ليوهنه
بدین علی المستعير۔

اور اس کا یہ کہنا کہ زمین اپنی کاشت میں رکھو، زمیندار کو لگان دیتے رہو، اجارہ فضولی کا ہے، اگر زمین دار نے اسے جائز رکھا اجارہ نافذ ہو گیا، اور جب مرتن نے اس پر کاشتکارانہ قبضہ کیا رہن باطل ہو گیا، زید کو کچھ تعلق نہ رہا۔ مرتن اصلی کاشتکار ہو گیا، جو منافع بچے وہ اس کے لئے حلال ہیں،

خود کاشت کرے یا اسے لگان پر ذیلی کاشتکار کو دے سب جائز ہے،

فی الہندیۃ عن شرح الطحاوی لو استأجره
المراۃ من صحت الاجارۃ وبطل الرهن
اذا جدد القبض للاجارۃ۔
ہندیہ میں شرح طحاوی سے منقول ہے کہ اگر مرتہن
رہن والی چیز کو اجارہ پر لے تو اجارہ صحیح ہوگا
اور رہن باطل ہو جائے گا بشرطیکہ اجارہ کے لئے
نیا قبضہ لے (ت)

اور اگر زمیندار نے اس اجارہ کو ناجائز کر دیا، اجارہ رد ہو گیا، مرتہن کو نہ خود کاشت کرنا جائز ہے نہ ذیلی
کو دینا، جو کچھ اس سے حاصل ہوگا خبیث ہوگا، مرتہن پر واجب ہے اسے تصدق کر دے، اور
اگر سرے سے یہ رہن رکھنا ہی بے اجازت زمیندار ہے تو راہن و مرتہن دونوں غاصب ہیں،
مرتہن کو کاشت وغیرہ حلال نہیں، پھر اگر زمیندار کو لگان دی اور اس نے قبول کر لی، تو زید کے اجارہ
سے نکل گئی، زمین مرتہن کے اجارہ میں آگئی، اب جو منافع بچے اسے حلال ہوں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالک مکان اور کرایہ دار سے ایک سال کے واسطے
ایک مکان قرار پایا تھا بہ کرایہ دو روپے ماہوار کے، کرایہ دار نے بلا اجازت کرایہ نامہ دو سال کے واسطے
پس غیبت مال مکان کے تحریر کر کر مالک مکان کے پاس بھیج دیا، اب چونکہ کرایہ دار نے بد عہدی کی
اس واسطے کرایہ دار مذکور کو دینا مکان منظور نہیں ہے، اب اس حالت میں مالک مکان کے ذمہ
کوئی مواخذہ شرعی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

تحریر کاغذ سے پہلے کچھ گفتگو عاقدین میں ہوتی ہے، وہ گفتگو کبھی خود عقد ہوتی ہے، اور
تحریر کاغذ محض اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے، اس صورت میں شرعاً اس گفتگو کا اعتبار ہے،
کاغذ اگر اس کے خلاف ہو بیکار ہے،

کما نص علیہ فی الفتاویٰ الخیریۃ ان
العبرة بما تلفظ لا بما کتبت فی الصک بلہ
جیسا کہ ہندیہ میں نص فرمائی ہے کہ زبانی بات کا اعتبار
ہے اسٹام میں لکھی کا اعتبار نہیں ہے (ت)

۲۶۵/۵ نوری کتب خانہ پشاور کتاب الرہن الباب الثامن
۱۳۹ - ۴۰/۱ دار المعرفۃ بیروت کتاب الوقف
۶۷/۲ " کتاب الدعوی

اور کبھی وہ گفتگو خود عقد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، تحریر ہی سے تکمیل عقد ہوتی ہے، پس صورت مذکورہ میں اگر سال بھر کے لئے عقد اجارہ ان کی گفتگو میں تمام ہو چکا تھا، مثلاً زید نے عمرو سے کہا میں نے اپنا مکان ایک سال کے لئے اتنے کرایہ پر تجھے دیا، اس نے کہا میں نے قبول کیا، یا میں نے لے لیا، یا مجھے منظور ہے، جب تو عقد تمام ہو گیا، اور مکان ایک سال کے لئے دینا مالک پر ضرور ہوگا، فقط، اس بد عہدی کے سبب کہ اس نے ایک سال کے بجائے دو سال لکھوایا، ایک سال کے لئے دینے سے انکار نہیں کر سکتا کہ بد عہدی کی غایت فسق ہے، اور فسق مستاجر فسق اجارہ کے لئے عذر نہیں،

فی مطالب ردالمحتار فسق المستاجر لیس
عذر فی الفسخ ونقل نصہ فیہ عن
لسان الحکام

اور اگر گفتگو میں تمامی عقد نہیں ہوتی تھی، مثلاً عمرو نے کہا اپنا فلاں مکان اتنے کرایہ میں ایک سال کے لئے مجھے کرایہ پر دو گے، زید نے کہا ہاں۔ عمرو نے کہا تو کرایہ نامہ لکھالوں، زید نے کہا ہاں فان هذا وعد لا عقد (کیونکہ یہ وعدہ ہے عقد نہیں ہے۔ ت) اب اس نے دو سال کے لئے کرایہ نامہ لکھا اور زید نے قبول نہیں کیا تو ایک دن کے لئے بھی مکان کرایہ دار کو دینا مالک پر لازم نہیں کہ پہلے عقد نہ ہوا تھا اور کرایہ نامہ بلا رضامت لکھا گیا اور اس نے قبول نہیں کیا، تو عقد اصلاً موجود نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۰ از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی موضع سنڈیپ مرسلہ محمد حسن

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر
مسئلہ، اجرت گرفتن بر تعلیم قرآن و زیارت
قبر و میلاد شریف و اذان و امامت بدعوی
یا بغیر آں از روئے شرع شریف جائزست
یا نہ، و بعضی بہر دو تقدیر حرام گویند،
بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین
اس مسئلہ میں کہ تعلیم قرآن، زیارت قبور،
میلاد شریف، اذان و امامت پر طلب کر کے
یا بغیر طلب اجرت لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ
بعض حضرات دونوں صورتوں کو حرام کہتے ہیں۔
بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

فی الواقع اخذ اجرت بر تعلیم قرآن عظیم و دیگر علوم و اذان و امامت جائز است علی ما فتی بہ الاثمة المتأخرون نظراً الى الزمان حفظاً علی شعائر الدین والایمان، و بر بقیہ طاعات مثل زیارت قبور، و سپارہ خوانی برائے اموات، و قرأت میلاد پاک سید الکائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات والتحيات، بر اصل منع باقی است والمعهود عرفاً کالمشروط لفظاً، پس اگر قرار داد اجرت کنند یا بحسب عرف معلوم باشد کہ ایناں برائے گرفتن میخوانند و آناں برائے خواندن می دہند، اگر ایناں نخوانند آناں نہ دہند، و اگر آناں نہ دہند ایناں نہ خوانند، گرفتن و دادن ہر دو روا نیست الاخذ والمعطی اشمان، اگر نہ چناں باشد بلکہ ایناں لوجه اللہ تعالیٰ میخوانند و روح چیز بدل بہ دل ہم نہ خواہند تا آنکہ اگر یقیناً دانند کہ چیزی نیابند نیز بخوانند آنگاہ بے قرار داد لفظی و عرفی چیزی خدمت ایشان کردہ شود مضائقہ نیست ہچناں در جائیکہ گرفتن و دادن معهود ب عرف شدہ است، اگر خوانندگان پیش از خواندن صراحتاً شرط کنند کہ مارا بیچ مہمنہ دہند

قرآن عظیم کی تعلیم، دیگر دینی علوم، اذان اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ متاخرین ائمہ نے موجودہ زمانہ میں شعائر دین و ایمان کی حفاظت کے پیش نظر فتویٰ دیا ہے، اور باقی طاعات مثلاً زیارت قبور، اموات کے لئے ختم قرآن، قرأت، میلاد پاک سید الکائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات والتحيات، پر اصل ضابطہ کی بنا پر منع باقی ہے، اور عرف میں مقررہ و مشہور لفظاً مشروط کی طرح ہے، لہذا ان باقی امور پر اجرت مقرر کی گئی یا عرفاً معلوم ہے کہ اجرت پر پڑھ رہے ہیں یا پڑھانے والے اجرت دیں گے، اگر یہ نہ پڑھیں تو نہ دیں، اور وہ نہ دیں تو یہ نہ پڑھیں تو ایسی صورت میں لینا اور دینا ناجائز ہے، یعنی والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہونگے۔ اگر عرف میں ایسے نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھیں اور دل میں کسی عوض کا خیال نہ کریں حتیٰ کہ یقین بھی ہو کہ نہ دینگے اس کے باوجود پڑھیں، ایسی صورت میں کسی لفظی یا عرفی تقرر کے بغیر پڑھنے والوں کو دیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ایسی جگہ جہاں عرف میں لینا دینا ہوتا ہو، پڑھنے والے پہلے شرط کریں کہ ہم کچھ نہ لیں گے اور اس کے بعد اگر دینے والے دیں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ صراحت فائق ہوتی دلالت پر،

جیسا کہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے، اگر اجرت کی شرط پر پڑھنا حلال ہو جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ قرار اور حفاظت حضرات کو مقررہ وقت مثلاً کوئی دن ہفتہ میں، یا گھنٹے مثلاً صبح سے دس بجے تک، اپنی خدمت یا کام کے لئے مقررہ اجرت جس پر فریقین راضی ہوں، اجیر بنا لیں، تو اتنے وقت کے لئے یہ حضرات نوکر ہوں گے اور اپنے آپ کو پابند بنانا واجب ہوگا تو اجرت پر رکھنے والوں کو حق ہوگا کہ وہ جو خدمت ان سے چاہیں لیں، انہی خدمات میں سے میلاد خوانی اور قرآن خوانی برائے ایصال ثواب فلاں، بھی ہوگی، اس صورت میں دینا ضروری اور لینا جائز ہوگا کیونکہ اب ان کی ذات سے منافع پر اجارہ ہے، طاعات و عبادات پر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۷۶ھ از قصبہ سیوہارہ ضلع بجنور مرسلہ محمد مہدی حسین بریلوی قانونگو ۱۴ ستمبر ۱۹۱۲ء

(۱) نوکری گرد اور قانونگوئی جس میں حسب ذیل کام کرنا ہوتا ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں:

(۱) کاغذات پٹواری جن میں زمینداران و کاشتکاران کی صحت اندراج کی بابت موقع پر اور نیز کاغذات ماضیہ کی بابت جانچ کی جاتی ہے۔

(۲) تحقیقات موقع بابت حقوق کاشتکاران و زمینداران بمقامات تنازع اراضیات لگان۔

(۳) تصدیق پٹہ و قبولیت و تیاری نقشہ جات متعلقہ و کوشش ادائے مالگذاری و زرعتاوی تقسیم شدہ وغیرہ۔

بعدہ دہندگان خدمت از پیش خویش کنند نیز رواست لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الفتاویٰ امام قاضیخان، و اگر خواہند کہ شرط کنند و حلال باشد، صورتش آنست کہ حافظان و قاریان برابرانے وقت معین، مثلاً روز فلانے از ہفتہ، ساعت صبح تا وہ ساعت، برائے کار و خدمت خویش بر اجرت معینہ، ہر چہ بران تراضی طرفین شود، اجیر کنند، بر قدر آن ساعات ایناں نوکر شدن و تسلیم نفس بر ایناں واجب شد، مستحراں رومی رسد کہ ہر خدمت کہ خواہند فرمایند، از انجملہ کہ میلاد مبارک بخوانند، یا قرآن عظیم خوانندہ ثواب بفلان مسلمان رسانند، این روا باشد و دادن واجب، و گرفتن حلال، زیرا کہ حالاً اجارہ بر منافع نفس ایناں واقع شدن بر طاعات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عہ دراصل بعض است و ظنی انہ بعدہ است۔ عبدالمنان

(۲) جو گرد اور قانون گولینا پسند کرتے ہیں، ان کو حسب ذیل آمدنی ہوتی ہے یہ آمدنی جائز ہے یا نہیں:

(۱) علاوہ تنخواہ معینہ کے پٹواریاں بعض اس رعایت کے کہ ان کے کام میں جو تاخیر خلاف ان کے قواعد کے ظہور میں آئے اس کی رعایت کی جائے، اور ان کو جرمانہ سے بچایا جائے، کچھ ماہوار یا سال تمام پر دیتے ہیں، لیکن سب کام سرکاری میعاد انتہائی کے اندر ختم کرا لیا جاتا ہے۔

(۲) تصدیق پٹہ و قبولیت میں مقرر کچھ حقوق خوشی سے دیا کرتے ہیں۔

(۳) تحقیقات موقع میں جس فریق کے حقوق فائق متصور اور امید کامیابی معلوم ہوتی ہے، اُس سے بعض تحریر رپورٹ واجبی کے جو کچھ وہ دیتا ہے لیا جاتا ہے۔

(۴) دیہات میں منجانب زمیندار مقدم، و پدھان نذر دیتے ہیں، بلحاظ افسری بلا اُس وقت کسی کام کے۔

(۳) اس تنخواہ مندرجہ سوال اول و آمدنی مندرجہ سوال دوم کے اندوختہ سے مصارف حج و زیارت و دیگر ضروریات دینی جائز ہیں یا نہیں، اور بحالت عدم جواز کوئی طریتہ اس روپے سے ادا کرائی مندرجہ بالا کا ہو سکتا ہے، مثلاً تبادلہ اس روپے کا اگر اشرفی ہائے خزانہ سے کر لیا جائے وغیرہ۔ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

(۱) اگر ان کاموں کو دیانت و امانت سے انجام دے، اور ان میں جو ظلم اور لوگ بڑھالیتے ہیں ان سے مخلوق کو بچانے کی نیت سے یہ نوکری کرے اور اس سے زائد اور کوئی ناجائز کام اُسے کرنا نہ ہو، تو یہ نوکری جائز ہے بلکہ خلق پر دفع ظلم و دیگر اہلکاران کی نیت پر ثواب پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ سب مدین رشوت و حرام ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) تنخواہ بشرائط مذکورہ حلال ہے، اور اس سے ہر نیک کام جائز، اور آمدنی سوال دوم حرام ہے اور اسے کسی کام میں صرف کرنا جائز نہیں، سو اس کے کہ جن سے لی ہے ان کو واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے، پتہ نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کر دے، ایسی آمدنی والا اگر حج وغیرہ چاہے تو روپیہ بے سودی قرض لے لے، وہ حلال ہوگا، اور وہ قرض اگرچہ اس مجلس میں اپنے ناپاک روپے سے ادا کرے گا تو قرض لئے ہوئے روپے میں خباثت نہ آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۹ از گونڈہ محلہ نبی گنج مکان مولوی نواز شمس احمد صاحب مرسلہ حافظ محمد اسحق کوئی طوائف جو اپنے پیشہ میں مبتلا ہے، قرآن شریف پڑھنے یا پڑھوانے کی خواہش رکھتی ہے اور اس کے عوض میں استاد معلم حافظ خواہ ناظرہ خواں کی کچھ خدمت کرے، تو یہ پیشہ جو طوائف پیشہ کا قطعاً حرام ہے، لینا استاد معلم کو جائز ہے یا نہیں، اور ایسے حافظ و قاری کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

عالمگیر یہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ یہ روپیہ جو اجرت زنا یا غنا کا ان لوگوں کے پاس ہوتا ہے، وہ ان کے ہاتھ میں مثل غضب کے ہے، وہ کسی شئی کے معاوضہ میں لینا جائز نہیں، امام اگر اس پر اصرار کرے تو اسے امامت سے معزول کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۰ از نو اکھالی ڈاکخانہ راتے پور ملک بنگالہ مسئلہ فضل حق صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ علمائے کرام و فضلاء عظام کی خدمت میں التماس یہ ہے کہ یہ استیجار علی الطاعات خصوصاً تلاوت قرآن و تسبیح و تہلیل، ایصال ثواب کی نیت سے ارواح موتی کے واسطے ایک مدت دراز سے رواج چلا آ رہا ہے، فی الحال دیوبندی محصل بعض علماء نے حرام کہہ کر اٹھالینے میں بڑے کوشاں ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ فی زمانہ استیجار علی الطاعات خصوصاً تلاوت قرآن و تسبیح و تہلیل پر اجرت لینا حسب الحکم کتب فقہیہ جائز ہے یا نہیں؛ بر تقدیر جواز شامی و برکومی وغیرہما رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی تحریرات جو حرمت استیجار علی التلاوة و التسبیح کو ثابت فرمائے ہیں، اس کا کیا جواب ہے، مترصد کہ حضور از راہ مہربانی استفتاء ہذا کا جواب مع اپنے ہر اور متعلقین علماء کی فہرود دستخط سے مزین کر کے جلد تکلیف ارسال منظور فرمائیں۔

الجواب

حق یہی ہے کہ استیجار علی الطاعات حرام و باطل ہے سوا تعلیم علوم دین و اذان و امامت وغیرہ بعض امور کے کہ متاخرین نے بضرورت فتوائے جواز دیا، تلاوت قرآن و تسبیح و تہلیل پر اجرت لینا دینا دونوں ناجائز و حرام ہیں،

کما حققہ المولی المحقق السید امین الدین الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شفاء العلیل
جیسا کہ محقق امین الدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفاء العلیل میں تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

۱۷ شفاء العلیل و بل العلیل فی حکم الوصیۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱۷/۱۷۵

دیوبندی عقیدے والے ضرور کفار مرتدین ہیں جن کے کفر و ارتداد پر علمائے کرام حرمین شریفین نے فتوے دئے، کہ حسام الحرمین و تمہید ایمان آیات قرآن میں شائع ہوئے، مگر یہ ضرور نہیں کہ کافر جو بات کہے باطل ہو، نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا دین باطل ہے، اور ان کا یہ کہنا حق ہے، یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا دین باطل ہے، اور ان کا یہ کہنا حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مستولہ ظہور محمد صاحب از شہر کہتہ ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اراضی کے چند مالک وزمیندار ہیں ان میں سے ایک نمبر دار ہے، کل کارروائی تحصیل وصول وغیرہ کی نمبر دار کے تقسیم کر دینا ہے، چنانچہ ایک اراضی کا کرایہ نامہ نمبر دار نے ایک سال کے لئے ایک شخص کو لکھ دیا، کرایہ دار و نمبر دار کی مرضی سے کرایہ نامہ میں کرایہ دار نے یہ بات تحریر کرادی کہ در صورت اراضی خالی پڑی رہنے کے بھی کرایہ مقررہ ادا کرے گا، اب وہ کرایہ دار بعد ۹ ماہ کے کہتا ہے کہ اراضی میں نے خالی کر دی، تین ماہ کا کرایہ مجھ سے نہ لیا جائے، ایسی صورت میں نمبر دار کو کرایہ دار سے ان تین ماہ کا کرایہ کہ جس سے کرایہ دار کو نفع نہیں پہنچا ہے، لینا چاہئے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ نمبر دار کو بلا منشا اپنے شرکار یا ان کے کرایہ دار کو تین ماہ مذکور کا کرایہ اپنے اختیار سے چھوڑ دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ کرایہ دار نے زمین با اختیار خود خالی چھوڑی، تو اس پر ان تین ماہ کا بھی کرایہ واجب ہے نمبر دار کو اگر شرکار کی طرف سے کرایہ پر دینے کا اختیار دیا گیا ہے تو وہ کرایہ سب کی طرف سے ہوا تین ماہ کا کرایہ اگر وہ کرایہ دار پر چھوڑ دے گا، اور شرکیوں کے حصہ کا کرایہ اُسے دینا پڑے گا، اور اگر شرکار کی طرف سے اُسے اختیار نہ دیا گیا، بطور خود بزعم خود نمبر داری اس نے ایسا تصرف کیا تو اور شرکار کے حصوں کا غاصب ہوا، مگر از انجا کہ عقد اجارہ اس نے کیا ہے، کرایہ کا مالک وہی ہوگا، اگرچہ حصہ شرکار کے کرایہ میں ملک خبیث ہوگی، اس صورت میں وہ تین ماہ کا کرایہ با اختیار خود چھوڑ سکتا ہے، اور اس صورت میں اسے لازم ہے کہ باقی شرکار کے حصے کا کرایہ یا تو ان کو دے اور یہی بہتر ہے، یا فقرا پر تصدق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مستولہ منشی مجید حسن صاحب از جنگل بن بٹول ڈاکخانہ برہا پور ضلع بجنور

۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ حبیب اللہ صاحب کے یہاں کام ہندی کا

ہوتا ہے اور بینک میں روپیہ کالین دین ہے، روپیہ سود پر جو کہ بینک کو دیتے ہیں، اور ایسے ہی جو کہ بینک سے لیتے ہیں، ان دونوں صورتوں میں سود کا برتاؤ ہے، اور یہی قرضہ پر سود چلاتے ہیں۔

فدوی کی یہ عرض خدمت شریف میں ہے کہ جبکہ شیخ صاحب کے یہاں سود کالین دین ہے، ایسی صورت میں ایسے شخص کے کارخانہ میں نوکری کا حکم خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک کیا ہے، اگر اجازت ہے تو اس کی بھی دلیل ارقام فرمادیں، اگر ناجائز ہے اس کی وجہ بھی فرمادیں، جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اس کارخانہ کے مالک کے یہاں سود کالین دین ہے میرا دل ایک منٹ ٹھہرنے کو نہیں چاہتا ہے، اسی وجہ سے خدمت میں گزارش کی گئی خدا چاہے جیسا ارشاد فرمادیں گے اس پر عمل کیا جائیگا۔ اور ایک یہ دریافت کرنا ہے کہ وکیلوں کے یہاں کی محرری کرنا جائز ہے یا نہیں ہے، ان کے یہاں بھی مقدمات رجوع سود کے ہوتے اور بلا سود کے بھی ہوتے ہیں، ایک میرے عزیز ہیں حافظ عبدالرشید، وکیل ہیں، وہ کہتے ہیں جو کام بلا سود کا ہوا کرے گا وہ تم سے کرایا کروں گا، اور سودی دعویٰ میرا دوسرا محرر کر لیا کرے گا، مگر شرعاً جیسا حکم ہوا ارشاد فرمادیں۔ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

جس کے پاس مال حلال و حرام مختلط ہو، مثلاً تجارت بھی کرتا ہے اور سود بھی لیتا ہے، اس کے یہاں کی نوکری شرعاً جائز ہے، اور جو کچھ بھی وہ دے اس کے لینے میں حرج نہیں، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو ہمیں دے رہا ہے، بعینہ مال حرام ہے،

بہ ناخذ مالہ نعرف شیئاً حراماً بعینہ
کذا فی الہندیۃ عن الظہیریۃ عن
الامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وکلا کے یہاں کی محرری میں کچھ خیر نہیں، سودی معاملہ کے سوا ان کے یہاں اور معاملات بھی اکثر خلاف شرع مہلک ہوتے ہیں، اکثر دعاوی باطلہ ہوتے ہیں جن کو وہ حق کرنا چاہتے ہیں، جو حق ہوتے ہیں انہیں بھی باطل کی آمیزش بغیر اپنے لئے سرسبزی نہیں جانتے، غرض ان کے معاملات ناحق سے شاذ و نادر ہی شاید خالی ہوتے ہیں، اور تحریر اعانت ہے، اور اللہ عز و جل فرماتا ہے،

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)

۱۰ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الکرہیۃ الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۲۲/۵

۱۰ القرآن الکریم ۲/۵

اور حدیث میں ہے :

وعلى الكاتب مثله - والله تعالى اعلم - اور کاتب پر بھی اس کی مثل ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۳ مستولہ سید عبدالقادر سید حسن واعظ از سورت سید وارہ روز دو شنبہ
۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

مسلمان اپنا مکان شراب بیچنے کے لئے اور شراب نوشی کے لئے کرایہ سے دے تو درست ہے یا نہیں؟ اور اس کی ایسی کھائی کا کھانا دوسرے مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟ بتینوا توجروا۔

الجواب

مسلمان مکان کرایہ پر دے اس کی غرض کرایہ سے ہے، اور اعمال نیات پر ہیں، یہ نیت کیوں کرے کہ اس لئے دیتا ہے کہ اس میں شراب نوشی و شراب فروشی ہو، ایسی حالت میں کرایہ اس کے لئے حلال اور اس کے یہاں کھانا کھانے میں حرج نہیں، ہاں جو اس حرام نیت کو شامل کر لے وہ اب خود ہی گنہگار بنتا ہے اور اگر وہ مکان ایسی جگہ واقع ہے جہاں ان مفاسد کا اظہار باعث ضرر و خرابی ہمسائنگاں ہوگا، تو ناجائز، یہ باعث فتنہ ہوا، اور فتنہ حرام، بہر حال نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل مجھو حرام نہیں، یہی معنی ہیں اس قول حنفیہ کے کہ :

یطيب الاجرد ان كان السبب حراما كما
في الاشباه وغيرها فاحفظ فانه علم
عزیز فی نصف سطر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اجرت طیب ہوگی اگرچہ سبب حرام ہے، جیسا کہ
الاشباہ وغیرہ میں ہے۔ اس کو محفوظ کر لو۔
یہ ایک سطر میں نادر علم ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (ت)

عہ میرے خیال میں یہاں بھی نسخ سے لغزش ہوگئی اس میں "تو" کے بجائے "ہو" لکھا ہے

اصح مسلم کتاب البیوع باب الربار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۷/۲
لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث الکلام فی مہر المثل ادارة القرآن کراچی ۲۲۲/۲
غزعیون البصائر الفن الثاني کتاب الاجارات " " " ۶۱/۲
روالمختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸/۵

مسئلہ ۱۸۴ مسئلہ بنے خاں سوداگر پارچہ محلہ نالہ متصل کٹرہ ماندرائے بریلی ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ
مجلس میلاد پڑھنے کے لئے پیشتر ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو توہم پڑھیں گے، اور اس سے کم پڑھیں
پڑھیں گے، اور وہ بھی اس سے بطور پیشگی بطور بیغناہ یا ساتی جمع کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تشتروا بایتی ثمنًا قلیلًا
میری آیات کے بدلے حقیر مال نہ لو۔ (ت)

یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ مسئلہ محمد لطف علی محکمہ سروے آف انڈیا رام نگر منڈی ضلع نننی تال ۹ رجب ۱۳۳۲ھ

جناب مولانا صاحب، السلام علیکم! بعد ادا کے آداب کے عرض یہ ہے کہ کترین محکمہ سروے میں
بملازمت سرکار ممتاز ہے اور اپنی زندگی کا بمیہ مبلغ چار ہزار روپیہ کے واسطے محکمہ ڈاک خانہ میں کیا ہے شرح
ماہوار چندہ تیرہ روپیہ سات آنہ ہے، کترین نے شروع یکم اگست ۱۹۱۳ء کو کیا تھا، اور شرط یہ تھی کہ اگر
کترین ۵۴ سال کی عمر تک زندہ رہے گا تو کترین کو چار ہزار روپے دے جائیں گے، اور اگر کترین کا اس
سے پہلے انتقال ہوا تو انتقال ہونے پر کترین کے عزیزوں کو چار ہزار روپے دے دے جائیں۔

اب التجا یہ ہے کہ مہربانی فرما کر آپ فتویٰ دیں کہ یہ شرعاً درست ہے یا نہیں، اور اگر شرعاً درست ہے
تو اس کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ عنایت فرما کر مفصل تحریر فرمائیے گا، عین نوازش ہوگی فقط۔

الجواب

یہ شرعاً قمار محض ہے، وہ ماہوار کہ اس میں دیا جاتا ہے وقت مشروط سے پہلے واپس نہیں
لیا جاسکتا، نہ شرعاً وہ محکمہ اس کا مالک ہو سکتا ہے، وقت واپسی جتنا جمع ہوا تھا اس کی ہر سال کی
زکوٰۃ لازم آئے گی، اور اگر اس سے زائد ملے گا تو اس کی زکوٰۃ نہیں کہ بمیہ کرانے والے کی ملک نہ تھا،

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۶ از شہر رحمت اکا کورہ ۶۳ چھاؤنی مسئلہ محمد حسین صاحب سہانپوری ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

زید کا یہ عقیدہ ہے کہ کلام مجید کا پڑھنا اور پڑھانا، امامت کا کرنا، اور ماہواری یا فصل پر
روپیہ وصول کر کے کلام مجید کے ذریعہ پر اپنی پرورش اپنے بال بچوں کی کرتے ہیں، زید ان امامت

کرنے والوں سے بہت نفرت کرتا ہے، اور جو لوگ امامت اللہ کے واسطے کرتے ہیں، اور پرورش اپنے بچوں کی محنت مزدوری سے کرتے ہیں ان سے زید بہت خوش رہتا ہے اور ان کو نگاہِ عبرت سے دیکھتا ہے۔

الجواب

جو اللہ عزوجل کے لئے امامت و تعلیم و تعلم کرتے ہیں ان سے خوش ہونا بہت بجا ہے، اور جو تنخواہ لیتے ہیں ان سے نفرت بجا ہے کہ اب ان کاموں پر اجرت لینا روا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۷ از گوری ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور ۳۰ رجب ۱۳۶۶ھ

اجرت تعلیم قرآن و امام مسجد کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

متاخرین نے تعلیم امامت پر اخذ اجرت کے جو ان پر فتویٰ دیا ہے،

کتب المحتفیة طافحة بذلك ومن لا يعلم فحسبه جواب من يعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حنفی کتب اس سے لبریز ہیں اور جو نہیں جانتا اس کو جاننے والے کا جواب کافی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۸۹

۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) اجرت کی چیزوں کی، مثل گاڑی و کشتی وغیرہ کی اجرت نہ دینا کیسا ہے؟
- (۲) جس زمین کی مالگزاری مالک لیتا ہے اس میں اگر پانی ٹھہرا اور مچھلی کھڑی تو مالک کہتا ہے یہ مچھلی ہماری ہے اگر رعایا نہ دے تو گنہگار تو نہیں ہے؟

الجواب

(۱) حرام ہے۔

(۲) مباح مچھلی جو پکڑ لے اسی کی ہے، مالک کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ از شہر بریلی مستولہ کفایت اللہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ پیشہ ور کام کراتے ہیں آدمیوں سے، اور اس شرط پر کہ آدھ آنہ روپیہ کے حساب سے گیارہویں شریف کے لئے کاٹتے رہیں گے، اس

میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایسے نہیں دیتے، ہم چاہے اپنے گھر یا جیسے جی چاہے گا ویسے ہی دیں گے ایسی پابندی کا باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس کو جبر کا کوئی اختیار نہیں، اگر جبراً کاٹے گا ظلم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۹۱ از شہر مدرسہ اہل سنت و جماعت مسئلہ مولوی محمد عثمان طالب علم بنگالی ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک جائیداد نیلام کی خریدی جس میں
 رنڈیاں رہا کرتی ہیں ان سے کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو کرایہ وہ اپنے زہر حرام سے دیں کہ زنا یا غنا کی اجرت میں ملا ہے اس کا لینا حرام ہے، اور اگر
 زہر حلال سے دیں مثلاً کسی سے قرض لے کر یا وہ بلا اجرت و رشوت محض انعام میں ملا تو حلال ہے۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲

از فیض آباد کھڑکی علی بیگ مسئلہ سید عبداللہ صاحب سب انسپکٹر
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خالد کا ایک مقدمہ دس ہزار روپے کا چھری میں تھا، خالد نے زید سے
 کہا کہ میری ڈگری ہو جائے، زید نے بایں شرط دعا کرنے کا وعدہ کیا کہ در صورت ڈگری کے مبلغ دو ہزار روپیہ بطور
 حق الدعاء خالد زید کو دے گا۔ خالد نے منظور کر لیا، اتفاق سے ڈگری ہو گئی۔ خالد نے زید کو زہر مذکور سے دیا،
 یہ روپیہ زید کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

خالی دعا پر اجرت ٹھہرا لینا بوجہ حرام ہے، اور وہ روپے کہ اسے ملے محض حرام ہے، ان کا لینا دینا
 سب حرام ہوا، اس پر فرض ہے کہ وہ روپے خالد کو واپس کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۹۳ از شہر محلہ ملوکپور مسئلہ محمد شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان معمار کو بت کہہ کی نو تعمیر یا مرمت کرنا شرعاً
 درست ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو کوئی ایسا کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

مکروہ ہے اور جو کرے مستحق نرزا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۴ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مسئلہ قادر بخش صاحب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ
چمے فرماید علمائے دین و دین مسئلہ کہ دریں ملک عرف است کہ یک شخص چند گوسفنداں یا مادہ گاواں وغیرہم با جاره بادیگر با این وعدہ می دهد کہ تا سال چار یا ہفت، ہشت، این مال را بچراند، اقرار این است کہ اصل مال خود ملک من است، و ہر چہ افزاید یعنی زاید، نصف نصف است، این را نیم سودی می گویند، آیا این اجارہ جائز است یا نہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عرف یہ ہے، بکریاں اور گائے وغیرہ دوسرے کو اس شرط پر بطور اجارہ دیتے ہیں، ایک یا سات یا آٹھ سال اس مال کو چراؤ اور قرار دیتے ہیں کہ اصل مال مالک کا اور زائد ہو جائیں تو زائد میں نصف نصف ہوگا، اسے نصف سود کہتے ہیں، کیا یہ احبارہ جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

این اجارہ حرام است بوجوہ منها الجھالۃ، ومنها الغرر، ومنها معنی قفیز الطحان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ اجارہ حرام ہے کئی وجوہ سے، ایک جہالت، ایک دھوکا، اور ایک چکی کی پانی میں قفیز کا معنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۵ از پوکھر ریاضی مظفر پور ڈاکخانہ رائے پور مسئلہ شریف احسن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ
نزد ایک انجمن اسلامیہ میں دس روپے کا تحصیلدار ہے، چونکہ وہ امانت دار ہے، اور ہواخذہ آخرت سے بھی خرچ ہو جانے پر ڈرتا ہے اس لئے انجمن سے استدعا کر کے للعب ما بانہ داخل انجمن کرنے پر ٹھیکہ لیا، اور بقیہ آمدنی اپنے اور اپنے اہل و عیال و زادراہ وغیرہ کے لئے اپنی تنخواہ مقرر کرالی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حرام ہے کہ بوجہ عدم تعیین تنخواہ اجارہ فاسد ہوا، اور محض فاسد سب حرام اور واجب لفسخ ہیں، اس صورت میں وہ صرف اجر مثل لے سکے گا، اور وہ بھی اس کے حق میں خبیث ہوگا، اجر مثل سے زیادہ جو کچھ بچے انجمن میں داخل کرنا لازم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۶ از لاہور انجمن نعمانیہ مسئلہ سلیم اللہ خاں جنرل سیکریٹری انجمن ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دینی مجالس میں دینی تعلیم کے لئے جو مدرسین وغیرہ ملازم رکھے جاتے ہیں، اور قواعد منضبط مجلس پر ان سے بوقت قبولیت ملازمت کے دستخط کرائے جاتے

ہیں، بعد میں اگر ایسے ملازم ان قواعد کی خلاف ورزی کر کے ملازمت بلا اطلاع چھوڑ کر چلے جائیں، یا کوئی ایسا امر کریں جو قواعد مذکورہ کے خلاف ہو جس کو منظور کر چکے ہوں تو ایسے ملازمین کے کارکردگی کی تنخواہ ضبط کر لینے اور نہ دینے کا مجلس مذکور کو شرعاً اختیار ہو گا یا نہیں، اور ایسے قواعد پر ایک مجلس انجمن مدرسہ مکاتب اسلامی میں مندرج ہیں، رائج ہیں، کیا یہ شرعاً بھی درست اور قابلِ تعمیل ہیں یا نہیں، ملازمین کی طرف سے حجت کی جاتی ہے کہ ان کی کارکردگی کی تنخواہ ان کا حق واجب ہے اور وہ کسی طرح رکھ لینا شرعاً جائز نہیں ہو سکتا۔ براہ کرم ان کے جواب سے بادلہ شرعیہ بہت جلد مطلع فرمائیں۔

المستفتیان: سلیم اللہ جنرل سکریٹری، تاج الدین احمد سکریٹری، نور بخش سکریٹری۔

الجواب

مدرسین و امثالہم اجیر خاص ہیں، اور اجیر خاص پر وقت مقررہ معہود میں تسلیم نفس لازم ہے، اور اسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ کام نہ ہو، مثلاً مدرس وقت معہود پر مہینہ بھر برابر حاضر رہا، اور طالب علم کوئی نہ تھا کہ سبق پڑھتا، مدرس کی تنخواہ واجب ہو گئی، ہاں اگر تسلیم نفس میں کمی کرے، مثلاً بلا رخصت چلا گیا، یا رخصت سے زیادہ دن لگائے، یا مدرسہ کا وقت چھ گھنٹے تھا، اس نے پانچ گھنٹے دئے، یا حاضر تو آیا لیکن وقت مقرر خدمت مفوضہ کے سوا اور کسی اپنے ذاتی کام اگرچہ نماز نقل یا دوسرے شخص کے کام میں صرف کیا کہ اس سے بھی تسلیم منتقص ہو گئی، یونہی اگر آتا اور خالی باتیں کرتا چلا جاتا ہے، طلبہ حاضر ہیں اور پڑھاتا نہیں کہ اگرچہ اجرت کام کی نہیں تسلیم نفس کی ہے، مگر یہ منع نفس ہے نہ کہ تسلیم۔ بہر حال جس قدر تسلیم نفس میں کمی کی ہے اتنی تنخواہ وضع ہوگی، معمولی تعطیلیں مثلاً جمعہ و عیدین و رمضان مبارک کی، یا جہاں مدارس میں سہ شنبہ کی چھٹی بھی معمولی ہے، وہاں یہ بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ ان ایام میں بے تسلیم نفس بھی مستحق تنخواہ ہے، سوا اس کے اور کسی صورت میں تنخواہ کل یا بعض ضبط نہیں ہو سکتی، تسلیم نفس کامل کر کے اور بات میں باوصف قبول و اقرار خلاف ورزی غایت یہ کہ جرم ہو، جرم کی تعزیر مالی جائز نہیں کہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل حرام، معہذا حقوق العباد میں مطلقاً اور حقوق اللہ میں جرم کر چکنے کے بعد تعزیر کا اختیار صور معدودہ کے سوا قاضی شرع کو ہے، نہ عام لوگوں کو، اور امر ناجائز رائج ہو جانے سے جائز نہیں ہو سکتا، یونہی ملازمت بلا اطلاع چھوڑ کر چلا جانا اس وقت سے تنخواہ قطع کرے گا نہ کہ تنخواہ واجب شدہ کو ساقط، اور اس پر کسی تاوان کی شرط کہ یعنی مثلاً نوکری چھوڑنا چاہے تو اتنے دنوں پہلے سے اطلاع دے، ورنہ اتنی تنخواہ ضبط ہوگی، یہ سب باطل و خلاف شرع مطہر ہے، پھر اگر اس قسم کی شرطیں عقد اجارہ میں لگائی گئیں جیسا کہ بیان سوال سے

ظاہر ہے کہ وقت ملازمت ان قواعد پر دستخط لے لئے جاتے ہیں، یا ایسے شرائط وہاں مشہور و معلوم ہو کر المعروف کا مشروط ہوں، جب تو وہ نوکری ہی ناجائز و گناہ ہے کہ شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہوا، اور عقد فاسد حرام ہے، اور دونوں عاقد مبتلائے گناہ، اور ان میں ہر ایک پر اس کا فسخ واجب، اور اس صورت میں ملازمین تنخواہ مقررہ کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ اجبر مثل کے جو مشاہرہ معینہ سے زائد نہ ہو، اجبر مثل اگر مسمی سے کم ہے تو اس قدر خود ہی کم پائیں گے، اگرچہ خلاف ورزی اصلاً نہ کریں، درمختار میں ہے:

اجیر خاص کا نام اجیر وحد ہے، اور جو کسی کے لئے خاص ہو کر مقررہ عمل کرے اور مقررہ مدت میں اپنے آپ اس کے سپرد کر دے اگرچہ عمل نہ کرے مثلاً کسی نے ایک ماہ خدمت کے لئے ملازم رکھا ہو، اجیر خاص کو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کا کام کرے بلکہ اس کو اس وقت میں نقل نماز بھی نہ چاہئے، شامی۔ اور اگر اس نے کسی اور کا کام کیا تو اس کی اجرت میں اتنی کمی کی جاسکے گی، فتاویٰ نوازل۔ (د)

الاجیر الخاص ویسوی اجیر وحد و هو من یعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصیص و یتحق الاجر بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل کم استؤجر شهر للخدمة و لیس للخاص ان یعمل لغيره (بل ولا ان یصلی النافلة "شامی" و لو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل، فتاویٰ التوازل۔

ردالمحتار میں ہے:

جہاں منگل اور جمعہ اور رمضان و عیدین کی تعطیل مروج ہے وہاں ان کا مشاہرہ لینا لینا جائز ہے (د)

حیث كانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثاء والجمعة و فی رمضان و العیدین یحل الاخذ۔

بزاز یہ پھر بجز پھر شامی میں ہے:

تعزیر بالمال کا جہاں قول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ملزم کا وہ مال کچھ مدت کیلئے روک لیا جائے

معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساك شیء من ماله عند مدة

۱۸۱/۲

مطبع مجتہبی دہلی

لہ درمختار کتاب الاجارۃ باب ضمان الاجیر

۲۲/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

”

ردالمحتار

۳۸۰/۳

”

”

”

کتاب الوقف

”

فتاویٰ غیاثیہ میں ہے :

الاتری انہم لو تعاملوا علی بیع الخمر
او علی الربا لا یفتق بالحل

کیا دیکھ نہیں رہے کہ اگر لوگ شراب فروخت یا
سود کے معاملات مروج کر لیں تو حلال ہونے کا
فتویٰ نہ دیا جائے گا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما بال رجال یشرطون شروطا لیست
فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس
فی کتاب اللہ فهو باطل ، وان کان
مائة شرط ففضاء اللہ احق وشرط اللہ
اوثق ، رواہ الشیخان عن ام المؤمنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ ایسی شرطیں بناتے ہیں جو
کتاب اللہ میں نہیں ہیں اور جو شرط کتاب اللہ
کی رو سے جائز نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ
سو شرطیں ہوں ، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ حق ہے
اور اللہ تعالیٰ کی جائز کردہ شرط حق ہے۔ اس
کو شیخین (بخاری و مسلم) نے ام المؤمنین عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

درمختار میں ہے :

تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفة
لمقتضى العقد۔

ایسی شرائط اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں جو مقتضی
کے مخالف ہوں۔ (ت)

اسی میں ہے :

ان فسدت بجهالة المسمى و بعدم
التسمية وجب اجر المثل باستيفاء
المنفعة بالغ ما يبلغ والا
تفسد بهما بل بالشروط او

اگر اجارہ شئی کی بہالت اور عدم ذکر کی وجہ سے
فاسد ہو تو منافع حاصل کرنے پر مثلی اجرت
لازم ہوگی خواہ جتنی بھی ہو ورنہ ان دونوں صورتوں
میں بلکہ ایسی دیگر شرائط سے بھی فاسد ہوگا، یا

۱۔ فتاویٰ غیاثیہ کتاب الاجارات نزع فی النساج مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶۰
۲۔ صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/۹۰-۲۰۹ و کتاب المکاتب ۱/۳۲۸ و کتاب الشروط ۱/۳۷۷
۳۔ صحیح مسلم کتاب العتق
۴۔ درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدة مطبع مجتہدانی دہلی ۱۷۷/۲

مقررہ معاوضہ معلوم ہونے کے باوجود شیوع پایا جائے
تو مثلی اجرت مقررہ سے زائد نہ ہوگی کیونکہ مقررہ پر
دونوں راضی تھے، کم ہو تو کم کر دی جائے کیونکہ
مقررہ فاسد ہو چکا ہے۔ (ت)

الشیوع مع العلم بالمستی لم یزد اجر
المثل علی المسمی لرضاهما بہ و ینقص
عنه لفساد التسمیة۔^۱

اسی میں ہے :

دونوں فریقوں پر واجب کہ اس کو فسخ کریں کیونکہ
گناہ کو ختم کرنا ضروری ہے، بحر۔ اور اسی لئے
اس فسخ کے لئے قاضی کی قضا ضروری نہیں ہے
کیونکہ جو چیز شرعاً واجب ہو وہ قضا کی محتاج
نہیں، درر۔ جب دونوں فریق قائم رکھنے پر مصر
ہوں اور قاضی کو معلوم ہو جائے تو وہ جبراً فسخ
کرتے تاکہ شرعی حق قائم ہو جائے، بزازیہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

یجب علی کل واحد منهما فسخه
اعدا ما للفساد، لانه معصیة فیجب
رفعها، بحر۔ ولذا لا یشرط فیہ
قضاء قاض، لان الواجب شرعاً لا یحتاج
للقضاء، درر، واذا اصر احدهما
علی امساکه، وعلم به القاضی فله
فسخه جبراً علیهما حقاً للشرع،
بزازیة۔^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹۷۷ء مسؤلہ محمد مسعود علی میر محلہ بدایوں بروز دو شنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ممالک متحدہ میں ایک عرصہ
سے جدید بنک کھولے گئے ہیں جن کو زبان اردو میں دیہاتی بنک کہا جاتا ہے، اور جن کے دفاتروں میں
صد با مسلمان ملازم ہیں، تنخواہ پاتے ہیں، ان بنکوں کی حقیقت یہ ہے کہ ان کی پونجی بالعموم حسب ذیل
تین طریقوں سے فراہم کی جاتی ہے :

اول : دس دس یا بیس بیس روپیہ کی قیمت کے حصص قائم کئے جاتے ہیں اور کم از کم ایک
حصہ کا خریدار ممبر مانا جاتا ہے اس ہر بنک میں صد ممبر ہوتے ہیں، ہر حصہ کی قیمت بالعموم بیس چھ ماہی
قسطوں میں یعنی دس سال میں قابل ادا ہوتی ہے۔

دوم : اکثر قوم بدمد امانت جمع ہوا کرتے ہیں۔

۱۔ درمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدة
۲۔ کتاب البیوع باب البیع الفاسد
مطبع مجتہاتی دہلی
۱۷۷/۲
۲۸/۲

سود: قرض لیا ہوا روپیہ بھی اس کی پونجی میں شامل ہوتا ہے۔

اصل مقصد ان بنکوں کا یہ ہے کہ اپنے ممبروں کو سخت ضرورت کے وقت سادہ سود کے کم نرخ پر قرض دے کر مہاجنوں کے سود و سود اور بھاری شرح کی مار سے ضرورت مند ممبروں کو جن میں مسلمان اور اہل ہنود دونوں از قسم زمیندار و زراعت پیشہ و تجارت پیشہ و دیگر کاروباری شامل ہیں محفوظ رکھا جائے، ملازمان بنک کے کارہائے مفوضہ میں ممبران بنک کو کفایت شعاری کی ہدایت کرتے رہنا اور غیر ضروری کاموں کے لئے قرض نہ لینے دینا ایک اہم فریضہ ہے، بنک جو اپنے ممبروں کو قرض دیا کرتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ممبران اپنا اپنا کاروبار چلانے کے لئے ضروری روپیہ بنک سے قرض لیتے ہیں جس کی شرح سود بالعموم ایک روپیہ سے سو روپیہ سیکڑہ تک سادہ ہوتی ہے، اور یہ قرض مع سود بالا قسط ادا کیا جاتا ہے اس طرح پر قرضداروں کو مہاجنوں سے قرض لینے کے مقابلہ میں بہت زیادہ منفعت رہتی ہے، مثلاً کسی معمولی حیثیت کے مسلمان ممبر نے سخت ضرورت کے وقت پانچ سو روپیہ بنک سے قرض لے، تو یہ قرض پانچ سال میں بالا قسط مع سادہ سود کے آٹھ سو چھتر روپیہ کی تعداد میں بنک کو ادا کیا جائے گا، اور بالفرض اگر کوئی قسط کسی مجبوری سے نہ ادا ہو سکے تو بلا کسی تاوان کے قرضدار کو مزید مہلت ملے گی، یعنی بجائے پانچ سال کے ساڑھے پانچ سال میں ادا ہو سکتی ہے، درانحالیکہ مہاجن سے پانچ سو روپیہ قرض لینے میں دو روپیہ کی سود و سود کی شرح سے کم نہیں ملے گا، اور ششماہی سود شامل اصل ہو کر پانچ برس کے عرصہ میں اصلاً لیس روپیہ یعنی بنک کے قرضہ سے دو گنا دینا پڑے گا، اور اگر پانچ سال کے بجائے ساڑھے پانچ برس تک یہ قرض رہ گیا تو تقریباً دو ہزار روپیہ دینا پڑینگے جیسا کہ اکثر مسلمان جو سودی قرض لینے کے عادی ہیں، مہاجنوں کے چنگل میں پھنس کر بغیر تباہ ہوتے نہیں بچتے، اس لحاظ سے یہ بنک ان مسلمان ممبروں کے لئے زیادہ مفید کہی جاسکتی ہے، جو ضروری اور غیر ضروری کاموں کے لئے بلا لحاظ کفایت شعاری سودی قرض لینے کے عادی ہیں قرض پر سود کی رقم جو بنک کو اصل کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اس میں بیشتر حصہ اس رقم کا ہوتا ہے جو بطریق ذیل پسیدگی جاتی ہیں،

ا۔ زراعت پیشہ لوگ جس میں اکثر مشرکین ہوتے ہیں، بغرض زراعت ضروری روپیہ بنک سے قرض لے کر زراعت کرتے ہیں اور اس کے حاصل سے جو مقدار قرض سے کئی حصہ زیادہ ہوتا ہے کچھ جزوی رقم سود کے نام سے قرضہ بنک میں ادا کرتے ہیں۔

ب۔ اسی طرح تجارت پیشہ لوگ اپنی تجارت کے حاصل سے (یعنی منافع سے)۔

بج۔ اسی طرح کاروباری مثلاً ایک نجار نے دس روپے قرض لے کر اوزار خریدے اور سال بھر میں دو سو روپیہ پیدا کئے، اسی آمدنی سے اداانے قرض میں بجاتے دس روپے کے بارہ روپے بنک میں داخل ہوتے ہیں۔

ملازمان بنک کے کارہائے متعلقہ یعنی فرائض حسب ذیل ہوتے ہیں،
اولاً دفتر میں متعلقہ حساب و کتاب درست کرنا۔

ثانیاً اس بات کی سخت نگرانی کرنا کہ ممبران بنک کسی غیر ضروری کام کے لئے قرض نہ لیں اور فضول کام میں روپیہ خرچ نہ کریں۔

ثالثاً ماتحتوں کے کام کی نگرانی رکھنا، جانچ کرنا، سودی قرض وصول کرنا، تنخواہ جوان ملازموں کو ملتی ہے وہ بنک کے منافع سے ملا کرتی ہے جس میں مذکورہ بالا سود کاروبار بھی شامل ہے، نظر براں ان بنکوں میں ملازمت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایک ضرورتمند مسلمان ملازمت پیشہ جو اس بنک میں ملازم ہے اور اپنی محنت کے عوض مقرر تنخواہ پاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے۔ اگر اس کی ایسی ملازمت ناجائز ہے تو کس حد تک، اور حسب ذیل اشخاص کی حیثیتوں اور ایسے ملازم بنک کی حیثیت میں کیا فرق ہے:

(۱) ایک مسلمان جو سرکاری بنک میں اپنا روپیہ امانتاً جمع کراتا ہے اور اسی امانت پر سود کے نام سے منافع حاصل کرتا ہے۔

(۲) ایک مسلمان جو محض مشترکین سے سود لیا کرتا ہے۔

(۳) ایک مسلمان جو سود دیا کرتا ہے۔

(۴) ایک مسلمان جو گورنمنٹ کے صیغہ مال میں ملازم ہے اور جس کو تنخواہ اس مالگزار کی آمدنی سے ملتی ہے جس میں بقاعدہ زمینداری بقایا لگان پر کاشتکاروں سے بالعموم سود لیا ہوا، اور غیر مسلم مالگزار کا جائز و ناجائز طریقہ پر پیدا کیا ہوا روپیہ شامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب مخلوط آمدنی مالگزار کی سرکار میں داخل ہوا کرتی ہے۔

(۵) ایک مسلمان جو گورنمنٹ کے صیغہ دیوانی میں ملازم ہے اور جس کو تنخواہ کورٹ فیس وغیرہ کی آمدنی سے جس میں بیشتر حصہ اُس رقم کا ہوتا ہے جس کو مہاجن سود کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں ملا کرتی ہے۔

(۶) ایک مسلمان چنگی کا ملازم جس کی تنخواہ چنگی کی آمدنی سے جو بلحاظ ٹیکس وغیرہ بالعموم سود خوار اقوام کی کمائی سے جمع کی جاتی ہے ملا کرتی ہے۔

(۷) ایک مسلمان جو کسی ایسے غیر محتاط مسلمان رئیس کے پاس ملازم ہے جس نے اپنی آمدنی کے ذرائع کو عام احتیاط سے مستثنیٰ کر رکھا ہے۔

(۸) کسی ایسے انگریزی مدرسہ کا مدرس جس کا کاروبار چندہ پر مبنی ہے، اور چندہ دہندگان میں سود خوار اقوام بھی شامل ہیں، ایسے چندہ کی آمدنی سے تنخواہ پانے والا مسلمان مدرس۔

(۹) ایک مسلمان تجارت پیشہ جو اپنے مال کو سود خوار اقوام کے ہاتھ فروخت کیا کرتا ہے۔

(۱۰) ایک مسلمان زراعت پیشہ جس کو اپنا غلہ وغیرہ سود خوار اقوام کے ہاتھ فروخت کرنے سے کوئی عار نہیں ہے، اور یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا ایسی جائیداد یعنی زمینداری وغیرہ جس کو کسی ڈپٹی کلکٹر یا کسی سب جج یا کسی منصف یا کسی وکیل مختار نے اپنے ایسے پیشہ کی آمدنی سے پیدا کیا ہو، اکل حلال سمجھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی آمدنی محتاط لوگ جائز آمدنی سمجھ سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

بنک کی صورتِ مذکورہ حرام قطعی ہے اور یہ فائدہ کہ بنیوں سے آدھایا چہارم سود لیا جائے گا، سود دینے والے کا ایک دنیوی فائدہ سہی مگر دینے والے اور لینے والے کے اخروی مضرت اور حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله واذروا ما بقى
من الربو، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب
من الله ورسوله

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی
رہ گیا چھوڑ دو۔ پھر اگر نہ مانو تو اللہ ورسول سے
لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے:

لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
اكل الربو وموكله وكاتبه وشاهديه
وقال هم سواء

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود
لینے والے اور دینے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے
اور اس پر گواہی کرنے والوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

لہ القرآن الکریم ۲/۲۷۸

۲۷۹/۲

صحیح حدیثوں میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الربا ثلثة وسبعون حوبا ایسرھا
ان ینکح الرجل علی امہ^۱
ایک حدیث میں ہے:

من اکل درهما من الربا وهو یعلم انه
سرافکا نما ترفی یا مہ ستا وثلثین
مرة^۲

جس نے دیدہ و دانستہ سود کا ایک درہم کھایا
(جو یہاں کے تقریباً ساڑھے چار آنے کے برابر
ہوتا ہے) اس نے گویا چھتیس بار اپنی ماں سے
زنا کیا۔

اس حساب سے سود کے ہر دھیلے پر اپنی ماں سے زنا کرنا ہوتا ہے، تو یہ منفعت جتنا کہ بننے کو دونا دینا
ہوگا، یہ آدھالیں گے، اس کا حاصل یہ ہے کہ بننے کے یہاں نہ جاؤ، وہاں ہزار بار مثلاً ماں سے
زنا کرنا ہوگا، یہاں آؤ کہ ہم تم پانسو باری کریں، یہ کیا خاک فائدہ ہوا، یا اس سے گزر کر یوں سمجھئے کہ
بننے کے یہاں نہ جاؤ وہاں اسی ہزار جوتے پڑینگے۔ ہم چالیس ہزار مار کر چھوڑ دینگے ان کے سر کی خیر
تو چالیس ہزار میں بھی نہیں، یہ سب شیطانی دھوکے اور مہمل ہوسیں ہیں، شرعی طریقہ برتیں کہ خود بھی
ان عظیم آفتوں سے بچیں اور قرض لینے والے بھی اور بنک کو دل خواہ نفع بھی ہو جائے اور لینے والے بھی بنیوں
کی مصیبت سے بچیں، اس کے متعدد طریقے ہمارے رسالہ کفل الفقیہ الفاہم میں مذکور
ہیں، ازاں جملہ آسان تریہ کہ مثلاً کوئی شخص سو روپیہ سال بھر کے وعدہ پر قرض لینا چاہتا ہے اور
بنک یہ چاہے کہ اسے روپیہ مل جائے اور مجھے نفع ہاتھ آتے تو اسے روپیہ قرض نہ دے بلکہ سو روپے کا
نوٹ اس کے ہاتھ ایک سال کے وعدہ پر مثلاً ایک سو دس یا ایک سو بارہ کو بیع کرے، یہ بیع ہے بانہیں
قال اللہ تعالیٰ وقالوا ان البیع مثل الربو
واحل اللہ البیع وحرّم الربو^۳

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کافر یوں بیع بھی تو
ایسی ہی ہے جیسے سود، (اس کا جواب کہ) اللہ
نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔

۱۔ المصنف عبدالرزاق باب ماجاء فی الربا۔ حدیث ۱۵۳۴۲ و ۱۵۳۴۵ المکتب الاسلامی بیروت ۳۱۴/۸
شعب الایمان حدیث ۵۵۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۹۴/۴
۲۔ الترغیب والترہیب والترہیب من الربا مصطفیٰ البابی مصر ۸۰۷/۳
۳۔ القرآن الکریم ۲/۲۷۵

ملازمت کی صورتیں جو سائل نے لکھیں اس کا جواب کلی کہ انھیں اور ان جیسے دس ہزار کو شامل ہو، یہ ہے کہ ملازمت دو قسم ہے،

ایک وہ جس میں خود ناجائز کام کرنا پڑے، جیسے یہ ملازمت جس میں سود کا لین دین، اس کا لکھنا پڑھنا، تقاضا کرنا اس کے ذمہ ہو، ایسی ملازمت خود حرام ہے، اگرچہ اس کی تنخواہ خالص مال حلال سے دی جائے، وہ مال حلال بھی اس کے لئے حرام ہے، اور مال حرام ہے تو حرام در حرام۔

دوسرے یہ کہ وہ ملازمت فی نفسہ امر جائز کی ہو مگر تنخواہ دینے والا وہ جس کے پاس مال حرام آتا ہے، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ جو کچھ اسے تنخواہ میں دیا جا رہا ہے بعینہ مال حرام ہے، نہ بدلانہ مخلوط ہو نہ مستہلک ہو، تو اس کا لینا حرام ورنہ جائز۔

قال محمد به ناخذ ما لم نعرف شيئا حراما بعينه - ليعنه من الظهيرية -
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک عین حرام چیز کا علم نہ ہو۔ ہندیہ میں ظہیر سے منقول ہے۔ (ت)

یہ حکم ملازمتوں کا ہے، مزارع یا تاجر کا غلہ و مال کسی کے ہاتھ بیچنا اس قسم اخیر کے حکم میں ہے، اور سود لینا خواہ گورنمنٹ سے ہو یا مشرکین سے خود فعل ناجائز ہے۔ یہ قسم اول کے حکم میں داخل ہے، اور سود دینا اگر محض مجبوری شرعی ہو جس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے، تو اجازت ہے۔
يجوز للمحتاج الاستقراض بالربا -
محتاج کو سود پر قرض لینا جائز ہے (ت)

ورنہ حرام، اور دینا لینا یکساں - والله تعالى اعلم

مسئلہ ۱۹۸ مولوی حسنت علی صاحب محلہ گھیا بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک جگہ پڑھانے پر نوکر ہے، جمعرات کو صبح کے وقت زید کی کچھ طبیعت علیل تھی مگر اس وجہ سے کہ پڑھاتی میں حرج نہ ہو پڑھانے چلا گیا، ساڑھے نو بجے تک پڑھایا، بعد ازاں زیادہ طبیعت خراب ہوئی اور پڑھایا نہ گیا تو زید نے اس سے جس کے یہاں پڑھاتا تھا کہا کہ مجھ سے اب باقی وقت کام نہیں ہوتا ہے مجھے چھٹی دے دیجئے، تب اس شخص نے زید کو جواب دیا کہ اپنا وقت گیارہ بجے تک پورا کر دیجئے ورنہ نصف یوم کی تنخواہ وضع ہوگی، زید نے اس کے جواب میں کہا

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرہیۃ الباب الثانی عشر
۳۲۲/۵ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۲۶/۱ ادارۃ القرآن کراچی

کہ میں رُبعِ یوم کی چھٹی چاہتا ہوں، اگر آپ منظور نہ کریں تو صرف ربعِ یوم کی تنخواہ وضع کر لیں، نصفِ یوم کی تنخواہ وضع کرنے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ میں نے ربعِ یوم کام کیا ہے ربع باقی ہے۔

دریافت طلب یہ ہے کہ جب زید نے ربعِ یوم کام کیا اور ربعِ یوم نہیں کیا اور رخصت چاہی، تو شرعاً زید کی ربعِ یوم کی تنخواہ وضع ہونا چاہئے یا نصفِ یوم کی؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

اُس روز جتنے گھنٹے کام میں تھا ان میں جس قدر کی کمی ہوئی صرف اتنی ہی تنخواہ وضع ہوگی، ربع ہو تو ربع، یا کم زیادہ جس قدر کی کمی ہوئی صرف اتنی تنخواہ وضع ہوگی، مثلاً چھ گھنٹے کام کرنا تھا اور ایک گھنٹہ نہ کیا تو اس دن کی تنخواہ کا چھٹا حصہ وضع ہوگا، زیادہ وضع کرنا ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۹ از بداویوں مولوی محلہ مرسلہ شاہ حاجی اعجاز حسین صاحب، ۱۰ ربیع الاول، ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے تین لڑکیاں اور دو لڑکے اپنی وفات پر چھوڑے، اور ایک حقیقت چھوڑی، بڑا لڑکا اس حقیقت کا کاروبار کرتا رہا، اور بخوشی دیگر بھائی بہن کے اس کی آمدنی کو اپنے صرف میں لاتا رہا، اب اس کا انتقال ہوا، اس حقیقت میں سے ایک کھیت برابر اپنی کاشت میں رکھا تھا، اب اس متوفی کا لڑکا وارث ہوا، لیکن وہ کھیت جس کا لگان جمع بندی میں للعسے یا کچھ درج ہے، اب دوسرے کاشتکار کو اٹھایا گیا تو بجائے للعسے کے سہ میں اٹھا، اب اس موروثی کھیت کا لگان جو اور جس قدر للعسے سے زیادہ ہوا، اس کا مالک متوفی کا صرف لڑکا ہوا، یا وہ زیادتی لگان بھی شرعاً سب میں تقسیم کرنا چاہئے، مگر یہ ہے کہ وہ کھیت جو قانوناً موروثی بھی ہے وہ علیحدہ کرنے پر لگان مندرجہ جمع بندی کے علاوہ ہر حال میں متوفی کے وارث کو پہنچتا ہے۔

الجواب

جبکہ وہ جائیداد غیر منقسم ہے، اس کا ہر جز جس میں یہ کیفیت بھی ہے، جملہ ورثہ میں مشترک ہے نہ تنہا متوفی کا پسر اس کا مالک تھا نہ اب پسر اس کا مالک ہو، برضائے دیگر ورثہ اس کی آمدنی صرف ایک کے صرف میں آنا، جائیداد کا اس کو ہبہ نہیں، اور بالفرض ہو بھی تو جائیداد قسمت بلا تقسیم اپنے شریک کو بھی ہبہ کرنا باطل و نامتام ہے، اب کہ موہوب لہ مرگیا ہبہ باطل محض ہو گیا، اور جائیداد جملہ ورثہ باقیین وارثان پسر متوفی میں مشترک رہی۔ درمختار میں ہے:

ہبہ تام نہیں ہوتا قابل تقسیم چیز میں، اگرچہ شریک کو ہبہ کیا ہو۔ (ت)

لا تم بالقبض فیما یقسم ولو وہبہ لشریکہ۔

اسی کے موانع الرجوع میں ہے :

والیم موت احد المتعاقدين بعد التسليم
فلوقبله بطل

میم سے مراد فریقین میں سے کسی ایک کی موت
قبضہ دینے کے بعد اور اگر قبضہ سے پہلے موت
واقع ہو جائے تو باطل ہو جائے گا۔ (ت)

یہ موروثیت شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ پسر متوفی اسے جبراً اپنی کاشت میں رکھ سکتا تھا، نہ اس کے بیٹے کو
یہ دعویٰ پہنچتا ہے، رہا اس کھیت کا لگان، سوال بصیغہ مجہول ہے کہ اب دوسرے کاشتکار کو اٹھایا گیا
معلوم نہیں کس نے اٹھایا، اگر سب ورثہ نے اٹھایا یا سب کے اذن سے ایک نے اٹھایا، یا ایک نے اٹھایا
اور باقیوں نے اسے جائز کیا، تو اس کا لگان حصہ رسد سب شرکار کی ملک ہے للعسرر ہو یا سہر یا
ایک پیسہ، یا ہزار روپے اور ایک مثلاً پسر متوفی نے بے رضائے باقی ورثہ اٹھایا، اور باقیوں نے اٹھانے
کے بعد بھی اسے نافذ نہ کیا تو اس کا لگان اسی اٹھانے والے کی ملک ہوگا، مگر اپنے حصہ میں ملک طیب اور
اوروں کے حصوں میں ملک خبیث کہ اس پر فرض ہے کہ باقی شرکار کو ان کے حصوں کی قدر اس میں سے دے
اور یہی افضل ہے اور ان کے لئے طیب ہے، ورنہ فقرا پر تصدق کرے، اپنے صرف میں لانا حرام ہے۔
فتاویٰ خیرہ میں ہے :

المنافع لا تقوم الا بالعقد، وهو صادم
منه بلا وكالة سابقة ولا اجارة لاحقة
فملكها الشريك العاقد، لكن ملكه في غير
ملكه ملك خبیث، فيجب عليه التصدق
به او دفعه لشركائه خروجاً من الاثم، و
الثاني افضل لخروجه من الخلاف ايضا
والله تعالى اعلم۔

منافع صرف عقد سے قیمتی بنتے ہیں جبکہ یہ عقد مالک
سے صادر ہو بغیر سابق وکالت اور بغیر اجازت
لاحق کے ہو، تو شریک عقد کرنے والا مالک ہوگا
لیکن غیر کے حصہ میں ملک خبیث ہوگی جس کا صدقہ
کرنا یا اپنے شریک کو دینا واجب ہے تاکہ گناہ
سے فارغ ہو جائے۔ دوسری صورت (شریک
کو دینا) افضل ہے تاکہ اختلاف سے بچ جائے،
والله تعالى اعلم (ت)

۱۶۱/۲

مطبع مجتباتی دہلی

لے درمختار کتاب الہیہ باب الرجوع فی الہیہ

لے فتاویٰ خیرہ

۱۲۵/۲

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الاجارۃ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اجیر اور ملازم میں کیا فرق ہے، ملازم کا ۲ گھنٹہ میں ایک گھنٹہ بھی ایسا نہیں جو ملازمت سے خالی ہو، اس کے آقا کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ملازم سے جتنے دن چاہے کام لے جتنے دن چاہے چھٹی دے یا کسی خاص کام پر مقرر کرے، یا مختلف کام اس کے منصب کے موافق لے، اگر کوئی شخص کسی خاص کام پر مقرر ہو تو اس کے آقا کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ کام جس پر مقرر ہے چھڑا کر دوسرے کام پر ضرورتاً بھیج دے، ملازم کو کوئی عذر کرنے کا موقع نہیں، نہ اس کام کے معاوضہ کا مستحق۔ اجیر میں یہ بات نہیں ہے، وہ مقید نہیں، جتنی دیر کام کرے گا اتنی ہی دیر کی اجرت کا مستحق ہوگا، جب تک چاہے کام کرے گا جب تک چاہے گا نہ کرے گا، ہاں ملازم سے پہلا کام چھڑا کر دوسرے کام کے عوض میں خود آقا اس کا معاوضہ مقرر کرے تو اس کے لینے کا مستحق ہو جائے گا۔ ملازم مقررہ چھٹیوں میں کام نہ کرنے کی حالت میں تنخواہ کا مستحق اور اجیر کام نہ کرنے کی اجرت نہیں پاسکتا، اسی طرح اجیر مقررہ وقت میں جتنے گھنٹے کام کرے گا اتنے ہی گھنٹوں کی اجرت کا مستحق ہوگا اور ملازم اگر مقررہ مدت سے ایک دو گھنٹہ کام کر کے بغیر منظوری چھوڑ دے، تو آقا اس کے کل دن کی تنخواہ اس کی کاٹ سکتا ہے، یہ قول اس کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

یہ سب ہوس محض، اور اس کا اختراع بے اصل ہے، شرع میں اجیر اجیر خاص و اجیر مشترک دونوں کو عام ہے، اجیر خاص کو اردو میں ملازم اور نوکر کہتے ہیں، اجیر مشترک پیشہ ور، کہ اجرت پر شخص کا کام کرتے ہیں، کسی خاص کے نوکر نہیں، جیسے راج، مزدور، بڑھتی، درزی وغیرہم ملازم کا اگر وقت معین کیا جائے، مثلاً صبح سے شام تک یا رات کے نو بجے تک، یا مدرسوں کی نوکری ہے، مثلاً ۶ بجے سے ۱۲ بجے تک، پھر ۲ بجے سے ۵ بجے تک، تو وہ اتنے ہی گھنٹوں کا ملازم ہے، مقررہ گھنٹوں کے علاوہ خود مختار ہے کہ اس کا اتنا ہی وقت بیکار ہے، تو زید کا کہنا کہ ملازم کا ایک گھنٹہ بھی ملازمت سے خالی نہیں، جہالت سے خالی نہیں، ملازم جو کسی کار خاص پر ہو جیسے مدرس، اس کو وہی خاص کام لیا جائے گا، دوسرے کام کو کہا جائے تو اس کا ماننا اس پر لازم نہیں، ہاں خدمت گار ہر گونہ خدمت کرے گا، مقید نہ ہونا صرف اجیر مشترک راج، بڑھتی، اور ان کے امثال میں ہے جن کا کام بکتا ہے وقت نہیں بکتا۔ اس میں یہ بات صحیح ہے کہ جب تک چاہے کام کرے

کرے گا پائے گا ورنہ نہیں، بخلاف اجیر خاص کہ اُس کا وقت بیکار ہوا ہے، اُس وقت میں اُسے حرام ہے کہ بے مرضی مستاجر کام سے انکار کرے، اور اگر کام نہ ہو اور وقت دے تنخواہ پائے گا، اور وقت نہ دے تو نہ پائے گا، اگر وقت دس گھنٹے مقرر ہے اور ایک دن کی تنخواہ مثلاً دس آنے ہے اور اجیر نے دو گھنٹے وقت دیا، آٹھ گھنٹے غیر حاضر رہا، تو یہ غلط اور جبر و ظلم ہے کہ آقا اس کے کل دن کی تنخواہ کاٹے گا، ہرگز نہیں بلکہ صرف آٹھ گھنٹوں کی، شریعت کے احکام جو نہ جانتا ہو اس پر حرام ہے کہ احکام لگائے، اس پر فرض ہے کہ جاننے والوں سے پوچھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۱ از لکھنؤ حضرت گنج رسول اینڈ ملیٹری ہوٹل مرسلہ رزاق محمد ۸ جمادی الاولیٰ، ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید مسلمان پیشہ ور اور تاجر ہے اور ہوٹل جس میں عموماً انگریز لوگ ٹھہرتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں، زید ان کے جملہ طعام و قیام کا منتظم ہے، ان سے نفع اٹھاتا ہے اور ہر چیز مہیا کرتا، اپنے مسافروں کا مثل شراب و سور وغیرہ کے پابند ہے، یعنی اس قسم کی چیزیں بھی وہ خرید کرتا ہے اور ان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے، لہذا مسلمان کو ایسی تجارت کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) زید ہوٹل کا مالک ہے مگر ہوٹل وغیرہ خود نہیں کرتا بلکہ عمارت کرایہ پر دوسرے لوگوں کو دے رکھی ہے جو اس کو مثل ہوٹل کے استعمال کرتے ہیں، اور وہی کام کرتے ہیں جو زید کرتا تھا لہذا اس کو جو کرایہ ملتا ہے مکان ہوٹل کا، وہ کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) زید بوجہ مسلمان ہونے کے ہر قسم کی امداد اسلامی بھی کرتا ہے، اور حج و زکوٰۃ و صدقہ و خیرات و تعمیر مساجد و یتیم خانہ و کفن و دفن و دعوتِ خاص و عام و میلاد شریف وغیرہ کرتا ہے شریعتِ حقہ کا آدنی ۲ کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) حرام حرام حرام اور موجب لعنت۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
لعن اللہ الخمر و شاربها
وساقیها و مبتاعها و بائعها
وعامرہا و معتصرہا و حاملہا
یعنی اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر،
اور جو اسے پئے، جو پلائے، جو مول لے، جو بیچے،
جو بچوٹے، جو بچڑوائے، جو اٹھا کر لائے،

عہ اندازہ سے بنایا گیا ہے ۱۲

والمحمولة اليه (سرواه ابوداؤد وابن ماجه)
ونزاد الترمذی واکل ثمنها والله تعالی
اعلم۔

جس کے لئے اٹھا کر لائی جائے (اسے ابوداؤد
اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت) اور ترمذی
نے یہ زیادہ کیا، جو اسکے دم کھائے ان سب پر۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ اس نے صرف مکان کرائے پر دیا ہے، کرایہ داروں نے ہوٹل کیا اور افعال مذکورہ
کرتے ہیں تو زید پر الزام نہیں لاترذ وانارة و زرا اخروی (کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگی)
اس صورت میں وہ کرایہ کے لئے جائز ہے، اگر اس نے کسی اسلامی جگہ میں خاص اسی غرض نا جائز کیلئے
دیا تو گنہ گار ہے، مگر کرایہ کہ منفعت مکان کے مقابل ہے نہ ان افعال کے، اب بھی جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے:

جس نے مکان کرایہ پر دیا کہ اس میں آتش کہہ یا گر جا
یا وہاں شراب فروخت کی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ
اجارہ کا انعقاد مکان کی منفعت پر ہوا ہے اس میں
کوئی گناہ نہیں ہے گناہ تو کرایہ دار کے فعل سے ہوا
(مخصوصاً) میں کہتا ہوں جو غمز میں قنیہ سے اور جامع الرمز
میں منیہ سے اور منخ میں شمس الائمہ حلوانی سے اور
ردالمحتار میں غرر الافکار اس میں محیط سے اس
میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے
کہ اجرت طیب ہوگی اگرچہ سبب حرام ہو، کا یہی محل
ہے جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے ردالمحتار پر اپنے

من اجریتا لیتخذ فیہ بیت ناسا وکنیسة
او یباع فیہ الخمر بالسواد فلا یاس بہ
لان الاجارة ترد علی منفعة البیت و
لامعصیة فیہ انما المعصیة بفعل المتاجر
(ملخصاً) اقول وهذا هو محل ما فی
الغمز عن القنیة و فی جامع الرموز عن
المنیة و فی المنخ عن شمس الائمة الحلوانی
و فی رد المحتار عن غرر الافکار عن محیط
عن الامام ان الاجر طیب وان کان السبب
حراماً، كما حققناه فی ما علی رد المحتار علقناه

۱۶۱/۲ آفتاب عالم پریس لاہور کتاب الاشریہ لہ سنن ابی داؤد

۲۵۰ ص سنن ابن ماجہ ابواب الاشریہ باب لعنت الخمر علی عشرة اوجہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۵۵/۱ جامع الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی بیع الخمر الخ امین کمپنی دہلی

۳۵/۱۸ القرآن الکریم

۴۰/۴ مطبع یوسفی لکھنؤ فصل فی البیع کتاب الکراہیة

۲۸/۵ دار احیاء التراث العربی بیروت باب الاجارة الفاسدة دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۲۲/۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث الکلام فی مہر المثل ادارة القرآن کراچی

فاحفظه فانه منزلة ومعضلة، واللہ
تعالیٰ اعلم۔
حاشیہ میں کی ہے اس کو محفوظ کر لو، یہ پھیلنے کا اور مشکل
مقام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) یہ سب افعال اس سے جائز ہیں کہ صورت مذکورہ میں وہ آمدنی ناجائز نہیں، کما تقدم۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

سئلہ ۲۰۲ از پبلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبد السبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) امام جمعہ اور امام پنجوقتہ کا اکثر جگہوں پر تنخواہیں مقرر کر کے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ختم کلام مبارک یعنی رمضان شریف میں نقدی ٹھہرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ و احادیث کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے مگر امامت کا ثواب نہ پائیں گے کہ امامت بیچ چکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تین چار باتیں کہ مستثنیٰ ہیں ان میں ختم نہیں، اس کے جواز کا حکم نہایت مشکل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جائز ہے اور ان کے لئے آخرت میں ان پر ثواب کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سئلہ ۲۰۴ از شفا خانہ فریدی پور ڈاکخانہ خاص اسٹیشن پلیمبر پور ضلع بریلی مسئلہ عظیم اللہ کمپونڈر

۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے ملازمت کی، اور ملازمت کرنے کے بعد جو کچھ قاعدے کے معلوم ہوتے کہ ان قانون پر نوکری کرنا ہوگا، اوقات کی پابندی بھی معلوم ہوگی، اگر زید ان قاعدوں کے خلاف کرے، پورے وقت تک کام نہ کرے، اور قاعدوں کے مطابق نہ کرے، بلکہ کچھ وقت اپنے ذاتی کام میں صرف کر دے، تو اس کو نوکری کا پیسہ کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

جو جائز پابندیاں مشروط تھیں ان کا خلاف حرام ہے، اور یکے ہوتے وقت میں اپنا کام کرنا بھی حرام ہے اور ناقص کام کر کے پوری تنخواہ لینا بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سئلہ ۲۰۸ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۱۸ مسئلہ عبد السعید ناگوی ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چند مسلمان اشخاص کی دکان شرکت میں کلکتہ، بمبئی یا کسی اور مقام پر ہے، دکان کی کل رقم میں تقریباً چہارم سو دو کار پیسہ لگا ہوا ہے، ایسی دکان میں کسی مسلمان کو ملازمت

کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز اس کی آمدنی سے کسی مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی اعانت ہو سکتی ہے یا نہیں؟
بیٹنوا توجیدوا۔

الجواب

اُس دکان کی ملازمت اگر سُود کی تحصیل وصول یا اس کا تقاضا کرنا یا اس کا حساب لکھنا، یا کسی اور فعل ناجائز کی ہے تو ناجائز ہے،

قال تعالى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)

صحیح مسلم شریف میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی
سُود کھانے والے اور سُود دینے والے، اور
سُود لکھنے والے، اور سُود کے گواہوں پر۔ اور
فرمایا، وہ سب برابر ہیں۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه
وقال هم سواة۔

اور اگر کسی امر جائز کی نوکری ہے تو جائز ہے، تنخواہ میں وہ روپیہ کہ بعینہ سُود میں آیا ہونے لے، اور مخلوط و نامعلوم ہو تو لے سکتا ہے۔ یونہی ایسے نامعلوم روپے سے مسجد و مدرسہ کی اعانت بھی ہو سکتی، خصوصاً ایسی حالت میں کہ مال حلال غالب ہے،

ہندیہ میں ذخیرہ سے وہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے
منقول ہے کہ ہمارا یہی موقف ہے جب تک کسی
معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)

في الہندیة عن الذخيرة عن محمد رضى اللہ
تعالى عنه قال به تأخذ ما لم نعرف
شيئا حراماً بعينہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے معاہدہ اور وعدہ اقرار
تقریری اور تحریری کیا تھا کہ اگر عمر اپنے پاس سے خرچ کر کے کرے گا اور کامیابی ہوگی تو بجائے اس کے

۱۔ القرآن الکریم ۲/۵

۲۴/۲

قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۔ صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا

۳۴۲/۵

نورانی کتب خانہ پشاور

۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرہیۃ الباب الثانی عشر

دینے معاوضہ میں اپنے نصف مقدمہ میں سے مکان وغیرہ دوں گا یعنی نصف نصف پر تصفیہ ہو گیا تھا، اب جبکہ بفضلہ تعالیٰ ابتداءً تا انتہا عمر کی کوشش و جانفشانی اور کثیر روپیہ صرف کرنے کے بعد ہر طرح سے تمام و کمال کامیابی حاصل ہو گئی، تو اب زید ایفائے وعدہ اور اقرار معینہ کو پورا نہیں کرتا ہے اور اوروں کے بہکانے سے گریز و انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں کل مسلمانوں کو زید اور اس کے بہکانے والوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے، اور جو زید اور اس کے بہکانے والے ایفائے وعدہ اور اقرار معینہ کو پورا کریں، تو کیا اجر ملے گا، اور پورا نہ کرنے میں کیا سزا ہوگی؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

یہ معاہدہ شرعاً فاسد ہے، اور اس کا پورا کرنا شرعاً جائز نہیں، زید و عمرو دونوں کو ناجائز ہے، عمرو نے جتنا روپیہ صرف کیا وہ ذمہ زید قرض ہے، اور جو کوشش کی اس کی اجرت مثل پائے گا، یعنی ایسی کوشش پر کیا اجرت ہونی چاہئے، یہ زید مجموعہ زید سے لے سکتا ہے، جائداد پر اس کا کوئی دعویٰ نہیں اور عقد فاسد کے ارتکاب سے دونوں گنہگار ہوئے تو یہ کہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۰ از شہر بریلی کہند محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ ظہور محمد خاں صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو و بکر بذریعہ زمینداری ایک جگہ کے مالک ہیں، اور زید متمم و منظم ذریعہ آمدنی زمینداری مذکور کا ہے اور خالد زید کی طرف سے کارپرداز ہے، منجملہ اراضی مذکورہ کے ایک قطعہ اراضی کی بابت باہم خالد کارپرداز زید و عبداللہ کے معاہدہ ہوا، کہ ایک مدت تک اس عبداللہ کو ایہ پر سبگی اور عبداللہ کو ایہ ماہ بہ ماہ بحالت خالی رہنے اور کام لانے کی صورت میں زید کو ادا کرے گا اور قبل معاہدہ جو عیب کہ اراضی مذکورہ میں تھا خالد نے عبداللہ پر ظاہر کر دیا تھا یعنی عبداللہ سے کہہ دیا تھا کہ سابق میں جو کرایہ دار اس اراضی پر بیٹھا تھا اس پر اعتراض محکمہ چنگی کی طرف سے ثابت نہ بیٹھنے اس اراضی پر ہو چکا ہے چنانچہ اس کے جواب میں عبداللہ نے خالد سے کہہ دیا تھا کہ اس معاملہ میں جو کچھ ہو گا میں دیکھ لوں گا، بعد گزرنے تھینا چار ماہ کے وہ صورت عیب کی جس کو خالد نے عبداللہ پر ظاہر کر دیا تھا عبداللہ پر پیش ہوئی اور حاکم وقت کی طرف سے عبداللہ کو جو انتظام کہ اراضی مذکورہ میں عبداللہ کرنا چاہتا تھا اور کر رہا تھا، نہ کرنے پر مجبور کیا گیا اور عبداللہ پر مقدمہ قائم ہو کر ایک روپیہ جرمانہ ہوا، اس واقعہ کے چند روز بعد اراضی مذکورہ کو خالی کر دیا، خالد کارپرداز زید نے عبداللہ سے کوئی عہد شکنی نہیں کی، اب عبداللہ کو کرایہ خالی اراضی کا دینے میں عذر ہے، بلکہ جتنی مدت عبداللہ کا واقعی قبضہ رہا اس قدر بھی کرایہ دینے پر رضامند نہیں، جرمانہ کار روپیہ اور خرچ مقدمہ میں جو روپیہ صرف ہوا ہے اس کی نسبت کہتے ہیں کہ

مالکان اراضی پر ہونا چاہتے، ایسی صورت میں عبداللہ کو بموجب تحریر کرایہ نامہ کے کرایہ ادا کرنا چاہتے، یا اراضی خالی کرنے کی تاریخ تک، یا جرمانہ کا ایک روپیہ اور مقدمہ میں جو خرچ ہوا تھا وہ مجری کر کے ادا کرنا چاہتے، اور خالد کو بھی بموجب کرایہ کے وصول کرنا چاہتے، یا کس قدر اور عبداللہ کو زید و عمرو سب مسلمان بھی ہیں۔

الجواب

جرمانہ و خرچ مقدمہ ذمہ مالکان ڈالنا ظلم محض ہے،

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرة وزر اخرى۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کوئی بوجھاٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

فتاویٰ خیرہ میں ہے :

اپنے شریک کی اجازت کے بغیر سرکاری جرمانہ دیا تو جو کچھ دیا شریک اس کا ذمہ دار نہ ہوگا، لہذا ادا کرنے والا شریک سے جرمانہ کا حصہ وصول کرنے کا حقدار نہ ہوگا۔ (ت)

دفع معاسر سلطانیة بغیر اذن شریکہ لایلتزم شریکہ شیئ مبادفع حیث لم یاذن له بالدفع لیرجع علیہ بحصة منها۔

عقود الدرہ میں ہے :

باقی شریکار نے کہہ دیا کہ جو ٹیکس لاگو ہو تو ادا کر دینا ہم اپنا حصہ ادا کر دیں گے تو اس نے ادا کر دیا اب یہ باقی حضرات سے ان کے حصے کے مطابق وصول کرنا چاہے تو اس کو یہ حق ہے ان حضرات کے اس دعویٰ کے مطابق یہ ادا ایسے برداشت کرنی ہوگی اھ، توجب وصول کرنے کی شرط مفقود ہو اور معاملہ بھی شریکار میں ہے تو یہاں کیسے ہو سکتا ہے۔ (ت)

لحقہم خسران بسبب الدعوی غرمہ احدہم بعد ما قال له الباقون ادفع ذلك مہا غرمت فعلینا بقدر حصتنا فدفعہ ویرید الرجوع علیہم بقدر حصتہم فلہ ذلك اھ، فقد شرط للرجوع فاذا كان هذا فی الشراء فكيف هنا۔

حسب بیان سائل زمین سے ٹال رکھنا مقصود تھا، اور چنگی نے اس سے ممانعت کر دی،

۱۸/۳۵ القرآن

۱۸ فتاویٰ خیرہ

۱۸ العقود الدرہ

۲/۴۳

ارگ بازار قندھار افغانستان

کتاب الدعوی

توجیب تک ٹال رہی اس کا کرایہ ضرور واجب ہے، اور جب سے خالی کر دی اس کا اصلاً استحقاق نہیں، اس بیع میں جتنے دن عبد اللہ کے قبضے میں رہی، اگر اس میں کوئی انتفاع اس نے زمین سے حاصل کیا، اس کے حساب سے کرایہ دے گا ورنہ نہیں، اور دونوں صورتوں کا کرایہ مثل دے گا جو اجرمسہمی یعنی کرایہ قرار یافتہ سے زائد نہ ہو، مثلاً اجرمثل یعنی بازاری نرخ سے اس کام کے لئے کرایہ روپیہ ماہوار ہے، اور ٹھہرا روپیہ یا روپیہ سے زیادہ تو روپیہ دے گا، اور ٹھہرا بارہ آنے تو بارہ ہی آنے دے گا اس لئے کہ یہ اجارہ اس قرارداد پر ہوا کہ اگرچہ جنگی ممانعت کر دے مالکان زمین کو اس سے بحث نہیں عبد اللہ کرایہ دے گا، یہ شرط خلاف مقتضائے عقد ہے اس سے اجارہ فاسد ہوا، فریقین پر اس کا فسخ واجب تھا کہ ازالہ گناہ لازم ہے، اور اجارہ فاسد میں اجرمثل لازم آتا ہے کہ اجرمسہمی سے زائد نہ ہو، متن ہدایہ میں ہے :

اگر آٹے کی پن چکی کا پانی منقطع ہو جائے اور وہ کمرہ پسائی کے بغیر بھی قابل انتفاع ہے تو اس نفع کے حصہ کا اجرمسہمی پر لازم ہے (ت)

لو انقطع ماء الرحى والبیت مما ينتفع به
لغير الطحن فعليه من الاجر بحصته

تبیین الحقائق میں ہے :

فاذا استوفاه لزمته حصته

اگر اس نے فائدہ پایا ہو تو اتنے کا معاوضہ لازم ہوگا۔ (ت)

اس مسئلہ کی غایت تحقیق و تنقیح فتاویٰ فقیر میں ملاحظہ ہو، خلاصہ میں ہے :

مجموع النوازل میں ہے کہ ایک حمام مقررہ کرایہ پر لیا اس شرط پر کہ چالو ہو یا نہ ہو ہر حال میں کرایہ لازم ہوگا تو یہ شرط مقتضی عقد کے خلاف ہے لہذا یہ اجارہ فاسد ہوگا۔ (ت)

وفي مجموع النوازل استاجر حماً ما بیدل
معلوم علی ان علیہ الاجر حال جریانہ
وانقطاعه فهذا الشرط مخالف لمقتضى
عقد الاجارة فيفسد

ردالمحتار میں ہے :

۳۱۳/۳

مطبع یوسفی لکھنؤ

لہ ہدایہ کتاب الاجارۃ باب فسخ الاجارۃ

۱۴۴/۵

المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر

لہ تبیین الحقائق

۱۲۱/۳

مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

لہ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الثالث

لو شرط شرطاً فاسداً قبل العقد ينبغى
 الفساد لو اتفقا على بناء العقد عليه
 كما صرحوا به في بيع الهزل ، وقد
 سئل الخبير الرضوي عن رجلين
 تواضعا على بيع الوفاء قبل عقده
 وعقداً خالياً عن الشرط ، فاجاب
 بانه صرح في الخلاصة والفيض
 والتارخانية وغيرها بانه يكون
 على ما تواضعا أه اماماً في الدرر المستجری
 فمنعه الجيران عن الطحن
 لتوهين البناء وحكم القاضی بمنعه
 هل تسقط حصته مدة المنع
 قال لا ، ما لم يمنع حسان الطحن أه
 قال ثم شمس المراد والله
 تعالى اعلم ان يحال
 بينه وبين الدوايرة
 فلا يقدر عليها أه فكتبت
 عليه اقول يجب حمله
 على ما اذا كان منع القاضی
 جبر الخباط الجيران
 لا حکما حتماً لو خالفه

اگر فاسد شرط لگائی اگرچہ عقد سے قبل لگائی ہو
 اور اس کو فریقین عقد کی بنیاد بنائیں تو فساد
 ہوگا جیسا کہ فقہاء نے مذاقیہ بیع میں اس کی
 تصریح کی ہے ، علامہ خیر الدین رملی سے سوال ہوا
 کہ دو حضرات نے بیع الوفاء کو عقد سے قبل طے
 کر لیا اور پھر عقد کے وقت شرط کا ذکر نہ کیا تو
 انہوں نے جواب دیا کہ خلاصہ ، فیض ، تارخانیہ
 وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ بیع طے کردہ شرط
 پر مانی جائے گی اھ ، لیکن جو درمختار میں ہے کہ
 کسی نے آٹے کی پن چکی کرایہ پر لی اور پڑوسی نے
 اپنی عمارت کے نقصان کے خدشہ سے پسائی سے
 روک دیا اور قاضی نے روک دینے کا حکم دیا ہو
 تو کیا اس روکنے کی مدت کا کرایہ ساقط ہوگا ،
 تو فرمایا کہ ساقط نہ ہوگا جب تک عملاً نہ روک
 دے اھ۔ اس پر طحاوی نے پھر شامی نے فرمایا
 کہ عملاً روک دینے کا مطلب یہ ہے ، واللہ تعالیٰ
 اعلم ، کہ ایسی رکاوٹ ڈالی جائے کہ چکی چلانے
 پر قدرت نہ ہو ، اھ۔ میں نے اس پر لکھا ہے ،
 میں کہتا ہوں ، اس کو اس صورت پر محمول کرنا
 ضروری ہے جس میں قاضی پڑوسی کی درخواست پر
 منع کر دے نہ کہ ایسی صورت پر کہ یہ قاضی کے

- ۱۔ ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۱/۴
 ۲۔ درمختار کتاب الاجارة باب یا يجوز من الاجارة مطبع مجتبیائی دہلی ۱۴۶/۴
 ۳۔ ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۴/۵

حکم کی خلاف ورزی کرے اور قاضی اس کو
تعزیر لگائے، کیونکہ سب نے تصریح کی ہے کہ
ایسا ضرر جو عقد میں شامل نہ ہو، اس کا پایا جانا
ایسا عذر ہے جس کی وجہ سے فسخ ہو سکے گا، اور
تعزیر والی صورت ایسا ہی عذر ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

لصادرة او عذرا كيف وقد صرحوا
قابلة ان لحوق ضرر غير مستحق
بالعقد عذري فسخ به، وهذا منه
لا شك - والله تعالى اعلم.

مسئلہ ۲۱۱ از موضع دلیل گنج تھانہ امریا پر گنہ جہاں آباد مستولہ محب اللہ صاحب ضلع دار
۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر مسلمان اس ضلع پبلی بھیت میں
کاشت موروٹی کو جس کی نقشی پختہ ہے گرو رکھتے ہیں، اور کچھ روپیہ اصلی کاشتکار کو دے کر اس کی
علیحدہ تحریر کر لیتے ہیں، اور زمین کو اپنی کاشت میں رکھ کر اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور نقشی کار روپیہ
زمیندار کو خود ادا کرتے رہتے ہیں، اور اس میں معاہدہ ہوتا ہے کہ دو سال تک یا پانچ سال تک باوجود
موجود ہونے روپیہ کے اصلی کاشتکار زمین کو نہیں چھڑا سکتا، مگر بعد گزرنے معاہدہ کے کاشت کار اصلی
روپیہ کل ادا کر کے زمین گرو سے چھڑا سکتا ہے، اور بعض بعض شخص اصلی روپیہ میں سے ایک روپیہ سال
یا ۸ سال کم بھی لے لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ علمائے دین اس صورت میں زمین کار گرو رکھنا جائز قرار دیا ہے،
بیٹو اتوجروا۔

الجواب

اصلی کاشتکار زمین کا مالک نہیں ہوتا مالک زمیندار ہے وہ مستاجر ہے، جب اس نے
دوسرے کے پاس گروی رکھی اور زمیندار کی باقی اس دوسرے نے دی اور زمیندار نے اس سے
قبول کی، تو یہ رہن کی اجازت نہ ہوتی، رہن و اجارہ جمع نہیں ہو سکتے، بلکہ اب یہ دوسرا شخص مستاجر
ہو گیا، اب وہ پہلا جدا ہے اس پر اس دوسرے کا صرف خالص قرض رہا، وہ جب دے اسے قبول
کرنا لازم ہوگا، اور زمین چھوڑنا کسی وقت ضرور نہیں، اس زمین سے کاشت کار اصلی کو کوئی تعلق
نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۲ از احمد آباد گجرات محلہ جمال پورہ متصل مسجد کارج مرسلہ مولانا عبدالرحیم صاحب
۱۶ شوال ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں شہر احمد آباد میں بعض
”حافظ القرآن“ حضرات اہلسنت و جماعت کے مکانوں پر سوم و چہلم منانے جاتے ہیں اور ”کلام مجید“
پڑھ کر اموات کی خدمت میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور وہاں سے اجرت لیتے ہیں اور اس میں جُملہ
بہت ثواب سمجھتے ہیں۔ آیا یہ ایصالِ ثواب کر کے اجرت لینا جائز ہے یا حرام ہے،
اجرت لے کر ایصالِ ثواب کرے تو اموات کی خدمات میں ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟
اور جو حافظ القرآن اجرت لے کر ثواب کرنے کے لئے اجاب اہلسنت و جماعت کے مکانوں پر
تشریف لے جاتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیتوا تو جروا۔

الجواب

اجرت پر کلام اللہ شریف بغرض ایصالِ ثواب پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز، اور پڑھنے والا
اور پڑھوانے والا دونوں گنہگار، اور اس میں میت کے لئے کوئی نفع نہیں، بلکہ اس کی مرضی و وصیت
سے ہو تو وہ بھی وبال میں گرفتار،

قال اللہ تعالیٰ لا تشتروا بآئتی ثمنًا
قلیلًا
تھوڑے دام نہ لو۔ (ت)

اور یہ کہنا کہ ہم اللہ کے لئے پڑھتے ہیں اور دینے والے بھی ہمیں اللہ کے لئے دیتے ہیں، محض
جھوٹ ہے، اگر یہ نہ پڑھیں تو وہ ایک جبہ ان کو نہ دیں، اور اگر وہ نہ دیں تو یہ ایک صفحہ نہ پڑھیں اور
شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ المعروف بالمشروط (معروف مشروط کی طرح ہے۔ ت) بلکہ اس ظاہری

عہ ہذا الفتویٰ وثلثہ بعدہ کانت متفرقة
فی ابواب شتی ما عدا باب الاجامۃ فی
المجلد الثامن ۱۲ عبدالمنان اعظمی
آٹھویں جلد (قدیم، جدید ۱۹) میں یہ اور اس کے
بعد کے تین فتوے مختلف ابواب میں متفرق تھے
ان کو اجارہ میں یہاں منتقل کیا گیا ہے عبدالمنان
اعظمی۔ (ت)

لہ القرآن الکریم ۴/۲

۱۸۲/۲

مطبع مجتہبائی دہلی

کتاب الاجارہ

لہ درمختار

۱۳۱/۱

ادارۃ القرآن کراچی

القاعدۃ السادستہ

الاشباہ والنظائر الفصن الاول

شرط نہ کرنے سے ایک اور خباثت بڑھ جاتی ہے، اجارہ جو امر جائز پر ہو وہ بھی اگر بے تعین اجرت ہو تو بوجہ جہالت اجارہ فاسدہ اور عقد حرام ہے، نہ کہ وہ اجارہ کہ خود ناجائز تھا، وہ تو حرام در حرام ہو گیا، یہ حاوی جس میں یہ بیہودہ حکم ۵۴۵ درم والا لکھا ہے، حاوی قدسی نہیں، حاوی زاہدی ہے، کما فی رد المحتار (جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ ت) اور یہ زاہدی ایک معتزلی بد مذہب تھا، کما فی الرد المحتار فی الاسفار (جیسا کہ رد المحتار وغیرہ کتب میں ہے۔ ت) اور اس کا یہ حکم قوانین شرع سے محض جدا، اور یہ تحدید شرع مطہر پر صریح افتراء ہے۔

جو حافظ اس کا پیشہ رکھے فاسق معین ہے، اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، کہ اسے امام بنا ناگناہ، اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی ہو اس کا پھیرنا واجب، ہاں اگر اس کی حلت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پڑھوانے والے وقت معین کے ساتھ مثلاً روزانہ صبح کے، بجے سے ۱۰ بجے تک اور شام کے ۲ بجے سے ۴ بجے تک، یا جو وقت مقرر کریں، ایک اجرت معینہ پر مثلاً ۴ روز یا جو قرار پائے، ان حافظوں کو اپنے کار خدمت کے لئے نوکر رکھیں، اس وقت معین کے لئے یہ ان کے ملازم ہونگے انھیں اختیار ہے جو کام چاہیں لیں، ازاں جملہ یہ کہ فلاں میت کے لئے قرآن عظیم پڑھو، اب یہ حلال ہے، دینا واجب اور لینا روا، کہ اب یہ اجارہ قرآن خوانی پر نہیں، بلکہ ان حافظوں کے منافع نفس پر ہے، یہاں تک کہ اگر یہ اس وقت مقرر پر پابندی کے ساتھ حاضر رہیں اور مستاجرین ان سے کچھ کام نہ لیں، جب بھی تنخواہ واجب ہوگی،

لان المستحق علیہم انما کان تسلیم النفس وقد حصل کما هو حکم "اجیر الواحد" واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ وہ پابند تھے کہ اپنے نفس کو سوئپ دیں اور یہ کام ہو گیا جیسا کہ اجیر خاص کا حکم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳ از شہر محلہ ملوکپور مستولہ مولوی امیر اللہ صاحب ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ۵ روپیہ ماہوار کا نوکر تھا، اس نے خود نوکری ترک کر دی، رقعہ کے ذریعہ سے بقیہ تنخواہ مانگی، ذلیقہ سنہ حال کی ۲۸ سے چھوڑی، چنانچہ عبارت اس کی بلفظہ درج ہے: "میں نے ۲۸ ذلیقہ بروز پنجشنبہ کو

۱ رد المحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسقہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶/۵

کام چھوڑا، اسی ماہ مذکور کی تنخواہ چاہی ہے۔ چونکہ یہ ذیقعدہ ۳۰ کا ہوا تو ۲۸، ۲۹، ۳۰ تین دن کی تنخواہ منہا ہونی چاہئے یا ایک دن ہفتہ کی، جمعہ کی تعطیل تھی، ترک روزگار کے بعد بھی تعطیل جمعہ و جمعرات ملنا چاہئے، یا ۲ یوم کی واجب ہے؛ اتنے دن کی تنخواہ مجموع آٹھ آنہ ہوتے، ایک دن کی ۲۔۲ پائی ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں ۲۔۲ پائی کاٹو اور دو دن تعطیل کے مجھے ملنا چاہئے، آیا یہ قاعدہ شرعی یا عرفی وغیرہ ہے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

ایام تعطیل کی تنخواہ بحال ملازمت ملتی ہے، شرعاً عرفاً یہی قاعدہ ہے، اگر ترک ملازمت تاریخ ۲۸ سے ہوا تو تین دن کی تنخواہ کا وہ مستحق نہیں،

فان البطالة ترفية عما عليه من الاشتغال
وبعد ترك الاجارة لا شغل عليه فلا
ترفيه فلا اجرة۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ
اتم واحکم۔

کیونکہ تعطیل لازمی مشغولیت سے آرام کیلئے ہوتی ہے تو اجارہ ختم ہونے کے بعد کوئی مشغولیت نہ رہی تو آرام کا ہے کا تو اجرت کا استحقاق نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۲۱۴ مسئلہ احمد حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہل سنت و جماعت ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ
واعظ یا حافظ نے وعظ یا قرآن ختم کیا اور بغیر طلب کے اگر کسی نے کچھ دیا تو اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے اگر نہ مشروط ہونہ معروف، ورنہ واعظ کے لئے علی الاختلاف جائز، اور قرآن خوانی پر بالاتفاق ممنوع علی ما نقلہ ط" حقه علامۃ الشاہی فی ردالمحتار (طحاوی کی نقل پر جس کو علامہ شامی نے ردالمحتار میں ثابت رکھا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵ از بنگالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی مقدمہ کے اندر گرفتار ہو کر کسی دوسرے شخص سے اپنی حالت کے واسطے دعا کروائے، اور بھی اس دعا خواں کو کچھ روپیہ چاہئے یا نہیں، اور ان کو روپیہ لینا حلال ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

ہاں اگر خالی دعا بغیر کسی ختم یا عمل کے ہو تو اس پر اجارہ ٹھہرانے کے کوئی معنی نہیں کہ اتنے کہنے میں اس کا کیا صرف ہوتا ہے کہ الہی فلاں کی حاجت بر لا، جس پر اجرت لے گا، نہ اس پر اجارہ معہود ہے ،
والاجارۃ اما جو نرت استحساناً علی خلاف
القیاس لدفع حاجات الناس فالیس
من اجار اتہم لم یکن من حاجاتہم۔

ہندیہ میں ذخیرہ سے ہے ،

جب کوئی معین جگہ اجرت پر لی کہ وہاں کیلے گاڑ کر
سوت کو کپڑا بننے کے لئے درست کرے تو جائز
ہے کیونکہ یہ اجارہ لوگوں کی عادت ہے اور اگر
کوئی دیوار کرایہ پر لیا کہ وہاں کیلے گاڑ کر بننے کے لئے
ریشم درست کر کے اونی یا دیبا جی کپڑا بنائے تو یہ
جائز نہیں ، ہمارے بعض مشائخ نے یوں ذکر
فرمایا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے عادی اجارہ میں نہیں
ہے اور ہمارے علاقہ کے عرف میں جائز
ہونا چاہئے کیونکہ یہاں دونوں چیزوں میں لوگوں کا
تعالیٰ ہے ، بعض ہمارے مشائخ نے یوں
ذکر فرمایا ہے ۔ (ت)

اذا استاجر موضوعاً معلوماً من الارض
لیتد فیہا الاوتاد یصلح بہا الغزل کی ینسج
جانر لانہ من اجارات الناس ، ولو استاجر
حائطاً لیتد فیہا الاوتاد یصلح علیہا
ابریسم لینسج بہ شعراً او دیبا جلاً یجوز
کذا ذکرہ بعض مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ
لان هذا لیس من اجارات الناس و فی
عرف دیارنا ینبغی ان یجوز کذا ذکرہ
بعض مشائخنا لان الناس تعاملوا ذلك
فی فصلین جمیعاً۔

خانیہ و کبریٰ و عالمگیری میں ہے :

عالمگیری کے الفاظ میں ہے ، دلال کو کہا کہ میری
زمین کو فروخت پر لگا جب تو فروخت کرے تو اتنی
اجرت دوں گا تو دلال یہ کام مکمل نہ کر سکا پھر دوسرے
دلال نے فروخت کر دی ، ابوالقاسم نے فرمایا اگر
پہلے دلال نے فروخت پر لگائی اور اس نے اس پر

واللفظ لہذا قال للدلال اعرض ضیعتی
وبعها علی انک اذا بعثها فلک
من الاجر کذا فلم یقدر الدلال علی اتمام
الامر ثم باعها دلال آخر قال ابوالقاسم
لو عرضها الاول و صرف فیہ

سو بجائے پنشن کے ملازم کو دیا جائے گا، آیا اس رقم کا لینا ملازم کو جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

ملازمت جائزہ کی تنخواہ ماہ ب ماہ خواہ اس کا کوئی جز جمع ہو کر بعد ختم ملازمت دیا جائے، ہر طرح وہ اس ملازم کی ملک ہے، اور جو تنخواہ گورنمنٹ سے مقرر ہو اس کا ^{۱۲} $\frac{1}{12}$ کہ حسبِ قرارداد معروف و معهود ریاست متعلقہ کے ذمہ ہونا اور ملازم کے لئے جمع کیا جاتا ہے، وہ بھی حقیقتاً اسی تنخواہ کا جز ہے۔ عہدہ کا ملازم واقع میں بروئے قاعدہ مقررہ عہدہ ماہوار کا ملازم ہے جسے عہدہ گورنمنٹ اور ۱۰ ریاست سے ملیں گے، اگرچہ ماہ ب ماہ ^{۱۲} $\frac{1}{12}$ پائے گا، اور $\frac{1}{12}$ گورنمنٹ کا اور ۱۰ ریاست کا جملہ $\frac{1}{12}$ تنخواہ معینہ سے جمع ہوتے رہیں گے، شرفاً اگرچہ یہ صورت اجارہ فاسدہ ہے کہ ایک جز واجرت ایک مدت مجہولہ کے لئے مؤجل کیا گیا، کیا معلوم کہ ختم ملازمت کب ہو، اور اجل مجہول سے مؤجل کرنا مفید بیع واجارہ ہے جس کے سبب عقد فاسد و گناہ ہو جاتا ہے، اختیار شرح مختار و خزانہ المفتین میں ہے: ہر وہ جہالت جو بیع کو فاسد کرتی ہے اجارہ کو کل جہالۃ تفسد البیع تفسد الاجارۃ۔

بھی فاسد کرتی ہے (ت)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے،

کل جہالۃ تو شرفی البیع تو شرفی
الاجارۃ ^۲

در مختار میں ہے،

کل ما افسد البیع یفسدھا ^۳

جو بیع کو فاسد کرے وہ اجارہ کو بھی فاسد
کرتی ہے (ت)

اسی میں ہے،

لا یصح البیع بٹمن مؤجل الی المحصاد
للزراع و الدیاس للحب، و القطاف للعنب،

وہ بیع جس کے ٹمن کے لئے فصل کی کٹائی یا گھائی
یا انگور کی اترائی کو میعاد بنایا گیا ہو صحیح نہیں کیونکہ

۱۶۵/۲

تقلی نسخہ

کتاب الاجارۃ

لہ خزانۃ المفتین

ص ۱۱۳

نوکلشور لکھنؤ

کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ

کے فتاویٰ سراجیہ

۱۶۶/۲

مطبع مجتہبی دہلی

کے در مختار

لانہا تتقدم وتتأخر (ملخصاً)۔

ردالمحتار میں ہے :

في الزاھدی باعہ بثمان نصفہ نقد
ونصفہ اذا رجع من بلد كذا
فهو فاسد^۱

زاہدی میں ہے کسی چیز کو یوں فروخت کرنا کہ اس
کی نصف قیمت نقد اور نصف فلاں شہر سے
واپسی پر دوں گا تو وہ فاسد ہوگی۔ (ت)

مگر اجارہ فاسدہ میں بھی بعد استیفاء منفعت اجرت، کہ یہاں وہی اجر مثل ہے واجب ہو جاتی ہے
اور وہ اجیر کی ملک ہے۔ درمختار میں ہے :

حکم الفاسد وجوب اجر المثل
بالاستعمال^۲

فاسد اجارہ کا حکم یہ ہے کہ استعمال کر لینے
پر مثلی اجرت واجب ہوتی ہے (ت)

بلکہ قنیہ و قنیہ و جامع الرموز و محیط و غرر الافکار وغیرہا کی رو سے اس ملک میں خبیث بھی نہیں ہوتا ،
اجیر کے لئے طیب ہوتی ہے اگرچہ اصل عقد گناہ و فاسد تھا۔ ردالمحتار میں ہے :

الاجری طیب وان كان السبب حراماً كذا
في المنية قهستانی الخ ونقل مثله السيد
الحموی فی غرر العیون عن القنیة ثم عقبه
بقوله لم يذكر وجهه فلي نظر^۳ و ذکر
الشامی عن منع الفقار ان شمس الائمة
الحلوانی قال تطيب الاجرة في الاجارة
الفاسدة اذا كان اجر المثل و ذکر فی
المسئلة قولین واحدهما اصح فراجع
نسخة صحیحة^۴۔

اجرت حلال ہے اگرچہ سبب حرام ہو، جیسا کہ قنیہ میں
ہے ، قهستانی الخ، اور سید حموی نے غرر العیون
میں قنیہ سے اس کی مثل نقل کیا ہے اور پھر اس کے
بعد ذکر کیا کہ انھوں نے اس کی وجہ ذکر نہ کی تو غور
کرنا چاہئے اھ، علامہ شامی نے منہج الفقار سے نقل
کیا ہے کہ شمس الائمة حلوانی نے فرمایا ہے کہ اجارہ
فاسدہ میں اجرت حلال ہے جب وہ مثلی اجرت
کے برابر ہو، اور انھوں نے مسئلہ میں دو قول ذکر کئے اور دونوں
میں ایک اصح ہے تو صحیح نسخہ کی مراجعت چاہئے اھ۔ (ت)

۲۶/۲	مطبع مجتباتی دہلی	باب البیع الفاسد	کتاب البیوع	۱ درمختار
۱۱۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب البیع الفاسد	۲ درمختار
۱۶۷/۲	مطبع مجتباتی دہلی	باب الاجارة الفاسدة	کتاب الاجارة	۳ درمختار
۲۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الاجارة الفاسدة	۴ درمختار
۶۱/۲	ادارة القرآن کراچی	کتاب الاجارات	الفضن الثانی	۵ غرر عیون البصائر
۲۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الاجارة الفاسدة	کتاب الاجارة	۶ درمختار

بہر حال اس میں شک نہیں کہ یہ رقم اصل جو گورنمنٹ و ریاست سے لے کر بینک میں بنام ملازم جمع ہوئی ملک ملازم ہے، رہی وہ زیادت کہ ڈاک خانہ بنام سود دیتا ہے اسے بہ نیت سود لینا بہرگز جائز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربوٰی
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ (ت)

اور خود یہ نیت نہ کرے بلکہ مال گورنمنٹ سے برضائے گورنمنٹ ایک رقم جائز بحال استحقاق خود اپنے لئے ورنہ اپنے بھائیوں فقراء و مساکین و دیگر اہل استحقاق کے لئے بیت المال سے لینا سمجھے تو حرج نہیں، اگرچہ دینے والے اُسے کسی لفظ سے تعبیر کریں یا اپنے نزدیک کچھ سمجھیں،

فانما الاعمال بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى وقد فصلنا القول في هذا المرام في فتاؤنا بما لا مزيد عليه۔

اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت پر ملے گا۔ اور ہم نے اس مقصد میں تفصیلی قول اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے جس پر زائد کی گنجائش نہیں۔ (ت)

اصل یہ ہے کہ بیت المال اسلامی ہو خواہ اسلامی نہ ہو، جب انتظامات شرعیہ کا اتباع نہ کئے تو اہل استحقاق مثلاً طلبہ علم دین و علمائے دین کہ اپنا وقت خدمات دینیہ مثلاً درس و تدریس و وعظ و افتاء و تصنیف میں صرف کر رہے ہوں اگرچہ لکھو کھا روپے کے مالک اغنیا کثیر المال ہوں۔ اور بیوہ، یتیم، لنگے اندھے فقراء، مساکین، جو کچھ اُس میں سے برضائے سلطنت بے غدر و فتنہ وار تکاب جرائم پائیں اُن کے لئے جائز ہے، اگرچہ دینے والا کسی دوسری وجہ ناجائز کے نام سے دے،

فانهم انما يأخذون وینوون ما هولهم فلا باس علیہم ما نوى غیرہم۔

کیونکہ وہ لوگ لیتے ہیں اور اپنی نیت پر فائدہ پاتے ہیں تو غیر کی نیت کا ان پر کوئی بوجھ نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

من له حظ في بيت المال ووظف بما هو موجه له له اخذة ديانة، وللمودع

جس کا بیت المال میں جتنا حق ہے اس کے مطابق خود لے لینے میں دیانہ جائز ہے، اور جس کے

پاس امانت ہے اگر امانت رکھنے والا فوت ہو جائے
اور اس کا کوئی وارث نہ مصرف ہے تو امانت دار
کو صرف کرنا جائز ہے۔ (ت)

صرف ودیعة مات ربها ولا وارث لنفسه
او غیره من المصارف یٰ

وجیز کر درمی وغیرہ میں ہے:

جب امانت دار خود مصرف کا اہل ہے یعنی مصرف ہے
تو خود مصرف کر سکتا ہے اگر خود مصرف نہ ہو تو مصرف
صرف کرے۔ (ت)

فاذا کان من اهلہ صرفہ الی نفسه
وان لم یکن من المصارف صرفہ الی
المصرف یٰ

اسی طرح تنویر الابصار مسائل شتی وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے، اور جب لینے والے کا دینے والے پر
کوئی مطالبہ شرعی آتا ہو کہ وجہ صحیح شرعی کے نام سے نذر مل سکتا ہو جب تو یہ مسئلہ غایت توسیع پاتا ہے
جس میں گورنمنٹ وغیر گورنمنٹ و مسلمان وغیر مسلمان کسی کا فرق نہیں رہتا، مثلاً زید نے عمرو کے سو روپے
چراغے، عمرو کے پاس ثبوت قانونی نہیں، اپنا مال یوں لینے میں عاجز ہے تو جائز ہے کہ سو روپے
تک عمرو سے کسی وجہ جائز قانون کے نام سے وصول کر لے، اگرچہ شرعاً وہ نام ناجائز ہو۔ درمختار میں ہے:
لو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ
ظفر بجنس حقہ اھ، والتفصیل
الجمیل فی فتاویٰ توفیق اللہ تعالیٰ۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷ از اروہ بنگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں ۲۸ شوال ۱۳۶۶ھ
بھنگ اور افیون کا گورنمنٹ سے ٹھیکہ لے کر دکان کرے تو ٹھیکہ لینا اور دکانداری کرنا جائز ہے نا جائز؟

الجواب

بھنگ اور افیون بقدر نشہ کھانا پینا حرام ہے، اور خارجی استعمال نیز کسی دوا میں قدر قلیل
جزو ہو کہ روز کے قدر شربت میں قابل تقیر نہ ہو اندرونی بھی جائز، تو وہ معصیت کے لئے متعین
نہیں، تو ان کی بیع حرام نہیں، مگر اس کے ہاتھ کہ معصیت کے لئے اسے خریدے، لیکن اکثر وہی

۱۴۰/۱ مطبع مجتہبی دہلی کتاب الزکوٰۃ باب العشر
۸۹/۱ مطبع مجتہبی دہلی کتاب الزکوٰۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور
۱۳۰/۱ مطبع مجتہبی دہلی کتاب الزکوٰۃ

ہیں تو ان کی تجارت میں احتیاط سخت دشوار اور اسلم احترام، اور ٹھیکہ یہاں غالباً بایں معنی ہے کہ گورنمنٹ سے ان کو اجازت دی جاتی ہے، دوسرا نہیں بیچ سکتا، یہ ایک قانونی بات ہے جس کا ان پر الزام نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸ از شہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ بر مکان جمعدار سمندر خاں مستولہ عبدالرؤف خاں

۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر مسجد کے احاطہ میں کوئی درخت پھولوں کا ہو اور وہ ٹھیکہ کسی ہندو کو دیا جائے اور وہ پھول بتوں پر چڑھائے جائیں، اور اس کا پیسہ عمارت مسجد میں لگانا، روشنی وغیرہ میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

ٹھیکہ دینا حرام ہے اور اس کا روپیہ حرام، پھر بتوں پر چڑھانے کی نیت سے ہو تو اور سخت اور اگر یہ نہیں بلکہ ہندو کا مال اس کی رضا سے ایک نام عقد کے حیلہ سے حاصل کرنا ہو، اور ان پھولوں کے توڑنے کے لئے کافر کا مسجد میں آنا جاننا نہ ہو تو حرج نہیں، اور وہ روپیہ مسجد میں لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۹ مستولہ محمد محمود از قصبہ باندہ ضلع شاسٹی متصل بمبئی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ کوئی شخص مقرر کر کے بطور اجرت کے وعظ کرے اور وعظ گوئی کو پیشہ اور سلسلہ معاش جان کر بسر اوقات کرنی اختیار کرے، جائز ہے یا ناجائز؟
تفسیر روئی والے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ناجائز اور قریب حرام کے فرماتے ہیں (آیہ کریمہ):
ولا تشتروا بایتی تمنا قلیلاً (اور میری آیات کے بدلے حقیر مال نہ لو۔ ت) فقط۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینا حرام ہے۔ در مختار میں اسے یہود و نصاریٰ کی ضلالتوں میں سے گنا، مگر کم من احکام یختلف باختلاف الزمان، کہا فی العلمگیریہ
عہ مسئلتان من مجلدات سوی ما ذکرت ۱۲ عبد المنان اعظمی (یہ دو مسئلے مختلف جلدوں میں تھے۔ ت)

لہ القرآن الکریم ۴/۲۱

لہ در مختار المحظور والاباحہ فصل فی البیع

لہ رد المحتار

۲۵۳/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۴۶/۵

(بہت سے احکام زمانہ کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے ۔ ت)
 کلیہ غیر مخصوصہ کہ طاعات پر اجرت لینا ناجائز ہے ائمہ نے حالاتِ زمانہ دیکھ کر اس میں سے چند چیزیں
 بضرورت مستثنیٰ کیں : امامت ، اذان ، تعلیم قرآن مجید ، تعلیم فقہ ، کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال
 بلا تکلیف معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں ، مجمع البحرین وغیرہ میں ان کا پانچواں وعظ گناہ بس ، فقیہ ابواللیث
 سمرقندی فرماتے ہیں : میں چند چیزوں پر فتویٰ دیتا تھا ، اب ان سے رجوع کی ، از انجملہ میں فتویٰ دیتا تھا
 کہ عالم کو جائز نہیں کہ دیہات میں دورہ کرے اور وعظ کے عوض تحصیل کرے ، مگر اب اجازت دیتا
 ہوں ، لہذا یہ ایسی بات نہیں جس پر تکلیف لازم ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱-۲۲۔ مستولہ مولوی عبدالرحیم بخش صاحب مدرس مدرسہ فیض الغریبہ ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ
 فیض الغریبہ آرہ شاہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھری کی حجی ، سب حجی ، منصفی ، رجسٹری کی
 نوکری شرعاً جائز بلا کراہت ہے یا نہیں ؟ بینوا تو جروا ۔

الجواب

جس نوکری میں خلاف ما انزل اللہ حکم کرنا پڑتا ہو ہرگز جائز نہیں ، اگرچہ سلطنت اسلام کی ہو ،
 ائمہ دین نے تیسری صدی کے آخر میں اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا : من قال
 لسلطان من ماننا عادل فقد كفر (جس نے ہمارے زمانہ کے حاکم کو عادل کہا وہ کافر ہے ۔) ان قضاة
 کی نسبت قرآن عظیم میں تین الفاظ ارشاد ہوئے ظالمون ، فاسقون ، کافرون ، جب قاضیان اسلام
 سلطنت کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے
 ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں ۔ رہی رجسٹری ، اس میں اگرچہ حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر
 شہادت ہے اور انھیں رجسٹر پر چڑھانا ، اور ان میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں
 اور صحیح حدیث میں ہے :

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت

۱۵ القرآن الکریم ۲۵/۵
 ۱۶ " ۲۴/۵
 ۱۷ " ۲۲/۵

اُكَلِ الرِّبُو وَمُؤْكَلِهٖ وَكَاتِبِهٖ وَشَاهِدِيَهٗ
 وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ ۗ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ۔

فرمائی سُود کھانے والے اور سُود دینے والے
 اور اس پر گواہی کرنے والوں پر، اور فرمایا
 سب برابر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اجود القرى لطالب الصحة في اجارة القرى

(دیہات کے ٹھیکہ کی صحت کے طلبگار کیلئے بہترین مہمانی)

مسئلہ از بدایوں

۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ ٹھیکہ دیہات کا جو فی زمانہ شائع و ذائع ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ زمین تو مزارعین کے اجارہ میں بدستور ہے، اور توفیر مستاجر کو ٹھیکہ میں دے دی گئی کہ اس قدر توفیر کا گاؤں اتنے میں تمہیں ٹھیکہ دیا، بحساب اقساط اس قدر بلا عذر کمی وصول وغیرہ ادا کرو، پھر اگر ٹھیکہ دار نے رقم معین سے کسی قدر اگرچہ ایک پیسہ ہو، یا ہزار روپیہ زائد وصول پایا وہ اس کا حق سمجھا جاتا ہے، اور وصول میں کمی رہے تو اس مقدار کا اپنے گھر سے پورا کرنا پڑتا ہے، یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر بیشی مستاجر کو قدر زائد اور در صورت کمی تاجر کو مقدار باقی لینا حلال ہے یا نہیں؟ اور اگر اسے ناجائز کہا جائے تو کیا فرق ہے کہ مزارعین کو زمین ٹھیکہ پر دینا جائز ہے، اور یہ

صورت ناجائزہ - بَيْنُوا تَوْجَرُوا (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے - ت)

الجواب

یہ ٹھیکہ شرعاً محض باطل و ناجائز ہے، ہرگز ہرگز کوئی صورت اس کے جواز و حلت کی نہیں، نہ یہ معاہدہ کسی قسم کا اثر پیدا کر سکے، نہ عاقدین پر اس کی پابندی ضرور، بلکہ فی الفور اس کا ازالہ واجب، نہ مقدار وصول میں ٹھیکہ دار کا کچھ حق، نہ گاؤں سے اس کو کسی قسم کا تعلق۔ اس پر فرض ہے کہ جس جس قدر منافع خالص وصول ہو کوڑی کوڑی مالک کو ادا کرے، خواہ وہ رقم معین سے زائد ہو یا کم، اگر ایک پیسہ اس میں سے رکھ لے گا اس کے لئے حرام ہوگا، نہ مالک کا مقدار وصول سے زیادہ میں کچھ استحقاق، مثلاً ہزار کو ٹھیکہ دیا نو سو وصول ہوئے، تو اسی قدر مالک کے لئے حلال ہیں، نو سو روپے سے کوڑی زائد لے گا تو اس کے لئے حرام محض ہے، اور گیارہ سو کی نشست ہوئی تو یہ پورے گیارہ سو خاص مالک کے ہیں، ٹھیکہ دار کا ان میں ایک جہت نہیں یہاں تک کہ اگر ٹھیکہ دار توفیر سے دست بردار ہو کر یہ چاہے کہ حق محنت میں کچھ اجرت ہی پاؤں، تو اس کا بھی مطلق استحقاق نہیں،

لانه انما عمل لنفسه والباطل شرعاً لا ينقلب
صحيحاً بالتراضي فيجب عليهما التخلي عنه
انزاله للمنكر وقد اوجبوا التفاسخ في
العقود الفاسدة تاثيراً فما ظنك بالباطل

کیونکہ اس نے اپنے لئے کام کیا ہے، اور شرعاً باطل چیز باہمی رضامندی سے صحیح نہیں بن سکتی تو دونوں پر اس سے علیحدگی ضروری ہے تاکہ گناہ کا ازالہ ہو سکے جبکہ فقہاء کوام نے فاسد

عقود میں فسخ کرنا لازم قرار دیا ہے تو باطل عقود میں تیرا کیا خیال ہے - (ت)

جن لوگوں کے پاس کسی حقیقت دیہی کا چند سال تک ٹھیکہ رہا ہو ان پر فرض ہے کہ تمام برسوں کی واصل باقی بلحاظ تحصیل خام لگا کر ایک دوسرے کے مواخذہ سے پاک ہو جائیں مثلاً زید نے عمر کو اپنا گاؤں بعوض ایک ہزار روپے کے تین برس تک ٹھیکہ دیا اور تین ہزار روپے وصول پائے، اب دیکھا جائے کہ عمر کو ان برسوں میں کیا وصول ہوا تھا، اگر ہر سال مثلاً بارہ سو روپے پائے تھے تو اس پر چھ سو روپے زید کے واجب الادا تھے اور ہر سال آٹھ سو روپے ملے تھے تو چھ سو اس کے زید پر ہے اور ایک سال ہزار پائے تھے، دوسرے سال آٹھ سو، تیسرے سال بارہ سو، تو دونوں بے باقی ہیں افسوس کہ عام بندے یہاں تک کہ علماء اس مسئلہ سے سخت غافل ہیں لاجول ولا قوۃ الا باللہ

العلی العظیم -

اصل کلی یہ ہے کہ جس طرح عقد بیع اعیان پر وارد ہوتا ہے یونہی اجارہ ایک عقد ہے کہ خاص منافع پر ورود پاتا ہے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ ذاتِ شئی بدستور ملک مالک پر باقی رہے اور مستاجر اس سے نفع حاصل کرے، جو اجارہ خاص کسی عین و ذات کے استہلاک پر وارد ہو، محض باطل ہے اللہمَّ اِلَّا مَا اسْتَثْنَاهُ الشَّرْعُ كَاجَارَةِ الظَّنِّ لِلْاَرْضِ صَاعٍ (ہاں مگر وہ جس کو شرع نے مستثنیٰ کر دیا جیسا کہ دودھ پلانے والی عورت کا اجارہ - ت) وغیر ذلک۔ اسی لئے اگر باغ کو بغرض سکونت اجارہ میں لیا جائے، اور پھل کھانے کے لئے ناجائز، کہ سکونت منفعت اور ثمر عین، گائے کو لادنے کیلئے اجارہ میں لیا جائے، دودھ پینے کو ناجائز، کہ لادنا منفعت ہے اور دودھ عین، حوض سنگھاڑھے رکھنے کیلئے اجارہ میں لیا جائے، مچھلیاں پکڑنے کو ناجائز، کہ سنگھاڑھے یونہی منفعت ہے، مچھلیاں عین،

ردالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے کہ جب اجارہ عین کی ہلاکت پر ہو تو صحیح نہ ہوگا جیسے پودوں کے ذخیرے اور حوض مچھلی پکڑنے اور ناڑ کاٹنے اور لکڑی کاٹنے یا ان زمینوں کو سیراب یا جانوروں کو پلانے کے لئے اور یونہی چراگاہ اجارہ پر لینا اور ان سب امور کے لئے حیلہ یہ ہے کہ وہاں کوئی معین جگہ جانور رکھنے کے لئے کرایہ پر حاصل کرے اور پانی اور چارہ کو مالک مباح کر دے الخ، اور فتاویٰ خیرہ لنتفع البریہ میں ہے کہ فقہار کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ عین چیز کو تلف کرنے پر اجارہ منعقد نہ ہوگا جیسے گائے دودھ کے لئے اور باغ کو اس کا پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لینا، جبکہ یہ مسئلہ

فی ردالمحتار عن البزازیة الاجارۃ اذا وقعت علی العین لا تصح فلا یجوز استیجار الاجارۃ والمیاض لصید السمک اور رفع القصب وقطع المحطب اولسقی امراضها اولغنه منها وکذا اجارۃ المرعی، والحیلة فی الكل ان یستاجر موضعا معلوما لعطن الماشیة، ویبیح الماء والمرعی الخ، وفی الفتاوی الخیریة لنتفع البریة قد صرحوا بان عقد الاجارۃ علی اتلاف الاعیان مقصودا لمن استاجر بقرة لیشریب لبنها، لا ینعقد وکذا لک لو استاجر بستانا لیاکل ثمرته، والمسئلة مصرح بها فی منح الغفار وکثیر من

ردالمحتار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدة دار احوال التراث العربی بیروت ۳۹/۵
لے فتاویٰ خیرہ " دار المعرفۃ بیروت ۱۲۹/۲

منح الغفارة اور بہت سی کتب میں تصریح شدہ ہے۔ (ت)

اب اسی اجارہ کو دیکھئے تو یہ ہرگز کسی منفعت پر وارد نہ ہوا کہ زمین بغرض زراعت تو مزارعین کے ٹھیکہ میں ہے، بلکہ خاص توفیر یعنی زر حاصل یا بٹائی کا غلہ اجارہ میں دیا گیا اور اسی کا استہلاک مفاد عقد ہوا، اذ من المعلوم ان الجبوب والنقود لا ینتفع بہا الا بالتلاقیہا (اور ظاہر ہے)

دانے اور نقد زر سے ان کی ہلاکت کے بغیر نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ (ت) اور پُر ظاہر کہ زر و طعام اعیان سے ہیں نہ منافع سے اگرچہ محاورہ ہندیان میں تمام حاصلات دیہی کو بلفظ منافع تعبیر کیا جاتا ہے، عین اشیائے قائمہ بالذات کو کہتے ہیں، اور منفعت معانی حاصلہ فی الغیر، عین امور محسوسہ کی جنس سے ہے اور منفعت معنی معقول، عین کو چند زمانے تک بقا ہے، اور منفعت ہر آن متحد،

فی رد المحتار المنفعة عرض لا تبقى
نہ مانیں۔
رد المحتار میں ہے نفع ایک عرض چیز ہے جس کا وجود دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا۔ (ت)

اب نفس جزئیہ کی تصریح کلماتِ علمائے کرام سے لیجئے، امام خیر المملکة والیرین ربلی استاذ فاضل مدتی صاحب درمختار رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما فتاویٰ خیر یہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ان كانت الاجارة وقعت علی اتلاف العین قصد افہی باطلۃ کما صرح بہ علماء ناقاطیة، و صار کمن استاجر لبقرة لی شرب لبثہا لا ینتقد فاذا استاجر ضمید القرى و المزارع و الموانیت لاجل تناول خراج المقاسمة او خراج الوظيفة او ما یجب علی المتقبلین من اجرة الموانیت او لاجل تناول ثمرۃ الاشجار من بساتین القرى و حصۃ الوقف من التزیع الخارج فالاجارة باطلۃ باجماع علماءنا لافرق

اگر اجارہ عین چیز کے اتلاف پر مقصود ہو تو باطل ہوگا جیسا کہ تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے اور جیسے گائے کو دودھ کے لئے اجارہ پر ہو جائے گا جو منعقد نہ ہوگا تو جب زید نے دیہا زمین اور دکانیں اجارہ پر حاصل کیں تاکہ حصہ کی آمدنی یا مقررہ کرایہ وصول کرے یا دکانوں کا کرایہ حاصل کرے یا دیہاتوں کے باغات کے پھل کھائے یا اوقاف کی زمینوں کا فصلانہ وصول کرنے کے لئے اجارہ پر لے تو یہ اجارہ باجماع علماء باطل ہے اس میں زید و بکر کا

کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ باطل ہے جب یہ صورت ہے تو اس باطل کا ازالہ ضروری ہے نہ کہ اس کو بحال رکھنا جائزہ تو زید و عمرو کا قبضہ ان سے ختم کرنا ضروری ہے۔ (ت)

آپ سے سوال ہوا کہ وقف گاؤں کے حصہ کی وصولی کا ٹھیکہ وغیرہ مقررہ مال کے بدلے حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، ٹھیکہ قلیل مال ہو یا کثیر ہو۔ تو جواب دیا کہ یہ ٹھیکہ عین اشیاء پر ہے منافع پر نہیں ہے لہذا یہ بالاجماع باطل ہے تو جب باطل ہے تو کالعدم ہے الخ ملخصاً (ت)

کچور کے باغ والے نے حاصل ہونے والے پھل کا مقررہ نقد پر دوسرے کو ٹھیکہ دیا کیا یہ صحیح ہے یا نہیں، انھوں نے جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے اور فریقین پر لازم ہے جو کچھ لیا دیا ہے واپس کریں الخ۔ (ت)

بین زید و بکر فی ذلك لانها باطله و الحال هذه و الباطل يجب اعدامه لا تقهیرة فتوقع زید زید و عمرو عن القبری و المنارح و الحوانیت علیہ
اسی میں ہے:

سئل فی الالتزام و المقاطعة علی ما یحصل من قریة الوقف من خراج مقاسمة و غیر ذلك بمال معلوم من احد النقديتین یدفعه الملتزم و یكون له ما یتحصل منها قلیلا کان او کثیرا هل یجوز ام لا۔ اجاب، الواقع علیہ فی المقاطعة المشروحة اعیان لا منافع فہی باطله بالاجماع، و اذا وقعت باطله کانت کالعدم الخ ملخصاً۔

اسی میں ہے:

سئل ایضا فی تیماری اجرا المتحصل من تیمارة لأخر ببلغ معلوم هل تصح ام لا، اجاب لا تصح و علی کل واحد منهما ما تناولہ الخ۔

اسی میں ہے:

۶۴۴/۲

۱۲۶/۲

۱۲۵/۲

دار المعرفۃ بیروت

” ” ”

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الاجارۃ

”

”

لہ فتاویٰ خیریۃ

۲

لہ فتاویٰ خیریۃ

ہمارے تمام مشائخ کے کلام میں ہے کہ اجارہ منافع کا عوض کے بدلے مالک بننے کا نام ہے اور اگر یہ عین چیز کو ہلاک کرنے پر منعقد ہو تو باطل ہوگا، اور ان کی تصریحات میں ہے کہ جو شخص گائے کو دودھ پینے کے لئے یا انگور کا درخت پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لے تو یہ باطل ہے اور اس عمل کے غلط ہونے پر ان کا یہ قول قطعی ہے کہ عین چیز کو نفع بنانا متصور نہیں ہو سکتا، تو جب معلوم ہو جائے کہ اجارہ قصداً عین چیز کو ہلاک کرنے پر واقع ہوا ہے تو باطل ہوگا تو اجارہ مذکورہ جب زمین سے انتفاع پر نہیں بلکہ زمین سے حاصل آمدن کو وصول کرنے پر دو طرح سے ہے یعنی مقررہ حصہ کی وصولی اور درختوں کے پھل کی وصولی کے عوض مقررہ دراہم، تو یہ ہمارے ائمہ کے اجماع کے مطابق باطل ہے اور باطل چیز کا ہمارے علماء کے اتفاق کے مطابق کوئی حکم نہیں ہے اور جب ہم نے باطل کہہ دیا تو مستاجر پر لازم ہے کہ اس نے جو کچھ مزارعین سے غلہ یا نقد وصول کیا واپس کرے۔

(د)

معلوم ہونا چاہئے کہ جب اجارہ قصداً عین چیز کو تلف کرنے پر ہو تو وہ باطل ہوگا مستاجر جو کچھ بھی ان اعیان چیزوں میں سے حاصل کرے وہ اس کا مالک

المقرر فی کلام مشائخنا باجمعہم ان الاجارة تمليك نفع بعوض وانها اذا وقعت على استهلاك الاعيان فهو باطله وما صرحوا به ان من استاجر بقرّة لبشر لبنها او كرماليا كل ثمرة فهو باطل وما يقطع الشغب قولهم "جعل العين منفعة غير متصور" فاذا علم ان الاجارة اذا وقعت على استهلاك الاعيان قصد او وقعت باطله فعقد الاجارة المذكورة حيث لم يقع على الانتفاع بالارض بالسرّاع ونحوه بل على اخذ المتحصل من الخراج بنوعيه اعنى الخراج الموظف والمقاسمة وما على الاشجار من الدراهم المضروبة فهو باطل باجماع ائمتنا والباطل لا حکم له باطلاق علمائنا واذا قلنا بطلانه لزم المستاجرات يرد جميع ما تناوله من المزارعين من غلال ونقود وغير ذلك

اسی میں ہے :

اعلم ان الاجارة اذا وقعت على اتلاف الاعيان قصد اكانت باطله فلا يملك المستاجر ما وجد من تلك الاعيان بل هي

نہ بنے گا بلکہ یہ اجارہ سے قبل کی حالت پر ہوں گی
لہذا مستاجر کے قبضہ سے واپس لی جائیں گی اور
اگر وہ ان کو ہلاک کر چکا ہو تو ان کا ضمان اس سے
وصول کیا جائیگا کیونکہ کسی چیز میں باطل موثر نہیں
ہوتا اس لئے اس پر ان میں تصرف حرام ہوگا کیونکہ
وہ ان کا مالک نہیں ہے اور یہ گائے کے دودھ
یا باغ کو پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لینے کی طرح
ہوگا اور اسی کی مثل مزارعین سے مقررہ حصہ کی
وصول کا مالک بننے کے لئے ٹھیکہ لینا ہے کیونکہ
یہ بھی عین چیز پر قصداً اجارہ ہے اور ایسی صورت
باطل ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے (ت)

مذکورہ اجارہ باطل ہے اور غیر منعقد ہے
جیسا کہ تمام علماء تصریح کر چکے ہیں کہ جب
اجارہ قصداً عین چیز کو تلف کرنے کے لئے ہو تو وہ
منعقد نہیں ہوتا اور اجارہ کے احکام کے لئے
مفید نہیں ہوتا، جب یہ معلوم ہو گیا تو مستاجر کو
حق نہیں کہ وہ کوئی آمدن وصول کرے اھ۔
(ت)

على ما كانت عليه قبل الاجارة فتؤخذ
من يده اذا تناولها ويضمنها بالاستهلاك
لان الباطل لا يؤثر شيئاً في حرم عليه
التصرف فيها لعدم ملكه و ذلك
كاستئجار بقرة ليشرب لبنها او بستان
ليأكل ثمرته ومثله استئجار ما في
يد المزارعين لاكل خراجه الذي يحصل
بالمقاسمة فانه عين وقع عليها
الاستئجار قصداً ومثله باطل كما
علمت

اسی میں ہے،

الاجارة المذكورة باطلة غير منعقدة
لما صرح به علماءنا قاطبة من ان
الاجارة اذا وقعت على اتلاف الاعيان
قصداً لا تنعقد ولا تفيد شيئاً من
احكام الاجارة فاذا علم ذلك فليس
للمستاجر ان يتناول شيئاً من
الغلال اھ۔

رد المحتار علی در مختار میں ہے،

لیکن وہ عمل جو اس زمانہ میں کیا جا رہا ہے کہ
کار مختار کسی مقررہ معاوضہ پر زمینوں کے حصہ

اما ما يفعلونه في هذه الايام ان حيث
يضمنها من له ولايتها لرجل

بمال معلوم لیکن له خراج مقاسمتها
 ونحوه فهو باطل ، اذ لا یصح اجارة
 لوقوعه علی اتلاف الاعیان قصدًا و
 لا بیعاً لانه معدوم ثم اقلت وهکذا
 افصح به الفاضل المحقق مولانا امین
 الملة والدين محمد بن عابدین
 الشامی رحمه الله تعالی صاحب رد المحتار
 علی در المختار فی کتابه النفیس المجلیل
 المحری بان ینکت علی الحناجر و لو
 بالحناجر المسمی بالعقود الدریة فی
 تنقیح الفتاوی الحامدیة " وغیره فی
 غیرة والعبد الضعیف الان فی قریة
 بعیدة عن وطنی لیس عندی ههنا
 من الکتب الفقهیة الا رد المحتار و
 الخیریة لو لا ذلك لا ثبت بتصریحات
 جلیلة اخری تفتح اعین الغافلین
 وفیما اوردنا کفاية للعاقلین والحمد
 لله رب العلمین۔

کی وصولی کو ٹھیکہ وغیرہ پر دے دیتا ہے تو یہ
 باطل ہے کیونکہ یہ اجارہ درست نہیں اس لئے
 کہ یہ عین چیز کو فنا کرنے پر اجارہ ہے اور بیع
 بھی نہیں کیونکہ وہ قابل وصول حصہ ابھی معدوم
 ہے اھ ، میں کہتا ہوں اور یونہی فاضل محقق
 مولانا امین الملة والدين محمد بن عابدین شامی
 رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب رد المحتار حاشیہ در مختار
 نے اپنی کتاب جو کہ نفیس جلیل اس قابل ہے
 کہ اسکو حلقوموں پر لکھا جائے اگرچہ تجربوں سے لکھا جاسکے جس کا
 نام "العقود الدریة فی تنقیح الحامدیة" ہے اور
 دیگر علمائے دیگر کتب میں فرمایا اور یہ تا تو ان
 بندہ اس وقت اپنے وطن سے دور ایک قریہ
 میں ہے میرے پاس سوائے رد المحتار اور
 خیریہ کوئی بھی فقہ کی کتاب نہیں ہے اگر یہ عذر
 نہ ہوتا تو میں ایسی مزید تصریحات جلیلہ کو بیان
 کرتا جو غافل حضرات کی آنکھوں کو کھول دیتیں اور
 جو کچھ میں نے ذکر کر دیا ہے وہ عقل والوں کے لئے
 کافی ہے ، واللہ شہد رب العالمین۔ (ت)

ان نصوص صریحہ کے بعد بھی حکم میں کچھ خفا باقی ہے اور ہمیں سے ظاہر ہو گیا وہ فرق جس سے
 سائل سوال کرتا ہے کہ مزارعوں کو زمین بغرض زراعت دی جاتی ہے ، وہاں اجارہ بولنے جوتنے پر
 وارد ہوتا ہے کہ وہ منفعت ہے نہ کسی عین کے استہلاک پر فافترقا ، اسی لئے امام خیر الدین نے
 ارشاد فرمایا :

عقد الاجارة المذكورة حيث لم يقع
 مذکورہ عقد اجارہ زمین سے زراعت کے انتفاع وغیرہ

رد المحتار کتاب الاجارہ مسائل شتی فی الاجارہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵

پر واقع نہیں بلکہ متصل کی وصولی پر ہوتا ہے الخ،
جیسا کہ ہضم نے ان کی نص آپ کو
سنادی ہے۔ (ت)

على الانتفاع بالارض بالزراع و نحوه
بل اخذ المتحصل الخ كما اسمعناك
نصه۔

معہذا کچھ فرق نہ سہی جب شرع مطہر سے اس کی علت اور اس کی حرمت ثابت، پھر مجالِ مقال

کیا ہے،

انہوں نے کہا بیع بھی ربا کی طرح ہی ہے، حالانکہ
اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام فرمایا ہے،
اور اللہ تعالیٰ سے ہی امت مرحومہ کی اصلاح
کے لئے سوال ہے، بھلائی کی طرف پھرنا اور
نیکی کی قوت صرف اللہ بلند و عظیم سے ہے (ت)

قالوا انما البيع مثل الربو واحل البيع
وحرم الربو، والله تعالى المسئول لاصلاح
احوال الاممة المرحومة ولا حول ولا قوة
الا بالله العلى العظيم۔

ہوایہ کہ جن لوگوں نے کسی وجہ سے اپنے دیہات کا کام خود نہ کرنا چاہا اور دوسرے کو بطور کار پر داری

بتقررتخواہ سپرد کر دینے میں غبن کثیر و محنت قلیل و بے پرواہی کارندگاں کا احتمال قوی سمجھا،

جیسا کہ بہت سے اہل زمان میں یہ مشاہدہ ہے،
ہاں اللہ تعالیٰ جس کو محفوظ فرمائے، اور وہ قلیل
لوگ ہیں۔ (ت)

کما هو مشاهد في كثير من ابناء الزمان
الا من عصمه الله وقليل ما هم۔

بخلاف اس صورت کے جب ایک شخص کے ذمہ رقم محدود باندھ دی جائے اور یہ قرار پائے کہ جہاں
سے جانے اسے پورا کرے، یہاں تک کہ اس پر ضمانتیں یا ایک سال کی توفیر پیشگی لی جاتی ہے تو
احتمال غبن کے تو کچھ معنی ہی نہ رہے، کوشش و لسوزی اول تو کیونکر نہ کرے گا، اور نہ بھی کرے تو اپنا
کیا نقصان، اس قسم کی باتیں ذہن میں جا کر یہ عقد باطل عاقل ایجاد کیا حالانکہ یہ بھی ان کی نادانی کا
نتیجہ تھا، کاش! اگر حضرات علماء لاخلد الكون عنهم و كثر الله في بلادہ امثالهم (کائنات ان
سے خالی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان جیسوں کی کثرت اپنے تمام بلاد میں فرمائے۔ ت) کی طرف رجوع لاتے
تو ایسی صورت نکلنا ممکن تھی جس میں ان کا اطمینان بھی رہتا، ٹھیکہ دار کے سر رقم معین ہو جاتی غبن وغیرہ

کے خدشوں سے نجات ہاتھ آتی، اور موجد و مستاجر دونوں اکل حلال کھاتے نا فرمانی ملک جبار سے امان پاتے مگر کم ہیں وہ پاک مبارک بندے جنہیں اپنے دین کا اہتمام ہے، الہی اس اذل وارذل کو اپنے ان محبوبوں کا خاکپا بنا اور امتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اصلاح احوال فرما امین بجاہ
 هذا النبي الكريم عليه وعلى آله افضل الصلوة والتسليم، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم
 وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

۲۲۱۔ از شاہجہانپور مدرسہ اسلامیہ مدرسہ شیخ بشیر الدین صاحب ۲۵ شعبان ۱۳۰۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید کا ایک موضع ہے جس میں
 قدیم الایام سے ایک بت خانہ ہے اور اس کے چڑھاوہ میں قریب تین سو روپیہ سالانہ کے رقم آتی ہے
 زید بوجہ قدامت کے بتخانہ کو دفع نہیں کر سکتا، اور نہ اس کی پرستش کو بند کر سکتا ہے، اصلی آمدنی موضع
 مذکور کی دو سو روپیہ سالانہ ہے، ایک ہندو ٹھیکہ دار موضع مذکور کا چار سو روپیہ پر لینا چاہتا ہے،
 ظاہر ہے کہ اصلی آمدنی کی موضع مذکور کی صرف دو سو روپیہ سالانہ ہے، ٹھیکہ دار رقم چڑھاوہ کے خیال
 سے دو سو روپیہ اصلی آمدنی پر بڑھاتا ہے مگر زید کوئی تفصیل آمدنی موضع اور آمدنی چڑھاوہ کی نہیں
 کرتا ہے بلکہ یہی کہتا ہے کہ میں ٹھیکہ موضع کا دیتا ہوں، تو زید کا چار سو روپیہ سالانہ پر موضع مذکور کا
 ٹھیکہ دینا ہندو کو جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

سرے سے دیہات کا یہ ٹھیکہ ہی جس طرح آج کل رائج کہ زمین زراعت پر مزارعین کے پاس
 رہتی ہے اور ٹھیکہ دار توفیر کا ٹھیکہ لینا ہے بالاتفاق حرام ہے، فتاویٰ خیرہ میں ہے،
 سئل فی تیماری اجر المتحصل من تیمارہ الآخر ببلغ معلوم هل تصح ام لا، اجاب لا تصح، وعلى كل واحد
 ان سے سوال ہوا ایک نے اپنے کھجور کے باغ سے حاصل ہونے والے پھل کو دوسرے کو مقررہ
 رقم سے ٹھیکہ پر دیا، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں،
 جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں، اور فریقین پر لازم ہے
 کہ وہ لین دین واپس کریں۔ (د)

اسی میں ہے :

قد اتفقت علماؤنا علی ان الاجارة اذا وقعت علی تناول الاعیان او اتلافها فهی باطله ، فاذا علم ذلك علم المحکم فی اجارة القرى لتناول الخراج مقاسمة کان او وظیفه وانه باطل وقد افتتت بذلك مرارا وصوره ما رفع الحت فی قریه اجرها المتکلم علیها لاخر لتناول ما تحصل من خراجها ورسوم انکحتها و من کسوة مواشیها هل یجوز فاجبت فانها باطله لا تجوز الخ۔

ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ جب اجارہ عین چیز کو کھانے یا تلف کرنے پر ہو تو باطل ہوگا، جب یہ معلوم ہو گیا تو اس سے دیہات کی آمدن یا وہاں سے حاصل ہونے والے حصہ کو ٹھیکہ پر دینے کا حکم معلوم ہو گیا کہ یہ باطل ہے، اور اس پر متعدد بار فتویٰ دے چکا ہوں، اور میرے پاس مسئلہ کی جو صورت پیش ہوئی وہ یہ تھی کہ ایک قریہ کے مختار نے وہاں سے حاصل ہونے والی آمدن وہاں ہونے والے نکاحوں کے مروجہ عطیات اور جانوروں کی زکوٰۃ کا ٹھیکہ دوسرے شخص

کو مقررہ رقم پر دے دیا تو کیا یہ جائز ہے، تو میں نے جواب دیا کہ یہ ناجائز اور باطل ہے الخ (رد المحتار میں ہے :

اما ما یفعلونه فی هذه الازمان حیث یضمنها من له ولایتها الرجل بمال معلوم لیكون له خراج مقاسمتها ونحوه فهو باطل اذ لا یصح اجارة لوقوعه علی اتلاف الاعیان قصد اولاً بیعاً لانه معدوم كما بینہ فی الخیریة۔

لیکن وہ عمل جو آج کل لوگ کرتے ہیں کہ قریہ سے حاصل ہونے والی آمدن کے حصے کو مختار کار شخص دوسرے کو ٹھیکہ پر دے دیتا ہے تو یہ باطل ہے کیونکہ عین چیز کو تلف کرنے پر یہ قصداً اجارہ ہے بیع نہیں ہے کیونکہ محصولات ابھی معدوم ہیں جیسا کہ خیر یہ میں اس کا بیان ہے (ت)

بلکہ جواز کی یہ صورت ہے کہ جس مال سے ٹھیکہ دے سال تمام پر خیال کرے کہ کتنے مزارعوں کا پٹہ ہنوز باقی ہے، جس جس کا ہوان سے اجازت لے کہ اب ہم یہ سارا گاؤں یا اس کی فلاں پٹی یا فلاں فلاں معین نمبر تمام و کمال فلاں شخص کو زراعت کرنے کے لئے ٹھیکہ پر دیتے ہیں تم اجازت دے دو

۱۲۹ - ۳۰ / ۲

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الاجارہ

لہ فتاویٰ خیریہ

دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۵۷

”

رد المحتار

اور انھیں سمجھا دے کہ یہ زمین ہمیشہ تا مبعاد پٹہ تمھارے ہی پاس رہے گی، ہم اپنے ایک مسئلہ شرعی کے لحاظ سے یہ امر کرتے ہیں، جب وہ اجازت دے دیں تو مستاجر سے کہے اس سارے گاؤں یا اس میں فلاں پٹی یا فلاں فلاں معین نمبر کی زمین اس قدر روپے سالانہ پر زراعت کے لئے ہم نے تیرے اجارہ میں دی کہ تجھے اختیار ہے جو چاہے بوائے وہ قبول کر لے، اب اجارہ صحیح ہو گیا، اور جو روپیہ قرار پایا مالک کو لینا حلال ہو گیا خواہ مستاجر خود زراعت کرے یا دوسروں کو اٹھا دے۔

غرض زبانی عقدیوں کو لیا جائے کہ شرع میں اسی کا اعتبار ہے، دستاویز میں اگر یوں لکھا جانا انگریزی طور پر کچھ خلل انداز ہو تو اختیار ہے کہ تحریر ٹھیکہ اسی قاعدہ رائجہ پر کر لے کہ شرعاً وہ تحریر خلاف تقریر کوئی چیز نہیں، خیر یہ میں ہے،

لیکن محکمہ میں آرڈر اور رجسٹروں میں اندراج شرعاً کوئی شرط نہیں صرف لفظی عقد ہی کافی ہے اس سے زائد کی ضرورت نہیں ہے۔

(ت)

اما اشتراط کونه یصدر من لفظہ فی محکمۃ و یکتب فی حجة فی سجلات فلیس بلائرم شرعا واللفظ بالفرا دة کاف شرعا والزیادة لا یحتاج الیہا۔

اسی میں ہے،

تلفظ کا اعتبار ہے نہ کہ کاتب کے لکھے ہوئے کا اھ، دونوں عبارتیں ملخص ہیں (ت)

العبرة بما تلفظ لالما کتب الکاتب ۲ اھ ملخصین۔

رہا یہ کہ مستاجر کو اس پر نفع لینا مثلاً سو روپے سال پر ٹھیکہ لے، اب اپنی طرف سے ایک سو یا سو سو روپے اٹھا دینا کس حالت میں روا ہوگا، اس کی صورتیں جدا ہیں جن کے ذکر کی یہاں حاجت نہیں کہ وہ صورت مستفسرہ میں کافر ہے، اُسے احکام شرعیہ کی کیا پرواہ، نہ ہمیں کوئی ضرورت کہ اس کے لئے اکل حلال کی تدبیر کریں،

خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے۔ (ت)

الخبیث للخبیثین و الخبیثون للخبیث ۳

۲۱۶/۱

دارالمعرفۃ بیروت

کتاب الوقف

۱۱۱ فتاویٰ خیرہ

۱۳۹-۲۰/۱

"

"

۱۱۱

۲۶/۲۴

۱۱۱ القرآن الکریم

اس طور پر اصل اجارہ بھی جائز ہو گیا، اور وہ مندر کا خدشہ بھی دفع ہوا کہ اس نے تو زمین زراعت کیلئے ٹھیکہ پر دی ہے، آگے جو نافرمانیاں حفاظیاں ٹھیکہ دار کرے اس کے سر میں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مسئلہ اجارہ دیہات کی تمام تحقیق فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ "اجود المقری"

لطالب الصحة فی اجارۃ القری " میں ذکر کی جس کی ضرورت نہایت اشد، کہ آج کل ایک زمانہ اس سے غافل، اور صحیح و جائز طریقہ ملتے ہوئے صرف جہالت کے سبب گناہ عظیم و اکل حرام میں مبتلا، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۲۲۲ از شہر کتہ نوادہ مرسلہ شیخ محمد حسین ولد حافظ اکرام اللہ ۱۳ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی حقیقت زمینداری کا ٹھیکہ تین سال کے واسطے اس شرط سے دیتا ہے کہ آمدنی حقیقت میں سے بعد ادائے مالگزاروں کے کاروبیس روپے سالانہ ٹھیکہ دار لیا کرے، اور سو روپے سالانہ زید مالک زمینداری کو دیا کرے، اور تین سال کا زرہ تو فیروز زید اپنے ٹھیکہ دار سے پیشگی لیتا ہے، تو اس صورت میں ٹھیکہ دار کو بیس روپے سالانہ لینا شرعاً جائز ہو گیا یا نہیں، اگر نہیں تو اس کے جواز کی کیا صورت شرعاً ممکن ہے؟ یتنوا تو جروا۔

الجواب

یہ صورت ناجائز و حرام ہے،

کما حققناہ فی فتاوانا و نص علیہ
فی الفتاوی الخیریۃ و العقود الدریۃ
والدر المختار و رد المحتار و غیرہا
من الاسفار۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق
کی ہے اور فتاویٰ خیریہ، عقود الدریہ، در مختار
اور رد المحتار وغیرہ کتب میں اس پر نص
ہے۔ (د ت)

ہاں جواز یوں ہو سکتا ہے کہ زید کو یہ شخص تین سو روپے بلا سود دست گرداں دے دے، اور زید اسے اپنی حقیقت کی تحصیل تشخیص کے لئے بیس روپے سال پر اجیر مقرر کرے، قرض دہندہ دیانت و امانت کر دے، جو منافع خالص ہو اس سے بیس روپے سال اپنی اجرت تحصیل کے لئے اور باقی جس قدر بچے سو روپے ہوں خواہ کم خواہ زائد، وہ سب مالک کو پہنچائے، یا اپنے قرض میں مجرا لے یہاں تک کہ تین سو روپے ادا ہو جائیں، اس کے بعد جو بچے سب مالک کو دے پھر تحصیل پر اس کے اجیر ہونے کو چاہیں دونوں شخص باقی رکھیں یا فسخ کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از ریاست رامپور مرسلہ صاحبزادہ ابراہیم علی خاں صاحب خلف صاحبزادہ

عباس علی خاں صاحب ۳ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع کا ٹھیکہ جمع مع اللہ ہندہ کو سات سال کے لئے دیا اور پٹہ میں چند شرائط کیں، ایک یہ کہ اگر کوئی قسط حسب تفصیل مندرج پٹہ ادا نہ ہوگی تو زید کو اختیار فسخ اجارہ و ضبطی زر نقد امانت و ضمانت کا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ گاؤں میں نکاسی آٹھ ہزار دو سو روپے کی ہے، کٹکنہ دار موضع میں جا کر اس میان سے تختی کرے، اگر اس نکاسی میں کچھ کمی ثابت ہوگی تو کٹکنہ دار کو جمع سے مجرادی جائے، بعد زید نے ہندہ کو بے دخل کر کے قبضہ اپنا کر لیا، ہندہ نے نالش کی، مدعا علیہ نے حسب شرط پٹہ بوجہ نادہندی ہندہ اختیار فسخ حاصل ہونے کا عذر کیا، حاکم نے بریں بنا کہ شرط مجرانی کمی شرط نہیں وعدہ ہے، اور عقد میں نہیں بعد عقد پٹے میں ہے، اور بلفظ شرط نہیں بلفظ (اور) ہے، اور شرط بھی ہو تو مطابق عرف مستاجران ہے، نیز ملائم عقد ہے کہ سرکار میں دستور ہے، اول رقبہ و تعداد قلبہ قائم کر کے تگدہ آمدنی دیہہ کا نقشہ میں درج فرماتے ہیں، اسی نقشے کے اطمینان پر مخلوق ٹھیکہ لیتی ہے، اگر رقبہ یا شمار قلبہ میں کمی ہوئی تو وقت استغاثہ مستاجر عذر اس کا مقبول ہو کر مستاجر کو زر جمع سے کمی مجرادی جاتی ہے، اور قسط میں بدعہدی باعث فسخ اجارہ نہیں ہو سکتی، شرع میں قاعدہ کلیہ ہے کہ مضاف کرنا فسخ کا طرف کسی زمانے کے صحیح ہے، اور معلق کرنا عموماً جائز نہیں، یہ صورت تعلیق کی ہے، فیصلہ بجی مدعیہ کیا، دیگر علماء سے استفتاء ہوا، انھوں نے اس عقد کو بوجہ شرط فاسد کہ قسط نہ دینے سے ضمانت ضبط کرنا شرعاً ممنوع ہے، اور جبکہ بحال کمی نکاسی مقدار کمی اجرت سے مجرا ہونی ٹھہری تو اجرت میں جہالت ہے، اجارہ فاسد قرار دیا، اب علمائے دین کی خدمت میں معروض ہے کہ شرعاً اس صورت میں حکم محقق کیا ہے؟ بینوا تو تجروا۔

الجواب

ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہی علم کی قلت اور علماء کی غلطی کی شکایت ہے، نیکی کی طرف پھرنا اور اس کی قوت زمین و آسمان کے رب اللہ تعالیٰ بلند و بالا سے ہے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون، الی اللہ المشتک
من قلة العلم و ذلة العلماء
ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی سب
الارض ورب السماء۔

صورت مستفسرہ میں فیصلہ بحق مدعیہ ہونا سراسر ناجائز و واجب الرد ہے، اور عقد مذکور شرعاً کوئی عقد ہی نہیں، ہرگز نہ اجارہ صحیحہ نہ فاسدہ، بلکہ محض باطل و مسترد ہے، اس وقت فریقین فتویٰ کے کلام و تحریرات فقیر کے پیش نظر ہیں، اگر ان کے مدارک کی طرف تزل کیا جائے تو دونوں باوقعت فریق سے معارف فقہیہ میں بہت کچھ کہنا ہو، مگر فضول و بے اصل امر میں اضاعت وقت کی حاجت نہیں، صحیح یا فاسد ہونے میں غور و بحث کا موقع تو اس وقت ہے جب شرعاً وہ کوئی عقد بھی ہو، یہاں سوا ہوا کے عقد کا نام بھی نہیں محض باطل و بے حقیقت ہے، تو سرے سے دعویٰ مدعیہ اصلاً قابل سماعت بلکہ لائق التفات ہی نہیں، فیصلہ اس کے حق میں صادر ہونا کیا معنی۔

اصل یہ ہے کہ دیہات کا یہ ٹھیکہ جو آج کل ہندوستان کثیر الجہل و الطغیان میں جاری ہے کہ زمین دیہہ مزارعین کے اجارہ میں رہتی ہے، اور توفیر و محاصل کٹکنہ دار کے اجارے میں دئے جاتے ہیں، اور یہی صورت اس مسئلہ دائرہ میں واقع ہوئی (جس پر پٹے کے الفاظ کہ نکاسی اس قدر ہے، کٹکنہ دار آسامیوں سے تحقیق کر لے، اور تجویز حاکم کے الفاظ کہ سرکار میں دستور ہے، اول رقبہ و تعداد قلبہ قائم کر کے الی آخرہ دلیل روشن ہیں) محض ناجائز و باطل ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس صورت کے بطلان پر ہمارے علماء کا اجماع ہے، اس کا فانی و معدوم کر دینا فرض ہے، نہ کہ باقی رکھنا، کٹکنہ دار کا قبضہ فوراً اٹھا دینا لازم ہے، یہ عقد کا عدم ہے محض بے اثر ہے۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق روشن اپنے فتاویٰ میں ذکر کی، یہاں چند نصوص علمائے کرام ذکر کروں کہ مولیٰ عزوجل چاہے تو تنبیہ غافلین و ایقان نامین و ہدایت مسالین ہوں۔ امام علامہ خیر الملتہ والدین ربلی اپنے فتاویٰ "خیر لئفح البریہ" میں فرماتے ہیں:

ان كانت الاجارة وقعت على اتلاف العين
قصدا فهي باطلة كما صرح به
علماء وناقطة و صا رسا كمن استاجر
بقرة ليشرب لبنها لاتعتد فاذا استاجر
شريد القسرى والنارخ والحوانیت
لاجل تناول خراج المقسمة او خراج
الوظيفة فالاجارة باطلة باجماع
علمائنا والباطل يجب اعدامه

اجارہ جب قصداً عین چیز کے تلف کرنے پر ہو
تو باطل ہے جیسا کہ ہمارے تمام علمائے تصریح
کی ہے اور یہ گائے کو دودھ پینے کے لئے اجارہ
پر لینے کی طرح ہو گا جو ناجائز ہے تو جب زید
دیہات، باغات، زمینوں اور دکانوں کو وہاں
سے حاصل ہونے والے ذرائع آمدن کو حاصل
کرنے کے لئے ٹھیکہ پر لے تو ہمارے علماء کے
مطابق یہ اجارہ باطل ہے جبکہ باطل کو ختم کرنا ضروری

ہے نہ کہ ان کو بحال رکھنا لہذا زید و عمر و کا قبضہ ان دیہات اور زمینوں اور دکانوں سے ختم کرنا ضروری ہے (ملخصاً)۔ (ت)

مذکورہ اجارہ کا انعقاد زمینوں سے زراعت کے انتفاع پر نہیں ہے بلکہ ان سے حاصل ہونے والی دونوں قسم کی آمدن یعنی مقررہ حصہ اور سرکاری لگان پر اجارہ ہے تو یہ مقررہ رقم پر اجارہ ہمارے ائمہ کے اجماع کے مطابق باطل ہے، اور باطل چیز علماء کے اتفاق کے مطابق قابل حکم نہیں ہے اور جب ہم نے اس کو باطل قرار دیا ہے تو مستاجر پر لازم ہے کہ اس نے مزارع حضرات جو کچھ غلہ یا نقد وغیرہ وصول کیا ہے اس کو واپس کرے۔ (ت)

اجارہ جب اتلاف اعیان پر قصد واقع ہو تو باطل ہوگا اور مستاجر ان اعیان میں سے کسی چیز کا مالک نہ بنے گا، بلکہ اجارہ سے قبل حالت پر باقی رہیں گے لہذا مستاجر کے قبضہ سے واپس لئے جائیں گے اور ہلاک کر دئے تو ان کا ضمان وصول کیا جائیگا کیونکہ باطل چیز کچھ اثر نہیں رکھتی اس لئے ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس کا تصرف حرام ہوگا اور یہ ایسے ہوگا جیسے گائے دودھ پینے کے لئے یا

لا تقریہ فترفع ید زید و عمرو عن القرى
والمزارع والموانیت (ملخصاً)

اسی میں ہے :

عقد الاجارة المذكورة حيث لم يقع
على الانتفاع بالارض بالزرع ونحوه
بل على اخذ المتحصل من الخراج بنوعيه
اعنى الخراج الموظف والمقاسمة و ما
على الاشجار من الدراهم المضروبة
فهو باطل باجماع ائمتنا والباطل لاحكم
له باطابق علمائنا و اذا قلنا ببطلانه
لزم المستاجر ان يرد جميع ما تناوله من
المزارعين من غلال ونقود وغير ذلك.

اسی میں ہے :

الاجارة اذا وقعت على اتلاف الاعيان
قصد اكانت باطلة فلا يملك
المستاجر ما وجد من تلك الاعيان بل
هي على ما كانت عليه قبل الاجارة فيتؤخذ
من يده اذا تناولها و يضمونها
بالاستهلاك لان الباطل لا يؤثر شيئاً
فيحرم عليه التصرف فيها لعدم
ملكه وذلك كاستئجار بقرة ليشرب لبنها او

بستان لیاکل ثمرته ومثله استئجار
ما فی ید المزاعین لاکل خراجہ الخ۔

باغ پھل کھانے کے لئے اجارہ پر لیا ہو، اور
اسی طرح اگر اس نے مزارعین سے محاصل کو
اپنے کھانے کے لئے ٹھیکہ پر لیا ہو تو باطل ہے الخ۔

مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں ہے،

سئل فی تیماری اجر المتحصل من تیمارہ
لاخر وقبض المتاجر قدرا معلوما من
متحصل تیمارہ فهل تكون الاجارة
المنزورة غیر صحیحة اجاب نعم وقد افقی
بذلك الخیر الرملی مرارا کہا ہو مذکور
فی فتاواہ من الاجارة ونقولہا کثیرة
محصلہا انہا اجارة وقعت علی استهلاك
الاعیان وہی باطلۃ۔

ان سے سوال ہوا کھجور کے باغ والے نے اپنے
باغ کی آمدن کو دوسرے کے پاس ٹھیکہ پر دیا
اور مستاجر نے اس باغ کی آمدن کی کوئی مقررہ مقدار
حاصل کی ہو تو کیا یہ اجارہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو
انہوں نے جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے اس پر
متعدد بار خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ
دیا ہے جیسا کہ ان کے فتاویٰ کے باب الاجارہ
میں مذکور ہے جس کی کثیر نقول موجود ہیں، ان فتاویٰ
کا حاصل یہ ہے کہ یہ اجارہ عین چپیز کو تلف کرنے پر ہے اور یہ اجارہ باطل ہے۔ (ت)

عقود الدریۃ فی تنقیح الحامدیۃ میں ہے:

استهلاك عین پر اجارہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اجارہ
منافع حاصل کرنے پر ہوتا ہے الخ۔ (ت)

لا یجوز استئجار الارض لذلك لانه
استئجار علی استهلاك العین والاجارة انما
تتعقد علی استهلاك المنافع الخ۔

رد المحتار میں ہے،

ہمارے زمانہ میں مروج ہے کہ مستاجر زمینوں
کو زراعت کی بجائے ان کے محاصل کو مزارعین
سے وصول کرنے کے لئے اجارہ پر لیتے ہیں، اس

الواقع فی زماننا ان المتاجر لیستاجرہا
لاجل اخذ خراجہا لا للزراعة
ولیس ذلک التزاما و

۱۱۹/۲

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الاجارہ

۲ مغنی المستفتی عن سوال المفتی

۱۳۲/۲

ارگ بازار قندھار افغانستان

کتاب الاجارہ

۳ العقود الدریۃ

نہیں ہو سکتی، لہذا سال تمام پر جن کاشتکاروں کے پٹے کی میعاد ختم ہو گئی وہ تو زمین خالی ہی ہے جن کی میعاد باقی ہے اُن سے کہہ لیا جائے اور سمجھا دیا جائے کہ ہم جو از شرعی کے لئے ایسا کرتے ہیں، زمین تم سے نکالی نہ جائے گی، بلکہ مستاجر کی طرف سے تمہارے پاس رہے گی، تم میں ہم میں جو معاہدہ تھا جس کے ابھی اتنے سال باقی ہیں، وہ فسخ کر لو کہ ہم سارا گاؤں زراعت کے لئے فلاں کو اجارہ پر دے دیں، فلاں کی طرف سے یہ زمین بدستور تا میعاد پٹہ تمہارے پاس رہے گی۔ اس صورت میں ٹھیکہ توفیر کا نہ ہوا جو بلاجماع حرام ہے بلکہ زراعت کے لئے زمین کا جو بلاجماع جائز ہے اور اگر اس صورت میں دقت سمجھی جائے اور ضرور کسانوں خصوصاً ہنود عنود کو اس کا سمجھانا اور ان کا راضی ہونا خالی از دقت نہیں، تو وہی باغ و بہار والی تدبیر کی جائے، یعنی گاؤں میں چوپال اور مکان سکونت اور افتادہ زمینیں اور کاشت سے خالی کھیت اور وہ کھیت جن کی میعاد پٹہ تمام ہو گئی، اور بخر غرض جس قدر اراضی کسی کے اجارہ میں نہیں وہ تمام و کمال مستاجر کو سنین معینہ کے لئے اجرت معینہ پر (جتنا زر ٹھیکہ رکھنا منظور ہو) زراعت و سکونت و انتفاع کے لئے مباح کر دی جائے اور اراضی مزروعہ مقبوضہ مزارعین کی توفیر نعت خواہ بٹائی جو کچھ ہو مستاجر کو اتنے برسوں کے لئے مباح کر دی جائے، یوں بھی دونوں کے مطلب حاصل ہیں، غرض ہے یہ کہ **مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَدَهٗ مَخْرَجًا** (جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔ ت) کوئی دشواری نہیں کہ اس شریعت مطہرہ سمجھ سہلہ غرہ بیضانے آسان نہ فرمادی ہو، ولہذا الحمد۔

(۲) وزن کشتی کے ٹھیکہ سے اگر یہ مراد ہے کہ "تولا" کچھ روپے زمیندار کو دے کہ اس سال گاؤں بھر کی "راسیں" وہی تولے دوسرے تولنے پائے، اور وہ ہر کاشت کار سے اپنے تولنے کی اجرت لے، تو یہ محض حرام ہے، اور وہ روپیہ کہ زمیندار کو دیا نری رشوت ہے، اور دوسرے کو تول سے ممانعت محض ظلم ہے، اس کی نظیر اسٹیشن پر سودا بیچنے کا ٹھیکہ ہے، کہ بیع تو اس میں اور خریداروں میں ہوگی، یہ ریل والوں کو روپیہ صرف اس بات کا دیتا ہے کہ میں ہی بیچوں، دوسرے بیچنے پائے، یہ شرعاً خالص رشوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۶ مستولہ نواب صاحب
محکمہ بہاری پور بریلی
عالمان شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دکانوں کا مالک سے لیا

لے کے ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اس سے
اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جب اتز ہو گیا
سب دکانوں کا کرایہ اس نے زائد کر لیا
اس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر
اور پوری کردی اس نے پاس سے اپنے کمی
اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیجے بنا

الجواب

جتنی اجرت پر کہ مستاجر نے لی مالک سے شے
اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے
یا زیادت شئی میں کر دے مثل تعمیر مکان
یا بدل دے جنس اجرت جیسے ان ٹھہرے روپے
یا کوئی کام اپنے ذمہ کر لے اس ایجار میں
جیسے جاروب دکان اصلاح اسباب دکان
اور اگر یہ کم پہ دیتا ہے تو دے مختار ہے
اس سے زائد پر اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اس کو اس شئی سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ
کھونٹیا کھنکھل کنواں چونہ مرمت این دال
اس کے یاں آنے میں گو بدلے میں لے انکے روپے
تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں
اور جو خدمت کہ ہوشایان اجرت بے گماں
مالک اجرت پوری لے گا اس جو اقرار ہے

یوہیں خالی ڈال رکھتا جب بھی تو لیتا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے واللہ اعلم والسلام

مسئلہ ۲۲۷ مسئلہ نجم الحسنین صاحب از تحصیل بسواں ضلع سیٹاپور ۱۵ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مضیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر و عمرو تینوں شئی
حنفی پابند صوم و صلوة ہیں زید زمیندار، بکر تاجر، عمرو نوکری پیشہ، زید کا عمرو قرابت دار ہے، اور بکر
کا دوست، عمرو کی معرفت زید و بکر میں یہ معاملہ ہوا کہ زید نے اپنے دو گاؤں پندرہ سو روپے سالانہ
پانچ سال کے لئے بکر کو ٹھیکہ دیا، بکر نے پندرہ سو روپے بلا سودی پیشگی زید کو دئے جس کی
ادا تگی سال اخیر میں قرار پائی، بکر نے عمرو کو نوکر رکھ لیا، اور گاؤں کی تحصیل وصول سپرد کر دی، بروقت
ٹھیکہ ہونے کے زید و بکر میں یہ حلف ہوا کہ ایک دوسرے کے نقصان کار و ادار نہ ہوگا، اور کبھی کسی
مفسد یا مخالف کی در اندازی پر فریقین عمل نہ کریں گے، دو سال دونوں گاؤں بکر کے ٹھیکہ میں رہے، او
قریب قریب سات سو روپے کے منافع ہوا، عرصہ کے بعد زید و بکر کو عمرو کی چالاکی و بد نیتی عمرو کے
افعال و اقوال سے ثابت ہو گئی، دونوں کو لقین ہو گیا کہ عمرو نے ضرور نقصان پہنچایا اور پہنچائے گا،
زید و بکر میں اتفاق ہے، زید سے بکر نے کہا کہ میں گاؤں کا کام نہیں کر سکتا کیونکہ عمرو سے کام نہیں

لینا چاہتا ہوں، عمر و پرا اعتبار نہیں رہا، بہتر یہ ہے کہ میں ٹھیکہ چھوڑ دوں، پیشگی جو پندرہ سو روپیہ میں نے دیا ہے وہ دے دو میں تجارت میں لگا دوں، زید نے کہا کہ میں ٹھیکہ چھڑانا نہیں چاہتا، اور تم جانتے ہو کہ میں نادار ہوں، زرِ پیشگی بھی ہمیشہ ادا نہیں کر سکتا، زید و بکر دونوں متردد و مشوش تھے، ایک رئیس مسلمان سُنی و حنفی نے بطور ثالث یہ فیصلہ تجویز کیا کہ ٹھیکہ چھڑالیا جائے، اور پندرہ سو روپے قسط بندی کر کے چار سال میں ادا کر دئے جائیں، بکر کے اطمینان کو دستاویز ہو جائے، اور ایک گاؤں مکحول کر دیا جائے۔ بجز اس کے اس وقت منافع کا کچھ ذکر بکر نے نہیں کیا، ثالث کی تجویز کو زید و بکر دونوں نے بحلف منظور کر لیا، ہفتہ کے بعد ثالث کے روبرو زید سے بکر نے دستاویز کا مسودہ مانگا، اس وقت زید سے بکر نے کہا اگر اس وقت پندرہ سو روپے دو تو میں لے لوں اور تجارت میں لگا دوں اور چار سال میں اگر روپیہ ادا ہوا تو منافع لوں گا۔ زید نے کہا منافع کیسا کبھی اس کا ذکر نہیں ہوا اور نہ ثالث کے روبرو ذکر آیا، محض پندرہ سو روپے کی ادائیگی ٹھہری، بکر سود خوار نہیں ہے، مگر جاہل ہے، مفسدوں نے اس کو سمجھا دیا کہ یہ ٹھیکہ کا منافع ہے سو نہیں ہے۔ بکر نے کہا قبل ٹھیکہ ہونے کے مبلغ ڈھائی سو روپیہ ہم کو چھوٹ دیا گیا ہے، زید نے کہا کہ نہیں میں نے ایک گاؤں میں کل سے چھوٹ دیا ہے، زید نے بکر سے پوچھا کہ میری تمھاری بالمشافہ گفتگو ہو کر چھوٹ دی گئی ہے، بکر نے کہا کہ نہیں مجھ سے عمر و نے کہا ہے، زید نے کہا کہ عمر و کو یقین تھا کہ ٹھیکہ ہو جانے کے بعد میں ضرور نوکر رکھ لیا جاؤں گا، اس طمع پر بکر نے چھوٹ کہہ دیا کہ ڈھائی سو روپے چھوٹ دے کر پندرہ سو روپے ٹھیکہ ہوتا ہے، زید نے عمر و سے دریافت کیا کہ ڈھائی سو روپے چھوٹ کیونکر دی گئی، عمر و نے جواب صاف نہ دیا، زید نے چھوٹ کا اقبال نہ کیا، بکر نے کہا ہم منافع ضرور لیں گے، زید نے دستاویز لکھ دی، پندرہ سو روپے اصل اور چار سو منافع ٹھیکہ، زید و بکر پابندِ شریعت ہیں، بدعہدی اور منہیات شرع سے بچنا چاہتے ہیں نیک نیتی سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ پندرہ سو روپے کے علاوہ جو بنام منافع ٹھیکہ چار سو روپیہ جو درج دستاویز ہوا ہے یہ جائز ہے یا سود ہے؟ شرح و بسط کے ساتھ جواب عنایت ہو۔ بتینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ منافع قطعی سود اور حرام ہیں۔ حدیث میں ہے: کل قرض جر منفعۃ فہو سبأ قرض سے جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے، بلکہ اس ٹھیکے کے دو برسوں میں سات سو

روپے جو منافع کے بکر کو ملے وہ بھی حرام ہیں کہ دیہات کا ٹھیکہ جس طرح رائج ہے محض حرام ہے، جتنے پر ٹھیکہ دیا گیا اگر اسی قدر نشست ہوئی اور وہ مالک کو دے دی گئی، تو اس کے لئے حلال ہے کہ اس کی بیک کا نفع ہے، اور اگر اس سے کم ہوئی اور مستاجر کو وہ رقم اپنے پاس سے پوری کرنی ہوئی، تو یہ زیادت مالک کو حرام ہے، اُس کا حق اُسی قدر ہے جس قدر نشست ہوئی، مثلاً پندرہ سو کو ٹھیکہ، اور کسی سال ہزار ہی بیٹھے تو یہ ہزار ہی مالک کو حلال ہیں، رقم قرار داد پوری کرنے کو پانچ سو اگر اور لے گا وہ حرام ہونگے اور اگر کسی سال دو ہزار بیٹھے اور مستاجر مالک کو صرف پندرہ سو دے گا پانسو خود لے گا، یہ پانسو اس کو حرام ہیں،

کیونکہ یہ عین چیز کے تلف پر اجارہ ہے جبکہ شرعاً صرف منافع کی تملیک پر اجارہ ہو سکتا ہے، تو ہر ایسا اجارہ جو عین چیز کو تلف کرنے پر واقع ہو وہ باطل اور حرام ہے الا وہ کہ شرع نے اس کو خاص طور پر مشروع کیا ہو جیسے دایہ کو دودھ پلانے کے لئے اجارہ پر رکھنا، اور یہ مسئلہ بہت سی کتب میں تصریح کردہ ہے جیسے فتاویٰ خیریہ، عقود دربیہ، درمختار اور ردالمحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فان هذه اجارة على استهلاك العيت و
ما الاجارة شرعا الا تمليك المنافع فكل
اجارة وردت على الاعيان فهي باطلة
وحرام الا ما خصه النص وهو اجارة الظئر
والمسئلة مصرح بها في كثير من الاسفاس
كالفتاوى الخيرية والعقود الدرية والدر المختار
ورد المختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب المنی والد رین عمدنی آرڈر

(خواہشات اور موتیوں کی فراہمی اس کے لئے جس نے منی آرڈر کا قصد کیا)

مسئلہ ۲۲۸ از کمپ میرٹھ بازار لال کورتی مرسلہ جناب مولوی عبد السمیع صاحب ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ
بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدق جناب مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب ادا م اللہ فیوضہ و
برکاتہ و ضاعف اجورہ و حسناتہ۔

بعد اتحاف ہدیہ سلام مرفوع رائے خورشید انجیل آباد اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت
کی جاتی ہے یہاں سے بعض مساکین کے تنخواہ کسی کے دو روپے، کسی کے تین روپے معین ہے ان
میں سے پانچ چار آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ ہم کو دو روپے کے واسطے سفر کر کے آنا دشوار ہے اور یہ وقت
کہ اس قدر تنخواہ ہے اور اسی قدر کرایہ لگ جائے گا، تم ہم کو منی آرڈر کر کے روانہ کر دیا کرو، میں نے یہ
دیکھا کہ صیفہ منی آرڈر جا بجا جاری ہے مدارس وغیرہ میں، پس ان بیچاروں شکستہ دلوں کا کام کر کے
بہتر ہے کہ ثواب حاصل کروں جب نظر جواز و عدم جواز پر گئی تو بنظر سرسری یہ دیکھ لیا کہ ہم جو کچھ زیادہ دیتے
ہیں وہ اجرت دیتے ہیں، اس بات کے لئے ڈاک والوں نے مرسل ایہ کے گھر روپیہ پہنچا کر اس کے
دستخط کرانے پھر وہ رسید اس سے وصول کر کے ہم تک پہنچاتی، بناؤ علیہ یہ ربا نہیں، برسوں
سے لوگوں کی کاروائی اسی طرح ہوتی رہی اب بعض علماء نے فتویٰ حرمت منی آرڈر کا چھاپ دیا ہے کہ ربا
ہے یعنی رشید احمد گنگوہی ۱۲

ہے اور حرام۔ میں نے جو تاویل اپنے نزدیک سمجھی تھی اگر یہ درست ہے یا آپ اپنی رائے سے اس میں اور کوئی وجہ شرعی پیدا کر سکیں اس سے مطلع فرمائیں کہ بعض مساکین کا نہایت درجہ حرج ہے، والسلام۔

الجواب

جناب مولانا و بالفضل اولنا زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فقیر چار مہینہ سے اس قریہ میں ہے نامہ نامی بریلی ہو کر یہاں آیا، جواب حسب فہم قاصر حاضر رسید بریلی ارسال فرمائیں، والسلام، وہ فتویٰ مطبوعہ فقیر عفر اللہ تعالیٰ لہ کی نظر سے گزرا ہے، اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں یہ ربا ہے دو آنے دس کے عوض دس ملتے ہیں، مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جسے اتنی خبر نہیں کہ دو آنے کا ہے کے دئے جاتے ہیں، شاید انھیں معلوم نہیں کہ ڈاکخانہ ایک اجیر مشترک کی دکان ہے جو بغرض تحصیل اجرت کھولی گئی ہے دو آنے قطعاً وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اجرت ہیں جیسے لفافہ پر اور پارسل پرہم وغیرہ ذالک اس کو تو کوئی عاقل ربا خیال ہی نہیں کر سکتا یہ ہرگز نہ اس کا معاوضہ نہ زناہار دینے والوں میں کسی کو اُس روپیہ کے معاوضہ میں کمی بیشی مقصود،

وهذا من البديهيات التي لا يتوقف فيها
الا امثال المفتين الذين لا بصير لهم
في الدين۔
یہ ان بديہیات میں سے جس میں نبی بصیرت نہ رکھنے
والے مفتیوں کے سوا کسی کو توقف نہیں
ہے (ت)

ان بزرگوں کے اکثر فتاویٰ فقیر نے ایسے ہی عجائب پر مشتمل پائے، ابھی قریب زمانے میں ان کا ایک فتویٰ در بازہ جواز شہادت ہلال بذریعہ تار برقی نظر سے گزرا جس میں تار کو خط پر قیاس کیا، جامع یہ کہ لکھنا لکھنا ایک سناہلم سے لکھا خواہ بانس طویل سے۔

گویا حضرت کے نزدیک تار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی لمبے بانس سے لکھ دیتے ہیں، پھر لطف یہ کہ خود اصل مقیس علیہ میں حکم غلط، علماء تصریح فرما چکے، ایسے امور شرعیہ میں خطوط کا اعتبار نہیں، ظلم پر ظلم یہ کہ وہ بانس طویل ہی کی تحریر سہی تار بھیجنے والا بیچارہ اس لمبے بانس سے خود نہیں لکھتا بلکہ تار بابو سے کہتا ہے وہ ایک واسطہ ہوا جہاں کو تار دیا گیا وہ دوسرا واسطہ بیچ میں تار موصول نہ ہوا تو واسطہ کی گنتی ہی کیا۔ اور یہ اکثر کفار و فساق و مجہول الحال ہوتے ہیں، اس نفسی سند سے جو خبر آئے اُس پر امور شرعیہ کی بنا کر کرنی ان مفتیوں کا ادنیٰ اجتہاد ہے۔

فقیر عفر اللہ تعالیٰ لہ نے بے اعتباری تار میں ایک مفصل فتویٰ لکھا جس سے اس مسئلہ کی تحقیق تام

کما ینبغی منکشف ہو سکتی ہے، خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، مسئلہ دائرہ کی طرف رجوع کروں اور توفیق الہی مساعد فرمائے تو حقیقت منی آرڈر ایسی روشن وجہ پر بیان میں آئے جس سے ان صاحبوں کا شبہہ باذنہ تعالیٰ مستاصل ہو جائے۔

فاقول وباللہ التوفیق مشار غلط منی آرڈر کو قرض محض بے عقد اجارہ سمجھنا ہے، قبوع نے اجمالاً اس کا دعویٰ کیا، تابع نے اس پر دو دلیلیں قائم کیں مگر حقیقت امر سے بیگانگی رہی۔ بات یہ ہے کہ منی آرڈر کرنے میں دو قسم کے دام دئے جاتے ہیں، ایک وہ رقم جو مرسل الیہ کو ملنی منظور ہے، دوسرا محصول مثلاً دس روپے دو آنے اور جس طرح ہر عاقل فقیہ پر واضح کہ یہ پہلے دام اگر بعینہ پہنچائے جاتے جیسے پارسل میں تو یہ خاص اجارہ ہوتا یا یوں ہوتا کہ مرسل بعینہ انھیں کا پہنچانا چاہتا اور ڈاک والے ان داموں کے یہاں رکھ لینے اور وہاں ان کی نظیر دینے کا ضابطہ مقرر نہ کر لیتے بلکہ کبھی بعینہ انھیں کو پہنچاتے، کبھی بطور خود انھیں یہاں رکھ کر مرسل الیہ کو وہاں کے خزانے سے دیتے، تو بھی محض اجارہ رہتا اور صورت خلاف میں ان اجیروں کا فعل ناجائز ہوتا جس کا الزام مستاجر پر کچھ نہ تھا، ہاں اتنا ہوتا کہ وہ بوجہ تصرف امانت غاصب ٹھہر کر مستحق اجرنہ رہتے،

کما فی الہندیۃ عن التارخانۃ لوستاجر
لیحمل ہذہ الدسراہم الی فلان فانفقہا
فی نصف الطريق ثم دفع مثلہا الی فلان
فلا اجر لہ لانہ ملکھا باداء الضمان
کی مثل اور دے دیئے تو وہ اجرت کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ خرچہ کردہ دراهم کا ضمان دے کہ وہ ان کا خود مالک بن گیا۔ (ت)

مگر جبکہ یہ امساک عین و دفع مثل ضابطہ معلوم معہودہ ہے کہ واضعان قانون ڈاک نے اپنی آسانی کے لئے وضع کیا اگرچہ مرسل کو اس سے کچھ غرض نہ تھی اس کا مطلب بعینہ روپیہ بھیجنے میں بھی بداہتہ حاصل تھا تاہم بوجہ ضابطہ و تعارف جبکہ عاقدین کو وصول بدل معلوم تو یہاں تحقق معنی قرض ماننا غلط نہیں اگرچہ عاقدین بلفظ قرض تعبیر نہ کریں۔

فان العبرة للمعانی والمعہود عرفا
کیونکہ معانی کا اعتبار ہے اور عرف میں معین معلوم

۱۰ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارہ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵۰۲/۴

کالمذکور لفظاً۔

چیز لفظوں میں مذکور کی طرح ہے (ت۔)

یونہی ہر ذی عقل نبیہ پر یہ بھی روشن ہے کہ یہ دوسرے دام اگر کسی کام کے عوض نہ دئے جاتے تو یہ عقد خالص قرض اور یہ زیادت بیشک ربا ہوتی یا یوں ہوتا کہ جس کام کے عوض دئے جاتے وہ کوئی منفعت مقصودہ صالح و رود عقد اجارہ نہ ہوتا تو بھی محض قرض رہتا مگر حاشا یہاں ہرگز ایسا نہیں بلکہ وہ مثل سائر کاروائیہائے ڈاکخانہ کے یقیناً اجرت ہیں دینے والے اجرت ہی سمجھ کر دیتے، لینے والے اجرت ہی جان کر لیتے ہیں، ہرگز کسی کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ ۲ سو د کے ہیں جو الٹا مدیون دائن سے لیتا ہے ڈاکخانے کی اصل وضع ہی اس قسم کی اجارات کے لئے ہے، تو یہاں عقد اجارہ کا تحقق اور ان دامنوں کا اجرت ہونا اصلاً محل تردد نہیں، اگر کہنے کا ہے کی اجرت، ہاں مرسل الیہ کے گھڑک جانے اور اسے روپیہ دینے اور وہاں سے واپس آنے اور اس سے رسید لانے کی، کیا یہ منفعت مقصودہ مباحہ نہیں جس پر شرعاً ایراد و عقد اجارہ کی اجازت ہو، اور جب ہے بیشک ہے تو عجب عجب ہزار عجب، کہ عاقدین ایک منفعت مقصودہ جائزہ پر قصد اجارہ کریں عوض منفعت جو کچھ دیں اور اسے اجرت ہی کہیں اجرت ہی سمجھیں اور خواہی نحو ہی ان کے قصد جائز کو باطل کر کے اس اجرت کو معاوضہ قرض و ربا قرار دیں شرع مطہر میں معاذ اللہ اس حکم کی کوئی نظیر ہے، حاشا للہ بلکہ شرع میں فہماً امكن تصحیح کلام و عقود پر نظر رہتی ہے کما لا یخفی علی من خدام الفقہ (جیسا کہ فقہ کی خدمت کو نپوالے پر مخفی نہیں ہے۔ ت) نہ کہ زبردستی ابطال و افساد و ایقاع فی الفساد، پر کہ صراحتاً عکس مراد شرع ہے ایک ہلکی سی مثال پیش پا افتادہ یہی ہے کہ دس روپے دو آنے کے عوض دو روپے دس آنے خریدیں تو مالیت میں گھلا تفاضل اور جنس کو جنس سے ملائیے تو وہ عین ربا مگر شرع مطہر جنس کو خلاف جنس کے طرف صرف فرما کر ربا سے بچاتی ہے کما نصوا علیہ قاطبہ (جیسا کہ سب نے اس پر نص فرماتی ہے۔ ت) پس ثابت ہوا کہ صورت منی آرڈر میں اگرچہ اجارہ محضہ نہیں مگر زہار و زہار قرض محض بھی نہیں جیسا کہ ان مفتی صاحبان نے توہم کیا اور اسی بنا پر فیس کو اجرت سے نکال کر ربا کر دیا بلکہ یہاں حقیقتاً دونوں متحقق ہیں، اب شبہات حضرات تو کیسے حل ہو گئے، وہ ۲ ربا کا خیال بدیہی الضلال صرف اسی توہم پر مبنی تھا کہ یہ قرض محض ہے، جب ثابت ہوا کہ ایسا نہیں بلکہ یہاں اجارہ بھی ہے اور یہ ۲ اجرت ہیں نہ فضل خالی عن العوض، تو انھیں ربا کہنا محض جہالت۔ بحمد اللہ اتنی ہی تقریر سے وہ دو دلیلیں بھی کہ یہاں تابع نے انتفائے اجارہ پر قائم کیں منتفی ہو گئیں؛

دلیل اول: روپیہ تلف ہو جائے تو بھیجنے والا طالب ضمان اور انگریز ذمہ دار، تو ثابت ہوا کہ اجارہ نہیں کہ محصول کو اجرت پر محمول کیا جائے۔

اقول اولاً: کیا وجوب ضمان مطلقاً نافی اجارہ ہے، کتب فقہ مطالعہ کیجئے، صدہا صورتوں میں اجیر پر ایجاب ضمان کا حکم ہے اور خاص یہ ضمان کی ضرورت ہو تو ذرا اجیر مشترک میں اقوال ائمہ و اختلاف فتویٰ از مہ پر نظر ہو۔

ثانیاً: اطلاق نفی ضمان ہی مانئے تو غایت یہ ہے کہ طلب ضمان ناجائز ہو اور انگریزوں کا ذمہ بری، اس سے اصل عقد کیوں بدل گیا، بہت لوگ عاریت پر تاوان لیتے اور جاہل مستعیر ذمہ دار بنتے ہیں، کیا اس سے نفس عاریت منتفی ہو جائے گی، ہاں شاید یہ خیال کیا ہو کہ کلام مسلم حتی الامکان وجہ صحیح پر حمل کرنا چاہئے جبکہ ہم نے اجارہ میں مطلقاً ضمان بجالت ہلاکت طالب ضمان نہ مانی تو یہ طلب خلاف شرع ہوگی لہذا اجارہ نہ ٹھہرانا چاہئے، مگر سبحان اللہ مسلمانوں کی اور طرفہ طرفداری کی کہ اسی خیال سے کہ صورت ہلاک میں جو شدت نادر ہے، کہیں طلب ضمان نہ کر بیٹھیں جو ایک مختلف فیہ ممنوع ہے، لہذا اصل عقد ہی میں رہا لازم و دائم مان کر مسلمانوں کو مرتکب حرام اجماعی ٹھہرا دیجئے، یعنی کشتن باید تاتپ نباید فرم من المطر و وقف تحت المیزاب (بارش سے بھاگا اور پرنا لے کے نیچے کھڑا ہوا۔ ت) **ثالثاً:** کس نے کہا کہ اجارہ محضہ ہے معنی قرض یقیناً مستحق اور رد مثل اس کا خاص حکم، تو یہ تضمین بر بنائے اجارہ نہ ہو، بر بنائے قرض سہی، اب اسے اجارہ سے کیا تنافی رہی۔

دلیل دوم: اجارہ ہو تو بعینہ اسی روپے کا پہنچانا لازم ہو، لیکن یہ امر بھیجنے والا ضرور خیال کرتا ہے، نہ ڈاک والے کرتے ہیں۔

اقول قطع نظر اس سے کہ یہ قیاس استثنائی کس اعلیٰ درجہ نفاست پر ہے، تالی لزوم نفس الامری اور استثنائے رفع خیال لزوم یا رفع عمل کیا اگر عاقدین کسی حکم واقعی عقد کو اپنے ذہن میں لازم نہ سمجھیں یا اس پر عمل نہ کریں تو اس سے وہ عقد عقد ہی نہ رہے گا عدم حکم مستلزم عدم عقد ہے یا عدم اعتقاد و عمل، اصل کلام وہی ہے کہ بیشک لازم ہوتا اگر اجارہ محضہ ہوتا یہاں تو ڈاکخانہ فلاں جگہ جا کر ادائے زر اور وہاں سے لاکر ایصال رسید پر اجیر اور زر داخل کردہ کا مستقرض و مدیون ہے تو جو چیز وہاں دے گا عین نہیں دین دین کا بعینہ پہنچانا کیونکہ متصور، اور اس کا لزوم کہاں کا حکم، بالجملة ان داموں کی اجرت ہونے سے انکار کرنا اور عوض قرار دے کر رہا ٹھہرانا یونہی صحیح تھا کہ اسے قرض محض خالی عن الاجارہ ثابت کرتے اور دونوں دلیلیں بغرض تمامی صرف اس قدر پر دال کہ وہ اجارہ محضہ نہیں، تو دلیل کو دعویٰ سے

اصلاً مس نہیں۔

ثم اقول وبالله التوفيق، وبه الوصول الى ذرى التحقيق (پھر میں کہتا ہوں، اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے، اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ ت) حقیقت امر یہ ہے کہ ڈاکخانہ قطعاً اجیر مشترک اور اس میں جس قدر فیسیں ہیں سب اجرت عمل پھر ضوابط ڈاک نے ان پر اعمال دو قسم پر منقسم کئے،

ایک وہ جن میں آفس ذمہ دار و ضمنین قرار پاتا ہے، جیسے پارسل، رجسٹری، بیمہ و مٹی آرڈر۔ دوسرے وہ جس میں ذمہ ضمان نہیں، جیسے خطوط و پاکٹ بیزنس و ہانڈلٹ۔

اور یہیں سے واضح ہو گیا کہ یہ ادائے ضمان بر بنائے قرض نہیں بلکہ ضوابط کی اس تقسیم پر مبنی ہے، ولہذا بیمہ میں ضمان دیتے ہیں، حالانکہ وہاں قرض کا اصلاً احتمال نہیں بلکہ انصاف کیجئے تو روپیہ لینے والے درکنار عام روپیہ داخل کرنے والوں کا بھی ذمہ اصلہ اس طرف نہیں جاتا کہ یہ روپے جو ہم دیتے ہیں بوجہ قرارداد امساک عین و دفع مثل ڈاکخانہ کو قرض دے رہے ہیں ڈاکخانہ ہم سے دست گزراں لے رہا ہے بلکہ یقیناً لینے دینے والے سب اس عقد کو مثل سائر عقود ڈاکخانہ عقدہ اجارہ ہی جانتے ہیں، اور خود اسی کیلئے سیغہ ڈاک کی وضع اور فیس کو یقیناً اجرت جان کر دیتے لیتے اور در صورت تلف تاوان کو مثل بیمہ وغیرہ اسی شرط ذمہ داری کی بنا پر سمجھتے ہیں، نہ یہ کہ لوگ سمجھیں ہم نے قرض دیا تھا اسے ڈاک خانہ سے لینا ہے ڈاک خانہ سمجھے میں ان کا قرض دار تھا مجھے ادا کرنا ہے، ہاں بعد تلف ڈاک خانہ اسی ذمہ داری کے سبب اُس وقت سے دیون سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ روپیہ بھیجنے کے لئے داخل کرتے ہی عاقدین اپنے آپ کو دائن و دیون تصور کرتے ہوں، یہ بدیہیات واضح سے ہے جس کا انکار مکابرہ، تو یہ اقرار ضمان ہرگز بنائے اقراض و استقراض نہیں بلکہ اجیر مشترک پر شرط ضمان ہے، اب یہ مسئلہ مثلثہ بلکہ مربعہ ہے اور سب اقوال معصومہ سب معنی بہا

قل العلامة خیر الدین الہلوی فی فتاویٰ وانا اقول بل مختصة بل مندسة عدم الضمان مطلقا، الضمان بشرط الصلح علی النصف، جواز الصلح جبواً التفصیل بكون الاجیر صالحاً فیہ، او غیرہ فی ضمن، او مستوراً فی صالح۔

یہ علامہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے اور میں کہتا ہوں بلکہ پانچ جگہ صورتیں ہیں، مطلقاً عدم ضمان، نصف پر صلح کی شرط پر ضمان، جبراً صلح کا جواز، اور اجیر کے صلح ہونے پر اس کا بری ہونا، یا غیر صلح ہونے پر ضمان ہونا، یا مستوراً الحال ہونے پر قابل صلح ہونا۔ (ت)

امامین جلیلین صاحبین مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہے، ولہذا

جو کچھ اُس کے کام کرنے میں ضائع ہو یا لا جماع اُس کا تاوان دے گا اگرچہ شئی میں اس کی طرف سے کوئی تعدی و تعصیر نہ واقع ہوئی ہو بخلاف اجیر خاص کہ امین ہے، ولہذا جب تک تعدی نہ کرے اصلاً ضمان نہیں، اگرچہ اُس کے فعل سے تلف ہو۔ یہ مذہب امیر المؤمنین فاروق اعظم و مرتضائے اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی اور یہی امام دارالہجرت سیدنا امام مالک کا مذہب اور امام شافعی کا ایک قول اور امام احمد سے ایک روایت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، بدائع وغایۃ البیان وغیرہما میں قول امام عدم ضمان کو قیاس اور اس قول صاحبین کو استحسان قرار دیا۔ امام اجل فقیہ ابو جعفر ہندوانی اسی طرف میل فرماتے۔ امام زبلی نے تبیین الحقائق پھر علامہ طوری نے شرح کتر الدقائق میں اسی کو یہ لفتی فرمایا۔ جامع الفصولین و خزائن المفتین و فتاویٰ القرویہ و واقعات المفتین میں ہے:

قيل يفتى بقول (ابى حنيفة) رحمه الله تعالى وقيل قول، قول عطاء و طاؤس وهما من كبار التابعين، وقول من وم (ابى يوسف ومحمد) من حمهما الله تعالى قول عمر و على رضی اللہ تعالیٰ عنہما احتشاماً و صيانة لاموال الناس۔

بعض نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا اور بتایا گیا آپ کے قول کی بنیاد حضرت عطاء اور طاؤس کے قول پر ہے جو کبار تابعین میں سے ہیں، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول حضرت عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر مبنی ہے لوگوں کے مال کے احترام اور حفاظت کو پیش نظر رکھے ہوئے۔

شرح ہدایہ علامہ اتقانی میں ہے:

قول ابی حنیفہ قیاس لان المال امانة فی یدہ و هلاك الامانة من غیر صنع لا یوجب الضمان و قولہما استحسان و وجهہ اثر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قیاس پر مبنی ہے کیونکہ اس کے پاس امانت ہے جبکہ بغیر دخل امانت کی ہلاکت موجب ضمان نہیں ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول استحسان ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی عمل کی وجہ سے ہے۔ (ت)

۱۷۱/۲

اسلامی کتب خانہ کراچی

دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۳۲۳/۲

لہ جامع الفصولین الفصل الثالث والثلاثون

كتاب الاجارة

فتاویٰ القرویہ

لہ غایۃ البیان

شرح الکنز لمساکین میں ہے :

المتاع فی یدہ غیر مضمون عند ابی حنیفہ و
هو القیاس و قال علیہ الضمان استحساناً،
باختصار۔

اس کے ہاتھ میں سامان امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه کے موجب ضمان نہیں اور یہی قیاس ہے اور
صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پر ضمان ہوگا
استحساناً، باختصار۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فی البدائع لا یضمن عندہ و هو القیاس و
تلاک یضمن الامن حرق غالب او لصوص
مکابرین و هو استحسان اھ مختصرین۔
الایہ کہ بے قابو آگ یا سرکش ڈاکو سے ضیاع ہو جائے،
مختصراً۔ (ت)

بدائع میں ہے امام صاحب کے نزدیک اس پر
ضمان نہ ہوگا، قیاس یہی ہے، صاحبین رحمہما اللہ
تعالیٰ نے فرمایا: اس سے ضمان وصول کیا جائیگا
یہ استحسان ہے اھ دونوں مذکورہ عبارتیں

تبیین میں ہے :

بقولہما یفتی الیوم لتغیر احوال الناس
و بہ یحصل صیانة اموالہم۔

صاحبین کے قول پر آج کل فتویٰ دیا جائے کیونکہ
لوگوں کے احوال میں تبدیلی ہوگئی ہے جبکہ اس
فتویٰ سے لوگوں کے مال محفوظ ہوں گے۔ (ت)

تکملہ طوری میں ہے :

قد تقدم ان بقولہما یفتی فی هذا الزمان
لتغیر احوال الناس۔

یہ گزرا ہے کہ لوگوں کے حالات بدل جانے کی وجہ
سے صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضیخان میں ہے :

قال الفقیہ ابو جعفر الضمان علی القصار و

ابو جعفر فقیہ نے فرمایا کہ دھوبی پر ضمان ہوگا اور

۱ شرح الکنز لمساکین مع فتح المعین کتاب الاجارة باب ضمان الاجیر ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۵۲/۳

۲ ردالمحتار کتاب الاجارة باب ضمان الاجیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵

۳ تبیین الحقائق " المطبعة الکبری بولاق مصر ۱۳۵/۵

۴ بحر الرائق " ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۲۷/۸

قال الفقيه ابوالليث انما قال لانه كان
يميل في الاجير المشترك الى قول ابي يوسف
ومحمد بن

فقيه ابوالليث نے فرمایا انہوں نے یہ بات مشترک
اجیر کے متعلق صاحبین کے قول کی طرف میلان کی
وجہ سے فرمائی ہے۔ (ت)

امام اجل فقیہ ابوبکر بلخی فرماتے ہیں خلاف اس صورت میں ہے جبکہ اجیر مشترک پر ضمان پھرانہ لی جائے
ورنہ اگر پہلے سے شرط ہو جائے جب تو بالاجماع اس پر ضمان لازم۔ جامع الفتاویٰ والنوازل و اشباہ
والتظاہر وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا۔ فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

ہلاک ہو جانے پر ضمان کی شرط لگائی تو بالاتفاق ضمان
لیا جائے گا کیونکہ مشترک اجیر کے متعلق جب شرط نہ لگائی ہو تو امام
ابوصنیفہ کے نزدیک ضمان نہیں لیا جائے گا لیکن شرط لگانے
پر ان کے نزدیک بھی ضمان ہوگا۔ فقیہ ابواللیث
نے فرمایا شرط لگانا نہ لگانا برابر ہے کیونکہ وہ امین
ہے۔ (ت)

شرط عليه الضمان اذا هلك يضمن في قولهم
جميعا لان الاجير المشترك انما لا يضمن عند
ابي حنيفة اذا لم يشترط عليه الضمان اما
اذا شرط يضمن قال الفقيه ابوالليث الشرط
وعدم الشرط سواء لانه امين

القرودیہ میں شرح مجمع علامہ ابن فرشتہ سے ہے:

اگر اس کے پاس ہلاک ہو جانے پر ضمان کی شرط لگائی
تو بالاتفاق ضمان لیا جائے گا، جامع میں یوں ہے،
اور خانیہ اور تہمتہ الفتاویٰ میں ہے کہ ضمان نہیں
لیا جائے گا۔ (ت)

ان شرط ان يضمن لو هلك عنده يضمن
اتفاقا كذا في الجامع وذكر في الخانية و
تمة الفتوى على انه لا يضمن

شرح کنز ملامسکین میں ہے:

بعض نے کہا کہ مشترک اجیر پر ضمان کی شرط لگائی تو
امام ابوصنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحیح ہے یوں
وہ عمل اور حفاظت دونوں پر اجیر قرار پائے گا،

قيل اذا شرط الضمان على لاجير المشترك
يصح عند ابي حنيفة وصار كان الاجر
في مقابلة العمل والحفظ جميعا،

۱۔ فتاویٰ قاضیخان کتاب الاجارات فصل فی القصار نوکسور لکھنؤ ۴۴۴/۳
۲۔ خلاصہ الفتاویٰ الفصل السادس الجنس الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۳۷/۳
۳۔ فتاویٰ القرودیہ کتاب الاجارہ فی ضمان الاجیر المشترك دارالاشاعرة العربیہ قندھار افغانستان ۳۲۳/۲

وكان يقول بعدم الضمان قال الفقيه
ابو الليث رحمه الله تعالى و به تاخذ ونحن
نفقنا به اه ، قلت ومعنى هذا الكلام ان
الفقيه ابا جعفر كان يستوي بينهما على قول
الامام وكان يقول لا يضمن عنده وان
شروط اما هو بنفسه فقد كان يميل الى قولهما
كما قدمنا عن الخانية عن الفقيه ابي الليث.

اور ضمان کا قول نہ کرتے۔ اور فقیہ ابو الیث نے فرمایا
ہمارا یہی موقف ہے اور ہم یہی فتویٰ دیں گے اھ،
میں کہتا ہوں اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ فقیہ
ابو جعفر فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے قول پر دونوں
صورتیں مساوی ہیں کہ اگرچہ شرط بھی لگائی ہو ضمان
نہ ہوگا، لیکن ان کا اپنا رجحان صاحبین کے قول
پر ہے جیسا کہ ہم نے خانہ سے ابو الیث کے حوالہ
سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

قنیدہ و اشباہ میں ہے :

محلہ عند عدم اشتراط الضمان علیہ
امامہ فیضمن اتفاقاً

اس کا محل ضمان کی عدم شرط ہے لیکن شرط کی صورت
میں بالاتفاق ضامن ہوگا۔ (ت)

جمہور ائمہ متاخرین نے ائمہ مذہب و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلافات دیکھ کر وہ
قول فیصل اختیار فرمایا کہ اجیر اگر صلحاً متفقین سے ہے تو قول امام مختار یا اس کے خلاف ہے تو
قول صاحبین و ایجاب ضمان اور مستور الحال ہے تو دونوں قول کے لحاظ سے نصف ضمان واجب نصف
ساقط، اور شک نہیں کہ یہ قول جامع الاقوال و مراعی احوال و ارفق بالناس و احفظ للمال ہے کہ
تغیر حالات زمانہ اس پر حاصل ہوا، اور اس میں ارفق و احتیاط دونوں پہلو کا لحاظ رہا۔ امید کی جاتی ہے
کہ اگر امام یہ زمانہ پاتے یونہی حکم فرماتے، فتاویٰ خیر یہ و فتاویٰ سعیدہ میں ہے :

مشترک اجیر کے مسئلہ میں تین بکے چار قول ہیں،
مطلقاً عدم ضمان مطلقاً ضمان نصف نقصان پرچہ ضمان تاکہ
دونوں اقوال پر عمل ہو، اور جامع الفصولین میں
صاحب محیط کے فوائد کا اشارہ دیتے ہوئے فرمایا
کہ اگر اجیر صالح شخص ہے تو قسم لے کر بڑی کیا جائیگا

مسئلة الاجیر المشترك فیها ثلثة اقوال
بل اربعة عدم الضمان مطلقاً و
الضمان مطلقاً و الصلح علی النصف جبراً
عملاً بالقولین و فی جامع الفصولین رامزا
لفوائد صاحب محیط لو كان الاجیر صالحاً

لہ خلاصہ الفتاویٰ کتاب الاجارۃ الفصل السادس الجنس الرابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۳۷/۳
لہ الاشباہ والنظائر " الفن الثانی " ادارة القرآن کراچی ۶۲/۲

اور غیر صالح ہو تو ضمان لیا جائے اور مستورا الحال ہو تو صلح کا فیصلہ دیا جائے تو یہ چار قول ہوتے اور تمام کے تمام پر فتویٰ صحیح ہے اور آخری تفصیل کیا اچھی ہے (مختصراً) (ت)

يدراً بيمينه ولو كان بخلافه يضمن، ولو كان مستورا يؤمر بالصلح فهذه اربعة اقوال كلها مصححة مفتي بها واما احسن التفصيل الاخير اه مختصراً.

فتاویٰ حامدیه میں ہے:

ابو جعفر اور ابواللیث کا مختاریہ ہے اگر وہ صالح شخص ہو تو قسم لے کر بڑی کر دیا جائے، اور اگر وہ مستورا الحال ہو تو صلح کا فیصلہ کیا جائے اس پر بہت سے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے اور یہ قول دوسروں کی نسبت اولیٰ ہے اور خیر الدین ربلی نے اسی طرح فتویٰ دیا ہے (ت)

اختار ابو جعفر و ابواللیث رحمهما الله تعالى فيه ان كان صالحاً يبرء بيمينه وان كان مستورا يؤمر بالصلح و افق بذلك كثير من المتأخرين وهو اولي من غيره واسلم وبمثلہ افق الخیر الربلی

منح الغفار و طحاوی علی الدر المنخار میں ہے:

امام جلال الدین زاہدون کا یہی فتویٰ ہے۔ (ت)

هو فتوى القاضى الامام جلال الدين الزاهدون

بالجملہ چار قول مفتی بہ سے دو قول پر بیمہ و منی آرڈر وغیرہما میں ڈاکخانہ سے یہ قرارداد ضمان جائز و صحیح و مقبول ہے اور انسان کو عمل و نجات کے لئے ایک ہی قول مفتی بہ کافی نہ کہ متعدد نہ کہ جب وہی ارفق وہی استحسان ہونے کے علاوہ حالت زمانہ اسی کے داعی اور وہی حفظ اموال ناس کامراعی ہو باوصف ان شدتوں سختیوں کے جو قوانین ڈاک میں ضیاع مال بیمہ و منی آرڈر پر رکھی ہیں کہ نوکریاں جائیں قیدیں اٹھائیں سزائیں پائیں، پھر بھی خائنتوں بددیانتوں کی کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں، عدم ذمہ داری کی حالت میں ظاہر ہے جو کچھ ہوتا ہے، توفیقہ نبیہ اس شرط ضمان کے جواز میں اصلاً تردد نہ کرے گا، وباللہ التوفیق۔

۱۴۱/۲ دارالمعرفۃ بیروت لبنان لہ فتاویٰ خیرینہ کتاب الاجارۃ، باب ضمان الاجیر

۲۷۶/۲ المطبعة المحزبة مصر " الفتاویٰ الاسعدیۃ

۱۱۳ - ۱۴/۲ ارگ بازار قندھار افغانستان لے العقود الدریتہ فی تنقیح الحامدیتہ کتاب الاجارۃ

۳۶/۴ باب ضمان الاجیر دارالمعرفۃ بیروت لے حاشیۃ الطحاوی علی الدر المنخار " باب ضمان الاجیر

ثم اقول وبه استعين ، ان مفيان زمانه کے خیالات تو محض ابا طیل مہملہ و مہملات باطلہ جن کی حاجت بھی نہ تھی ، مگر اس تقریر منیر سے بجز اللہ سبحانہ و تعالیٰ وہ شبہ بھی حل ہو گیا جسے نظر فقہی سے علاقہ ہے اور بادی النظر میں خادم فقہ کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے یعنی سفاتج پر مبنی آرڈر کا قیاس ، ہمارے علمائے کرام نے سفتیحہ یعنی ہندوی کو ناجائز رکھا کہ ہر مقررہ اس قرض دینے سے سقوط خطر طریق کا استفادہ کرتا ہے اور وہ فضل خالی عن العوض ہے کہ بر بنائے قرض اُس نے حاصل کیا وکل قرض جو منفعۃ فہوربا (جو قرض نفع مند ہو وہ ربا ہے - ت) بظاہر مبنی آرڈر و ہندوی دونوں دوسری جگہ روپیہ بھیجنے کے طریق ہیں جس کے باعث نظر دھوکا کھاتی ہے دونوں کا حال ایک ہے حالانکہ اگر ذراتا مل کو کام میں لائیے تو آفتاب روشن کی طرح متجلی ہو کہ ان میں باہم زمین و آسمان کا فرق ہے ، ہندوی محض قرض ہے اور اس میں قرض دینا خاص مرسل کی غرض اور اس کے ذریعہ سے اُسے سقوط خطر کی منفعت حاصل ، تو قرض جو منفعۃ فہوربا بلاشبہ صادق ہندوی کرنے والوں کی کوٹھیاں داد و ستد ہی کے لئے موضوع ہیں نہ اجیر بننے کے لئے مرسل اگر مال قرض نہ دینا امانت رہتا اور بحال ہلاک تاوان نہ پاتا فلہذا قرض دینا ہے اور اس سے یہ نفع حاصل کرنا ہے ، علمائے سفتیحہ کی تفسیر یہی ہے مبنی ہندویہ میں کافی اور ردالمحتار میں کفایہ سے ہے ،

شامی کے الفاظ میں ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تاجر کو قرض دیا کہ وہ یہ قرض میرے دوست کو پہنچا دے اور رقم امانت کی بجائے قرض کی صورت میں دی تاکہ راستے کے خطرہ سے محفوظ رہے۔ (ت)

واللفظ للشامی صورتها ان يدفع الى تاجر ما لا قرضاً ليدفعه الى صديقه و انما يدفعه قرضاً لا امانة ليستفيد به سقوط خطر الطريق

بخلاف ڈاک خانہ کہ اجیر مشترک کی دکان ہے اور اس کی وضع ہی اجیر بننے کے لئے جو قیس دی جاتی ہے یقیناً اجرت ہے اور اقرار ذمہ داری اور ان اقوال مفتی بہا کی بنا پر حکم شرعی صحیح و مقبول ہی لزوم ضمان کیلئے کافی و کافی ، مرسل کی غرض نفس عقد اجارہ سے حاصل ، اور صرف اسی قدر افادہ سقوط خطر کیلئے متکفل ، قرض دینے سے اُس کی کوئی غرض اصلاً متعلق نہیں ، نہ اس کا فائدہ اس کی طرف راجع ، فرض کیجئے اگر ڈاک خانہ زر مبنی آرڈر لینے بھیجا کرتا تو اس کا کیا حرج تھا کہ اُسے تو روپیہ بھیجنے سے کام ہے ، اور اگر

وہ راہ میں جاتا رہتا تو اس کا کیا نقصان تھا کہ حکم قرار داد یہ ضمان کا مستحق ہو چکا، بلکہ یہ ضابطہ تو بعض اوقات بھیجنے والوں کو الٹا نقصان دیتا ہے کہ مصر و عرب و شام وغیرہ ممالک کو روپیہ بھیجے تو یہاں سے لندن جا کر ازانجا کہ وہاں سکہ سیم نہیں سکے زر سے تبدیل کیا جاتا اور اس پر بہت کچھ بٹایا جاتا ہے، غرض اس فرض قرض میں مسلوں کا کوئی نفع نہیں ہاں اجرا یعنی اہالی ڈاک نے اپنی آسائش و تحفظ کے لئے یہ ضابطہ وضع کیا، ذمہ داری بیمہ و منی آرڈر دونوں میں تھی، مگر پارسل کا بند مال مہر میں لگا ہوا قابلیت تبدیل نہ رکھتا تھا، روپے میں یہ صورت میسر تھی اور شک نہیں کہ مال بھیجنے سے کاغذ بھیجنا آسان اور اس میں ان ذمہ داروں کے لئے خطر طریق سے امان۔ لہذا یہ پٹھرا لیا کہ زرد داخل کردہ یہیں رکھ کر وہاں لکھتے بھیجیں گے، اگر بفرض غلط اس صورت میں ڈاک خانہ کو مستقرض مانا جائے تو اس میں مستقرض نے استقرض سے نفع اٹھایا نہ کہ مقرض نے اقراض سے، اور مستقرض انتفاع بالقرض سے ممنوع نہیں تو یہاں یہ دفعہ قرضاً استفید بہ (کسی فائدہ کے حصول کے لئے قرض دیا۔ ت) صادق نہیں بلکہ یاخذہ قرضاً استفید بہ، ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (قرض فائدہ کے لئے لیتا ہے، تحقیق یوں چاہئے، اور توفیق کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ت)

بالجملہ یہ وجوہ تو جواز منی آرڈر پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتیں، ہاں یہاں ایک اور امر قابلِ نظر و غور تھا کہ اذہان مفنیان اگر اس طرف جاتے تو کہا جاتا کہ طرز فقہی پر کلام کیا وہ یہ کہ بلاشبہ یہ عقد عقد اجارہ اور فیس اجرت عمل، اور قرض تنہا پر نفع مستقرض اور سفایح پر قیاس مختل، مگر جبکہ یہ قرض مفروض و داخل ضابطہ ہے تو اجارہ ایسی شرط پر ہوا جس میں احد العاقدین کا نفع ہے اور مقتضائے عقد نہیں، اسی قدر منع و فساد عقد کے لئے بس ہے و لکنی اقول و بحول اللہ تعالیٰ اجول (لیکن میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے لکھتا ہوں۔ ت)

ہنوز بلوغ شرط تا حد افساد میں اور شرط باقی ہے کہ عرف ناس اس شرط کے ساتھ جاری نہ ہو، ورنہ حکم تعارف جائز رہے گی اور صحت و جواز عقد میں کچھ خلل نہ ڈالے گی، منی آرڈر کا نہ صرف تمام بلاد و امصار و اقطار ہندیہ بلکہ دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی دائر و سائر ہونا تو محتاج بیان نہیں، مگر فقیر وہ کلمات علماء چند ابجاث میں ایراد کرے جو اس مسئلہ شرط کو واضح کر کے بعونہ تعالیٰ مانحن فیہ کا حکم روشن کر دیں، بحث اول شرط سے اصل نہی منصوص دربارہ بیع وارد کہ:

نہی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
من بیع الشرط، رواہ ابو حنیفہ
حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرط
والی بیع سے منع فرمایا، اس کو امام ابو حنیفہ

قال حدثني عمرو بن شعيب عن
جده عن النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم ومن طريق الامام
رواة الطبراني في معجمه الاوسط
والحاكم في علوم الحديث ومن
جهته ذكره عبد الحق في احكامه
وسكت عنه قال ابن القطان
(وهو علي بن محمد الحميري
الفاسي ذاك المتأخر المييت
٦٢٨ ثمان وعشرين وستائة) في كتاب
الوهم والايهام (ولاري هذا الاسم
الابالهام فانه وقد وهم فيه واوهم
في كثير من المقام) بعد ما ذكر الحديث
المذكور من كتاب الاحكام علته ضعف
ابي حنيفة في الحديث اه اقول
عفا الله عنك يا ابن القطان
الست ذلك المعروف المشهور
بالتعننت في الرجال حتى
اخذت تلين ذلك الجبل الشامخ
هشام بن عروة ولو اجتمعت
انت ومثون من امثالك وامثال شيوخك

رضي الله تعالى عنه نے روایت کیا، انھوں نے فرمایا
مجھے یہ حدیث عمرو بن شعیب نے اپنے دادا سے
انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
بیان کی اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریقہ
سے اس کو طبرانی نے معجم الاوسط اور حاکم نے
علوم حدیث میں اور امام صاحب کے طریقہ سے
اس کو عبد الحق نے اپنے احکام میں ذکر کیا اور جرح
نہ کی، ابن قطان (اور وہ علی بن محمد حمیری فاسی
متاخرین میں ہیں ان کی وفات ۶۲۸ ھ میں ہوئی
ہے) نے اپنی کتاب "الوہم والایہام" میں کہا (میری
رائے میں کتاب کا یہ نام الہامی ہے کیونکہ ان کو
اس کتاب میں بہت سے وہم لاحق ہوئے اور کئی
مقامات پر اس نے وہم پیدا کئے ہیں) اس نے
اس کتاب میں اس حدیث کو کتاب الاحکام سے
نقل کر کے کہا کہ اس حدیث میں کمزوری یہ ہے کہ
اس کے راوی ابو حنیفہ حدیث میں ضعیف ہیں اھ
اقول (میں کہتا ہوں) ابن قطان تجھے اللہ تعالیٰ
معاف فرمائے کیا آپ وہی نہیں جو رجال حدیث
کے متعلق بہت دھرمی میں مصروف ہیں، تو نے
ایک بلند پہاڑ (ہشام بن عروہ) پر طعن شروع کر دیا
ہے، اور تو اور تیرے جیسے سیکڑوں اور تیرے مشائخ

لہ جامع المسانید الباب التاسع الفصل الثاني
کے المعجم الاوسط حدیث ۴۳۵۸
کے بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام تحت حدیث ۱۳۰۱ دار طبیب مکة المکرمہ
دار الکتب العلمیہ بیروت
مکتبۃ المعارف ریاض
دار طبیب مکة المکرمہ
۲۲ / ۲
۱۸۴ / ۵
۵۲۷ / ۳

وشيوخ مشايخك لم تبلغوا جميعا قوة
ابى حنيفة ولا قوة غلما نه ولا قوة هشام
ولا اقرانه فى العلم والحديث ولكن
علتكم انتم ايها الناس التعنت والتشفت
وقلة الدراية لمسالك التعرف وهذا
ابو محمد عبد الحق كان اعرف
منك بالحق حيث صح الحديث بايراده
فى الاحكام والسكوت عنه .

اور مشائخ المشائخ جیسے سیکڑوں بھی جمع ہو جائیں تو
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قوت درکنار ان کے
غلاموں اور ہشام اور ان کی ہم مثل علم اور حدیث
دالوں کو نہیں پہنچ سکتے، لیکن تم نے اپنی ہٹ دھرمی
اور پراگندگی اور معرفت درایت کے راستوں کی
کم علمی کی وجہ کو ذریعہ طعن بنا لیا ہے حالانکہ صاحب
کتاب الاحکام عبد الحق یہ تجھ سے حق کو بہتر
جانتے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو ذکر کر کے
اس پر سکوت سے اس کی صحت بتا دی۔ (ت)

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اجارہ کو اس پر قیاس فرمایا، ہدایہ میں ہے :
الاجارة تفسدھا الشروط كما تفسد البيع
لانه بمنزلته الاترى انه عقد يقال
ويفسخ به
اجارہ کو شرطیں فاسد کر دیتی ہیں جیسے بیع کو
فاسد کرتی ہیں کیونکہ یہ بیع کی طرح ہے آپ
دیکھ رہے ہیں کہ اس کے عقد کو اقالہ اور فسخ لاحق
ہوتے ہیں (ت)

غاية البيان میں ہے :

قال القدورى فى مختصره و ذلك لانها
عقد معاوضة محضة تقال و تفسخ
فكانت كالبيع وكل ما افسد البيع
افسدها .

قدورى نے اپنی مختصر میں فرمایا : یہ اس لئے
کہ خالص عقد معاوضہ ہے جو اقالہ اور فسخ کے
قابل ہوتا ہے تو یہ بیع کی طرح ہے جو چیز بیع
کو فاسد کرتی ہے وہ اس کو بھی فاسد کرے گی۔

اور بیع میں شرط افساد یا شرط عدم تعارف شرط ہے، ہدایہ میں ہے :

اليسى شرط جس میں فریقین میں کسی ایک یا بیع
اگر فائدہ کا اہل ہے تو اس کا فائدہ شرط

كل شرط لا يقتضيه العقد وفيه
منفعة لاحد المتعاقدين

اول للمعقود عليه وهو من اهل الاستحقاق
يفسده الا ان يكون متعارفا لان العرف
قاس على القياس له

تنوير الابصار ودر مختار میں ہے :

الاصل الجامع في فساد العقد بسبب شرط
(لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع
لاحدهما او لمبيع من اهل الاستحقاق و
لم يجز العرف به ولم يرد الشرع بجوازه)
اما لو جرى العرف به كبيع نعل مع شرط
تشريكه او ورد الشرع به كخيار شرط
فلا فساد له

کیا جائے تو وہ بیع کو فاسد کر دے گی بشرطیکہ
عرف میں وہ شرط معروف نہ ہو کیونکہ قیاس پر
عرف غالب ہوتا ہے۔ (ت)

کسی شرط کی وجہ سے عقد کے فساد کا سبب قاعدہ
کی رو سے ایسی شرط ہے جس کو نہ تو عقد قبول
کرے اور نہ ہی وہ عقد کے مناسب ہو اور اس
شرط میں فریقین یا نفع کا مستحق ہو تو بیع کا فائدہ
ہو بشرطیکہ اس شرط پر عرف قائم نہ ہو اور نہ ہی
شرعیّت نے اس کے جواز کو بیان کیا ہو، لیکن اگر
عرف میں اس کا جواز مروج ہو جیسے پیشگی آرڈر پر

جو تا سلوانا، یا اس شرط کے جواز پر شرعیّت وارد ہو جیسا کہ شرط خیار، تو فساد نہ ہوگا۔ (ت)

مسئلہ ظاہر ہے اور تمام کتب مذہب میں دائرہ اور مقیس کی طرف وہی حکم متعدی ہوگا جو اصل
مقیس علیہ میں تھا نہ کہ زائد لاجرم متن غرر میں فرمایا:

تفسد بالشرط المفسد للبیع
اجارہ، بیع کی فاسد شرطوں سے فاسد
ہو جاتا ہے (ت)

من نغایہ میں فرمایا: یفسد ہا شروط تفسد البیع (بیع کو فاسد کرنے والی شرطیں اجارہ کو فاسد
نہ کرتی ہیں۔ ت)، من اصلاح میں تھا: الشرط یفسدھا (مراد وہ شرط ہے جو بیع کو فاسد کرتی
ہے۔ ت) شرح ایضاح میں فرمایا: المراد شرط یفسد البیع (مراد وہ شرط ہے جو بیع کو فاسد
کرتی ہے۔ ت)

بحث ثانی: کیا لازم ہے کہ وہ عرف زمان اقدس حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے واقع ہو اقول بعض علماء کی تقریر میں ایسا واقع ہوا لیجعله من تقریر
بہ الهدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۶۲/۳

کے در مختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتہدانی دہلی ۲۷/۲
کے الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۲۳۰/۲
کے مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ شرح الفاضل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۱-۱۱۱

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم (تا کہ عرف اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر و تائید بنا دے۔ ت) مگر حتیٰ یہ کہ یہ ہرگز ضرور نہیں ہزار ہا فروع مذہب و صد ہا کلمات ائمہ اس کے خلاف پر شاہد ہیں، امام برہان الدین ہدایہ اور محقق علی الاطلاق اُس کی شرح فتح میں فرماتے ہیں:

جس نے اس شرط پر جو تا خرید اکہ اس کو بائع سلائی کر کے بنائے، اس سے مراد یہ ہے کہ خریدار نے چمڑا خرید اکہ اس کا جو تا سلائی کر کے بنا دے، اور ممکن ہے حقیقت مراد لے کر ایک پاؤں کا جو تا کہ ایک ہی پاؤں کی پیمائش کے مطابق قسمہ لگا دے اس صورت میں حقیقتاً ایک ہی مراد ہوگا تو بیع فاسد ہوگی، مصنف نے فرمایا کہ قدوری نے جو ذکر کیا ہے وہ قیاس پر مبنی جواب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ جو مقتضی عقد نہیں ہے اور اس شرط میں ایک فریق کا فائدہ بھی ہے اور جبکہ استحسان کے طور پر یہ جائز ہے اور تعامل کی وجہ سے سلائی کی شرط لازم ہو جائیگی، اور اسی طرح ہمارے علاقہ میں کھڑائیں اسی شرط پر خریدنا یعنی ان کو پٹے لگا دے اور اسی قسم سے ہے بُنی ہوئی اُون ٹوپی بنانے کی شرط پر یا ٹوپی خریدنا استراپنے پاس سے لگانے کی شرط پر اہ مختصراً۔ (ت)

(من اشتری نعل علی ان یحذ وھا البائع) المراد اشتری ادیما علی ان یجعله البائع نعل له و یکن ان یراد حقیقته ای نعل رجل واحدة علی ان یحذ وھا ای یجعل له شراکاً فلا بد ان یراد حقیقة النعل (فالبیع فاسد) قال المص (ما ذکره) یعنی القدوری (جواب القیاس) ووجهه ما بینا من انه شرط لا یقضیه العقد وفیه نفع لاحد المتعاقدين وفي الاستحسان یجوز البیع ویلزم الشرط (للتعامل) كذلك ومثله فی دیارنا شراء القباق علی هذا الوجه ای علی ان یسمر له سیرا ومن انواعه شراء الصوف المنسوج علی ان یجعله البائع قفلسوة او قفلسوة بشرط ان یبطن لها البائع بطانة من عند له مختصراً.

ردالمحتار میں اس کا بعض نقل کر کے فرمایا،

بزازیہ میں ہے کہ کپڑا یا پُرانے موزے اس شرط پر خریدے کہ بائع مرمت کر کے دے تو

وفي البزازية اشتری ثوبا او خفا خلقا علی ان یرقعہ البائع ویسلمه

صحیح ہے، اور اسی کی مثل خانہ میں ہے۔ نہر میں فرمایا بخلاف کپڑے کی سلائی، کیونکہ اس میں تعارف نہیں اھ، منع میں فرمایا کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیع اور اس کے ساتھ شرط لگانے سے منع فرمایا ہے تو اس سے لازم آئیگا کہ عرف حدیث پر غالب ہے۔ میں کہتا ہوں، عرف حدیث پر غالب نہیں بلکہ عرف قیاس پر غالب ہے کیونکہ حدیث میں منع کی علت جھگڑا ہے جس کی وجہ سے عقد بے مقصد بن جاتا ہے جبکہ عقد کا مقصد جھگڑے کو ختم کرنا ہوتا ہے اور عرف اس جھگڑے کو ختم کرتا ہے تو اس طرح عرف حدیث کے موافق ہوا تو اب صرف قیاس مانع ہے جس پر عرف غالب ہوا^{اھ} میں کہتا ہوں، اس پر بزازیہ اور خانہ کی عبارت دال ہے اور یونہی کھڑاؤں کا مسئلہ جدید عرف پر مبنی ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ اگر جوڑتے، کپڑے اور کھڑاؤں میں مذکورہ شرط کے علاوہ کوئی اور شرط عرف میں جاری ہو جائے تو وہ بھی معتبر ہوگی بشرطیکہ وہ جھگڑے کا باعث نہ ہو۔ (ت)

صح اھ و مثله فی الخانیہ قال فی النہر بخلاف خیاطۃ الثوب لعدم التعارف اھ قال فی المنع فان قلت نہی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع و شرط فیلزم ان یکون العرف قاضیا علی الحدیث قلت لیس بقاض علیہ بل علی القیاس لان الحدیث معلول بوقوع النزاع المخرج للعقد عن المقصود به وهو قطع المنازعة والعرف ینفی النزاع فکاف موافقا لمعنی الحدیث فلم یبق من الموانع الا القیاس والعرف قاض علیہ اھ قلت وتدل عبارة البزازیة والخانیة وكذا مسألة القباق علی اعتبار العرف الحادث ومقتضی هذا انه لو حدث عرف فی شرط غیر الشرط فی النعل و الثوب والقباق ان یکون معتبرا اذا المریود الی المنازعة لے

ہندیہ میں تانا خانہ سے ہے :

اگر چمڑے کا ٹکڑا جو تانا بنانے کی شرط پر خرید یا لٹپی اسٹر لگانے کی شرط پر خریدی کہ بائع اپنے پاس سے لگائے تو تعامل کی وجہ سے اس شرط پر بیع جائز ہوگی۔ (ت)

ان اشتری صرما علی ان یخرضا البائع له خفا و قلنسوة بشرط ان یبطن له البائع من عنده فالبیع بهذا الشرط جائز للمعامل.

لے ردالمحتار کتاب البیوع باب فی البیع الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۳/۴
لے فتاویٰ ہندیہ " الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۳/۴

دی جائے، اور یونہی گائے وقف کی جائے کہ اس کا دودھ یا گھی فقرا کو دیا جائے، اگر لوگ یہ عادت بنالیں تو مجھے امید ہے کہ جائز ہوگا۔ (ت)

کسی شخص نے گائے وقف کی کہ اس کا دودھ یا گھی اور وہی مسافروں کو دیا جائے اگر کسی علاقہ میں یہ تعارف ہو تو جائز ہے جیسے مشکیزے کا پانی۔ (ت)

اگر منقول یا مقصد چیز کو وقف کیا اگر وہ سواری یا ہتھیار ہو تو جائز ہے ان کے علاوہ اگر کوئی چیز ایسی ہو جس کو وقف کرنا عرف میں مرقح نہیں جیسے عام کپڑے اور حیوانات، تو ہمارے نزدیک جائز نہیں اور وہ متعارف ہو جیسے کلہاڑی اور تیشہ اور جنازہ کی چار پائی اور اس کا کپڑا اور میت کو غسل میں کام آنے والے برتن اور قرآن مجید، تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ جائز ہے، اسی کو عام مشائخ جیسے امام سرخسی وغیرہ نے اپنایا ہے۔ خلاصہ میں ایسے ہی ہے، وہی مختار ہے، اور فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے، امام شمس الائمہ حلوانی نے یوں فرمایا اور فتویٰ کے لئے یہی مختار ہے۔ (ت)

جانر، وقف بقرة على ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان يجوز له

ہندیہ میں ظہیر یہ سے ہے،

سجل وقف بقرة على ان ما يخرج من لبنها و سمنها و شيرانها يعطى ابناء السبيل ان كان ذلك في موضع تعارفوا ذلك جانر كما يجوز ماء السقاية له اسی میں ہے،

وقف المنقول مقصود ان كان كراعا او سلاحا يجوز وفيما سوى ذلك ان كان شيئاً لم يجز التعارف بوقفه كالثياب والحيوان لا يجوز عندنا وان كان متعارفاً كالفاص والقدوم والجنازة وثياب الجنائز وما يحتاج اليه من الاواني والقدور في غسل الموتى و المصاحف قال محمد يجوز واليه ذهب عامة المشائخ منهم الامام السرخسي كذا في الخلاصة وهو المختار والفتوى على قول محمد كذا قال شمس الائمة الحلوانی كذا في مختار الفتاوى

پر ہے، امام شمس الائمہ حلوانی نے یوں فرمایا اور فتویٰ کے لئے یہی مختار ہے۔ (ت)

۳۸۰/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الوقف	لے در مختار
۳۶۱-۶۲/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الوقف	لے فتاویٰ ہندیہ
۳۶۱/۲	"	"	لے

خزانۃ المفتین میں فتاویٰ کبریٰ سے فصل وقف المنقول میں ہے :

مسجد میں بکھونا، دروازے کا تالا، چٹائی دی
تو واپس لینے کا حق نہیں، اور یونہی اگر قنديل کی
زنجیر یا رستی دی ہو، کیونکہ عادتاً یہ چیزیں دائمی طور
پر مسجد میں رکھی جاتی ہیں، لہذا یہ مسجد کے لئے
مختص ہو جائیں گی۔ (ت)

جعل فی المسجد بوارى او غلق باب او حصیر
لم یکن له ان یرجع وکذا لک لو علق فیہ
سلسلۃ او حبلا للقنديل لان هذا
یتروک فی المسجد دائماً عادة فیکون
للمسجد۔

غرو در میں ہے :

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کھاڑی، پھاڑی، تیشہ،
آرہ، جنازہ کی چار پائی، اس کا کپڑا، ہنڈیا،
دیگ مسجد کے لئے وقف کئے تو جائز ہے، لیکن
کتابوں کو وقف کرنا سے نصیر بن یحییٰ اور فقیہ
ابو جعفر جائز کہتے ہیں، اور ہمارا یہی موقف ہے،
خلاصہ، اھ ملخصاً۔ (ت)

(عن محمد صحته فی المتعارف وقفیتہ)
کالفأس والبر والقدر والمنشار والجنازة
وثيابها والقدر والمر اجل اذا وقف
على المسجد جاز واما وقف الكتب فكان
نصیر بن یحییٰ یجیزہ والفقیه ابو جعفر
یجیزہ و به ناخذ خلاصه اھ ملخصاً۔

غنیۃ علامہ شرنبلالی میں برہان سے ہے :

جن چیزوں کے وقف پر تعارف ہے ان میں امام
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، کتب، ہنڈیا،
تیشہ، کھاڑی، آرہ، جنازہ کی چار پائی، اس
کا کپڑا اور میت کے غسل میں ضروری برتن کا اضافہ
فرمایا ہے، عام مشائخ کا یہی موقف ہے، اور
اسی پر فتویٰ دیا جائیگا۔ (ت)

نراد محمد ما تعورف وقفہ کالمصاحف
والکتب والقدر والقدر والمنشار
والجنازة وثيابها وما يحتاج
اليه من الاواني فی غسل الموتى و
عليه عامة المشائخ وبه یفتی۔

نقایہ و شرح علامہ برجنڈی میں ہے :

۲۱۷/۱	قلمی نسخہ	۱	فصل فی المشائخ	۱	کتاب الوقف	۱	خزانۃ المفتین
۱۳۶-۳۷/۲	میر محمد کتب خانہ کراچی	۲		۲	شرح غرر الاحکام	۲	الدرر الاحکام فی شرح غرر الاحکام
۱۳۶/۲	"	"		"	"	"	غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الاحکام

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن منقولہ چیزوں کے وقف میں تعامل ہے جیسے قرآن مجید وغیرہ کتب اور طشت، تیشہ کے وقف کو جائز قرار دیا ہے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہیں، یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کیونکہ یہ دائمی چیزیں نہیں ہیں لیکن تعامل کی وجہ سے قیاس متروک ہو گیا اور اسی پر فتویٰ ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

مصنعت نے منخ میں فرمایا رومی علاقہ میں ہمارے زمانہ میں دراہم و دنیا نیر کا وقف عرف میں جاری ہے تو یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مفتی بہ قول جس میں منقول کا وقف جائز ہے میں داخل ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور مولانا صاحب بحر نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور کوئی مخالف قول نقل نہ فرمایا اور اس منقول میں تعامل کے جاری ہونے میں شک نہیں ہے تو یہ امام محمد رحمہ اللہ کے جواز میں داخل ہوگا، اسی لئے جب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ میں تعامل والی اشیاء کی مثال بیان فرمائی تو فتح میں کہا کہ بعض مشائخ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ اشیاء پر کچھ اور چیزوں کا اضافہ کیا جن میں تعامل دیکھا انہی چیزوں میں گائے، دراہم اور کیلی چیز کے مسئلہ کو ذکر فرمایا

صح عند (محمد وقف منقول فیہ تعامل کالمصحف ونحوہ) من الکتب والطشت والقدوم والقیاس ان لایجوز وهو قول ابی حنیفہ لانہا مما لایتأبد لکن القیاس یترک بالتعامل (وعلیہ الفتویٰ)، اھ ملتقطاً۔

ردالمحتار میں ہے :

قال المصنف فی المنح لما جرى التعامل فی زماننا فی البلاد الرومیه فی وقت الدراهم والدنانیر دخلت تحت قول محمد المفتی بہ فی وقف کل منقول فیہ تعامل کما لایخفی، وقد افتی مولانا صاحب البحر بجواز وقفها ولم یحک خلافاھ، ولا شک فی كونها من المنقول فحیث جرى فیها تعامل دخلت فیما اجازہ محمد ولهذا الما مثل محمد باشیاء جرى فیها التعامل فی زمانہ قال فی الفتح ان بعض المشائخ نرادوا اشیاء من المنقول علی ما ذکرہ محمد لما سوا جریان التعامل فیہا و ذکر منها مسئلۃ البقرۃ ومسئلۃ الدراهم والمکیل حیث

نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۹
نو لکشور لکھنؤ ۱۴۲/۳

لے مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ کتاب الوقف
شرح المتفاتیۃ للبرجنذی فصل الوقف

قال ففي الخلاصة وقف بقرة على ان ما يخرج
من لبنها وسمنها يعطى لابناء السبيل
قال ان كان ذلك في موضع غلب ذلك
في او قافهم من جوت ان يكون جائزا ،
قال فعلى هذا القياس اذا وقف كرا
من الحنطة على شرط ان يقرض للفقراء
ثم يؤخذ منهم ثم يقرض لغيرهم
ان يكون جائزا قال ومثل هذا كثير في
الري وناحية دماونداه و بهذا يظهر
صحة ما ذكره المص من الحاقها
بالمقول المتعارف على قول محمد المفتي
به وانما خصوها بالنقل عن نر قر لانها
لم تكن متعارفة اذا ذاك ، قال في
النهر ومقتضى ما مر عن
محمد عدم جواز ذلك اي
وقف الحنطة في الاقطار
المصرية لعدم تعارفه
بالكلية نعم وقف الدراهم

عقلت هذه نسخة كتبها في نسختي
المخلاصة على الهامش والذي في متنها
جائز ان كانت تعارفوا ذلك كما في
النقاية اه كما هو عبارة الظهيرية
الآتية ۱۲ منه -

اور کہا خلاصہ میں ہے کہ گائے وقف کی کہ اس کا
دودھ اور گھی مسافروں کو دیا جائے ، اور فرمایا کہ
اگر کسی مقام میں لوگوں نے وقف میں یہ تعامل بنایا ہو
تو مجھے امید ہے کہ یہ جائز ہوگا ، اور فرمایا اس پر
قیاس ہوگا جب کوئی شخص گندم کا کُر (پیمانہ)
اس شرط پر وقف کرے کہ ضرورت مند فقیر کو یہ قرض
دیا جائے اور پھر واپس ملنے پر دوسرے فقیر کو
قرض دیا جائے تو لازماً جائز ہوگا اور کہا کہ لے
اور دماوند کے علاقہ میں اس قسم کا کثیر رواج ہے
اس سے مصنف کا مذکورہ کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
سے منقول متعارف مفتی بہ کے ساتھ الحاق کی
صحت معلوم ہوگئی۔ امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول
کے ساتھ گندم مذکور کے مسئلہ کو فقہار کا مختص
کرنا اس لئے ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے
زمانہ میں یہ معاملہ متعارف نہ ہوا تھا ، اور نہ
میں فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول شدہ
کا مقتضی اس گندم کو وقف کرنے کا عدم جواز ہے
کیونکہ مصری علاقہ میں ابھی اس کا بالکل تعارف

میں کہتا ہوں یہ نسخہ میرے پاس خلاصہ کے نسخہ
کے حاشیہ میں لکھا ہے اور اس کے متن میں ہے
کہ اگر لوگوں کا اس پر تعارف ہو تو جائز ہے
جیسا کہ نقایہ میں ہے ، جیسا کہ ظہیر کی
آئندہ عبارت میں ہے ۱۲ منہ (ت)

تنویر و در میں ہے :

(يستقرض الخبز وزنا وعددا) عند محمد
وعليه الفتوى ابن الملك و استحسنة
الكمال واختارة المصنف تيسيرا، اختياراً

نے پسند کیا اور مصنف نے آسانی کی وجہ سے اس کو اختیار کیا۔ (ت)

اختیار پھر طحاوی پھر ردالمحتار میں ہے :

هو المختار لتعامل الناس وحاجاتهم
اليه

در مختار میں ہے :

(مانص) الشارح (على كونه كيليا) كِبْرٌ
وشعير او تمس وملح (او وزنا) كذهب
وفضة (فهو كذلك) لا يتغير
(ابدا فلم يصح بيع حنطة
بحنطة ونزنا كما لو باع
ذهبا بذهب او فضة بفضة
كيلا) ولو (مع التساوي)
لان النص اقوى من العرف
فلا يترك الاقوى بالادنى (وما
لم ينص عليه حمل على العرف) وعن
الثاني اعتبار العرف مطلقا وزججه الكمال
(وخرج عليه سعدى افندى

روٹی کو گنتی اور وزن دونوں طرح قرض دینا لینا
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے ،
اور اسی پر فتویٰ ابن الملک ہے ۔ اس کو کمال

اختیار کیا۔ (ت)

لوگوں کی ضرورت اور تعامل کی بسبب پر یہی
مختار ہے۔ (ت)

شارع نے جس چیز کے کیلی ہونے پر نص فرمائی مثلاً
گندم، جو، کھجور اور نمک وہ کیلی اور جس کے وزنی
ہونے پر نص فرمائی وہ وزنی ہوگی جیسے سونا اور
چاندی، یہ تبدیل نہ ہو سکیں گی، تو گندم کی خرید و
فروخت وزن کے طور پر اور سونے چاندی کی کیلی کے
طور جائز نہ ہوگی، اگرچہ ہم جنس کے ساتھ مساوی
لین دین ہو، کیونکہ نص اقوی ہے عرف سے تو
اقوی کو ادنیٰ کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے گا، اور
وہ اشیا بر جن پر نص وارد نہ ہوئی ان کو عرف پر
محمول کیا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک عرف کا مطلقاً اعتبار ہوگا، اس کو کمال
نے ترجیح دی ہے اور اسی پر سعدی افندی نے

۲۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب الربا	تنویر الابصار کتاب البیوع	۱۱۲/۳
۱۸۴/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	۱۱۲/۳
۱۱۲/۳	دار المعرفۃ بیروت	"	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار	۱۱۲/۳

استقر اض الدراهم عدد اوبيع الدقيق
ونرانا في زماننا يعنى بمثله وفي الكافي
الفتوى على عادة الناس بحرو اقرة
المصنف آه ونقله عن العلامة سعدى
في النهر واقرة -

دراہم کو عدد کے طور قرض لینا اور آٹے کو وزن
کے ساتھ ہم جنس سے لین دین کرنا متفرع کیا ہے
اور کافی میں ہے کہ فتویٰ لوگوں کی عادت پر ہوگا
بحر، اور مصنف نے اسے ثابت مانا ہے اور
اور اس کو انھوں نے علامہ سعدی آفندی سے
نہر میں نقل کیا اور ثابت رکھا۔ (ت)

ذخیرہ امام برہان الدین محمود کتاب البیوع فصل سادس میں ہے :

اذا اشترى ثمار بستان وبعضها قد خرج
وبعضها لم يخرج فهل يجوز هذا
البيع ظاهراً المذهب انه لا يجوز
وكان شمس الاثمة الحلواني يفتي بجوازه
في الثمار والباذنجان والبطيخ وغير
ذلك وكان يزعم انه مروى عن اصحابنا

جب باغ اس حالت میں خریدیا کہ اس کا کچھ پھل
ظاہر ہوا اور کچھ نہ ظاہر ہوا تو کیا یہ جائز ہوگا
تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ ناجائز ہے، حالانکہ
شمس الاثمة حلوانی پھلوں، بیٹنگن، تربوز وغیرہ
میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور
ان کا خیال تھا کہ یہ جواز ہمارے اصحاب سے

مروی ہے (ت)

بحر الرائق میں امام حلیل ابوبکر محمد بن فضل فضل سے ہے :

استحسن فيه لتعامل الناس فانهم
تعاطوا ببيع ثمار الكرم بهذه الصفة
ولهم في ذلك عادة ظاهرة وفي نزع
الناس عن عاداتهم حرج

انھوں نے اس کو پسند کیا لوگوں کے تعامل کی وجہ
سے کیونکہ وہ انگوروں کے پھل کا اسی حالت
میں لین دین کرتے ہیں، اور لوگوں کی یہ عادت
معروف ہے جبکہ لوگوں کی عادت چھڑانا حرج کی
بات ہے (ت)

فتح القدير میں ہے :

۱۔ در مختار کتاب البیوع باب الربا
۲۔ نشر العرف بحوالہ الذخیرة البرہانیة رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۲۷-۱۳۹
۳۔ بحر الرائق کتاب البیوع فصل يدخل البناء والمفاتيح في بيع الدار ایچ ایم سعید پبلیشرز کراچی ۵/۳۰۱

میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے اس طرح کی روایت
پودوں پر گلاب کے بارے میں دیکھی ہے حالانکہ
گلاب یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں پھر انھوں
نے تمام گلابوں میں بیع کو جائز فرمایا ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے۔ (ت)

روا مختار میں ہے :

قد رأيت رواية في نحو هذا عن محمد
في بيع الورد على الاشجار فان الورد متلاحق
ثم جوز البيع في الكل وهو قول مالك
في تمام گلابوں میں بیع کو جائز فرمایا ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے۔ (ت)

قال الزيلعي قال شمس الأئمة السرخسي
والاصح انه لا يجوز لات المصير
الى مثل هذه الطريقة عند تحقق
الضرورة ولا ضرورة هنا لانه
يمكنه ان يبيع الأصول او يؤخر
العقد في الباقي الى وجوده او يبيع له
الانتفاع بما يحدث فلا ضرورة الى
تجوير العقد في المعدوم مصادما للنص
قلت لكن لا يخفى تحقق الضرورة في
زماننا لاسيما في مثل دمشق الشام كثيرة
الاشجار والثمار فانه لغلبة الجهل على
الناس لا يمكن الزامهم بالتخلص
باحد الطرق المذكورة وان امكن
بالنسبة الى بعض افراد الناس
لا يمكن بالنسبة الى عامتهم وفي نزعمهم
عن عادتهم حرج كما علمت ويلزم تحريم اكل
الثمار في هذه البلدان اذ لا تباع الا
كذلك والنبى صلى الله تعالى عليه وسلم

زيلعي نے کہا کہ امام شمس الأئمة سرخسی نے فرمایا
اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت
کو ضرورت کی بنا پر اختیار کیا جاتا ہے جبکہ اس
میں کوئی ضرورت نہیں کیونکہ پودا خرید لینا یا باقی
گلاب کی بیع کو ان کے ظاہر ہو جانے تک مؤخر
کر دیا جائے یا آئندہ ظاہر ہونے والے گلاب سے
انتفاع کو مباح کرے اس گنجائش کے باوجود معدوم
گلاب کی بیع کو جائز کرنا نص سے متصادم ہوگا اھ،
میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں اس ضرورت کا
تحقق محض نہیں خصوصاً دمشق کے علاقہ میں جو کثیر
باغات اور پھلوں کا علاقہ ہے تو لوگوں پر جہالت کے
غلبے کی وجہ سے ان کو مذکورہ طرق پر پابند کرنا
اگرچہ بعض لوگوں کو ممکن ہے لیکن عوام کے لئے یہ
ممكن نہیں جبکہ ان کو عادت چھڑانے پر حرج لاحق
ہوگا جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا ہے ، اور لازم
آئے گا کہ اس علاقہ میں لوگ حرام پھل کھاتے
ہیں کیونکہ باغات کے پھل فروخت کرنے کا وہاں
یہی رواج ہے حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے ایک ضرورت کے تحت معدوم چیز کی بیع کو بیع سلم کے طور پر جائز فرمایا تو جب یہاں بھی یہ ضرورت متحقق ہے تو اس کو بھی بیع سلم کے ساتھ بطریقہ دلالت النص ملحق کرنا ممکن ہے تو اس طرح یہ نص متصادم نہ ہوگا، فقہاء کرام نے استحسان میں اس لئے اسکو اختیار فرمایا ہے اور فتح کا ظاہر کلام جواز کی طرف مائل ہے اسی لئے انھوں نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہاں روایت نقل فرمائی بلکہ پہلے گزرا کہ امام حلوانی نے یہ بات ہمارے اصحاب سے نقل فرمائی، اور جب معاملہ میں تنگی آتی ہے

انما خص في السلم للضرورة مع انه بيع المعدوم بحيث تحققت هنا ايضا امكن المحاقة بطريق الدلالة فلم يكن مصادما للنص فلذا جعلوه من الاستحسان وظاهر كلام الفتح الميل الى الجوانب ولذا اورد له الرواية عن محمد بل تقدم انت الحلواني رواه عن اصحابنا وما ضاق الامر الا اتسع ولا يخفى ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية اه بتلخيص.

تو صرف وسعت ہی لاتی ہے، تو محقق نہ رہا کہ ظاہر روایت سے عدول کا یہ جواز ہے اھ ملخصاً (ت) یہ سروسٹ تیس کتابوں سے تیس مسئلے ہیں، کتب: قدوری، ہدایہ، فتح القدر، رد المحتار، وجز کروری، فتاویٰ امام قاضینا، منہج الغفار، ہندیہ، تاتارخانیہ، محیط امام برہان الاسلام سرخسی، فتاویٰ امام ظہیر الدین مرغینانی، تنویر الابصار، درمختار، خلاصہ، مختار الفتاویٰ، خزائن المفتین، فتاویٰ کبریٰ، درر المحکام، غنہ ذوی الاحکام، برہان شرح مواہب الرحمن، متن نقایہ، شرح برجندی، بحر الرائق، نہر الفائق، طحاوی، فتاویٰ عیاشیہ، جامع المضمرات، شرح نقایہ للقمستانی، شرح الجمع لابن فرشتہ، اختیار شرح مختار۔

مسائل: بیع نعل اس شرط پر کہ دوسری اس کے ساتھ کی بنا دے، اس میں تسمہ لگا دے، بیع حرم بشرطیکہ جو تاسی دے، کھڑاؤں کی بیع میں پھٹے لگا دینے کی شرط، بنی ہوئی اون کی بیع بایں شرط کہ اس کی ٹوپی کر دے، ٹوپی اس شرط سے نیچے کہ استراپنے پاس سے لگائے، پھٹے پرانے موزے یا کپڑے کی بیع میں پوند کی شرط، کھال اس شرط پر نیچے کہ اس کا موزہ بنا دے، جنازے کے لئے چار پائی، چادروں غسل میت کے لئے گھروں لوٹوں کا وقف، اہل حاجت کے لئے کلہاڑی بسولے آرے پھاڑوں کا وقف، مسافروں کے لئے طشت، ہانڈی، بڑی دیگ کا وقف، مساجد کے لئے قندیل

کی رسی زنجیر کا وقف، قرآن مجید و کتب و غلہ و گاو و دراہم و دنانیر کا وقف آٹے سے آٹا تول کر بیچنا نہ کہ ناپ سے، تول پر آٹا قرض لینا، روٹیوں کی بیع سلم گنتی سے، روٹیوں کا گن کر قرض لینا اموال مستہ ربویہ میں کیل و وزن کا عرف بدلنے پر امام ابو یوسف کا اعتبار عرف فرمانا پیڑوں میں کچھ پھل آئے کچھ آنے کو ہیں ایسی حالت میں موجودہ و آئندہ کل بہار کی بیع کو امام حلوانی و امام فضل و غیرہما کا جائزہ فرمانا اور خود شمار کتب کا محل ہی کیا ہے، قطع نظر اور مسائل سے یہی مسئلے اگر دیکھیں تو مذہب کے عامہ متون و شروح و فتاویٰ سے کوئی کتاب ان سے خالی نہ پائے یہ اور ان کے امثال کثیرہ جن کے خرمن سے خوشہ ابجات آتیہ بھی ان شار اللہ العزیز آتا ہے سب برخلاف اصل و قیاس ہیں جنہیں ائمہ کرام و علمائے اعلام نے تعامل و عرف پر مبنی فرمایا اب کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ان باتوں کا تعامل زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے:

حاشا للہ ثم حاشا للہ وان طلب کل
ہرگز ہرگز نہیں اگرچہ پوری محنت سے طلب کرے
عاجز رہے گا۔ (ت)

طلب لا عیاء۔

بھلا کھڑاؤں کا پہننا ہی زمانہ اقدس سے ثابت کرے مصحف و کتب کہاں تھیں کہ وقف ہوتے آٹے میں تول کب تھی اور مساجد میں قندیلیں لٹکانے کی زنجیریں کب تھیں۔

تبدیل کیل و وزن تو خود عرف حادث ہی میں کلام ہے جس کا غیر مستہ میں اعتبار تو مجمع علیہ اور مستہ میں امام ثانی کے نزدیک جسے محقق علی الاطلاق نے ترجیح دی، اور دربارہ مسائل اوقاف تو عبارتاً مذکورہ درمختار و خلاصہ و فتح القدر و عالمگیریہ و فتاویٰ ظہیریہ و نہر الفائق و منح الغفار وغیرہ نص صریح ہیں کہ سب عرف حادث ہیں، یہاں تک کہ ان میں بہت باتیں زمانہ امام محمد کے بعد پیدا ہوئیں، بالجملہ ان جزئیات میں دلیل قائم ہے تو حدوث پر قدم تو کوئی ثابت کر ہی نہیں سکتا،

ومن ادعی فعلیہ البیان وعلینا سادہ اور جو دعویٰ کرے اس پر بیان لازم ہے اور
بابین تبیان ان شاء اللہ العزیز المنان۔ ہم پر اس کا رد بہت واضح انداز پر لازم
ہے ان شار اللہ لعزیز المنان۔ (ت)

بحث ثالث: کیا ضرور ہے کہ وہ عرف تمام جہان کے تمام مسلمانوں کو محیط و شامل ہو
اقول بعض علماء کے کلام سے ایسا مترشح لیجعلہ من باب الاجماع (تاکہ اجماع کے باب میں دخل کرے)
مگر حق یہ ہے کہ نہ یہ اصلاً لازم نہ کلمات سائر ائمہ کرام سلف خلف علمائے اعلام اس کے ملامت بلکہ

صراحتاً اس کے خلاف پر قاضی و حاکم،

اولاً ابھی تحریر الاصول امام ابن الہمام و بکر الرائق و ردالمحتار سے گزرا: المتعامل هو الاكثر استعمالاً (تعامل وہ ہے جس کا استعمال کثیر ہو۔ ت) الاشباہ والنظائر میں ہے: انما تعتبر العادة اذا اطردت او غلبت. عادت وہ معتبر ہے جب وہ عام اور غالب ہو جائے۔ (ت)

ثانیاً انھیں مسائل مذکورہ کو دیکھتے جن میں علمائے مذہب نے محل عرف و تعامل مانا کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ تمام بلاد کے تمام عباد کا یہی عرف ہے، بھلا کھڑاؤں کہاں کہاں پہنی جاتی ہے، پٹھے دار کہاں کہاں ہوتی ہے، اون کی ٹوپی کہاں کہاں بنی جاتی ہے، ایک دے کر دوسری اس کے ساتھ کی کہاں کہاں بنی ہے، کلہاڑی، بسولا، آرا، پھاوڑا، چار پائی، چادر، گھڑے، ٹوٹے، دیگ، دیکھی، طشت۔ دودھ، دہی کے لئے گائے، بیج لے کے غلہ قرض کے لئے روپیہ کہاں کہاں وقف ہوتے ہیں الی غیر ذلک مما لا یحقی۔

ثالثاً حاشا للہ یہ اگر عرف و تعامل حقیقتاً اجماع کل مسلمانان ہند در کنار اتفاق اکثر مومنین جمیع بلاد ہی مراد علماء ہوتا تو مسئلہ کا مستحیل ہو جاتا اور اس کی بنا پر حکم ناممکن رہتا، زمانہ مشائخ کرام میں بحمد اللہ تعالیٰ اسلام مغرب ارض سے مشارق تک پھیل چکا تھا، مسلمان اقطار و آفاق میں آباد تھے، کوئی شخص ان بلاد و قری و شعاب و جبال کی گنتی بھی نہ بتا سکتا جہاں جہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارا جاتا تھا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، چہ جائے آنکے مسلمانوں کا شمار چہ جائے آنکے ان سب کے عمل و عرف پر اطلاع اور بغیر اس کے کسی کام میں حکم لگانا کہ عامۃ بقاع کے جمہور مسلمین کا عرف یوں ہے قطعاً محال تو کسی مسئلہ کو عرف و تعامل پر بنا کر ناہی ممتنع ہوتا، دور کیوں جاسیے اب تو ریل بھی آگٹ بھی ہے تار بھی ہے، اجبار بھی ہیں، ڈاک کے سلسلے بھی منظم ہیں، مہینوں کی راہیں دنوں میں طے ہوتی ہیں، گھر بیٹھے اقطار و امصار کی جھوٹی سچی خبریں ملتی ہیں، مدتہا مدت سے جغرافیہ کے عظیم ہتھیار ہیں، کروڑوں روپے کے صرف سے مشرق و مغرب کی پیمائشیں ہوتی ہیں، بلاد و بقاع کے طول و عرض جانچے جاتے ہیں، آئے دن تازہ تازہ اطلسیں بنتی رہتی ہیں، غرض جس قدر دین کا انحطاط و تنزل ہے

۳/۳۵۵ لے ردالمحتار بحوالہ البحر عن التحریر کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت
۱/۱۲۸ مکہ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة ادارة القرآن کراچی

اسی قدر دنیوی ترقیاں ہیں جسے دنیا پرست عبید النفس ترقی ترقی کا رہے ہیں زمانہ مشائخ کوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ان آسانیوں سے ایک بھی نہ تھی اب اس نیشتر اسباب و تفتح ابواب ہی کے زمانے میں کوئی شخص ٹھیک ٹھیک طور پر بتا دے کہ آفاق و اقطار، شرق و غرب و جنوب و شمال کے بلاد و قری و صحاری و جزائر و جبال میں حقیقی مسلمان جن کا عرف شرعاً ملحوظ و مقصود ہو نہ نحری و غیر ہم کفار مدعیان اسلام کہ ان جیسے کروڑوں کا تعامل ہو تو مطلقاً مردود ہو کہاں کہاں آباد ہیں، ہر جگہ کے سچے مسلمانوں کی صحیح مردم شماری کیا ہے کسی معاملہ خاص میں ان میں ہر ایک کا عرف و عمل کس طور پر رہا ہے، حصر بلاد و شمار عباد جو کچھ بیان کرے اس پر دلیل معقول قابل قبول دکھائے نہ یہ کہ فلاں سال کی مردم شماری میں اسی قدر معدود فلاں اطلس میں اتنے ہی موجود کہ اس حصر اور اس کے جامع و مانع ہونے کی جو وقعت ہے ہر ذی عقل و انصاف کو معلوم و مشہود، مردم شماری تو محض مہمل و مختل شکل ہے، اطلسیں جن کے محکمے مقرر ہیں اور بڑے بڑے انتظام کروڑوں کے صرف ہیں اور ہزاروں اہتمام حصر و شمار بقاع در کنار جو آنکھوں دیکھی اور قواعد مضبوطہ ہیئات پر مبنی بات ہے یعنی عرض و طول بلاد اس میں اختلافات دیکھنے رکھی دو اطلسیں متفق نہ پائے گام

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت

(ہر آنے والا نئی عمارت تعمیر کرتا ہے۔)

سبحان اللہ! اجماع شرعی جس میں اتفاق ائمہ مجتہدین پر نظر تھی، علمائے تصریح فرمائی کہ بوجہ شیوع و انتشار علماء فی البلاد دو صدی کے بعد اس کے ادراک کی کوئی راہ نہ رہی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے :

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا جو کسی معاملہ میں اجماع کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی بات موجود دور کے واقعہ پر محمول ہے، کیونکہ علماء کی کثرت اور غیر معروف علاقوں میں ان کا متفرق ہو جانا ان کے اتفاق کو نقل کرنے میں شبہ پیدا ہوتا ہے۔ (ت)

(قال الامام احمد من ادعی الاجماع علی امر) فهو كاذب والجواب انه محمول علی حدوثة الان) فان كثرة العلماء والتفرق فی البلاد الغیر المعروفین مریب فی نقل اتفاقہم لہ

۱۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی الاصل الثالث للجماع منشور الشریف الرضی قم ایران ۲/۲۱۲

نیز فوائح میں ہے :

تحقیق المقامان فی القرون الثلاثة
لاسیما القرن الاول قرن الصحابة رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کان المجتہدون معلومین
باسمائہم و اعیانہم و امکنتہم خصوصاً
بعد وفاة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم نہ مانا
قلیلاً و یکن معرفة اقوالہم و احوالہم
للجاء فی الطلب، نعم لا یکن معرفة
الاجماع ولا النقل الآن لتفرق العلماء
شرقاً و غرباً و لا یحیط بہم علم احدہم
ملخصین۔

مقام کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے تین قرن خصوصاً صحابہ
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرن (زمانہ) جو اول
قرن ہے اس میں مجتہدین حضرات اپنے ناموں
ذاتوں اور مقامات کے اعتبار سے خصوصاً
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف
کے بعد قلیل زمانہ تک معروف تھے اور ان کے
اقوال و احوال کی معرفت کے لئے جدوجہد کرنا ممکن
تھا، ہاں آج اجماع کی معرفت ممکن نہیں اور نہ ہی
اس کو نقل کرنا ممکن رہا کیونکہ علماء کرام مشرقاً و غرباً
متفرق ہو چکے ہیں جن کو کسی ایک شخص کا علم احاطہ
نہیں کر سکتا، اھ۔ مذکورہ دونوں عبارتیں ملخص
ہیں۔ (ت)

جب صرف مجتہدین کا اتفاق معلوم نہیں ہو سکتا تو عرف و تعامل جس میں اجتہاد درکنار علم بھی درکنار
نہیں، علماء و جہلاء سب کا عمل درآمد ملحوظ ہے، اس میں اتفاق کل کیا معنی، اتفاق اکثر کا علم بھی بدرجہ
اولیٰ محال و ناممکن ہے کہ آخر اکثر کل علماء سے ضرور اکثر ہے۔

دابعاً کیا کوئی ایک بار کا بھی نشان دے سکتا ہے کہ ائمہ کرام و مشائخ اعلام نے جب ایک
امر میں بر بنائے عرف و تعامل حکم فرمانا چاہا ہو تمام بلاد و بقاع عالم کے تمام مسلمین کے عرف و عمل
کی خبر معلوم فرمائی، ہر ہر شہر و قریہ و درہ کوہ و جزیرہ و بادیہ میں تحقیق تعارف کے لئے شہود عدل
بھیجے ہوں، تمام اسلامی جہان کی مردم شماری مفتح کی ہو، پھر بعد ثبوت حصر و شمار بلحاظ کل نہیں
بلحاظ اکثر ہی حکم دیا ہو، یا بلا تفتیش خود ہی پیش از حکم ان تمام امور کے پرچے ان کی خدمات عالیہ
میں گزرتے ہوں، حاشا للہ ہرگز نہیں، نہ کبھی اس کا قصد فرمایا، نہ اصلاً اس کی طرف راہ تھی، نہ یہ امور
تعالیٰ مسائل عقائد تھے جن پر سواد اعظم کا اتفاق دلائل و براہین شرع سے خود ہی معلوم ہے، نہ یہ

۱۔ فوائح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی الاصل الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱۳/۲-۲۱۲

حسنِ عدل، قبحِ ظلم و تقدیمِ قاطع علیٰ لفظون کی طرح امور ضروریہ ہیں، جن پر اتفاق عقلا کی عقل خود شہادت دے، نہ ایسے مسائل نزاعیہ تھے جن کی نفی و اثبات و رد و احقاق میں فرقے بن گئے ہوں نہ سالہا سال تحصیل فتاویٰ فقہائے امصار و علمائے اقطار میں سخت و بلیغ کوششیں ہوئی ہوں، بعد مروریہ ہور و کترہ عصور قرآنِ خارجیہ سے اتفاق اکثر کا علم حاصل ہو گیا، اس کے بعد ائمہ نے بر بنائے تعامل فتویٰ دیا ہو، ہمیشہ لاجرم اپنے ہی قطر کے بلاد کثیرہ میں عمل غالب کا نام عرف و تعامل رکھا اور اسی کو بنائے احکام قرار دیا ہے، انصاف کیجئے تو امر واضح ہے اور انکار مکابرہ اور شکوک بے معنی کی راہ کب بند، مگر عند الانصاف جب صبحِ مسفر ہو تو تشکک ناپسند، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (اللہ تعالیٰ کا قول ہی حق ہے اور وہی راستہ بتاتا ہے۔ ت)

خامساً ایں و آن پر کیوں نظر کیجئے خود حضرات علمائے کرام ہی سے نہ پوچھ لیجئے کہ عرف و تعامل سے مراد حضرات کیا ہوتی ہے، صد ہا جگہ علمائے متدین استدلال بالعرف کے ساتھ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے دیار کا عرف ہے یہ فلاں بلاد کا تعامل ہے انھیں مسائل مذکورہ میں دیکھیں محقق حیث اطلاق مسئلہ سوم میں فرماتے ہیں:

مثله فی دیارنا شراء القباقب لے
اسی طرح ہمارے علاقہ میں کھڑاؤں کو خریدنا۔ (ت)

حاوی پھر خلاصہ پھر فتح پھر ردالمحتار مسئلہ بست و دوم میں: مثل هذا کثیر فی الری وناحیة ماوندکے (رے اور دماوند کے علاقہ میں ایسا کثیر ہے۔ ت)، ظہیر یہ وہندیہ بست و سوم

عہ ذکر مسألة وقف الکر والاکسییة
نقلها سند مونی فی الخلاصة ثم قال المسائل
الثالث فی الحاوی و انما لم نعدہ فیما
مرلان الشامی نقلها عن الفتح و الفتح
عنها و لم یذکر العزو للحاوی ۱۲۔

پیمانہ گز اور کپڑوں کے وقف کا مسئلہ سند مونی نے
خلاصہ میں ذکر کیا ہے پھر کہا تینوں مسائل حاوی
میں ہیں اور میں نے گزشتہ مقام پر اس کو صرف
اسی لئے شمار نہ کیا کیونکہ علامہ شامی نے فتح سے
اور اس میں خلاصہ سے نقل کیا اور انھوں نے
حاوی کی طرف منسوب نہ کیا (ت)

۱۔ فتح القدر کتاب البیوع باب البیع الفاسد مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۸۵/۶
۲۔ ردالمحتار کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۴/۳

میں : ان کان ذلك به في موضع تعارفوا (اگر یہ ایسے مقام میں ہے جہاں اس پر تعارف ہوتے)
 امام طاہر بن عبدالرشید پھر امام ابن الہمام پھر علامہ شامی ان کان ذلك في موضع غلب ذلك في
 اوقافہم (اگر یہ ایسے مقام میں ہو جہاں لوگوں میں اس کا وقف مروج ہوتے) ، علامہ عمر بن نجیم
 مسئلہ بست و چہارم میں تعارف في الديار الرومية (روم کے علاقہ میں یہ متعارف ہے)
 افندی ابن عابدین : دون بلادنا (ہمارے علاقہ میں نہیں) غامد فقہ ادنی تتبع میں اس کے نظائر
 مزید نکال سکتا ہے ۔

ثم أقول وبالله التوفيق سب سے قطع نظر کر کے علمائے کرام کا وہ نفس کلام جو مسئلہ
 اعتبارات عرف میں ذکر فرمایا بنظر بنیہ مطالعہ کیجئے تو خود ہی شاہد عدل و حجت فصل ہے کہ عرف عام
 سے ان کی مراد نہ ہرگز مستمر من زمن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ہے ، نہ عرف محیط اجماعی ،
 نہ عرف اکثر مسلمین جملہ بلاد عالم کہ اول قطعاً مثل نص رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ہے
 لكونه تقرير رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و تقريره كقوله اوجب من
 فعله صلى الله تعالى عليه وسلم لان
 الفعل يحتمل ان يكون خصوصية له
 صلى الله تعالى عليه وسلم ۔
 کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر
 (تائید) ہے اور آپ کی تقریر آپ کے عمل
 سے زیادہ موجب ہے کیونکہ عمل میں آپ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت کا
 احتمال ہے ۔ (دت)

تو اگر نص اس کے خلاف پایا جائے ضرور صالح تعارض ہوگا اور بحال تاریخ اُسے فسخ کر دے گا
 نہ یہ کہ قول اقدس کے مطابق تقریر اقدس کو مطلقاً رد کر دیں ۔ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فتاویٰ
 فصول البدائع فی اصول الشرائع بیان ضرورت میں فرماتے ہیں :

اقسام اربعة (۱) ما هو فی حکم المنطوق اس کی چار قسمیں ہیں : (۱) وہ جو عرفاً لزوم
 لزومه منه عرفاً (۲) ما بينه حال میں منطوق کے حکم میں ہے (۲) وہ جس کو سکوت

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۱/۲
 لہ رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۴/۳
 لہ " بحوالہ النہر " " " " ۳۴۴/۳
 لہ " " " " " " ۳۴۵/۳

الساکت القادر سکوت النبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم عن تغیر ما یعاینہ من
 قول او فعل من مسلم حتی لو سکت عما
 سبق نہیہ کان نسخا لان تقریرہ علی
 منکر منکرہ

کرنے والے کا حال بیان کرے حالانکہ وہ بیان پر
 قادر تھا، جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی
 مسلمان کا قول یا فعل دیکھ کر اس کو تبدیل کرنے
 سے خاموشی اختیار فرمائیں حتیٰ کہ ایسی چیز جس پر
 پہلے نہی وارد ہو چکی ہو تو یہ خاموشی اس کے لئے
 ناسخ قرار پائے گی کیونکہ برائی پر خاموشی خود برائی ہے۔

علامہ اجل مولیٰ خسرو صاحب درر وغرر مرآة الاصول شرح مرقاۃ الوصول میں فرماتے ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس چیز پر تقریر
 فرمائی اگر وہ چیز ایسی ہے جس کا بُرا ہونا یقینی
 طور پر معلوم ہو جیسے کافر کا اپنے عبادت خانہ
 میں جانا، تو یہ تقریر و خاموشی موثر نہ ہوگی ورنہ
 وہ خاموشی اور تقریر اس چیز کے جواز پر دال ہوگی
 خواہ وہی فاعل کرے یا کوئی اور کرے بشرطیکہ
 وہاں ایک پر حکم سب پر حکم کے طور پر ثابت ہو
 تو اگر وہ چیز ایسی ہو کہ اس کی تحریم پہلے ہو چکی ہو تو یہ تقریر اس حرمت کے لئے ناسخ ہوگی۔ (ت)

(ما قررہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ان
 کان مما علم انکاسرہ کذہاب کافر الی
 کنیسۃ فلا اثر سکوتہ والادل علی الجواز)
 ای جواتر ذلک الفعل من فاعلہ ومن
 غیرہ اذا ثبت ان حکمہ علی الواحد
 حکمہ علی الجماعۃ فان کان مما سبق
 تحریمہ فہذا نسخ لتحریمہ

فاضل محمد از میری اُس کے حاشیہ میں شرح مختصر الاصول للعلامة اکمل الدین سے ناقل:

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مسلمان مکلف
 کا عمل دیکھیں اور آپ منع پر قدرت کے باوجود
 منع نہ فرمائیں تو اگر وہ فعل قابل نسخ ہو جس کی تحریم
 پہلے نہ ہو چکی ہو تو آپ کا سکوت اس عمل کے
 جواز پر دال ہوگا اور اگر پہلے اس عمل کی تحریم
 ہو چکی ہو تو آپ کا یہ سکوت اس تحریم کیلئے ناسخ قرار

اذ اعلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم فعل مکلف ولم ینکرہ
 قادرا علیہ فان کان الفعل قابلا
 للنسخ فان لم یسبق تحریمہ دل
 سکوتہ علی جواترہ وان
 سبق کان سکوتہ ناسخا

لہ فصول الابداع فی اصول الشرائع
 لہ مرآة الاصول شرح مرقاۃ الوصول

اللہ کا یہ ہے ، اور کہ ، تم پر جماعت اور عوام کا ساتھ لازم ہے ، اور یہ کہ سواد اعظم کی پیروی کرو وغیرہ ذلک آپ کے ارشادات کا مجموعہ تو اتر کی حد تک ہے ، ان احادیث اور ان کی تخریج کو ہم نے اپنے رسالہ "فتح السیرین" بجواب الاسئلة العشرین" میں جمع کر دیا ہے۔ (ت)

تعالیٰ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعۃ ، وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بالجماعۃ والعامۃ وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم الی غیر ذلک ما بلغ مجموعہ حد التواتر وقد سردناھا و تخاریجھا فی رسالتنا "فتح السیرین بجواب الاسئلة العشرین" ۱۳

فصول البدائع میں ہے :

اگر مخالفت میں کوئی نادر قول ہو تو اکثریت کا قول حجت ہوتا ہے اگرچہ وہ اجماع نہ ہو۔ (ت)

لو ندر المخالف مع كثرة المتفقين كان قول الاكثر حجة وان لم يكن اجماعاً

بآجملہ مقابلہ نص میں ثانی تو مطلقاً مضمحل نہیں یعنی اطلاق العدم (میری مراد عدم کا اطلاق ہے۔ ت) اور اول بھی مطلقاً مضمحل نہیں یعنی عدم الاطلاق (میری مراد اطلاق کا عدم ہے۔ ت) اور ثالث عند تحقیق ملتی بالثانی وان قیل وقیل (اگرچہ خلاف میں قیل قیل ہے۔ ت) بعض نظائر لیجے قرآن کریم پر اجرت لینے سے نہیں میں احادیث کثیرہ وارد ، یہاں تک کہ حدیث اقدس میں ہے : تعلیم قرآن پر عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک کمان بھیجی گئی ، انھوں نے خیال کیا یہ کوئی مال نہیں اور جہاد میں کام دے گی ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی ، فرمایا : ان اسدت ان يطوقك الله طوقاً صامت

اگر تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے گلے میں آگ کا

- ۱ جامع الترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ امین کمپنی دہلی ۳۹/۲
- ۲ المستدرک للحاکم کتاب العلم لا یجتمع اللہ ہذہ الامۃ علی الضلالۃ دار الفکر بیروت ۱۱۵-۱۶/۱
- ۳ مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۳/۵
- ۴ المستدرک للحاکم کتاب العلم لا یجتمع اللہ ہذہ الامۃ علی الضلالۃ " ۱۱۵/۱
- ۵ فصول البدائع فی اصول الشرائع

نارفا قبلہا لہ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ
وفی الباب عن عبد الرحمن بن شبل
وابی ہریرۃ وعبد الرحمن بن عوف و ابی
کعب و ابن بريدة و ابی الدرداء و غیرہم
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور قیاس بھی اسی پر شاہد

لان القرية متى حصلت وقعت عن العامل
ولمذا يعتبر اهليته فلا يجوز له اخذ
الاجرة من غيره كالصوم والصلوة كما
فی الهدایة۔

طوق ڈالے تو اسے لے لے (اسے ابوداؤد و
ابن ماجہ نے اور اس باب میں عبد الرحمن بن شبل
اور ابو ہریرہ اور عبد الرحمن بن عوف اور ابی
کعب اور ابن بريدة اور ابی الدرداء و غیرہم
رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا۔ ت)

کیونکہ قربت جب حاصل ہو تو وہ عامل سے واقع
ہوتی ہے اس لئے عامل کی اہلیت کا اعتبار
کیا جاتا ہے لہذا اسے اس پر غیر سے اجرت
حاصل کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً نماز و روزہ
عبادات، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ (ت)

اور ہمارے علماء کرام کا مذہب بھی تحریم اور صدر اول میں قطعاً رواج معدوم بایں ہمہ عرف حادث و
ضرورت کے سبب جواز پر فتویٰ ہوا۔ تبتان فقیہ امام ابی اللیث میں ہے :

اما اذا علم بالاجر فقد اختلف الناس
فقال اصحابنا المتقدمون لا يجوز
اخذ الاجرة و قال جماعة من
العلماء المتأخرين يجوز فالافضل
ان يشارط للحفظ و تعليم
الهناء و الكتابة فلو شرط
لتعليم القران ارجوان
لاباس به لان المسلمين قد توارثوا ذلك

اگر اجرت پر تعلیم دی تو اس میں اختلاف ہے
ہمارے اصحاب متقدمین نے فرمایا اجرت
وصول کرنا جائز نہیں ہے اور متاخرین کی ایک
جماعت نے فرمایا جائز ہے، تو افضل یہ ہے
حفظ قرآن، تلفظ حروف اور لکھائی کی تعلیم
پر اجرت کی شرط کرے، تو اگر تعلیم قرآن
پر اجرت کی شرط کی تو مجھے امید ہے اس پر
حرج نہ ہوگا کیونکہ مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں اور

سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی کسب العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱۲۹/۲
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاجر علی تعلیم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی س ۱۵،
مسند احمد بن حنبل حدیث عبادۃ بن الصامت مکتب الاسلامی بیروت ۳۱۵/۵

واحتاجوا اليه الله مختصراً۔

اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں الله مختصراً (ت)

بٹائی پر زمین اٹھانے سے احادیث صحیحہ معتبرہ میں منع وارد، یہاں تک کہ حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا،

جو بٹائی نہ چھوڑے وہ اللہ و رسول سے لڑائی

کا اعلان کرے۔ (اسے ابوداؤد اور طحاوی نے

روایت کیا، اور اس باب میں رافع بن خدیج اور ثابت

بن ضحاک اور زید بن ثابت اور اس بن مالک

اور ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے

روایت کیا۔ (ت)

من لم يذر المخابرة فليؤذن بحرب

من الله ورسوله۔ رواه ابوداؤد والطحاوی

وفي الباب عن رافع بن خديج و ثابت

بن الضحاک و زید بن ثابت و انس

بن مالك و ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین۔

اور قیاس بھی بوجہ کثیرہ اسی کا مساعد، لہذا ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ باتباع جماعت

صحابہ و تابعین محرمین مالعین حرام و فاسد جانتے ہیں بایں ہمہ صاحبین نے بوجہ تعامل اجازت دی

اور اسی پر فتویٰ قرار پایا۔ ہدایہ میں ہے،

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

زمین کا تھائی یا چوتھائی بٹائی حصہ پر دینا

باطل ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے

فرمایا یہ جائز ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے مخابره یعنی مزارعہ سے منع فرمایا، اور یہ

مزارع کے عمل سے حاصل شدہ کے کچھ حصہ کو

اجرت بنانا ہے تو یہ آنا پسائی کی اجرت آٹا کو

بنانے کی طرح ہے، اور یہ اجرت مجہول یا معدوم

ہے اور یہ تمام امور عقد کے لئے مفید ہیں، اور

قال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

المزارعة بالثلث والرابع باطله و

قال اجازة، له ماروی انه

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نهی عن المخابرة وهی المزارعة

ولانه استيجار ببعض ما يخرج

من عمله فيكون في

معنى قفيز الطحان

ولان الاجر مجهول او معدوم

وهكذلك مفسد و معاملة

اٹھانے کی مزدوری میں اس غلہ میں سے قفیز دینا ٹھہرایا تو اجارہ فاسد ہوگا، اور یوں ہی جو لاپے کو بنائی کے لئے دئے ہوئے سوت کا تہائی حصہ بنائی سے دینا، اور بلخ اور خوارزم کے مشائخ نے جو لاپے کی مذکورہ اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے کہ یہ عرف ہے، اور ابو علی نسفی نے بھی یہ فتویٰ دیا، جبکہ صحیح فتویٰ وہی ہے جو ہے تو اس کے جواز سے نص کا ابطال لازم

طعامہ بقفیز منہ فالاجارۃ فاسدۃ ، و
 کذا اذا دفع الی حائک غزلا علی ان
 ینسجہ بالثلث و مشائخ بلخ و خوارزم
 افتوا بجوار اجارۃ الحائک للعرف
 وبہ افتی ابو علی النسفی ایضا و الفتویٰ
 علی جواب الکتاب لانہ منصوص علیہ
 فیلزم ابطال النص اھ باختصار۔
 کتاب میں ہے کیونکہ ایسی اجرت کا عدم جواز منصوص
 آئے گا مختصراً (ت)

قدوری وغیرہ متون باب الربا میں ہے :

ما لم ینص علیہ فهو محمول علی عادات
 الناس اھ قلت فدل بمفہومہ ان ما نص
 علیہ لم یحمل علیہا۔

جس میں نص موجود نہ ہو تو وہ لوگوں کی عادت پر
 محمول ہوگا اھ، میں کہتا ہوں، تو اس کے مفہوم
 کی دلالت یہ ہے کہ جس میں نص وارد ہو وہ عادت
 پر محمول نہ ہوگا۔ (ت)

ہدایہ کتاب الاجارہ میں ہے :

هوالمعتبر فیہا لم ینص علیہ ۳

کفایہ شرح ہدایہ باب الربا میں ہے :

تقریر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ایاہم علی ما تعارفوا فی ذلک بمنزلة
 النص منہ فلا یتغیر بالعرف لانہ لا یعارض
 النص ۳

لوگوں کے تعارف پر جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی تقریر ہو تو وہ تقریر نص کی طرح ہے تو وہ عرف
 سے تبدیل نہ ہوگی کیونکہ عرف نص کا مقابل نہیں
 بن سکتا۔ (ت)

۱۔ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة ادارة القرآن کراچی ۱۳۵/۱

۲۔ المختصر للقدوری باب الربو مطبع مجیدی کراچی ص ۹۲

۳۔ الهدایۃ کتاب الاجارات باب الاجرتی لستی مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۹۳/۳

۴۔ الکفایۃ مع فتح القدر باب الربو مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۵۷-۵۸/۶

بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ بدلائل قاطعہ واضح ہوا کہ علمائے کرام جس عرف عام کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اُس سے متروک نہ ہوگا مخصوص ہو سکتا ہے وہ یہی عرفِ حادث شائع ہے کہ بلادِ کثیرہ میں بکثرت رائج ہو نہ عرفِ قدیم زمانِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نہ عرفِ محیط جمیع عباد تمام بلاد نہ عرفِ اعم سوادِ اعظم کہ اولین بالاجماع اور ثالث علی التحقیق امکاناً یا وجوباً مقدم علی النص ہیں، نہ زمانِ مشائخ میں ثانیین کی طرف مقابل نہ واقع و نفس الامر ان کا گواہ نہ راہ فروع ان پر ملتزم نہ کلام ان پر حاکم ہاں عرف خاص کہ صرف دو ایک شہر کے لوگوں کا تعارف ہو مذہبِ ارجح میں صالح تخصیص نص و ترک قیاس نہیں اور عرفِ نادر کہ معدودین کا عمل ہو، بالاجماع اس کے مقابل نہیں، ہاں صرف صورتِ حکم بتانے کے لئے جس میں کسی حکم شرعی منصوص یا مقیس کی اصلاً مخالفت یا تغیر نہ ہو نہ کلیتہً نہ تخصیصاً، ہر عرفِ مطلق مقبول اگرچہ ایک ہی شخص کا عرف فرہو اعیان و نذور و اوقاف و وصایا وغیرہ میں معانی الفاظ کا عرف پر ادارہ اسی باب اخیر سے ہے ولہذا فتاویٰ علامہ قاسم میں فرمایا:

التحقیق ان لفظ الواقف والموصی والمخالف والناذر وکل عاقد یحمل علی عادتہ فی خطابہ ولغته التي يتکلم بہا وافقت لغة العرب ولغة الشارح اولاً۔

تحقیق یہ ہے کہ وقف کرنے والے، وصیت کرنے والے، قسم اٹھانے والے اور نذر والے اور ہر ایسے عقد کو اس کے مخاطب اور لغت جس میں وہ بات کرتا ہے اسی عادت پر محمول کیا جائے گا وہ لغت

عرب کے موافق یا شرع کی لغت کے موافق ہو یا نہ ہو۔ (ت)

یہ ہے بحمد اللہ ومنہ وکبیر لطفہ وکریمہ وہ تحریرِ مسئلہ جسے تمام کلمات علمائے کرام کا عطر و محصل کہتے اور بفضلہ تعالیٰ کسی تقریر و تاصیل و تفریح کو اُس کے مخالف نہ دیکھتے،

وقد کنت اری فی الباب مباحث الاشباہ وکلمات سرد المحتر من مواضع عدیدہ فلا جد فیہا ما یفید الضبط ویزول بہ الاضطراب والنحیط وكان العلامة الشامی کثیراً ما یحیل المسئلة علی رسالته نشر العرف فکنت تواقاً الیہا مثل جمیل الی بشینہ

میں اس مسئلہ میں الاشباہ کے مباحث اور ردالمحتار کے متعدد مقامات کو دیکھتا تو ان میں کوئی ضبط والی اور اضطراب و پراگندگی کو دور کرنے والی چیز نہ پائی، اور علامہ شامی مسئلہ کو اپنے رسالہ "نشر العرف" کے حوالے کر دیتے تو میں اس رسالہ کا اس طرح مشتاق ہوا جیسے اونٹنی اپنے

بچے کی، توجیب میں نے وہ رسالہ دیکھا تو اس میں بھی کفایت دینے والی کوئی شافی چیز اور صاف نہ ملی اور فروعات میں ربط اور ائمہ کے کلام میں تطبیق والی کوئی چیز نہ ملی جبکہ ائمہ کے کلمات ایک دوسرے کے موافق نہ تھے، لیکن اس مجلس میں اس کے مطالعہ کی برکت سے کھلا - (ت)

فلما رأيتها وجدتها ايضا لم يتحرر لها ما يكفي
وليشفي ولم يتخلص فيها ما ترتبط
به الفروع وتأخذ كلمات الأئمة بعضها
حجز بعض ولكن ببركة مطالعتها في
تلك الجلسة فتح -
(رسالہ نامکمل ملا)

کتابُ الاکراه

(اکراه کا بیان)

۲۲۹ مسئلہ از بریلی ساہوکارہ مرسلہ شام سند رلال چترمین ۲ ربیع الثانی، ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ زید نے ایک بیعنامہ بنام بکر
تصدیق کرادیا نقل شامل سوال ہے مگر زرٹمن کا لین دین نہیں ہوا صرف اقرار ہوا ہے، مگر اُس کے بعد ایک
دعویٰ تفسیح دستاویز مذکور کا زید نے کچھری میں کیا، دعویٰ اور جواب دعویٰ بھی شامل سوال ہے تو:
(۱) کیا حسب بیان مدعی مندرجہ دعویٰ بصورت بیع مکروہ کی ہے، اگر ہے تو کیا حکم ہے؟
(۲) مکروہ ہونے کے واسطے بالفعل حبسٹری کے وقت داب ناجائز کا موجود ہونا ضرور ہے یا پیشتر
سے تحویف اور آئندہ کے لئے ضرر شدید کا اندیشہ صحیح کافی ہے؟
(۳) ایسی صورت میں جبکہ حبسٹری میں زرٹمن نہیں دیا گیا تو مشتری کے ذمہ حوالگی زرٹمن کا با ثبوت
ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

(۱) عرضی دعویٰ میں مدعا علیہ کا مدعی کو مدت طویل تک اپنے مکان میں مجبوس رکھنا اور کسی سے
بہ طے دینا اور ناجائز داب کا ذکر ہے داب کا بیان نہیں اور زبانی بیان سائلان یہ ہوا کہ قتل کی تحویف
کی اور مدعی اُسے باور کرتا تھا، یہ بیانات اگر واقعی ہیں تو وہ بلاشبہ بیع مکروہ اور فاسد ہے، اور

باتع کو اس کے فسخ کا اختیار ہے، تخولف قتل تو اعلیٰ درجہ کا اکراہ ہے بیع میں مجرد مجلس مدید بھی ثبوت اکراہ کو بس ہے، درمختار میں ہے:

لو اکره بحبس او قید مدیدین حتی باع
او اشتری او اقرا او اجر فسخ او امضی لان
اکراه الملجی و غیر الملجی یعدمان الرضاء
والرضاء شرط صحة هذه العقود والاقرار
فلذا صار له حق الفسخ او الامضاء،
باختصار۔

اگر کوئی لمبی قید اور برغمالی کے ذریعہ بیع یا شرا یا
اقرار یا اجارہ پر مجبور کرے اور اس نے کر دی تو
بعد میں اسے اختیار ہے کہ فسخ کر دے یا اس کو
قائم رہے کیونکہ جان کے خطرے اور اس سے کم
ہر طرح جزر رضا کو ختم کرتا ہے جبکہ ان عقود اور اقرار
میں رضا شرط صحت ہے اس لئے اس کو فسخ کا
اختیار ہے، باختصار۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی مجمع الفتاویٰ منع امرأته المریضة
عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ
مہرہا فوہبہا بعض المہر
فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ
ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتویٰ
نروج بنتہ فلما ارادت الزفاف
منعہا الاب الا ان یشہد علیہا
انہا استوفت منہ میراث امہا فاقرت
لا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہۃ
وبہ افتی ابوالسعود مفتی الروم قالہ
المصنف فی شرح منظومہ تہمتہ تحفة
الاقران ۱۶

مجمع الفتاویٰ میں ہے کسی نے اپنی بیوی مریضہ کو
اپنے والدین کے ہاں جانے سے روکا اور کہا تو
مجھے مہر ہبہ کرے تو جانے دوں گا تو بیوی نے مہر ہبہ
کر دیا تو یہ ہبہ باطل ہے کیونکہ یہ مجبور کی طرح ہے اور
اس سے ایک درپیش مسئلہ کا جواب معلوم ہو گیا کہ
بیٹی کا نکاح کر دیا جب بیٹی رخصتی کے لئے تیار ہوئی
تو باپ نے روک لیا اور کہا تو یہ گواہی بنا دے کہ
میں نے والد سے اپنی والدہ کی وراثت کا حصہ
وصول کر لیا ہے، بیٹی نے مجبوراً اپنے اقرار پر گواہ
بنا دئے تو بیٹی کا یہ اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ مجبور
کی طرح تھی، اور مفتی روم ابوسعود نے یہی فتویٰ
دیا مصنف نے شرح منظومہ تحفة الاقران میں اس
کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

۱۹۵/۲

مطبع مجتہبائی دہلی

کتاب الاکراہ

۱۶ درمختار

۱۹۶/۲

۱۱

۱۱

۱۱

ردالمحتار میں ہے :

وبہ افقی الرملی وغیرہ ونظمہ فی
فتاواہ بقولہ :

وما منع نزوجتہ عن اہلہا
تہب المہر بکوت مکرہا
کذاک منع والد بنتہ
خروجہا لبعلمہا من بدتہ

ثم قال وانت تعلم ان البيع والشراء
والاجارة كالاقرار والهبة وان كل
من يقدر على المنع من الاولياء كلاب
للعلة الشاملة فليس قيدها.

خیر یہ میں ہے :

قال علماءنا منع الزوج نزوجتہ من
اہلہا حتی تہب لہ المہر تکون مکرہة
والہبة باطلہ قال فی مجمع الفتاوی و
فی ملتقط السید الامام عن الفقہیہ
ابی جعفر من منع امرأته عن المسیر الی
ابویہا الا ان تہب مہرہا فوہبت فالہبة
باطلہ ومثل ذلک فی الخلاصہ والبرزازیة
وکذاک ذکر فی التآرخانیة نقل عن
الینابیع۔ واللہ تعالی اعلم۔

خیر الدین رملی وغیرہ نے یہی فتویٰ دیا ہے اور انھوں
نے اپنے فتاویٰ میں اس کو نظم کے طور پر یوں ذکر کیا ہے
(ترجمہ) بیوی کو اپنے والدین سے روکا کہ مہر ہبہ کیے
تویہ مکرہ ہوگا یونہی والد نے بیٹی کو اپنے خاوند کے
پاس جانے سے روکا۔

پھر فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بیع و شراہ
اور اجارہ۔ اقرار اور ہبہ کی طرح ہیں اور بیشک
باپ جیسا کوئی ولی جو کسی عام وجہ سے
روکنے پر قادر ہو وہ قید نہیں
ہے۔ (ت)

ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ بیوی کو اپنے والدین
سے منع کرنا تا کہ مہر ہبہ کرنے پر آمادہ ہو تو یہ
مجبوری ہوگی، اور بیوی نے ہبہ کر دیا تو باطل
ہوگا۔ اور مجمع الفتاویٰ میں ہے کہ سید امام کی
ملتقط میں فقہیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ جس نے
مہر ہبہ کئے بغیر بیوی کو اس کے والدین سے روک
رکھا ہو اور اس نے ہبہ کر دیا تو یہ ہبہ باطل ہوگا۔
اور اسی طرح خلاصہ اور برزازیہ میں ہے اور یونہی
تآرخانیہ میں ینابیع سے نقل کیا ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۸۸/۵

۱۴۴/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

دار المعرفۃ بیروت

ردالمحتار کتاب الاکراه

ردالمحتار کتاب الاکراه

(۲) اکراہ کے لئے یہ ضرور نہیں کہ جس وقت مکروہ فعل کرے گلے پر چھری یا قید و ضرب فی الحال موجود ہو بلکہ اکراہ کنندہ کی طرف سے وعید و تہدید سابق اور اس کے وقوع کا صحیح اندیشہ لاحق اور مکروہ کا مکروہ کے قابو میں ہونا تحقق اکراہ کے لئے بس ہے، خیر یہ میں ہے؛

الاکراہ یعدم الاختیار فلا صحة للاقرار
مع الاکراہ والاکراہ فیہ یکون باشیاء منها
اذا قال المتغلب لرجل امان تقرلی
بكذا و الا اقول للظالم الفلانی لقی مالا
و وجد کنزاً و نحو ذلك فاذا کان الرجل له
جرأة و هدة یمن یسمع کلام الغماز و
قال ان له تقرلی بكذا السعی بک الی من
یاخذک بمجرد کلامی و غلب علی ظن
المهدد ذلك فاقرب کا ذبا لا یلزمه ما اقربہ
کما هو صریح کلام ائمتنا

والے کو ظن غالب ہے کہ یہ ایسا کر دے گا تو اس نے جھوٹا اقرار کر دیا تو اس اقرار سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی جیسا کہ ہمارے ائمہ کا صریح کلام ہے۔ (ت)

ہاں اگر اس نے تہدید کی اور اب یہ اس کے قابو سے نکل گیا اور اس اندیشہ سے کہ پھر اسے قابو ملے تو ایذا پہنچائے گا، کوئی کام کیا تو یہ اکراہ سے نہیں کہ اکراہ سابق زائل ہو چکا اور لاحق معدوم و موہوم ہے، ردالمحتار میں ہے؛

فی الہندیة عن المبسوط ارسله لیفعل
فخاف ان یقتله ان ظفر به ان لو یفعل
لم یحل

ہندیہ میں مبسوط سے منقول ہے اگر کسی نے دوسرے کو کام کرنے کے لئے بھیجا تو اس کو خطرہ ہے کہ اگر میں نے اس کا یہ ناجائز کام نہ کیا تو مجھے قتل

کر دے گا تو اس اندیشہ پر اس کو ناجائز کام کرنا حلال نہ ہوگا۔ (ت)
اسی میں ہے؛

لذوال القدرة بالبعد لكن يخاف عودة
وبه لا يتحقق الاكراه، بزازیة۔
واللہ تعالیٰ اعلم

کیونکہ دونوں میں بعید فیصلہ کی وجہ سے قتل کی قدرت
نہیں ہے، لیکن واپسی پر خوف ہو تو اس سے
اکراه متحقق نہیں ہوتا، بزازیہ (ت)

(۳) ہاں صورت مذکورہ میں تسلیم و قبضہ ثمن کا بار ثبوت ذمہ مشتری ہے کہ حاکم حکم نہیں کر سکتا مگر
حجت شرعیہ اقرار ہے یا بینہ یا نکول۔ فتاویٰ امام قاضی خاں پھر اشباہ میں ہے؛
القاضی لا یقضی الا بالحجة وھی البینة
او الاقرار والنکول
قاضی صرف حجت قائم ہونے پر فیصلہ دیتا ہے
اور حجت گواہی، اقرار اور قسم سے انکار کا نام
ہے۔ (ت)

اور مکروہ کا اقرار باطل ہے، ابھی خیر یہ سے گزرا، لاصحة للاقرار مع الاکراه (اکراه سے اقرار کی
صحت نہیں ہوتی۔ ت)، اشباہ میں ہے، اقراس المکروه باطل (مجبور شدہ شخص کا اقرار باطل
ہے۔ ت)، یونہی معتوہ غیر ماذون کا اقرار۔ عقود الدریہ میں ہے؛

حیث کان معتوها فاقراره غیر صحیح۔
پاگل کا اقرار صحیح نہیں ہے۔ (ت)
اور جبکہ اقرار با معتوہ ہونا شہادتِ عادلہ سے ثابت ہو تو دستاویز میں معمولی عبارت (بجالت
صحت نفس و ثبات عقل بطوع و رغبت بلا جبر و اکراه) لکھی ہونی کوئی چیز نہیں۔ خیر یہ میں ہے؛

سئل فی ذی ولایة علی قریة قادر علی
ایقاع ضرب و حبس ملجئین باہلہا
طلب من رجل منها بیع عقار له
بہا فباع خائفا منه
ایقاع ذلك به واقر
ان سے گاؤں کے والی کے متعلق سوال ہوا کہ اس
نے قریہ میں زمین والے شخص کو ضرب لگانے اور
قید کرنے کی دھمکی دے کر کہا کہ اپنی یہ زمین مجھے
پاس فروخت کر دے تو اس نے دھمکی پر عمل کے خوف سے
زمین فروخت کر دی کیونکہ دھمکی پر عملی قدرت رکھتا تھا

۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاکراه	۱
۱۳۸/۱	ادارة القرآن کراچی	کتاب القفار والشہادت	۲
۱۴۳/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاکراه	۳
۲۱/۲	ادارة القرآن کراچی	کتاب الاقرار	۴
۱۵۹/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الحجر والماذون	۵

انه قبض ثمنه كذلك مع ان قيمة الببيع
اضعاف الثمن هل ينفذ هذا البيع على
هذا الوجه ام لا وان كتب صدك لصدى
قاض على صفة الطوع والاختيار وعدم
المفسد يكون الاعتبار لما في نفس الامر لا
لما كتب اجاب حيث علم بدلالة الحال
انه لو لم يبعه يوقع به ضربا شديدا او
جسما مديدا فالبيع غير نافذ والقرار
غير صحيح فللمكرة فسخه والاعتبار لما في
نفس الامر لا لما كتب في الصدك

اور اقرار کیا کہ میں نے زمین کی رقم اس سے وصول
کر لی ہے _____ حالانکہ وصول
کردہ رقم سے اصل قیمت کئی گنا زیادہ ہے ، تو کیا یہ
بیع نافذ ہوگی یا نہیں ، اور اگر قاضی کے ہاں
اشٹام لکھ دے کہ میں نے خوشی اور اختیار فروخت
کی اور بیع صحیح کی ہے تو اس تحریر کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ
واقعی حال کا اعتبار ہوگا ، تو جواب دیا ، کہ جب
معلوم ہے دلالت حال سے کہ اگر وہ فروخت
نہ کرتا تو اس کو ضرب شدید اور قید مدید کرتا تو بیع
نافذ ہوگی اور اقرار بھی صحیح نہ ہوگا تو مجبور زمیندار

کو اختیار ہے کہ فسخ کر دے اور اشٹام میں لکھے کا اعتبار نہیں بلکہ نفس الامر واقع کا اعتبار ہے۔ (ت)
لاجرم باریثبوت مشتری پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الحجر

(حجر کا بیان)

۲۳۲ مسئلہ از ماہرہ مطہرہ مرسلہ مولانا مولوی محب احمد صاحب ، ارجادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ
ایک عورت عرصہ چالیس سال سے اس مرض میں مبتلا ہے کہ کبھی کبھی اس کی عقل میں اختلال
آجاتا ہے اور خیال پردہ و ستر پوشی کا نہیں رہتا ہے حتیٰ کہ مکان کی چھت سے جو بازار میں واقع ہے
سربازار کھڑی ہو جاتی ہے، ایک مرتبہ چھت نیچے گر پڑی اور اکثری حالت یہ ہے کہ ہر قسم کا خیال ستر پوشی و
حجاب رہتا ہے، سب قرابت دارانِ مادری و پدیری و صہری کو تخصیص قرابت جانتی پہچانتی ہے کام
متعلق عورات جو خانہ داری کو چاہتیں کرتی ہے، ایسی حالت میں اس کا اپنی جائداد کسی کو بطور ہبہ
دے دینا یا معاف کرنا یا کسی بارہ میں اس کی شہادت مثل رضاعت وغیرہ مقبول و جائز ہے یا نہیں؟
اور یہ عورت مجنونہ و معتوبہ ہے یا کیا؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب

ایام دورہ میں زن مذکورہ کا آفت معترضہ علیٰ عقل میں مبتلا ہونا واضح و بدیہی ہے، قلتِ
فہم و فسادِ تدبیر تو ظاہر، اور اختلاطِ کلام و اختلاطِ عقل کو لازم، تو اسی قدر سے معتوبہ ہونا تو صراحتاً
ثابت، اور اس کے ساتھ لوگوں کو مارنا گالیاں دینا بھی ہو تو مجنونہ ہے، بہر حال تبرعات مثل
ہبہ مال و بخشش مہر وغیرہ کی اہلیت ہرگز نہیں، اگر ایسے تصرفات کرنے کی محض باطل ہوں گے اور رضاعت وغیرہ

کسی امر میں اس کی شہادت اصلاً قابل قبول نہیں، پھر اگر اس کے افاقہ کا کوئی وقت معلوم و معروف نہیں تو یہ احکام حج تصرفات و ابطال تبرعات و الغائے شہادت دائمی ہیں کہ جب افاقہ معهود نہیں تو کسی وقت اطمینان نہیں ہو سکتا، ہر وقت محتمل کہ حالت اختلال میں ہو، صرف عاقلانہ باتیں کرنی موجب اطمینان نہیں کہ معتوہ بلکہ مجنون بسا اوقات ٹھیک ٹھیک عقل کی باتیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ ناواقف سُننے تو ہرگز احتمال اختلال نہ کرے، ہاں اگر وقت افاقہ معلوم و معهود ہے تو اس وقت اس کا حکم مثل حکم عقلاء ہے، اس کے تبرعات بھی نافذ ہونگے اور شہادات بھی مسموع۔ درمختار میں ہے:

المعتوہ 'عمتہ سے ماخوذ ہے، اور عقل میں خلل واقع ہو جانے کا نام ہے۔ (ت)

العقل من العتہ وهو اختلال فی العقل

ردالمحتار میں ہے:

بحر میں یہ تعریف جنون کی لکھی ہے اور کہا کہ معتوہ بھی اس تعریف میں داخل ہے، اور دونوں میں فرق کے لئے یوں کہنا بہتر ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل فہم، خلط ملط کلام اور فاسد تدبیر والا جو لوگوں کو ضرب و شتم نہ کرے، اور مجنون وہ ہے جو ضرب و شتم کرے، اور اصول والوں نے تصریح کی ہے کہ اس کا حکم بچوں والا ہے (ت)

هذا ذكره في البحر تعريفًا للجنون وقال ويدخل فيه المعتوہ واحسن الاقوال في الفرق بينهما ان المعتوہ هو القليل الفهم المختلط الكلام الفاسد التدبير لكن لا يضرب ولا يشتم بخلاف المجنون اه وصرح الاصوليون بان حكمه كالصبي

درمختار میں ہے:

معتوہ کا تصرف اگر فائدہ مند ہو جیسے اسلام اور ہبہ قبول کرنا تو یہ نافذ العمل ہو گا بولی کی اجازت ضروری نہ ہوگی اور اگر وہ عمل مضر ہو تو ولی کی اجازت کے باوجود نافذ نہ ہوگا جیسے طلاق، عتاق، صدقہ اور قرض، اس پر شامی نے ہبہ

تصرف المعتوہ ان كان نافعاً محضاً كالاسلام والاتهاب صح بلا اذن، وان كان ضاراً كالطلاق والعتاق والصدقة والقرض (والهبة ش)

دینے کا اضافہ کیا، اور اس کا ایسا عمل جو نفع اور نقصان والے دونوں پہلو رکھتا ہو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہونگے جیسے بیع و شراہ۔ (ت)

بچوں اور مجنون کی شہادت مقبول نہیں اور معتوہ بچوں کا حکم رکھتا ہے۔ (ت)

یونہی بچوں کی کھیل کے متعلق اور عورتوں کے حمام کے متعلق شہادت مقبول نہیں اگرچہ یہاں ضرورت بھی ہے، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

زیلعی کے حاشیہ میں شبلی نے کہا حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر معتوہ کے افاقہ کا وقت معلوم ہے اور اس وقت اس سے عقد صادر ہوا تو اس وقت میں عاقل والا حکم ہوگا، اور اگر اس کے افاقہ کا وقت معلوم نہ ہو تو افاقہ کی حالت میں کیا ہوا عقد بچوں والا حکم رکھتا ہے، ناؤز افاقہ معلوم ہونے نہ ہونے کا فرق یہ ہے کہ معلوم کی صورت میں اس کی صحت حسب معمول ہوتی

لاوان اذن به وليهما، وما تردد من العقود بين نفع و ضرر كالبيع و الشراء توقف على الاذن^۱ عالمگیری میں ہے،

لا تقبل شهادة الصبيان والمجانين والمعتوه بمنزلة المجنون^۲

اسی میں ہے،

كذا شهادة الصبيان بعضهم على بعض فيما يقع في الملاعب، وشهادة النساء فيما يقع في الحمامات لا تقبل، وان مست الحاجة اليها كذا في الذخيرة^۳ طحاوی میں ہے،

قال الشبلي في حاشية الزيلعي الحق التفصيل فان كان لافاقته وقت معلوم فعقد في ذلك الوقت فالحكم فيه كالعاقل وان لم يكن لافاقته وقت معلوم فعقد في حال الافاقه فالحكم فيه كالصبي^۴ والفرق بين الافاقه المعلومه وغيرها انه في المعلومه تحقق صحوة بحسب

۱ درمختار

کتاب المازون

ردالمحتار

۲۰۳/۲

مطبع مجتباتی دہلی

۱۱۰/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۶۵/۳

نورانی کتب خانہ پشاور

۳ فادوی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع

۲۶۵/۳

” ” ”

” ” ”

۳ ” ”

ہے اور غیر معلوم میں ہو سکتا ہے کہ وہ جنون کی حالت
میں عقلمندوں جیسی گفتگو کر رہا ہو۔ واللہ سبحنہ
وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و
اعلم (ت)

عادتہ ، اما غیرہا فیحتمل انہ حال جنونہ
تکلم بکلام العقلاء اھ مختصراً - واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ
اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فالج کہ مرض دماغی ہے، اسے اختلال عقل و عدم ثبات
حواس لازم ہے یا نہیں، اور اگر کسی عالم کو چند سال مرض رہے طول مرض کے سبب گھبرائے تو دل بہلانے
کو شطرنج یا اسی قسم کے کھیل میں کبھی مشغول ہو تو آیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ عالم مجنون یا مسلوب الحواس
قرار دیا جائے اور اس کے تصرفات بیع و ہبہ وغیرہ باطل کر دئے جائیں۔ بتینوا تو جروا۔

الجواب

فالج اگرچہ مرض دماغی ہے مگر اس سے اختلال عقل و عدم ثبات حواس ہرگز لازم نہیں، آخر عامہ
کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جب یہ مرض سال بھر سے متجاوز و مزمن ہو جائے تو بعض مشرعا صحیح گنا جائے گا،
اور اس کے سبب تصرفات نافذ قرار پائیں گے، اگر اس مرض کو بدحواسی لازم ہوتی تو یہ حکم فقہاء کا کیونکر صحیح ہوتا
نہ شطرنج، گنچہ پوسر، یا اور اسی قسم کے ہزاروں کھیلوں سے مسلوب الحواسی ثابت ہو، بلکہ خیال کیجئے تو یہ سب کام
عقل و حواس چاہتے ہیں، اور یہ بات جدارہی کہ ایسے افعال عالم کے شان سے بعید ہوں، اول عالم کئے
معصوم ہونا شرط نہیں، ثانیاً بالفرض شطرنج مطلقاً گناہ ہو تو کسی گناہ سے شرع شریف بطلان تصرفات
کا حکم نہیں دیتی اور امام عام شیعہ کہ اکابر ائمہ محدثین سے ہیں شطرنج کھیلا کرتے، اب کیا اس بنا پر معاذ اللہ کوئی انھیں مسلوب الحواس
کہہ سکتا ہے، اور بعض جاہل جو کہنے لگتے ہیں کہ یہ کیسے عالم ہیں جو ایسے فعل کرتے ہیں یا ان کی عقل کدھری گئی
کہ عالم ہو کر ایسی باتوں میں مشغول ہیں قطع نظر اس سے کہ جہلاء کو کسی کے افعال سے تعرض اور ان پر
ظعن و تشنیع روا نہیں۔ حدیث میں ہے:

عالم بے عمل مثل شمع کے ہے کہ خود جلتا ہے اور تمھیں روشنی پہنچاتا ہے۔

یہ محاورہ ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اپنی جانوں کو

اتامرون الناس بالبروتنسون انفسکم

وانتم تتلون الكتب افلا تعقلون ۱۰

بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو
تو کیا سمجھتے نہیں۔ (ت)

یا اس سے بڑھ کر ارشاد ہوا:

اولوکان ابا انہم لایعقلون شیئاً ولا
یہتدون ۱۱

اب کیا قرآن عظیم نے ان لوگوں کو بے عقل کہہ کر ان کی بیع و شراہ و اجارہ وغیرہ تصرف کو باطل
ٹھہرایا ہے، حاشا و کلاً کوئی عاقل ایسا گمان نہیں کر سکتا ومن ادعیٰ فعلیہ البیان (جو یہ دعویٰ کرے
تو اس پر بیان لازم ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مشملہ ۲۳۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اختلالِ عقل کا شرعاً موجب منع نفاذ تصرف کا ہوتا
ہے، اس کے کیا معنی ہیں، اور کیا کیا باتیں اس کے واسطے درکار ہیں، اور اگر کوئی چار سال سے
زیادہ مرضِ فالج میں مبتلا ہے، ابتداء میں مرضِ شائد کہ دست و پا و زبان سب پر آفت ہو، پھر قوت
عرضہ بعد ہاتھ پاؤں بخوبی تمام کھل جائیں، اور زبان بھی اتنی صاف ہو جائے کہ ادا کے مطلب میں عاجز نہ ہو
اگرچہ تکلم میں قدرے تکلف رہے، یہاں تک کہ ایسی حالت میں حج کرے، اور وہاں طواف و سعی صفا و
مردہ و وقوف و عمرہ و زیارتِ مدینہ طیبہ و حاضری مشاہدہ متبرکہ میں اپنے پاؤں سے مثل اصحا نہایت سرگرم
رہے، اور اس کے اور افعال بھی مثل عقلا کے ہوں، دیہات کی تحصیل و تشخیص کرے، بات سنے سمجھے
جواب دینے میں فرق نہ ہو، اور بالفرض اس زمانہ ممتد میں دو تین باتیں اس سے ایسی بھی صادر ہو جائیں
جو غفلت و بیخودی پر دلالت کریں، تو آیا انہیں باتوں پر مدار کار رکھ کر اُسے مجنون یا مہتوہ ٹھہرا دیں گے، یا شاذ و
نادر کا اعتبار کریں گے، جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ بار بار بتکرار اکثر افعال و حرکات اُس سے اس قسم کے
ہوتے اور ہوش کی باتیں کم کرتا۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

مسلوب الجواسی کی اعلیٰ قسم تو جنون ہے، والعیاذ باللہ منہ، اور ادنیٰ قسم عتہ، جس کے صاحب کو

۱۰ القرآن الحکیم ۴/۲۲
۱۱ " ۴/۱۵۰

معتوہ کہتے ہیں، اس میں بھی اسی قدر ضرور ہے کہ تدبیریں اس کی ٹھیک نہ رہیں، سمجھ اس کی درست نہ ہو، باتوں کا کوئی ٹھکانا نہ رہے، ابھی بیٹھا ہے خوب ہوش و حواس کی باتیں کر رہا ہے، ابھی خرافات و ہذیانات بکنے لگا، سو دانتوں کی طرح مہل و بے معنی بکنے لگا یہاں تک کہ شریعت مطہرہ اس کے اوپر سے اپنی تکلیفیں اٹھالیتی ہے، اور نماز و روزہ تک اس کے اوپر فرض نہیں رہتا،

فی الفتاوی الخیریۃ العتہ قلة الفہم و اختلاط
الکلام و فساد التدبیر و ذلك بسبب اختلال
العقل فی شہبہ مرۃ کلامہ کلام العقل
و مرۃ کلام المجانین، و فی رد المحتار حکم
المعتوہ کالصبی العاقل فی تصرفاتہ، و فی
رفع التکلیف عنہ زیلعیؒ

فتاویٰ خیرہ میں ہے عتہ۔ قلت فہم، کلام کا اختلاط
اور فساد تدبیر ہے اور یہ عقل میں خلل کی وجہ سے
ہوتا ہے تو کبھی اس کا کلام عقلاء کے کلام اور کبھی
مجانین کے کلام کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور رد المحتار
میں ہے کہ معتوہ کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے تصرفات
اور غیر مکلف ہونے میں نابالغ عاقل جیسا ہوتا
ہے، زیلعی۔ (ت)

اب چاہے زوال عقل اپنی اعلیٰ درجہ کی حد کو پہنچ جائے، یعنی مثلاً اتنی بات کی بھی خبر نہ رہے کہ چیز بیچتے ہیں تو اپنی ملک سے نکل جاتی ہے، خریدتے ہیں تو اپنے پاس آجاتی ہے، خرید و فروخت میں نفع کا ارادہ چاہئے، خواہ اس حد کو نہ پہنچا ہو، اور ان باتوں کی ہنوز گو نہ تمیز باقی ہو، مگر وہ امور جو ہم نے اوپر ذکر کئے اس میں پائے جانے ضرور ہوں کہ وہ تو معتوہ کی نفس تفسیر میں واقع ہیں، پھر جب تک اس کیفیت کا ثبوت نہ ہو، ہرگز مسلوب الحواسی شرعاً ثابت نہیں ہو سکتی، نہ یہاں شاذ و نادر کا اعتبار کریں بلکہ اکثر افعال و حرکات فساد عقل و اختلال ہوش کے ہونے چاہئیں،

و فی رد المحتار ویؤید ما قلنا قول بعضهم
العاقل من یتقیم کلامہ و افعالہ
النادر۔

رد المحتار میں ہے، ہماری بات کی بعض کے اس
قول سے تائید ہوتی ہے کہ عاقل وہ ہے جس کی کلام
اور افعال درست ہوتے ہیں ماسوائے نادر
مواقع کے۔ (ت)

۴۰/۱

دار المعرفۃ بیروت

کتاب الطلاق

۱۔ فتاویٰ خیرہ

۹۰/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الحجر

۲۔ رد المحتار

۴۲۰/۲

" " "

کتاب الطلاق

۳۔ رد المحتار

دیکھو تصریح کرتے ہیں کہ اگر نادرًا بعض کلمات و حرکات قانون عقل سے خارج بھی صادر ہوں، تو عاقل ہی کہا جائے گا۔ آگے چل کر فرماتے ہیں:

فَالَّذِي يَنْبَغِي التَّعْوِيلُ عَلَيْهِ فِي الْمَدْهُوشِ
وَنَحْوَهُ انَاطَةُ الْحُكْمِ بِغَلْبَةِ الْخَلَلِ فِي اقْوَالِهِ
وَافْعَالِهِ الْخَارِجَةِ عَنْ عَادَتِهِ الْخَيْرِ۔

قابل اعتماد بات یہ ہے کہ مدہوش اور اس جیسوں کا حکم اس کے اقوال و افعال میں خلل کا غلبہ اور عادت سے خارج ہونے پر لگے گا الخیر۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ بعض اوقات کسی خیال کے استغراق یا تکلیف کی شدت یا فرحت کی کثرت یا اور کسی صورت سے وہ بات بخود ہی کی اس سے صادر ہو جاتی ہے کہ جب خیال کرتا ہے تو خود ہی اسے تعجب ہوتا ہے، پھر کیا اس سے یہ لازم آسکتا ہے کہ اُسے مسلوب الحواس ٹھہرائیں، اور اس کے تصرفات کا نفاذ نہ مانیں، اور یہاں طول عہد مرض ایک قرینہ قویہ بھی ہے کہ اس کی پریشانی میں اگر نادرًا کسی ایسے فعل کا وقوع ہو جائے تو کچھ جائے تعجب نہیں،

فِي رد المحتار نقل عن هشام ابن كلبى قال
حفظت مالم يحفظه احد ونسيت مالم
ينسه احد حفظت القرآن في ثلثة ايام
واردت ان اقطع من لحيتى ما زاد على
القبضة فنسيت فقطعت من اعلاها۔^۲

رد المحتار میں ہشام ابن کلبی سے منقول ہے اس نے کہا میں نے حفظ کیا جو کسی نے نہ کیا اور میں بھولا اس طرح کوئی نہ بھولا میں نے قرآن پاک تین دن میں حفظ کر لیا اور میں قبضہ سے زائد اپنی وارٹھی سے کاٹنا چاہتا تھا تو بھول کر میں نے قبضہ کے اوپر سے کاٹ دی۔ (ت)

دیکھو ایسا صحیح الضبط قوی الدماغ آدمی جس نے روزانہ دس دس پارہ قرآن مجید کے یاد کر کے تین روز میں کلام اللہ شریف پورا حفظ کر لیا، اس سے ایسی خطا عظیم واقع ہوئی کہ جس پر وہ خود کہتے ہیں مجھ سے وہ بھول ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی، اب کیا اس نادر بات پر ان کی قوت عقل بالکل زائل اور مسلوب الحواسی حاصل پائی جائے گی۔ بالجملہ جب تک غالب افعال و اقوال ایسے ہی نہ ثابت کئے جائیں ہرگز بکار آمد نہیں کہ فقہائے کرام عدم اعتبار نادر کی تصریح فرما چکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۵
یکم ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کئے، دونوں کا مہر لے رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۴/۲

لے رد المحتار کتاب المحرم والاباحۃ فصل فی البیع " " " " " ۲۶۱/۵

اُس پر واجب ہے اور اپنی کل جائداد کو بطور ہبہ یا دین مہر میں ایک زوجہ کے نام یا کسی غیر کو ہبہ دینا چاہتا ہے تاکہ دوسری زوجہ محروم رہ جائے، اس صورت میں یہ زوجہ قاضی و مفتی کے یہاں استغاثہ کر سکتی ہے یا نہیں، اور زوج کو ان امور سے روک سکتی ہے یا نہیں؟ بیٹھا تو جروا۔

الجواب

اگرچہ ایک زوجہ کی محرومی چاہنا خلاف عدل اور دیناً بُرا ہے، مگر جبکہ جائداد اس عورت کے مہر میں مرہون نہیں، تو یہ اسے کسی طرح کے تصرف و انتقال سے نہیں روک سکتی چاہے وہ دوسری زوجہ کے مہر میں دے دے، خواہ اسے کسی راہ چلتے کو ہبہ کر دے، یا جو چاہے کرے،

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرض کی بنا پر کسی کو مجبور ہرگز نہ کرتے، اور آپ کے صاحبزادے رحمہما اللہ تعالیٰ اگرچہ تصرفات سے منع (حجر) کا قول کرتے ہیں لیکن قاضی کے اس فیصلہ کے بعد تو جہاں قاضی کا فیصلہ نہ ہو وہاں وہ حجر کا حکم نہیں کرتے۔ ہندیہ نے "باب الحجر للفساد" میں کہا کہ صاحبزادے رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلاف قضاہ قاضی سے ہی قرض کی وجہ سے حجر نافذ ہوتا ہے اور "الحجر بسبب الدین" کے باب میں فرمایا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

فان امامنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لایقول بالحجر بالدين اصلا، وصاحباہ وان قال بہ فبعد قضاء القاضی بالحجر، فحیث لا قضاء لاحجر اجماعاً، قال فی الہندیۃ من باب الحجر للفساد لا خلاف عندہما ان الحجر بسبب الدین لایثبت الا بقضاء القاضی اھ و قال فی الحجر بسبب الدین عند الجی حنیفۃ لایحجر علیہ ولا یعمل حجرہ حتی تصح منہ ہذہ التصرفات کذا فی المحیط اھ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نزدیک اس پر حجر کا حکم نہ کیا جائے گا، اور حجر موثر ہو گا حتیٰ کہ اس کے یہ تصرفات صحیح قرار پائیں گے محیط میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۶ ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۰۹ھ

- کیا فرماتے ہیں علمائے اس مسئلہ میں کہ احمد حسن نے انتقال کیا، ایک لڑکا وزارت حسن نابالغ اور ایک زوجہ اور ایک دختر اور ایک برادر خالہ زاد اور ایک حقیقی ماموں زاد بھائی چھوڑا تو

۵۵/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	کتاب الحجر	لہ فتاویٰ ہندیہ
۶۱/۵	"	الباب الثالث	"	لہ فتاویٰ ہندیہ

اس صورت میں شرعاً لڑکے نابالغ اور نیز جائیداد غیر منقولہ کا کون ولی مقرر ہو سکتا ہے۔ بتینوا تو جروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جب کوئی عصبہ نہیں، تو صرف ولایتِ نکاح ماں کو ہے، نابالغ پر ولایت مال اور جائیداد پر اختیار، ماں بہن خواہ ان رشتہ کے چچاؤں کسی کو نہیں، جب تک مورث نے ان میں سے کسی کو وصی نہ کیا ہو کہ باپ کے بعد ولایتِ مال اس کے وصی کو ہے، یعنی جسے اس نے وصیت کی ہو کہ تو میرے بعد میری جائیداد یا اولاد کی غور پر داخست کرنا، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، وہ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، پھر وصی الوصی، وعلیٰ ہذا القیاس، پھر ان میں کوئی نہ ہو تو حاکم اسلام یا اس کا وصی، ان کے سوا کوئی ولی مال نہیں، فی الدر المختار ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ، ثم جدہ الصمیم، وان علا، ثم وصیہ ثم وصی وصیہ، ثم القاضی اور وصیہ ایہما تصرف صح دون الام او وصیہا، ہذا فی المال بخلاف النکاح اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

در مختار میں ہے، اس کا ولی ترتیب وار، باپ پھر وصی پھر وصی کا وصی، پھر حقیقی دادا اوپر تک پھر اس کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی، پھر قاضی یا اس کا وصی دونوں میں کوئی بھی تصرف کرے صحیح ہوگا، ماں یا اس کا وصی ولی نہیں ہیں، یہ ملل کے معاملہ میں ہے بخلاف نکاح کے اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ (نوٹ) اصل میں سوال نہیں ہے، لیکن جواب سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کسی فاتر العقل کے تصرفاتِ نکاح و عقد بیع سے متعلق تھا جس کو بعد میں ایسے ولی نے جائز کر دیا تھا، جو باپ اور دادا کے علاوہ تھا۔ (عبد المنان)

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ مدارِ صحت و نفاذ تصرفات و ترتیب احکام میں تو یہ عقل ہے، یہ جو محض بے عقل ہے اس کے تصرفات رأساً باطل، کہ اجازت اولیاء کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے، اور جو نفع و ضرر میں قدرے تمیز حاصل، اور عقل سے کچھ بہرہ ہے، مثلاً بیع و شراہ کو سالب و جالب ملک، اور غبنِ قلیل و کثیر میں تفرقہ اور مقصود تجارت حصول منفعت جانتا ہے، یا مسلوب الحواسی

اس کی دائمی نہیں، نہ ہوش میں آنے کا وقت معین، گاہے عقل سے بیگانہ گاہے بالکل ہوشیار و فرزانہ، تو اس صورت میں امثال نکاح و بیع و شرار وغیرہ تصرفات اس کے نفع و ضرر دونوں کو محتمل، اُس ولی کی اجازت پر موقوف رہیں گے، جسے اُن تصرفات کا اُس کے نفس و مال میں خود اختیار حاصل ہو، اگر ولی نہیں یا ولی کو ایسے تصرف کی خود پروا نگی نہیں یا ہے مگر وہ جائز نہ رکھے، تو یہ باطل ہو جائیں گے۔

علامہ سید احمد طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حاشیہ درمختار میں ہے، لیکن وہ جس کی عقل بالکل زائل ہوگئی ہو تو اس کے کسی تصرف کو اجازت نہیں مل سکتی تھ، اور درمختار میں ہے ان مجبور لوگوں میں سے اگر کوئی ایسا تصرف جس میں اس کے لئے نفع و نقصان کے دونوں پہلو ہوں، جیسا کہ عنقریب ان میں سے ماذون حضرات کے لئے بیان ہوگا وہ عقد بیع میں یہ جانتا ہے کہ اس سے اس کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور شرار میں ملکیت حاصل ہوتی ہے ایسے میں اس کے ولی کو اختیار ہے کہ عقد کو جائز کرے یا رد کر دے، اور اگر وہ یہ نہیں سمجھتا تو عقد باطل ہوگا اور طحاوی میں ہے کہ ماتن کا قول کہ بیع سے ملکیت کا زوال ہونا جانتا ہے الخ، اور یہ بھی جانتا ہو کہ تھوڑا غبن اور زیادہ کیا ہوتا ہے اور نفع اور مال کو زائد بنانے کا ارادہ بھی رکھتا ہو، زلیعی۔ ماتن کا قول کہ "ولی اجازت دے" درایہ میں ولی میں عصبات بھی شامل کئے ہیں اور ابن فرشتہ نے مجمع کی شرح میں صرف قاضی کو ولی قرار دیا ہے

وفي حاشية الدر المختار للعلامة احمد الطحاوی رحمه الله تعالى عليه ، واما ذاهب العقل اصلا فان تصرفه لا تلحقه الاجازة اه وفي الدر (ومن عقدا عقدا يدور بين نفع وضرر كما سيحي في الماذون (منهم) من هؤلاء المحجورين (وهو يعقله) يعرف ان البيع سالب للملك والشراء جالب (اجازولييه اورد) وان لم يعقله فباطل نهائية اه في الطحاوية قوله يعرف ان البيع سالب الخ ويعرف الغبن اليسير من الفاحش ، ويقصد تحصيل الربح والزيادة اه نرايلعي ، قوله احب انر وليه جعل في الدراية السولى شامللا للعصبات وخصه ابن فرشته في شرح المجموع بالقاضى ومن

له ولاية التجارة في مال الصغير كالاب
والجد والوصي ، فلا يجوز باذن الاخ
والعم والام واجاب المقدسي بحمل
هذا التعميم على مالولي فعله كالنكاح
فتصح اجازته من الاخ والعم
حموي اهـ۔

اور ساتھ ہی اس کو جو نابالغ کے مال میں تجارت
کا ولی بنتا ہے جیسے باپ ، دادا ، اور وصی ، تو
بھائی ، چچا اور ماں کی اجازت صحیح نہ ہوگی ، اور
مقدسی نے اس کے جواب میں ولایت کو عام
کر کے ولی کے اختیاری فعل مثلاً نكاح کو شامل
کیا تو بھائی اور چچا کی اجازت صحیح ہوگی ، حموی (ت)

ہاں اگر اس کے افاقہ کا کوئی وقت معین ہو کہ اس وقت خاص بالکل ہوش میں آجانے کا عادی ہے
تو اس حالت افاقہ میں جو تصرف اس سے صادر ہوگا وہ اس میں مثل سائر عقلمر کے ہے کما
ذکرہ الزیلعی وفترة الشلبی نقله الطحطاوی (جیسا کہ زیلعی نے اسے ذکر کیا اور شلبی نے تفصیل
کے ساتھ اسے بیان کیا طحطاوی نے اسے نقل کیا۔ ت) لیکن یہ صورت یہاں معدوم ، کہ سائل کہتا ہے
مسلوب الخواسی اس کی دائمی تھی جس سے کبھی افاقہ نہ ہوتا ، اور اس کے اظہار سے یہ بھی ثابت کہ
کہ یہ مہر جو زن مذکورہ کا باندھا گیا اس کے مہر مثل سے کہیں زائد ہے ، پس صورت مستفسرہ میں یہ نكاح
و بیع بہر تفرید پر اسبابا باطل محض ہیں جن کی صحت و نفاذ کی کوئی سبیل نہیں ، خواہ زید بالکل ذاہب العقل
ہو ، اور کسی طرح کی تمیز نہ رکھتا ہو ، جیسا کہ تقریر سوال سے بھی ظاہر ہوتا ہے یا مجبوروں کی دوسری قسم
میں داخل ہو جن کے تصرفات کذائبہ اجازت اولیاء پر موقوف رہتے ہیں ، تقدیر اول پر بطلان نہایت
واضح کہ لا یعقل محض کے تصرفات کو اجازت اولیاء بھی کام نہیں آتی ، کما ذکرنا ، اور دوسری شق پر
جب تقریر مہر میں غبن فاحش ہوا ، اور مہر مثل سے بہت زیادہ بندھا ، تو ایسا نكاح خود اب وجد
کے سوا اور اولیاء کے ہاتھ کا کیا ہو اصلاً صحیح نہیں ہوتا ، پھر انھیں اجازت کا کیا اختیار ہوگا ، اور
قاعده مقررہ فقہیہ ہے کہ :

كل تصرف صدر و مالہ مجیز حالۃ
العقد لا ینعقد اصلاً۔
در مختار میں ہے :

ایسا تصرف جس کے انعقاد کے وقت اس کو
جائز کرنے والا نہ ہو تو وہ عقد منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

اگر نكاح کر کے دینے والا باپ اور دادا کا غیر

وان كانت المزوج غیر ہمای

غیر الاب و ابیہ ولو الامراء و القاضی لایصح
النکاح من غیر کفو، او بغین فاحش
اصلاً اھ ملخصاً۔
خواہ ماں یا قاضی ہو تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہ ہوگا
یا بہت زیادہ گراں مہر پر ہو تو بھی اصلاً
جائز نہ ہوگا اھ ملخصاً۔ (ت)

اسی طرح بیع کہ جب قیمت میں کمی فاحش ہوگی، اجازت ولی سے بھی اصلاح ناممکن، تو یہ وہی تصرف
ہوا جس کا حال صدور کوئی مجیز نہیں، اور ایسا تصرف باطل ہوتا ہے،

فی رد المحتار علی الدر المختار للعلامة السيد
ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قوله
اجاز ولیہ ای ان لم یکن فیہ غبن فاحش
فان کان لایصح وان اجازة الولی بخلاف
الیسیر جوہرۃ۔^۲ عہ
در مختار کے حاشیہ رد المختار علامہ ابن عابدین میں
ہے، ماتن کا قول کہ "ولی جائز کر دے" یعنی
جب غبن فاحش مہر میں نہ ہو اور غبن فاحش ہو
تو ولی کے جائز کرنے پر بھی جائز نہ ہوگا بخلاف
غبن لیسر کے، جوہرہ۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۸ از گلشن آباد عرف جاوہرہ ملک مالوہ محلہ نظر باغ متصل مکان عالمگیر خاں

مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی، اُس کا
ایک لڑکا نو سال کا اور ایک زوج، اور ایک پدر، اور دو برادر وارث رہے، عرصہ ہوا کہ مسماۃ ہندہ کا پدر
فوت ہو گیا، اب ان وارثوں میں پسر کے رکھنے اور تعلیم کرانے کا اُس وقت کون مستحق ہے، اور جو ترکہ ہندہ
کازیر و غیرہ رہے اس میں تصرف کا واسطے تربیت پسر متوفیہ کے کون مستحق ہے، اور کس کے پاس رہے گا،
بیٹو اتوجروا۔

مرشد دین، ہادی راہ متین جناب مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب دام فیضکم، بعد تسلیم بصد تعظیم

اس جواب کے اختتام پر علامت نہیں ہے تاہم
میرے گمان میں یہ تمام ہے۔ (ت)
(عبد المنان الاعظمی)

عہ لیس فی هذا الجواب علامۃ
الاختتام وظنی انہ کامل۔
(عبد المنان الاعظمی)

۱۹۲/۱

۹۱/۵

۱۔ در مختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتہبی دہلی
۲۔ رد المختار کتاب الحجر دار اچار التراث العربی بیروت

تکرم عرض پرداز خدمت سامی ہے ، استفتاء ارسال خدمت سامی ہے ، یہاں کے بعض علماء ایسا فرماتے ہیں کہ زوج ہندہ کل ترکہ ہندہ کا مالک نہیں ہو سکتا ، نہ اس میں تصرف واسطے تعلیم و تربیت پسیر کر سکتا ہے ، صرف اپنے حصہ چہارم و حصہ پسیر ہندہ میں اس کو حق تصرف کا ہے ، ترکہ ہندہ سے چہارم اس کے پدر متوفی کا ہے و چہارم ہندہ کے برادران کو ملنا چاہئے ، اندریں باب جیسا حکم شرع ہو اُس سے نیاز مند کو آگاہی بخشیں ، فقط۔

الجواب

لڑکا جبکہ سات سال سے زیادہ عمر کا ہے اپنے باپ کے پاس رہے گا ، اور متروکہ ہندہ سے جو حصہ پسیر کو ملا یعنی بارہ سہام سے سات سہم ، اس میں تصرف شرعی کا اختیار بھی پسیر کے باپ ہی کو ہوگا ، مامول کو کوئی تعلق نہیں ، جس طرح چھٹا حصہ کہ ترکہ ہندہ سے پدر ہندہ کو پہنچا ، وہ وارثان پدر ہندہ کا ہے ، اُس سے شوہر کو کچھ علاقہ نہیں ،

فتاویٰ شامی میں فتح سے ہے جب بچہ ماں کی پرورش سے مستغنی ہو جائے تو باپ کو بیٹا واپس لینے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ بچے کا خرچہ اور تربیت والد کے ذمہ بالاجماع ہے ، اور درمختار میں ہے بچے کا ولی اس کا باپ پھر اس کا وصی ، پھر دادا پھر اس کا وصی ، پھر قاضی یا اس کا وصی ہے ، ماں یا اس کا وصی ولی نہیں ہے ، یہ ترتیب مالی ولایت میں ہے اھ مختصراً۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

فی الشامیۃ عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائه عن الام ، لان نفقته وصیانتہ علیہ بالاجماع اھ ، و فی الدرالمختار ولیہ ابوہ ثم وصیہ ، ثم جدہ ثم وصیہ ، ثم القاضی او وصیہ ، دون الام او وصیہا ، ہذا فی المال اھ مختصراً۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۳۹ مکملہ از شکر گو ایپار نیا بازار مکان حکیم شریف حسین خاں مرسلہ علی حسین خاں
۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

تسلیمات نیاز مندی معروض خدمت ، عرض حال یہ ہے کہ یہاں بکھری صاحب بیج یک مقدمہ

۱۔ ردالمحتار کتاب الطلاق باب الحضانۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۴۰/۲
۲۔ درمختار کتاب المآذون مطبع مجتہبائی دہلی ۲۰۳/۲

سرپرستی دائرہ ہے اس کی کیفیت خلاصہ تحریر کرتا ہوں : میرے دادا حکیم ولایت علی خاں مرحوم نے تین شادیاں کیں، اول زوجہ سے دو لپسرا اور ایک دختر تولد ہوئے، اول بی بی کی اولاد سے جو کہ دو لپسرتھے ان میں سے ایک لپسرا کلاں لاولد فوت ہوا، دوسرا لپسرا خورد بعارضہ جسمانی ہاتھ پاؤں سے معذور ہنوز بکیات موجود ہے۔ دوسری بی بی کی اولاد سے والد حکیم شریف حسین خاں مرحوم - تیسری بی بی کی اولاد سے ایک لپسرا مفلوج الاعضا منجھوٹا الحواس ہنوز موجود ہے، دادا صاحب نے قبل از وفات ایک درخواست عرضی بایں مضمون سرکار میں پیش کی کہ بعد وفات میری تنخواہ سالانہ ۳۲۰ روپے جو سرکار سے مقرر ہے بجائے اسم میرے نام شریف حسین خاں معہ تنخواہ و جاگیر کے مقرر فرمایا جائے، بعد از چندے دادا صاحب کا انتقال ہو گیا، ایک عرصہ بعد ۲۷ نومبر ۱۸۹۲ء کو تقرری اسم والدہ سرکار مقرر فرمایا گیا، بعد تقرری اسم والدہ تنخواہ خود سے بطور پرورش برادر خورد مفلوج منجھوٹا الحواس کو ۱۲۰ روپے ماہوار، اور والدہ منجھوٹا الحواس کو ۲۰۰ روپے ماہوار تا دم مرگ دیئے گئے، اور مکان سکونتی دادا صاحب میں مقیم رکھا، اثنائے حال میں والدہ حکیم شریف حسین خاں کا بتاریخ ۱۳ محرم ۱۳۱۵ھ مطابق ماہ جون تاریخ ۱۵ ۱۸۹۷ء کو انتقال ہو گیا، اور ۱۷ جون ۱۸۹۷ء کو والدہ منجھوٹا الحواس بھی بعارضہ ہیضہ علیل ہوئیں، اس وقت مکان سکونتی سے والدہ منجھوٹا الحواس یعنی میری دادی صاحبہ کو دونوں برادر حقیقی مولوی عبدالغفار و عبدالستار آکر اپنے مکان پر لے گئے، ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو بخت نہ برادران مذکور میری دادی صاحبہ فوت ہو گئیں، بعد فوت ہو جانے میری دادی صاحبہ کے ہر دو برادران دادی صاحبہ نے مکان سکونتی و دکانات پر آکر میرے قفل لگائے ہوئے توڑ کر اپنے قفل ازراہ مداخلت بیجا کے لگا دیئے، جب میں نے فوجداری میں استغاثہ کیا تو مولوی عبدالغفار ملزمان نے اپنی سرپرستی بہ نسبت اس منجھوٹا الحواس یعنی ہمیشہ زادہ خود ظاہر کیا، چنانچہ یہ مقدمہ درجہ بدرجہ کچھری صاحبہ جج تک پہنچ گیا ہے صاحبہ جج نے فتویٰ شرع شریف بہ نسبت سرپرستی ملزمان مذکور طلب کیا ہے، لہذا خدمت عالی میں عرض کر کے طلبگار فتویٰ کا ہوں۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حق پرستی منجھوٹا الحواس کی میری جائز ہے یا بمقابلہ میرے ہر دو ماموں منجھوٹا الحواس کی سرپرستی درست ہے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

منجھوٹا نا عاقل یا صغیر نابالغ کی سرپرستی دو امر میں ہے : ایک نکاح، دوسرے مال۔ اس منجھوٹا کی ولایت نکاح تو اس کے بھائی کو ہے جو حکیم ولایت علی خاں کی زوجہ اولیٰ سے ہے، اور

اس کا ہاتھ پاؤں سے معذور ہونا مانع ولایت نہیں بشرطیکہ عاقل بالغ ہو، ورنہ سائل کہ اس مجبوظ کا بھتیجا ہے، اس کا ولی ہے، اس کے ہوتے ماموں کوئی چیز نہیں۔ درمختار میں ہے :

الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریۃ وتکلیف، فان لم یکن عصبۃ فالولاية للام، ثم للاخت، ثم ولد الام، ثم ذوی الارحام، العمت، ثم الاخوال الخ باختصار۔

نکاح میں ولی، عصبہ بنفسہ وراثت اور وراثت سے مانع بننے (حجب) کی ترتیب پر بشرطیکہ وہ آزاد اور مکلف ہوں، اور اگر عصبیات نہ ہوں تو ماں کو ولایت ہوگی پھر بہن پھر ماں کی اولاد پھر ذوالارحام پھر پھوپھیوں کو، پھر ماموں کو، الخ باختصار (ت)

اور ولایت مال صرف اس شخص کو ہے جسے حکیم ولایت علی خاں اپنے بعد اپنی اولاد و جائداد کی غور پر دست سپرد کر گئے، اپنا وصی بنا گئے ہوں وہ نہ رہا ہو تو وہ شخص جسے وصی مذکور اسی طرح اپنا وصی کر گیا ہو، وہ بھی نہ ہو تو وہ جسے مجبوظ کے دادا نے اپنا وصی کیا ہو، وہ بھی نہ رہا ہو تو وہ جسے دادا کا وصی اپنا وصی کر گیا، ان کے سوا کسی کو اس مجبوظ کی ولایت مال نہیں پہنچتی۔ درمختار میں ہے :

ولیه ابوه ثم وصیہ بعد موتہ، ثم وصی وصیہ، ثم بعدہم جدہ الصحیح، و ان علا ثم وصیہ، ثم وصی وصیہ، ثم القاضی او وصیہ ہذا فی المال بخلاف النکاح، کما مر فی بابہ لے واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

اس کا ولی باپ، اس کی موت کے بعد اس کا وصی، پھر وصی کا وصی، پھر ان کے بعد حقیقی دادا اور پرتک، پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، پھر قاضی یا اس کا وصی۔ یہ مالی ولایت ہے اور نکاح کی ولایت اس کے خلاف ہے، جیسا کہ نکاح کے باب میں گزرا۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۰ از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغوں کے لئے حد بلوغ کیا ہے؟ مرد ہوں یا عورت۔

۱۹۳/۱
۲۰۳/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الولی
کتاب الماذون

لے درمختار
لے درمختار

الجواب

لڑکا بارہ سال اور لڑکی نو برس سے کم عمر تک ہرگز بالغ و بالغہ نہ ہوں گے، اور لڑکا لڑکی دونوں پندرہ برس کامل کی عمر میں ضرور شرعاً بالغ و بالغہ ہیں، اگرچہ آثارِ بلوغ کچھ ظاہر نہ ہوں، ان عمروں کے اندر اگر آثار پائے جائیں، یعنی خواہ لڑکے خواہ لڑکی سوتے سوتے خواہ جائے میں انزال ہو یا لڑکی کو حیض آئے یا جماع سے لڑکا حاملہ کر دے یا لڑکی کو حمل رہ جائے، تو یقیناً بالغ و بالغہ ہیں، اور اگر آثار نہ ہوں مگر وہ خود کہیں کہ ہم بالغ و بالغہ ہیں، اور ظاہر حال ان کے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو، تو بھی بالغ و بالغہ سمجھے جائیں گے اور تمام احکامِ بلوغ کے نفاذ پائیں گے، اور اگر ^{علہ} وارثی موچھ نکلنا یا لڑکی کے پستان میں ابھار پیدا ہونا کچھ معتبر نہیں۔ درمختار میں ہے :

لڑکے کا بلوغ احتلام یا بیوی کو حاملہ کرنا یا انزال سے معلوم ہوگا، اور لڑکی کا بلوغ حاملہ ہونے، حیض اور احتلام سے ظاہر ہوگا۔ اگر دونوں میں کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق دونوں کی عمر پندرہ سال ہو جانے پر، اور کم از کم مدت بلوغ لڑکے میں بارہ سال اور لڑکی کی نو سال عمر ہے (ت)

بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال
والجارية بالاحتمال والحیض والحبل ،
فان لم يوجد فيهما حتى يتم لكل منهما
خمس عشرة سنة به يفتى وادنى مدته
له اثنتا عشرة سنة ، ولها تسع سنين .

اسی میں ہے :

دونوں مراہق تھے تو انھوں نے کہہ دیا کہ ہم بالغ ہیں، تو تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ ان کا ظاہر حال ان کو جھوٹا نہ بنائے تو اس کے اقرار کی صحت کیلئے اس جیسوں کا بالغ ہونا ممکن ہو ورنہ اس کی بات قبول نہ ہوگی، وہبانیہ۔ تو اقرار کے بعد وہ بالغ کے حکم میں ہونگے لہذا اب ان کا انکار قابل قبول نہ ہوگا

فان ساءقافقالا بلغنا صدقا، ان لم
يكدبهما الظاهر، فيشتتوط لصحة اقراره
ان يكون يحتمل مثله والا لا يقبل قوله،
شرح وهبانية، وهما حينئذ كبالغ
حكما فلا يقبل جحوده البلوغ
بعد اقراره مع احتمال

علہ لفظ لڑکی کے بعد "کو" ہونا چاہئے۔ عہ یہاں "اگر" زلہ قلم ناسخ سے ہے۔ عبدالمنان الاعظمی

حاله آہ باختصار۔ بشرطیکہ حال موافق ہو، اہ مختصراً۔ (ت)

عالمگیر یہ میں ہے :

بلوغ کا حکم لڑکے میں بارہ سال سے کم اور لڑکی میں نو سال سے کم پڑ دیا جائے۔ معدن میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

ولا يحكم بالبلوغ ان ادعى وهو مادون اثنتا عشرة سنة في الغلام وتسع سنين في الجارية كذا في المعدن^۲۔

ردالمحتار میں ہے :

زیر ناف بالوں اور داڑھی کا اعتبار نہیں ہے، اور لڑکی کے پستانوں کا ابھرنا تو جموی میں کہا ظاہر روایت میں بلوغ کا حکم نہ ہوگا، اور یوں ہی آواز بھاری ہونا بھی معتبر نہیں، جیسا کہ ہاملی کی نظم کی شرح میں ہے، ابوالسعود۔ اور یونہی پنڈلی، بغل اور مونچھوں کے بال بھی معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لا اعتبار لنبات العانة ولا للحي، واما نهود الشدى ففي الحموى انه لا يحكم به في ظاهر رواية، وكذا ثقل الصوت كما في شرح النظم الهماملى ابوالسعود، وكذا شعر الساق والابط والشارب^۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲۱ ملہ ۲۶ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مجنون ہو گیا، اور اس کے ورثہ میں اس کی ایک بیوی (ہندہ) اور اس کے چند لڑکی لڑکا اور اس کا ایک برادر حقیقی خورد عمرو موجود ہے، زید نے زمانہ صحت و ثبات عقل اپنے مکان مسکنہ کے علاوہ اپنی مملو کہ ایک دوسرے مکان میں عمرو کو بدو و باش کی اجازت دے دی تھی، چنانچہ عمرو تین چار سال سے مکان مذکور میں سکونت پذیر ہے، عمرو کا چونکہ اب یہ ارادہ ظاہر ہوا کہ ڈیڑھ دو سال کے بعد بارہ سال گزرنے پر وہ زید کے مکان پر حق موروثیت قائم کرے گا، اس واسطے ہندہ عمرو سے کہتی ہے کہ اگر میری تم کفالت نہ کرو، اور مکان کا کرایہ بھی مطلق نہ دو، تو زید کے مکان کا کرایہ نامہ ہی لکھ دو، مگر عمرو اس سے قطعاً انکار کرتا ہے، شرعاً اس میں کیا حکم ہے، آیا ہندہ کا عمرو سے کرایہ نامہ مکان کے تحریر کر دینے کے واسطے کہنا شرعاً بجا

۱۹۹ / ۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الحجر	لہ در مختار
۶۱ / ۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الثانی	۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحجر
۹۷ / ۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی بلوغ الغلام	۳ ردالمحتار

ہے یا نہیں؟ اور عمرو کا کرایہ نامہ لکھنے سے انکار کرنا شرعاً روا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ہندہ مذکور کی ایک لڑکی قریب بلوغ ہے اور ہندہ اس کا عقد کر کے اپنا وارث بنانا چاہتی ہے مگر عمرو مذکور اس امر سے سخت مانع ہے تاکہ ہندہ اپنا کسی کو وارث بنا کر مملوکہ مکان سے بے دخل نہ کرادے، لہذا شرعاً ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور ہندہ کو شرعاً کیا کرنا چاہئے؟ بیٹنوا بالدلیل وتوجروا الجزیل۔

الجواب

جبکہ زید اس دوسرے مکان کا بھی مالک تھا اور اس نے عمرو کو احساناً سکونت کے لئے دیا تھا تو زید کے مجنون ہوتے ہی وہ عاریت جاتی رہی، اور عمرو کو کوئی اختیار اس میں مفت سکونت کا نہ رہا لان المجنون لا تصرف له ولا علیہ لاحد ولا یتبع من ماله (کیونکہ مجنون کا کوئی تصرف معتبر نہیں اور اس کے مال کو تبرع میں دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ت) عمرو پر لازم ہے کہ وہ مکان کو خالی کر دے، ورنہ کرایہ نامہ باضابطہ لکھ کر معقول کرایہ جو ایسے مکان کے لئے ہوتا ہے ادا کرے، ورنہ سخت گنہ گار ہوگا، خالی کرایہ نامہ لکھ دینا کافی نہ ہوگا، لڑکی کا عقد کسی کفو سے خود کر دے، اور وہ نہ مانے تو اس کی ماں کہیں معقول جگہ کر دے۔ ولی اگرچہ عمرو ہے، مگر جب وہ بدیتی سے انکار کرے تو ماں با اختیار خود اس کا نکاح کر سکتی ہے، حسب بیان سائل اور کوئی لڑکی کا ولی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سلخ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

مسئلہ از پبلی بھیت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے منجملہ چند ورثاء کے صرف ایک وارث کے نام جائیداد بذریعہ بیعنامہ جس کا زر ثمن مشتری نے ادا نہیں کیا لکھ دی، اس کے چوتھے روز یعنی تحریر بیعنامہ سے بائع فوت ہو گیا بائع کے مرض کی طرف سے غالب گمان اس کے فوت ہونے کا تھا، اور بہت ضعیف گمان اس کے صحت یاب ہونے کا تھا، اب اس صورت میں یہ تحریر مرض الموت میں تصور کی جاسکتی ہے، اور مرض الموت کتنی مدت تک مانا جاسکتا ہے؟

الجواب

ہاں یہ تحریر مرض الموت میں ہوئی جب تک مرض سے خوف ہلاک غالب ہو مرض الموت ہے، جب مرض مزمن ہو جائے خوف ہلاک غالب نہ رہے اس وقت وہ مرض الموت نہیں رہتا، جب تک اس میں نئی ترقی ہو کر پھر خوف ہلاک کا غلبہ نہ ہو جائے، درمختار میں ہے، المختار انہ ما کانت الغالب منه مختار قول یہ ہے کہ اتنی مدت جس میں موت

الموت وان لو يكن صاحب فراش له
 عادتا واقع ہوتی ہے اگر وہ صاحب فراش
 نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں نور العین سے اس میں محیط سے ہے ،
 ذکر محمد فی الاصل مسائل تدار علی ان
 الشرط خوف الهلاك غالباً ، لاكونه صاحب
 فراش ہے

اسی میں زلیعی سے ہے ؛
 لانه فی ابتدائه يخاف منه الموت ، ولهذا
 يتداوى فيكون مرض الموت ، وان صار صاحب
 فراش بعد التطاول فهو كمرض حادث حتى
 تعتبر وفاته من الثلث ہے

کیونکہ اس کے ابتداء میں ہی موت کا خطرہ ہوتا ہے
 اس کا علاج بھی ہو تو اس کو مرض موت کہا جائیگا
 اور لمبی مدت کے بعد وہ صاحب فراش بنے
 تو نیا مریض قرار پائے گا حتیٰ کہ صاحب فراش
 ہونے سے قبل کے تصرفات ثلث میں معتبر ہونگے

اور مرض الموت میں ایک وارث کے ہاتھ بیع اگرچہ مناسب قیمت کو بھی ہو بے اجازت دیگر ورثہ
 باطل ہے ہاں اگر وہ جائزہ کر دیں جائزہ ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے ؛
 وقف بیع المریض لو ارثه علی اجازة الباقی
 مریض کا اپنے وارث کو مال فروخت کرنا دوسرے
 ورثہ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ (ت)

ردالمختار میں ہے ؛
 فان مات منه ولم تجز الورثة بطل ، فتح ،
 والله تعالى اعلم۔

اگر اس مرض میں فوت ہو گیا اور باقی ورثہ نے
 جائزہ نہ کیا ہو تو بیع باطل ہو جائے گی ، فتح ۔
 والله تعالى اعلم (ت)

۳۲۰/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الوصایا	۱ درمختار
۵۲۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق باب طلاق المریض	۲ درمختار
۴۲۳/۵	" "	کتاب الوصایا	۳ درمختار
۳۳/۲	مطبع مجتہبی دہلی	فصل فی الفضولی	۴ درمختار
۱۳۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "	۵ درمختار

مسئلہ ۲۲۳ مستفسر مولوی عبداللہ صاحب طالب علم بہاری بروز چار شنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۳ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اور زید کے لڑکے
 دونوں نے مل کر ایک بقال سے اپنے مکان ذاتی پر روپیہ قرض لیا، بعد چند عرصہ کے اس بقال نے کہ جس کا
 قرض ہے ناش عدالت میں دائر کر دی، اب وہ نیلام ہونے لگا، اور اس بقال کی ڈگری ہوگئی، تو
 زید کے پوتے حقیقی نے کہ جو زید اور زید کے لڑکے سے ہمیشہ علیحدہ رہتا تھا، اپنی بذات خاص سے وہ
 روپیہ قرضہ ادا کر دیا، اور نیلام اپنے نام سے چھڑا لیا، اُس وقت میں جب یہ قرض ادا کیا گیا تھا اور نیلام
 چھڑایا گیا زید زندہ تھا اور زید کا لڑکا بھی زندہ تھا، اب زید فوت ہو گیا اور زید کا لڑکا حیات ہے، مگر
 مثل پیشتر کے اب بھی اپنے باپ سے علیحدہ ہے، اب اس وقت میں زید کا لڑکا یعنی اس نیلام چھڑانے
 والے کا باپ اپنے اُس لڑکے کو اس مکان سے نکالتا ہے کہ جس نے قرض ادا کیا تھا اور نیلام چھڑایا تھا
 اور بوجہ نیلام چھڑانے کے وہ مکان زید کا زید کے پوتے کے نام ہے، زید کے پوتے کی والدہ کا انتقال
 ہو گیا اور زید کے لڑکے نے اپنی دوسری شادی کر لی، زید کے پوتے کو اس والدہ دوسری سے کچھ تعلق
 نہیں ہے، لہذا زید کا پوتا اپنا روپیہ جو نیلام میں دیا ہے پاسکتا ہے یا اُس مکان کو پاسکتا ہے؟ مطابق
 شرع شریف کے جواب تحریر فرمایا جائے۔ بیٹو! توجروا۔

الجواب

اگر زر ڈگری کم تھا اور نیلام زیادہ کو ہوا، اور قرض دے کر باقی روپیہ مالکان مکان کو دیا گیا،
 اگرچہ ایک ہی روپیہ یا اس سے بھی کم ہو، اور مالکان نے وہ بقیہ لے لیا، تو زید کا پوتا اس مکان کا مالک
 ہو گیا، زید کا بیٹا اسے نہیں نکال سکتا، اور اگر مالکان مکان نے زر نیلام کچھ نہ پایا تو شریعت میں زید کا
 پوتا اس مکان کا مالک نہ ہوا، نہ وہ شرعاً مکان کا مستحق ہے، نہ پسر زید سے زر نیلام کا دعویٰ کر سکتا
 ہے، مکان پسر زید و وارثان زید کا ہے، زید کا پوتا اپنے روپے کا مطالبہ عند الشرع اُس بیٹے سے
 کر سکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ دنیا میں اس سے نہیں لے سکتا، لہذا صبر کرے کہ اس نے خود اپنا
 مال ضائع کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۴ مسئلہ عبدالوہید محلہ سسرار باغ الہ آباد بروز شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

- (۱) شریعت میں مجنون کی کیا تعریف ہے؟
- (۲) مجنون کی ولایت کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے؟
- (۳) مجنون کا حق شرعی جو اُس کے مورث کے مال سے اس کو پہنچا ہو مجنون کی حالت جنون میں اس کے

حصہ کی ولایت کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے؟

(۴) شرعاً مجنون و صبی ایک حکم میں ہیں یا علیحدہ علیحدہ؟

(۵) مجنون کی حالت جنون میں اپنی زوجہ کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۶) ہندہ کے درنازید سے ایسی حالت میں کہ زید مجنون ہے ڈر کر لفظ طلاق کہلاوئیں تو طلاق واقع ہو جائیگی یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں اس کا کوئی ولی اس موقع پر موجود نہ ہو۔

(۷) مسلوب العقل ہونے کی حیثیت سے صبی اور مجنون کا ایک حکم ہے یا علیحدہ؟

(۸) صبی کی طلاق حالت صبا میں واقع ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب المملفوظ

(۱) جس کی عقل زائل ہوگئی ہو بلاوجہ لوگوں کو مارے، گالیاں دے، شریعت نے اس میں کوئی اپنی اصطلاح جدید مقرر نہیں فرمائی، وہی ہے جسے فارسی میں دیوانہ، اردو میں پاگل کہتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مجنون کی ولایت عصبہ کو ہے، سب میں مقدم اس کا بیٹا عاقل بالغ، وہ نہ ہو تو باپ، پھر دادا، پھر بھائی، پھر بھتیجا، پھر چچا، پھر چچا کا بیٹا الی آخر العصبات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ولایت مال صرف سات کو ہے، بیٹا، پھر اس کا وصی، پھر باپ، پھر اس کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، یا ان وصیوں کا وصی علی الترتیب، اور ان میں کوئی نہ ہو تو حاکم اسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) شرعاً مجنون و صبی غیر عاقل ایک حکم میں ہیں، اور صبی عاقل کا حکم اس سے جدا ہے، وہ خرید و فروخت باجارت ولی کر سکتا ہے اور مجنون نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) مجنون کی طلاق نہیں واقع ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) ڈرائیں یا نہیں ولی موجود ہو یا نہیں، مجنون کے دئے طلاق نہیں ہو سکتی جبکہ اس کا جنون ثابت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) اس کا جواب گزرا کہ صبی لا عقل اور مجنون کا ایک حکم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) نہیں واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۲
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیعنامہ بنام بکر

تصدیق کرادیا، نقل شامل سوال ہے، مگر زمرن کالین دین نہیں ہوا صرف اقرار ہوا ہے، مگر اس کے بعد ایک دعویٰ شیخ دستاویز مذکور کا زید نے کچھری میں کیا، دعویٰ اور جواب دعویٰ بھی شامل سوال ہے، تو دریافت طلب یہ ہے کہ کیا جبکہ اس صحیح نہ ہوں اس کی بیع مذکور لغبن فاحش ہے، اور اس کو ایسی بیع کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اگر کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

جو شخص کم سمجھ ہو تبیر ٹھیک نہ ہو، کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی مدہوشوں کی سی، اگر جنون کی حد تک نہ پہنچا ہو، لوگوں کو بے سبب مارتا گالیاں دیتا نہ ہو، وہ معتوہ کہلاتا ہے، شرعاً اس کا حکم سمجھ والے کی مثل ہے، اگر برابر بلکہ دونی قیمت کو بیچے وہ بھی بے اجازت ولی مال نافذ نہیں، اگر یہ ولی رد کر دے گا باطل ہو جائے گی، اور غبن فاحش کے ساتھ جس طرح حسب بیان سائل صورت سوال میں ہے کہ پچاس ہزار کی جائداد بیس ہزار کو بیع کی۔ ایسی بیع تو باطل محض ہے، کہ ولی کی اجازت سے بھی نافذ نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ اگر خود معتوہ بعد صحت اسے جائز کرے جائز نہ ہوگی،

فان الاجازة انما تلحق الموقوف وهذا باطل
لصدوره ولا مجیز۔

کیونکہ اجازت تو موقوف کو ملتی ہے جبکہ یہ باطل ہے
کیونکہ جب اس کا صدور ہوا تو کوئی اجازت دینے

والا نہ تھا۔ (ت)

در مختار میں ہے، المعتوہ حکمہ کمیذ (معتوہ کا حکم تمیز رکھنے والے کی طرح ہے۔ ت)،
ردالمختار میں ہے:

احسن ما قيل فيه من كان قليل الفهم مختلط
الكلام فاسد التدبير الا انه لا يضرب
ولا يشتم كما يفعل المجنون، درر۔

معتوہ کی تعریف بہتر قول یہ ہے کہ وہ قلیل الفہم،
خلط ملط کلام اور فاسد تدبیر والا ہے صرف یہ
کہ وہ ضرب و شتم نہیں کرتا جیسے مجنون کرتا ہے،
درر۔ (ت)

در مختار میں ہے:

تصرف الصبي والمعتوہ الذی یعقل البیع

بچے اور معتوہ جو بیع شرار کی سمجھ رکھتا ہے ان کا

۱۹۸/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب الحجر

۱۰ در مختار

۹۰/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

"

۱۰ ردالمختار

وہ تصف جو محض نافع ہو تو ولی کی اجازت کے بغیر صحیح ہے مثلاً اسلام قبول کرنا اور ہبہ قبول کرنا، اور وہ تصرف جو نفع و ضرر دونوں پہلو رکھتا ہو تو ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا جیسے بیع و شراہ، (باختصار)۔ (ت)

والشراء ان كان نافعاً محضاً كالاسلام و الاتهاب صح بلا اذن، وان ضاراً كالطلاق والقرض لا، وان اذن به وليها، وما تردد من العقود بين نفع و ضرر كالبيع والشراء توقف على الاذن (باختصار)۔

ردالمحتار میں ہے :

قوله كالبيع ای لو بضعف القيمة ۱۰

اس کا قول "بیع" یعنی اگر وہ دگنی قیمت پر بھی ہو۔ (ت)

جامع الصغار میں ہے :

وان الصبی طلق او وهب او تصدق او باع بحاباة فاحشة او اشتری باكثر من قيمته قدر ما لا يتغابن الناس فی مثله او غیر ذلك من العقود فما لو فعله ولیه فی صغرة لا يجوز علیه، فهذه العقود كلها باطله لا تتوقف، وان اجازها الصبی بعد البلوغ لا تجوز ۱۱

اگر بچے نے طلاق دی یا ہبہ کیا یا صدقہ کیا یا سنا فروخت کیا یا زیادہ قیمت پر خریدا جو بازار کی کمی بیشی سے زائد ہو وغیرہ، تو یہ امور بچے کے لئے ولی اس کی نابالغی میں کرے تو جائز نہ ہوں گے، لہذا خود بچے نے کئے تو باطل ہوں گے اور ولی کی اجازت پر موقوف نہ رہیں گے، اور اگر خود بھی بالغ ہونے کے بعد جائز کرنا چاہے تو جائز نہ ہوں گے۔ (ت)

ہاں اگر معتوہ یا نابالغ کو اس کے ولی مال یعنی باپ نے، اور وہ نہ ہو تو باپ کے وصی اور وہ نہ ہو تو دادا، اور وہ نہ ہو تو اس کے وصی، اور وہ نہ ہو تو حاکم و قاضی نے تجارت کا اذن دے دیا ہے، تو اس کی بیع جائز ہے اگرچہ غبن فاحش سے ہو۔ درمختار میں ہے :

فان اذن لهما الولی فهما فی شراء و بیع كعبد ما دون فی كل

اور بچہ اور معتوہ کو بیع و شراہ میں ولی کی اجازت ہو تو ما دون غلام کی طرح اس کے تمام احکام

۲۰۳/۲	مطبع مجتباتی دہلی	کتاب الماذون	۱۰ درمختار
۱۱۰/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۱	۱۱ ردالمحتار
۱۸۵/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	فی مسائل البیوع	۱۲ جامع احکام الصغار علی ہاشم جامع الفصولین

احکامہ۔

ہوں گے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

فیجوز بیعہ بالغبن الفاحش عندہ خلافا
لہما۔تو غبن فاحش کے ساتھ اس کی بیع امام صاحب
کے نزدیک جائز ہوگی، صاحبین اس کے
خلاف ہیں۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے :

المعتوہ الذی یعقل البیع والشراء بمنزلة
الصبی یصیر ماذونا باذن الاب والوصی
والجد دون غیرہم، خزائنہ المقتین، ولو
اذن للمعتوہ ابنہ کان باطلا، وعلى هذا
لو اذن له اخوة او عمه او واحد من اقربائه
سوی الاب والجد فاذنه باطل، مبسوط (باختصار)
واللہ تعالیٰ اعلم۔معتوہ جو بیع و شراہ کی سمجھ رکھتا ہے وہ بچے کی طرح
ہے باپ دادا اور ان کی اجازت سے ماذون
ہو سکے گا غیر کی اجازت نہیں، خزائنہ المقتین۔
اور اگر معتوہ کو بیٹا اجازت دے تو باطل ہوگا،
اس بنا پر اگر بھائی یا چچا یا کوئی اور قریبی اجازت
دے جو باپ دادا کا غیر ہو تو یہ اجازت باطل
ہوگی، مبسوط (باختصار) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳ از پروچران، موضع کولہ دھو، ڈاکخانہ غوث پور، ریاست بہاولپور، تحصیل خان پور

مسئلہ ابو المنصور محمد غوث بخش صاحب ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق صبی کے متعلق جو اصول فقہ میں لکھتے ہیں کہ
عند الحاجة واقع ہو جاتی ہے، حاجت کی کون کون صورتیں ہیں، آیا یہ صورت ذیل عند الحاجة میں داخل
ہو سکتی ہے کہ ایک ناکح بچہ ۱۲ سال ہے اور منکوحہ اس کی بچہ ۲۸ سال، مگر اعمال اس عورت کے
فاحشہ ہیں، حاملہ من الزنا ہو جاتی ہے اور اسقاط کرا دیتی ہے، اور ایسا معاملہ اس سے بار بار ہوا ہے
اور بوجہ غیر بلوغ ناکح و عدم بیہوشی کے نان نفقہ سے از حد تنگ ہے، تو ایک گونہ فعل حرام مذکور اس کا
باخذ اجرت حرام اضطراری تصور ہوتا ہے، برآں التماس ہے کہ بندہ گرد اور قاضی علاقہ کا ہے،

۲۰۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الماذون	۱۰ در مختار
۱۱۰/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	۲ ردالمحتار
۱۱۲/۵	نورانی مکتب خانہ کراچی	کتاب الماذون الباب الثانی عشر	۳ فتاویٰ ہندیہ

ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں بڑی تفصیل و کافی جواب سے ممتاز فرمائیں۔

الجواب

صبی ہرگز اہل طلاق نہیں، نہ اس کے دئے طلاق واقع ہو، نہ اس کی طرف سے اس کا ولی خواہ کوئی طلاق دے سکے، اگر دے ہرگز واقع نہ ہوگی، اصول میں کہ ذکر حاجت ہے صرف دو صورتوں میں منحصر ہے:

اول یہ کہ صبی عاقل کافر کی زوجہ اسلام لائی، حاکم شرع نے صبی پر اسلام پیش کیا، اس نے انکار کر دیا، تفریق ہوگی، اور یہ مذہب صحیح میں طلاق قرار پائے گی۔
دوم یہ کہ صبی آلت بریدہ تھا، عورت نے دعویٰ کیا، قاضی نے تفریق کر دی، یہ بھی علی الصبح طلاق ہے و بس۔

تیسری صورت ایک قول ضعیف پر ہے کہ صبی عاقل معاذ اللہ مرتد ہو گیا، جو اسے طلاق جانتے ہیں طلاق کہیں گے، اور صحیح یہ کہ ردت سے نکاح فسخ ہوتا ہے اگرچہ شوہر ارتداد کرے، تو یہ طلاق نہیں۔ اس مسئلہ کی اعلیٰ تحقیق مع ازالہ جملہ اوہام فتاویٰ فقیر کتاب الطلاق میں ہے۔ اشباہ احکام الصبیان میں ہے:

اس کی طلاق و عتاق واقع نہ ہونگی، مگر چہند وہ مسائل جن کو ہم نے فوائد نوع ثانی میں بیان کیا ہے میں حکماً صحت ہوگی۔ (ت)

لا یقع طلاقہ ولا عتقہ الاحکام فی مسائل
ذکرناھا فی النوع الثانی من الفوائد

قواعد میں فرمایا:

بچے کی طلاق واقع نہ ہوگی مگر جب بیوی مسلمان ہو جائے اور قابل تمیز بچہ ہو تو قاضی اس پر اسلام پیش کرے اور وہ انکار کرے تو صحیح قول کے مطابق اس کی طلاق صحیح ہو جائیگی اور ذکر کٹا ہو اور قاضی تفریق کر دے تو صحیح قول کے مطابق وہ طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

الصبی لا یقع طلاقہ الا اذا اسلمت فعرض
علیہ میزافانی وقع الطلاق علی الصحیح
وفما اذا مجبوا و فرق بینہما فهو طلاق
علی الصحیح

اور ذکر کٹا ہو اور قاضی تفریق کر دے تو صحیح قول کے مطابق وہ طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ صورتِ سوال ان صورتوں میں نہیں، تو اس میں وہی حکم ہے کہ لا یصح طلاقہ
(اس کی طلاق صحیح نہ ہوگی۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، وصل علی سیدنا
ونبنا و آلہ وصحبہ وسلم، الی جناب
الفاضل العالم مفتی بلد بانس بریلوی
السید احمد رضا القادری سلمہ امین،
سیدنا، ما قولکم دام فضلكم فی رجل
کان مرتب سبیل لہ بمکة علی یدنا
فی کل عام ثلاثین روبیة، واعطانا
فی حیاته مدة اعوام، ثم توفی الی
رحمة اللہ، ولنا فی ذمته باقی کم سنة
حق السبیل، ثم اتینا الی وارثه
واطلعناه علی ما یدنا فاجاب
المذکور بان سألنا عن المیت
ما هو محرر بموجب الدفتر و ما
رضی بربیة عشرة، و حور فیہ سندا
بارسال المبلغ فی وقت معلوم، ثم
لم یرسل فایتنا الیہ ثانیاً و طلبنا منه
فاجاب، انک انت شرعاً یجب
علینا فانا اعطی افتونا هل یجب
علیہ اداء المبلغ الذی علی المیت بموجب
اقرارنامه سندہ امر لا و لکم
الاجر والثواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و
نبینا و آلہ وصحبہ وسلم، بریلی کے فاضل عالم
مفتی الشاہ احمد رضا قادری سلمہ امین کے نام
استفسار، ہمارے آقا آپ کی فضیلت دائم ہو
آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے متعلق کہ وہ
ہماری جگہ میں سالانہ تیس روپے کر ایئر سبیل لگانا رہا وہ
اپنی زندگی میں کچھ سال ہمیں تیس روپے دیتا رہا،
پھر فوت ہو گیا، رحمۃ اللہ علیہ، جبکہ کئی سال کی
رقم ہمارا حق اس کے ذمہ باقی ہے، پھر ہم
اس کے ورثاء کے پاس آئے اور ان کو اطلاع
دی کہ ہمارا حق مرحوم کے ذمہ ہے، تو اس کے
وارث نے جواب دیا کہ مرحوم کے نام رجسٹر میں
تخریر شدہ جو رقم ہوگی میں ادا کر دوں گا، اور وہ
صرف دس روپے دینے پر راضی ہوا اور ادائیگی
کے لئے یادداشت لکھ دی کہ فلاں وقت یہ مبلغ
تمہیں ارسال کر دوں گا، مگر اس نے ارسال نہ کئے،
تو ہم دوبارہ اس کے پاس آئے اور مطالبہ کیا
تو اس نے جواب دیا کہ اگر شرعاً یہ ادائیگی ہمارے
ذمہ ہو تو ادا کر دوں گا، لہذا آپ فتویٰ جاری فرمائیے
کہ کیا میت کے ذمہ اس کے اقرار نامہ کے
مطابق جو رقم ہے وہ اس کے وارث پر ادا کرنا
واجب ہے یا نہیں، آپ کو اجر و ثواب ہوگا۔

الجواب

نعم يجب على وارثه القابض
 بعدة على امواله ان يودي ما عليه
 قال تعالى "من بعد وصية يوصى بها
 او دين" وان كان قد ابقاه هذا جاريا
 فيجب عليه ايضا اداء ما على نفسه
 الى الان قال تعالى "يا ايها الذين آمنوا
 اوفوا بالعقود" وهذا اوقع العقد
 بحسب الشرع ودفى به صاحبه
 كما هو المرجوء - والله تعالى
 اعلم

ہاں میت کا وارث جس نے میت کے مال کو قبضہ
 میں لیا ہے اس پر میت کے ذمہ فرض کو
 ادا کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وصیت شدہ
 یا قرضہ کو ادا کرنے کے بعد، اور اگر وہ معاہدہ پر تھا حال
 عمل پیرا ہو اور وارث نے اسے باقی رکھا ہے تو
 وارث پر اپنی طرف سے بھی اس مدت کی یہ ادائیگی
 واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لے ایمان والوا
 عقود کو پورا کرو" تو اس نے شریعت کی رو سے
 یہ عقد واقع کیا ہے اور دوسرے فریق کیلئے اپنے
 ذمہ کو پورا کر دے جیسا کہ امید ہے - واللہ
 تعالیٰ اعلم (ت)

لہ القرآن الحکیم ۴/۱۱
 لہ " ۵/۱

کتاب الغصب

(غصب کا بیان)

مسئلہ ۲۵۵ حکیم ذیقعد، ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید غنی نے اپنے جوان پسر کی آمدنی یہ کہہ کر یعنی شروع کی کہ ہم جمع رکھیں گے تاکہ تمہاری شادی میں خرچ کریں، اور واقع میں اس کے خلاف کیا، بلکہ وہ مال اپنے مصارف میں اٹھالیا، تو اس صورت میں زید پر اس کا تاوان آئے گا، یا مال پسر کا مالک سمجھا جائے گا،
بیٹو اتوجروا۔

الجواب

بیشک تاوان دے گا، اور ہرگز رضائے پسر نہ تھی تو گناہ علاوہ۔
قال تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم
بالباطل
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ (ت)

باپ بیٹے کے مال کا اس کی زندگی میں ہرگز مالک نہیں،
وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انت و
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تو اور

الترمذی قلت وصححه ابو حاتم قال
 قدس سرہ فان قيل هذا يقتضي ان له
 ملكا ناجزا في ماله ، قلنا نعم لو لم يقيدہ
 حدیث رواہ الحاكم وصححه البيهقي
 عنها مرفوعا ان اولادكم هبة لكم يهب
 لمن يشاء انا و يهب لمن يشاء الذكور
 و اموالهم لكم اذا احتجتم اليها ، و مما
 يقطع بانه مؤول ، انه تعالى وراث الاب
 من ابنه السدس مع ولد و لدة ، فلو كان
 الكل ملكه لم يكن لغيره شئ مع وجوده اهـ

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی اور ترمذی نے
 اس کو حسن کہا ہے۔ میں کہتا ہوں اور اس کو
 ابو حاتم نے صحیح قرار دیا ہے ، اور ابن ہمام قدس سرہ
 نے بیان کیا کہ اگر اعتراض کیا جائے کہ اس
 حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ بیٹے کا مال باپ کی قطعی
 ملکیت بن جائے ، ہم جواب میں کہتے ہیں ہاں
 اگر حاکم کی روایت کردہ اور بیہقی کی صحیح کردہ
 حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع
 حدیث کہ تمہاری اولاد تمہارے لئے ہبہ ہے
 اللہ تعالیٰ جس کو چاہے لڑکے ہبہ کرتا ہے اور جس کو
 چاہے لڑکیاں ہبہ کرتا ہے ، اور ان کا مال تمہارا ہے جب تمہیں اس کی احتیاج ہو۔ پہلی حدیث کو
 مقید نہ کیا ہو (حالانکہ وہ اس سے مقید ہے) اور اس کے مؤول ہونے کی قطعی دلیل یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے باپ کو بیٹے کے مال میں اس کی اولاد کی موجودگی میں چھٹے حصے کا وارث بنایا ہے اگر بیٹے کے
 کل مال کا مالک باپ ہو تو پھر باپ کی موجودگی کے باوجود غیر کو کچھ نہ ملے ، اھ (ت)

در مختار میں ہے :

في البتغي للفقير ان يسرق من ابنه الموسر
 ما يكفيه ان ابى ولا قاضى شبه والا اثم
 اه ، والله تعالى اعلم .

بتغی میں ہے ، فقیر باپ کو اپنے امیر بیٹے کے
 مال سے کفایت کے مطابق چُرا لینے کا حق ہے
 جب بیٹا دینے سے انکار کر دے اور وہاں
 قاضی نہ ہو ورنہ باپ گنہگار ہوگا! واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

مسئلہ ۲۵۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول ہے کہ سود کا روپیہ اور چوری کا روپیہ
 اور جوئے کا روپیہ اور غصب کا روپیہ اور جو تجارت سودی روپیہ سے ہو اور وکالت یا مختار کاری کا پیسہ

۲۲۳/۴

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۷/۱

مطبع مجتبائی دہلی

کتاب الطلاق باب النفقة

۱۷ در مختار

اور منصفی اور صدر صدوری اور فوج کی تنخواہ کا روپیہ، یہ سب حرام ہیں، اگر اس روپیہ سے کھانا تیار کیا جائے یا کپڑا بنایا جائے تو حرام ہے کھانا، ایسا کھانا حرام ہے، اور اس کھانا پر تسمیہ کرنا کفر ہے، اور عمرو کا یہ قول ہے کہ یہ پسیہ حرام نہیں ہے بلکہ مالک مال چور کو بعد چرالے جانے مال کے بخش دے اگرچہ چور کو اس کے بخشنے کی خبر ہی نہ ہو، یعنی مالک مال یہ کہہ دے کہ جو میرا مال چور لے گیا ہے میں نے بخشا اور معاف کیا تو وہ مال چور کی ملک ہو گیا، وہ حرام نہیں ہے، اسی طرح جوئے وغیرہ اور وکالت اور سود کا بھی یہ حکم ہے، اب زید کو جستجو اس مال کی ہے جو از روئے شرع حرام ہے کہ اس سے بچنا اور احتراز کرنا بہتر ہے مسلمانوں کو، امید ہے کہ جو پسیہ حرام ہے اس سے آگاہی فرمائی جائے تاکہ اس پسیہ سے بچنا موجب خیرات و برکات کا ہو، اور حرام کے مال سے صدقہ اور خیرات کر کے امید ثواب کی رکھنا یہ درست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا من اللہ تعالیٰ۔

الجواب

سود اور چوری اور غصب اور جوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے، اور اسی طرح وکالت و مختار کاری جس طرح اس زمانہ میں رائج قطعاً حرام ہے اور اس کی اجرت بھی قطعاً حرام، اور ہر وہ نوکری جس میں خلاف حکم خدا و رسول فیصلہ یا حکم کرنا پڑے خواہ ریاست اسلامی کی ہو یا غیر کی قطعاً حرام، اور اس کی اجرت بھی قطعاً حرام، یونہی ہر معصیت کی اجرت حرام ہے،

کل ذلك ثابت بالقرآن العظيم والحديث والفقہ، و معروف معلوم عند اهل العلم وکل من رزق صحبتهم۔

یہ سب قرآن، حدیث اور فقہ سے ثابت ہے اور اہل علم اور ان کی مجلس میں رہنے والے حضرات کے ہاں معروف ہے (ت)

اور بے ضرورت سود دینا بھی اگرچہ حرام ہے کما فضلناہ فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ت) مگر وہ روپیہ کہ اس نے قرض لیا، اس سے تجارت میں جو کچھ حاصل ہو حلال ہے،

فان الخبث فيما اعطى لا فيما اخذ و هذا ظاہر جدا۔

کیونکہ خبث دئے ہوئے مال میں ہے جو نفع میں لیا اس میں نہیں ہے اور نہایت ظاہر ہے (ت)

اور حرام مال مثل زر غصب و رشوت و سرقت و اجرت معاصی وغیرہ سے جو چیز خریدی جائے اس کی

چند صورتیں ہیں :

ایک مثلاً غلہ فروش کے سامنے روپیہ ڈال دیا کہ اس کے گھوں دے دے، اس نے دے دئے یا بزاز کو روپیہ پہلے دے دیا کہ اس کا کپڑا دے دے، یہ گھوں اور کپڑا حرام ہے۔
دوسرے یہ کہ روپیہ پہلے تو نہ دیا مگر عقد و نقد دونوں اس روپیہ پر جمع کئے، یعنی خاص اس حرام روپیہ کی تعیین سے اُس کے عوض خریدا، اور یہی روپیہ قیمت میں ادا کیا، مثلاً غلہ فروش کو یہ حرام روپیہ دکھا کر کہا اس روپیہ کے گھوں دے دے، اُس نے دے دئے، اس نے یہی روپیہ اسے دے دیا۔ اس صورت میں یہ گھوں حرام ہیں۔

تیسرے یہ کہ نہ روپیہ پہلے سے دیا، نہ اس پر عقد و نقد جمع کئے۔ اس کی پھر تین شکلیں ہیں :
اول یہ کہ اس سے کہا ایک روپیہ کے گھوں دے دے، کچھ اس روپیہ کی تخصیص نہ کی کہ اس کے بدلے دے، جب اس نے تول دئے اس نے زر ثمن میں جو بعوض گندم اس کے ذمہ واجب ہوا تھا، یہ حرام روپیہ دے دیا، اس صورت میں نقد تو زہر حرام کا ہوا، مگر عقد کسی خاص روپیہ پر نہ ہوا۔
دوم یہ کہ پہلے اُسے حلال روپیہ دکھا کر اس کے بدلے گھوں لئے، جب اُس نے دے دئے اس نے وہ حلال روپیہ اٹھالیا اور قیمت میں زہر حرام دے دیا، اس صورت میں عقد زہر حلال پر ہوا، اور نقد حرام کا۔

سوم یہ کہ اُس کا عکس یعنی پہلے اسے حرام روپیہ دکھا کر کہا، اس کے گھوں دے، پھر دیتے وقت حلال روپیہ دیا، اس صورت میں عقد زہر حرام پر ہوا اور نقد حلال کا۔
بہر حال تینوں صورتوں میں عقد و نقد دونوں زہر حرام پر جمع نہ ہوئے نہ پہلے سے زہر حرام دے کر چیز خریدی کہ حقیقتہً یہ بھی اجتماع عقد و نقد کی صورت تھی، ان تینوں صورتوں میں بھی بڑا قوی مذہب ہمارے ائمہ کا یہ ہے کہ وہ گھوں حرام ہوں گے، مگر زمانہ کا حال دیکھو کہ ائمہ متاخرین نے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اختیار کیا کہ ان شکلوں میں وہ چیز حرام نہ ہوگی اور اس کا کھانا کھلانا، پہننا پہنانا، تصرف میں لانا جائز ہوگا۔ اس آسان فتوے کی بنا پر ان حرام روپیہ والوں کے یہاں کا کھانا یا پان وغیرہ کھانا پینا مسلمانوں کو روا ہے کہ وہ حرام سے ان لوگوں کو بعینہ یہ کھانا نہیں آتا، بلکہ روپیہ آتا ہے یہ اُس کے عوض اشیاء خرید کر کھانا تیار کراتے ہیں اور خریداری میں عام طریقہ شائع کے طور پر عقد و نقد کا اجتماع نہیں ہوتا، بلکہ غالب بیع و شراہ صورت ثالثہ کی شکل اول پر واقع ہوتی ہیں کھالا بخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)، ردالمحتار میں ہے :

فی التارخانیة رجل اکتسب مالا من حرام ، ثم اشترى ، فهذا على خمسة اوجه اما ان دفع تلك الدراهم الى البائع اولاً ثم اشترى منه بها ، او اشترى قبل الدفع بها ودفعها ، او اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها ، او اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم ، او اشترى بدراهم اخر ودفع تلك الدراهم ، قال ابو نصر يطيب له ولا يجب عليه ان يتصدق الا في الوجه الاول ، واليه ذهب الفقيه ابواللیث لكن هذا خلاف ظاهر الرواية فانه نص في الجامع الصغير ، اذا غصب الفاعل ما اشترى بها جارية ، وباعها بالفين تصدق بالربح ، وقال الكرخي في الوجه الاول والثاني لا يطيب ، وفي الثلاث الاخيرة يطيب ، وقال ابوبکر لا يطيب في الكل ، لکن الفتوى الاثر على قول الكرخي دفعا للخرج عن الناس اه ، وفي الولوالجية وقال بعضهم لا يطيب في الوجوه كلها وهو المختار ، ولكن الفتوى اليوم على قول الكرخي دفعا للخرج لكثر الحرام اه ، و على هذا مشي المصنف في كتاب الغصب

تاتارخانیہ میں ہے کہ کسی نے حرام مال حاصل کیا اور پھر اس کو خریداری میں صرف کیا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں ، پہلی یہ کہ یہ حرام دراهم بائع کو دے کر پھر اس کے عوض خریدا ۔ دوم یہ کہ دینے سے قبل خریدا اور عوض میں دے دیا ۔ سوم یہ کہ دینے سے قبل خریدا اور عوض اور مال دیا ۔ چہارم یہ کہ مطلق خریداری کی ادائیگی میں یہ مال دیا ۔ پنجم یہ کہ دوسرے دراهم سے خریدا اور ادائیگی میں یہ دراهم دے ۔ ابونصر نے فرمایا پہلی صورت کے بغیر باقی تمام صورتوں میں خریدا ہوا مال طیب ہے اور صدقہ کرنا بھی واجب نہیں ، اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے ، لیکن یہ ظاہر روایت کے خلاف ہے کیونکہ جامع الصغير میں نص ہے کہ اگر کسی نے ہزار غصب کیا ہو اور اس کے عوض لونڈی خریدی اور دو ہزار میں فروخت کی تو نفع کو صدقہ کرے ۔ اور امام کرخی نے فرمایا کہ اول اور ثانی صورت میں طیب نہ ہوگا اور آخری تین صورتوں میں طیب ہے ۔ اور ابوبکر نے فرمایا تمام صورتوں میں طیب نہیں ہے لیکن آج کل فتویٰ امام کرخی کے قول پر ہے تاکہ لوگوں سے حرج کا ازالہ ہو سکے ، اور ولوالجیہ میں ہے کہ بعض نے فرمایا سب صورتوں میں طیب نہیں وہ مختار ہے لیکن فتویٰ آج کل امام کرخی کے قول پر ہے حرام کی کثرت کی وجہ سے حرج کو ختم کیا جاسکے اور مصنف نے درمختار وغیرہ کی اتباع

تبع اللدر وغیره۔

کرتے ہوئے اسی کو اپنایا ہے۔ (ت)

پھر جن صورتوں میں وہ کھانا ان دونوں مذہب پر حرام ہے یعنی دو صورت پیشیں، اُن میں اگر بسم اللہ کہہ کر کھایا بُرا کیا، مگر کافر ہرگز نہ کہا جائے گا، اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہونا درکنار اجتماعی بھی نہیں،

فان من العلماء من قال يحل ابدال ماليتين مطلقا، لعدم تعلق العقد بعينه بل بالذمة، فلا يسرى الخبث وهو القياس، وعليه يبتنى على ما في فتاوى العلامة الطوري عن المحيط، اشترى بالدراهم المغصوبة طعاما حل التناول۔

علماء کرام میں سے بعض نے فرمایا کہ غیر متعین طور پر بدلنا حلال ہے کیونکہ عقد حرام متعین پر نہ ہوا بلکہ عقد کا تعلق ذمہ داری سے ہے لہذا خبث دوسرے مال میں سرایت نہ کرے گا، یہی قیاس ہے اور اسی پر علامہ طوری کے فتویٰ کی بنا ہے۔ محیط سے منقول کہ غصب کردہ دراہم کے عوض طعام خریدنا تو کھانا حلال ہے (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے،

في التتمة من قال عند ابتداء شرب الخمر والزنا واكل الحرام بسم الله كفر وفيه، انه ينبغي ان يكون محمولا على الحرام المحض المتفق عليه وان يكون عالما بنسبة التحريم اليه، بان تكون حرمة ما علم من الدين بالضرورة كشراب الخمر.

تتمہ میں ہے کہ جس نے شراب پینے، زنا اور حرام کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھی تو اس میں اس نے کفر کیا تو اس قول کو خالص متفق علیہ حرام پر محمول کرنا چاہئے اور یہ جانتے ہوئے کہ بسم اللہ سے حرام کی ابتداء کر رہا ہے اور وہ حرمت بھی ایسی ہو جس کا علم ضروریاتِ دین میں سے ہو جیسے شراب پینے کی۔ (ت)

اور حرام مال کو صدقہ کر کے امیدِ ثواب رکھتی بھی مطلقاً کفر نہیں، اگر وہ چیز عین حرام نہ ہو بلکہ زر حرام کے معاوضہ میں خریدی، جب تو ظاہر کہ اس کی حرمت مجمع علیہ بھی ہیں۔ اور اگر عین حرام ہے اور اسے مالک تک نہیں پہنچا سکتا خواہ اس وجہ سے کہ اُسے مالک یا دہنہ رہا یا یہ سب سے مالک کو جانتا ہی نہیں،

رد المحتار کتاب البیوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۹/۴
منہج الروض الاذھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی القرارة والصلوة مصطفی البابی مصر ص ۱۶۹

مثلاً اس کے مورث نے مال غصب کیا تھا، یہ عین مغضوب کو جانتا ہے، اور مغضوب منہ سے محض ناواقف، یا یوں کہ مالک مر گیا اور کوئی وارث نہ رہا، تو ان سب صورتوں میں شرعاً مطلقاً سے تصدق کا حکم دیتی ہے، جب اس نے صدقہ کیا حکم بجالایا، اور فرمانبرداری پر اُمیدِ ثواب رکھنا محذور نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی المحيط من تصدق علی فقیر بشیء من الحرام یرجو الثواب کفر، و فیہ بحث لان من کانت عنده مال حرام فهو مأمور بالتصدق به علی الفقراء، فینبغی ان یکون ما جوراً بفعله حیث قام بطاعة الله و امره، فلعل المسئلة موضوعة فی مال حرام یعرف صاحبه، و یعدل عنه الی غیره فی عطائه لاجل سمعته و ریائه کما کثر هذا فی ظلمة الزمان و امرائه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محیط میں ہے جس نے حرام کا صدقہ کر کے ثواب کی امید کی وہ کافر ہوا، اور اس میں بحث یہ ہے کہ جس کے پاس حرام مال ہو اس کو صدقہ کرنے کا حکم ہے فقہاء کو صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے حکم اطاعت کرنے پر ثواب کی امید جائز ہے، ہو سکتا ہے یہ مسئلہ اس صورت میں ہو جس میں حرام مال کو جانتے ہوئے دوسرے کو محض ریاکاری اور شہرت کیلئے دے جیسا کہ آج کل جاہل بادشاہ اور امرار حضرات میں کثیر الوقوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۷ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی یا وہ شخص کہ جس کا مال حرام کا ہو مثل سود خوار وغیرہ کے، اگر وہ کوئی شے مثل لوٹا یا چٹائی یا درمی وغیرہ مسجد میں ڈال دے تاکہ نمازی اس سے وضو کریں یا اس پر نماز پڑھیں، جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے اس کے مال کی حرمت آتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی خرید بھی دست بدست اور تعین ثمن کے ساتھ نہیں بلکہ چپینہ کو خرید کر ثمن بعد کو ادا کرتے ہیں۔

الجواب

اگر رنڈی نے کچھ روپیہ کسی سے قرض لیا اور کسی وجہ سے کوئی حلال مال حاصل کیا اور ان چیزوں کی قیمت میں یہی حلال مال دیا، اور خریدتے وقت بھی مال حرام کی طرف اشارہ نہ کیا تھا، یعنی حرام روپیہ دکھا کر یہ نہ کہا تھا کہ اس کے عوض دے دے، جب تو یہ چیزیں بالاجماع اس رنڈی کی ملک طیب و

حلال ہیں جن میں کوئی شبہہ حرمت نہیں کہ اس صورت میں مال حرام کو ان اشیاء کی خریداری سے اصلاً تعلق نہ ہوا، اور اگر مال حرام دکھا کر خریدیں اور قیمت دیتے وقت مال حلال دیا، یا مال حلال دکھا کر خریدیں اور قیمت دیتے وقت مال حرام دیا، یا خریدتے وقت کوئی مال نہ دکھایا تھا صرف مطلقاً خریداری کر لی، مثلاً یوں کہا کہ ایک روپیہ کی یہ چیز دے دے، جب اُس نے دے دی تو اُس کی قیمت مال حرام سے ادا کر دی۔ ان تینوں صورتوں میں اگرچہ علماء کا اختلاف ہے، مگر فتویٰ امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر دیا گیا کہ ان صورتوں میں بھی وہ اشیاء اس رنڈی کے لئے حلال ہوں گی، ان وجوہ پر خرید کر مسجد میں لوٹے چٹائی وغیرہ رکھے گی تو ان لوٹوں سے وضو اور اُس چٹائی پر نماز کے جواز کا حکم دیں گے، اگرچہ رنڈی پر اُس کے حرام فعلوں کا وبال انگ، ان کے بدلے اجرت لینے کا عذاب جدا، اور اُس حرام مال کو خرچ میں لانے کا مواخذہ علاوہ، ہاں اگر عقد و نقد دونوں مال حرام میں جمع ہوں، یعنی حرام ہی روپیہ دکھا کر کہے کہ اس کے عوض دے دے، اور قیمت میں دے بھی وہی حرام روپیہ، تو اس قول مفتی بہ پر بھی وہ شے حرام و خبیث رہے گی، اور اس میں تصرف ناجائز ہوگا، مگر آج کل بیع و شرا میں غالباً یہ صورت واقع نہیں ہوتی۔
تنویر الابصار میں ہے،

تصدق اذا كان متعينا او شري بداراهم الوديعة
او الغصب و نقدھا و ان اشار اليھا و نقد
غيرھا و اطلق و نقدھا لا و به يفتي اهل التحيين
والله تعالى اعلم۔

جب خاص متعین حرام ہو، یا امانت کے مال سے
یا غصب کے مال سے کوئی چیز خریدی اور وہی نقد
دیا ہو تو صدقہ کرے، اور اگر سودے کے وقت
حرام دکھایا اور ادائیگی میں دوسرا دیا، یا مطبق

سودا کیا اور ادائیگی حرام سے کی تو صدقہ لازم نہ ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ ۲۵۸ از سہلی بھیت مرسلہ عبدالرحمن خاں صاحب مدرس تحصیل اسکول ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ
زید نے جوئے میں روپیہ کمایا، اور اسی روپیہ سے اُس نے اپنے گھر کا اثاثہ اور اسباب درست
کیا ہے، اب زید تائب ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا ذمہ بری کرے، اور جو مال حرام کا اس کے
پاس ہے اس کو جدا، تو کیا کرے؟ بیٹو! تو جبروا۔

الجواب

جس قدر مال جوئے میں کمایا محض حرام ہے،

فی الدرمن السحت ما یأخذ در مختار میں ہے، جوئے میں حاصل کیا ہو مال
مقامر (باختصار)۔ حرام ہے۔ (باختصار) (ت)

اور اس سے برائت کی یہی صورت ہے کہ جس جس سے جتنا جتنا مال جیتا ہے اُسے واپس دے،
یا جیسے بنے اُسے راضی کر کے معاف کرا لے، وہ نہ ہو تو اُس کے وارثوں کو واپس دے، یا ان میں جو عاقل
بالغ ہوں اُن کا حصہ اُن کی رضامندی سے معاف کرا لے، باقیوں کا حصہ ضرور انھیں دے کہ اُس کی معافی
ممکن نہیں، اور جن لوگوں کا پتہ کسی طرح نہ چلے نہ اُن کا، نہ اُن کے ورثہ کا، اُن سے جس قدر جیتا تھا اُن کی نیت
سے خیرات کر دے، اگرچہ اپنے محتاج بہن بھائیوں، بھتیجوں، بھانجیوں کو دے دے، اس کے بعد جو
بچ رہے گا وہ اس کے لئے حلال ہے۔ عالمگیری میں ہے:

کان الاخذ معصیة والسبیل فی المفاصل
سردھا، وذلك ههنا برد الماخوذ ان تمكن
من سدة، بان عرف صاحبه وبالتصدق
به ان لم يعرفه
لینا گناہ ہے اور گناہ کے ازالہ کی صورت اس کو
واپس کرنا ہے اور یہاں لئے ہوئے کو رد کرنا ہوگا
جب واپس کرنا ممکن ہو کہ اس کے مالک کو جانتا
ہو یا پھر معلوم نہ ہو تو صدقہ کرنا ہوگا۔ (ت)

ان علمت اصحابه او ورثتهم وجب سدة
عليهم، والاوجب التصدق به
اگر اس کے مالک یا مالک کے ورثہ کو جانتا ہے
تو واپس کرنا واجب ہے ورنہ صدقہ کرنا واجب
ہے۔ (ت)

غرض جہاں جہاں جس قدر زیاد ہو سکے کہ اتنا مال فلاں سے ہار جیت میں زیادہ پڑا تھا اتنا
تو انھیں یا اُن کے وارثوں کو دے، یہ نہ ہوں تو ان کی نیت سے تصدق کرے، اور زیادہ پڑنے
کے یہ معنی کہ مثلاً ایک شخص سے دس بار جو اکھیدا، کبھی یہ جیتا کبھی یہ، اُس کے جیتنے کی مقدار مثلاً سو
روپے کو پہنچی، اور یہ سب دفعہ کے ملا کر سو سو جیتا، تو سو سو برابر ہو گئے، پچیس اس کے دینے
رہے، اُتنے ہی اُسے واپس دے، وعلیٰ ہذا القیاس، اور جہاں یاد نہ آئے کہ کون کون لوگ تھے

۱۔ در مختار کتاب المحظور والاباحہ فصل فی البیع مطبع مجتہاتی دہلی ۲/۲۵۳
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۲۹
۳۔ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶

اور کتنا لیا، وہاں زیادہ سے زیادہ تخمینہ لگائے کہ اس تمام مدت میں کس قدر مال جوئے سے کمایا ہوگا،
اتنا مالوں کی نیت سے خیرات کرے، عاقبت یونہی پاک ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵۹

چہ فرمایند علمائے ومفتیانِ شرع متین در حق
کسیکے بھیلہ و مکرانہ دوست خود زر گرفت، و
گفت کہ اگر نہ وہی این مضرت بتورسانم، یا
برائے رنجانیدن خلق اللہ و اظهار غلبہ و صولت
خود با شخصے بزرگ و معزز دوستی کرد، تا کہ خلایق
ازیں کس بہ تعلق آن شخص بزرگ بہ ترسند۔
بیتوا تو جروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین
ایسے شخص کے متعلق جو حیلہ اور مکر کے ساتھ دوست
سے مال وصول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر نہ دے گا
تو تجھے فلاں پریشانی میں مبتلا کروں گا، یا وہ شخص
اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو تنگ کرتا ہے اپنا غلبہ اور
دبدبہ قائم کرنے کے لئے کسی معزز اور بڑے آدمی سے
دوستی بناتا ہے تاکہ اس کے تعلق سے لوگ اس
سے مرعوب رہیں۔ بیتوا تو جروا (ت)

الجواب

مکر و فریب اور ڈرا دھمکا کر کسی سے مال لینا قطعی
حرام ہے، پھر اگر طاقت کے ذریعہ لیتا ہے تو
یہ غصب ہے، اور اگر اپنے شر سے ڈرا کر لیتا ہے
تو رشوت ہوگی جبکہ دونوں طریقے حرام، جہنم اور
اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستوجب ہیں، والعیاذ
باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپس کا مال
باطل طریقہ سے نہ کھاؤ، الآیۃ، اور اللہ تعالیٰ کی
مخلوق کو تکلیف دینا، ڈرانا اور ان پر اپنا جبر
اور تکبر ظاہر کرنا قطعی محرمات میں سے ہے حدیث
شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا،
بدترین مرتبہ کا وہ آدمی ہے کہ لوگ اس کی زبان سے

بمکر و حیلہ و وعید و تہدید بنا حق زر از کسے
گرفتن حرام قطعی ست، باز اگر این بزور ستاند
غضب باشد، و اگر آن بترس مضرت خویش دید
رشوت بود ہر دو حرام و فی النار، و مستوجب
غضب جبار قہار سنت، والعیاذ باللہ تعالیٰ،
قال تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل
الآیۃ، و رنجانیدن و ترسانیدن خلق اللہ تجبر و
تکبر ہمہ محرمات قطعہ است، در حدیث ست
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرمایند شَرُّ النَّاسِ مَنْزِلَةُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ مَنْ يَخَافُ لِسَانَهُ

کما فی الخانیة والهندیة وغیرہما
وقد قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون
تجارة عن تراض منکم ، وقال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لا یحل لمسلم ان یأخذ عصا اخیہ
بغیر طیب نفس منه ، قال ذلک لشدة
ما حرم اللہ من مال المسلم علی
المسلم ، رواہ ابن جبان فی صحیحہ
عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ
عنه ، وفی الخانیة والهندیة والبزازیة،
واللفظ لہذہ ، اذا قال القصار ہذا
ثوبک وقال المالك لیس ہذا ثوبی
فاخذہ سب الثوب عوضا عن ثوبہ
لا یحل لبسہ ولا بیعہ ، فہذا نص
المسئلة اما ما ذکرنا عقیدہ من الاستثناء
بقولہم الا ان یقول سبہ اخذتہ عوضا
عنه ویقول القصار نعم^۳ اھ،
فاقول یجب حملہ علی ما اذا علم
اوساخ ان یكون الثوب للقصار ، و
قد ذکر فی الخانیة وخرافة المفتین
فروعاً ، فصلوا فیہا بین ما یكون
الثوب للقصار اولغیرہ ، اما اذا علم

میں تبدیل ہو جائیں، جیسا کہ خانہ اور ہندیہ وغیرہ
میں ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تجارت
صرف رضامندی سے ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو حلال نہیں
کہ دوسرے مسلمان کی چھڑی اس کی رضامندی کے
بغیر لے لے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد
کسی مسلم کا مال مسلمان پر شدید حرام ہونے کی وجہ سے
ہے۔ اس کو ابن جبان نے اپنی صحیح میں ابو حمید ساعدی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور خانہ،
ہندیہ اور بزازیہ میں بزازیہ کے الفاظ میں، جب
دھوبی نے کہا یہ تیرا کپڑا ہے اور مالک کہے یہ میرا
نہیں ہے پھر مالک اپنے کپڑے کے عوض اس
کپڑے کو لے تو اس کا استعمال اور فروخت کرنا اس کو
جائز نہ ہوگا اور یہ مسئلہ میں نص ہے، لیکن فقہار کرام
نے اس کے بعد یہ جو فرمایا کہ اگر مالک کپڑے لیتے
وقت دھوبی سے پوچھے کہ یہ کپڑا میرے کپڑے کے
عوض میں ہے اور وہ جواب میں ہاں کہے تو جائز
ہوگا اھ، تو میں کہتا ہوں، یہ ان کی بات اس
صورت پر محمول ہے جب مالک کو یقین ہو یا دھوبی
یقین دلائے کہ دھوبی کا کپڑا ہے۔ خانہ اور خزائنہ
المفتین میں مذکور تفصیل ہے تو انھوں نے دھوبی
اور غیر کے کپڑے میں فرق کیا ہے لیکن معلوم ہو کہ یہ

۱
لہ القرآن الکریم ۲۹/۳

۳ مراد النمان الی زوائد ابن جبان حدیث ۱۱۶۶ کتاب البیوع المطبوعہ السلفیۃ مدینۃ المنورۃ ص ۲۸۳
۴ فتاویٰ بزازیہ علی ہاشم الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الاحارث الفصل الحادی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۲۹/۵

ان الثوب لغيره فكيف يحل لك لبسه و
تملكه ب معاوضة جرت بينك و بيت من
لا يملك من دون اجازة من المالك ، هذا
مما لا يتصور ، فلي تأمل وليحرس -

غیر کا کپڑا ہے تو پھر تجھے کیسے پہننا اور فروخت کرنا
جائز ہو سکتا ہے جبکہ تیرے اور غیر مالک کے درمیان
جو معاوضہ طے ہوا ہے وہ اس کے مالک کی
اجازت کے بغیر ہوا ہے ، یہ غیر متصور معاملہ ہے
غور کرو اور واضح کرو۔ (ت)

اور جبکہ اس نے دھوبی سے لیا اور دھوبی کا قبضہ باذن مالک ہوتا ہے، تو اس کے لئے گری پڑی بے وارث
چیز کا حکم نہیں ہو سکتا کہ محتاج کو دے سکے، بلکہ گا ذر ہی کو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۱ از اوجہین مکان میر خادم علی اسٹنٹ مرسلہ ملا حاجی یعقوب علی خاں ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے نزدیک تمام و
کمال روپیہ از قسم سود و رشوت ہے، تو اس قسم کے اموال پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے
مال و زر سے اقسام نیاز بزرگاں و ادائے حج درست ہے یا ممنوع؟ اور اس روپیہ کی تبدیل کی صورت
ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں عبارت کتب۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

سود و رشوت اور اسی قسم کے حرام و خبیث مال پر زکوٰۃ نہیں کہ جن جن سے لیا ہے اگر وہ لوگ معلوم
ہیں تو انہیں واپس دینا واجب ہے، اور اگر معلوم نہ رہے تو کل کا تصدق کرنا واجب ہے، چالیسواں
حصہ دینے سے وہ مال کیا پاک ہو سکتا ہے جس کے باقی انا لیس حصے بھی ناپاک ہیں۔ درمختار میں ہے:
لا تراكوة لو كان الكل خبيثا كما في النهر من
الحواشي السعدية۔
کہ تمام مال خبیث ہو تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی جیسا
کہ نہر میں حواشی سعدیہ سے منقول ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

مثله في الشرنبلالية وذكره في شرح الوهبانية
بحثا، وفي الفصل العاشر من التاترخانية
عن فتاوى الحجة، من ملك اموالا
غير طيبة لا تراكوة عليه

ایسا ہی شرنبلالی میں ہے، اس کو شرح وہبانیہ میں
بحث کے طور پر ذکر کیا ہے اور تاتارخانیہ کی
دسویں فصل میں فتاویٰ الحجہ سے منقول ہے کہ
جو شخص غیر حلال مال کا مالک بنا اس پر اس مال

کی زکوٰۃ نہیں ہے اھ ملخصاً (ت)

فيها اھ ملخصاً۔

اسی میں ہے :

في القنية لو كان الخبيث نصاباً لا تلزمه
الزکوٰۃ لان الكل واجب التصديق عليه
فلا يفيد ايجاب التصديق ببعضه اھ ،
ومثله في البزازیة۔

قنیه میں ہے اگر خبیث مال نصابِ زکوٰۃ ہو تو
اس پر زکوٰۃ لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ تمام صدقہ
کو دینے کے قابل ہے لہذا اس میں سے بعض
کا صدقہ کافی نہ ہو، اھ، اور بزازیہ میں بھی ایسا
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

لان المغصوب ان علمت اصحابه
او ورثتهم وجب سده عليهم، والواجب
التصدق به۔

مغصوبہ مال کے مالک یا اس کے وارثوں کو
تُو جانتا ہے تو ان کو واپس دینا واجب ہے
ورنہ صدقہ کرنا واجب ہے (ت)

اور ایسے مال سے نیازِ بزرگاں کرنا بھی جائز نہیں، نہ ہرگز اُس سے کچھ حاصل، کہ نیاز کا مطلب الصیالِ ثواب
ہے، اور ثوابِ ثمرۃ قبول ہے، اور قبولِ مشروطِ بپاکی، حدیث میں ہے :
ان الله طيب لا يقبل الا الطيب
اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیزوں کو قبول
فرماتا ہے۔ (ت)

خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا :

ولا تيمموا الخبيث منه تنفقون

قصد نہ کرو خبیث کا کہ اس سے اللہ کی راہ میں خرچ
کرو۔ (ت)

۲۵ / ۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب زکوٰۃ الغنم	كتاب الزکوٰۃ	رد المحتار
۲۵ / ۲	"	"	"	"
۲۶ / ۲	"	"	"	"
۳۳۶ / ۳	دار صادر بیروت	صلوة الاستسقاء	كتاب الصلوة	سنن الکبریٰ للبیہقی
۲۶۰ / ۱	مؤسستہ الرسالۃ بیروت	حدیث ۶۸۸	کشف الحقائق	کشف الحقائق
				۲۶۶ / ۲

علماء فرماتے ہیں: جو حرام مال فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھے اس پر کفر عائد ہو۔ والعیب اذ

بِاللَّهِ تَعَالَى۔

فتاویٰ ظہیریہ میں ہے:

سرجل دفع الیٰ فقیر من المال الحرام شیئاً
یرجو بہ الثواب یکفر^۱۔

ایک شخص نے فقیر کو حرام مال دیا اور اس پر اس نے
ثواب کی امید رکھی تو کافر ہو جائے گا۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) تحقیق مقام یہ ہے

کہ اگر اس نے اس مال حرام کو اپنی ملک خاص جان کر بطور تبرع تصدق کیا جیسے مسلمان اپنے پاکیزہ مال کو بہ نیت
نفل و تطوع تقریباً الی اللہ صدقہ کرتا اور اس پر اپنے رب کریم سے امیدِ ثواب رکھتا ہے کہ بے ایجاب شرع اس
نے اپنی خوشی سے اپنے پاک مال کا حصہ اپنے رب کی رضا کے لئے صرف کیا، جب تو یہ تصرف حکم شرع سے
جدا اور یہ خیال شرع مطہر کے خلاف ہے، اور اس پر ہرگز اس کے لئے ثواب نہیں، اسی کی بعض صورتوں
میں فقہاء نے حکم تکفیر کیا، اور اگر یوں نہ تھا بلکہ اس مال کو خبیث و ناپاک ہی جانا اور اپنے گناہ پر نادم ہو کر
تائب ہوا، اور بحکم شرع اپنے تصرف میں لانا جائز سمجھا، اور اپنے نفس کو اس میں تصرف سے روکا
اور ازاں جا کہ اُس کے ارباب معلوم نہ رہے بجا آوری حکم شرع کے لئے اسے تصدق کیا، اور اسی بجا آوری
فرمان پر امید وارِ ثواب ہوا، تو بیشک اس میں اصلاً حرج نہیں، بلکہ اسی کا اُسے شرعاً حکم تھا، اور اس
تصدق پر اگرچہ ثواب صدقہ نہیں، مگر اس امتثال حکم کا ثواب بیشک ہے، بلکہ یہ فعل اس کی توبہ کا تمہ
ہے، اور توبہ قطعاً موجب رضائے الہی و ثواب اُخروی ہے، پھر جس عمل پر آدمی خود ثواب پائے اس
ثواب کو دوسرے مسلمانوں کو بھی پہنچا سکتا ہے لعموم قولہم ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ
لغیرہ (ان کے اس قول کے عموم کی وجہ سے کہ انسان کو اپنے عمل کا ثواب غیر کے لئے کرنے کا حق
ہے۔ ت) تو اس توبہ و بجا آوری حکم کا ثواب اگر نذیر بزرگاں کریں کچھ مضائقہ نہیں،

ہذا هو التحقیق واللہ ولی التوفیق اتقن
هذا فلعلک لاتجدہ فی غیر ہذا السطویا۔

یہ تحقیق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک
ہے، اس کو مضبوط کر، ہو سکتا ہے تجھے ان
سطور کے غیر میں نہ ملے (ت)

اور اس مال سے حج کرنا بھی جائز نہیں کہ اسے حکم توبہ تھا کہ جن سے لیا انھیں واپس دے، وہ

نہ معلوم ہوں تو تصدق کر دے اس کے سوا جس کام میں صرف کیا جائے گا خلاف حکم شرع و موجب گناہ ہوگا، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ حج کر لیا تو فرض ذمہ سے اتر گیا جیسے چوری اور غصب کے کپڑے سے نماز پڑھنا فان الخبث انما هو في المجاور فلا يمنع الصحة (کیونکہ خبث یہاں بعد میں لاحق ہوا جو صحت کو مانع نہیں ہے۔ ت) پھر بھی اس پر امید ثواب کا محل نہیں بلکہ اسے کہا جائے گا لا لبتيك ولا سعديك وحجك مردود عليك حتى تود ماني يديك نہ تیرے لبیک قبول نہ خدمت قبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مارا گیا یہاں تک کہ تو یہ ناپاک مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس دے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، اس کے بالکل ظاہر ہونے پر مجھے جرم حاصل ہوا، پھر مجھے اتفاقاً ردالمحتار پر مراجعت ہوئی تو میں نے اس میں اس تمام پر تصریح پائی انہوں نے مال حرام سے حج کے متعلق فرمایا حج فی نفسہ حرام نہیں بلکہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے جبکہ ان دونوں باتوں میں تلازم نہیں ہے، جیسا کہ مغبوبہ زمین پر نماز پڑھنے سے فرض ادا ہو جائے گا حرام صرف مغبوبہ زمین کو استعمال کرنا ہے۔ اور بحر میں فرمایا حلال نفقہ میں کوشش ضروری ہے کیونکہ حرام نفقہ سے حج قبول نہ ہوگا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، اس کے باوجود فرض ادا ہو جائے گا، اور فرض کی ادائیگی اور عدم قبولیت منافات نہیں ہے تو قبول نہ ہونے کی وجہ سے ثواب نہ پائے گا، اور فرض ادا ہو جانے کی وجہ سے حج کا تارک ہو کر عذاب کا مستحق نہ ہوگا اھ مختصراً (ت)

نسأل الله العفو والعافية هذا ما جزمتم به لظهوره ظهوراً بينائتم اتفق مراجعة ردالمحتار فرأيت فيه التصريح بذلك كله حيث قال في بيان الحج ببال حرام، الحج نفسه ليس حراماً بل الحرام هو انفاق المال الحرام ولا تلازم بينهما كما ان الصلوة في الارض المصبوبة تقع فرضاً، وانما الحرام شغل المكاتب المصبوب، وقال في البحر يجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة المحرام، كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تاركي الحج، اھ مختصراً۔

اور تبدیل اس طرح سے کہ کسی سے قرض لے کر اپنے خرچ میں لاتے، خواہ حج و تصدق و نذر و نیاز و

لو يعلم كونها عين الحرام ، فانه لا يجوز
 اخذها حتى للفقير كما نص عليه في
 الهندية ايضا وغيرها ، ونص عبارته
 قبل هذا في شرح حيل الخصاص للشمس
 الائمة رحمه الله تعالى ان الشيخ
 ابوالقاسم الحكيم كان ياخذ جائزة السلطان
 وكان يستقرض لجميع حوائجه وما ياخذ
 من المجازة يقضى بها ديونه ،
 والحيلة في هذه المسائل الى آخر
 ما مر بهذا انما هو في امثال هذا ،
 لا في المال الخبيث الواجب التصديق
 فان فيه مناقضة لما امر به الشرع
 كما علمت فاعلم ذلك وتفهم - والله سبحانه
 تعالى اعلم وعلمه جل مجدده اتم و
 حكمة عزشانه احكم -

مسئلہ ۲۶۲
 ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

جن کے متعلق عین حرام ہونے کا علم نہیں ہوتا، لیکن
 وہ مال جو عین حرام ہونا معلوم ہو تو اس کو لینا فقیر
 تک کو جائز نہیں ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں بھی
 اس کی تصریح ہے، اورشمس الائمہ خصاف کی
 حیل کی شرح میں اس سے قبل ان کی عبارت
 یہ ہے کہ شیخ ابوالقاسم حکیم سرکاری عطیہ لیا کرتے
 تھے اور آپ اپنی ضروریات کے لئے قرض لیتے
 اور وہ قرض سرکاری عطیات سے ادا کرتے اور حیلہ
 ان مسائل کا یہ ہے الی آخرہ - تو مذکور قول ان مشتبہ
 اموال میں ہے نہ کہ خبیث مال میں ہے جس کو
 صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ خبیث میں حیلہ
 شرعی حکم کے منافی ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے،
 اسے جان لو اور سمجھ لو - واللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ
 اعلم وعلمه جل مجدده اتم و حکمہ عزشانه
 احکم (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زید کی نبرداری میں عمرو کی جزوی حقیقت
 شامل ہے، پٹی جداگانہ زید نے صرف اپنی جائداد کا ٹھیکہ بکر کو دے دیا اور خود ترک وطن کیا، بکر اور
 عمرو باہم اپنے اپنے حاصلات لیتے رہے، آخر سال کا حاصل بوجہ تکرار باہمی عمرو و بکر کے عمرو کو
 وصول نہیں ہوا، تب عمرو نے نالش زید و بکر دونوں پر دائرہ کی، بالآخر زید پر ڈگری ہوگئی، بحالت اجراء
 اس ڈگری کے وہ ڈگری بمقابلہ زید کے تمادی ایام میں خارج ہوگئی، تو اس ڈگری کا روپیہ ذمہ زید
 کے واجب الادا ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکرہیۃ الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

الجواب

سائل منظر کہ زید و عمرو کی پٹیاں جدا جدا ہیں، اور عمرو نے اپنی پٹی کے پٹے اسامیوں کو خود دئے، اور آپ تحصیل کرتا رہا، چند سال سے بکر ٹھیکہ دار حقیقت زید نے اپنے دباؤ کے سبب عمرو کی پٹی بھی تحصیل لی، اس صورت میں عمرو کا مطالبہ حقیقتاً اپنے اسامیوں پر ہے کہ انہوں نے غیر شخص کو اس کا آنا ہوا کیوں دے دیا، اور بکر نے بوجہ اس زیادہ ستانی کے ظلم کیا مگر زید کی طرف سے کوئی تعدی نہیں، نہ اس پر عمرو کا مطالبہ تھا، نہ اس نے اسامیوں سے اس کا حق تحصیل لیا، نہ عمرو کے کوئی خاص معین روپے اسامیوں کے پاس رکھے تھے کہ وہ بکر نے ان سے لے کر زید کو دے دئے، تو زید اس مطالبہ سے بالکل بری ہے، اس کی ڈگری محض بجا ہوتی، عمرو کو اس سے کچھ لینا جائز نہیں۔

قال الله تعالى لا تزر وازرة وزر اخرى۔
والله تعالى اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

مسئلہ ۲۶۳ از شہر کہنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک موضع کا مالک ہے، اور بکر زید کی رعایا، گاؤں میں زمین جوتتا ہے اور لگان زید کو دیتا ہے، اور کچھ زمین اور اُس گاؤں میں بے لگانی ہے، اس میں بکر نے چند درخت لگائے ہیں اور پھل کھاتا ہے، اور ان درختوں پر زید اس سے کچھ لگان نہیں لیتا ہے، اور حاکم وقت نے بھی حکم جاری کر رکھا ہے کہ زمین کا مالک جو ہے وہی درختوں کا مالک ہے، صرف پھل پھول کھانے کا بکر کو اختیار ہے، اور بکر نے بلا اجازت زید کے مخالفانہ اُن درختوں کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا، زید نے بکر اور خالد پر نالیش کی کہ بکر کو بیچنے کا منصب نہیں تھا، اور یہ بموجب حکم حاکم فاسد ہے، حاکم نے وہ درخت زید کو دلا دئے، اور یہ بھی حکم دیا کہ خالد اپنے روپے کا دعویٰ بکر پر کرے، تو اس صورت میں دراصل وہ درخت حق زید کے ہیں یا بکر کے یا خالد کے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

یہاں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ درخت بکر نے باذن و اجازت زید لگائے، خواہ یوں کہ زید نے صراحتاً خاص بکر، یا سب مسلمان دیہہ کو عام اذن دیا، خواہ یوں کہ حسب عرف رواج دیہہ مالک کی طرف سے

مزارعین کو اذن عرفی تھا۔

دوسرے یہ کہ محض بلا اذن بطور خود بکرنے لگائے۔

پہلی صورت میں درخت مطلقاً زید کی ملک ہوں گے مگر یہ کہ خود اذن مذکور کا مطلب ہی یہ ہوا کہ لگانے والا مالک ہو، مثلاً اذن عرفی میں عرف ہی یوں تھا یا اذن صریح میں لفظ یہ تھے کہ اپنے لئے لگا لو، تو اس صورت میں درخت ملک بکر ہونگے، اور زمین عاریت، یا یہ کہ بکر نے برخلاف مطلب اذن لگاتے وقت یہ کہ لیا کہ میں خود اپنے لئے لگاتا ہوں، اس صورت میں بخت ملک بکر ہوں گے، اور وہ بوجہ مخالفت اذن ظالم غاصب کہ فوراً درخت اکھڑ کر زمین خالی کر دینے کا حکم دیا جائے گا۔ اور دوسری صورت میں یعنی جب کہ بے اذن مالک رکھے گئے، درخت مطلقاً ملک بکر ہوں گے، اور وہ غاصب قرار پائے گا، مگر یہ کہ رکھتے وقت اُس نے کہہ دیا ہو کہ زید کے لئے لگاتا ہوں، اس صورت میں ملک زید ہوں گے، اور بکر کا کوئی دعویٰ نہیں،

اس کا یہ خلاصہ حکم ہے، اور تنویر الابصار کے مسائل شتی، درمختار اور اس کے حواشی، اور الاشباہ کے وقف اور اس کی شروح، اور ہندیہ کے باب غضب وغیرہ معتبر کتب میں اس کی تفصیل تجھے معلوم ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

هذا جملة الحكم في ذلك وتعرف تفاصيل المسألة من شتى التنوير، والدرء وحواشيه، ووقف الاشباہ، وشروحه، وغضب الهندية وغيرها من الكتب المعتمدة - والله تعالى اعلم.

۲۶۲ نمبر ۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اراضی مسجد کی جو اُس کے پیچھے تھی اپنے مکان میں ڈال لی ہے اور دیوار بنوالی، اور تاج محراب مسجد و مینار مسجد دبا کر اپنی دیوار بلند کر لی ایسے شخص کے واسطے کیا حکم شرع شریف ہے؟ فقط۔

الجواب

فاسق، فاجر، ظالم، جائر، مرتکب کبائر، مستحق عذاب النار و غضب الجبار ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص ایک بالشت بھر زمین ناحق لے گا اللہ تعالیٰ وہ زمین زمین کے ساتوں طبقوں تک اس کے گلے میں قیامت کے دن تک طوق

لا یأخذ احد شبرا من الارض بغير حقه الا طوقه الله الى سبع ارضین الى یوم

القیمة - رواه مسلم عن ابی ہریرة والشیخان
عن ام المؤمنین وعن سعید بن زید
رضی اللہ تعالیٰ عنہم -

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
من اخذ من الارض شیئا بغير حقه خسف
به یوم القیمة الی سبع ارضین ۱۔ رواه
البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما -

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
ایما رجل ظلم شیئا من الارض کلفه
اللہ عذو جل ان یحفره حتی یبلغ
آخر سبع ارضین ، ثم یطوقه یوم
القیمة حتی یقضى بین الناس ۲۔ رواه
احمد والطبرانی و ابن جبان فی
صحیحہ بسند جید عن یعلی بن
مرة رضی اللہ تعالیٰ
عنه -

بنا کر ڈالے گا (اس کو مسلم نے ابو ہریرہ اور شیخان
نے ام المؤمنین عائشہ اور سعید بن زید رضی اللہ
تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے - ت)

جو شخص کسی قدر زمین ناحق دبا لے گا قیامت
کے دن زمین کے ساتویں طبقہ تک دھنسا
دیا جائے گا (اس کو بخاری نے ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا - ت)

جو شخص ایک بالشت زمین ناحق لے لے اللہ
تعالیٰ اسے تکلیف دے کہ اس زمین کو کھودے
یہاں تک کہ ساتویں طبقے کے ختم تک پہنچے ، پھر
قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر اس کے گلے
میں ڈالے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب کتاب
ختم ہو کر فیصلہ فرما دیا جائے (اس کو طبرانی ،
احمد اور ابن جبان نے اپنی صحیح میں جید سند کے ساتھ
یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے - ت)

ایک حدیث میں ہے ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

جو کسی قدر زمین ناجائز طور پر لے اللہ تعالیٰ
ساتوں زمینوں سے اُس کے گلے میں طوق ڈالے

من اخذ شیئا من الارض بغير حله
طوقه اللہ من سبع ارضین

- ۱۔ صحیح مسلم کتاب المساقاة باب تحریم الظلم و غصب الارض قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳/۲
۲۔ صحیح البخاری ابواب المطالم و القصاص باب اثم من ظلم شیئا من الارض " " " ۳۳۲/۱
۳۔ مستد احمد بن حنبل حدیث یعلی بن مرہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۷۳/۲

لا يقبل الله منه صرف ولا عدل - رواه
احمد والطبرانی عن سعد بن مالك
رضي الله تعالى عنه -

نه اس کا فرض قبول ہونہ نقل اس کو احمد و
طبرانی نے سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ہے - ت

حدیثیں اس باب میں متواتر ہیں، اسی شخص پر فرض ہے کہ مسجد کی زمین و عمارت فوراً فوراً خالی کر دے اور اپنی ناپاک تعمیر جو ان پر کر لی ہے ڈھا کر ڈور کر ڈے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب سے ڈرے، ذرا من دو من نہیں بیس چھپس ہی سیر مٹی کے ڈھیلے گلے میں باندھ کر گھڑی دو گھڑی لئے پھرے، اُس وقت قیاس کرے کہ اس ظلم شدید سے باز آنا آسان ہے یا زمین کے ساتوں طبقوں تک کھود کر قیامت کے دن تمام جہان کا حساب پورا ہونے تک گلے میں معاذ اللہ یہ کروڑوں من کا طوق پڑنا اور ساتویں زمین تک دھنسا دیا جانا، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶۵ - ۱۳۱۵ھ از شہر کہنہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کی زوجہ سے بلا طلاق دیئے خالد کے نکاح کر لیا، اور خالد بعد معلوم ہو جانے نکاح اپنی زوجہ کے ساتھ سرکار میں جا کر کے عرضی دی اور زوجہ خالد نے بھی اپنے نان اور نفقہ اور مہر کی عرضی خالد پر دی، اور ہنوز دونوں کا مقدمہ دائر ہے، لیکن اس عرصہ میں بچوں نے جمع ہو کر دونوں کو راضی اپنے فیصلہ پر کر لیا، اور فیصلہ بچوں کا اس طور پر ہوا کہ زید کو بوجہ ترک ہونے اس امر ناجائز کے مبلغ پچاس روپیہ جرمانہ اور مبلغ دس روپیہ صرفہ خالد ادا کئے، اور خالد نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور مبلغ مذکور بھی بچوں نے زید سے ادا کئے، اور اب روپیہ موصوف بچوں کے تحت میں ہے، جب زید نے دیکھا کہ یہ روپیہ بیکار ہاتھ سے جاتا ہے کہ یہ لوگ شیرینی وغیرہ میں صرف کریں گے، تو اس نے مجبور ہو کر کے کہا کہ تم لوگ اس روپیہ سے ایک مسجد کی تعمیر یا مرمت کرو، تو بچوں نے راضی ہو کر خالد سے بھی روپیہ صرفہ کالے لیا، یعنی اس کو بھی تعمیر مسجد یا مرمت مسجد میں صرف کریں گے، بعد اس کے بچوں میں سے ایک شخص نے بچوں سے روپیہ لے کر زید کو دے دیا اور کہا کہ ایسا جائز نہیں ہے، پھر بعد تھوڑی دیر کے زید سے روپیہ مذکور واپس لے لیا، آیا اس روپیہ کو مرمت مسجد یا تعمیر مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بیتنا تو جروا۔

الجواب

اول یہ مال حرام تھا کہ جرمانہ جو پینچ لیتے ہیں ناجائز ہے،

فان المصادرة بالمال منسوخة عندنا وان كانت فالی الامام دون العوام۔
کیونکہ مالی جرمانہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے، اگر ہو بھی تو صرف امام تک جواز ہے عوام کو جائز نہیں۔ (ت)

اور جو صرف خالد کو زید سے دلایا وہ بھی ناجائز تھا فانہ تضمین باطل لم یرد بمثلہ الشرع (کیونکہ یہ ضمان لگانا باطل ہے شرع میں اس کی مثال نہیں ہے۔ ت) مگر جب زید نے اپنی رضا اور خوشی سے اُس مسجد میں صرف کی اجازت دے دی اور اُس کی تکمیل یوں کر لی گئی کہ وہ روپیہ اس کو واپس کر دیا اور پھر اُس سے تعمیر مسجد کے لئے مانگا اور اس نے بخوشی دیا جیسا کہ بیانِ سائل سے معلوم ہوا، تو اب اس کے جواز میں شبہ نہیں کمالا یخفی فان الباطل قد زال بالرد (جیسا کہ محقق نہیں کہ باطل کا زوال واپس کر دینے سے ہو گیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶ از مولوی مرزا خان پیشاوری

۱۵ محرم ۱۳۱۶ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی ایک چیز رکھی ہوئی تھی، وہ چیز لاپٹی فرض کیجئے، دوسرے شخص نے آکر اٹھالی اور اس سے کھیل شروع کیا اور اس کو حرکت جوآلہ دی، وہ اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور ٹوٹ گئی، اب اس شخص پر ضمان ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جوآلہ کتاب دیجئے، اور اگر نہیں ہے تو جوآلہ کتاب دیجئے۔ بیتوا تو جروا۔

الجواب

جبکہ بے اذن مالک اُس نے وہ چیز اٹھالی اور اس کے کھیلنے میں گر کر ٹوٹ گئی، تو اُس پر بلاشبہ

ضمان واجب ہے۔ فتاویٰ خانہ پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے،

اذا دخل الرجل دارا انسان واخذ متاعا و جحد فهو ضامن، وان لم يحوله ولم يجحد فلا ضمان عليه الا ان يهلك بفعله او يخرجه من الدار۔
جب کوئی کسی شخص کے گھر داخل ہو اور سامان لیا اور بعد میں انکار کر دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ اگر سامان کو جگہ سے تبدیل نہ کیا اور انکار نہ کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگا مگر جبکہ اپنے عمل سے ضائع کرے

یا سامان گھر سے باہر لے جائے تو ضامن ہوگا۔ (ت)

لے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ فتاویٰ قاضیخان کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی مکتب خانہ پیشاورد ۱۵۸/۵

فتاویٰ قاضیخان کتاب الغصب فصل فیما یصیر بہ المرغاصبا نوکشور لکھنؤ ۴۹/۴ - ۴۸/۴

فتاویٰ کبریٰ پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :

دخل رجل على صاحب الدكان باذنه فتعلق
بشئ من مافي دكانه فسقط لايضمن لکن
تاويله اذالم يكن السقوط بفعله و يده
و كذلك اذا اخذ شيئاً بغير اذنه مما في
دكانه لينظر اليه فسقط لايضمن ، ويجب
ان يضمن الا اذا اخذ باذنه اما صريحا او
دلالة الخ - والله تعالى اعلم -

ایک شخص دکاندار کی دکان میں اجازت سے داخل
ہوا اور اس کے کپڑے سے لٹک کر کوئی چیز گر کر
ضائع ہو گئی تو ضامن نہ ہوگا اس صورت میں کہ
وہ چیز اس کے عمل اور ہاتھ سے نہ گری ہو، اور
یونہی جبکہ دیکھنے کے لئے دکان سے کوئی چیز نہ
بغیر اجازت اٹھائی اور گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن نہ ہوگا مگر
صراحتاً یا دلالتاً اجازت کے بغیر اٹھائے تو ضامن
واجب ہوگا الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۷ از سلیبیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ
زید کا مال عمرو نے چرایا، چوری کے بعد زید مر گیا، اُس نے لڑکا بکر وارث چھوڑا، اب بکر بھی مر گیا،
کوئی اس کی نسل میں نہ رہا جو ترکہ ان دونوں کا پاتے، اب عقبی میں اُس مال مسروق کے معاف کرنے کا مجاز
زید ہے یا بکر؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

جو شخص کسی کا مال چراتے یا جبراً چھین لے یا دبا کر رشوت میں لے، یا ظلماً تلف کر دے، تو ان صورتوں
میں علاوہ جرم شرعی کے جس میں خود سرکار مدعی ہے، (یعنی حقیقی سرکار اید قرار شریعت نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) اس ظالم پر مظلوم کے دو مطالبے عائد ہوتے ہیں: ایک مطالبہ ظلم کہ اُسے ستایا آزار پہنچایا۔
دوسرا مطالبہ مال۔ مطالبہ ظلم تو مطلقاً اسی مظلوم کے لئے ہے تو اس کی معافی کا اختیار بھی اسی کو ہے۔
رہا مطالبہ مال، اس میں دو صورتیں ہیں: اگر حیات مظلوم میں وہ مطالبہ مردہ ہو گیا جس کے وصول کی اصلاً
توقع نہ رہی، مثلاً ظالم مر گیا اور مال کچھ نہ چھوڑا، جب تو یہ مطالبہ بھی اسی مظلوم کے لئے ہے اور اسی کے
معاف کئے معاف ہوگا کہ دین جب مردہ ہو جائے اس میں توریث جاری نہیں ہوتی، تو مظلوم کے بعد
اس کا بیٹا اس مطالبے کا مالک نہ ہوا، اور اگر اس کی زندگی میں مطالبہ مردہ نہ ہو تو بعد انتقال مظلوم
پس مظلوم کی طرف منتقل ہوگا، اور صورتِ مستولہ میں مطالبہ مال کے معاف کرنے کا اختیار بکر کو ہوگا،

لے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفتاویٰ الکبریٰ کتاب الغصب الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۹/۵

اور مطالبہ ظلم سے درگزر کا مجاز زید۔ ہندیہ میں ہے :
 لومات وترک عینا ودینا و غصبا فی ایدی
 الناس ولم یصل شیء من ذلک الی
 الورثة ، فالقیاس ان یکون الثواب بذلک فی
 الآخرة للورثة لانہم ورثوا منه و فی الاستحسان
 ان توی الدین و تمت التوی قبل الموت
 فالثواب له لان التاوی لا یجری فیہ الارث ،
 فان توی بعدہ فالثواب للوارث لانه لا یجری الارث
 فیہ لقیامہ وقت الموت ، کذا فی الفتاوی
 العتابیۃ۔

کہ موت کے وقت یہ اموال میت کی ملکیت تھے۔ فتاویٰ عتابیہ میں یوں ہے۔ (ت)
 اسی میں ہے :

سرق شیئا من ابیہ ثم مات ابوہ لم یؤخذ
 بہ فی الآخرة لان الدین وهو ضمان المسروق
 انتقل الیہ و اثم بالسرقۃ لانه جنی
 علی المسروق منه کذا فی الفتاوی
 العتابیۃ ، رجل له علی رجل
 دین فتقاضاه فمنعه ظلما
 حتی مات صاحب الدین
 و انتقل الی الوارث ، تکلموا
 فیہ ، قال اکثر المشائخ
 لایکون حق الخصومة
 للاول ، لکن المختار ان

اگر کسی نے فوت ہونے کے بعد لوگوں کے ذمہ قرض،
 عین چیز یا غضب چھوڑا اور ترکہ میں ورثاء کو وصول
 نہ ہوئی ہوں تو قیاس یہ ہے کہ ظلم برداشت کرنے
 کا ثواب ورثاء کو ملے کیونکہ یہ اس میت کے بعد
 ان اموال کے وارث بنے اور جبکہ استحسان یہ ہے
 اگر ان اموال کا نقصان مرنے والے کی موت سے
 پہلے مکمل طور پر واضح ہو گیا تو ثواب میت کو ملے گا
 کیونکہ نقصان میں وراثت نہیں ہے، اگر یہ نقصان
 موت کے بعد تام ہوا تو پھر ثواب ورثاء کو ملے گا
 کیونکہ ان میں وراثت جاری ہوتی ہے اس لئے

کسی نے اپنے والد کی کوئی چیز چرائی پھر والد فوت
 ہو گیا تو آخرت میں اس پر ضمان کا مواخذہ نہ ہوگا
 کیونکہ چیز مسروقہ جس کا ضمان تھا وہ وراثت میں بیٹے
 کو منتقل ہو چکی ہے اور چوری پر گنہگار ہوگا اس لئے
 کہ اس نے وقت کے مالک کا جرم کیا ہے، یہ
 فتاویٰ عتابیہ میں ہے، ایک شخص کا دوسرے پر
 قرض تھا تو مالک نے کسی کو قرض وصول کرنے
 کے لئے بھیجا تو مقروض نے ادائیگی سے انکار کر دیا
 پھر وہ مالک فوت ہو گیا اور وہ قرض ورثاء کو منتقل
 ہو گیا، تو اس مسئلہ میں فقہاء کا کلام ہے، اکثر
 مشائخ نے فرمایا ہے کہ مالک کے مقرر کردہ پہلے

الدين للوارث، والمخصومة في الظلم
بالممنع للاول، لافي الدين اذ الدين
انتقل الى الوارث، كذا في الظهيرية.

شخص کو قرض میں فرقی بننے کا حق نہیں ہے، لیکن
مختار یہ ہے کہ قرض وارثوں کا ہے اور قرض کی
ادائیگی سے انکار کے ظلم کا دفاع پہلے مقرر شدہ
کے ذمہ ہوگا، نہ قرض میں اس لئے کہ قرض وارث کو منتقل ہو چکا ہے۔ ظہیر یہ میں یوں ہے (ت)

اسی طرح فتاویٰ خانہ وغیرہ میں ہے۔ نیز فتاویٰ خانہ میں ہے،

رجل مات وله على رجل حق، ولم
يخلف وارثا، قالوا يتصدق المديون
بما عليه من البيت، ليكون ذلك ودیعة
عند الله تعالى، فيوصله الى خصمه يوم
القيامة، قلت فافادات من مات
لا عن وارث فان المخصومة تنتهي اليه،
ولا ينتقل عنه الى بيت المال وكان
الفقه في ذلك ان الوضع في بيت
المال ليس على جهة الارث، بل لان
الضوائع تصير فيا للمسلمين، كما نص
عليه في الدر المختار ووضحه في
رد المختار۔ والله تعالى اعلم۔

ایک شخص فوت ہوا اس کا دوسرے پر دین ہو اور
کوئی وارث نہ ہو تو اس صورت میں فقہار نے
فرمایا کہ مقروض اس میت کی طرف سے مال کو
صدقہ کرے تاکہ عند اللہ قیامت میں یہ صدقہ
امانت بن کر مستحق تک پہنچ جائے قلت (میں
کہتا ہوں کہ) اس کا یہ فائدہ ہو کہ جو وارث چھوٹے
بغیر فوت ہو جائے تو اس کے حق میں مطالبہ
ختم ہو جاتا ہے اور وہ مطالبہ بیت المال کو
منتقل نہیں ہوگا، اس میں نکتہ فہم یہ ہے کہ بیت المال
کو لا وارث کا مال بطریقہ وراثت منتقل نہیں ہوتا
بلکہ لا وارث باقی ماندہ اشیاء مسلمانوں کے لئے
ترکہ بنتی ہیں جیسا کہ در مختار میں اس پر نص ہے
اور اس کی وضاحت رد المختار میں ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۸ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان خام کو نچتہ بنوایا، اور کچھ اراضی
تجو کی اپنے مکان میں ڈال لی، اس پر بچہ نے منع کیا، اس کے منع کرنے پر زید کا بھائی عمرو نے مل کر

۱۵۷/۵

نورانی مکتب خانہ پشاور

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الغصب الباب الرابع عشر

۶۹۳/۴

نو لکھنؤ

فصل فی برارة الغاصب المديون

مارپیٹ کی۔ اس پر بگڑنے اپنا سر جھکایا تاہم وہ باز نہ آئے، اور عمر واپنے آپ کو متقی تصور کرتا ہے اور اہل محلہ کے لوگ بھی ایسا ہی قرار دیتے ہیں، اس وجہ سے یہ سوال قائم کر کے علمائے دین کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ شاید حکم شریعت کو سن کر عمر واپنے کئے ہوئے فعل پر نادم ہو، اور بگڑ کے ساتھ آئندہ کچھ زیادتی نہ کرے، اور حکم شرعی زید و عمرو و ہمراہیان کے مع تفصیل علیحدہ علیحدہ تحریر فرمائیے۔ بتینوا تو جروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمر و اور اس کے ساتھی سب ظالم اور مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب شدید ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص زمین میں سے کچھ ٹکڑا ناحق دبا لے قیامت کے دن وہ ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائیگا۔ (اسے بخاری نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ ت)

من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقہ خسف بہ یوم القیمة الی سبع ارضین۔ رواہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی (اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

تیسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

جو کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے کو چلے، او اُسے معلوم ہو کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا (اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت اوس بن شریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

من مشی مع ظالم لיעینہ وهو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن اوس بن شریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

- ۱/ ۲۵۳ صحیح البخاری کتاب بد الخلق باب ما جاء فی سبع ارضین الخ قیدی کتب خانہ کراچی
 ۲/ ۳۷۳ المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الرياض
 ۱/ ۲۲۷ المعجم الکبیر للطبرانی ترجمہ اوس بن شریب حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت

زید پر فرض ہے کہ بکرہ کی زمین اسے واپس دے، اور زید و عمر و اور اس کے سب معاون پر فرض ہے کہ بکرہ کو راضی کریں اور اس سے اپنا قصور معاف کرائیں، ورنہ روز قیامت اس کے مستحق ہوں گے کہ ان کی نیکیاں بکرہ کو دی جائیں، بکرہ کے گناہ ان کے سر پر رکھے جائیں اور یہ جہنم میں ڈالے جائیں والعیاذ باللہ، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹ از مراد آباد ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا، خالد، ولید، عمر و پسران۔ عابدہ، ساجدہ دختران۔ حامدہ زوجہ چھوڑے۔ ترکہ زید پر صرف خالد قابض رہا، اس نے ترکہ کو بموجب شرع تقسیم کیا، مگر عابدہ کو زر نقد سے اس کے حصے کا نصف ادا کیا اور نصف دینے کا وعدہ کیا، بعدہ عابدہ نے انتقال کیا، ایک پسر، ایک دختر اور شوہر چھوڑا۔ وارثان متوفی نے خالد سے باقی نصف جو زر نقد تھا طلب کیا، تب خالد نے ایک ہفتہ میں ادا کرنے کا وعدہ کیا، اسی طرح خالد پر تقاضے ہوتے رہے، اور وہ ہفتہ و عشرہ میں ادا کا وعدہ کرتا رہا، آخر کار خالد نے کہہ دیا کہ میرے یہاں چوری ہوگئی اور میرے مال کے ساتھ نصف حصہ عابدہ جو میرے پاس باقی تھا چوری ہو گیا، بعدہ خالد نے اپنے لئے جائیداد خریدی اب یہ دریافت طلب ہے کہ نصف حصہ عابدہ جو خالد کے پاس رہ گیا ہے از روئے شرع شریف خالد کے ذمے واجب الادا ہیں یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بقیہ زر نقد حصہ عابدہ کہ خالد کے پاس رہا تھا خالد پر وارثان عابدہ کے لئے واجب الادا ہے، اور چوری ہو جانے کا عذر نامسموع، ترکہ مورث میں ورثاء کی شرکت شرکت ملک ہوتی ہے، اور شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصے سے اجنبی ہوتا ہے، بے وجہ شرعی مثل وصایت و ولایت وغیرہما ایک کو دوسرے کے حصہ پر قبضہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا تنویر الابصار میں ہے:

شرکت ملک یہ ہے کہ متعدد حضرات کسی عین چیز یا دین میں وراثت، بیع وغیرہ کے ذریعہ مالک بنیں، اور یہ تمام حضرات ایک دوسرے کے مال میں اجنبی متصور ہوں گے (ملقطاً)۔ (ت)

شركة ملك ان يملك متعدد عينا او دينا
بادث او بيع او غيرهما وكل اجنبي في
مال صاحبه ليه (ملقطاً)

خالد نے اگر بے اذن عابدہ قبضہ کیا جب تو ظاہر ہے کہ وہ قبضہ ناجائز تھا، اور بعد تقاضا ہر بار اس سے روکے رہنا ظلم بر ظلم، اور اگر ابتداءً قبضہ باذن بھی تھا، تو طلب ٹالے بالے چیلے حوالے نے اسے قبضہ ظلم و تعوی کر دیا، بہر حال اب چوری بچانا یا خود خرچ کر لینا، دونوں کا حکم یکساں ہو گیا کہ تاوان لازم ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الوديعة امانة في يد النودع اذا هلكت لم يضمنها
فان طلبها صاحبها فمنعها وهو يقدر على
تسليمها، ضمنها، لانه متعد بالمنع، وهذا
لانه لما طالبه لم يكن راضيا بما ساكه بعداه
فيضمنها بحبسه عنه اه ملتقطاً۔

ودیعت مودع لئے پاس امانت ہوئی جب ہلاک ہو جائے تو ضمان نہ ہوگا، ہاں اگر مالک نے واپس لینے کا مطالبہ کیا اور مودع نے دینے سے انکار کیا حالانکہ دینے پر قادر تھا تو ہلاک ہونے پر ضمان ہوگا کیونکہ انکار پر وہ ذمہ دار ٹھہرایا اس لئے کہ

جب مالک نے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس کے بعد وہ اس کے پاس رکھنے پر راضی نہ تھا تو وہ روکنے پر ضمان ہو جائے گا اہ ملتقطاً۔ (ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ :

اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ یہ اس وقت ظاہر ہے جب خالد نے عابدہ کی اجازت سے قبضہ کیا تو خالد کا قبضہ عابدہ کا قبضہ قرار پایا تو جب خالد نے عابدہ کو دینے سے انکار کر دیا تو اب یہ قبضہ حق نہ رہا بلکہ ناحق ہو گیا اگرچہ ناحق ہونا حکماً ہے تو یوں وہ غاصب بن گیا جبکہ غاصب خود ہلاک کرے یا اس سے ہلاک ہو جائے، دونوں صورتوں میں ضمان واجب ہوتا ہے، لیکن موت کے بعد قبضہ کو ورثاء کی اجازت حاصل نہیں، اور نہ ہی ان کو پہلے قبضہ حاصل تھا، تو اب موت کے بعد قبضہ سے رہنا برحق قبضہ زائل نہ ہوا، اگرچہ یہ ناحق قبضہ ہے

فانقلت هذا ظاهراً فيما اذا كان قبض
خالد باذن عابدة، فانه حينئذ تكون
يده يدها، فاذا منعها فقد ازال
يدها محقة واثبت مبطله
ولو حكما، فكان غاصبا، والغصب
يضمن هالكا ومستهلكا، اما اذا
قبض ابتداء بعد موت المورث
من دون اذن الورثة،
ولا سبق قبض لهم فلم يوجد
انزاله يده محقة، وان
ثبت اثبات مبطله، ولا غصب

الابعد اجتماعهما ففيم يضمن، قلت يضمن
 ضمان التعدي وان لم يعد غاصبا،
 قال السيد العلامة الانهري في فتح
 الله المعين، فان قيل وجد الضمان
 في مواضع ولم يتحقق العدة المذكورة
 كغاصب الغاصب فانه يضمن، وان
 لم يزل يد المالك بل انزال يد الغاصب،
 والملتقط اذ الم يشهد مع القدرة على
 الاشهاد مع انه لم يزل يدا، وتضمن
 الاموال بالاتلاف تسببا كحضر البير في
 غير الملك وليس ثمة انزاله يد احد و
 لا اثباتها، فالجواب ان الضمان في هذه
 المسائل لا من حيث تحقق الغصب بل
 من حيث وجود التعدي كما في العناية الخ.

تو ضمان تب واجب ہوتا جب حق کا زوال اور ناحق
 کا اثبات دونوں جمع ہوں، تو صرف ناحق قبضہ پر
 ضمان کیونکر لازم ہوگا۔ جواب میں میں کہتا ہوں کہ
 یہاں ادائیگی سے منع پر ضمان ہے اگرچہ یہ غصب
 نہیں ہے۔ سید علامہ انہری نے فتح اللہ المعین
 میں فرمایا ہے اگر اعتراض کیا جائے کہ کئی مقامات پر
 ضمان واجب ہوتا ہے حالانکہ وہاں مذکورہ علت
 نہیں پائی جاتی، مثلاً غاصب کا غاصب ضامن ہوتا ہے،
 اگرچہ اس نے مالک کا قبضہ زائل نہ کیا بلکہ اس نے
 غاصب کا قبضہ توڑا ہے، اور یونہی گری ہوئی چیز
 اٹھانے والا جب اس پر گواہ بنا سکتا تھا اور گواہ
 نہ بنائے حالانکہ اس نے بھی مالک کا قبضہ نہ توڑا
 اور یوں ہی ہلاکت کا سبب بنانے پر بھی مال کی ہلاکت
 کا ضامن بنایا جاتا ہے مثلاً غیر کی ملک میں گنواں
 کھودنا، اس میں بھی مالک کا قبضہ نہ توڑا، اور نہ ہی باطل قبضہ ثابت ہوا، تو جواب یہ ہے کہ ان مسائل
 میں اگرچہ غصب متحقق نہ ہو اس کے باوجود ضمان اس لئے ہے کہ یہاں تعدی پائی گئی ہے، جیسا کہ عنایہ
 میں ہے الخ۔ (ت)

ہندیہ میں تاتار خانہ سے ہے،

سئل ابو حامد عن مسافر حمل
 امتعته على سفينة ليذهب الى بلدة،
 ثم مات ومعه ابنه فاخرج الابن
 تلك الامتعة من تلك السفينة الى سفينة
 اخرى ليذهب ليسلمها الى ساؤل الورثة،

ابو حامد سے سوال ہوا کہ مسافر نے سامان
 ایک کشتی میں رکھا وہ کشتی والا مسافر فوت ہو گیا
 اس کے بیٹے نے جو ہمراہ تھا دوسری کشتی میں سامان
 لاد ا تاکہ باقی وارثوں کو سامان پہنچائے، لیکن
 اس نے اپنے والد کے طے کردہ راستہ کو چھوڑ کر

واخذ طريقا يسلكه الناس غير الطريق
الذي كان الميت على عزم ان يذهب
فيه ، ثم غرقت السفينة ومات الابن
وضاعت الامتعة ، هل يضمن الابن
نصيب سائر الورثة ، فقال لا وسئل
عنها مرة اخرى فقال ان كان اخرجها
الى سفينة اخرى ومضى بها الى مكان اخر
سوى وطن الورثة ضمنه - والله تعالى اعلم

لوگوں کے عام معروف راستے پر کشتی کو چلایا اور کشتی
بمعد سامان اور لڑکے غرق ہو گئی ، تو کیا اس صورت
میں بیٹے پر ضمان عائد ہوگا ؟ تو آپ نے جواب میں
فرمایا ضمان نہ ہوگا۔ پھر ان سے ایک مرتبہ یہی
سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر بیٹا وہ
سامان دوسری کشتی میں لاد کر سامان کے مالکوں
کے وطن کی بجائے دوسرے مقام کی طرف لے گیا
تو ضمان ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راوجاں موضع پھرا مرسلہ مولوی اسمعیل صاحب

۱۲ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین
اندریں مسئلہ کہ شخصے مثلاً زید چند سپران خود یعنی
خالد و بکر وغیرہ و اموال منقولہ و غیر منقولہ را گذاشته
از سرائے فانی بدر باقی رحلت فرمود ، اکنون از
خالد اموال مذکورہ پدر متوفی خود را بزور بازو و
حسب فرائض اللہ تقسیم مستقیم نمودہ و بکر
وغیرہ ندادہ ، بقبضہ تصرف خود آوردن از قبیل
غصب ست یا نہ ، و خود خوردن بل دیگران را
کہ خارج از ورثہ باشد خورائیدن ، و مہمانی
ایشان نمودن ، و خود میزبان گردیدن ، و بجانب
مستحقان اموال مقبوضہ و امتعہ موصوفہ التفات
نہ کردن ، این فعل شرعاً صحیح است یا نہ ، و
غاصب از اشیائے مقبوضہ ضیافت و مہمانی

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص مثلاً زید نے اپنی وقت
کے بعد منقولہ اور غیر منقولہ مال ترکہ چھوڑا اور ورثاء
میں اپنے چند بیٹے خالد اور بکر وغیرہ چھوڑے ، اب
خالد نے بزور بازو اپنے مرحوم والد کے تمام
مال پر قبضہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے
مطابق ورثاء میں تقسیم نہ کیا اور بھائی بکر وغیرہ کو
کچھ نہ دیا بلکہ اپنے تصرف میں لایا ، کیا اس کی
یہ کاروائی غصب ہے یا نہیں اور خود کھانا بلکہ
غیر وارثوں ، مہمانوں کو میزبان کے طور پر کھلانا اور
مستحق حضرات کی طرف کوئی التفات نہ کرنا شرعاً یہ فعل
صحیح ہے یا نہیں ، اور غاصب کو مقبوضہ مال میں سے
ضیافت کرنا نیز مہمانوں اور دیگر حضرات کو یہ کھانا

شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور غاصب اپنے غاصبتاً عمل پر اصرار کرے اور اس کو معمول کی کارروائی سمجھے اور غصب نہ سمجھے بلکہ غاصبتاً نہ کارروائی کو وہ پیشہ بنالے تو کیا شرعاً وہ تعزیر کا مستحق ہے۔ کتاب کی سند کے ساتھ بیان کیجئے اور ملک الوہاب سے اجر پائیے۔ (ت)

کردن، ونیز مہمانان و خورندگان را ازاں خوردن شرعاً نافذ است یا نہ، و اگر غاصب بر فعل غصب اصرار کند و آن تعامل او معلوم می شود کہ غصب را غصب نہ فہم، بلکہ فعل غصب را نوعی از حرمت و پیشہ شمرد۔ حسب شرع شریف بر وجه تعزیر واجب خواهد شد۔ بینوا بسند الکتاب و توجروا الخ
ملک الوہاب۔

الجواب

مذکورہ عمل یقیناً غصب اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اور غاصب اگر عین مغضوبہ چیز کسی کو دے یا ہدیہ، ضیافت، اجرت، تنخواہ یا کسی چیز کی قیمت کے طور پر دے تو لوگوں کو لینا اور کھانا حرام ہے اور آیت کریمہ مذکورہ ان تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور غصب پر اصرار سے عذاب اور وبال اور استحقاق جہنم کے علاوہ کیا زائد ہوگا اور اس کو معمول بنا لینا اس سے زائد پر دلیل نہیں ہے ہاں اگر معلوم ہو جائے کہ اس نے حرام کو حلال جانا تو اس وقت لزوم کفر ہوگا بلکہ عند التحقیق بلاشبہ کفر ہوگا، کیونکہ کفر کا دار و مدار ضروریات دین کے انکار پر ہے اور اس میں شک نہیں کہ بغیر حیلہ شرعیہ مثلاً کسی سے اپنے حق کے بدلے لینا جبکہ وہ منکر ہو اور بغیر ایسی ضرورت جو اس کو مخصوص میں مبتلا

حرکت مذکورہ بالیقین غصب و حرام است، قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل و غاصب اگر از عین مغضوب کسی را ہبہ کند یا ہدیہ دہد یا ضیافت خوراند یا باجرت و تنخواہ یا قیمت چیزے دہد، بہر صورت مردمان را گرفتن و خوردنش حرام است و قد تناول الكل الاية المتلوة كما لا يخفى و باصرار بغصب جز زیادت در وبال عذاب و استحقاق نار جہنم چیزے فزوں نشود، و مجرد این تعامل دلیل بیش ازین نباشد، آری اگر ثابت شود کہ غصب حرام شرعی را حلال می دارند، آنگاہ البتہ لزوم کفر است بلکہ عند التحقیق بلاشبہ کفر باشد لان المدار علی کون ما انکرہ من ضروریات الدین، ولا شك ان حرمة الغصب من دون حیلہ شرعیة کمین پرید اخذ حقہ من المنکر ولا ضرورة ملجئة تمكن

فی المخصصة من ضروریات الدین و بعد
هذا لا یتجه الفرق بكون الحرمة لعینه
اول غیره، كما وقع عن بعض العلماء - والله
تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۱

چہ می فرمایند فقہائے دین و فضلاء شرع متین
اندریں مسئلہ کہ شخصے مثلاً زید چہار پسر یعنی عمرو و
خالد و بکر و ہاشم و اموال منقولہ و غیر منقولہ را
متروک داشته از سرائے فانی بسرائے باقی رحلت
فرمود، بعدہ خالد و بکر و ہاشم از اراضی پدر متوفی
ہر یک حسب خرچ خورد و پوش بگیرند، و مابقی نزد عمرو
موجود است، اما از بہر اوشاں قدر زائد است
لکن عمرو از قدر زائد اخراجات جمیع اراضی خود و بردار
را انجام می دہد، تاکہ بہت آل را دفتران سرکاری
خوف و تلف بر کل مال پیش نیابند، پس در این
صورت عمرو را غاصب و کافر خواندہ و مہمانی و دعوت
خوردند و قبول نمودند حسب شرع شریف صحیح است
یا نہ، و نیز زمین کہ عمرو از کسب خود خرید است
باز بوقت قسمت صحیح خالد و غیرہ از شئی مکسوب
عمرو طلبیدن شرعاً جائز است یا نہ؟

کہ دے غصب کی حرمت ضروریات دین میں سے ہے
تو ایسی صورت میں حرمت لعینہ اور لغیرہ کا فرق
کام نہ دے گا جیسا کہ بعض علماء سے یہ سہرزد ہوا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلاء شرع متین
اس مسئلہ میں، کہ ایک شخص مثلاً زید فوت ہوا اس
نے منقولہ و غیر منقولہ مال اور چار بیٹے عمرو، خالد،
بکر اور ہاشم وارث چھوڑے۔ خالد، بکر اور ہاشم
نے اپنے مرحوم والد کی زمین سے خوراک و لباس
کے اخراجات کے مطابق حصہ وصول کر لیا اور
باقی جو کچھ ہے وہ عمرو کے پاس موجود ہے تاہم
دوسروں کی نسبت اس کے پاس زیادہ ہے لیکن
اس زائد سے اپنی اور بھائیوں کی تمام زمین کے
جملہ اخراجات پورے کرتا ہے تاکہ سرکاری دفاتر
سے ضرر رسائی کے خطرے کو پورے مال پر سے ختم
کیا جائے، تو کیا اس صورت میں عمرو کو
غاصب و کافر کہنا اور اس کی دعوت مہمانی کھانا
اور قبول کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟
نیز عمرو نے اپنی کمائی سے جو زمین خریدی ہے
اس کو تقسیم سے الگ رکھنا صحیح ہے اور خالد و غیرہ کا عمرو کی کمائی کو طلب کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

اگر عمرو باقی وارثوں کی رضامندی سے ان کے
حصہ پر قابض ہے اور اخراجات سرکاری
ان کی طرف سے ادا کر کے باقی آمدن کو مساوی

اگر عمرو برضائے دیگر ورثہ ہر اراضی حصہ
دیگر ان قابض است، و خزانہ از جانب
ایشاں می دہد، و ہر چہ زیادت مجاصل بود

تقسیم کرتا ہے یا منافع میں سے ان کے خورد و نوش و پوش کے اخراجات ان کو دیتا ہے اور باقی ماندہ کو ان کی رضامندی سے اپنے پاس جمع رکھتا ہے اس صورت میں عمرو ہرگز غاصب نہیں ہے کیونکہ مالکوں کی طرف سے قبضہ کی اجازت ہے اور زمین کی آمدن میں کوئی باطل تصرف نہیں ہے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ ان کی رضامندی کے بغیر ان کے حصوں پر قبضہ کئے ہوئے ہے اور ان کے حقوق میں بے جا اپنی مداخلت کرتا ہے تو ضرور غاصب ہے، لیکن وہ کافر نہیں ہے کیونکہ جو چیز اسلام میں داخل کرتی ہے اسی کے انکار سے اسلام سے خارج ہوتا ہے، اور پہلی صورت میں اس کی دعوت قبول کرنا بلاشبہ جائز ہے لیکن دوسری صورت میں اگر اپنے مال سے دعوت کرے تو بھی قبول کرنا جائز ہے اور اگر مغموبہ مال سے دعوت کرے تو وہ ناجائز ہے اور اگر دوسری صورت میں وہ غاصباً کارروائی پر اصرار کرے اس سے میل جول منع ہے اور اس کے اپنے مال کی دعوت بھی قبول نہیں کرنی چاہئے تاکہ اس کو زجر و ملامت ہو سکے عمرو کی اپنی کمائی سے خرید کردہ زمین سے

بعد قسمت می کند، یا از منافع آنها را بقدر خورد و پوش می دهد، و باقی را برضائے آنها پیش خود جمع می دارد، دریں صورت عمرو ہرگز غاصب نیست لوجود الاذن من الملاك في القبض وعدم تصرف باطل في خراج الارض واگر نہ چنانست بلکہ بے رضائے آنها بر حصص آنها قبضہ کردہ است و در حقوق آنها تصرفات بجا برائے خود می کند، ضرور غاصب بود، و اما کافر نیست لانه لا يخرج الانسان من الاسلام الا جحد ما ادخله فيه در صورت اولی دعوت زید قبول کردن بلا دغدغه رواست، و نیز در صورت ثانیہ اگر دعوت از مال خودش کند، و اگر از مال غصب میکند خوردن مغموب روانیست، بلکہ در صورت ثانیہ چون غاصب و مصر علی الغصب باشد باو اختلاط نشاید کرد، و دعوتش از مال خودش ہم نباید خورد لیکن نہ جرالہ و لامۃ لہ، زمین کہ عمرو از کسب خود خرید است خالد وغیرہ را از حصہ خواستن روانیست، فان سهم الوارث فی المورث دون مملوك وارث اخر، واللہ تعالی اعلم۔

خالد وغیرہ کو حصہ طلب کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وارث کا حصہ مورث کے مال میں ہے دوسرے وارث کی ملکیت میں نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم (ت)

۲۷۲ مسئلہ از مجیب نگر ڈاک خانہ نمونہ اسواراں ضلع کھیری مرسلہ مجیب رحمان خاں

۴ شعبان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور قاضیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا

عجلت تیاری میں غلطی سے ایک چٹائی مسجد کی بانی مسجد نے یہ سمجھ کر کہ ایک چٹائی ایسے تنگ وقت دستیاب نہ ہو سکے گی، اور مسجد میں دوسری چٹائی بجائے اس کے رکھ دی جائے گی، لے کر میت کے تختوں پر جو قبر میں بچھائی گئی تھی اس لئے کہ مٹی قبر کی دراز تختہ سے نہ چھنے، ڈال دی، اور وہ قبر میں کام آگئی، تو ایسی حالت میں ایسے شخص کے لئے جس نے نیت معروضہ سے مسجد کی چٹائی ضرورت مذکورہ میں بحالت عجلت بکار مسطورہ اٹھائی، شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور اس کا کفارہ کچھ ہو سکتا ہے یا کیا؟ فقط۔

الجواب

وہ گنہگار اور مجرم خاص حقیقی سرکار ہوا الغصبہ الوقف فلیس فی تائیمہ وقف (اس کے وقف کو غصب کرنے میں گناہ میں کوئی شک نہیں ہے۔ ت) اس کا کفارہ صدق دل سے توبہ ہے، ویتوب اللہ علی من تاب (اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اور ویسی ہی چٹائی یا اس سے بہتر مسجد میں ڈالنا، اور وسعت رکھتا ہے تو خدمت مسجد و حاجت روانی تصلیٰ و مساکین میں بقدر قدرت پاک نیت سے صرف کرے کہ اس کی خدمت پسند سرکار ہو، اور رحمت توجہ فرما کر گناہ دھوئے، قال اللہ تعالیٰ ان الحسنات یذہبن السیئات ذلک ذکری للذاکرین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکیاں ختم کر دیتی ہیں برائیوں کو، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۳

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہو گیا اور اس نے مال تجارتی اور دیگر جائداد زر خرید اپنی بشرکت اپنے برادر حقیقی عبدالرحیم کے چھوڑی اور اس مال میں سے نفع جائداد سے کرایہ تخمیناً بارہ سال کے عبدالرحیم حاصل کرتا ہے، اور دوسرا مال اور جائداد موروثی جو والدین سے پایا وہ بھی چھوڑا، اب مال اپنا زر خرید اور جائداد موروثی کس طرح پر تقسیم ہوگا، وارث اپنے چھوڑے، ایک زوجہ، دو بھائی، ایک بھتیجا اور دو ہمشیریں اور تین بیٹیاں اپنی، اور قرضہ عبدالغفور فوت شدہ نے بشرکت عبدالرحیم کے دین مہراپنی زوجہ دینا چھوڑا، اب اس میں سے کون سا قرضہ ادا کیا جائے گا، اور از روئے شرع شریف کے وہ مال کس طرح پر تقسیم ہوگا؟

الجواب

حسب شرائط فرانس عبد الغفور کا جو کچھ ترکہ ہے خواہ موروثی، خواہ خرید کردہ، اس سب سے عبد الغفور پر جو کچھ دین ہے تقسیم ترکہ سے پہلے اسے ادا کریں، دین مہر زوجہ اور دوسرا قرضہ جو عبد الرحیم کی شرکت میں تھا سب برابر ہے، اگرچہ جائداد اس مہر و قرضہ کے مجموعہ سے کم یا برابر ہو، تو سب ترکہ مہر و قرضہ میں حصہ رسد دیا جائے خواہ کسی وارث کو وراثت کچھ نہ ملے، اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو مہر و قرضہ جس جس قدر واجب ہے تمام و کمال ادا کر کے اس کے بعد جو بچے اس کی تہائی سے عبد الغفور کی وصیت اگر اس نے کی ہوں نافذ کی جائے، باقی کے ۱۴۴ (ایک سو چوالیس) حصے ہو کر اٹھارہ سہم زوجہ اور تیس تیس سہم ہر دختر، اور دس دس سہم ہر برادر، اور پانچ پانچ سہم ہر خواہر کو دیں، اور بھتیجا کچھ نہ پائے گا، اور بعد موت عبد الغفور جو نفع مال مشترک سے عبد الرحیم نے حاصل کیا اسے چاہئے کہ عبد الغفور کے حصے کا نفع اس میں سے اپنا حصہ یعنی بہتر حصوں سے پانچ حصے نکال کر باقی دیگر ورثہ عبد الغفور کو دے دے لانا حاصلہ بوجہ خبیث، وکان علیہ اخراجہ، اما صدقۃ اور دعا علی المالك، وهو الافضل کما فی الخیرۃ والہندیۃ وغیرہما۔

کیونکہ اس نے خبیث طریقہ سے حاصل کیا ہے اس پر اپنی ملکیت سے باہر کرنا لازم ہے یا صدقہ کرے یا مالک کو واپس کرے اور یہ افضل ہے جیسا کہ خیرہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اس صورت میں کہ مہر و قرض مل کر جملہ ترکہ عبد الغفور سے زائد یا برابر نہ ہو، لان الدین اذا لم یستغرق ینتقل الی المالك الی الورثۃ (کیونکہ اگر میت کا قرضہ ترکہ پر حاوی نہ ہو تو ورثہ کی ملک ہوگی) اور اگر زائد یا برابر تھا تو جو نفع حصہ عبد الغفور سے حاصل کیا ہے تمام و کمال فقیروں پر صدقہ کر دینا اس پر واجب ہے نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا،

لان الدین المستغرق یمنع ملک الورثۃ کما فی الاشباہ، وحق الدائن فی المالۃ فلا مالک یرد علیہ فتعین التصدق وجوباً۔

کیونکہ ترکہ پر اگر قرض حاوی ہو تو ورثہ کی ملک نہ ہوگا، جیسا کہ الاشباہ میں ہے، اور مالیت پر قرض خواہ کا حق ہے تو اس کا کوئی مالک نہیں ہے، جس پر واپس کیا جائے لہذا لازماً صدقہ کرنا متعین ہوگا۔ (ت)

رہا وہ کرایہ جو جائداد مشترک سے عبد الرحیم نے بعد موت عبد الغفور حاصل کیا، اس کی نسبت سائل کا بیان ہے کہ وہ جائداد ایک زمین ہے جسے دونوں بھائیوں نے شرکت میں خریدا کہ اس میں کچھ مکان بنوائے یا کرایہ پر چلوائے خاص کرایہ پر دینے کی نیت نہ تھی، اور وہ زمین حیات عبد الغفور میں کبھی پڑی رہتی کبھی اس کا نمونی ٹکڑا کرایہ پر رہتا فلم تدخل فی المعد للاستغلال (تو وہ زمین اجارہ کے لئے تیار میں نہ داخل ہوئی۔ ت) تینوں بیٹیوں میں موت عبد الغفور کے وقت ایک جوان تھی دوسری دس برس کی، تیسری دو برس کی، تو اگر مہر و قرض سب مل کر تمام مترکہ سے کم مقدار پر تھے تو یہ مشترک زمین کہ بعد عبد الغفور کے عبد الرحیم نے خاص اپنے قبضہ مالکانہ میں رکھی اور کرایہ پر چلائی، موت عبد الغفور سے اس وقت کہ یہ دونوں نابالغہ لڑکیاں بالغہ ہو گئیں، ان کے حصہ کا کرایہ جو بازار بھاؤ سے ہو ان دونوں کو دینا واجب ہے چاہے عبد الرحیم نے کم کرائے پر اٹھائی ہو یا زیادہ پر ڈال رکھی ہو، مثلاً دونوں لڑکیاں چودہ چودہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہوں، تو پہلی لڑکی کے حصے کا چار سال کا کرایہ اور دوسری کے حصے کا بارہ برس کا کرایہ عبد الرحیم پر واجب ہے، و علیٰ هذا القیاس۔ در مختار میں ہے:

منافع الغصب استوفاهَا و عطلها لا تضمن
 الا فی ثلث فیجب اجر المثل ان یکون
 المغصوب وقفا و مال یتیم و علی المعتمد
 تجب الاجرة علی الشریک^{لہ} مختصراً۔

غصب کے منافع حاصل ہوں یا معطل چھوڑے
 ہوں تو تین صورتوں کے علاوہ ان کا ضمان نہ ہوگا
 تین صورتیں یہ ہیں: مغصوبہ چیز وقف ہو یا یتیم کا
 مال ہو تو با اعتماد قول کے مطابق شریک پر بھی مثلی
 اجرت لازم ہوگی اھ مختصراً (ت)

اور باقی جو وارثوں کے حصص کا کرایہ دار سے حاصل کیا ہو جس صورت میں مہر و قرض تمام مترکہ سے کم ہوں، تو زمین میں سارے حصہ عبد الغفور پر جو کرایہ عبد الرحیم نے وصول کیا ہو سب فقروں کو دینا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باغوائے نفس امارہ ایک دستاویز اس مضمون کی کہ جو مکان اس کی والدہ ہندہ کا ہے اس کو دو نابرابر حصوں میں بطور خود بلا اطلاع و رٹاں جائز کے اس طرح تقسیم کیا کہ چھوٹے بھائی عمرو کے واسطے چوتھائی سے کم، اور بڑے بھائی زید یعنی اپنے واسطے تین چوتھائی

سے زائد، اور خفیہ طور سے اپنی والدہ ہندہ کو کاغذ مذکور اس طرح پڑھ کر سنا دیا کہ مکان مملوکہ و مقبوضہ مھارا میں نے دو برابر حصوں میں تقسیم کر لیا ہے، چنانچہ ایسے ہی باور کرا دیا، پھر کہا کہ اس پر عدالت میں چل کر خفیہ طور سے رجسٹری کرا دو۔ ہندہ نے کہا کہ اس کی خبر میرے چھوٹے لڑکے عمر کو تو کر دو، تو کہا کہ تم میرے اعتبار پر اس کی رجسٹری کرا دو اور اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں، اس پر ہندہ نے قطعی انکار کر دیا لہذا دستاویز نامکمل اور بلا دستخطی رہی جبکہ عمر کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اس کی شکایت اپنی والدہ ہندہ سے کی، ہندہ نے کہا کہ مجھے تو دو برابر حصوں میں بانٹنا باور کرایا ہے، مگر بنا اس ناخوشی و حکم کے ہندہ نے زید سے اس دیوار کو جو زید کے بارِ رضامندی فریق ثانی کے بطور خود قائم کر لی منہدم کرنے کو کہا، تو زید نے اپنی رو باہ بازووں سے اسے ٹالا اور ایک کرایہ نامہ اپنے نام سے فریق ثانی کی حق تلفی کے واسطے لکھ کر اس میں کرایہ دار بسایا اس کے روکنے کے واسطے جبکہ عمر نے زید کو تنبیہ تحریری کی تو اس کو خیال میں نہ لایا بلکہ اپنی بد معاملگی اور دغا بازی پر اب تک مصر ہے، اور نہ مکان مذکور کا نصف کرایہ دیتا ہے، نہ کرایہ نامہ میں شرکت کرتا ہے، نہ دیوار منہدم کراتا ہے، بلکہ ہر طریقہ سے فریق ثانی کی حق تلفی پر آمادہ ہے، اور کوئی شرعی فہمائش کسی کی اس کو بوجہ طمع نفسانی کے مفید نہیں ہوتی، دیگر یہ کہ یہ شخص وعظ بھی کہتا ہے حالانکہ اس کی تحصیل علم قطعی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی، نہ کسی مستند معتبر استاد سے کبھی پڑھا، نہ فقہ، نہ تفسیر، نہ حدیث، بلکہ صرف اردو کی چند کتابوں کے ذریعہ سے وعظ گوئی کرتا ہے، تو شرع شریف ایسے شخص کی نسبت کیا حکم فرماتی ہے؟ آیا اس کا ایمان سالم رہا یا نہیں؟ آیا تقسیم مذکور جائز ہوئی یا نہیں؟ مسلمانوں کو اس سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ اسے وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

وہ تقسیم باطل محض ہے، اور زید سخت ظالم، فاسق، فاجر، مرتکب کبائر، مستحق عذابِ نار و غضبِ جبار ہے، مسلمانوں کو اس سے وہی برتاؤ چاہئے جو ظالموں موزیوں سے چاہئے۔

قال اللہ تعالیٰ، وإما ینسینک الشیطن
فلا تقعد بعد الذکر مع القوم الظالمین

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر تجھے شیطان بھلا دے
تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اسے وعظ کہنا حرام ہے، اس کا وعظ سنا جائز نہیں، وہ اگر ایک کوڑی کے معاملہ پر ہزار بار شہادت لے لے شرعاً مردود ہے، جو اس کی گواہی قبول کرے گا گنہگار ہوگا۔ یہ سب اس بنا پر ہے جو سائل

اظهار کیا، اور واقعہ کا علم عالم الغیب جلّ و علا کو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۵۔ مرسلہ بخش اللہ ساکن بریلی محلہ گندہ نالہ مورخہ یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو مکان دو شخصوں کے خرید کردہ ہیں، ایک شخص کی خریداری قریب پچیس تین سال کی اور دوسرے شخص کی خریداری قریب دس سال کے ہے، جس شخص کا مکان خریداری ہوا قریب پچیس سال کے ہے اُس کی کڑیاں دوسرے شخص کی دیوار پر رکھی ہیں، اب وہ یہ کہتا ہے کہ میری دیوار پر سے کڑیاں علیحدہ کر لو، یہ کہتا ہے کہ میں نے اسی حیثیت سے خریدا ہے، اس کا بیان یہ ہے اور اس شخص کا گمان ہے کہ اس نے خود بعد خریدنے مکان کے یہ کڑیاں رکھوائی ہیں، ایسی حالت میں مسحق ہٹوانے کا ہے یا نہیں؟

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ اس شخص کو اقرار ہے کہ یہ دیوار جس پر میری کڑیاں رکھی ہیں میری نہیں، اس صورت میں اُسے کڑیاں رکھنے کا کوئی حق نہیں، اگر غصبا رکھی ہیں جب تو ظاہر، اور اگر سابق کے مالک کی اجازت سے رکھی تھیں تو اُس کی اجازت اُس کی ملک ختم ہونے سے ختم ہوگئی، اب بے اجازت مالک اس کا اختیار نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، دو مکان کی دو دیواریں ملی ہوئی ہیں، ایک خام ایک پختہ تھی، اس نے اپنی دیوار میں الماری لگائی ہوئی تھی، اس میں سے کچھ خام دیوار میں سے کٹی، قریب ۱۰ گروہ کے لیکن مالک دیوار کو نہیں معلوم ہوا، اب اُس نے اُس مکان کو فروخت کیا، ایسی حالت میں خریدار مواخذہ دار کس کا ہے، یعنی مالک قبل کا ہے یا مالک حال کا حصہ ہے۔

الجواب

پہلے مالک سابق کا مواخذہ تھا، اب مالک حال کا، یا تو اس کی رضامندی سے اس قدر زمین کی قیمت اس کو دے دے یا یہ ۱۰ گروہ زمین کا ٹکڑا خالی کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق (ظالم کا دھنل حق نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۸۱/۲	آفتاب عالم پریس لاہور	باب احیاء الموات	لے سنن ابی داؤد
۱۶۶/۱	امین کمپنی دہلی	ابواب الاحکام باب احیاء ارض الموات	جامع الترمذی
۹۹/۶	دارصادر بیروت	کتاب الغصب	السنن الکبریٰ

مسئلہ ۲۷۷ شیخ حاجی عبدالعزیز صاحب ۲۲ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دیوار میں تین برس سے ایک طاق عمرو کے غسلخانہ کا تھا، زید نے جس وقت اپنے مکان کی دیوار کھودی تو عمرو کا تین برس کا طاق بند کر دیا، باوجود منت و سماجت بسیار کے بھی نہ مانا، دیگر یہ کہ عمرو کے غسل خانہ کے دو کڑی کے زید کی دیوار میں اور چار پائخانہ کی کڑیوں کے ٹکڑے زید مذکور کی دیوار میں رکھے ہوئے ہیں، غدر کے قبل کے ہیں، زید نے بار بار ان کو دیکھا ہے، کیونکہ ایام قربانی زید مذکور کا کئی گھنٹہ اس مکان میں قیام رہتا ہے، زید نے ہمیشہ ان ٹکڑوں کو دیکھا ہے مگر کبھی کچھ نہیں کہا، اور اب ان کو نکلوا دینے کو کہتا ہے، دیگر یہ کہ جس وقت وہ طاق بند کیا تھا اسی وقت یہ چیزیں بھی اگر نارضا مندی تھی نکلوا دیتا، عمرو نے ایک خام مکان خرید کر تعمیر کرانا چاہا اور دیواریں کھدوائیں تو زید کی طرف کی دیواریں ڈوالماریاں اور ایک آتش خانہ نمودار ہوا، بلکہ دیوار بھی بڑھی ہوئی ہے، عمرو نے جب زید سے کہا کہ اس کو درست کرادو، تو زید نے جواب دیا کہ تمہاری پائخانہ کے ٹکڑے جو ہماری دیوار میں رکھے ہیں نکلوا دو تو ہم بھی الماریاں بند کرادیں گے۔ اس صورت میں شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

الماریاں اور آتش خانہ جو زید نے بے اجازت مالک بنا لیا ہے، اس کا بند کر دینا اس پر فوراً لازم ہے، اور اگر ثابت ہو کہ دیوار اس کی زمین میں بڑھالی ہے، تو اتنی دیوار گرا کر زمین خالی کر دینی لازم ہے۔ رہیں عمرو کی کڑیاں اور طاق، تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ وہ دوسرے کی دیوار میں با اجازت مالک بطور عاریت تھے، نہ کسی حق لازم سے، اور زید کا اب تک سکوت وہ بھی عاریت پر راضی ہونا تھا، اور عاریت کی چیز کا ہر وقت واپس لینے کا اختیار ہے، اب کہ زید راضی نہیں عمرو پر بھی لازم ہے کہ کڑیاں نکال لے، مگر ایک کا دوسرے پر ٹالنا کہ تم یہ کر دو تو ہم یوں کریں، جائز نہیں، کہ ظلم فوراً دور کرنا فرض ہے، دونوں معاً دوسرے کی ملک خالی کر دیں۔ عالمگیر یہ منی ہے :

البائع یؤمر برفع خشب علی حائط
المبیعة ولو کانت الخشب لاجنبی بحق
لازم بملک واجارة فهو عینب لانه
بیع کی دیوار پستے کڑیاں اتارنے کا حکم بائع کو
دیا جائیگا اور اگر وہ کڑیاں اجنبی شخص کی ملکیت
یا اجارہ پر ہوں تو یہ عیب شمار ہوگا کیونکہ اس میں

عہ لفظ "کڑیاں" اصل میں نہیں ہے شاید قلم ناسخ سے چھوٹ گیا ہے۔ عبدالمنان اعظمی

لیس له ان یمتعه ، وان كان باجازه لاخيار
له لانه ليس بلازم كذا في تاتارخانية له
مختصرا - والله تعالى اعلم

اس کو منع کا حق نہیں اور اگر اجازت سے ہوں تو اس
کو اختیار نہیں کیونکہ وہ لازم نہیں، تاتارخانیہ میں
یوں ہے مختصراً - والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ از بریلی محلہ شاہ آباد مرسلہ حکیم نذیر الدین صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائیداد غاصبانہ طریقہ سے حاصل کی اور تخمیناً
پچاس سال تک اس کی آمدنی کو تصرف کرتا رہا، اور اس میں سے قریب نصف جائیداد کے فروخت کر دی، زید
فوت ہو گیا اور اس نے جائیداد بقیہ مغصوبہ کے چھوڑی، اور ورثاء غاصب صرف جائیداد مغصوبہ موجودہ کو ورثاء
حقدار کو دیتے ہیں جو جائیداد فروخت ہو چکی اور نیز محاصل کل جائیداد مغصوبہ کا دینے سے منکر ہیں حالانکہ غاصب
نے جائیداد کثیر المالیات اس تعداد کی چھوڑی ہے کہ اس سے مطالبہ جائیداد مغصوبہ کا ادا ہو کر جائیداد کثیر المالیات
ورثائے غاصب کے لئے باقی رہتی ہے ایسی حالت میں حقدار جائیداد مغصوبہ کو ورثاء غاصب سے بمقابلہ
جائیداد یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی جائیداد مغصوبہ موجودہ اور بیع شدہ اور اس کے محاصل کو جس طرح اس کا
حصول ممکن ہو حاصل کر لے، اور بحالت ہونے جائیداد غاصب کے اس کے ورثاء پر یہ لازم ہے کہ وہ حقوق
مذکورہ بالا کو ادا کر دیں یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع وہ جائیداد زید نے جس سے غصب کی تھی اسے اور اس کے بعد اس کے وارثوں کو یہ حق
حاصل ہے کہ جس قدر جائیداد اس میں سے موجود ہے اسے بعینہ واپس لیں، اور جو زید نے بیع کر دی اس
کی قیمت جتنی روز غصب تھی دیگر جائیداد مملوکہ زید سے جس طرح ممکن ہو وصول کریں، اور اگر وہ جائیداد دیہات
یا کرائے پر چلانے کے مکان دکان تھے کہ اصل مالک نے اس لئے بنائے یا خریدے، اور زید نے اس
سے غصب کر لئے تو جائیداد باقیماندہ کے محاصل آج تک کے اور جائیداد بیع شدہ کے محاصل اس دن تک
جب تک وہ زید کے پاس رہی جائیداد مملوکہ زید سے وصول کریں، ورثائے زید پر ان تمام حقوق کا تو کہ
زید سے ادا کرنا لازم ہے اور ممانعت کرنا حرام، نیز مالک اور اس کے وارث چاہیں تو یہ بھی کر سکتے ہیں
کہ جائیداد موجودہ میں تو وہی کارروائی کریں، اور جائیداد بیع شدہ کے محاصل کا بشرط مذکور روز قبضہ زید
تک ترکہ زید سے تاوان لیں، اور اس کی قیمت کا تاوان اور روز قبضہ مشتری سے آج تک اس کے

لے فتاویٰ ہندیہ

محاصل کا تاوان مشتری سے وصول کریں، مشتری نے جو قیمت زید کو دی تھی ترکہ زید سے وصول کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اگر غاصب نے اسے فروخت کر کے سوئپ دیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے غاصب سے ضمان لے اب غاصب فروخت کر دے رقم اس کی ہوگی اور اگر مالک نے مشتری کو ضمان بنایا تو وہ غاصب سے وصول کرے اور بیع باطل ہو جائیگی اور غاصب ضمان کے لئے رجوع نہ کر سکے گا، اور اگر غاصب نے فروخت کیا مگر ابھی قبضہ نہ دیا تو ضمان نہ ہوگا۔
وجیز کردری میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (ت)

لوباہ الغاصب وسلمہ فالملك بالخيار ان شاء ضمن الغاصب، وجازبيعه والضمن له، وان ضمن المشتري رجع على الغاصب وبطل البيع ولا يرجع بما ضمن، وان باع ولم يسلم لا يضمن كذا في الوجيز للکردري عليه واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۲۷۹ مستولہ حافظ محمد سعید صاحب از قصبہ رانڈیر ضلع سورت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

ما قولکم دام فضلکم ایہا العلماء العظام والفقہاء الکرام زادکم اللہ تعالیٰ تعظیماً لیدیہ (تمہارا کیا ارشاد ہے اے علماء عظام و فقہاء کرام، اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری فضیلت و تعظیم زیادہ ہوتی) اس صورت میں زید تاجر نے بلقانی چندہ میں مثلاً ایک سو روپیہ لکھ دئے، اور جب اس چندہ وصول کرنیوالے سکتے زید سے روپے چندہ کے وصول کرنے کو گیا، تو زید نے چندہ وصول کرنے والے بکر نام کو کہا کہ میرے روپے فلاں بینک میں جمع ہیں میں تم کو یہ چیک یعنی حکم بینک پر لکھ دیتا ہوں تم بینک سے روپیہ وصول کر لو، اور تم چاہو تو میں میرے نزدیک سے نقد دوں، اس کے جواب میں بکر نام کے سکتے نے کہا کہ چیک دو، زید نے بموجب طلب کرنے کے بکر کو بینک (کہ مسمی پیپل بینک ہے) اس پر حکم یعنی چیک لکھ دیا، مگر بکر مذکور نے روپے وصول کرنے پیپل بینک سے نکاسل اور غفلت کی، اور اندازہ چوبیس روز کے اس چیک کو اپنے پاس بکر نے ڈال رکھے، اس درمیان میں زید نے دوسری چیک اپنے کام کی بینک کو دی ہے، وہ برابر بینک والے روپیہ ادا کر دئے ہیں، اور یہ بھی بکر نکاسل اور کاہلی نہ کرتا، اور بینک میں چیک روانہ کر کے طلب کرتا تو ضروریہ روپیہ وصول ہوتے، چونکہ زید کے روپیہ جمع تھے اور اب وہ بینک دیوالیہ بن گئے،

۱۴۸/۵ نوری کتب خانہ پشاور کتاب الغصب الباب الثانی عشر لہ فتاویٰ ہندیہ

اور وہ روپے جاتے رہے، اور بکر تکاسل اس قدر نہ کرتا تو یہ روپے ضائع نہ ہوتے، لہذا صورتِ مذکورہ میں یہ روپیہ کس کے ذمہ پر آتے ہیں اور کس کے یہ روپے گئے زید کے یا بکر کے، یا چندہ بلقان کے؟
بتینوا تو حبروا۔

الجواب

دیوالیہ بننا بینک والے کا ظلم ہے، بکر پر اس کا کچھ الزام نہیں آسکتا، لا تزر وافرہ و نرس اخریٰ (کوئی بوجھ اٹھانے والی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ ت) اور چوبیس روز کے تساہل میں بھی اس پر الزام نہیں، وہ کیا جانتا تھا کہ اتنی مدت میں بینک دیوالیہ ہو جائے گا و ما کنت للغیب حفظین (ہم غائب پر حفاظت کرنے والے نہیں۔ ت) اور بالفرض اگر وہ جانتا بھی اور بالقصد تکاسل کرتا، جب بھی روپے کا الزام اس پر آنے کے کوئی معنی نہ تھے کہ وہ نہ سبب ہے نہ مباشر، قاعدہ شرعیہ تو یہ ہے کہ اذا اجتمع السبب والمباشر اضیف الحکم الی المباشر۔ جب سبب اور ارتکاب کرنیوالے ہیں معاملہ دائر ہو تو حکم ارتکاب والے کی طرف منسوب ہوگا (ت)

دوسرا قاعدہ ہے:

تخلل فعل الفاعل المختار یقطع النسبة۔
مختار کا فعل حائل ہو جائے تو نسبت منقطع ہو جاتی ہے۔ (ت)

تو بکر کے روپیہ جانے کی کوئی وجہ نہیں، روپے زید کے گئے، رہا چندہ، زید اس میں متبرع تھا، لاجب علی المتبرع (مفت میں دینے والے پر جبر نہیں ہوتا۔ ت) تو اس سے بھی مطالبہ نہیں ہو سکتا، نہ اس میں اس کا کوئی قصور ہے کہ اس نے تو چیک لکھ دیا تھا، اور اگر نہ بھی لکھتا اور وعدہ کر کے پھر جاتا جب بھی شرعاً بُرا تھا، مگر جبر کا اختیار کسی کو نہ تھا، اشباہ میں ہے:
لاجب علی الوفاء بالوعدۃ وعدہ کے وفا پر جبر نہیں ہو سکتا۔ (ت)
ہاں اگر زید اپنی طرف سے دوبارہ دے تو یہ اس کا تطوع ہے،

۱۶۴/۶ لے القرآن الکریم

۸۱/۱۲ لے

۱۱۰/۲ لے الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب المحظور والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی
العقود الدریۃ بحوالہ الاشباہ والنظائر مسائل وفوائد من المحظور ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۵۳/۲

ومن تطوع خیرا فان الله شاکرٌ
علیمٌ
جو شخص مفت میں بھلائی کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۲۸۰ از سہرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرحلہ حافظ عبدالجلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ یوم شنبہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو کا مال مسلمان زبردستی کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زبردستی مال کھانے والے ایک دن بڑا گھر دیکھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۱ از شہر کہنہ بریلی مسئلہ سید نور اللہ محرم دارالافتاء بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ
(۱) زید کا ایک بیٹا جوان بالغ ذی علم صاحب نصیب تھا، وہ جب مرا تو تجارت بند ہو گئی اور کچھ جائیداد دونوں کے کسب سے تھی اب باقی ہے، زید کی اب دو زوجہ ہیں ایک قدیم کفو کی، دوسری جدید غیر کفو کی، زید نے بعوض مہر و مکان زوجہ کفو کے نام حسب قانون لکھے اور ایک مکان اپنے بیٹے بکر کے نام لکھے، لیکن کل جائیداد پر قابض اور ما حاصل سے متمتع زوجہ غیر کفو اور اس کی اولاد رہی، جبراً و قہراً، پس یہ قبضہ و تمتع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زوجہ کفو کی دولت کیا ہیں، پس اپنے نام کی جائیداد برضائے زوج خود یعنی زید کے، بذریعہ عدالت لڑکیوں کے نام کر دی ہے، بذریعہ عدالت رجسٹری شدہ کاغذ موجود ہے، اور یہ چاہتے ہیں کہ یہ قبضہ کر کے اس سے منتفع ہوں، لیکن زید اور اس کی زوجہ غیر کفو اور اس کی اولاد فساد پر آمادہ ہیں، اور قبضہ نہیں دیتے، اور کسی کی نصیحت نہیں مانتے، پس یہ امر ان کو شرعاً کیا زیبا ہے، اور اس فعل کا کیا حکم ہے؟
(۳) کیا شرعاً ان کو اس جائیداد میں کچھ حق ہے یا شرعاً وہ ظالم اور یہ فعل فسق ہے؟ فقط۔

الجواب

(۱) مال غیر نے بے رضائے غیر متمتع اور اس پر مخالفانہ قبضہ حرام و حرام خوری ہے،

قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم
بالباطل
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

(۲) یہ فعل بھی ظلم اور ظلم کی جزا نار۔

لے القرآن الکریم ۱۵۸/۲

لے " ۱۸۸/۲

(۳) شرعاً زید کا اس میں کچھ حق نہیں، اور یہ فعل ضرور ظلم و فسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۸۴ از پبلی بھیت محلہ شیر محمد نمبر مکان ۵۴، مسئلہ حبیب احمد بروز یکشنبہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بقال کے یہاں
 ملازم ہے، اور پوری تنخواہ نہ دے، تو وہ اس سے چھپا کر اس کے مال سے یعنی جو اس کے یعنی بقال کا
 تعلق ہو خود لے لے، یعنی بنیہ بقال اہل ہنود کا مال چھپا کر مسلمان ملازم کو کھانا روا ہے یا نہیں؟

الجواب

تنخواہ پوری نہ دینے کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ جس قدر قرار پائی ہے اس سے کم دیتا ہے،
 اس صورت میں جتنی کمی رہتی ہے اتنی مقدار تک اس کے مال سے بے اس کی اجازت کے لے سکتا ہے
 مثلاً دس روپیہ تنخواہ ٹھہرے ہیں اور اس نے کسی مہینے میں ظلماً پانچ روپے کاٹ لئے تو یہ پانچ روپے
 کی قدر اس کے مال سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا حق ہے۔

دوسرے یہ کہ تنخواہ جتنی ہونی چاہتے تھی اتنی نہیں دیتا، مثلاً وہ کام دس روپے ماہواری کے قابل
 تھا، اور اس نے اسے حاجتمند پا کر دبا کر پانچ روپے ماہوار پر نوکر رکھا اور اس نے قبول کر لیا، تو اب نہیں
 لے سکتا کہ اتنے سے زیادہ میں اس کا حق نہیں، اور مال جو اس کی سپردگی میں ہے امانت ہے، اور بذریعہ
 عقد اجارہ اس کا اس کا معاہدہ ہو چکا ہے اور امانت میں خیانت اور معاہدہ میں غد ر کسی کے ساتھ جائز
 نہیں،

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اوفوا
 باللہ تعالیٰ اعلم
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو
 پورا کرو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۵ از مقام چٹوڑ گڑھ علاقہ اودے پور، راجپوتانہ مسئلہ عبد الکریم بروز شنبہ
 ۲۸۶
 ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

(۱) شتی مشترکہ کو کہ ہر ایک شریک استعمال کرتا ہے تو بروقت ٹوٹنے یا ضائع ہونے کے اس شتی کا
 تاوان کس پر ہوگا؟

عہ اصل میں یونہی ہے، سوال کی روشنی میں ”زید“ کے بجائے ”ان“ کا ہونا چاہئے۔

(۲) زید نے بچہ کا مال ناجائز طریقاً مثلاً غصب یا چوری یا خیانت یا ظلم سے لے لیا تو کیا بچہ کو جائز ہے کہ جب زید کے مال پر قابو پائے تو بمقدار اپنے مال کے اُس کے مال میں سے بلا رضا مندی زید کے لے لے۔
بتینوا تو جبروا۔

الجواب

(۱) اگر بلا تعدی ٹوٹی یا ضائع ہوئی تو کسی پر نہیں، اور اگر ایک شریک نے قصداً توڑ دیا یا ضائع کر دیا تو دوسروں کے حصوں کا تادان دے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اپنے حق تک لینا جائز ہے کہ وہ زید کا مال نہیں اس کا ہے، اصل مذہب میں جنس مال کی اجازت ہے، مثلاً سو روپے اس کے اُس نے ظلماً لے لئے اسے اس کے روپے نہوں اور فتویٰ اس پر ہے کہ اپنے حق کی جنس نہ ملے تو غیر جنس سے بھی مقدار حق تک لے سکتا ہے لان الضمان ضمان العقود وليس الضمان ضمان الحقوق كما فصله في رد المحتار (کیونکہ یہ ضمان عقود والا ہے حقوق والا ضمان نہیں جیسا کہ رد المحتار میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۷ مستولہ نواب نثار احمد خاں صاحب بازار صندل خاں بریلی بروز یکشنبہ ۹ شوال ۱۳۳۲ھ
امام مسجد سابق جو بغداد شریف وغیرہ کہہ کر باہر شہر کے گیا ہو تو اُس کے اسباب کو حجرہ مسجد سے بلا ضرورت لے کر جس کو چاہے اور اپنے صرف میں لائے بلارائے اہل محلہ کے، پس صرف کر نیوالے پر کیا حکم شرع ہے؟ فقط۔

الجواب

اسباب اگر اُس کی ملک ہے تو اس میں یہ تصرفات حرام ہیں اگرچہ اہل محلہ کی رائے سے ہوں، اور اگر مسجد کا مال ہے کہ امام کے صرف میں رہتا تھا تو جس لئے وقف تھا اسی میں صرف ہو سکتا ہے، اپنے صرف میں لانا یا جسے چاہے دے دینا اب بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۸ از علی گڑھ محلہ بالائے قلعہ مستولہ محمد عبدالمجید معرفت عبدالرحیم وکیل یکشنبہ ۲۶ شوال ۱۳۳۲ھ
(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم کو ضرورتاً قومی چندہ یومیہ جمع کر کے ایک چاہ بنانے کا شوق ہوا اور کل قوم نے یومیہ چندہ متفق ہو کر جمع کرنا شروع کیا، اس چندہ میں امیر و غریب سب شریک تھے، تقریباً دو سو روپیہ ہو جانے پر قوم نے ایک برادری کے شخص کو معتبر سمجھ کر وہ رقم

عنه اصل میں ایسے ہی ہے لیکن شاید یہ عبارت اس طرح ہو "اسے اُس کے روپے ہی لینے ہونگے" عبداللہ اعظمی

امانت اس کے سپرد کر دی، اور یومیہ چندہ بدستور جاری رکھا اور اس سے کہہ دیا کہ جب یہ قوم چاہ بنانے کے قابل ہو جائے گی تو تم سے یہ روپیہ لے کر چاہ بنایا جائے گا، کچھ عرصہ کے بعد اس امانت دار نے بغیر مشورہ قوم کے اپنی رائے سے ضرورت والے لوگوں کو وہ روپیہ قرض بلا سود قوم ہی کے لوگوں کو دینا شروع کر کے انھیں مقروض آدمیوں کو اپنا طرفدار بنالیا، جب قوم کو یہ حال معلوم ہوا تو اکثر نے چندہ دینا بند کر دیا اور قوم کے اعتراض پر امین نے یہ جواب دیا کہ میں نے اس روپیہ کا نام خزانہ بیت المال رکھ دیا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ روپیہ جو قوم نے ایک خاص کام یعنی چاہ بنانے کے لئے جمع کیا تھا اب اس امانت دار نے بلا رضامندی و رائے قوم کے خزانہ بیت المال بنالیا ہے، یہ فعل اس کا شرعاً درست ہے یا نہیں اور اس کا نام خزانہ بیت المال رکھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۲) اب وہ امین قرض روپیہ حیثیت داروں کو دیتا ہے غریب لوگوں کو نہیں دیتا، اور دیتا ہے تو کسی امیر کی ضمانت پر، اکثر تو غریبوں کو یہ جواب دیتا ہے کہ تم کو دے کر واپس کہاں سے لیں گے، کیا شرعاً یہ درست ہے کہ خزانہ بیت المال جو عام چندہ ہے، اس میں سوائے امیروں کے غریبوں کو قرض نہ دیا جائے؟

(۳) جو شخص روپیہ قرض لینے کی غرض سے چندہ دے، اور پھر قرض بھی لے، تو یہ چندہ دینے والا مستحق ثواب ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص کچھ روپیہ قرض لیتا ہے، جب تک قرض لیا ہوا روپیہ ادا نہ ہو تب تک وہ چندہ دیتا ہے بعد کو بند کر دیتا ہے۔

(۴) قوم امانت دار سے حساب روپیہ کا مانگتی ہے، اب وہ امین حساب پیش نہیں کرتا، کیا شرعاً اس پر حساب پیش کرنا ضروری نہیں؟

(۵) جو لوگ روپیہ قرض نہیں لیتے اور اس امانت دار کی رائے کے شریک نہیں ہوتے، ان سے وہ امین یہ کہتا ہے کہ تم اس بیت المال کے خلاف نہیں ہو بلکہ کلام پاک کے خلاف ہو، کیا خزانہ بیت المال کا یہ طریقہ ہے، اس صورت سے کلام پاک سے ثابت ہے؟ فقط۔

الجواب

یہ فعل اس کا حرام ہے اور اس کا یہ نام حدیث سے ثابت نہیں بلکہ شیطانی دوسوسہ کی ایجاد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ غرض یہ ساری کارروائی حرام ہے، اُسے کلام اللہ کے خلاف کہنا شیطنت ہے، اور وہ جو قرض ادا ہونے تک چندہ دیتا ہے، وہ معنی سود ہے، اور یہ شخص امانت دار نہیں غاصب ہے، اور اس کے ذمہ تفہیم حساب لازم نہیں بلکہ جس قدر جمع تھا سب کا واپس دینا اس پر فرض ہے، اور اگر اس پر اس نے

کچھ نفع حاصل کیا ہو تو وہ اس پر حرام ہے، یا تو انھیں اہل چغہ کو واپس دے جن کے روپے سے نفع حاصل کیا ہے، اور یہی بہتر ہے، ورنہ جتنا نفع لیا ہے فقرا پر تصدق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

مسئلہ ۲۹۳ از کلکتہ شہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کتب فروش نے میرے ملک میں آ کے بطور نذرانہ کے ایک جلد کلام اللہ پیش کیا، اور چند کتب اور بھی۔ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ جس نے نذرانہ دیا ہے وہ ایک دوسرے شخص کی دکان پر ملازم ہے، اور ان کتابوں کا وہ مالک نہیں ہے، بغیر حکم اپنے مالک کے وہ کتابیں دی ہیں، اس صورت کو ہم کو کیا لازم ہے، کتابوں کو اس شخص کو واپس کر دوں یا مالک کتاب کو دے دوں، مگر اس صورت میں رسوائی کا خیال ہے، اور ممکن ہے کہ اپنی تنخواہ میں حساب کر لیا ہو، مگر مجھے کیا حکم شرعاً ہے؟

الجواب

وہ کتابیں اپنے پاس نہ رکھی جائیں کیف و قیل، نہ مالک دکان کو دی جائیں کہ کتب فروش کے غضب یا سرقہ پر یقین نہ ہوا، اور مسلمان کا حال حتی الامکان صلاح پر حمل کرنا واجب، بلکہ اسی کتب فروش کو واپس دی جائیں کہ اگر واقع میں اسی کی تھیں، ورنہ اسے دینے سے بری الذمہ ہو گیا۔ درمختار میں ہے:

غاصب سے غضب کر نیوالے نے مغضوب کو پہلے

مراد غاصب الغاصب المغضوب علی الغاصب

غاصب پر واپس کر دیا تو اس سے ضمان ساقط

الاول یبرأ عن ضمانہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض موسم میں زید کا مکان قیام گاہ مردمان ہر شہر و دیار ہوتا ہے، دور دور سے لوگ آتے اور اس کے مکان کی کوٹھڑی میں اقامت کرتے ہیں، جو شخص جس میں ٹھہرتا ہے اسے زید وہ مکان سپرد کر دیتا ہے کہ اس میں رہے اور اپنا مال و اسباب رکھے اور اس کی حفاظت کرے، انھیں لوگوں میں عمرو نے بھی ایک مسکن میں قیام کیا اور حسب دستور وہ مسکن زید نے اسے سپرد کر دیا، اور بنظر خیر خواہی عمرو کو آگاہ کر دیا کہ اس موسم میں لکھو کھا آدمی آتے ہیں، اپنے مال کی خوب نگرانی کرو، عمرو باوجود اس اطلاع کے ایک دن اس مسکن کو تنہا بے قفل چھوڑ کر باہر گیا، جب آیا اس کا مال

پوری ہو گیا تھا، اس صورت میں شرعاً عمرِ زید سے تاوان لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

شرعاً جب تک کسی شخص پر سرقہ کا ثبوت کافی نہ پہنچے اس پر نادیدہ حکم روا نہیں، خصوصاً جبکہ اس کی حفاظت بھی ذمہ زید نہ تھی، اور ایسا مجمع عام اور اس میں خود عمر کی یہ بے احتیاطی، پس اس صورت میں ہرگز عمر کو زید پر دعویٰ نہیں پہنچتا، اور اس سے مطالبہ تاوان صریح مخالفتِ شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

انیسویں جلد کتاب الغصب پر ختم ہوئی،
بیسویں جلد کا آغاز کتاب الشفعة سے ہوگا۔